کُلّیاتِ نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اگر است دردلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
بحریمِ جلوہ خود نشیں کہ ترا ازو خبرے رسد

کُلّیاتِ نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کُلیاتِ نصیرؔ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیرؔ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

با اہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامیؔ گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

نام کتاب	:	کُلیاتِ نصیؔر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف	:	پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	:	اوّل
پروف ریڈنگ	:	محمد افضل خاکسارؔ
کمپوزنگ وڈیزائنگ	:	افتخار احمد (گولڑہ شریف)
سرورق	:	حسنات احمد، محمد دانش نجم
ناشر	:	مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف
نگرانیِ طباعت	:	حاجی عبدالقیوم گولڑوی
مطبع	:	حمزہ پرویز پرنٹنگ پریس، راولپنڈی
تعداد	:	1300
قیمت	:	1,500/-

ملنے کا پتہ

طلوعِ مہر آڈیو ویڈیو لائبریری مکتبۂ مہریہ نصیریہ درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

سیکٹر E-11 گولڑہ شریف اسلام آباد (051-2106464)

فہرست

اظہارِ تشکّر

حضرت پیر صاحبؒ کی تمام عمر پڑھنے لکھنے اور علمی و دینی کام کی تحقیق کرنے میں صرف ہوئی۔ بچپن سے لے کر عمر کے آخری دن تک پڑھتے لکھتے رہے۔ آپ صحیح معنوں میں پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ کے جانشین اور محبوبِ سبحانیؒ کے علمِ باعمل کی جھلک تھے۔

درست العلم حتی صِرتُ قطباً

(علم پڑھتے پڑھتے مقامِ قطبیت پر پہنچ گیا ہوں)

پیر صاحبؒ بھی ولایت کے بلند مقام پر فائز تھے' شعری ذوق ان کے خمیر میں تھا' ہر بات مسجّع و مقفّی کرتے' اس سے قارئین کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ انہوں نے صنفِ غزل اور رُباعی میں بے مثل سرمایہ چھوڑا ہے جو ان کی ظاہری زندگی میں زیورِ غزل طباعت سے آراستہ ہو گیا تھا۔ آپ نے عربی' فارسی' اردو' پنجابی' سرائیکی اور پوربی زبان میں شاعری کی' جو کہ سامعین کی جان تھی آپ خود چاہتے تھے کہ تمام شعری مواد کلیّات کی شکل میں قارئین کی نذر کروں لیکن گردشِ فلک نے مہلت نہ دی۔ میں شب و روز اسی کوشش میں سرگرداں رہا ہوں' خدائے متعال کے کرم سے "کُلیاتِ نصیر گیلانیؒ" بہ اَحسن طور پر مرتب ہو چکی ہے۔ تمام احباب کا تہہ دل سے ممنون ہوں' خدائے بزرگ و برتر انہیں اجرِ دوام دے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
14-01-2014

نیاز آگیں

سیّد غلام نظام الدّین جامیؔ گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف' اسلام آباد

سیرِ گلشن

سنا ہے کھل گئے تھے ان کے گیسو سیرِ گلشن میں
صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا

نصیرِ ملت پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانیؒ ایک علمی اور ادبی و روحانی و عرفانی گھرانے میں نومبر ۱۹۴۹ء کو گولڑہ شریف کی سر زمین پر رونق افزائے عالم ہوئے۔ اس لیے آپ کو بچپن سے ہی علمی و روحانی فضا میّسر آئی اور آپ نے اسی ماحول میں رہ کر تمام علومِ معقول و منقول اوائل عمر میں ہی سیکھ لیے۔ ابتدائی تعلیم گولڑہ شریف کے مدرسہ سے حاصل کی، زیادہ تر آپ کی تربیت پر جدِّ محترم سیّد غلام محی الدّین المعروف بابو جیؒ کی صحبت کے اثرات ہیں قرآنِ مجید اور علمِ تجوید پر عبور حاصل کیا، علمِ تجوید قاری محبوب علی لکھنویؒ سے سیکھا۔ قاری محبوب علیؒ آپ کے جدِّ اعلی پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرّہ کے مرید اور مسجد کے امام تھے۔ آپ اپنے وقت کے نامور اور مشہور قاری تھے۔ علمِ تجوید میں مہارت تامہ چھ برس میں حاصل کی۔

درسِ نظامی، دستور زبانِ عربی و فارسی (صرف و نحو) تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، فلسفہ و منطق، تاریخ مذاہب و ادیان، تاریخِ اسلامی، تصوف و عرفان کے علاوہ دیگر مذہبی و غیر مذہبی علوم میں کمال دسترس حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں علاّمہ فتح محمد گولڑویؒ، مولانا فیض احمد فیضؒ تھے۔ سیّد نصیر گیلانیؒ فنِ شعر اور ادبیاتِ فارسی و اردو میں بڑا کمال ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے تقریباً استاد شعراء کو بہ نظرِ عمیق پڑھا اور اپنی شاعری میں متصوفانہ مضامین باندھے ہیں، آپ کو چونکہ بچپن سے ہی صوفیانہ ماحول اور عارفانہ فضا ملی اس وجہ سے آپ کی طبیعت میں ہی فقر و استغنا رچ بس گیا:

با چرخ رسید ست دماغِ دہلی

پُر شد ز شراب اُو ایاغِ دہلی

من بندۂ حضرت نصیر الدینم ؒ

افروختہ پیرِ من! چراغ دہلی

ہر صوفی جمال ذات کے جلوے دیکھتا ہے اور عرفانِ ذات کی حقیقت کو پا کر "انا الحق" بھی کہہ بیٹھتا ہے، وحدۃ الوجود کے بہت سے اکابر صوفیاء گزرے اور پیر سیّد نصیر صاحبؒ بھی اسی نظریہ پر متفق تھے:

بر لوحِ بقا حرف ِ ثباتش بینم

پیرایہ ء اسما ء وصفاتش بینم

آسودۂ عزلتم درین غوغا ھا

رنگِ چمن آرائیِ ذاتش بینم

تصوف میں وحدۃ الوجود کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ نقشبندیہ سلسلے کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں رائج تصوف کے سلاسل قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے متقدمین صوفیاء پر بھی وحدت الوجود کا رنگ غالب تھا۔ وحدت الوجود کے نظریہ کی رو سے خدا تعالیٰ اور کائنات دو نہیں بلکہ خدا ہی کائنات کی چیزوں میں جاری و ساری ہے۔ ذات باری ہر شے میں موجود ہے اس لیے اس کے وجود کی وحدت کثرت کی شکل میں پھیل گئی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں، تمام عالم اس ہستی مطلق کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں۔ اس بنا پر صرف ایک ہی ذات موجود ہے اور تعدد جو محسوس ہوتا ہے، محض اعتباری ہے، سیّدی نصیرؔ عرشِ ناز میں فرماتے ہیں:

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد

بہ حریم جلوۂ خود نشیں کہ ترا از و خبرے رسد

ایک اور جگہ پر کچھ اس طرح:

شدہ ام زجلوۂ دوست پُر پس ازین مرا ہمہ اُوشمر

کہ شرارِ برقِ حقیقتش ہمہ سوخت طُورِ مجازِ من

اگر چہ موجوداتِ خارجیہ میں کثرت بہت ہے لیکن یہ کثرت وحدت پر حجاب نہیں۔مثال کے طور پر سمندر میں بے شمار امواج ہیں لیکن تمام امواج کی صورت پر آب واحد کا ظہور ہے۔موجودات میں کثرت اسمائے الٰہیہ کی کثرت کے باعث ہے۔اسمائے الٰہیہ ذات واحد کی نسبتیں ہیں وہی ذات ایک نسبت سے رحیم، دوسری نسبت سے جبار و قہار ہے:

کریم اہل طلب را معزز انگارد

کہ سر بلندیء موج احترامِ تشنہ لبی ست

چہ شد گر آمدہ بانگِ اَنا الحق از منصور

کہ قطرہ مدّعیِ ذاتِ خودز یَم نسبی ست

تصوف ایک طور پر اخلاقی فلسفہ ہے جس میں خیال اور فکر کی بلندیاں بھی ملتی ہیں اور زندگی کے متعلق بصیرت کی آنکھ بھی کھلتی ہے بصیرت کی آنکھ سے جب دنیا کا مشاہدہ کیا جائے تو دنیوی عیش و نشاط ہیچ اور بے معنی لگتا ہے۔فقر افلاس کا نام نہیں بلکہ دولت سرمدی ہے۔یہ شرع محمدیؐ کا باطن اور زندگی کا ضمیر ہے۔فقیر وہ نہیں ہے جو سامان سے خالی ہو بلکہ وہ ہے جس کا دل مراد سے خالی ہو۔سیّد علی ہجویریؒ کے نزدیک ذات حق کے سوا تمام چیزوں سے قلب کے فارغ ہونے کا نام فقر ہے:

معراجِ نگاہِ فقر کاشانہء تست

سرمستیِ جاوید بہ پیمانہء تست

تا چند بہ قصدِ امتحان رو پوشی

اے شمعِ جمال! خلق پروانہء تست

عرشِ ناز میں فقر واستغنا کے متعلق کچھ اس طرح:

غنی شدیم زجاہ و جلالِ شاہانہ
بس است فخرِ غلامیِ پیرِ میخانہ

دیگر:

بہر خدا مراں مرا شاہ توئی و من گدا
از درِ تو کجا روَد بادشہا! گدائے تو

پیر سیّد نصیر الدین علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میرا زیادہ وقت اپنے دادا محترم پیر سیّد غلام محی الدین معروف بہ بابو جی صاحب علیہ الرحمہ کی صحبت میں گزرا ہے جو کہ روحانیت کے پیکرِ بے مثل تھے، جن کا ہر وقت یادِ الٰہی میں گزرتا تھا، مجھ پر ان کی روحانی طبع کے بہت اثرات مرتب ہوئے، فرماتے کہ نصیرؔ ہمیشہ اس نظریے پر کاربند رہنا:ـــ

نمی گویم کہ از عالم جُدا باش
بہر جائے کہ باشی با خدا باش

اس ماحول اور فضا میں رہنے والا نصیرؔ اپنے وقت کا بہت بڑا عالم دین اور صوفی وصافی بنا، جس کی اب اس دنیا میں مثال نہ ہے:ـــ

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے
صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے

(سعدی)

زحُسنِ تُست نمایاں جمال و جلوہ حق
حدیثِ شمس و قمر پیش رُویت افسانہ

نصیرؔ فاش مگو حرفِ راز در محفل
کہ بس بلند شدی در طریقِ رندانہ

(عرشِ ناز)

جس شخص کے پاس بیٹھ کر خود کو بھول جاؤ اور پہروں بیٹھے رہنے کے باوجود وقت گزرنے کا پتہ نہ چلے، وہ صاحبِ حال ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا کمال ہوتا ہے یہ گفتگو کی چاشنی یا موضوع کی محویت نہیں ہوتی بلکہ نظر کا کمال ہوتا ہے۔ یہ کیفیت صاحب حال سے بات یا ملاقات میں تجربہ و مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ صاحبِ حال کے ہاں گفتگو دل سے دل پر وارد ہوتی ہے۔ سوال دل میں اٹھا، جواب صاحب حال کی زبان پر آجاتا ہے۔ با ادب سماعت کو وسیلہ اور ذریعہ بنانا چاہیے، تب ہی فیضِ نظر سے نصیب جاگتا ہے، اقبالؒ نے ٹھیک رہنمائی فرمائی ہے:

فیض نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے

حرفِ پریشاں نہ کہہ اہل نظر کے حضور

پیر نصیر گولڑویؒ صاحب حال تھے، ان کی مجلس اور ان کی محفل میں کمال کی تاثیر تھی، ان سے ملنے کے بعد انسانی کیفیت کچھ اس طرح ہو جاتی تھی، یہ نظر کا کمال تھا:

آنکھ لگ کر لگ سکی نہ عمر بھر

آنکھ لگنا اک مصیبت ہو گئی

یہ نگاہ اور چہرے کا کرشمہ ہے، نگہ سے ہی کیفیت دگرگوں ہوتی ہے اسی سے ہی دل میں وہ اضطراب اور گداز پیدا ہوتا ہے:

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

(اقبال)

سیّد نصیر گیلانی صاحبؒ کی نظر کا کمال یہ تھا کہ جو بھی آپ کے حلقہ میں آیا، وہ نظر کے دام سے بچ کے نہیں گیا، وہ مستقل اسیر ہو گیا، جیسے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے بارے میں امیر خسرو دہلوی لکھتے ہیں کہ جو بھی آیا وہ حلقہء دام میں پھنس گیا، وہ کہتے ہیں کہ صرف خسرو ہی نہیں تیرے ناز و ادا کا مارا ہوا، کئی اپنے گھر بار لُٹا کے بیٹھے ہیں:

بہ رندی و بہ شوخی ہمچو خسرو
ہزاران خان و ماں بر کندہ باشی

جیسے عرش ناز میں خود نصیرؔ گیلانیؒ فرماتے ہیں: ؎

ہزاراں دل و جان گرفتار داری
چہ خوش طرزِ رفتار ای یار داری
نصیرؔ کہ با جورِ تو خو گرفتہ
عجب عاشقِ ناز بر دار داری

نظر سے ہی تو علاج مکمل ہوتا ہے، نظر کے فیض سے اکسیر اور کیمیا ہو جاتا ہے اسی لیے تو حضرت اقبالؔ فرماتے ہیں: ؎

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

ڈاکٹر عبدالغنی مصنف روحِ بیدل کے مطابق سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی کی غزل متصوفانہ اور عاشقانہ ہے، زیادہ میرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی ثم الدھلوی کا سا رنگ ہے۔ بہت سی غزلیں تو بیدلؔ کی زمین میں کہی گئی ہیں اگرچہ رومی، عراقی، حافظ اور جامی کا رنگ بھی رچا بسا ہوا ہے، اس کے باوجود انداز اور تخیل پیچیدہ، سبک ہندی کی مہک آتی ہے۔ غزل اور رباعی بیدلؔ کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ کی رباعیات کا مجموعہ آغوشِ حیرت پہلی بار ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا، اس پر علاّمہ کوکب نورانی، سیّد اکرم اکرام شاہ (چیرٔ مین شعبۂ اقبالیات)، پروفیسر صوفی محمد افضل فقیر اور ڈاکٹر عبدالغنی نے سیر حاصل تاثرات لکھے جو کہ آغوش حیرت میں چھپ گئے تھے۔ ان تاثرات کو یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب بنے گا، یہاں ڈاکٹر عبدالغنی کا ایک اقتباس درج کرنا ضروری سمجھوں گا کیونکہ بیدلؔ دہلویؒ پر اسے ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل چکی ہے۔

مطالعۂ بیدلؔ صاحبزادہ نصیر صاحب کی وجدانی کیفیت میں دخیل ہو چکا ہے۔ رباعی گوئی میں بھی نصیر صاحب بیدلؔ سے متاثر ہوئے ہیں۔ بیدلؔ نے بھی فریدالدین عطارؔ کی طرح کثیر تعداد میں رباعیات کہی ہیں۔ بیدلؔ کے معاصران کی رباعی گوئی کے بڑے مدّاح تھے ان کا شاگرد خوشگو اپنے تذکرے میں لکھتا ہے کہ بہ قولِ شاہِ گلشن رباعی گوئی حق اوست، آج کل کے ایک فاضل افغان صلاح الدین اپنے رسالے افکارِ شاعر میں بیدل کی رباعیات کو بہت سراہتے ہیں۔ وسط ایشیا میں صدرالدین عینی میں بیدلؔ کی رباعیات پر بڑا کام ہوا ہے۔ موضوعات کے علاوہ فنی اعتبار سے بھی ان کا پایہ بلند ہے۔ صاحبزادہ نصیرؔ نے بھی اپنی بلند فطرتی اور عالی ہمّتی کے سبب رباعی گوئی میں بیدلؔ کے اعلیٰ معیار کو سامنے رکھا ہے۔ بیدلؔ نے رودکیؔ سمرقندی کے جواب میں چھوٹے چھوٹے استفہامیہ ٹکڑوں پر مشتمل ایک رباعی کہی تھی جسے مشہور نقّادِ سخن سراج الدین علی خان آرزوؔ نے بڑا پسند کیا تھا۔ اب صاحبزادہ صاحب نے بھی بیدل کے جواب میں اسی طرح کی ایک رباعی کہی ہے۔ آغوشِ حیرت کا مسوّدہ میری طرف بھیجتے ہوئے، بیدلؔ سے استفادہ کا اعتراف انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

دراصل حضرت بیدلؔ نے میری روح پر ایسا تسلط فرمالیا ہے کہ اکثر انہی کی طرح تراکیب ایجاد کرتا رہا۔ آپ کو ان رباعیات کے بعض مصرعوں میں حضرتِ بیدلؔ کے آہنگ کی جھلک ضرور ملے گی۔ گرامی علیہ الرحمہ کے بعد برصغیر میں کسی نے بھی معیاری رباعی نہیں کہی۔ کہنے کو تو بہت سوں نے کہی ہونگی مگر زبان و بیان کے اعتبار سے کمزور ہیں۔ ایک بحر میں تو سب کہہ لیتے ہیں مگر بیدلؔ کی طرح مختلف اوزان میں رباعی اور پھر زبان و بیان اور بلندیٔ فکر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کم لوگ کہہ سکے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ رباعی اصنافِ سخن میں انتہائی مشکل صنف ہے۔ جب استادانِ فن بوڑھے ہو جاتے ہیں تب رباعیات کہتے ہیں کیوں کہ چار مصرعوں میں ایک بات، ایک تجربہء حیات پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کم سنی میں بندے نے جو کاوش کی ہے یہ صرف اور صرف حضراتِ مشائخ کا فیض اور پھر حضرتِ بیدلؔ کا کرم ہے۔

سیّد نصیر صاحب کی ترکیبات بیدلؔ کی طرح تصورات کے حسن گوناگوں کا مظہر ہیں۔ ان کی جمالیاتی حِس بیدلؔ سے متاثر ہوتی ہے۔ حسن الفاظ، حسن خیال، لطیف کیفیات، افکار کی طہارت، بحر کی دلآویزی، مجموعی کیفیت کی ساحری، یہ سب

چیزیں بیدل کا پتا دیتی ہیں۔زبان و بیان، بلندیٔ فکر، رباعی کی بحر میں زحافات کے ذریعے جائز حد تک تنوع، مصرعوں کے آہنگ اور ایجادِ تراکیب کے لحاظ سے میرزا بیدؔل کے اثرات کا اعتراف کیا گیا ہے پیر صاحب سے عقیدت و احترام اپنی جگہ، یہاں پر ہم ان کے شعری فن اور علمی کمالات پر بات کر رہے ہیں۔ان کی شاعری میں زیادہ نعتیہ رنگ ہے، غزل ہو یا رباعی، اس میں بھی مدح پیغمبر کرتے ہیں، اگرچہ نعتیہ مجموعہ دیں ہمہ اوست کے نام سے چھپ چکا ہے، جس میں عربی، فارسی اور اردو نعتیں ملتیں ہیں۔اس کے علاوہ آغوش حیرت، عرشِ ناز، پیمانِ شب، دستِ نظر، متاعِ زیست اور امام احمد رضا خاں بریلوی کی نعتوں پر تضمینیں لکھی ہیں۔جو کہ ناقدین ادب نے پسند کی ہیں۔اساتذہ کا کلام پڑھتے پڑھتے آپ کی شاعری میں بھی اتنی پختگی آ گئی ہے کہ آپ کے فارسی اور اردو کلام میں بھی استادانہ رنگ ملتا ہے۔عرش ناز میں فارسی غزل کا ارفع تخیل، صنایع بدایع کا استعمال، انتہائی عمدگی سے نبھاتے ہیں، سبک ہندی کا خوبصورت نمونہ یعنی میرزا عبدالقادر بیدؔل عظیم آبادی ثم الدہلوی کا سا انداز ملاحظہ ہو:

دل دیوانہ را در حلقۂ زلفِ دو تا کردی
کرم کردی، عطا کردی، روا کردی، بجا کردی
بہ درگاہِ تو یا رب چوں نصؔیر شرمسار آمد
عیوبش از کرم پوشاندی و حاجت روا کردی

(میرے دیوانے دل کو تو نے اپنی زلفوں کے حلقہ میں پھنسا دیا، تو نے کرم کیا، تو نے عطا کی، تو نے یہ جائز کیا اور بجا و درست کیا۔

اے پروردگار! جب تیری بارگاہ میں نصؔیر شرمساری سے آیا تو نے اس کے عیب لطف و کرم سے چھپائے اور اس کی حاجت پوری کر دی۔)

متصوفانہ غزل کا رواج ایلخانی دور میں پڑا، حکیم سنائی غزنوی نے غزل میں رند و صوفی اور مے و ساقی کے مضامین لائے۔پروفیسر ظہیر احمد صدیقی اپنی کتاب ''فارسی غزل اور اس کا ارتقاء'' میں لکھتے ہیں: عطاؔر نیشاپوریؒ اور مولانا رومؒ نے

صوفیانہ غزل گوئی میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔صوفیانہ غزل گوئی کا آغاز سلجوقی دور میں سنائی نے کیا تھا،تصوف نے غزل کواور باتوں کے علاوہ جذبات کی صداقت ،خیال کی پاکیزگی اور فکر کی بلندی عطا کی ۔تصوف کے مطالب اور حقیقی واردات عشق کے بیان کرنے کے زیراثر فراق کے مضامین کا اظہار غزل میں عام ہوا۔اس سے غزل کو دردمندی اور سوز و گداز کا رنگ ملا۔تیموری دور میں غزل عشق و محبت کی تمام کیفیات اور واردات قلبی کے اظہار کا موثر ذریعہ بنی۔سعدیؔ نے دورہ ءمغول میں اس انداز شعر گوئی کو رواج بخشا تھا،اگر چہ اس انداز کی غزل گوئی کے آغاز کا سہرہ بھی سنائی غزنوی ہی کے سر ہے۔دور مغول ہی میں برصغیر کی فضا امیر خسرو اور امیر حسن سجزی دہلوی کی غزل گوئی سے گونج اٹھی ،عاشقانہ رنگ کی غزل گوئی میں ایک طرح کی صوفیانہ خیال آرائی پیدا ہوئی۔جس سے غزل میں رندانہ مضامین اور واردات عشق کے بیان میں مجاز و حقیقت کا امتیاز کرنا مشکل ہو گیا یعنی شعر کی تشریح مجاز و حقیقت دونوں ہی رنگ میں کی جا سکتی ہے۔ساقی، میخانہ،زلف وابرو وغیرہ اپنے اصلی معنوں کے ساتھ ساتھ صوفیانہ اصطلاحی معانی کے حامل بھی ہو گئے اس نوع کی غزل گوئی کے سب سے عظیم شاعر حافظؔ شیرازی ہیں۔سیّد پیر نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑویؒ کی غزل حافظ شیرازی کے رنگ کے ساتھ ساتھ ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدلؔ کا رنگ زیادہ اپنائے ہوئے ہے۔

با ہمہ ناز و دلبری پاسِ وفا نمی کنی
ای بتِ فتنہ گر چرا خوفِ خدا نمی کنی
جاں بہ لب ای طبیبِ دل در غمِ ہجر شد نصیرؔ
دردِ فراق دادہ ای از چہ دوا نمی کنی

(سب عشوہ و ناز اور دلبری کے باوجود تو پاس وفا نہیں کرتا،اے فتنہ گر محبوب تو خدا کا خوف کیوں نہیں کرتا اے دل کے طبیب،جدائی کی اذیّت میں نصیرؔ جاں بہ لب ہو گیا ہے تو نے ہی تو مجھے جدائی کا درد دیا ہے اور اب تو دوا کیوں نہیں کرتا)

گر بر سرِ بالینم یک جلوہ بہ فرمائی — للہ نگاہے کن ای یار پری رویم
صد بار شوم قرباں ای پیکر زیبائی — گردید نصیرؔ تو دیوانہ و سودائی

(اے محبوب اگر تو میرے سرہانے ایک بار جلوہ فرما ہو تو اے حسن و جمال کے پیکر میں سینکڑوں بار قربان ہو جاؤں۔ اللہ کے واسطے، اے میرے محبوب مہربانی کی نظر فرمایئے، اب تیرا نصیرؒ دیوانہ وسودائی ہو چکا ہے)

محبوب حسن وخوبی کا سراپا ہے۔ غمزہ وادا، کرشمہ وناز محض خیالی اور وجدانی باتیں ہیں جن کو نظریں دیکھتی اور دل محسوس کرتا ہے لیکن ان کا کوئی وجود نہیں، جن لوگوں کے دلوں پر عشق ومحبت کی واردات گزر چکی ہیں وہ اس سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔ تکرار لفظی اور موسیقی کے حوالے سے نصیر گیلانی گولڑویؒ کے اشعار کا نمونہ ملاحظہ کریں:

بہ جلوہ شاہے، بہ چہرہ ماہے، جوان نگاہے، جہان پناہے
بہ لب عقیقے ،بہ دل رقیقے بہ خو خلیقے بہ رخ بہارے
اگرچہ دامن کشیدہ از من ولے فتادم بہ پائے نازش
بگفتمش زحمت علاجے، تبسّمے کرد و گفت ،آرے
اگر تو خواہش ز ساز ہستی رسی بہ آہنگِ نغمہ کن
الاپ در وجدگاہِ عالم نی دھانی دھا پا ما گا ما گا رے

نصیر گیلانیؒ کے شعر کو ملاحظہ کریں "ر" کی تکرار نے موسیقیت پیدا کر دی ہے:

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
بہ حریمِ جلوہء خود نشیں کہ ترا از و خبرے رسد
مدد اے کرشمہء آرزو کہ نصیر در رہِ جستجو
نفسے کشد، سخنے زند، قدمے نہد، بہ درے رسد

اردو غزل کا رنگ ملاحظہ ہو:

نہ تم آئے شبِ وعدہ، پریشاں رات بھر رکھا
دیا امید کا میں نے جلا کر تا سحر رکھا

سُنا ہے کھل گئے تھے ان کے گیسو سیرِ گلشن میں
صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا

دیگر:

سوئے گلشن وہ ترا گھر سے خراماں ہونا
سرو کا جھومنا، غنچوں کا غزل خواں ہونا
خوبرو گرچہ ہوئے اور بھی لاکھوں، لیکن
تجھ سے مخصوص رہا خسروِ خوباں ہونا
فقر کا تاج جو رکھے ہوئے ہوں سر پہ نصیؔر
ہیچ ہے ان کے لیے وقت کا سلطاں ہونا

دیگر:

اُن کی محفل میں نصیؔر اُن کے تبسّم کی قسم
دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دل کا

دیگر:

لُوٹے ہے دل والوں کو رنگِ ترکانہ تیرا
دنیا دیوانی تیری ،عالم دیوانہ تیرا

اردو اشعار میں فارسی زبان کا سا مزاج ملتا ہے۔ خیال اور مضمون بھی فارسی کے استاد شعراء سے مستفاد ہے۔ الفاظ کا چناؤ بھی زیادہ تر فارسی غزل کا سا ہے۔ پیر سیّد نصیر الدین نصیؔر گیلانی گولڑویؒ کی یہ خواہش تھی کہ قارئین کی آسانی کے لیے شعری مجموعہ جات کو کلّیات کی شکل دی جائے۔ اس خواہش کا اظہار ایک بار میرے ساتھ بھی کیا اور فرمایا کہ فارسی کلام کی ترتیب اور تبصرہ اپنے ذمہ لیں۔ اسی خواہش کی تکمیل کو جناب محترم صاحبزادہ پیر سیّد غلام نظام الدین جامی گیلانی دامت برکاتہم نے اپنی اوّلین ترجیح سمجھا اور اس کام کو انجام تک پہنچانے کے لیے شب و روز محنت کی، اس کے علاوہ ''کلیّاتِ نصیر گولڑوی'' کو ترتیب دینے میں حاجی عبدالقیوم صاحب کی محنت شاقہ قابلِ ستائش ہے۔ میں اس خوبصورت اور اَحسن

ذمہ داری کو انجام تک پہنچانے کے لیے تمام احباب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور بالخصوص پیر سیّد غلام نظام الدین جامی گیلانی حفظہ اللہ تعالیٰ وسلّم کو تہہِ دل سے تبریک پیش کرتا ہوں۔

نیاز مند:

پروفیسر مُحمد شاہ کھگہ

گورنمنٹ گرونانک کالج ننکانہ صاحب

دِیں ہمہ اُوست

سرِ کوئے تُو چمنِ کرم، درِ تُست نازِ حیاتِ ما
سرِ ما و نسبتِ خاکِ تُو، زحیاتِ ما، بہ مماتِ ما
(نصیؔر)

دِیں ہمہ اُوست

مجموعۂ حمد و نعت

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشینِ نصیرِ ملّت
سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری
سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد پاکستان

فہرست

حمد

شمعِ حرم گاہِ عناصر

صنّاعِ گُل و لالہ و نقّاشِ چمن زار — خلّاقِ مَہ و مہر، فروزندۂ انوار
صورت گرِ ایجاد و نگارندۂ آفاق — گردش دِہِ ایّام و طرازندۂ اَعصار
بر تر ز ہمہ جلوہ نُما در ہمہ عالم — در پردۂ تکوین و زِ ہر ذرّہ نمودار
خود صاحبِ ادراک وبُروں از حدِ ادراک — آں کز ہمہ مستور و بہ عیبِ ہمہ ستّار
برطاعتِ اُوخَم سرِ اَجرام و عناصر — در حضرتِ او انجم و افلاک نگوں سار
مکشوف بر او بودہ نہاں خانۂ تخلیق — معروف ازو گشتہ سراپردۂ افکار
او قادر و قدّوس، لہُ المُلکُ لہُ الحمد — اوخالق و او رازق و او غالب و قہّار
ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن — ہم مالک و منّان و کرم پیشہ و غفّار
گیرندہ و بخشندہ و بینندہ و دانا — پیداست، ہویداست براُودرپسِ استار
اَوضاعِ جہاں پرتوِ رنگینیِ حُسنَش — اُو خالقِ شب ہائے سیہ، فالقِ اَسحار
شہ پارۂ گُل کاریِ آں صانعِ ہستی — نظّارۂ دشت و در و ویرانہ و گُل زار
آئینہ بیچونیِ آں مُوجدِ نیرنگ — شام و سحر و روشنیِ روز و شبِ تار
انگارۂ فن کاریِ آں خالقِ فطرت — نیلوفر و نسرین وسمن، سوسن وگُل نار
رخشندہ ز نورِ چمن آرائیِ لُطفَش — صحرا و بیاباں، دَمَن و وادی و کُہسار
دُردِ تہِ جام است ز میخانۂ جُودَش — دریا و غدیر و شَمَر و قُلزُم و انہار
برکشتِ جہان است سحابِ کرمِ او — گُل ریزوسمن پاش ودُرافشان وگُہر بار
از قدرتِ او، شمعِ حرم گاہِ عناصر — شِعرای و ثریّا و سُہا، ثابت و سیّار
از تابِ جمالش ہمہ زیبائیِ گلشن — رعنائیِ گُل، موجِ صبا، خندۂ ازہار

از رائفتِ اوآب و نمِ عارضِ ہستی　　از رشحۂ فضلش چمنِ دہر، سمن زار

از حکمتِ اوسنگ شود رُوکشِ گوہر　　از رحمتِ او رشکِ رگِ گُل بشود خار

حُکمش کند از قطرۂ آب و گلِ تیرہ　　مَرجان و عقیق و گہرلؤ لوئے شہوار

از خاکِ سیہ فیضِ کریمیش بر آرد　　شاخ و شجر و سبزہ و سرو و گُل و اثمار

از جوہرِ خلّاقیِ او نازشِ بُستاں　　رَیحان و گیاہ و ثمر و گُلبُن و اَشجار

خواہد اگر او قطرۂ شبنم شرر آرد　　چوں شعلۂ گُل شمعِ گُلستاں بشود نار

در عالمِ امکاں ز تجلّائے جمالَش　　ضَو باریِ ذرّات شود رُوکشِ اقمار

بر اوجِ فضا زمزمہ پیرائے ثنایش　　طُوطیِّ چمن، کبکِ دَری، فاختہ و سار

در کشورِ کُن، سایۂ اورنگِ جلالش　　طبل و علَم و جاہ و حشم جُبّہ و دستار

در ناز گہِ حُسنِ بُتاں، جلوۂ نورش　　تابانیِ رُو، تابِ جبیں، تابشِ رخسار

در بزم گہِ شوق، دل آویزیٔ عشقش　　آہنگِ رَباب و دف و طنبورہ و مزمار

ہر دیدہ بہ خودی تپد از ذوقِ جمالش　　ہر سینہ ز دردِ طَلَبش عرصۂ پیکار

ہرعکسِ جمالش نظرافروز وطرب ناک　　فرحت دہِ نظّارہ و دامن کشِ انظار

ہر پیکرِ خلّاقیِ اُو مقطعِ تزئیں　　ہر منظرِ صنّاعیِ اُو مطلعِ انوار

ہر ذرّۂ خاکستر و ہر ریشۂ خاشاک　　درگُل کدۂ صنعتِ اُو دلکش و شہکار

اُو منزلِ مقصودِ رہِ شیخ و برہمن　　پیچ و خَمِ رہ، تحمصۂ سُبحہ و زُنّار

در پیشگہِ عدل، نکوکار، سرافگن　　در بزم گہِ لُطف، مداراتِ گنہگار

در راہِ کنشت و حرم و دَیر و کلیسا　　تا منزلِ اُو عشق شود قافلہ سالار

نورے ز تجلّیش نیابی، چو نہ باشد　　تاب وتبِ جاں، دیدۂ بینا، دلِ بیدار

تا ذُروۂ حمدش نہ رسد فکرِ سخن ور اوجِ صِفَتش پَر شکنِ طائرِ گفتار

بینند نصؔیر اہلِ نظر جلوۂ حُسنَش

گاہے بہ سرِ منبر و گاہے بہ سرِ دار

❁

مسند آرائے بزمِ عطا

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے

سب کا داتا ہے تُو، سب کو دیتا ہے تُو، تیرے بندوں کا تیرے سِوا کون ہے

کون مقبول ہے، کون مَردُود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے

جب تُلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کُھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

کون سُنتا ہے فریاد مظلُوم کی، کس کے ہاتھوں میں کُنجی ہے مقسُوم کی

رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے

اولیا تیرے محتاج اے ربِّ کُل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رُسُل

اِن کی عزّت کا باعث ہے نسبت تری، اِن کی پہچان تیرے سِوا کون ہے

میرا مالک مِری سُن رہا ہے فُغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زُباں

اب مِری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بَلا ہے، صبا کون ہے

ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی

جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نُما، اُس اَحَد کے سِوا دُوسرا کون ہے

وہ حقائق ہوں اَشیا کے یا خُشک و تَر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ما سِوا ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماورٰی کون ہے

انبیا، اولیا، اہلِ بیتِ نبی، تابعین و صحابہ پہ جب آ بنی
گِر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تُو نہیں ہے تو مشکل کُشا کون ہے

اہلِ فکر و نظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیرؔ! اِس کو تُو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

❁

برِ "اَج سِک مِتراں"

اوہدی دل نُوں تانگھ بتیری اے جہدی ازلوں شان اُچیری اے
ربّا وَصل دے وچ کیہ دیری اے اَج سِک مِتراں دی ودھیری اے
کیوں دِلڑی اُداس گھنیری اے لُوں لُوں وِچ شوق چنگیری اے

اَج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

فُرقت دی رات لمیری اے جُھلی غم دی لال ہنیری اے
کِیہ رحمت دے وِچ دیری اے اَج سِک مِتراں دی ودھیری اے
کیوں دِلڑی اُداس گھنیری اے لُوں لُوں وِچ شوق چنگیری اے

اَج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

كَالْمَطَرِ بَكَيْتُ لِرُؤْيَتِهٖ فِي النَّوْمِ حَضَرْتُ بِحَضْرَتِهٖ
فَخَضَعْتُ الرَّأسَ لِعِزَّتِهٖ اَلطِّيْفُ سَرىٰ مِنْ طَلْعَتِهٖ
وَالشَّذْوُ بَدىٰ مِنْ وَّفْرَتِهٖ فَسَكَرْتُ هُنَا مِنْ نَّظْرَتِهٖ

نیناں دیاں فوجاں سِر چڑھیاں

اوہ رات سُہانی چَن ورگی مِٹھّی خواب ' تے اوہ حمرا وادی
کیہ تکیا اچانک مَیں عاصی اَلطِّيْفُ سَرىٰ مِنْ طَلْعَتِهٖ
وَالشَّذْوُ بَدىٰ مِنْ وَّفْرَتِهٖ فَسَكَرْتُ هُنَا مِنْ نَظْرَتِهٖ

نیناں دیا فوجاں سِر چڑھیاں

اوہدے ہتھ مُہار زمانی اے اوہدی دوجگ تے سلطانی اے
اَیتھے گُم عقلِ انسانی اے مُکھ چند بدر شعشانی اے
مَتھّے چمکے لاٹ نُورانی اے کالی زُلف تے اکھ مستانی اے

مخمور اکھیں ہِن مدھ بھریاں

جُبہّ توحیدی زیبِ تن متّھے تاجِ رسالت ضَو اَفگن
موہڈے زلف ' جیوں چڑھیا ساون دو ابرو قوس مثال دِسَن
جَیں تھیں نوکِ مِژہ دے تیر چُھٹن لبّاں سُرخ آکھاں کیہ لعلِ یمن

چِٹّے دند موتی دیاں ہِن لڑیاں

اِنھوں ہستی دا عنوان آکھاں رب سَچّے دی بُرہان آکھاں
یاں اکھیاں دا قُران آکھاں اِس صُورت نُوں مَیں جان آکھاں
جانان کہ جانِ جہان آکھاں سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

قامت موزوں ، تے ٹور حسین مازاغ نظر ، والشّمس جبین
جنہوں دیکھیاں آوے رب تے یقین ایہہ صُورت ہے بے صُورت تھیں
بے صُورت ظاہر صُورت تھیں بے رنگ دِسے اِس مُورت تھیں
وِچ وحدت پُھٹیاں جد گھڑیاں

جیویں لفظاں وچ مخفی معنٰی جیویں قطرے وچ لشکے دریا
ہے رنگ اِس دا بے رنگ نُما دِسّے صُورت رَہ بے صُورت دا
توبہ رَہ کیہ عَین حقیقت دا پَر کُم نہیں بے سُوجھت دا
کوئی وِرلیاں موتی لے تَریاں

ایہدے حُسن دا پرتو شمس و قمر ایہدے متوالے بُوبکر و عُمر
ایہا رکھسی لاج لحد اندر ایہا صُورت شالا پیشِ نظر
رہے وقتِ نزع تے روزِ حشر وِچ قبر تے پُل تھیں ہوسی گزر
سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

جامہ رحمت والا راس تُساں کیتا دل نہ کسے دا اُداس تُساں
ساری اُمّت دا احساس تُساں يُـعْـطِيْكَ رَبُّكَ داس تُساں
فَتَـرْضٰـی تھیں پوری آس اَساں لَج پال کریسی پاس اَساں
وَاشْـفَـعْ تُشَـفَّـعْ صحیح پڑھیاں

اَج پالیا کیہا لباس تُساں ساڈے لُٹ لئے ہوش حواس تُساں
اَساں گندیاں مندیاں دا پاس تُساں يُـعْـطِيْكَ رَبُّكَ داس تُساں
فَتَرْضٰی تھیں پوری آس اَساں لَج پال کریسی پاس اَساں
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ صحیح پڑھیاں

بھرو سِکدیاں اکھیاں دا دامن میرا اُجڑے نہ آساں دا گُلشن
کرو کرم طُفیلِ اُویسِ قرن لاہو مُکھ توں مُخطّط بُردِ یمن
مَن بھانوری جھلک دکھاوَ سجن اوہا مِٹھیاں گالیں الاوَ مِٹھن

جو حمرا وادی سَن کریاں

سُتّے بھاگ اکھیں دے جگاوَ ڈھولن مُکھ عاشقاں نوں دِکھلاوَ ڈھولن
پھیرا رحمت والا پاوَ ڈھولن حُجرے تھیں مسجد آوَ ڈھولن
نُوری جھات دے کارن سارے سِکن دو جگ اکھیاں رَہ دا فرش کرن

سب اِنس و ملک حُوراں پریاں

اِنہاں جالیاں دے ول آندیاں تے اِنہاں مُڑ مُڑ جھاتیاں پاندیاں تے
انہاں جھڑکاں، ماراں کھاندیاں تے اِنہاں سِکدیاں تے کُرلاندیاں تے
لکھ واری صدقے جاندیاں تے اِنہاں بردیاں مُفت وکاندیاں تے

شالا وت آون اوہ گھڑیاں

کی جنّ و بشر، کی شاہ و گدا ڈِٹّھی جس وی نصیرؔ اوہ شانِ خُدا
اُڈّے ہوش تے مونہوں بول اُٹھیا سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَكَ
مَا اَحْسَنَكَ مَا اَكْمَلَكَ کِتّھے مہرؔ علی کِتّھے تیری ثنا

گُستاخ اکھیں کِتّھے جا اڑیاں

ہمہ دان و ہمہ جا

بدہد زمانہ شہادتے کہ خدائے ارض و سما توئی
سخن از عطائے تُو می رود کہ بہ درد و غم ہمہ را توئی

ہمہ راست لُطفِ تو دادرس، چمن و طروات و خار و خس
لبِ خود کشودہ بہ ہر نَفَس کہ خدا توئی، بخدا توئی

بہ کمالِ ناز برآمدی، بہ صد اہتزاز در آمدی
بہ شمیمِ نکہتِ گُل توئی، بہ خرامِ موجِ صبا توئی

من و جُرم کوشیِ پے بہ پے، تُو و پردہ پوشیِ دَم بہ دَم
بہ حصیرِ تنگِ خطا منم، بہ سریرِ لُطف و عطا توئی

بہ فلک ہمی رسد آہِ من، منم و ہجومِ گناہِ من
بہ عطائے تُست نگاہِ من کہ ولیِّ روزِ جزا توئی

تب و تابِ حُسنِ ازل ز تُو تگ و تازِ موجِ عمل ز تُو
کم و کیفِ بزمِ عِلَل ز تُو، تپشِ دلِ من و ما توئی

چہ خیالِ جاہ و چہ فکرِ زر، نہ بود مرا ہوسِ دگر
بجز ایں کہ خاکِ درت شوم، کرمے! کہ نازِ گدا توئی

بہ ورق ز ہیبتِ نامِ تُو سرِ خامہ لرزد و می تپد
چہ شوم بہ حمدِ تُو لب کُشا، ہمہ داں توئی، ہمہ جا توئی

کرمت پناہِ شکستگاں، دمِ تُست مرہمِ خستگاں
کہ عزیزِ جانِ حزیں توئی، اثر آفرینِ دُعا توئی

بِجلالِ وَجْهِكَ شَاهِدًا فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ
بہ کلیمِ محوِ سخن توئی، سرِ طُور جلوہ نُما توئی

دل و دیدہ کردہ اسیرِ تُو ' بہ درت نشستہ نصیرؔ تُو
مددے کہ دافعِ مُشکلی ' نظرے کہ عُقدہ کُشا توئی

التجا بدرگاہِ مُجیبُ الدّعوات جَلّ جَلالُہٗ

خدایا تہی دست و در ماندہ ام ... دریں بے نوائی ' تُرا خواندہ ام
گنہ بیش از حدّ و عَد کردہ ام ... جزایم مدہ بد ' چو بدکردہ ام
ہمہ عمر من فکرِ تن کردہ ام ... نکردہ است کس ' آنچہ من کردہ ام
ز حُسنِ عمل دُور بس ماندہ ام ... بقیدِ ہوا و ہوس ماندہ ام
ز دل محو کردم مراعاتِ تو ... فراموش کردم عنایاتِ تو
پئے نفسِ امّارۂ فتنہ جُو ... دویدم بسے در جہاں چار سُو
کشیدم بسے نازِ اہلِ جہاں ... گشودم بسے در ستائش زباں
بہ پیشِ سلاطینِ گردن فراز ... نہادم بہ خواری جبینِ نیاز
کہ شاید کسے دستیاری دہد ... ز دامِ بلا رُستگاری دہد
ولے راند ہر کس ز درگاہِ ناز ... کنوں آمدم ' اے کمینہ نواز!
خطا کار بودم بسے زشت کار ... بلطفِ خود از من خطا درگزار
تُو دادی مَرا رزق اندر جہاں ... ز شکرِ تو عاجز زبان و بیاں
خدایا مکن بر گناہم نظر ... تُو الطاف و اکرامِ خود را نگر
بدر گاہِ تُو ایں فرومایہ اے ... ندارد بجز عجز سرمایہ اے
ببیں سُوئے ایں بے زبانیِ من ... ز شرمندگی خونفشانیِ من
کہ لُطفِ تُرا از تُو جوئندہ ام ... مکن شرمسارم کہ شرمندہ ام

گرفتم کہ من زشت کارم قدیم — ولے ناز دارم کہ ہستی کریم
اگر پرسی از کار ہائے بدم — بہ مَیلِ گنہ من مثالِ خودم
زا برِ عطا، گر دہی قطرہ اے — ز دوزخ نباشد مَرا خطرہ اے
اگرچہ گنہگار و بدکارہ ام — ولے لُطف فرما کہ بے چارہ ام
ہمہ عمر کردم تباہ و خراب — ندارم بروزِ قیامت، جواب
بہ حالِ بدم کن نگاہِ کرم — کہ ہستی کریم و عمیمُ النِّعَم

بہ بخشا بہ حالِ نصیؔرِ حزیں
بجاہِ محمد رسولِ امیں

پھر مانگ پھر مانگ

تُو رب کا بندہ ہے پھر مانگ پھر مانگ — رب تیرا داتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

اِس در سے مانگا ہے کُل انبیا نے — اصحاب و اولادِ خیرالورٰی نے
شاہ و گدا اور سب اولیا نے — تُو سوچتا کیا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

محدود ہیں گرچہ تیرے وسائل — لا تقنطُوا کا اگر ہے تُو قائل
مایوس مت بیٹھ گھبرا نہ سائل — یہ در ہمارا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

غیرت بڑی شے ہے اے عبدِ رسوا — در در پہ مت جا مرے در کا ہو جا
غیروں کے احسان کب تک گوارا — کیوں مجھ کو بھولا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

ہر آن دیتی ہے رحمت صدائیں — میں تیرا مالک ہوں کر التجائیں
ہم نے تو کیں غیر پر بھی عطائیں — تُو پھر بھی اپنا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

ہیں سب کے سب جنّ وانسان بندے — وہ میزباں، اُس کے مہمان بندے
کچھ اپنی اوقات پہچان بندے — تُو اُس کا منگتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

ہے اُس کی تخلیق ساری خدائی ۔۔۔ زیبا اُسی کو ہے حاجت روائی

شایاں اُسی کے ہے مشکل کشائی ۔۔۔ وہ سب کو دیتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

دنیائے دُوں کا کہاں تک یہ دھندا ۔۔۔ کب تک گلے میں یہ لالچ کا پھندا

بن جا بس اپنے ہی مالک کا بندہ ۔۔۔ وہ تیرا مولیٰ ہے، پھر مانگ پھر مانگ

جس نے کیا ساری دنیا کو پیدا ۔۔۔ ہے ذات جس کی دوعالم میں یکتا

با گریہ و آہ سجدے میں گر جا ۔۔۔ وہ سب کی سُنتا ہے' پھر مانگ پھر مانگ

لا کہہ کے اب توڑ بُت ماسوا کے ۔۔۔ ایماں بچا رمزِ اِلّا کو پا کے

اب دیکھتا کیا ہے بندے خدا کے ۔۔۔ دینے پہ آیا ہے' پھر مانگ پھر مانگ

دامن کو پھیلا کے بن التجائی ۔۔۔ کب تک یہ خاموشی یہ بے صدائی

کچھ تو نصیرؔ آج کر لب کُشائی ۔۔۔ گُم صُم کھڑا کیا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

❁

حمدیہ

کسے ہور دے ہتھ مَیں کیوں ویکھاں، بخشن ہار جد تیرے سِوا کوئی نہیں
تیرا فضل جے شامِلِ حال ہووے، کسے ہور شَے دا مینوں چا کوئی نہیں
پلّا اپنا کھلاراں کیوں کسے اگّے، تیرے باجھ جَد صاحب عطا کوئی نہیں
جے تُوں بند کیتا بُوہا فضل والا، فیر تیرے نصیرؔ لئی، جا کوئی نہیں

حمدیہ

صدقہ اپنی رحیمی دا رحم فرما! کر لے عرض منظور، اِنکار نہ کر
تینوں تیری ستاری دا واسطہ ای، عیباں میریاں نوں آشکار نہ کر
رکھ کے عدل میزان وِچ عمل میرے، اوگن ہار تائیں شرمسار نہ کر
اپنیاں کیتیاں ہتھوں آں خوار اَگّے، حشر وِچ مینوں ہور خوار نہ کر

حمدیہ

جہڑے فقر دے رنگ وِچ گئے رنگّے، جُھکدے سدا جگ دے پالن ہار اَگّے
اِکّو وار اُوہ یار دا نام لے کے، دھرنا مار بہندے، درِ یار اَگّے
ڈردے ہر ویلے رب دی ذات کولوں، متّھا رکھدے اُوہدی سرکار اَگّے
عزّت کردے فقیراں تے عاجزاں دی، اُٹھدے کدی نہ کسے سردار اَگّے

نعت

قطعہ

ہے سرکار دا اوہ ہک بُوہا
حق دی جتھے ہر ویلے ہُو ہا
آپ دا اک اک لفظ زبانوں
اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی

مفہومِ منظوم از نصیؔر

مَر جائیں حاسد جل جل کر
تنگ نہ ہو اے میرے پیمبر!
دیتا جا بھر بھر کے ساغر
اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ

لَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِيۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ (القرآن) 16:127
جمہ: اور اُن پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ وہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اِس سے تنگ دل نہ ہُوا کریں۔

بحضورِ سیّدُ المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

(1) بِـذِكْـرِ الْـمُصْطَفٰـى هَـادِي الزَّمَـانِ
رَجَـعْـتُ مِـنَ الْبَيَـانِ اِلَـى الْعِيَـانِ

(2) حَبِيْـبُ الـلّٰـهِ خَيْـرُ الْـخَـلْـقِ طُـرًّا
كَـدُرِّ الْـوَسْـطِ فِيْ عِقْـدِ الْجُمَـانِ (1)

(3) عَـزِيْـزٌ ذُوالْـمَـكَـارِمِ وَالْـمَـعَـالِيْ
رَفِيْـعُ الْـقَـدْرِ مُـرْتَـفَـعُ الْـمَـكَـانِ

(4) هُـوَالْهَـادِيْ اِلٰـى سُبُـلِ السَّلَامِ
سَـدِيْـدُ الْـقَـوْلِ صِـدِّيْـقُ الـلِّسَـانِ

(5) مُـعِيْـنُ الْـخَـلْـقِ فِـىْ هَـمٍّ وَّ غَـمٍّ
مِـنَ الـلّٰـهِ الـعـزيـزِ الـمُستـعـانِ

(6) مُسَوِّيْ(2) النَّـاسِ مِنْ بِيْـضٍ(3) وَّسُـوْدٍ(4)
وَهَـادِي الْـخَـلْـقِ مِـنْ قَـاصٍ وَّدَانٍ

(7) هُـوَ الـرُّوْحُ اسْتَـنَـادَ بِـهِ الْـوُجُـوْدُ
هُـوَالْإِنْسَـانُ(5) فِـىْ عَيْـنِ الـزَّمَـانِ

(8) تَـرٰى خَـدَّيْ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ حُسْـنًـا
بِـنُـوْرِ الْاِهْتِـدَاءِ يُبَشِّـرَانِ

(9) هُـوَ الْـقُـرْاٰنُ مِـنْ سُـوَرِ (6) السَّـجَـايَـا
صَـحَـابَتُـهٗ كَـاٰيَـاتِ الْمَثَـانِيْ

(10) لَــہٗ قَـلْــبٌ کَـمِـصْـبَـاحٍ مُّـنِـیْـرٍ
وَلِـلْــقُــرآنِ سِیْـرَتُــہٗ مَـعَــانٖ

(11) وَبَــعْـثَــتُــہٗ عَـلٰــی خُـلُـقٍ عَـظِیْـمٍ
کَـمَــا نَـصَّــتْ بِـمُـحْـکَـمَۃِ الْبَیَـانٖ

(12) فَــمَــنْ وَّالَاہُ بَشَّــرَہُ الْــوَدُوْدُ
خُـلُـوْدًا تَـحْـتَ اَنْـوَارِ الْـجِـنَـانٖ

(13) وَمَــنْ عَــادَاہُ مَـوْعِـدُہٗ الْـجَـحِـیْـمُ
سَتَـجْـعَـلُـہٗ کَـمَـطْـرُوْدٍ[7] مُّـهَـانٖ[8]

(14) لَــہٗ نَــارُ[9] الْـقِــرٰی فَـوقَ الْیَـفَـاعِ[10]
مُـضِـیْـفٌ[11] فِــیْ الْـمَـوَاطِـنِ بِالْبَـنَـانٖ

(15) نَـظَـرْتُ اِلٰـی جَـمِـیْـعِ الْـخَـلْـقِ نَـظْـرًا
فَـلَـمْ یُـدْرَکْ لَــہٗ فِیْ الْـخَـلْـقِ ثَـانِـی

(16) مُـغِـیْـثٌ[12] فِیْ مَـفَـاجَـاتِ الْـبَـلَایَـا
بِـرَحْـمَـتِــهِ الْـبَـرَایَــا[13] فِــیْ الْاَمَـانٖ

(17) اَمِیْــنٌ صَــادِقٌ فِــیْ کُــلِّ اَمْـرٍ
کَــرِیْــمٌ مُّــکْــرَمٌ فِــیْ کُــلِّ شَـانٖ

(18) اِمَــامُ الْـخَـلْـقِ مِنْ شَـرَفٍ وَّ جُـوْدٍ
شَـفِـیْـعُ النَّــاسِ فِــیْ بَــرٍّ[14] وَّ جَـانٖ[15]

(19) لَـنَــا فِــیْ الـدِّیْـنِ وَالدُّنْیَـا نَـصِیْـرٌ
بِـــاِنْــعَـــامٍ وَّ لُـطْـفٍ وَّ امْتِـنَــانٖ

مشکل الفاظ کے معانی

1:جُمَانَۃٌ۔ مروارید،اِس کی جمع جُمَانٌ ہے۔2:مُسَوِّیْ برابر کرنے والا۔3:بِیضٌ اَبْیَضُ کی جمع سفید فام انسان۔4:سُوْدٌ اسود کی جمع سیاہ فام انسان۔5:اِنْسَانٌ آنکھ کی پتلی۔6:سُوَرٌ سُورتٌ کی جمع۔7:مَطْرُوْدٌ راندہ ہُوا۔8:مُهَانٌ ذلیل وخوار۔9:نَارُ الْقِرٰی مہمانی نوازی کے لئے جلائی جانے والی آگ۔10:یَفَاعٌ بلند زمین، ٹیلہ۔11:مُضِیفٌ مہمان نواز۔12:بَلَایَا بَلِیَّۃٌ کی جمع۔13:بَرَایَا بَرِیَّۃٌ کی جمع۔14:بَرٌّ نکوکار15:جَانٍ گناہگار۔

ترجمہ

1: ہادیِ کائنات جناب محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذکرِ مبارک کی وساطت سے مَیں نے بیان سے اُن کے ظہورِ خاص کی طرف رجوع کیا۔

2: آپ اللہ تعالٰی کے محبوب اور ہر لحاظ سے سارے عالمِ انسانیت میں برگزیدہ ہیں۔آپ کا وجودِ اقدس مروارید کے ہار میں درمیانے موتی کی طرح ہے۔

3: آپ ہر رفعت وکمال کے حامل،معزّز، رفیع القدر اور بلند مرتبہ ہیں۔

4: آپ سلامتی کے راستوں کے ہادی ہیں۔زبانِ مُبارک سچّی ہے اور آپ اپنے قول کے پختہ ہیں۔

5: عزیز ومہربان ذاتِ باری کے حکم سے آپ مخلوق کے ہر دکھ درد میں اُس کے غمگسار ہیں۔

6: آپ نے ہر سیاہ وسفید کو یکساں مقام عطا کیا ہے اور آپ دُور ونزدیک بسنے والے ہر انسان کو ہدایت پہنچانے والے ہیں۔

7: آپ کی ذاتِ گرامی بمنزلہٗ رُوح ہے،جس سے وجودِ کونین برقرار ہے آپ زمانے کی آنکھ میں مرکزی نُور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

8: اے مخاطب! تُو جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہر دو رُخسارِ مُبارک کے حُسن و جمال کو دیکھے گا کہ وہ ہدایت کے نُور سے خیر وبرکت کی بشارت دے رہے ہیں۔

9: حضور کی سیرتِ اطہر قرآن ہے،جس میں آپ کے اخلاقیاتِ عالیہ سُورتوں کی مانند ہیں۔آپ کے صحابہٗ کرام کی مثال بار بار پڑھی جانے والی آیات (فاتحۃ الکتاب) کی سی ہے۔

10: آپ کا قلبِ اطہر چراغِ روشن کی طرح ہے۔آپ کی سیرتِ اقدس کلامِ پاک کی شارح ہے۔

11: آپ خُلقِ عظیم کے ساتھ مبعوث ہوئے، جیسا کہ محکماتِ قرآنِ عزیز میں وارد ہے۔

12: جس نے آپ سے محبت کی،اُسے مولا کریم نے انوارِ جنت کے تحت ہمیشہ رہنے کی بشارت دی۔

13: جس نے آپ کی مخالفت کی، اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جو اُسے عنقریب خوار و زبوں کر ڈالے گا

14: آپ کی عنایت اور کریمی کی مثال اِس طرح ہے، گویا آپ نے سرزمینِ بُلند پر مہمان نوازی کے لیے آگ روشن کی ہوئی ہے۔ آپ اپنے دستِ کرم سے بلاد و امصار میں بسنے والے انسانوں کی ضیافت فرمانے والے ہیں۔

15: مَیں نے ہر نوعِ خلق پر نگاہ دوڑائی، مگر کوئی فرد آپ سا نظر نہ آیا۔

16: آپ ناگہانی آفات میں مددگار ہیں۔ آپ کی رحمت کے باعث انسانیت ماً مون ہے۔

17: تمام امور میں آپ صادق و امین اور ہر شان میں کریم و محترم ہیں۔

18: آپ شرف و سخاوت کے اعتبار سے مقتدائے خلق اور انسانوں میں ہر نیک و خطا کار کے شفیع ہیں۔

19: آپ لُطف و انعام اور احسان کے ساتھ دین و دُنیا میں ہمارے مددگار ہیں۔

یا مُدرِکَ اَحوالی

(ماہیا)

1 يَا مُدرِكَ اَحوَالِیْ
قَدْ تَعْلَمُ وَاللّٰهِ مَا يَخْطُرُ فِیْ بَالِیْ

2 لَا نَكْذِبُ فِی ذَاكَ
فِیْ لُجَّةِ اٰفَاتٍ بِالْعَونِ وَجَدْ نَاكَ

3 اَلْفَخْرُ لَهٗ جَازَا
مَنْ جَاءَ عَلٰی بَابِكْ قَدْ نَالَ وَقَدْ فَازَا

4 فِیْ الْعِشْقِ كَرَامَاتٌ
مَنْ اَخْلَصَهٗ يُبْقیٰ لِلْيَائِسِ رَوْعَاتٌ

5 مَا طَاوَعَ مَنْ وَّلّٰی
مَحْرُوْمُ مُوَالَاتٍ مَا صَامَ وَمَا صَلّٰی

6 اَلْفِيْضُ بِاَنْوَارٍ
فِی بَاصِرَاةِ الرَّائِی مِنْ قُبَّةِ مُخْتَارٍ

7 اَلْحِكْمَةُ مَا يَجْرِیْ
مِنْ مَّنْطِقِ اَخْيَارٍ كَالَّا مِعِ بِالْفَجْرِ

ترجمہ

1 اے میرے آشنائے احوال! اللہ کی قسم، میرے دل و جان پر گزرنے والے ہر معاملے سے تُو آگاہ ہے۔

2 اِس بارے میں ہم جُھوٹ نہیں بولتے کہ آفات کے دریا میں ہم نے تیری معاونت پائی۔

3 اُسے افتخار زیبا ہے، جو بھی تیرے دَر پر آیا، اُس نے (اِس افتخار) کو پایا اور کامیاب ہُوا۔

4 عشق میں (بے شمار) کرامات ہیں، جو اِس میں خالص ہُوا، وہ باقی ہو گیا (البتہ) نا اُمید کے لیے خطرات ہیں۔

5 جس نے رُخ پھیرا، اُس نے کوئی طاعت نہیں کی، محبت سے محروم شخص کی صوم و صلوٰۃ بے معنٰی ہے۔

6 جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گُنبدِ خضرٰی سے چشمِ بینا انوارِ الٰہیہ کا فیض حاصل کرتی ہے۔

7 حکمت وہ ہے جو اہل اللہ کی زبان سے جاری ہے۔ اِس حکمت کی مثال روشنیِ فجر کی سی ہے۔

بحضورِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بے نقطہ و نکتہ دانِ عالم — تنہاست نگاہبانِ عالم
عنوانِ کتابِ آفرینش — دیباچۂ داستانِ عالم
تفسیرِ صحیفۂ رسالت — سرخیلِ پیمبرانِ عالم
توقیرِ قلم روِ نبوّت — منزل گہِ کاروانِ عالم
سرمایۂ افتخارِ ہستی — پیرایۂ گلستانِ عالم
شہکارِ مصوّرِ مہ و مہر — ظِلُّ اللہ، سائبانِ عالم
پروَردۂ نازِ حضرتِ حق — شاہنشہِ دلبرانِ عالم
لاہُوتی و پیکرِ عناصر — نورِ ازل است و شانِ عالم

در مرتبہ آں چناں فراتر — ہم بندہ و حکم رانِ عالم

ذاتے کہ درو صفاتِ یزداں — نامے کہ ازو نشانِ عالم

جانے کہ فروعِ اوست اجسام — جسمے کہ بہ اصل، جانِ عالم

مولائے جہانیاں، محمد — نُوری و ز اِنسیانِ عالم

لب ہائے قلم بہ مدحِ اُو خشک — تر در وصفش زبانِ عالم

از اَوجِ صفاتِ او فروتر — پروازِ پرِ گمانِ عالم

صد کعبہ بہ گردِ تست جولاں — اے قبلۂ عارفانِ عالم

از تابشِ چشمِ سُرمگینت — شوریست بہ مردمانِ عالم

پنہانِ دلِ مرا چہ پُرسی — پیداست بہ تو نہانِ عالم

نازند بہ چشمِ التفاتت — در محشر عاصیانِ عالم

اینک بہ درت سگے بہ امّید — تنگ آمدہ ز استخوانِ عالم

دستے بکشا بہ من کہ ہستم — مِن جملۂ مفلسانِ عالم

در قبضۂ تو خدنگِ امکاں — بر پائے تو خم، کمانِ عالم

معیارِ گرانِ جنسِ حُسنت — نشناختہ سُوقیانِ عالم

از دیدۂ التفات، خیرات! — بر زخم رسیدگانِ عالم

با وصفِ نبوّت و رسالت — بر تست دگر گمانِ عالم

ویں طرفہ کہ ذاتِ حق بہ گسترد — از دستِ تو، ناں بہ خوانِ عالم

اے فخرِ مشیّتِ الٰہی — اے مُوجبِ کُن فکانِ عالم

اے فیض رسانِ حق! نگاہے — بر حالِ گرسنگانِ عالم

اے واقفِ ہر عیانِ گیہاں — اے عالمِ ہر نہانِ عالم

رحمے! بہ منِ غریقِ عصیاں — اے شافعِ عاصیانِ عالم
ظلمت کدہٴ دلم بر افروز — اے نیّرِ ضَو فشانِ عالم
چشمے بہ منِ خراب حالے — اے والیِ بے کسانِ عالم
وقتِ امداد و چارہ کاریست — اے خاصہٴ خاصگانِ عالم
اِستادہ بہ خاکِ تو فقیرے — اے مُحسن و مہربانِ عالم
اے مُوجدِ شیوہٴ تبسّم! — گُل پاش بہ گلستانِ عالم
مِشعل بہ کف اند چوں غلاماں — مہر و مہ و اخترانِ عالم
گردیدہ ز اشتیاق سرمست — رقصند بہ آسمانِ عالم

بر بند گیت نصیرؔ نازد
اے نازشِ مُرسَلانِ عالم

❁

برگ ونوائے بےنوایاں

تنِ پاکت بہ خِلقت جلوہ ساماں یا رسولَ اللہ
سراپایت، مُجسَّم نُورِ یزداں یا رسولَ اللہ
زہے رُویت بہ خوبی صبحِ عیدِ نشأۃِ عالَم
زہے زلفِ تو شامِ عنبر افشاں یا رسولَ اللہ
توئی تزئینِ فردوسِ وُجود، اے مجمعِ خُوبی!
توئی محبوبِ یزداں، میرِ خُوباں یا رسولَ اللہ
گرامی پیکرِ نوریں، نخستیں جلوہٴ تکویں
توئی طٰہٰ، توئی یٰسیں بہ قرآں یا رسولَ اللہ

بہ نشرِ حُسنِ تُو و اَنگشت بابِ کُنتُ مَخفیّا
توئی وجہِ ظُہورِ بزمِ امکاں یا رسول اللہ

توئی در صورتِ الہام، متنِ وحی و مفہومش
توئی در شکلِ انساں، شرحِ قرآں یا رسول اللہ

تُوئی در لفظِ کُن آں نقطۂ آغازِ گویائی
توئی لاریب نازِ نُطقِ انساں یا رسول اللہ

توئی از جملہ برتر، تاج برسر، مُرسلِ داور
توئی بر منصبِ اِجرائے فرماں یا رسول اللہ

لِواءُ الحمد در دستت، رِداءُ الفضل بر دوشت
بہ فرقِ تُست تاجِ عفوِ عصیاں یا رسول اللہ

بہ نوریں جسمِ تُو، تشریفِ وحدت، خِلعتِ کثرت
لبت سرچشمۂ مضمونِ عرفاں یارسول اللہ

خیالِ قامتِ تُو، رہ نمائے عالَمِ بالا
بہ عَینیّت، دو عَینت، عینِ ایماں یا رسول اللہ

جمالِ تست وجہِ ازدیادِ مایۂ بینش
خیالِ تست رزقِ ذہنِ انساں یا رسول اللہ

خرامِ اشہبِ ذوقِ لقایت در شبِ اسریٰ
گزشت از ماسوا ہنگامِ جولاں یا رسول اللہ

توئی تسکینِ جاں، سلطانِ دوراں، خسروِ خوباں
توئی دارائے گیتی، صدرِ گیہاں یا رسول اللہ

پناہِ دین و ایماں! اے حفیظِ حُرمتِ انساں!
بہ چرخِ رحمتی خورشیدِ تاباں یا رسول اللہ

کتابِ آفرینش نازہا بر خویشتن دارد
کہ ہستش نامِ پاکت زیبِ عنواں یارسول اللہ

کجا اوجِ مقامت اے نجیب و طاہر و اطہر!
کجا حالِ منِ آلودہ داماں یا رسول اللہ
من و جرم و خطا و وحشت و آوارہ اندیشی
تو و جُود و عطا و فضل و احساں یا رسول اللہ
شنیدم در نگاہِ اوّلیں بخشند دارائی
اگر آید گدا نزدِ کریماں یا رسول اللہ
یقیں دارم نہ خواہی دید حسبِ شیوۂ رحمت
بہ محشر اُمّتِ خود را پریشاں یا رسول اللہ
اگر یک چند خیزد بادِ رحمت از سرِ کُویت
نباشد کشتیم را بیمِ طوفاں یا رسول اللہ
ز قعرِ خِفّتم گر برکشی با غمزۂ تمکیں
رسم بر مسندِ برجیس و کیواں یا رسول اللہ
بہ خود نازم، بہ کوئے شاہد بختِ رسا رقصم
اگر برمن کنی یک چشمِ پنہاں یا رسول اللہ
عطا کُن در جوارِ خویش کُنجے، گوشہ اے، جائے
نہ خواہم وسعتِ مُلکِ سُلیماں یا رسول اللہ
رُخِ پُر نُور بنما! ورنہ من از فرطِ بے تابی
زنم دستِ جنوں بر جیب و داماں یارسول اللہ
نثارِ یک نگاہت نقدِ ہستی، نعمتِ مستی
فدا یت گوہرِ دل، دولتِ جاں یا رسول اللہ
نظر بر حالِ اُمّت اے پناہِ ہیبتِ محشر!
کہ آمد بر سرِ الحاد و طُغیاں یا رسول اللہ
نمی دانم چہ شد ایں قوم را کز فرطِ محرومی
بگشتند از نظامِ تو گریزاں یا رسول اللہ

چرا ایں بے ضمیراں بندۂ رُوس اند و امریکہ
چو پندارند ہم خود را مسلماں یا رسول اللہ
کہ داند از تُو بہتر حکمت و اسرارِ محتاجی؟
کہ دارد مثلِ تو دردِ غریباں یا رسول اللہ
توئی زاد و معادِ بے کسانِ عالمِ امکاں
توئی برگ و نوائے بے نوایاں یا رسول اللہ
توئی عاجز نواز و حق طراز و الطف و اکرم
توئی تاب و توانِ ناتواناں یا رسول اللہ
بدہ توفیقِ توبہ ایں گروہِ بے حَمِیّت را
کہ تا از کردہ ہا گردد پشیماں یا رسول اللہ
بہ تصدیقِ ابو بکر و بہ عدل و بذلِ فاروقی
بہ فقرِ حیدر و تسلیمِ عثماں یا رسول اللہ
بہ خونِ اصغر و صبرِ حسینؑ و چادرِ زہرا
بہ زُہدِ بُوذر و توقیرِ سَلماں یا رسول اللہ
بہ آہِ شبلی و سوزِ جُنید و نالۂ اَدْھَم
بہ اشکِ بایزید و عشقِ خرقاں یا رسول اللہ
بہ فیضِ گنج بخش و خواجۂ اجمیر و ہارونی
بہ جاہِ بارگاہِ شاہِ جیلاں یا رسول اللہ
مدد اے ذرّہ پرور، جلوہ پیکر، شافعِ محشر!
کرم اے مرہمِ ہر زخمِ انساں یا رسول اللہ
مسلماناں بہ پاکستاں نظامِ مصطفٰے خواہند
خدا را مشکلِ ایشاں کُن آساں یارسول اللہ

شُعُوبِ مختلف را مرحمت کن ذوقِ جمعیّت
که تا نافذ کنند احکامِ قرآں یا رسولَ اللہ
بہ درگاہت نصیّرِ بے بضاعت آرزو مند است
کہ تا مُردن ثُرا باشد ثنا خواں یا رسولَ اللہ

❁

بیند چو پیمبر را ، گوید خورشیدِ سما سُبحانَ اللہ
اے کاش فرودآیم بہرِ یک بوسۂ پا سُبحانَ اللہ
واللّیل برنگِ اصحابش وارفتۂ موجِ زلفِ اُو
والفجر ز رُوئے آدابش آہستہ نوا سُبحانَ اللہ
چشمے کہ دہد در ہر گردش فرمانِ تَغَیُّر عالَم را
گوشے کہ حدیثِ دل شُنود بے حرف و صدا سُبحانَ اللہ
در تذکرۂ معراجِ نبی پیداست ز آغازِ سُورت
دِیدش چو بہ اوجِ عبدیّت ، خود گفت خدا ، سُبحانَ اللہ
ہر جلوہ بہ شوقِ دیدارش گِردِ رُخِ پاکش ہالہ زناں
ہر منظر بہرِ تقدیمش آراستہ جا سُبحانَ اللہ
در دیدہ سوادِ اَو ادنیٰ ، بر چہرہ بہارِ استغنا
بر فرق نہادش حق تاجِ لولاکَ لَما سُبحانَ اللہ
آہنگِ حق اندر اندازش ، تمکینِ سخن در آوازش
از مطلعِ سیمائش پیدا انوارِ ھُدیٰ ، سُبحانَ اللہ
گردیدہ نصیّر از ذوقِ ثنا بربختِ رسائے خود نازاں
گسترُدہ پئے درماں طلبی دامانِ دُعا سُبحانَ اللہ

دل بہ کُوئے تو یارسول اللہ — رُو بہ سُوئے تو یارسول اللہ
شبِ معراج و لیلۃُ القدر است — شرحِ مُوئے تو یا رسول اللہ
بر لبِ ذُوالجلالِ و الاکرام — گفتگوئے تو یا رسول اللہ
اہلِ دیں سُوئے کعبہ سجدہ کنند — کعبہ ، سُوئے تو یا رسول اللہ
انبیا را ، چہ بر زمیں آورد — جُستجوئے تو یا رسول اللہ
نورِ حق می کند طوافِ جمال — گردِ رُوئے تو یا رسول اللہ
دلِ ما راست مُودۂ تسکیں — آرزوئے تو یا رسول اللہ
سُرمۂ چشمِ قدسیاں باشد — خاکِ کُوئے تو یا رسول اللہ

کاش ! گوید نصیؔر در محشر
رُو بروئے تُو "یا رسول اللہ"

❁

دو عالم زیرِ فرمانِ محمد — بود ایزد ثنا خوانِ محمد
بپرس اے رہ نوردِ منزلِ ذات! — ز ربُّ العالَمین شانِ محمد
نگاہ و قلبِ بُوبکر و علی خواہ — کہ آساں نیست عرفانِ محمد
ز دنیا و ز عقبیٰ ہم نیامد — جوابِ رُوئے تابانِ محمد
بیامرزد خدا اُمّت بہ محشر — چو بیند چشمِ گریانِ محمد
نوازش ہائے اُو را نیست پایاں — رسد ہر نعمت از خوانِ محمد
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر — تعالیٰ اللہ! یارانِ محمد
تلمّذ را شرف داند فلاطوں — ز اَطفالِ دبستانِ محمد
بر آید آبِ خجلت از جبینم — اگر گویم ز احسانِ محمد
حُسین و ہم حسن ہستند لاریب — فروغِ ہر دو چشمانِ محمد

مہ و مہرِ فلک بینند از دُور ۔۔۔ بہ سیمائے درخشانِ محمد
جبینِ قیصر و جم سجدہ ریزد ۔۔۔ بہ پیشِ خاکسارانِ محمد
حُضورِ اولیا اندر ادب کوش ۔۔۔ کہ ہست ایں بزمِ خاصانِ محمد
اگر خواہی کہ آسائی بہ عُقبیٰ ۔۔۔ بزن دستے بدامانِ محمد

نصیؔر از پُرسشِ محشر چہ باک است
کہ ہستیم از غلامانِ محمد

❁

خوش نصیبیم کہ بر درگہِ ناز آمدہ ایم
بہ درِ بادشہِ بندہ نواز آمدہ ایم
بہ طفیلِ حَسَنین و شہ جیلان و علی
لُطف فرما کہ بایں عجز و نیاز آمدہ ایم
تپشِ حُبّ تو داریم درونِ سینہ
ہمچو پروانہ بہ صد سوز و گداز آمدہ ایم
پیشِ درگاہِ تُو اِستادہ بہ تسلیم و رِضا
کردہ با اشک وُضو' بہرِ نماز آمدہ ایم
چشمِ ما را بکُن از جلوۂ احمد ' روشن
کہ پئے دیدنِ آں قائدِ ناز آمدہ ایم
رُوسیاھیم ' بد اعمال و سیہ کار و خراب
بأمیدِ کرم اے بندہ نواز! آمدہ ایم
رازِ دل رانتواں گفت بہ ہر نا محرم
بہ تمنّائے تو اے محرمِ راز! آمدہ ایم
بیکساں را نبود غیرِ تو فریاد رسے
ما تہی دست پئے عرضِ نیاز آمدہ ایم
شکر لِلّہ پئے پا بوسیٔ محبوبِ خدا
طے نمودہ سفرِ دُور و دراز آمدہ ایم

دینِ ما ، مذہبِ ما ، کشورِ ما ، عزّتِ ما
ہمہ را دار مصؤں ، ما بتو باز آمدہ ایم

شکر کن شکر کہ اندر سفرِ عشق نصیؔر
طے نمودیم نشیب و بہ فراز آمدہ ایم

❁

ہر سُو بہارِ حُسن و جمالِ محمد است
تکمیلِ دینِ حق ز کمالِ محمد است
صدیق ، عکسِ صدقِ مقالِ محمد است
فاروق ، تیغِ جاہ و جلالِ محمد است
سرچشمۂ وفا ، تب و تابِ رُخِ حیا
عثماں ، امینِ جُود و نوالِ محمد است
قُطبِ نجات ، عارفِ ذات ، افضلِ ہُدات
حیدر ، بہارِ گلشنِ آلِ محمد است
نفسِ بسیط ، پیکرِ عصمت ، روانِ صِرف
زہرا ، فروغِ بزمِ جمالِ محمد است
ابرِ کرم ، امامِ اُمَم ، احسنُ الشِّیَم
حُسنِ حسن ، شبیہ و مثالِ محمد است
جاں دادۂ رضائے خدا ، تشنہ لب حُسین
روزِ جزا قسیمِ زُلالِ محمد است

لب تشنگیؔ و بیکسی و شکرِ ایزدی
بنگر! چہ استقامتِ آلِ محمد است

بُوذر ، ابو ہریرہ ، اَنَس ، خالد و اویس
سر مست ہر یکے بہ خیالِ محمد است

بر ریگِ گرم و سنگِ تپاں گفت یا اَحَد
عالَم گواہِ عشقِ بلالِ محمد است

میزانِ عدل ، خطِّ بقا ، نقطۂ وُجود
غوث الوریٰ امینِ خصالِ محمد است

تطہیرِ شاں ز آیۂ تطہیر آشکار
قرآں گواہِ عفّتِ آلِ محمد است

سُلطانِ ہند ، خواجۂ ما ، شاہِ چشتیاں
آئینہ دارِ حُسنِ مقالِ محمد است

مہرِ علی بہ شانِ جلی ، محتشَم ولی
در گُلستانِ علم ، نہالِ محمد است

یا رب! کرم بہ حالِ نصیّرِ حزیں کہ اُو
ادنیٰ گدائے کُوچۂ آلِ محمد است

❁

آں ذرّہ نوازِ من

(فارسی ماہیا)

آں ذرّہ نوازِ من

شانِ عجبے دارد سلطانِ حجازِ من

چوں مردِ فدا کارے

وقف است جبینِ من بہرِ درِ دلدارے

ہر چند سیہ کارم

از مرحمتِ عامش، ہم چشمِ عطا دارم

بر عرش خرامِ اُو

درباں بودش جبریل اسرٰی ست مقامِ اُو

از بہرِ ثنا خوانی

اے نغمہ گرِ فطرت! کن سلسلہ جُنبانی

دل از ہمہ بر گردد

چوں گنبدِ خضرائش فردوسِ نظر گردد

نُورِ حَرَمین آمد

سرداریٔ عالَم را جَدُّ الحَسَنَین آمد

بالا ست مقامِ اُو

ریزد بہ دلم کوثر یک گردشِ جامِ اُو

سوگندِ خدائے اُو

باشد سَنَدِ ہستی، نقشِ کفِ پائے اُو

فرزانگیم قُرباں
برشانِ گدایانش دارائیِ جَم قرباں
چشم است بر احسانش
از حشر چہ غم دارد وابستۂ دامانش

❁

تضمین

برنعتِ برہانُ العاشقین حضرت مولنا جامیؒ

یکے غمخواریِ مژگانِ تر کن شبِ ہجرانِ ما را مختصر کن
بہ شہرِ قبلۂ پاکاں سفر کن نسیما! جانبِ بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن

بہ تشویشِ آلم یا محمد چرا پیشت نالم یا محمد
گدائے خستہ حالم یا محمد توئی سُلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کن

زغمہا ساز ، بے غم یا محمد شود اندوہِ دل ، کم یا محمد
نظر بر حالِ من ہم یا محمد توئی سُلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کن

غمت درمانِ عالم یا محمد رُخت برہانِ عالم یا محمد
بہ تُست ایمانِ عالم یا محمد توئی سُلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کن

ندارد عرصۂ فیضانِ تُو ، حد شب و روز از برائے حلِّ مقصد
گدا بر آستانت ہیچو من ، صد توئی سُلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کن

ترا افتد پزیرائی گر آنجا رساں ایں مُشتِ خاکم را مر آنجا
بیفشاں در جوارِ سرور آنجا ببَر ایں جانِ مُشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیرالبشر کن

گُسستن بندِ ناکامی ز لطفش بہ عقبیٰ کوثر آشامی ز لطفش
نصیؔر است ایں دلآرامی ز لطفش مشرّف گرچہ شد جامیؔ ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

❁

تضمین

برنعتِ سُلطانُ العارفین حضرتِ مولٰنا جامیؒ

لگا ہے رُوح کو ہر وقت اک گُھن تجسُّس میں ہیں پائے جستجو سُن
تامُّل بر طرف ، یہ ہے بڑا پُن نسیما ! جانب بطحا گزر کُن
ز احوالم محمد را خبر کُن

تری ہے ذات وہ ذاتِ مجدّد کہ اُمّت کو ہے جس پر ناز بے حد
ترا سِکّہ رواں ، تیری ہی مَسنَد توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کُن

رہیں الطاف ہر دم یا محمد ٹلے سَر سے شبِ غم یا محمد
ترے ہیں اُمّتی ہم یا محمد توئی سلطانِ عالَم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کن

جگر میں ٹیس ہے سَر میں ہے سودا بنا ہُوں مَیں تو دردِ دل سراپا
غمِ فرقت میں بے تابی نے مارا ببَر ایں جان مشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیرالبشر کُن

مدینے کے لئے دل ہے مُشَوَّش نظر میں ہے وہیں کا حُسنِ دِلکش
نصیرؔ آنے لگے ہیں پے بہ پے غَش مشرّف گرچہ شد جامیؔ ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

تضمین

بر نعتِ حضرتِ مولٰنا جامیؔ رح

نہ طاقت ہے نہ مجھ میں ہے کوئی گُن مگر دل کو ہے شہرِ شاہ کی دُھن
یہ میری التجا بہرِ خدا سُن نسیما! جانبِ بطحا گزر کُن
ز احوالم محمد را خبر کُن

وہ کوئی نیک ہو یا ہو کوئی بد کسی کو در سے تُو کرتا نہیں رَد
نہیں ہے تیری رحمت کی کوئی حد توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لطف سُوئے من نظر کُن

نہیں ہے اب وہ دمِ خم یا محمد عطا ہو عزمِ محکم یا محمد
تری شاہی مُسلَّم یا محمد توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لُطف سُوئے من نظر کن

صبا تُو جانتی ہے درد میرا یہ مُرغِ رُوح قیدی ہے بدن کا
یہاں دم گھٹ رہا ہے بے محابا ببَر ایں جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیرالبشر کُن

پئے دیدار تھی بے حد کشاکش نصیؔر اکثر مجھے پڑتے رہے غش
اچانک خواب میں دیکھا وہ مہ وَش مشرّف گرچہ شد جاؔمی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

مُصحفِ اسرارِ الٰہ

عبدِ عاجز کو ہے شوقِ رقمِ نعتِ رسول
ذہنِ حسّان! اِدھر بھی ہو توجہّ مبذول
تیرے اشعار میں محفوظ ہے پیکر اُن کا
تیرے افکار پہ ہے سایہ کُناں زلفِ رَسول
تیری آنکھوں میں ہیں رقصاں وہ مناظر سارے
تُو نے دیکھی وہ جبیں اور وہ چشمِ مکحول
تیرے دامن سے مجھے اُن کی مہک آتی ہے
تیری فطرت میں ہے بیشک اُسی خوشبو کا حُلُول
تُو نے اُس ذاتِ گرامی کا زمانہ پایا
تیری توصیف میں جبریلِ امیں کا ہے شُمُول
منبرِ نعت کی تُو نے ہی صدارت پائی
شعر تیرے صفِ اَعدا پہ تھے سیفِ مسلُول
نرم لہجے میں وہ باتیں، وہ تبسّم اُن کا
حافظے میں ترے موجود ہیں وہ رنگ، وہ پھُول
زنگِ عصیاں سے مرے دل کا ہے آئینہ سیاہ
پرتوِ نُور سے ہے تیری جبلّت مصقول
اک ذرا اُس شہِ خوباں کے خدوخال بتا
جس کا جلوہ ترے اشعار کی ہے شانِ نُزول
وہ کہ خورشیدِ ازل ہے بہ سرِ چرخِ وُجود
جسے لاحق نہیں تا شامِ اَبد خوفِ اُفُول

رُوحِ حسّان کی جانب سے مِلا مجھ کو جواب
ہو نہ آزارِ تَرَدُّد میں طبیعت مشغول

سب میں رہتے ہوئے جو سب سے جُدا لگتا ہو
اُس پہ محض بشریّت کا ہے اطلاق، فضول

نُور کے سانچے میں ڈھالا ہو خدا نے جس کو
اپنے جیسا جو کہے اُس کو، وہ فطری مجہول

"حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا" دارد
ہر بشر کے لیے ممکن نہیں اِن سب کا حُصول

❁

یک بیک چین مِلا اور طبیعت ٹھہری
رُوحِ حسّان سے سُنتے ہی یہ باتیں معقول

دل سے بیساختہ جُملے یہ ادا ہونے لگے
مرحبا، صلِّ علیٰ اے مرے ذِی جاہ رسول

تیرے قربان، تری یاد کے لمحوں پہ نثار
میرا سرمایۂ ہستی ہے ترے پاؤں کی دُھول

نہ رَوَم از درِ پاکت بہ درِ کج کُلہاں
بہ گدائیِّ درِ خویش کُن اے شاہ! قبول

تُو کجا و منِ آوارہ و ناکارہ کجا
تو و صد دیدہ بہ رُویت، منم و کُنجِ خمول

شادم از سلسلۂ لُطفِ تو پیہم، شاہا!
نہ شوم از سرِ زُلفت بہ علائق مشغول

ہمہ را ساختہ سیراب محیطِ کرمت
چہ جوانانِ تشنگ و چہ بزرگانِ کہُول

ابنِ آدم ز تو آئینِ شرافت آموخت
ورنہ اُمّیدِ مَوالات ازیں مردِ جَہول؟

مری ہستی، مری مستی، مرا ایماں، مرا ذوق
ہے یہ سب کچھ ترے انعام و کرم پر محمول

تا قیامت تری چوکھٹ سے نہ اُٹھوں آقا!
اِس توقف سے جو لے کام مری عُمرِ عجُول

نہ مجھے تاج و نگیں سے، نہ سلاطیں سے غرض
ہے مرا تیرے غلاموں کی غلامی، معمول

عبد و معبُود کے مابین وسیلہ تُو ہے
اِس سے ہٹ کر نہ عبادت، نہ ثقاہت مقبول

میرے نزدیک یہی توشۂ عقبٰی ہے نصیؔرا!
حُبِّ اصحابِ نبی، اُلفتِ اولادِ بتول

عیدِ میلادُ النّبی

ادب ! سرورِ مُرسَلاں آ رہے ہیں رسالت کے رُوحِ رواں آ رہے ہیں
بصد عظمت و عزّ و شاں آ رہے ہیں جلو میں لیے قُدسیاں آ رہے ہیں
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

یہی ذکر ہے آج ایک ایک گھر میں ستاروں میں، غنچوں میں، گُل میں، گُہر میں
یہی دُھوم ہے ہر طرف بحر و بَر میں مٹانے کو ہر شر ، لباسِ بشر میں
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

بُجھے کفر و الحاد کے سب شرارے لرزتا ہے ابلیس دہشت کے مارے
سحر دم یہ کرتی ہیں کرنیں اشارے خدا کے دُلارے، خدائی کے پیارے
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

بحُسنِ نبوت ، بشانِ رسالت سراپا تجلّی ، مجسّم عنایت
سحابِ کرم ، سلسبیلِ شفاعت بہ صد رفعت و رحمت و رُشد و رأفت
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

مناظر تجلّی کے ہیں کچھ عجب سے فضا جگمگا کر یہ کہتی ہے سب سے
منوّر زمیں ہوگی ماہِ عرب سے ملائک ہیں صف بستہ ہر سُو ادب سے
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

زہے خوش نصیبی ، زہے کامگاری چمکنے کو ہے آج قسمت ہماری
نظر منتظر ، دل فدا ، جان واری وہ آئی ، وہ آئی ، وہ آئی سواری
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

یہ صبحِ مسرّت ہے خوشیاں مناؤ درود و سلام اپنے ہونٹوں پہ لاؤ
محمدؐ کے جلووں پہ قربان جاؤ ادب سے نصؔیر اپنی آنکھیں جُھکاؤ
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

❁

تم اوّل و آخر ہو

(اُردو ماہیا)

کالی کملی والے
اے شاہِ شبِ اسرٰی کونین کے رکھوالے

دربار الگ تیرا
جبریل ترا شیدا، مشتاق ہے جگ تیرا

بگڑی کو سنواریں گے
طیبہ کے تصوّر میں دن رات گزاریں گے

کیوں اور کسی گھر سے
جو کچھ ہمیں مِلنا ہے مِلنا ہے ترے در سے

چوکھٹ تری عالی ہے
کچھ بھیک مِلے آقا! جھولی مری خالی ہے

مِلنے ہی نہیں جاتا
شاہوں کو ترا منگتا خاطر میں نہیں لاتا

اب کون ہمارا ہے
دُولہا شبِ اسرٰی کے اک تیرا سہارا ہے

فریادی ہُوں میں کب کا
بس اک نظرِ رحمت ہوجائے بھلا سب کا
فطرت میں بلالی ہوں
مَیں غیر سے کیوں مانگوں جب تیرا سوالی ہُوں
ہے دُھوم ترے دَر کی
کونین میں بٹتی ہے خیرات ترے گھر کی
گونجی ہے صدا ہر سُو
عالَم میں محمد کی پھیلی ہے ضیا ہر سُو
اُمّت کے نگہباں ہیں
محبوبِ خدا وہ ہیں' کونین کے سُلطاں ہیں
نخچیرِ ستم ہُوں مَیں
دن رات تڑپتا ہُوں' محتاجِ کرم ہُوں میں
ماتھے پہ پسینہ ہے
ہو پار' شہِ بطحا! طوفاں میں سفینہ ہے
ٹھوکر نہ کہیں کھاؤں
رحمت کی نظر آقا! برباد نہ ہوجاؤں
تم اوّل و آخر ہو
گھر گھر ہے یہی چرچا تم حامی و ناصر ہو
ہر ذرّہ ہُوا شیدا
کیا بات تمہاری ہے' تم پر ہے خدا شیدا

رحمت کا خزینہ ہو

دنیا نے تمھیں مانا، تم شاہِ مدینہ ہو

تم ختمِ رُسُل ٹھہرے

محبوبِ خدا ہوکر، تم حاصلِ کُل ٹھہرے

دریائے سخاوت ہو

میدانِ قیامت میں تم سایۂ رحمت ہو

جلوے ہیں بہم تم سے

تم دین کی عظمت ہو، ہے شانِ حرم تم سے

سبطین کے نانا ہو

رحمت کا خزینہ ہو، حکمت کا خزانہ ہو

سانسوں میں رواں تم ہو

ہر دل میں تمہارا گھر، وہ جانِ جہاں تم ہو

تم سیّد و سرور ہو

تم ارفع و اعلیٰ ہو تم شافعِ محشر ہو

تنویرِ شریعت تم

تصویرِ حقیقت تم، توقیرِ طریقت تم

دو اَبرُو ہیں اَو ادنیٰ

وَاللّیل تو گیسو ہیں، والشّمس رُخِ زیبا

جذبوں کو ہَوا دے کر
دیکھو تو ذرا اُن کی رحمت کو صدا دے کر
کیا خوب ترا گھر ہے
داماد علی تیرے، زہرا تری دُختر ہے
مِٹتے نہیں کب تم پر
یہ جنّ و ملک، انساں، قربان ہیں سب تم پر

دیوانِ نعت

(اُردو)

دونوں عالم میں ہے دن رات اُجالا تیرا
چھب انوکھی ہے تری ، حُسن نرالا تیرا

غنچہ و گُل میں ترے نقشِ کفِ پا کی جھلک
ہے بہارِ چمنستاں میں اُجالا تیرا

مظہرِ نُورِ ازل ، مصدرِ انوارِ ابد
از ازل تا بہ ابد نُورِ دو بالا تیرا

اے شہِ حُسن! دو عالم ترے قدموں پہ نثار
خود بھی شیدائی ہے اللہ تعالیٰ تیرا

زینتِ بزمِ جہاں ، صورتِ زیبا تیری
سروِ گُلزارِ حقیقت ، قدِ بالا تیرا

جس جگہ تیری جھلک ہو، تری رعنائی ہو
جا ٹھہرتا ہے وہیں ، دیکھنے والا تیرا

شبِ معراج ہے عنوان تری رفعت کا
ذات ارفع ہے تری، ذکر ہے اعلیٰ تیرا

تُو ہے وہ شمعِ ضیا بار دو عالم کے لئے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کونین اُجالا تیرا

میری مرقد سے نکیرین پلٹ جائیں گے
اُن کو مِل جائے گا جس وقت حوالا تیرا

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ سے یہ بات کُھلی
تُو ہے اللہ کا ، اللہ تعالیٰ تیرا

حشر میں ایک قیامت مِرے دل پر گزری
بن گئی بات ' وسیلہ جو نکالا تیرا
صدقِ دل سے ہے نصیرؔ اہلِ طلب میں شامل
آسرا حشر میں ہے اے شہِ والا! تیرا

❁

روزِ ازل خالق نے جاری پہلا یہ فرمان کیا
اُن کو بنا کر شاہِ رسولاں دو جگ کا سُلطان کیا
نوکِ قلم سے عرشِ بریں پر حق نے لکھا جب نامِ نبی
کون و مکاں کی ہر عظمت کا حضرت کو عنوان کیا
شانِ ابوالقاسم دیکھو تو ربِّ جہاں نے دُنیا میں
پہلے قرآں والا بھیجا ' پھر نازل قرآن کیا
بھیج کے ہم میں محبوب اپنا دین کے نکتے سمجھائے
پردے پردے میں اُمّت کی بخشش کا سامان کیا
آنکھیں روئیں ہجرِ نبی میں، اشکوں کی برسات ہوئی
عشق نے لحہ لحہ دل میں پیدا اک ہیجان کیا
اُن کا وسیلہ رب کی رحمت کا حیلہ بن جاتا ہے
نوح کی نیّا پار لگائی ' مشکل کو آسان کیا
ظلم و ستم کا دَور گیا ' تفریق و تکبّر ختم ہوئے
عدل و مساوات اور اُخُوّت کو جُزوِ ایمان کیا
لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمْ کہہ کر بخش دیا ہر مجرم کو
فتحِ مکّہ کے دن اپنی رحمت کا اعلان کیا

دین اُس کا ، دُنیا بھی اُس کی ، ہر شے اُس کی مُٹھّی میں
جس نے اُن کے نام پر اپنا تن من دھن قربان کیا

جالی چُومی ، عرض گزاری ، اشک بہائے ، نعت پڑھی
ہم نے مدینے جا کر دِل کا پُورا ہر ارمان کیا

غم کے بھنور سے پار لگایا شاہِ عرب نے کشتی کو
ہر منجدھار کا ریلا روکا ، ختم ہر اک طوفان کیا

عجز و ادب سے اُن کا نامِ پاک لیے جانے کے لیے
نام ہماری بستی کا قدرت نے ، پاکستان کیا

صدقے جاؤں نصؔیر اُس آقا اُس مولا کی رحمت پر
راہ دکھا کر اُس دَر کی مجھ بزدھن کو دھنوان کیا

❁

ازل کے نُور کو جب اُس میں آشکار کیا
خود اپنی ذات پہ خالق نے افتخار کیا

جبینِ ذرّہ میں سورج سجا دیے تُو نے
شبِ سیہ کو تجلّی سے ہمکنار کیا

ترے جمال نے بخشا تصوّرات کو نُور
ترے خیال نے ذہنوں کو اُستوار کیا

تری شبیہ کی تکمیل پر مُصوّر نے
خود اپنے فن کو تری ذات پر نثار کیا

علی کو فرشِ رسالت دیا شبِ ہجرت
رفیق تھے جو ابو بکر ، یارِ غار کیا

اُسی سے لیتے ہیں اہلِ جہاں قرار کی بھیک
تمہاری یاد نے جس دل کو بے قرار کیا
جو پست تھے وہ بلندی سے ہمکنار ہوئے
غبارِ راہ کو تُو نے فلک وقار کیا
ہے علم خیرِ کثیر اور زر متاعِ قلیل
یہ راز تُو نے زمانے پہ آشکار کیا
عطا کیا ترے دیدار نے ثَباتِ قدم
سہارا پایا تو پھر پُل صِراط پار کیا
جنونِ عشقِ نبی کی سند مِلی ہم کو
نصیّر! ہم نے گریباں جو تار تار کیا

❁

ہر اک صِفَت کا تری ذات سے حصار کیا
خدا نے تجھ کو مشیّت کا شاہکار کیا
ترے کرم نے فقیروں کی جھولیاں بھر دیں
تری نظر نے گداؤں کو شہر یار کیا
ترے وجُود کا اعجاز ہے کہ انساں نے
صفات و ذاتِ الٰہی کا اعتبار کیا
تکی ہے راہ، خلیل و کلیم و عیسیٰ نے
خدا نے عرش پہ خود تیرا انتظار کیا
بُراق آیا تو صَف باندھ لی فرشتوں نے
رکاب چُوم کے جبریل نے سوار کیا
اُٹھی تجلّیِ کبرٰی میں جب نمود کی موج
ظُہور میں تری صورت کو اختیار کیا

اُسی سے لیتے ہیں اہلِ جہاں قرار کی بھیک
تمہاری یاد نے جس دل کو بے قرار کیا
جو پست تھے وہ بلندی سے ہمکنار ہوئے
غبارِ راہ کو تُو نے فلک وقار کیا
ہے علم خیرِ کثیر اور زر متاعِ قلیل
یہ راز تُو نے زمانے پہ آشکار کیا
عطا کیا ترے دیدار نے ثباتِ قدم
سہارا پایا تو پھر پُل صِراط پار کیا
جنونِ عشقِ نبی کی سند مِلی ہم کو
نصیؔر! ہم نے گریباں جو تار تار کیا

ہر اک صِفت کا تری ذات سے حصار کیا
خدا نے تجھ کو مشیّت کا شاہکار کیا
ترے کرم نے فقیروں کی جھولیاں بھر دیں
تری نظر نے گداؤں کو شہر یار کیا
ترے وجُود کا اعجاز ہے کہ انساں نے
صفات و ذاتِ الٰہی کا اعتبار کیا
تکی ہے راہ، خلیل و کلیم و عیسٰی نے
خدا نے عرش پہ خود تیرا انتظار کیا
بُراق آیا تو صَف باندھ لی فرشتوں نے
رکاب چُوم کے جبریل نے سوار کیا
اُٹھی تجلّیِ کُبریٰ میں جب نمود کی موج
ظُہور میں تری صورت کو اختیار کیا

سجا کے ختمِ نبوّت کا تیرے سَر پر تاج
خدا نے تجھ کو رسولوں کا تاجدار کیا
وہ کج کلاہوں کے چکّر میں پڑ نہیں سکتا
طواف جس نے ترے دَر کا ایک بار کیا
تجھی نے قصرِ امارت کو کردیا مِسمار
تجھی نے خِلعتِ شاہی کو تار تار کیا
تری نگاہِ کرم نے اُسے تسلّی دی
وہ آنکھ، جس کو زمانے نے اشکبار کیا
ترے طفیل ہے محشر میں سَر بلند نصیؔر
ترا کرم کہ اِسے اُمّتی شمار کیا

❁

مجھے غلام، اُسے میرا شہریار کیا
مِرے کریم! کرم تُو نے بے شمار کیا
بُلا کے عرش پہ حق نے تجھے شبِ معراج
ترے سپرد خدائی کا اقتدار کیا
فلک پہ شُہرہ ہُوا تیری آمد آمد کا
سلام جُھک کے فرشتوں نے بار بار کیا
گھٹا دیا تری ہیبت نے قد رعونت کا
بُتوں پہ، کفر پہ، فرعونیت پہ وار کیا
یہ کج کلاہ تو اپنوں کے دل نہ جیت سکے
ترے خلوص نے دشمن کا دل شکار کیا

خدا گواہ! گناہوں پہ اپنے نادم تھا
ترے کرم نے مجھے اور شرمسار کیا

بربِّ کعبہ، غریب و یتیم بچّوں سے
حسن حسین کے مانند تُو نے پیار کیا

خدا کا شکر، کہ مثلِ کبوترانِ حرم
طواف مَیں نے ترے در کا بار بار کیا

خزاں نے اشک بہائے جب اپنی قسمت پر
تو مصطفیٰ نے کہا جا! تجھے بہار کیا

نصیؔر! تا بہ ابَد واجبُ العمل ٹھہرا
وہ دینِ حق، جو محمد نے آشکار کیا

❋

یہ نہ پوچھو مِلا ہمیں درِ خیرالورٰی سے کیا
نظر اُن کی پڑی تو ہم ہُوئے پل بھر میں کیا سے کیا

مِرے دل کی وہ دھڑکنیں دمِ فریاد سُنتے ہیں
متوجّہ جو ہیں، وہ ہیں، مجھے بادِ صبا سے کیا

نظر اُن کی جو ہو گئی اثر آیا دُعا میں بھی
مِرے دل کی تڑپ ہی کیا، مِرے دل کی صدا سے کیا

جسے اِس کا یقین ہے کہ وہی بخشوائیں گے
کوئی خطرہ، کوئی جھجک اُسے روزِ جزا سے کیا

رہِ طیبہ میں بے خودی کے مناظر ہیں دیدنی
کبھی نقشے ہیں کچھ سے کچھ، کبھی جلوے ہیں کیا سے کیا

اثر انداز اُس پہ بھی مِرے آقا کا رنگ ہے
کہیں آنکھیں مِلائے گا کوئی اُن کے گدا سے کیا
اَجل آتی ہے رُوبرو ' تو دبے پاؤں ' با وضو
جو محمد پہ مَر مِٹا ' اُسے ڈرنا قضا سے کیا
دمِ مِدحت خشوعِ دل سے ضروری ہے اِستماع
نہ مخاطب جو ہو کوئی کروں باتیں ہَوا سے کیا
جسے آدابِ گُلشنِ نبَوی کی خبر نہیں
وہ بھَلا لے کے جائے گا چمنِ مصطفیٰ سے کیا
جسے خیرات بے طلب مِلے بابِ رَسول سے
اُسے دارین میں نصیؔر غرض ماسِوا سے کیا

دِل کسی حال میں ایسا نہیں ہونے دیتا
بے نیازِ شہِ بطحا نہیں ہونے دیتا
کرم اُن کا مجھے رُسوا نہیں ہونے دیتا
مجھ پہ غالب غمِ دنیا نہیں ہونے دیتا
جو محمد کے وسیلے سے ہُوا ہے حاصل
وہ تعلّق مجھے تنہا نہیں ہونے دیتا
جس گنہگار پہ آقا کی نظر ہو جائے
اُس کو خالق کبھی رُسوا نہیں ہونے دیتا
اُن کا دیوانہ ہُوں مَیں ' حَد سے گزر سکتا ہُوں
یہ بجا ہے ' مگر ایسا نہیں ہونے دیتا

اُن کی نسبت کا یہ اعجاز تو دیکھے کوئی
غم ' قیامت کوئی برپا نہیں ہونے دیتا

اے شہِ کون و مکاں! مَیں ترا سودائی ہُوں
عشق ' اب اور کسی کا نہیں ہونے دیتا

ذات لاثانی تری ' اور ہیں بے مثل صفات
تیرا ہونا ' کوئی تجھ سا نہیں ہونے دیتا

جذب ہوجاؤں ترے کوچے میں قطرے کی طرح
عجز میرا ' مجھے دریا نہیں ہونے دیتا

تجھ کو اللہ نے شہکار بنا رکھّا ہے
اب کسی اور کو تجھ سا نہیں ہونے دیتا

مَیں بھی شیدا ہُوں نصیؔر! اُس شہِ خُوباں کا ' مگر
مَیں محبّت کو تماشا نہیں ہونے دیتا

❁

شاہ کے فیض سے انسان کا ہر کام چلا
قلب روشن ہُوا ' توقیر بڑھی ' نام چلا

سلسلہ ایسا کوئی گردشِ ایّام! چلا
راہِ طیبہ میں مجھے تُو ' سحر و شام چلا!

جس فرشتے نے کیا فرش سے تا عرش سفر
چُوم کر روضۂ اقدس کے دَر و بام چلا

سب کا سرمایہ ہے یہ دینِ رسولِ عربی
ایسا سکّہ ' کہ زمانے میں سرِ عام چلا

تشنگی ڈوب گئی موجۂ سیرابی میں
حوضِ کوثر پہ عجب سلسلۂ جام چلا

گُمرہی اُس کا نصیبہ ہے، تباہی تقدیر
ہو کے دنیا میں جو بیگانۂ اسلام چلا

اک جھلک اپنی دکھا دو، کہ ٹھہر جائے یہ دل
ورنہ ہاتھوں سے مِرے توسنِ ایام چلا

اُس جواں بخت کے منزل نے قدم چُومے ہیں
جادۂ عشقِ محمد میں جو دو گام چلا

مرحلہ پُرسشِ اعمال کا تھا سخت نصیؔر!
مِل گیا اُن کا سہارا، تو کہیں کام چلا

مریضِ مصطفیٰ کے سامنے کس کا ہُنر ٹھہرا
نہ کوئی چارہ کام آیا، نہ کوئی چارہ گر ٹھہرا

مِری قسمت میں بھی کیا کیا نہ کارِ معتبر ٹھہرا
مدینے کی طلب ٹھہری، مدینے کا سفر ٹھہرا

دیارِ شاہِ بطحا خیر سے ہے آخری منزل
ہماری زندگی کا قافلہ کب در بدر ٹھہرا

ضرورت کیا طبیبانِ جہاں کی میری بالیں پر
خیالِ مصطفیٰ جب میرے حق میں چارہ گر ٹھہرا

زہے قسمت کہ ہر ذرّہ نظر آتا ہے نورانی
خوشا وہ شہر، جو محبوبِ حق کا سنگِ در ٹھہرا

تشنگی ڈوب گئی موجۂ سیرابی میں
حوضِ کوثر پہ عجب سلسلۂ جام چلا

گمرہی اُس کا نصیبہ ہے، تباہی تقدیر
ہو کے دنیا میں جو بیگانۂ اسلام چلا

اک جھلک اپنی دکھا دو، کہ ٹھہر جائے یہ دل
ورنہ ہاتھوں سے مرے توسنِ ایام چلا

اُس جواں بخت کے منزل نے قدم چُومے ہیں
جادۂ عشقِ محمد میں جو دو گام چلا

مرحلہ پُرسشِ اعمال کا تھا سخت نصیؔر!
مِل گیا اُن کا سہارا، تو کہیں کام چلا

❁

مریضِ مصطفیٰ کے سامنے کس کا ہنر ٹھہرا
نہ کوئی چارہ کام آیا، نہ کوئی چارہ گر ٹھہرا

مِری قسمت میں بھی کیا کیا نہ کارِ معتبر ٹھہرا
مدینے کی طلب ٹھہری، مدینے کا سفر ٹھہرا

دیارِ شاہِ بطحا خیر سے ہے آخری منزل
ہماری زندگی کا قافلہ کب در بدر ٹھہرا

ضرورت کیا طبیبانِ جہاں کی میری بالیں پر
خیالِ مصطفیٰ جب میرے حق میں چارہ گر ٹھہرا

زہے قسمت کہ ہر ذرّہ نظر آتا ہے نورانی
خوشا وہ شہر، جو محبوبِ حق کا سنگِ در ٹھہرا

گرا جو دیدۂ بے تاب سے راہِ مدینہ میں
وہی آنسو مسافر کا چراغِ رہگزر ٹھہرا
کلامُ اللہ کی تفسیر یا ذکرِ نبی لب پر
ہمارا شغل دنیا میں یہی شام و سحر ٹھہرا
سمٹ کر آ گئیں ساری بہاریں دونوں عالم کی
دیارِ سرورِ کونین ، فردوسِ نظر ٹھہرا
ہوئی الفت رسولُ اللہ کی جس ذوق کا حاصل
جہانِ آب و گُل میں بس وہ ذوقِ معتبر ٹھہرا
نصیؔر اُڑ کر نہ پہنچا جو مدینے کی فضاؤں تک
وہی باغِ جہاں میں طائرِ بے بال و پر ٹھہرا

❁

کیا پوچھتے ہو ہم سے ، مدینے میں کیا مِلا
اللہ کے کرم سے درِ مصطفیٰ مِلا
جس کو شُعورِ عشقِ حبیبِ خدا مِلا
دونوں جہاں کے راز سے وہ آشنا مِلا
راہِ طلب سے دُور نہیں منزلِ مُراد
جو بے قرار ہو کے چلا ، اُن سے جا مِلا
تیری مزاحمت ہُوئی آخر کو سرنگوں
اے دشمنِ رسول! بتا تجھ کو کیا مِلا
ہم تو گدائے بابِ رسالت مآب ہیں
جو کچھ درِ رَسول سے ہم کو مِلا ، مِلا

یُوں گُم ہوئے تصوّرِ خیرُالورٰی میں ہم
دل کا مِلا نہ کھوج ' نہ اپنا پتہ مِلا

اے رحمتِ رسولِ دو عالم! ترے طفیل
جب بھی دُعا کو ہاتھ اُٹھے ' مدّعا مِلا

ہم پر اب اور کیا ہو عطائے رسولِ پاک
قرآں مِلا ' حدیث مِلی ' راستہ مِلا

شاہِ عرب کے در پہ رسائی ہُوئی نصیؔر
غیروں میں بس رہا تھا اب اپنوں سے آ مِلا

❁

نورِ سرکار نے ظلمت کا بھرم توڑ دیا
کفر کافور ہُوا شرک نے دَم توڑ دیا

سوزِ غم ختم کیا سازِ ستم توڑ دیا
آپ نے سلسلۂ رنج و الم توڑ دیا

نعرہ زن رِند بڑھے ساقیِ محشر کی طرف
جامِ کوثر جو مِلا ساغرِ جم توڑ دیا

دستِ قدرت ! ترے اِس حسنِ نگارش پہ نثار
نام وہ لوح پہ لکّھا کہ قلم توڑ دیا

ڈُوبنے دی نہ محمد نے ہماری کشتی
زورِ طوفاں کا بیک چشمِ کرم توڑ دیا

نہ رہا کفر کا پندار ' نہ غرّہ نہ غُرور
ایک ہی ضرب میں سب جاہ و حشم توڑ دیا

شدّتِ ظلم ہُوئی خُلقِ محمد سے فنا
جتنے شدّاد تھے ہر ایک نے دَم توڑ دیا

تھا برہمن کو بہت رشتۂ زُنّار پہ ناز
آپ سے سلسلہ جوڑا ' تو صنم توڑ دیا

جب مِرے سامنے آیا کوئی الحاد کا جام
کہہ کے بے ساختہ یا شاہِ اُمَم! ''توڑ دیا''

تم پہ اللہ کے الطاف نصیؔر ! ایسے ہیں
نعت اِس شان سے لکھی کہ قلم توڑ دیا

❁

دل میں کسی کو اور بسایا نہ جائے گا
ذکرِ رسولِ پاک بُھلایا نہ جائے گا

وہ خود ہی جان لیں گے' جتایا نہ جائے گا
ہم سے تو اپنا حال سُنایا نہ جائے گا

ہم کو جزا مِلے گی محمد کے عشق کی
دوزخ کے آس پاس بھی لایا نہ جائے گا

روشن رہے گا داغِ فراقِ شہِ اُمَم
یہ وہ چراغ ہے جو بُجھایا نہ جائے گا

بیشک حضور شافعِ محشر ہیں ' مُنکرو!
کیا اُن کے سامنے تمہیں لایا نہ جائے گا؟

کہتے تھے یہ بلال تشدّد پہ کفر کے
عشقِ نبی تو دل سے مٹایا نہ جائے گا
مانے گا اُن کی بات خدا' حشر میں نصیرؔ
بِن مصطفٰے' خدا کو منایا نہ جائے گا

❁

دل میں یُوں اُن کی تجلّی کا تماشا دیکھا
آبگینے میں رواں نُور کا دریا دیکھا
ہوش کھو کر ترے جلووں کا تماشا دیکھا
دیکھنے والے نے دیکھا بھی تو یُوں کیا دیکھا
وہ کہ ہر درد کی بُنیاد مِٹا دیتے ہیں
ہے کوئی جس نے کہیں ایسا مسیحا دیکھا
چاند تارے شبِ معراج کے شاہد ٹھہرے
ہم نے اِن آئنوں میں اُن کا سراپا دیکھا
اُن کے جلوں کی فقط ایک جھلک دیکھی تھی
دیکھنے والے پُکار اُٹھے کہ دیکھا دیکھا
لُٹ گیا' جس سے پھرِیں اُن کی نگاہیں اک بار
در بدر کوچہ بہ کوچہ اُسے رُسوا دیکھا
حرمِ پاک میں ہر لحہ نیا جلوہ ہے
اک جھلک دیکھی ہے' زائر نے ابھی کیا دیکھا
کوئی پوچھے تو ذرا حضرتِ موسٰی سے نصیرؔ
عالمِ ہوش میں جب آئے تو پھر کیا دیکھا؟

جلوۂ حُسنِ بقا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
نُورِ محبوبِ خدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

پھر مدینے کی فضا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
اپنے ہر دکھ کی دوا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

دیدنی ہے دَرِ سرکار پہ خلقت کا ہجوم
کوئی دیکھے تو یہ کیا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

کتنے بے تاب ہیں ہر ایک جبیں میں سجدے
کس کا نقشِ کفِ پا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

وہ جو دنیا کی نگاہوں سے چھُپے رہتے ہیں
اُن کو دے دے کے صدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

دین کی فکر نہیں، خیر کے اُسلوب نہیں
صرف دنیا کا مزا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

مِل گئی ہے مجھے دامانِ رسالت میں پناہ
مجھے کیوں صبح و مَسا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

شافِعِ حشر نظر آئیں تو کچھ بات بنے
اِک قیامت ہے بپا، ڈھونڈ رہی ہے دنیا

سُرخرو ہو نہ سکے گی وہ کسی طور نصیؔر
اُن سے ہٹ کر جو خدا ڈھونڈ رہی ہے، دنیا

جو تصوّر میں رہا ، پیشِ نظر بھی ہو گا
کعبہ دیکھوں گا ، مدینے کا سفر بھی ہو گا

آہ جب کی ہے تو پھر اُس میں اثر بھی ہو گا
اُن کی بستی میں کبھی اپنا گزر بھی ہو گا

سبز گُنبد کی ضیائیں بھی ہوں جس میں شامل
میری تقدیر میں وہ نُورِ سحر بھی ہو گا

مجھ پہ بھی ہوں گے شہنشاہِ مدینہ کے کرم
رُخ ہواؤں کا کسی روز اِدھر بھی ہو گا

شاہِ کونین مِرے دل کو ضیا بخشیں گے
اُن کے جلووں سے منوّر مِرا گھر بھی ہو گا

اک نظر گُنبدِ خَضرا کی جھلک تو دیکھو
مطمئن دل ہی نہیں ، ذوقِ نظر بھی ہو گا

داغِ دل ، رُوئے محمد کی ضیاؤں کے طفیل
آج تارا ہے ، تو کل رشکِ قمر بھی ہو گا

میری آنکھوں میں شبیہِ شہِ والا ہے نصیرؔ
اشک جو ہو گا ، وہ تابندہ گُہر بھی ہو گا

زندگی جب تھی ، یہ جینے کا قرینہ ہوتا
رُخ سُوئے کعبہ ، تو دل سُوئے مدینہ ہوتا

نعرہ طوفاں میں جو ''یا شاہِ مدینہ'' ہوتا
غیر ممکن تھا کہ غرقاب سفینہ ہوتا

یُوں مدینے میں شب و روز گزرتے اپنے
دن صدی ہوتا ، ہر اک لمحہ مہینہ ہوتا

گرمیِ حُسنِ رسالت کی اِسے تاب کہاں
ورنہ کیوں کفر کے ماتھے پہ پسینہ ہوتا

جلوۂ سرورِ کونین سماتا اُس میں
کاش اِتنا تو کُشادہ مِرا سینہ ہوتا

اُسوۂ پاک پہ کرتی جو عمل آج اُمّت
کسی دل میں نہ کپٹ ہوتی ، نہ کینہ ہوتا

پرتوِ حُسنِ نبی کی جو جھلک پڑ جاتی
داغ کہتے ہیں جسے ، دل کا نگینہ ہوتا

یہی خواہش تھی ، یہی اپنی تمنّا تھی نصیؔر
میرا سَر ، اور درِ شاہِ مدینہ ہوتا

سنور جائے گی سب کی عاقبت ، سب کا بھلا ہوگا
قیامت میں محمد مصطفیٰ کا آسرا ہو گا

عدالت سے نبی کی جس کو پروانہ عطا ہوگا
وہی بس مستحقِ رحمتِ ربُّ العُلیٰ ہو گا

پُکاریں گے شفیعُ المذنبیں کو سب قیامت میں
وہاں پر سب کا نعرہ '' یا محمد مصطفیٰ ہو گا

ہماری خاک کے ذرّے بھی پہنچیں گے وہاں اُڑ کر
مدینے کی طلب ہوگی ' مدینہ مدّعا ہو گا

نبی کا در ہے اور اَقصائے عالَم کی جبیں سائی
یہ منظر چشمِ قدرت سے خدا خود دیکھتا ہو گا

جو اُن کے آستانِ پاک پر سَر اپنا خم کر دے
وہ قسمت کا دھنی ہوگا ' سکندر وقت کا ہو گا

ابھی ذوقِ جنوں ' سوزِ دُروں ' بخشا ہے حضرت نے
نصیؔر اُن کی محبت میں نہ جانے اور کیا ہو گا

❁

جلوۂ رُوئے نبی مطلعِ انوارِ حیات
جُنبشِ غنچۂ لب ' خُطبۂ کردارِ حیات

تیری تخلیق کو مانا گیا شہکارِ حیات
نُور تیرا ہی رہا طُرّۂ دستارِ حیات

یہ شرف کم ہے کہ شامل ہیں تری اُمّت میں
ورنہ ہم جیسے سیہ کار ' سزاوارِ حیات؟

تیرے ہی نُور سے روشن ہوئے افلاک و زمیں
رُونما ہو گئے ہر گوشے میں آثارِ حیات

سیرتِ سیّدِ عالَم نے وہ بخشی رِفعت
اوج در اوج اُبھرتا گیا معیارِ حیات

ہم عدم تھے ' تری نسبت سے مِلا ہم کو وُجُود
ہر نفَس کرتا ہے انسان کا ' اقرارِ حیات

یا نبی! تیرے ہی صدقے میں ہے دُنیا قائم
سچ تو یہ ہے کہ تری ذات ہے مختارِ حیات
سَرد مہری کے سِوا خَلق میں کچھ اور نہ تھا
تیرے آنے سے بڑھی گرمئی بازارِ حیات
حشر ہے تیری شفاعت کا اُمڈتا دریا
موت ہے ایک حقیقت، پسِ دیوارِ حیات
جب تک آئے نہ قدم تیرے شہنشاہِ عرب!
فصلِ گُل سے نہ شناسا ہُوا گُلزارِ حیات
اک ترے عشق میں مُضمر ہے حیاتِ ابدی
اک ترے نام پہ مَرتے ہیں طلبگارِ حیات
مَیں بھی تو ایک مسافر ہُوں سرِ راہِ طلب
اک نظر مجھ پہ بھی اے قافلہ سالارِ حیات!

تیرے جلووں پہ ہے قرباں یہ نصیؔرِ عاصی
تُو ہے کونین میں آئینۂ اسرارِ حیات

❁

چِھڑ جائے جس گھڑی شہِ کون و مکاں کی بات
پڑھیئے دُرود، چھوڑیے سُود و زیاں کی بات
آتی ہے یُوں لبوں پہ شہِ انس و جاں کی بات
جیسے کہ مُنہ زمیں کا ہو اور آسماں کی بات
رُودادِ غم بیان کیے جا رہا ہُوں مَیں
وہ سُن رہے ہیں میرے دلِ بے زباں کی بات

با ضابطہ نمودِ سحر روک دی گئی
جب تک کہ طے ہوئی نہ بلالی اذاں کی بات

بادِ صبا ! نہ چھیڑ مجھے اُن کی یاد میں
کیسی بہار ، کِس کا چمن ، کیا خزاں کی بات

ہر اشک ایک رمز ہے ، ہر آہ ایک راز
پُوچھے نہ کوئی اُن کے مِرے درمیاں کی بات

نعت اُن کے آستاں پہ پڑھوں جُھوم جُھوم کر
یا رب ! وہیں پہ جا کے کہوں ، ہے جہاں کی بات

ہیں یُوں تو کج کلاہوں کے دربار بھی بہت
اُن میں کہاں سے آئے ترے آستاں کی بات

شہرِ نبی کی یاد نے تڑپا دیا ہمیں
تم نے نصیرؔ ! آج سُنا دی کہاں کی بات

❁

منتظر خود ہے بصد شوق ، خدا آج کی رات
کس کی آمد ہے سرِ عرشِ عُلیٰ آج کی رات

فاصلے گھٹ گئے ، یُوں قُرب بڑھا آج کی رات
عبد و معبود میں پردہ نہ رہا آج کی رات

بخشوا لیں گے وہ اُمّت کو خدا سے اپنے
مانا جائے گا ضرور اُن کا کہا آج کی رات

قابَ قوسین کی صورت میں ہُوا قرب نصیب
کُھل گیا فلسفۂ ثُمَّ دَنیٰ آج کی رات

آج کی رات کے انداز نرالے دیکھے
پڑھ کے چلتی ہے دُرود اُن پہ ہَوا آج کی رات

رحمتِ سیّدِ عالَم ہے دو عالَم کو محیط
کوئی عاصی نہیں محرومِ عطا آج کی رات

جلوۂ حُسنِ حقیقت کی ضیا باری میں
اپنے شہکار کو دیکھے گا خدا آج کی رات

لگ کے قدموں سے ترے ، باغِ جِناں تک پہنچی
معتبر ہو گئی رفتارِ صبا آج کی رات

خوش نصیبی ہے جو توفیقِ عبادت ہو نصیؔر
مرحبا آج کا دن ، صلِّ علےٰ ، آج کی رات

اور ہی کچھ ہے دو عالَم کی ہَوا آج کی رات
سیر کو نکلے ہیں محبوبِ خدا آج کی رات

نُور ہی نُور ہے ، مہکی ہے فضا آج کی رات
فرش سے تا بہ فلک کون گیا آج کی رات

منتظر ، صبحِ کرم کی ہے سرِ باغِ جہاں
با وُضو دیر سے ہے بادِ صبا آج کی رات

بخش دُوں گا تری اُمّت کو ترے صدقے میں
خود خدا نے یہ محمد سے کہا آج کی رات

بخت بیدار ہوں جن کے، وہ کہاں سوتے ہیں
جاگنے کا ہے حقیقت میں مزا آج کی رات

چشمِ یعقوبؑ میں یوسف کی ادا ماند ہوئی
دیر تک مصر کا بازار لُٹا آج کی رات

جانبِ عرشِ بریں اُن کی سواری جو چلی
دست بستہ ہوئے سب شاہ و گدا آج کی رات

آج کی رات اُجالا ہی اُجالا ہے نصیؔر
اُن کا مشتاقِ زیارت ہے خدا آج کی رات

❁

جانبِ عرش ہے حضرت کا سفر آج کی رات
ایک ہی بُرج میں ہیں شمس و قمر آج کی رات

جشنِ معراجِ نبی کی ہے خبر آج کی رات
عرش پر فرش سے پہنچا ہے بشر آج کی رات

جلوۂ حُسنِ محمد کی ضیا باری سے
بن گئی مطلعِ انوارِ سحر، آج کی رات

آب ہے چشمۂ حیواں کی ہر اک ذرّے میں
آئیں دیکھیں یہ کرشمہ بھی خضر آج کی رات

نُور ہی نُور کی برسات نظر آتی ہے
دیکھتی ہے نگہِ شوق جدھر آج کی رات

عرشِ اعظم پہ شہنشاہِ عرب کا ہے گزر
ذکرِ محبوبِ خدا میں ہو بسر آج کی ، رات

آج ہے خالقِ کونین ' کرم آمادہ
بالیقیں ہوگا دعاؤں میں اثر آج کی رات

منزلِ عرشِ عُلیٰ پر ہی رُکے گا جا کر
کر کے نکلا ہے کوئی عزمِ سفر آج کی رات

میرے آقا نے وہاں سے سفر آغاز کیا
جہاں جبریل کے جلنے لگے پَر ' آج کی رات

ہم نصیؔر اپنے نبی پر دل و جاں سے قرباں
عام ہے اُن کی شفاعت کی خبر آج کی رات

ضیا فروز ہے دل میں حُضور کی نسبت
نظر کا نُور بنی اُن کے نُور کی نسبت

بساؤ قلب میں زلفِ رسول کی خُوشبو
تمہیں جو چاہیے کیف و سُرور کی نسبت

بلال و بُوذر و سلماں کی ذات شاہد ہے
مقامِ عجز ہے اُونچا ' غُرور کی نسبت

صفات کُھل کے بیاں کر ' دبی زباں سے نہ کہہ
سُطور خوب ہیں ' بینُ السُّطُور کی نسبت

رسول کو وہ بھلا کیا سمجھ سکیں کہ جنھیں
نہ قُربتوں سے تعلّق ' نہ دُور کی نسبت

وہاں کلیم کی باتیں ' یہاں مقامِ نبی
مدینہ ارفع و اعلیٰ ہے ' طُور کی نسبت

ہمارے شوق کی دنیا ' رسول کا جلوہ
ہمارا ذوقِ طلب ' آنحضور کی نسبت

مجھے ہے میکدۂ عشقِ مصطفیٰ کا سُرور
نصیب ہے مجھے جامِ طہور کی نسبت

کہاں وہ چہرۂ اقدس ' کہاں یہ ماہِ تمام
اِسے ہوئی ' نہ کبھی ہوگی ' دُور کی نسبت

متاعِ عظمتِ کون و مکاں مِلی اُس کو
نصیؔر ! مِل گئی جس کو حُضور کی نسبت

❁

مِلی ہے شافعِ یومِ نُشُور کی نسبت
زہے نصیب ' کہ پائی حُضور کی نسبت

قُصور وار جو مَیں ہُوں تو وہ کرم گُستر
کرم ہے اُن کا فراواں ' قُصور کی نسبت

کوئی بھی چیز نہ خلقت کا بن سکی باعث
سبب بنی تو بس اُن کے ظُہور کی نسبت

جمالِ مُصطفوی سے کھلے گُلوں کے نصیب
چمن کے ہاتھ لگی رنگ و نُور کی نسبت

دَرِ حبیبِ خدا کا غلام ہُوں مَیں بھی
قریب تر ہے ' بظاہر یہ دُور کی نسبت

ضرور آتشِ دوزخ مآل ہے اُن کا
جنہیں ہوئی نہ مُیسّر حُضور کی نسبت

نبی کے عشق کی دُھومیں سُنی ہیں بچپن سے
مِرے شعور میں ہے ' لاشعور کی نسبت

تہی ہیں اشکِ غمِ مصطفیٰ سے جو آنکھیں
کہیں زیادہ ہیں ویراں ' قبور کی نسبت

نصیؔر! صدق و صفائے رسول کے آگے
فروغ پا نہ سکی مکر و زُور کی نسبت

❁

اُس کو نہ چُھو سکے کبھی رنج و بَلا کے ہاتھ
اُٹّھے ہیں جس کے حق میں رسولِ خدا کے ہاتھ

بھیجا گیا ہے دین رسولِ خدا کے ہاتھ
ایسا چراغ ' دُور ہیں جس سے ہَوا کے ہاتھ

دیکھوں گا جب بھی روضۂ اقدس کی جالیاں
چُوموں گا فرطِ شوق سے پیہم لگا کے ہاتھ

گیسوئے مصطفیٰ سے یقیناً ہُوئی ہے مَس
خوشبو کہاں سے آئی یہ بادِ صبا کے ہاتھ

خاطر میں کب وہ لائے گا شاہانِ وقت کو
اُٹھتے ہوں صرف اُن کی طرف جس گدا کے ہاتھ

محشر میں مجھ پہ سایۂ لُطفِ رسول ہو
مَیں یہ دُعائیں مانگ رہا ہوں اُٹھا کے ہاتھ

ممکن نہ تھا کہ روضۂ اقدس کو چھُو سکیں
آگے بڑھا دیا ہے نظر کو بنا کے ہاتھ

بے حدّ و بے شمار خطائیں سہی ، مگر
کچھ غم نہیں کہ لاج ہے اب مصطفیٰؐ کے ہاتھ

ہم عاصیوں کے آپ ہی تو دستگیر ہیں
ہم سب کا آسرا ہیں شہِ انبیا کے ہاتھ

اخیار کی دُعا کا وسیلہ تلاش کر
عرشِ بریں سے دُور نہیں اولیا کے ہاتھ

مَیں ہُوں گدائے کُوچۂ آلِ نبی نصیؔر
دیکھے تو مجھ کو نارِ جہنّم لگا کے ہاتھ

❁

آئی ہے جالیوں سے بھی شاید لگا کے ہاتھ
کیا کچھ مہک رہے ہیں یہ بادِ صبا کے ہاتھ

شاہد ہے مَارَمَیتَ کی آیت ، اِس اَمر پر
یعنی نبی کے ہاتھ ہیں ، بیشک خدا کے ہاتھ

وہ کامیابِ عشقِ خدا و رسول ہے
جس کی زمامِ کار ہے صبر و رِضا کے ہاتھ

ذکرِ حبیب نے ' وہ غنی کر دیا مجھے
بیٹھا ہُوا ہُوں دونوں جہاں سے اُٹھا کے ہاتھ

سَو رنج ہوں ' ہزار الم ' لاکھ مشکلیں
ہم نے بڑھا دیے ہیں اُدھر مسکرا کے ہاتھ

عشقِ نبی کی اِن میں لکیریں بھی کھینچ دِیں
روزِ ازل خدا نے ہمارے بنا کے ہاتھ

ہے اُن کے دم قدم سے فضیلت کا فیصلہ
خاکِ شفا لگی ہے تو بس نقشِ پا کے ہاتھ

جب کوئی وسوسہ مجھے لاحق ہُوا کبھی
سینے پہ رکھ دیے وہیں حضرت نے آ کے ہاتھ

وہ رحمتِ تمام ہیں دونوں جہان میں
دامن تک اُن کے پہنچیں گے شاہ و گدا کے ہاتھ

ہم پر کرم ہے صاحبِ خُلقِ عظیم کا
افلاک سے بُلند ہیں جُود و عطا کے ہاتھ

اُٹھّی جہاں نصیؔر ! نگاہِ رسولِ حق
ہو جائیں گے قلم وہیں تیغِ جفا کے ہاتھ

❁

پہنچے کہاں کہاں نہ حبیبِ خدا کے ہاتھ
کونین کا ہے نظم و عمل مصطفیٰ کے ہاتھ

محروم رہ نہ ساقیِ کوثر کے فیض سے
پڑھ کر دُرود، جام اُٹھا لے، بڑھا کے ہاتھ

ہر سانس وقف ہے شہِ لولاک کے لیے
میری طرف بڑھیں گے ادب سے قضا کے ہاتھ

آیا ہُوں جب سے ہو کے درِ مصطفیٰ سے مَیں
خاکِ قدم سمیٹ رہے ہیں ہَوا کے ہاتھ

ہو گی رسائی صدقہ خیرُالانام میں
پہنچیں گے عرش تک مِری ہر اک دُعا کے ہاتھ

میرے لیے مدینہ سے لائی ہے یہ پیام
کیوں چُوم لُوں نہ وجد میں آ کر صبا کے ہاتھ

دامن رسول کا مِرے ہاتھوں میں آ گیا
یہ ہاتھ شاہ کے ہیں، نہیں بے نوا کے ہاتھ

آسان اُن کے واسطے ہے راہ خلد کی
وہ جن کی رہنمائی ہے آلِ عبا کے ہاتھ

سُلطانِ انبیا کی نگاہیں جو پڑ گئیں
شَل ہو کے رہ گئے ستمِ ناروا کے ہاتھ

دیوانۂ حبیبِ خدا ، ہو جو اے نصیرؔ
باتیں کریں فرشتے بھی اُس سے مِلا کے ہاتھ

❁

اُن کی طرف بڑھیں گے نہ لُطفِ خدا کے ہاتھ
جو پھر گئے رسولِ خدا سے چھُڑا کے ہاتھ

دل چاہتا ہے خاکِ درِ پاک چُوم لُوں
یہ بات لگ نہ جائے کہیں سے ، صبا کے ہاتھ

بس اک نگاہِ لُطف کا اُمّیدوار ہُوں
کچھ اور ہو طلب ، تو کٹیں التجا کے ہاتھ

ہو گا کرم یہ چاہنے والوں پہ حشر میں
اپنی طرف بُلائیں گے آقا ، اُٹھا کے ہاتھ

جو اُن پہ مَر مٹے اُنہیں یُوں زندگی مِلی
نقدِ حیات ، لُوٹ نہ پائے فنا کے ہاتھ

اُس کا نہ مول اور نہ اُس کی مثال ہے
جو بِک چُکا ہو اُن کی ادائے عطا کے ہاتھ

طاعت ہے فرض ہم پہ خدا و رسول کی
عزّت خدا کے ہاتھ ہے یا مصطفیٰ کے ہاتھ

بیٹھے ہیں آج ذوقِ توکّل سے مطمئن
جو پوچھتے تھے اپنا مقدّر ، دِکھا کے ہاتھ

ہر سُو ہیں اُن کے نقشِ کفِ پا حجاز میں
اللہ نے کیا ' تو لگا لیں گے جا کے ہاتھ

اُمّید ہے ، دُعائے حضوری قبول ہو
رُودادِ شوق بھیج تو دی ہے صبا کے ہاتھ

مجھ کو ہے بس نصیّر شفیعُ الورٰی کی دُھن
پھیریں گے میرے سَر پہ وہی ' مُسکرا کے ہاتھ

❁

اُن کی نوازشات کا ہے میرے سَر پہ ہاتھ
کہتا ہُوں رکھ کے مَیں درِ خیرُ البشر پہ ہاتھ

مَیں طائرِ ریاضِ رسولِ انام ہُوں
صیّاد کیا بڑھائے مِرے بال و پَر پہ ہاتھ

اب منزلِ مُراد سے پہلے نہیں قیام
ذوقِ سفر نے ڈال دیے رہگزر پہ ہاتھ

دیوانۂ نبی کی عجب آن بان ہے
سودا ہے سَر میں' دل میں تڑپ ہے' جگر پہ ہاتھ

اُن کی نظر پڑی تو دلِ زار اُچھل پڑا
جیسے کسی نے رکھ دیا اک بے خبر پہ ہاتھ

سمجھو تو کس کے لُطف نے بخشیں بصارتیں
دیکھو تو کس کا ہے مِرے ذوقِ نظر پہ ہاتھ

اے ربِّ کائنات! یہ ہے میری آرزو
ہنگامِ نزع میرا ہو اُس سنگِ دَر پہ ہاتھ

آپس کی رنجشوں میں اُلجھنا ہے گُمرہی
کرتا ہے کون صاف بھَلا اپنے گھر پہ ہاتھ

درکار ہے نصیؔر اُنہیں دولتِ بقا
رکھتے نہیں ہیں اُن کے گدا سیم و زر پہ ہاتھ

❁

لب وا کیے تھے رکھ کے محمد کے در پہ ہاتھ
بے ساختہ دُعا نے بڑھائے اثر پہ ہاتھ

پھیریں گے التفات سے وہ میرے سَر پہ ہاتھ
پہنچے گا جب بھی دامنِ خیر البشر پہ ہاتھ

سُوئے مدینہ لے کے چلا ہے وہ عرض داشت
اللہ کے کرم کا رہے نامہ بر پہ ہاتھ

اُن کی عنایتوں نے سفینہ بچا لیا
اُن کے سوا ہے کون جو رکھّے بھنور پہ ہاتھ؟

فرطِ گناہ سے ہے گراں بار زندگی
اے رحمتِ تمام! ذرا میرے سَر پہ ہاتھ

دُنیا کا حُسن دے نہیں سکتا اُنھیں فریب
ہیں اُن کی چشمِ فیض کے اہلِ نظر پہ ہاتھ

بابِ رسول تک مِری فریادِ ناتواں
پہنچی ہے رکھ کے دوشِ نسیمِ سحر پہ ہاتھ

اُن کی نظیر کیا ، وہ عدیمُ النّظیر ہیں
اُن کے غلام رکھتے ہیں شمس و قمر پہ ہاتھ

کیا ڈر مجھے کہ سایۂ فگن ہیں نصّیر آپ
ڈرتا ہے وہ ، کسی کا نہ ہو جس کے سَر پہ ہاتھ

❁

رکھتے نہیں ہیں جو درِ خیرُالبشر پہ ہاتھ
روئیں گے روزِ حشر وہی رکھ کے سَر پہ ہاتھ

اِس مصلحت سے نُورِ ازل کو بشر کہا
اللہ کا ہے عظمتِ نوعِ بشر پہ ہاتھ

جز اُن کے گردِ راہ بنی کس کی کہکشاں
پہنچے ہیں کس کے دامنِ شمس و قمر پہ ہاتھ

سِدرہ پہ رُک گئے شبِ معراج جبرئیل
پرواز اُن کی رکھ نہ سکی بال و پَر پہ ہاتھ

دیکھا جو اُن کے جلوۂ رُوئے صبیح کو
بادِ صبا بڑھاتی ہے شمعِ سحر پہ ہاتھ

ہوتی نہ دلفریب یہ صورت جہان کی
ہوتے حُضور کے نہ اگر بحر و بر پہ ہاتھ

بے ساختہ لبوں پہ جو نام اُن کا آگیا
رکھّا حُضور نے وہیں قلب و جگر پہ ہاتھ

منزل نے کارواں کو صدا دی کہ حوصلہ
تھک کر مسافروں نے جو رکھّے کمر پہ ہاتھ

مَیں کیا نصیؔر اور مِرے شعر کیا، مگر
اللہ کی عطا سے ہے دوشِ ہُنر پہ ہاتھ

❁

ایسے مریض کا بھری دُنیا میں کیا علاج
جس پر نہ ہو نبی کی نظر وہ ہے لا علاج

دُنیا میں کبر ہے مرض از بس کہ لا علاج
ممکن ہُوا نہ عِلم سے بُوجَہل کا علاج

بس اک جھلک ہی اُن کی، مِرے حق میں ہے شِفا
کہتا ہے کون، دردِ محبّت ہے لا علاج

فرقت میں سَر پٹکنے لگا پھر مریضِ عشق
اِس کے علاوہ اور کوئی ہے، نہ تھا علاج

دل کی جلن مِٹا نہ سکیں گے یہ چارہ ساز
بے سُود اِس مرض میں ہے ہر اک دوا، علاج

بیمارِ آرزوئے مدینہ کا ہے یہ حال
اِس کا کوئی نہیں ترے در کے سِوا علاج
دل چاہتا ہے گُنبدِ خضرٰی ہو سامنے
یاوَر نہ ہو نصیب تو پھر اِس کا کیا علاج
شوقِ سجُود میں اِسے پَل بھر نہیں قرار
اب ہے مِری جبیں کا درِ مصطفیٰ ؐ علاج
اللہ نے کیا ہے عطا دردِ دل نصیؔر
خاکِ درِ رسول ہے بس آپ کا علاج

❁

رسول کوئی کہاں شاہِ انبیا کی طرح
مُطاعِ خَلق ہیں قرآں میں وہ خدا کی طرح
پڑی ہے دل میں مِرے عشقِ مصطفیٰ کی ''طرح''
مہک رہا ہے مِرا ہر نَفَس صبا کی طرح
نہ تھا نہ ہے کوئی اُن سا نہ ہو سکے گا کبھی
وہ اپنی ذات میں بے مِثل ہیں خدا کی طرح
کوئی کتاب کب اُمُّ الکتاب کی صُورت
کوئی نبی نہ ہُوا سیّدُالورٰی کی طرح
مِرے غموں کا مداوا فقط حُضوری ہے
بہر نَفَس ہے یہ دُوری مجھے سزا کی طرح
کوئی بشر نہ تری گردِ راہ کو پہنچا
تمام عُمر بھٹکتا رہا ہَوا کی طرح
تری نگاہ میں تھی عفو و درگزر کی جھلک
عَدُو سے آنکھ مِلائی تو آشنا کی طرح

جگہ اگر ترے قدموں میں مجھ کو مل جاتی
تو چُومتا ترے نعلین، نقشِ پا کی طرح

نبی کے روضے کی ہر صبح جالیاں چُوموں
اگر ملے تو مقدّر ملے صبا کی طرح

چمک اُٹھا ترے جلووں سے دل کا آئینہ
خیالِ غیر مٹا نقشِ ما سِوا کی طرح

حُضور! دُخترِ تہذیبِ نَو پہ، ایک نظر
یہ سَر برہنہ ہے، بانُوئے بے رِدا کی طرح

نصیؔر کو بھی اجازت ملے خدا کے لیے
پڑا رہے تری دہلیز پر گدا کی طرح

❁

ہے اُن کی زمیں اور، فلک اور، سماں اور
بے شک ہے محمد کے غلاموں کا جہاں، اور

اُٹھّیں درِ طیبہ سے تو ہم جائیں کہاں اور
ایسا نہ مکیں کوئی مِلے گا، نہ مکاں اور

سچ یہ ہے کہ یکساں نہیں دونوں کی بہاریں
جنّت کی فضا اور، مدینے کا سماں اور

دنیا میں غلامی کا شرف بخش دیا ہے
محشر میں نوازیں گے شہِ کون و مکاں، اور

آواز کہاں فرش سے تا عرش گئی ہے
واللہ، بلالِ حَبَشی کی ہے اذاں اور

حسرت ہے مدینے میں پہنچ جانے کی مجھ کو
مہلت مجھے اِتنی سی تو دے عُمرِ رواں اور

اتنا تو کہوں گا کہ محمد کا ہُوں بَردہ
محشر میں اگر کُھل نہ سکی میری زباں ' اور

دُوری سے مِری جان سُلگ اُٹھتی ہے جس دم
ہوتے ہیں مِرے دیدۂ تر اشک فشاں اور

مجھ کو ہے نصؔیر اُن کی شفاعت پہ بھروسہ
جو اَب ہیں ' وہی حشر میں ہوں گے نگراں اور

❁

پائی گئی ہے دوش پہ جن کے ' رِدائے خیر
خُلقِ عظیم وقف ہے اُن کا برائے خیر

اُن کے نَفَس نَفَس کی ہے جُنبش ' ہَوائے خیر
اُن کے عمل سے ہو گئی محکم ' بِنائے خیر

خیرالبشر کے دَم سے مقدّر بدل گئے
جو خیر کے خلاف تھے ' وہ ہیں گدائے خیر

ہے مصطفیٰ کا نُور ' شکوں ریز و دیں پناہ
ہاں ' کفرِ شر پسند ' اب اپنی منائے خیر

ہم اُس نبی کے خیر سے ادنیٰ غلام ہیں
جو ابتدائے خیر ہے ' جو انتہائے خیر

رحمت کے بادلوں کو جلو میں لیے ہُوئے
چھانے لگی مدینے سے چل کر ہوائے خیر

ہر دم دُرود بھیج ! رسولِ انام پر
اُن کی گلی میں جا ! کہ مقدّر میں آئے خیر

خیرالبشر نے شر کو مٹایا کچھ اِس طرح
ہر گوشۂ زمیں پہ رہے جم کے پائے خیر

رحمت ہے خاص و عام پہ اُس بارگاہ میں
پائیں گے ہر قدم پہ سب اپنے پرائے ' خیر

ہر سُو جو حادثوں کے شرارے نظر پڑے
سب کہہ رہے ہیں اب کہ مدینہ ہے جائے خیر

محشر میں سب تھے اُن کی شفاعت کے منتظر
وہ آ گئے حضور ' وہ اُبھرا لِوائے خیر

آفاق میں نہ کس لیے گونجے مِری صدا
مَیں بھی تو ہُوں نصیؔر ! شریکِ دُعائے خیر

❁

ہوگی بُلند خیر سے اب عزّ و جاہِ خیر
سَر پر حُضور آئے ہیں رکھ کر کُلاہِ خیر

خیرالبشر ہیں یُوں کہ وہ ہیں بادشاہِ خیر
شر کی پہنچ سے دُور ہے یہ بارگاہِ خیر

صبحِ ازل ہیں آپ ' تو نُورِ نگاہِ خیر
انسان کی زبان پہ ہیں مہر و ماہِ خیر

بُو جَہل شورہ پُشت ' شریر اور شر مزاج
شاہِ عرب ' امیرِ عمل ' خیر خواہِ خیر

بھٹکا ہُوا تھا دیر سے انساں کا قافلہ
خیرالوریٰ نے اُس کو دِکھائی ہے راہِ خیر

پوچھو ، یہ کائنات کی بنجر زمین سے
اک اک قدم پہ کس نے اُگائی گیاہِ خیر

جب بھی دُعا کو ہاتھ اُٹھیں ' اُن کا نام لے
ہے ذاتِ پاکِ شاہِ اُمم ' دستگاہِ خیر

سینے میں میرے عشقِ محمد ہے موجزن
ہر شعر میری نعت کا ہے اک گواہِ خیر

ہر ذرّہ کہہ رہا ہے قدم بڑھ کے چُوم لُوں
محشر میں آئیں جب بھی نظر ' بادشاہِ خیر

خیرالوریٰ کی دُھوم ہے سارے جہان میں
سردارِ انبیا ہیں ' تو ہیں سربراہِ خیر

آنکھوں کی روشنی ہیں حَسن بھی حُسین بھی
اک امن کا امیں ہے ' تو ہے اک پناہِ خیر

نسبت ہے اُن کے سلسلۂ فقر سے نصیرؔ
آباد میرے دل میں ہے اک خانقاہِ خیر

میداں میں مانگتا تھا عَدُو اپنے سَر کی خیر
شر مِٹ گیا جہان سے' خیرالبشر کی خیر

اُس رُخ کے سامنے نہیں شمس و قمر کی خیر
اہلِ نظر بھی مانگ رہے ہیں نظر کی خیر

اُن کا کرم ہے میرے لیے عُمر بھر کی خیر
مَیں در بدر کبھی نہ پھرا' اُن کے در کی خیر

سُوئے حجاز مائلِ پرواز ہُوں پھر آج
اے رحمتِ تمام! مِرے بال و پَر کی خیر

بے تابیاں اِدھر ہیں اُدھر عالَمِ حجاب
ایسے میں اب کہاں دلِ آشفتہ سَر کی خیر

آئے حُضورِ پاک تو دنیا بدل گئی
کافور کفر ہو گیا اِس کرّ و فر کی خیر

پھر مضطرب ہُوں جلوۂ دیدار کے لیے
تابِ نظر کی خیر ہو' ذوقِ نظر کی خیر

اُن کے بغیر کچھ بھی نہیں کائنات میں
اُن کے کرم سے فرش و فلک' بحر و بر کی خیر

یکتا ہیں دونوں' عالَمِ ناز و نیاز میں
میری جبیں کی خیر ہو' اُس سنگِ در کی خیر

کچھ کم نہیں نصیؔر وہ شمر و یزید سے
مطلوب ہو نہ جس کو محمد کے گھر کی خیر

ہر دَم سرِ افلاک ہے خَم آپ کی خاطر
کونین ہیں یا شاہِ اُمَم! آپ کی خاطر

ہیں گرمِ سفر سُوئے حرم آپ کی خاطر
بیتاب ہیں سَر تا بہ قدم آپ کی خاطر

ہوتے نہ اگر آپ تو ہوتی نہ کوئی چیز
سب کچھ ہے، وجود اور عدم آپ کی خاطر

کیوں کر نہ اِنہیں اپنے کلیجے سے لگاؤں
خوش آئے ہیں آزار و الم آپ کی خاطر

اب بھی جو گزر آپ کے کُوچے میں نہ ہوگا
دُنیا سے گزر جائیں گے ہم آپ کی خاطر

چِھینٹا کوئی الطاف و کرم کا مِرے دل پر
بھڑکی ہے بہت آتشِ غم آپ کی خاطر

مَیں آپ کا ہُوں اور خدا ہے مِرا والی
ہیں اُس کے یہ سب ناز و نِعَم آپ کی خاطر

جو چاہیے منوایے یا شاہِ دو عالَم!
اللہ کے ہیں لُطف و کرم آپ کی خاطر

رونق ہے زمانے میں حضور آپ کے دَم سے
یکجا ہیں عرب اور عجم آپ کی خاطر

لکھّے گا بصد شوق، نصیؔر آپ کی نعتیں
اب سلسلہ جُنباں ہے قلم آپ کی خاطر

دل ہُوا روشن محمد کا سراپا دیکھ کر
ہوگئیں پُر نُور آنکھیں اُن کا جلوہ دیکھ کر
دنگ ہے دنیا ' عقیدت کا یہ نقشا دیکھ کر
سجدہ کرتی ہے جبیں نقشِ کفِ پا دیکھ کر
شانِ محبوبِ خدا کا غیر ممکن ہے جواب
کہہ اُٹھا سارا زمانہ ' ساری دُنیا ' دیکھ کر
جُھوم اُٹھے گی آرزو ' دل کی کلی کِھل جائے گی
مُسکرا دیں گے جو مجھ کو میرے آقا ' دیکھ کر
صدقے ہو جانے کو پروانے سمٹ کر آ گئے
ہر طرف شمعِ رسالت کا اُجالا دیکھ کر
یہ سلاطینِ زمانہ ایک ڈھلتی چھاؤں ہیں
دم بخود دنیا ہے شانِ شاہِ بطحا دیکھ کر
لرزہ براندام ہیں ہر دَور کے لات و منات
کفر کی ظلمت ہے ترساں اُن کا جلوہ دیکھ کر
کیا عجب مجھ پر کرم فرمائیں سُلطانِ اُمم
ذوقِ دل ' ذوقِ وفا ' ذوقِ تمنّا دیکھ کر
جا کے بطحا میں وہیں کا ہو کے رہنا تھا تجھے
اے دلِ ناداں! پلٹ آیا یہاں کیا دیکھ کر
ہے یہی منشا ' یہی مقصد ' یہی منزل بھی ہے
اور کیا دیکھیں ترا نقشِ کفِ پا دیکھ کر
مَیں وہ دیوانہ ہُوں دربارِ محمد کا نصیؔر
ہیں فرشتے وجد میں میرا تماشا دیکھ کر

خُون پانی ہو ' یہ انداز مگر ' پیدا کر
صدفِ دل میں طرح دار گُہر پیدا کر

شوقِ دیدار میں کچھ حُسنِ اثر پیدا کر
خود سمٹ آئے تجلّی ' وہ نظر پیدا کر

مانگ کر مہرِ رسالت سے ضیا کی خیرات
اپنے ظلمت کدۂ دل میں سحر پیدا کر

بے خودی ' عشق ' وفا ' سوزِ طلب ' ذوقِ نیاز
راہِ طیبہ کے لیے زادِ سفر پیدا کر

دُور ' نزدیک کوئی چیز نہیں اُن کے لیے
اک ذرا اپنی صداؤں میں اثر پیدا کر

ہجرِ آقا میں بہیں اشک ' مگر حد میں رہیں
کچھ نہ کچھ ضبط بھی اے دیدۂ تر ! پیدا کر

کہہ رہی ہے یہ مسلماں سے محمد کی نماز
جَبہہ سائی کے جو لائق ہو ' وہ سَر پیدا کر

کہتے ہیں ' ٹُوٹے ہُوئے دل میں خدا رہتا ہے
تُو بھی اِس کعبے کی دیوار میں در پیدا کر

اُن کا جلوہ تو ہر اک شے سے ہے ظاہر باہر
آنکھ اللہ نے دی ہے ' تو نظر پیدا کر

پُرسشِ حال کو تشریف وہ لائیں گے ضرور
سوزِ دل ' ذوقِ وفا ' دردِ جگر پیدا کر

دیکھ اللہ کا گھر شوق سے پھر جا کے نصیؔر
پہلے دل میں کسی انسان کے گھر پیدا کر

اللہ بڑا ' اُس کی رضا بھی ہے بڑی چیز
لیکن شہِ بطحا سے وفا بھی ہے بڑی چیز

بیمار کے حق میں یہ دوا بھی ہے بڑی چیز
واللہ ! مدینے کی ہَوا بھی ہے بڑی چیز

اکسیر جو دل کی ہے' تو ہے آنکھ کا سُرمہ
خاکِ درِ محبوبِ خدا بھی ہے بڑی چیز

ہر چند خطا کار و گنہگار ہے ' لیکن
مایوس نہ ہو' اُن کی عطا بھی ہے بڑی چیز

پہنچیں گی مدینے سے سرِ عرش دعائیں
سازِ دلِ مضطر کی نوا بھی ہے بڑی چیز

وارفتگیِ شوق میں لے نامِ محمد
در اصل محبّت کی صدا بھی ہے بڑی چیز

کہتے تھے یہ آپس میں فرشتے شبِ معراج
امشب سفرِ شاہِ ہُدیٰ بھی ہے بڑی چیز

اک رُعب سا اُس کا ہے سلاطینِ جہاں پر
سرکار کے کوچے کا گدا بھی ہے بڑی چیز

اک طرفہ قیامت ہے نصیؔر اُن سے جدائی
اُلفت ہو تو فُرقت کی سزا بھی ہے بڑی چیز

حاصلِ زیست ہے اُس نُور شمائل کی تلاش
چشمِ مشتاق کو ہے جلوۂ کامل کی تلاش

گرمیٔ دشتِ عرب امرِ مُسلَّم ، لیکن
اِتنی آساں بھی نہیں صاحبِ محمل کی تلاش

جس نے کُل محفلِ عالَم کو اُجالا بخشا
آج پھر ہے اُسی زینت دہِ محفل کی تلاش

مِل سکا کفر کی ظلمات میں کب نُورِ خدا
حق کہاں اور کہاں دیدۂ باطل کی تلاش

آپ کی موجِ کرم کا وہ سہارا ڈھونڈے
جس سفینے کو ہو طوفان میں ساحل کی تلاش

دامنِ سیّدِ ابرار سے وابستہ ہُوں
نہ شفاعت کا مجھے غم ، نہ وسائل کی تلاش

وہی محشر میں بھی اُمّت کا سہارا ہو گا
کام آئے گی اُسی رحمتِ کامل کی تلاش

جذبۂ شوق میں بھکے ہوئے پڑتے ہیں قدم
کھوئے دیتی ہے مجھے راہ میں منزل کی تلاش

مشعلِ راہ بنا لے وہ تری سیرت کو
جس کسی کو ہو کسی رہبرِ کامل کی تلاش

حاضری اُس درِ دُربار کی مشکل ہی سہی
جان دینی ہو تو آسان ہے مشکل کی تلاش

آ گیا ہُوں درِ مولائے دو عالَم پہ نصیرؔ
للّٰہِ الحمد کہ ہے پیشِ نظر دل کی تلاش

یُوں نگاہوں نے کیا گُنبدِ خضرٰی کا طواف
روشنی کرتی ہے جیسے مَہ و اختر کا طواف

مِدحتِ شاہ کی خوشبو کہیں پا لے شاید
چاندنی کرتی ہے اِس شوق میں گھر گھر کا طواف

اُن کا بیمار ہُوں، جو سب کے مسیحا ٹھہرے
اے اجل! سوچ سمجھ کر مِرے بِستر کا طواف

منہ کے بَل لات و ہُبَل گر پڑے اُن کے آگے
ختم کعبے میں ہے ترشے ہوئے پتّھر کا طواف

خیر سے اُن کی گزر گاہ میں ہے گھر میرا
چاندنی کیوں نہ کرے آ کے مِرے گھر کا طواف

اُس کو عقبٰی میں ہے جنّت کی بشارت برحق
جس کو دنیا میں میسّر ہو ترے در کا طواف

آ ہی پہنچے گا درِ یار پہ گرتے پڑتے
جس کی تقدیر میں ہے کُوچۂ دلبر کا طواف

کون چاہے گا سرِ حشر نہ اپنی بخشش
کیوں نگاہیں نہ کریں شافعِ محشر کا طواف

حاضری در پہ بھی ہو، محورِ دل بھی وہ رہیں
ایک باہَر کی زیارت ہے، اک اندر کا طواف

کعبۂ فقر و غنا اہلِ جہاں میں ہے نصیّر
آ کے سُلطان کریں اُن کے گدا گر کا طواف

❀

مَیں ، اور مجھ کو اور کسی دِلربا سے عشق؟
خیرالوریٰ سے عشق ہے خیرالوریٰ سے عشق

دُنیا کی مجھ کو چاہ نہ اُس کی ادا سے عشق
دونوں جہاں میں بس ہے مجھے مصطفیٰ سے عشق

وہ آخرت کی راہ کو ہموار کر چلا
جس کو بھی ہو گیا ہے شہِ انبیا سے عشق

کچھ اور مجھ کو کام نہیں اِس جہان میں
اپنے نبی سے عشق ہے ، اپنے خدا سے عشق

دُنیا کی دوستی تو زیاں ہے ، فریب ہے
اسلام میں روا نہیں اِس بے وفا سے عشق

سَر میں سُرور، آنکھوں میں ٹھنڈک ہے، دل میں کیف
جب سے ہُوا دیارِ نبی کی ہَوا سے عشق

دیوانہؔ رسول و علی و حسین کو
طیبہ کی دُھن ، نجف کی لگن ، کربلا سے عشق

معراجِ بندگی کی تمنّا میں رات دن
میری جبیں ہے اور درِ مصطفیٰ سے عشق

پہلے نبی کے عشق میں مدہوش ہو نصیرؔ
پھر یہ کہے کوئی کہ مجھے ہے خدا سے عشق

بَسے ہوئے ہیں نگاہوں میں بام و دَر اب تک
متاعِ چشم مدینے کا ہے سفر اب تک
رسولِ حق کی نہ شاید ہوئی نظر اب تک
بھٹک رہا ہے جو کوئی اِدھر اُدھر اب تک
نصیب ہو نہ سکی جس کو مصطفیٰ کی ضیا
نظر میں اُس کی ہے تاریک ہر سحر اب تک
جو دیکھ آیا ہُوں اُن کے درِ مُعلّٰے پر
وہی سماں ہے نگاہوں میں جلوہ گر اب تک
وہ بارگاہ' وہ جلوے' وہ نُورِ ذات و صفات
ہے دل کو وجد' تو حیرت میں ہے نظر اب تک
ذرا سی دیر بھی ٹھہرا جہاں وہ جانِ جہاں
مہک رہا ہے خدا کی قسم' وہ گھر اب تک
خدا کے بعد رسولِ خدا ہیں دل کی مُراد
نظر پڑا نہ کوئی ایسا چارہ گر اب تک
جسے لگاؤ نہیں اُن کی ذاتِ عالی سے
وہ بدنصیب' خدا سے ہے بے خبر اب تک
مِلی جو ہجر میں اُن کے' ہمارے آنسو کو
وہ آب پا نہ سکا کوئی بھی گُہَر اب تک
نصیؔر! ڈھونڈتا پھرتا ہے دل دیارِ حجاز
وہی مقام ہے دنیا میں معتبر اب تک

ہوں گی مقبول حُضوری کی دُعائیں کب تک
دیکھیے مجھ کو مدینے وہ بلائیں کب تک

دیکھنا یہ ہے کہ وہ سامنے آئیں کب تک
جلوۂ ہوش رُبا ہم کو دکھائیں کب تک

جذبِ دل! اب تو مجھے سُوئے مدینہ لے چل
مَیں بُھگتتا رہُوں فرقت کی سزائیں کب تک

گریۂ عشقِ محمد بھی سُکوں ساماں ہے
اُن کی مرضی ہے کہ وہ مجھ کو رُلائیں کب تک

یا نبی! گِھر کے جو آئی ہیں چمن پر میرے
کُھل کے برسیں گی وہ رحمت کی گھٹائیں کب تک

جانے کب پہنچے مدینے میں ہماری آواز
داد، فریاد کی، سرکار سے پائیں کب تک

اپنا بس تو نہیں تقدیر پہ لیکن، آقا!
تا بہ کے رنج سہیں، ٹھوکریں کھائیں کب تک

کون سُنتا ہے بہ جُز آپ کے فریاد اپنی
سرگزشت اپنی زمانے کو سُنائیں کب تک

کب مدینے سے طلب ہو، کسے معلوم نصیؔر
کیا خبر اُن کے درِ ناز پہ جائیں کب تک

دلِ دیوانہ چشمِ معتبر رکھ
جمالِ مصطفٰے پیشِ نظر رکھ
سفر درپیش ہے زادِ سفر رکھ
نظر میں جلوۂ خیرالبشر رکھ
جہاں سرکار کا نقشِ قدم ہو
وہاں با صد عقیدت اپنا سَر رکھ
مدینہ آخری منزل ہو تیری
یہ حسرت اپنے دل میں عُمر بھر رکھ
وہ جس سے خوش، خدا بھی اُس سے ہے خوش
کوئی اُن کی خوشی کا کام کر رکھ
قدم راہِ محمد میں نہ بھٹکیں
خدا کو یاد کر ، اپنی خبر رکھ
قیامت میں کبھی رُسوا نہ ہوگا
محمد کی شفاعت پر نظر رکھ
اگر درکار ہے معراجِ ہستی
محمد مصطفٰے کے دَر پہ سَر رکھ
مدینے کی ضیا باری ہو جن میں
نگاہوں میں وہ انوارِ سحر رکھ
مبارک ، گریۂ عشقِ محمد
غمِ آقا میں اپنی آنکھ تر رکھ
نصیؔر ! اپنی حیاتِ مختصر میں
نبی کا تذکرہ آٹھوں پہَر رکھ

اب تنگیِ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ!
ہیں آج وہ مائل بہ عطا اور بھی کچھ مانگ!

ہیں وہ متوجّہ ، تو دُعا اور بھی کچھ مانگ!
جو کچھ تجھے مِلنا تھا مِلا ، اور بھی کچھ مانگ!

ہر چند کہ مولا نے بھرا ہے ترا کشکول
کم ظرف نہ بن ہاتھ بڑھا ، اور بھی کچھ مانگ!

چُھو کر ابھی آئی ہے سرِ زلفِ محمد
کیا چاہیے اے بادِ صبا اور بھی کچھ مانگ!

یا سرورِ دیں ، شاہِ عرب ، رحمتِ عالم
دے کر تہِ دل سے یہ صدا اور بھی کچھ مانگ!

سرکار کا دَر ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے
جو مانگ لیا ، مانگ لیا ، اور بھی کچھ مانگ!

جن لوگوں کو یہ شک ہے کرم اُن کا ہے محدود
اُن لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ!

اُس دَر پہ یہ انجام ہُوا حُسنِ طلب کا
جھولی مِری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ!

سُلطانِ مدینہ کی زیارت کی دُعا کر
جنّت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ!

دے سکتے ہیں کیا کچھ کہ وہ کچھ دے نہیں سکتے
یہ بحث نہ کر، ہوش میں آ اور بھی کچھ مانگ!

مانا کہ اِسی دَر سے غنی ہو کے اُٹھا ہے
پھر بھی درِ سرکار پہ جا اور بھی کچھ مانگ!

پہنچا ہے جو اُس دَر پہ تو رہ رہ کے نصیؔر آج
آواز پہ آواز لگا! اور بھی کچھ مانگ!

❁

تمہارے دَر پہ پہنچنے کو بے قرار ہیں لوگ
تمہارے صدقے ہیں، قربان ہیں، نثار ہیں لوگ

تمہیں ہو آیۂ رحمت، تمہیں ہو حاصلِ دیں
تمہارے سائے میں آسودہ بے شمار ہیں لوگ

تمہاری ایک توجّہ سے پار ہے بیڑا
یہ اور بات کہ بے حد گناہگار ہیں لوگ

اب اپنے دَر کے گداؤں کی جھولیاں بھر دو
کرم کی بھیک ملے، محوِ انتظار ہیں لوگ

تمہارا حُسن ہے آئینۂ جمالِ خدا
برائے دید بہر حال بیقرار ہیں لوگ

ہے اسمِ پاک تمہارا کلیدِ قُفلِ مراد
اِس ایک نام کے صدقے میں کامگار ہیں لوگ

تمہارے در پہ گزرتے ہیں روز وشب جن کے
شگفتگی میں وہی تو سدا بہار ہیں لوگ

تمہارے نام پہ جو مر مٹیں، وہ غُنچہ و گُل
جو یہ نہیں تو نگاہِ چمن میں خار ہیں لوگ
خدائی بھر میں ہے اُن کے جمال کا شُہرہ
تمہیں نصیؔر نہیں اور بھی نثار ہیں لوگ

یہ عشقِ مصطفیٰ میں خود آرائیِ خیال
میری نگاہ بھی ہے تماشائیِ خیال

موجود اُن سے اِس کا تعلّق اگر رہے
ہو بارگاہِ حق میں شناسائیِ خیال

بڑھ بڑھ کے سر زمینِ مدینہ کو چوُم لے
اس درجہ چاہیے مجھے گیرائیِ خیال

ویران ہو چلا تھا مرا ذہنِ نارسا
کی اُن کے ذِکر نے چمن آرائیِ خیال

عرفانِ سرِّ ذات کہاں اور یہ کہاں
نادانیِ خیال ہے، دانائیِ خیال

اُبھرا تھا اُن کے نقشِ کفِ پا کو چوُمنے
اب سرنگوں ہے گُنبدِ مینائیِ خیال

اُن کے خیال میں نہ کسی کو شریک کر
وہ ہوں، تو فرضِ عین ہے تنہائیِ خیال

وہ بارگاہ، عرش نشاں، ہم زمیں نشیں
لازم ہے اُن کے دَر پہ جبیں سائیِ خیال

سُقراط، علم و فکر کی لیتا ہے اُس سے بھیک
دانائے راز ہے ترا سودائیِ خیال

ہے تیرا ذہن اُن کے تصوّر سے مفتخر
تجھ کو نصیؔر مِل گئی دارائیِ خیال

اُن کا تصوّر اور یہ رعنائیِ خیال
دل اور ذہن محوِ پزیرائیِ خیال

مرکز ہوں اک وہی مرے ذوقِ خیال کے
یکتا ہیں وہ ' تو چاہیے یکتائیِ خیال

ممکن نہیں کہ وصف بیاں اُن کے ہو سکیں
محدود کس قدر ہے یہ پہنائیِ خیال

بے حرف و صوت بھی یہاں ممکن ہے التجا
کافی ہے عرضِ حال کو گویائیِ خیال

ہر ذرّہ بارگاہِ نبی کا ' چراغِ ذہن
خاکِ مدینہ ' سُرمۂ بینائیِ خیال

بے جان اپنی سوچ ہے' بے رُوح اپنا ذوق
درکار ہے ہمیں بھی مسیحائیِ خیال

مِلتی ہے صِرف اُن کی توجّہ کے نُور سے
تنہائیوں میں انجمن آرائیِ خیال

اُن کے بغیر رنگ نہ ہو کائنات میں
ہے اُن کے دَم سے زینت و زیبائیِ خیال

اوروں کے در پہ جانے کا سوچُوں مَیں کیوں نصیؔر
مجھ کو نہیں قبول یہ رُسوائیِ خیال

❁

جسے مقامِ رسولِ خدا نہیں معلوم
اُسے خود اپنی حقیقت ذرا نہیں معلوم

درِ حبیب پہ کیا کچھ ہُوا ، نہیں معلوم
اثر کا علم ہے ' لیکن دُعا نہیں معلوم

بجز مدینہ کہیں کا پتا نہیں معلوم
نبی کے بعد ' کوئی دُوسرا نہیں معلوم

جمالِ چہرۂ احمد پہ ہیں نثار آنکھیں
نظر کو اور کوئی آئنہ نہیں معلوم

پہنچ سکے گا نہ معراجِ مصطفیٰ کو شعور
کہاں عُروج کی ہے انتہا ' نہیں معلوم

پکارتے ہیں اُنہیں بے قرار ہو ہو کر
سُنیں گے کب وہ ہماری صدا ' نہیں معلوم

نہ جانے کب وہ درِ پاک پر بُلائیں ہمیں
قبول کب ہو ہماری دُعا ' نہیں معلوم

مہک ہے نُور ہے ' تقدیس ہے ' تکیّف ہے
کہاں سے آئی ہے چل کر صبا ' نہیں معلوم

نصیر کہتی ہے یہ آیت وَعَلَّمَكَ
وہ ہیں علیم و خبیر ' اُن کو کیا نہیں معلوم

1۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (سورۃ النّساء۔آیت نمبر113)
ترجمہ: اوراُس نے علم سکھایا تجھے ہراُس بات کا جو تُونہیں جانتا تھااور تجھ پراللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

بے اجازت اُس طرف نظریں اُٹھا سکتا ہے کون
وہ نہ بُلوائیں تو اُن کے در پہ جاسکتا ہے کون

خالقِ کُل ، مالکِ کُل ، رازقِ کُل ہے وہی
یہ حقائق جز شہِ بطحٰی بتا سکتا ہے کون

اک اشارے سے فلک پر چاند دو ٹکڑے ہُوا
معجزہ یہ کون دیکھے گا؟ دِکھا سکتا ہے کون

کس کی جرأت ہے نظر بھر کر اُدھر کو دیکھ لے
دیدہ وَر ہو کر بھی تابِ دید لا سکتا ہے کون

ہم نے دیکھا ہے جمالِ بارگاہِ مصطفٰے
ہم سے اِس دُنیا میں اب آنکھیں مِلا سکتا ہے کون

نام لیوا اُن کا ہے اوجِ فلک تک باریاب
کوئی یُوں اُبھرے تو پھر اُس کو دبا سکتا ہے کون

اللہ اللہ! عیدِ میلادِ نبی کا غُلغُلہ
اِس شرف ، اِس شان سے دُنیا میں آ سکتا ہے کون

بارگاہِ مصطفٰے میں یہ صحابہ کا ہجوم
اِتنے تابندہ ستارے یُوں سجا سکتا ہے کون

جن کو دُنیا میں نہیں اُن کی شفاعت پر یقیں
حشر میں اُن کو جہنّم سے بچا سکتا ہے کون

دارِ فانی میں محبت اُن کی ہے وجہِ بقا
جو نصیرؔ اُن پر مِٹا ، اُس کو مِٹا سکتا ہے کون

زمین ، چاند ، ستارے ، سلام کہتے ہیں
سلام کہتے ہیں ، سارے سلام کہتے ہیں

یمِ حیات کے دھارے سلام کہتے ہیں
سمندروں کے کنارے سلام کہتے ہیں

نظر نظر ہے تمہارے جمال پر قرباں
نظر نظر کے اشارے سلام کہتے ہیں

جنھوں نے نام لیا اُن کا ، موجِ طوفاں میں
وہ سب پہنچ کے کنارے ، سلام کہتے ہیں

نہیں ہے نزع میں جن کو کلام پر قدرت
وہ سانس ہی کے سہارے سلام کہتے ہیں

وہ ہیں رسول ، کہ اُن پر نثار بحرِ رواں
وہ ناخدا ہیں ، کہ دھارے سلام کہتے ہیں

یہ کِس کا نُور نظر آرہا ہے دریا میں
حباب سَر کو اُبھارے ، سلام کہتے ہیں

نصیؔر ! نام جب آتا ہے اُن کا ہونٹوں پر
دُرود پڑھتے ہیں ، سارے سلام کہتے ہیں

❁

خبر نہیں یہ کہاں ہُوں، کدھر ہُوں، کیا ہُوں مَیں
فدائے جلوۂ سُلطانِ انبیا ہُوں مَیں
نبی کی راہِ محبّت میں گُم ہُوا ہُوں مَیں
ہر اہلِ دل کے لیے منزلِ وفا ہُوں مَیں
اب اِس کے بعد کہاں عرضِ مُدّعا کی ہَوس
زہے نصیب، درِ شاہ پر کھڑا ہُوں مَیں
مجھے تمازتِ خورشیدِ حشر کا کیا ڈر
کہ زیرِ سایۂ دامانِ مصطفٰی ہُوں مَیں
کہاں یہ خاک کا ذرّہ، کہاں وہ نُورِ خدا
بشر کہوں نہ کہوں اُن کو، سوچتا ہُوں مَیں

مجھے بھی بادِ صبا اُس طرف اُڑا لے چل
غبار بن کے سرِ رہگزر پڑا ہُوں مَیں
وُفورِ شوق ہے پھر دل میں موجزن میرے
اگرچہ اُن کے درِ پاک پر گیا ہُوں مَیں
ازل سے اُن کی تجلّی مری نگاہ میں ہے
یہ جانتا ہُوں کہ "بس اُن کو جانتا ہُوں مَیں"
ہمیشہ فضلِ خدا سے نصیب ہوتی ہے
جو چیز اُن کے وسیلے سے مانگتا ہُوں مَیں
نصیؔر! اُن کی عنایت ہے دَم بہ دَم مجھ پر
نوازتے ہیں وہی مجھ کو، ورنہ کیا ہُوں مَیں

عرب کا مہ لقا ہے اور مَیں ہُوں
جمالِ مصطفٰے ہے اور مَیں ہُوں

یہی صبح و مسا ہے اور مَیں ہُوں
محمد ہیں ، خدا ہے ، اور مَیں ہُوں

ہے اُن سے نامہ و پیغام ہر دَم
مدینہ ہے ، صبا ہے ، اور مَیں ہُوں

غلام اُن کا ہُوں جو آقا ہیں سب کے
مِرا بختِ رسا ہے اور مَیں ہُوں

میسّر ہے مجھے کیفِ حضوری
درِ خیرالورٰی ہے اور مَیں ہُوں

پہنچ جاؤں کسی صورت مدینے
یہی اک مدّعا ہے اور مَیں ہُوں

وہی روزِ جزا ہیں میرے حامی
بس اُن کا آسرا ہے اور مَیں ہُوں

عنایت ہو شہِ بطحا کی مجھ پر
زباں پر یہ دُعا ہے اور مَیں ہُوں

ہر اک دھڑکن میں ہے نامِ محمد
مِرے دل کی صدا ہے اور مَیں ہُوں

رسولُ اللہ مجھ پر مہرباں ہیں
نصیؔر ! اُن کی عطا ہے اور مَیں ہُوں

ہم سے نہ یہ پوچھے کوئی، کیا دیکھ رہے ہیں
طیبہ ہی میں جنّت کی فضا دیکھ رہے ہیں
اُس روضۂ اطہر کی ضیا دیکھ رہے ہیں
تقدیر کو کس درجہ رسا دیکھ رہے ہیں
اب دیکھیے کس وقت توجّہ کی نظر ہو
مدّت سے اُدھر اہلِ وفا دیکھ رہے ہیں
اللہ و محمد کی رضا چاہیے ہم کو
اللہ و محمد کی رضا دیکھ رہے ہیں
دل وجد میں ہے، نُور میں ڈوبی ہوئی آنکھیں
خوش ہیں، ترا نقشِ کفِ پا دیکھ رہے ہیں
کیا حالِ دلِ زار کہوں اپنی زباں سے
جو کچھ بھی ہے محبوبِ خدا، دیکھ رہے ہیں
فُرقت کی اذیّت سے ہے جان اپنی لبوں پر
کب آتی ہے پُرسش کو قضا، دیکھ رہے ہیں
شاید کہ مدینے سے بُلاوا کوئی آئے
مدّت سے تری راہ صبا! دیکھ رہے ہیں
ذِکر اُن کا ہے محفل میں، وہ ہیں زینتِ محفل
ہم سامنے اُن کو بخدا دیکھ رہے ہیں
کِس شے سے نصیرؔ اُن کی تجلّی نہیں ظاہر
ہر سُو اُنھیں ہم جلوہ نُما دیکھ رہے ہیں

تصوّر میں اُنھیں ہم جلوہ ساماں دیکھ لیتے ہیں
محمد مصطفٰے کا رُوئے تاباں دیکھ لیتے ہیں

نگاہِ عشق سے وہ حُسنِ پنہاں دیکھ لیتے ہیں
نبی کے رُوپ میں ہم شانِ یزداں دیکھ لیتے ہیں

سفر ہو یا حَضَر، مدِّ نظر ہے گُنبدِ خَضرٰی
جمالِ مصطفٰے تا حدِّ امکاں دیکھ لیتے ہیں

نظر اُٹھتی نہیں ہے مصحفِ رُوئے محمد سے
بیاضِ نُور میں تفسیرِ قرآں دیکھ لیتے ہیں

نظر پڑ جائے شاہِ انبیا کی جن گداؤں پر
وہ اپنے زیرِ پا تختِ سُلیماں دیکھ لیتے ہیں

طوافِ گُنبدِ خَضرٰی کا جس دَم دھیان آ جائے
ہم اُس دَم وجد میں اپنے دل و جاں دیکھ لیتے ہیں

تعلّق جن کا ہو جاتا ہے نُورِ مصطفائی سے
دلوں میں اپنے روشن شمعِ ایماں دیکھ لیتے ہیں

نصیؔر! اُس آستاں پر جو پہنچ جاتے ہیں قسمت سے
اِسی عالَم میں وہ بخشش کا ساماں دیکھ لیتے ہیں

❁

خورشید سے کچھ کم نہیں وہ چشم بشر میں
ذرّے جو نظر آئے مدینے کے سفر میں

اللہ رے اشکِ غمِ احمد کی یہ جِھلمل
مہتاب جھلکتے ہیں مِرے دیدۂ تر میں

کیا مجھ کو لُبھا سکتے ہیں گردُوں کے ستارے
ہر ذرّہ مدینے کی زمیں کا ہے نظر میں

بخشی ہے جو قدرت نے مِرے اشکِ وفا کو
وہ آب کہاں ہے کسی تابندہ گُہَر میں

یہ بات ' یہ انداز کہاں اُن کو میسّر
کب ہے دلِ مضطر کی ادا برق و شرر میں

جو شَے ہے تصدّق ہے وہ محبوبِ خدا پر
کونین ہیں سرکارِ دو عالَم کے اثر میں

سُنسان ہے ' ویران ہے دُوری سے مِرا دل
جلووں سے چراغاں ہو کسی دن مِرے گھر میں

آنکھوں میں سمائے ہیں مدینے کے مناظر
آجائیں گے ہم بھی شہِ بطحا کی نظر میں

دیوانہ و بیتاب ہُوں ایسا کہ نصیؔر اب
ہروقت مدینے کا ہے سودا مِرے سَر میں

دَم بہ دَم برملا چاہتا ہُوں
عشقِ خیرالوریٰ چاہتا ہُوں

حشر میں آسرا چاہتا ہُوں
دامنِ مصطفےٰ چاہتا ہُوں

جگمگانے کو اپنا مقدّر
نُورِ غارِ حرا چاہتا ہُوں

ہر نَفَس ذکرِ شاہِ اُمَم سے
دردِ دل کی دوا چاہتا ہُوں

جان و دل کی حقیقت ہی کیا ہے؟
اُن کو اِن سے سِوا چاہتا ہُوں

آ گیا مصطفےٰ کی گلی میں
کیا کہوں اور کیا چاہتا ہُوں

جن کی طاعت ہے طاعت خدا کی
اُن کی ہر دَم رضا چاہتا ہُوں

کم نہیں عشقِ شاہِ مدینہ
پھر بھی مَیں انتہا چاہتا ہُوں

کھینچتی ہے ہوائے مدینہ
مَیں نصیؔر اب اُڑا چاہتا ہُوں

❁

جدا ہُوا مِری آنکھوں سے اُن کا نُور کہاں
دل و نگاہ سے جلوے نبی کے دُور کہاں

نگارِ عرش کہاں ہے کلیمِ طُور کہاں
پہنچ گئے شبِ اسریٰ مِرے حضور کہاں

جو چشمِ ساقیِ کوثر سے فیض یاب نہیں
نصیب ہے اُسے جامِ مئے طَہُور کہاں

ہزار رشک ہیں جنّت کو ارضِ طیبہ پر
یہ انبساط ، یہ تسکین ، یہ سُرور کہاں

جسے نصیب ہوئی دیدِ روضۂ اطہر
رسولِ پاک کی رحمت سے ہے وہ دُور کہاں

نگاہ وادیٔ ایمن میں کیوں بھٹکتی پھرے
کہاں مدینے کا عالَم، جہانِ طُور کہاں

یہ کہہ کے حشر میں ہر اُمّتی پکارے گا
مِرے حُضور کہاں ہیں، مِرے حُضور کہاں

یہاں ہے جسم، مگر رُوح ہے وہاں میری
نظر سے دُور مدینہ ہے، دل سے دُور کہاں

دُعا یہ کی ہے کہ اُس دَر پہ پھر رسائی ہو
لرز رہا ہُوں یہ عاصی کہاں، حُضور کہاں

وہ ذات، زینتِ افلاک و صبح گاہِ ازل
کہاں کا نُور تھا، لیکن ہُوا ظُہور کہاں

نصؔیر! اُن کے تصوّر سے دل کو روشن کر
تری نگاہ کو تابِ شعاعِ نُور کہاں

مَیں کہاں، وہ سرزمینِ شاہِ بحر و بر کہاں
اُن کے نقشِ پا پہ سجدہ کر سکے وہ سَر کہاں

اِس سے بہتر، اِس سے برتر، اِس سے بڑھ چڑھ کر کہاں
دلربائی میں جوابِ گُنبدِ اخضر کہاں

آ گئی ہے یاد اُن کی، لے اُڑا ہے جذبِ شوق
اب ٹھہر سکتا ہے پہلو میں دلِ مضطر کہاں

ہو چراغاں لاکھ، لیکن ظلمتیں مِٹتی نہیں
اُن کا جلوہ ہی نہ ہو جس میں، وہ روشن گھر کہاں

چاہتا ہوں، زندگی گزرے دیارِ پاک میں
شوق وارفتہ سہی، ایسا مقدّر پر کہاں

یا محمد کہہ کے، عاصی حشر میں چُپ ہوگئے
گُفتگو کی تاب، پیشِ داورِ محشر کہاں

اُن کی الفت میں نہیں گنجائشِ چون و چرا
کفر ہے اِس راہ میں کب، کیسے، کیا، کیوں کر، کہاں

راہِ عشقِ مصطفےٰ میں ذوق ہے زادِ سفر
رہرووں کے پاس کوئی بوریا، بستر، کہاں

طائرِ دل سُوئے عصیاں لاکھ پر مارے، مگر
دامِ رحمت سے بھلا یہ جائے گا بچ کر کہاں

سنگِ اسود ہے نصیؔر اپنی جگہ اپنا جواب
زینتِ دیوارِ کعبہ یُوں کوئی پتھّر کہاں

❁

وہ دن بھی آئیں گے، ہوگی بسر مدینے میں
ہمارے گزریں گے شام و سحر مدینے میں

دُعائے دل کے لیے ہے اثر مدینے میں
ہمارے درد کا ہے چارہ گر مدینے میں

نہیں کہاں پہ خدا و رسول کے جلوے
اِدھر تو مکّے میں ہیں اور اُدھر مدینے میں

کُھلے نصیب ہمارا بھی مثلِ بادِ صبا
رسائی روز ہو وقتِ سحر مدینے میں

کسی دیار کی جانب بس اب نہ اُٹھّے گی
ٹھہر گئی ہے ہماری نظر مدینے میں

درِ رسول پہ جاؤں ' وہیں کا ہو جاؤں
یہ چاہتا ہُوں ' رہوں عُمر بھر مدینے میں

دل و نگاہ میں اب تک ہے ایک کیف و سُرور
سکون کے تھے وہ آٹھوں پَہَر مدینے میں

یہ آرزو تھی کہ یُوں زندگی بسر کرتے
شب اپنی مکّہ میں ہوتی ' سحر مدینے میں

مُحِب ، حبیب سے ہرگز جدا نہیں ہوتا
خدائے پاک ہے خود جلوہ گر مدینے میں

نصیؔر! نقشِ کفِ پائے مصطفٰے کے سبب
تمام ذرّے ہیں لعل و گُہَر مدینے میں

❁

راستے صاف بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اہلِ دل گیت یہ گاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آنکھ رہ رہ کے اُٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کہکشاں ' راہگزر ' چاند ' ستارے ' ذرّے
سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اپنے شہکار پہ خلاّقِ دو عالَم کو ہے ناز
انبیا جُھومتے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اہلِ ایماں کے لبوں پر ہے دُرود اور سلام
یومِ میلاد مناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دل کو جلووں کی طلب، آنکھ کو طیبہ کی لگن
دیکھیے مجھ کو بُلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کی آمد کے پیامی ہیں صبا کے جھونکے
پھول شاخوں کو ہلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

بول بالا ہُوا حق کا تو بُتانِ باطل
خانۂ کعبہ سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

رہگزر میں نظر آنے لگے ہر سُو جلوے
ذرّے رہ رہ کے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

مرحبا، صلِّ علیٰ کی ہیں صدائیں لب پر
لوگ صدقے ہوئے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کے جلووں سے نِکھرنے لگی دل کی رونق
میری تقدیر جگاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

چاند تاروں میں نصؔیر آج بڑی ہلچل ہے
یہی آثار بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

❁

خُدا کے فضل کا اک شاہکار ہم بھی ہیں
گدائے سیّدِ عالی وَقار، ہم بھی ہیں

ازل سے محوِ تماشائے یار ہم بھی ہیں
جمالِ شاہِ اُمَم پر نثار ہم بھی ہیں

ضیائے ماہِ عرب سے ہے اپنا دل روشن
چراغِ طُور کے آئینہ دار ہم بھی ہیں

زمانہ طالبِ خیراتِ لُطف ہے اُن سے
پُکار اے دلِ مضطر پُکار! "ہم بھی ہیں"

بہ حقِّ چادرِ زھرا اِدھر بھی ایک نظر
غبارِ راہ میں اے شہسوار! ہم بھی ہیں

اِس ایک بات پہ ہے فخر ہم فقیروں کو
کہ اُن کے اُمتّیوں میں شمار ہم بھی ہیں

حُضُور! ہم کو بھی بُلوائیے مدینے میں
لیے ہُوئے دلِ بے اختیار ہم بھی ہیں

یہ کس کریم کا دَر ہے، شہانِ وقت، جہاں
پُکارتے ہیں کہ اُمّیدوار ہم بھی ہیں

ہمارا دھیان بھی طیبہ کے قافلے والو!
رواں دواں پسِ گرد و غبار ہم بھی ہیں

نظر جو اُن کی ہوئی ہم خزاں نصیبوں پر
تو پھر کہیں گے کہ رشکِ بہار ہم بھی ہیں

ہمیں بھی آپ سے اُمّید ہے شفاعت کی
اُٹھائے سَر پہ گناہوں کا بار ہم بھی ہیں

صبا سے کہہ دو کہ جالی کو چُومنے کے لیے
بس ایک تُو ہی نہیں بے قرار، ہم بھی ہیں

جو پُل صِراط پہ ہم پر بھی پڑ گئی وہ نظر
تو پھر نصیرؔ سمجھ لو کہ پار ہم بھی ہیں

❁

پیش خیمہ ہیں تلاطم کا یہ دو چار آنسو
حشر ڈھائیں گے بہ یادِ شہِ ابرار آنسو
میری آنکھوں میں مچلتے نہیں بے کار آنسو
داستاں ہجرِ نبی کی ہیں یہی چار آنسو
رحم فرمائیں گے اِن سب پہ شفیعِ محشر
جب ندامت سے بہائیں گے گنہگار، آنسو
ضبطِ گریہ سے زیارت کا کُھلے گا منظر
دمِ دیدار بنے جاتے ہیں دیوار، آنسو
رُوئے محبوبِ خدا کی جو مجھے یاد آئی
چمکے آنکھوں میں برنگِ دُرِ شہوار، آنسو
ہم غریبوں کی یہی نذر، یہی سرمایہ
پیش کر دیں گے پہنچ کر سرِ دربار، آنسو
احترامِ غمِ سرکار کے زنجیری ہیں
حلقۂ چشم میں رہتے ہیں گرفتار آنسو

سوزِ فرقت سے سُلگ اُٹھتی ہیں آنکھیں میری
شدّتِ غم سے نہ ہو جائیں شرر بار آنسو

دیکھیے عشقِ محمد میں گریباں کی بہار
کھینچتے رہتے ہیں کیا کیا "خطِ گُلزار" آنسو

اپنے دامن میں سمیٹیں گے فرشتے اُن کو
میری آنکھوں سے بہے جو پئے سرکار آنسو

یہ بھی ہے عرضِ تمنّا کا اک انداز نصیؔر
شاہِ کونین کے غم میں نہیں بے کار آنسو

❁

دیکھ اے دل! یہ کہیں مُژدہ کوئی لائی نہ ہو
اُس دیارِ پاک سے چل کر صبا آئی نہ ہو

راہِ طیبہ میں خیالِ ہوش و دانائی نہ ہو
کیا سفر کا لُطف جب تک بے خودی چھائی نہ ہو

اُن کا جلوہ ہو، ہمارے قلب کا آئینہ ہو
اور کوئی دُوسری صورت سے رعنائی نہ ہو

دل نے جب حُسنِ عقیدت سے کیا ہے اُن کو یاد
غیر ممکن ہے کہ اب اِس کی پزیرائی نہ ہو

نسبتِ شاہِ مدینہ کر گئی دل کو غنی
مَیں گدائی میں بھلا، قسمت میں دارائی نہ ہو

اے مرے دل ! تیری رونق ہے جمالِ مصطفےٰ
عالمِ فانی کے جلووں کا تماشائی نہ ہو

کیا خبر اُس کو کہ مستی عشق کی ہے چیز کیا
میرے ساقی نے جسے آنکھوں سے پلوائی نہ ہو

اُلفتِ خیرالوریٰ میں رات دن رہتا ہُوں گُم
کون سا دَم ہے کہ جس دَم اُن کی یاد آئی نہ ہو

لے چلے ہو اے فرشتو ! جس کو دوزخ کی طرف
دیکھ لو پھر غور سے ، یہ اُن کا شیدائی نہ ہو

ہے وہ دیوانہ ، جو دیوانہ محمد کا نہیں
ہے وہ سودائی ، محمد کا جو سودائی نہ ہو

کل بَھلا محشر میں پہچانے گا کون اُس کو نصیرؔ
قبر میں جس کی محمد سے شناسائی نہ ہو

اِس خدائی میں دِکھاؤ جو کہیں کوئی ہو
غیر ممکن ہے محمد سا حسیں کوئی ہو

تخت پر ہو کہ سرِ فرشِ زمیں کوئی ہو
ہیں کرم سب پہ رسالت کے ، کہیں کوئی ہو

با ادب سرورِ کونین کے دَر پر آئے
شاد ہو جائے گا دَم بھر میں ، حزیں کوئی ہو

جب لیا نام شہِ کون و مکاں کا مَیں نے
یُوں لگا جیسے مِرے دل کے قریں کوئی ہو

آنکھ جھپکی کہ محمد کی سواری اُتری
خانۂ دل نے جو چاہا کہ مکیں کوئی ہو

سایۂ دامنِ محبوبِ خدا کی خاطر
آئے گا حشر میں ، وہ گوشہ نشیں کوئی ہو

ذرّے ذرّے میں نظر آئے گا اللہ کا دَر
لائقِ سجدہ گزاری تو جبیں کوئی ہو

عام ہے سیّدِ عالَم کا زمانے پہ کرم
نام لیواؤں پہ موقوف نہیں ، کوئی ہو

ہم ہیں اور اُن کی عنایات کا اِقرار نصیؔر
نعت لکھنی ہے ، زباں کوئی ، زمیں کوئی ہو

گُلزارِ مدینہ صلِّ علیٰ ، رحمت کی گھٹا سبحانَ اللہ
پُر نورفضا ماشاءَ اللّہ ، پُر کیف ہَوا سبحانَ اللہ

اُس زلفِ معنبر کو چُھو کر مہکاتی ہوئی ، اِتراتی ہوئی
لائی ہے پیامِ تازہ کوئی ، آئی ہے صبا سبحانَ اللہ

والشّمس جمالِ ہوش رُبا زُلفیں وَالّیلِ اِذا یَغْشٰی
القابِ سیادت قراں میں یٰسیں ، طٰہٰ ، سبحانَ اللہ

معراج کی شب حضرت کا سفر افلاک کی رونق سَر تا سَر
مہتاب کی صورت روشن ہے نقشِ کفِ پا سبحان اللہ

جب بہرِ شفاعت محشر میں سرکار کا شُہرہ عام ہُوا
اک لہر خوشی کی دوڑ گئی، اُمّت نے کہا سبحان اللہ

ہونٹوں پہ تبسّم کی موجیں، ہاتھوں میں لیے جامِ رحمت
کوثر کے کنارے وہ اُن کا اندازِ عطا سبحان اللہ

آنکھیں روشن، پُر نور نظر، دل نعرہ زناں، جاں رقص کُناں
تاثیرِ دُعا اللّٰہ اللّٰہ پھر اُن کی دُعا، سبحان اللہ

بُوبکر کا حُسنِ صدقِ بیاں، عدلِ عمر آئینِ قرآں
عثمانِ غنی میں رنگِ حیا، حیدر کی سخا سبحان اللہ

کہنے کو تو نعتیں سب نے کہیں، یہ نعت نصؔیر آفاقی ہے
"کتھے مہرِ علی کتھے تیری ثنا" کیا خُوب کہا، سبحان اللہ

❁

اک نُور کا عالَم ہر ساعت ہے جلوہ نُما سبحان اللہ
روضے کی تجلّی کیا کہنا، گُنبد کی فضا سبحان اللہ

یہ اُن کے کرم سے دُور نہیں ظلمت کدۂ دل روشن ہو
جو شمس و قمر کو دیتے ہیں خیراتِ ضیا سبحان اللہ

یہ شیوۂ جُود ہے سب سے جدا، یہ شانِ کرم ہے سب سے الگ
وہ جھولیاں بھرتے ہیں سب کی، خود دے کے صدا سبحان اللہ

سُلطانِ دو عالَم کی ہستی بے مثل بھی ہے، لاثانی بھی
ایک ایک نظر صد لُطف و کرم، ایک ایک ادا سبحان اللہ

اُس ذاتِ مقدّس کی اُلفت، تکمیل ہے دین وایماں کی
اُس نُورِ مجسّم کا سر میں سودائے وفا سبحانَ اللہ

قرآں میں ازواجِ نبوی اُمّت کی مقدّس مائیں ہیں
اَبناء و بَنات سر آنکھوں پر، شانِ زہرا سبحانَ اللہ

ہے چاروں طرف اِس دُنیا میں شہرت اِن کی، چرچا اِن کا
بُوبکر و عمر عثمان و علی، اُن کے خُلَفا سبحانَ اللہ

وہ ذات نصیؔر اِس دنیا میں بے مثل کچھ ایسی پائی گئی
حیرت سے پکار اُٹھی ساری مخلوقِ خدا، سبحانَ اللہ

❁

عشقِ شہِ بطحا جو بڑھا اور زیادہ
ہو جائیں گے شاد اہلِ وفا اور زیادہ

برسے تری رحمت کی گھٹا اور زیادہ
اے دستِ عطا! جُود و سخا اور زیادہ

اُس زلفِ معنبر کو کبھی اِس نے چُھوا تھا
اِترانے لگی بادِ صبا اور زیادہ

عشقِ شہِ ابرار ہے خالق سے محبّت
خوش ہوتا ہے بندے سے خدا اور زیادہ

آقا کے پسینے کی مہک اِس میں رچی ہے
مہکے گی مدینے کی فضا اور زیادہ

حاصل رہے اللہ کے محبوب کی اُلفت
انسان کو مطلوب ہو کیا اور زیادہ

ہر آن تجلّی ہو تری دیدہ و دل میں
روشن رہیں ایوانِ وفا اور زیادہ

کھولو تو محمد کے لیے دل کا دریچہ
آئے گی مدینے کی ہَوا اور زیادہ

اُٹھتی ہے نصیرؔ اُن کی نظر جب کسی جانب
ہو جاتا ہے لوگوں کا بھَلا اور زیادہ

❁

توقّعات سے بڑھ کر تو ہر طلب سے زیادہ
کرم نبی کا ہے انسانیت پہ سب سے زیادہ

عظیم رأفت و رحمت میں ہیں وہ سب سے زیادہ
کوئی کریم نہیں سیّدُالعرب سے زیادہ

شفیعِ روزِ قیامت کا بھی جواب نہیں ہے
گناہگار کو مِلتی ہے بھیک سب سے زیادہ

وہ راہِ منزلِ طیبہ، وہ رات دن کی مسافت
تعَب میں لُطف مِلا ہے مجھے، طرب سے زیادہ

وجودِ عالِم اسباب کا سبب ہے ' مُسبّب
کہ اختیار مسبّب میں ہے سبب سے زیادہ
خداگواہ ! دو عالَم میں بعدِ ذاتِ الٰہی
ادب نہیں ہے کوئی شاہ کے ادب سے زیادہ
نبی کے حکم کی تعمیل جان و دل سے کرو تم
ہے ارتفاع یہی رفعتِ نَسَب سے زیادہ
جدائی قُرب کے بعد اور پھر طویل تر اِتنی
کوئی سبب نہیں غم کا اِس اک سبب سے زیادہ
نصیؔر ! شکر ادا کر سکوں ، مجال یہ کب ہے
دِیا حضور نے مجھ کو مِری طلب سے زیادہ

❁

سُکوں ہے ہجر میں تاراج یا رسولَ اللہ
نہ کل تھا اور نہ ہے آج یا رسولَ اللہ
فلک کے سر کا ہو تم تاج یا رسولَ اللہ
تمہیں ہو صاحبِ معراج یا رسولَ اللہ
تمہاری ایک اچٹتی نظر پڑی جس پر
وہ ذرّہ ہو گیا پُکھراج یا رسولَ اللہ
نَفَس نَفَس ہیں دُرود و سلام کے ہدیے
یہی ہے کام ' یہی کاج یا رسولَ اللہ
وہ شاہِ وقت ہو' حاکم ہو یا رئیس کوئی
جو ہے تمہارا ہے محتاج یا رسولَ اللہ

بجز تمہارے ، کسے عرش پر ملی مَسنَد
کسے نصیب یہ معراج ، یا رسولَ اللہ

کُھل اُس پہ رحمتِ ربِّ غفور ، ناممکن
پکارتا نہیں جو آج "یا رسولَ اللہ"

زمیں ہے تابعِ فرماں ، فلک ہے زیرِ نگیں
کہاں تمہارا نہیں راج یا رسولَ اللہ

گناہگار ہُوں روزِ جزا کا ڈر ہے مجھے
تمہارے ہاتھ ہے اب لاج یا رسولَ اللہ

خدا رسی کے قرائن نگاہ میں آئے
تمہاری ذات ہے منہاج یا رسولَ اللہ

کہاں یہ تاب کہ دُوری تمہارے دَر سے ہو
نہیں اُٹھے گا نصیؔر آج یا رسولَ اللہ

❁

نہیں کونین میں کوئی سہارا یا رسولَ اللہ
تمہارے ہی کرم پر ہے گزارا یا رسولَ اللہ

یہی ایمان ہے سب کا ، ہمارا یا رسولَ اللہ
نہیں تم سے زیادہ کوئی پیارا یا رسولَ اللہ

تمہاری ناخدائی کا جو منکر ہو ، وہ کافر ہے
لگا دو پار تم بیڑا ہمارا یا رسولَ اللہ

گِھرا ہُوں وَرطۂ دریائے غم میں ایک مدّت سے
نہیں مِلتا سفینے کو کنارا یا رسولَ اللہ

بُلا لو اپنے دیوانے کو جب چاہو مدینے میں
بہت ہے بس تمہارا اک اشارا یا رسولَ اللہ

پُھنکا جاتا ہُوں سوزِ غم سے بس اب مہربانی ہو
نہیں ہے اب غمِ دُوری گوارا یا رسولَ اللہ

مِرے آقا! اِدھر بھی اک نگاہِ لُطف ہو جائے
چمک اُٹّھے مِری قسمت کا تارا یا رسولَ اللہ

تمہاری ہی عنایت ہے عنایت، دونوں عالَم میں
تمہارا ہی سہارا ہے سہارا ، یا رسولَ اللہ

بچالو اِس کے فتنوں سے، نکالو اِس کے چکّر سے
مجھے اِس گردشِ دوراں نے مارا یا رسولَ اللہ

جو مخفی ہے مِرے دل میں، مقدّر میں، مَشیّت میں
وہ سب کچھ آپ پر ہے آشکارا یا رسولَ اللہ

سمیٹے گا خزانے دین و دنیا کے وہی، جس نے
تمہارے سامنے دامن پسارا یا رسولَ اللہ

نصیؔر غمزدہ پر بھی عنایت ہو، نوازش ہو
دُہائی دے رہا ہے غم کا مارا یا رسولَ اللہ

❁

قیامت ہے اب انتظارِ مدینہ
الٰہی ! دِکھا پھر دیارِ مدینہ

مِری رُوح آئینہ دارِ مدینہ
مِرے دیدہ و دل نثارِ مدینہ

اِسی آرزو میں مِٹا جا رہا ہُوں
مِری خاک ہو ہمکنارِ مدینہ

شفاعت مسلّم ، جو مِل جائے مجھ کو
پئے دفن ، قُرب و جوارِ مدینہ

سِتم کا نشانہ مِری زندگی ہے
کرم کی نظر شہریارِ مدینہ

مُعطّر ہوئی جاں ، کِھلا غنچۂ دل
چلی جب نسیمِ بہارِ مدینہ

یہ دُوری نہیں ، حدِّ پاسِ ادب ہے
اِدھر مَیں ، اُدھر تاجدارِ مدینہ

پیا تھا بس اک جام اُس میکدے سے
نہیں ٹوٹتا اب خُمارِ مدینہ

تصوّر میں ہے آمد و رفت شہ کی
کھڑا ہُوں سرِ رہگزارِ مدینہ

اُسے مِل گئی دین و دُنیا کی دولت
ہُوا دل سے جو خواستگارِ مدینہ

لگا لُوں گا آنکھوں میں سُرمہ سمجھ کر
اگر ہاتھ آئے غبارِ مدینہ

اُبھرنے کو ہیں سبز گُنبد کے جلوے
ذرا صبر! اے بے قرارِ مدینہ

نصیؔر اپنی کوشش نہیں کام آتی
بُلاتے ہیں خود تاجدارِ مدینہ

❁

عکسِ رُوئے مصطفٰے سے ایسی زیبائی مِلی
کِھل اُٹھا رنگِ چمن ، پُھولوں کو رعنائی مِلی

سبز گُنبد کے مناظر دیکھتا رہتا ہُوں مَیں
عشق میں چشمِ تصوّر کو وہ گیرائی مِلی

جس طرف اُٹّھیں نگاہیں محفلِ کونین میں
رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیں کی جلوہ فرمائی مِلی

ارضِ طیبہ میں میسّر آ گئی دو گز زمیں
یُوں ہمارے مُنتشر اجزا کو یکجائی مِلی

اُن کے قدموں میں ہیں تاج و تختِ ہفت اقلیم کے
آپ کے ادنیٰ غلاموں کو وہ دارائی مِلی

بحرِ عشقِ مصطفٰے کا ماجرا کیا ہو بیاں
لُطف آیا ڈوبنے کا ، جتنی گہرائی مِلی

چادرِ زہرا کا سایہ ہے مِرے سَر پر نصؔیر
فیضِ نسبت دیکھیے ، نسبت بھی زَہرائی مِلی

دل ہُوا جس وقت یک سُو، جب بھی تنہائی مِلی
ہم کو محبوبِ خدا کی جلوہ آرائی مِلی

سلسبیل و کوثر و تسنیم، مولا کا کرم
ہر قدم پر حشر میں ہم کو پزیرائی مِلی

آنکھ کھولی تھی جنھوں نے شرک کے ماحول میں
ایسے اندھوں کو بھی اُن کے در سے بینائی مِلی

ہو سکی حاصل نہ جس کو نسبتِ خیرالوریٰ
دو جہاں میں اُس سِیہ قسمت کو رُسوائی مِلی

اللّٰہ اللّٰہ، یہ نگاہِ مصطفٰے کا معجزہ
سنگ ریزے بول اُٹھے، اُن کو گویائی مِلی

اُن کے صدقے میں ملا کیا کچھ نہ خالق سے ہمیں
علم و حکمت ہاتھ آئے، فہم و دانائی مِلی

ہم ہُوئے کچھ اور گُم اُن کے تصوّر میں نصیؔر
جس گھڑی فرصت مِلی، جس وقت تنہائی مِلی

تھی جس کے مقدّر میں گدائی ترے در کی
قدرت نے اُسے راہ دکھائی ترے در کی
ہر وقت ہے اب جلوۂ نمائی ترے در کی
تصویر ہی دل میں اُتر آئی ترے در کی

ہیں ارض و سماوات تری ذات کا صدقہ
محتاج ہے یہ ساری خدائی ترے در کی
انوار ہی انوار کا عالَم نظر آیا
چلمن جو ذرا مَیں نے اُٹھائی ترے در کی
مشرب ہے مِرا تیری طلب، تیرا تصوّر
مسلک ہے مِرا، صِرف گدائی ترے در کی
دَر سے ترے، اللہ کا در ہم کو مِلا ہے
اِس اَوج کا باعث ہے رسائی ترے در کی
اِک نعمتِ عُظمٰی سے وہ محروم رہے گا
جس شخص نے خیرات نہ پائی ترے در کی
مَیں بُھول گیا نقش و نگارِ رُخِ دُنیا
صورت جو مِرے سامنے آئی ترے در کی
تازیست ترے در سے مِرا سَر نہ اُٹھے گا
مَر جاؤں تو ممکن ہے جدائی ترے در کی
صد شکر کہ مَیں بھی ہُوں بِھکاری ترے در کا
صد فخر کہ حاصل ہے گدائی ترے در کی
پھر اُس نے کوئی اور تصوّر نہیں باندھا
ہم نے جسے تصویر دِکھائی ترے در کی
ہے میرے لیے تو یہی معراجِ عبادت
حاصل ہے مجھے ناصیہ سائی ترے در کی
آیا ہے نصیؔر آج تمنّا یہی لے کر
پلکوں سے کیے جائے صفائی ترے در کی

بحضور ! آپ کا رُتبہ نہ پا سکا کوئی
نبی تو ہیں ، نہیں محبوب آپ سا کوئی

مدد کو پہنچو ! کہ راہوں میں کھو گیا کوئی
تمھیں پُکار رہا ہے شکستہ پا کوئی

مدینے آکے نہ ارمان رہ گیا کوئی
نہ آرزو ہے ، نہ حسرت ، نہ مدّعا کوئی

مثالِ ابرِ بہاراں برس گیا سب پر
تمہارے فیض و کرم کی ہے انتہا کوئی؟

حُروف ، عجز کا اقرار کرنے لگتے ہیں
لکھے گا نعتِ رسولِ انام ، کیا کوئی

رہِ نبی میں بس اک مَیں ہُوں اور اُن کا جمال
نہ ہمنفس ، نہ مصاحب ، نہ آشنا کوئی

شفیعِ حشر ہیں ، اُمّت کو بخشوا لیں گے
نہ ہو گا آگ کا ایندھن بُرا ، بَھلا کوئی

یہ کہہ کے رُک گئے سدرہ پہ جبرئیلِ امیں
نہیں عُروجِ محمد کی انتہا کوئی

اُنھوں نے اپنوں پرایوں کی جھولیاں بھر دیں
کرم سے اُن کے نہ محروم رہ گیا کوئی

چلی ہے زلفِ رسولِ انام کو چھو کر
پہنچ سکے ترے رُتبے کو ، کب صبا ! کوئی

وہ ذاتِ پاک ہے اپنی صفات میں یکتا
نہ اُن سا اب کوئی ہو گا ، نہ ہے ، نہ تھا کوئی

کرم کی بھیک ملے اِس کو یا رسول اللہ!
نہیں نصیرؔ کا اب اور آسرا کوئی

سوچا ہے اب مدینے جو آئیں گے ہم کبھی
اُٹھ کر درِ نبی سے نہ جائیں گے ہم کبھی

یُوں اُن کے دَر پہ ہوش گنوائیں گے ہم کبھی
کھوئے تو خود کو ڈھونڈ نہ پائیں گے ہم کبھی

اے گردشِ زمانہ ! ستا لے ہمیں ، مگر
وہ دن بھی آئے گا کہ ستائیں گے ہم کبھی

آئیں گے وہ ضرور بصد شانِ التفات
گھی کے چراغ گھر میں جلائیں گے ہم کبھی

اُن کا جمال ہو گا نگاہوں کے سامنے
آئینہ زندگی کا بنائیں گے ہم کبھی

اُمّی لقب نے ہم کو جو آ کر پڑھا دیا
تا زیست وہ سبق نہ بُھلائیں گے ہم کبھی

ہر اشک اُن کے ہجر میں ہو گا لُہو ترنگ
عشق و وفا کی جوت جگائیں گے ہم کبھی

ہر سُو اُٹھے گا صلِّ علیٰ ، مرحبا کا شور
یُوں دل کی انجمن کو سجائیں گے ہم کبھی

کچھ تو نصیؔر ہوگا صِلہ عشق و آہ کا
کچھ تو وفا کی راہ میں پائیں گے ہم کبھی

ہوتے نہ جلوہ گر جو شہِ مُرسلیں کبھی
ہوتا نہ دین، خاتَمِ دل کا نگیں کبھی

گزرے تھے ہنس کے خواب میں وہ بالیقیں کبھی
چمکی تھی برقِ ناز ہمارے قریں کبھی

جو رحمتِ تمام کو اپنا بنا سکیں
اُن اشکہائے غم سے بھگو آستیں کبھی

جو جُھک گئی خدا کے درِ حق مآب پر
باطل کے سامنے نہ جُھکی وہ جبیں کبھی

وہ تو گناہ گاروں پہ ہیں مائلِ کرم
اُن کو پکارتے نہیں دل سے ہمیں کبھی

اُس آستاں کی عظمت و رفعت کو چھو سکے
اِتنا بُلند ہو تو مذاقِ جبیں کبھی

دیکھا نہ آپ نے جو عنایت کی راہ سے
مسرور ہو سکے گا نہ قلبِ حزیں کبھی

ممکن نہیں کہ جلوہ نہ اُن کا جِلو میں ہو
دل میں جلا کے دیکھ چراغِ یقیں کبھی

چھینٹا پڑا نہ جس پہ کوئی اُن کے لُطف کا
پُھولی پَھلی نصیؔر نہ ایسی زمیں کبھی

ہزار بار ہوئی عقل نکتہ چیں پھر بھی
درِ حضور پہ جُھکتی رہی جبیں پھر بھی

مِلی دلیل ' نہ لایا مگر یقیں پھر بھی
رہا رسول پہ بُوجہل نکتہ چیں پھر بھی

چراغِ دینِ متیں کو بُجھا سکا نہ کوئی
مخالفت میں ہوائیں بہت چلیں ، پھر بھی

فلک کو ناز سہی اپنی سر بُلندی پر
بُلند تر ہے مدینے کی سرزمیں پھر بھی

گناہگار ہُوں ' لیکن یہ ہے یقین مجھے
کرم کریں گے شہنشاہِ مُرسَلیں پھر بھی

رواں ہے گرچہ ترقّی کی راہ پر دُنیا
بغیرِ عشقِ نبی مطمئن نہیں پھر بھی

یہ کہہ کے مَیں درِ سرکار سے ہُوا رُخصت
خدا کرے ہو مری حاضری یہیں پھر بھی

ہزار فتنے اُٹھے ' لاکھ شورشیں اُبھریں
رہا مقام پر اپنے شعورِ دیں پھر بھی

ہزار ذوقِ سماعت سے ہو تہی انساں
ہر ایک قولِ رسالت ہے دلنشیں پھر بھی

وہ اہلِ ذوق ' کہاں رہ گئے زمانے میں
نصیؔر جیسے مِلیں گے کہیں کہیں پھر بھی

دمبدم تیری ثنا ہے یہ بھی
دل دھڑکنے کی صدا ہے یہ بھی

چاند ' اسریٰ کی سرِ راہ دلیل
تیرا نقشِ کفِ پا ہے یہ بھی

نگہِ لُطف سے دشمن ' ہوئے دوست
شانِ رحمت کی ادا ہے یہ بھی

اچھّے اُس کے ہیں ' بُرے میرے ہیں
کملی والے نے کہا ہے یہ بھی

شافعِ حشر وہ ہیں ' مَیں عاصی
وہ بھی برحق ہے ' بجا ہے یہ بھی

رات دن گُنبدِ خضریٰ دیکھوں
رات دن ایک دُعا ہے یہ بھی

نعت کو حاصلِ ایماں سمجھا
اس طرح ذکرِ خدا ہے یہ بھی

کعبۂ جاں ہے درِ ختمِ رُسُل
سَر جُھکا لُوں تو روا ہے یہ بھی

کون روکے دلِ مضطر کو نصیرؔ
اب تو ہاتھوں سے چلا ہے یہ بھی

دُور ہُوں اُن سے ، سزا ہے یہ بھی
پاس ٹھہروں تو خطا ہے یہ بھی

اہلِ نسبت کو وہ پہچانتے ہیں
میرے مولا کی عطا ہے یہ بھی

اور کیا نکہتِ فردوسِ بریں
بس مدینے کی ہَوا ہے یہ بھی

اُن کا جلوہ نظر آ جائے گا
حشر میں ایک مزا ہے یہ بھی

ایک دُنیا مجھے پہچانتی ہے
نعت گوئی کا صِلا ہے یہ بھی

وہ مِرے دل ہی نہیں ، جان بھی ہیں
مَیں نے محسوس کیا ہے یہ بھی

غم تو ہے عشقِ نبی میں حاصل
شکر کر! شکر کی جا ہے یہ بھی

ہوش کھو بیٹھے نصیؔر اہلِ نظر
دیکھ لینے کی ادا ہے یہ بھی

بادشاہی ماہ سے ہے تا بہ ماہی آپ کی
یہ زمیں ، یہ چاند ، دیتے ہیں گواہی آپ کی

آپ ہیں نُورِ ازل ، محبوبِ ربِّ کائنات
جان و دل ، ارض و سما پر بادشاہی آپ کی

غیر ممکن ہے کسی سے آپ کی مدح و ثنا
ہے ثنا خواں آپ جب ذاتِ الٰہی آپ کی

کی امامت انبیا کی آپ نے معراج میں
مان لی اک اک نبی نے سربراہی آپ کی

کثرتِ عصیاں سے نادم ہُوں ، نہیں مایوس مَیں
ڈھال ہے میرے لیے عالَم پناہی آپ کی

اک نگاہِ لُطف سے سب کام میرے بن گئے
حشر میں کام آئی میرے ، خیر خواہی آپ کی

بے نیازِ مال و منصب ہے نصیؔرِ سیر چشم
آپ کے خادِم کو کافی ہے دُعا ہی آپ کی

جو اویس کا ہے معاملہ نہ سہی، اک اُن کی لگن تو ہے
مرے روبرو تو نہیں ہیں وہ، مگر اُن سے رُوئے سخن تو ہے

دِل باشعور ہے منہمک، رُخِ مصطفٰے کے خیال میں
مِرا ذہن جس سے دمک اُٹھا، یہی روشنی کی کرن تو ہے

رہِ عشق طے کروشان سے، سرو چشم سے، دل و جان سے
یہ درِ نبی کی مسافرت ہے، زہے نصیب! کٹھن تو ہے

جو نبی کے در کا گدا ہُوا، وہی باخُدا بخدا ہُوا
کوئی بندگی کی ادا تو ہے، کوئی زندگی کا چلن تو ہے

یہ درست، آج جدا ہُوں مَیں، دل و جاں سے اُس پہ فدا ہُوں مَیں
مِری خاک، میرا خمیر ہے، یہ مدینہ میرا وطن تو ہے

ترے دَر پہ جھُومتا جاؤں گا، مِرے پاس جو ہے لُٹاؤں گا
نہیں تخت و تاج، تو غم نہیں، مِرا تن تو ہے مِرا من تو ہے

وہ شکیل بھی ہو، وجیہہ بھی، وہ ہو مصطفٰے کی شبیہ بھی
کوئی اِس مقام کا ہو نہ ہو، مِرا جَد، امامِ حسن تو ہے

یہی نعت ہے جو نصیؔر کی، وہ صدا ہے اُس کے ضمیر کی
چلو وہ خدائے سخن نہیں، کہو نا خدائے سخن تو ہے

❁

ہم گنہ گاروں کو سرکار سنبھالے ہوں گے
حشر میں اُن کی شفاعت کے حوالے ہوں گے

نُور آنکھوں میں تو چہروں پہ اُجالے ہوں گے
مصطفےٰ والوں کے انداز نرالے ہوں گے

شافعِ حشر کی رحمت اُنہیں دھو ڈالے گی
جو ورق دفترِ اعمال کے کالے ہوں گے

نزع میں اُن کے تصوّر سے مقدّر چمکا
قبر میں اب تو اُجالے ہی اُجالے ہوں گے

نکتہ چیں شانِ رسالت کے، چُھپے مُوذی ہیں
آستینوں میں کبھی سانپ تو پالے ہوں گے؟

جو لُٹاتے ہیں محمد پہ اثاثہ اپنا
اُن کی تحویل میں جنّت کے قبالے ہوں گے

دُکھ مٹاتا ہے فقط ایک اشارہ اُن کا
اب لبوں پر نہ وہ آہیں، نہ وہ نالے ہوں گے

خُلد میں بھیڑ نظر آتی ہے خوش باشوں کی
میرے آقا کے یہ سب ماننے والے ہوں گے

ہم تو اِس شان سے پہنچیں گے درِ مولا تک
چہرے پر گردِ سفر، پاؤں میں چھالے ہوں گے

خود کو ناموسِ محمد پہ جو قربان کریں
خُلد کے والی و وارث وہ جیالے ہوں گے

بخشوا لیں گے خدا سے اُنہیں محبوبِ خدا
طوق گردن میں غلامی کا، جو ڈالے ہوں گے

جنّتی وہ ہیں جنہیں اُن کی شفاعت پہ یقیں
وہ جو مُنکر ہیں، جہنّم کے حوالے ہوں گے
اُن کی ہر ایک صِفَت جب کہ ہے اعجاز، نصیؔر!
اُن کی مِدحت کے بھی انداز نرالے ہوں گے

❁

تصوّر میں مرے جب چہرۂ خیرالانام آیا ۔۔۔ جبیں خم ہو گئی لب پر دُرود آیا سلام آیا
خدا نے آمنہ کی کوکھ سے ظاہر کیا آخر ۔۔۔ وہ اک نورِ ازل جو فخرِ آبائے کرام آیا
مناؤ اُس کی آمد پر خوشی ماہِ ولادت میں ۔۔۔ کہ محبوبِ خدائے قادرِ یُحْیِ العِظام آیا
کھڑے تھے انبیا معراج کی شب خیر مقدم کو ۔۔۔ امامت کے لیے جب وہ شہِ گردوں خرام آیا
سفر کی دھوپ کی شدّت اگر بڑھنے لگی حد سے ۔۔۔ تو اُس بے سایہ پر سایہ لُٹانے کو غَمام آیا
نظر آیا خَجِل خورشیدِ خاور اپنی کرنوں پر ۔۔۔ عُروجِ حُسن پر جب ہاشمی ماہِ تمام آیا
سرِ کوثر نہ کیوں اِترائیں اُن کے چاہنے والے ۔۔۔ یہ کیا کم ہے کہ اُن کے ہاتھ سے ہاتھوں میں جام آیا
تمنّاؤں کی مُرجھائی ہوئی کلیاں مہک اُٹھّیں ۔۔۔ برنگِ موجۂ خوشبو وہ شاہِ ذِی مقام آیا
ہُوا محسوس جیسے مُلتَفِت خود ہوں شہِ بطحٰی ۔۔۔ مرے ہونٹوں پہ جس دم سیّدہ زھرا کا نام آیا
امامت کا تَسلسُل کوئی دیکھے اِس گھرانے میں ۔۔۔ حسینؓ ابنِ علی بعدِ حسنؓ بن کر امام آیا
اب اِس کے بعد منزل کیا ہو میری خوش نصیبی کی ۔۔۔ ترا در چُوم کر لوٹا، تری جالی کو تھام آیا
تری آمد بھی کیا آمد ہے جس آمد کے صدقے میں ۔۔۔ ہدایت کی کتاب اُتری، شریعت کا نظام آیا
یہی وہ ہیں کہ ایماں بعدِ توحید اِن پہ لازم ہے ۔۔۔ یہی وہ ہیں پسِ اللّٰہُ اکبر جن کا نام آیا

پلانے کا شرف اُن سے رہا مخصوص محشر میں
وہ جب تشریف لائے پھر کہیں گردش میں جام آیا

مزاجب ہو کہ بابِ خُلد پر جس دم نصیؔر آئے
کہے رضوان! رستہ دو، محمدؐ کا غلام آیا

دل و جاں کو ہر آفت سے بچا کر ہم بھی دیکھیں گے
پناہِ گُنبدِ خضرٰی میں آ کر ہم بھی دیکھیں گے

فلک کے چاند تاروں کو یقیناً رشک آئے گا
جبیں اُس در کے ذرّوں سے سجا کر ہم بھی دیکھیں گے

اُنہیں کی یاد لے کر ساتھ، پہنچیں گے سرِ منزل
اُنہیں کا ہمسفر خود کو بنا کر ہم بھی دیکھیں گے

کوئی مشکل نہیں سرکار کا دیدار ہو جانا
بہ صد مِنّت تصوّر میں بُلا کر ہم بھی دیکھیں گے

کبھی تو اُن کے جلووں سے یہ گھر بھی جگمگائے گا
چراغِ آرزو دل میں جلا کر ہم بھی دیکھیں گے

مدینے سے سوا جنّت نہیں ہے اُن کے طالب کو
مگر اللہ کی نعمت ہے جا کر، ہم بھی دیکھیں گے

سُنا ہے اہلِ نسبت کو عطا دیدار ہوتا ہے
حریمِ حُسن کا پردہ اُٹھا کر ہم بھی دیکھیں گے

گدائی مِل گئی ہے اے نصیؔر اُس شاہِ بطحیٰ کی
نظر اب کج کلاہوں سے مِلا کر ہم بھی دیکھیں گے

بہ صد عجز و عقیدت جلوہ جا کر ہم بھی دیکھیں گے

درِ خیرُالورٰی پر سَر جُھکا کر ہم بھی دیکھیں گے

اُنہیں حالِ دلِ پُر غم سُنا کر ہم بھی دیکھیں گے

بایں صورت مقدّر آزما کر ہم بھی دیکھیں گے

رہِ الفت میں کام آئی نہ کچھ فرزانگی اپنی

بس اب تو خود کو دیوانہ بنا کر ہم بھی دیکھیں گے

فدا ہوں گی نگاہیں مُصحفِ رُوئے محمد پر

یہ قرآں اپنی آنکھوں سے لگا کر ہم بھی دیکھیں گے

بلا سے ہوش جائیں، دل پہ بن جائے کہ حیرت ہو

نگاہیں اُن کے روضے پر جما کر ہم بھی دیکھیں گے

ہم اُن کے اُمّتی ہیں، ہم کو کیا دھڑکا ہے محشر کا

تماشا ہو گا، خَلقت ہو گی، جا کر ہم بھی دیکھیں گے

ہمیں کرنا ہے تازہ یاد اُن کے جاں نثاروں کی

نبی پر دولتِ ہستی لُٹا کر ہم بھی دیکھیں گے

عجب کیا ہے، نصیؔر اعمالِ ناقص اپنے دُھل جائیں
ندامت سے بھرے آنسو بہا کر ہم بھی دیکھیں گے

ہُوا ظاہر یہ اُن کے نُور سے نُورِ خدا کیا ہے
محمد کا جمالِ پاک بھی صلِّ علیٰ کیا ہے

حبیبِ کبریا کے دَم قدم سے یہ ہُوا روشن
فنا کیا ہے، بقا کیا ہے، خودی کیا ہے، خدا کیا ہے

جہاں وہ تھے، فرشتے تھے نہ جبریلِ امیں حاضر
شبِ معراج وہ جانیں کہا کیا ہے سُنا، کیا ہے

بلال و بُوذر و سلماں کے جذب و شوق سے پوچھو
رسولُ اللہ پر قربان ہونے کی ادا کیا ہے

سراسیمہ نہ ہو اے چارہ گر! کیفیّتِ غم پر
یہ اہلِ دل سمجھتے ہیں، دلِ درد آشنا کیا ہے

مدینے کی گزرگاہوں میں چل پھر کر شرف پایا
یہ ورنہ اک ہُوا کی لہر ہے، بادِ صبا کیا ہے

غلامانِ ہوس یہ، تیرا آقا ساقیِ کوثر
نظر بھر کر نہ دیکھ! اِن کج کلاہوں میں دھرا کیا ہے

خدا کی رحمتیں ہیں اور جلوے ہیں محمد کے
زہے قسمت، زہے عزّت! مرے دامن میں کیا کیا ہے

رموزِ کائنات اللہ جانے، مصطفٰے جانیں
فرشتہ کیا سمجھ پائے ورا کیا ماورا، کیا ہے

کلیمُ اللہ سے پوچھو نصیؔر اسرار جلووں کے
وہ سمجھے ہیں چراغِ طُور کی دلکش ضیا کیا ہے

خدا والے ہی جانیں ذاتِ محبوبِ خدا کیا ہے
زمانہ کیا سمجھ پائے کہ شانِ مصطفٰے کیا ہے

کسی صورت رسائی ہو درِ فخرِ دو عالم تک
یہی ہے اور اِس بیتابیٔ دل کی دوا کیا ہے

یہی منشا ، یہی تفسیر ہے آیاتِ قرآں کی
خدا کی کیا مشیّت ہے ، نبی کا مدّعا کیا ہے

جمالِ مصطفائی میں ، جلالِ مصطفائی میں
حقیقت ہی حقیقت ہے حقیقت کے سوا کیا ہے

فلک کو اِس بلندی پر بھی یہ عظمت نہیں حاصل
جبینِ خاک سے پوچھو! مقامِ نقشِ پا کیا ہے

بُرے ہیں یا بھلے اعمال ، نازاں ہوں شفاعت پر
میسّر اُن کی رحمت ہو تو پھر کھوٹا کھرا کیا ہے

مقدّر کا دَھنی ٹھہرا ، دو عالم میں غنی ٹھہرا
وہ جس کو پوچھ لیں اک بار ، اُس کا پوچھنا کیا ہے

خدا شاہد ، وہ ہے دنیا میں ہر نعمت سے بے بہرہ
نہیں معلوم جس کو نسبتِ خیرالوریٰ کیا ہے

یہ محشر ، پُرسشِ اعمال ، دار و گیر کا عالم
نصیؔر اب اُن کے قدموں سے لپٹ جا ، دیکھتا کیا ہے

❁

شبِ معراج پَل بھر میں مکاں سے لا مکاں پہنچے
جہاں کوئی نہ پہنچا سرورِ عالم وہاں پہنچے

رُکے جبریل ، لیکن اُن کو جانا تھا وہاں پہنچے
محمد مصطفٰے عرشِ علیٰ تک بے گُماں پہنچے

شرف ہے بےنوائی ، بارگاہِ شاہِ بطحا میں
نشاں والوں سے پہلے دَر پہ بے نام و نشاں پہنچے

پکارا جب کسی نے "یا محمد مصطفٰے" کہہ کر
مدد کو اپنے فریادی کی شاہِ انس و جاں پہنچے

بہت بے چین ہوں بس منتظر ہوں باریابی کا
الٰہی ! آستاں پر اُن کے میری داستاں پہنچے

حبیبِ کبریا کی یاد میں خونِ جگر لے کر
چلے دل سے تو پلکوں تک مِرے اشکِ رواں پہنچے

یہ اُن کے آستانِ پاک کا اک فیضِ ادنیٰ ہے
توانا ہوکے واپس آئے جو بھی ناتواں پہنچے

مقامِ کبریا آگے ہے ادراک و تخیّل سے
شبِ معراج یہ کس کو خبر ہے وہ کہاں پہنچے

نصیرؔ! اب ایک ہی دُھن ہے کہ دیکھیں کب زیارت ہو
دیارِ مصطفٰے میں کب ہمارا کارواں پہنچے

اِسی لیے تو جُھکا جا رہا ہے میرا سَر آگے
کہ ہے تجلّیٔ دربارِ سیّدُالبشر آگے

بجز رسولِ امیں تھا نہ کوئی چارہ گر اُن کا
بڑھے تھے اہلِ عرب سرکشی میں اِس قدر آگے

حریمِ ذات کی وہ شان ہے کہ جلنے لگیں پَر
حدودِ سدرہ سے جبریل بھی چلیں اگر آگے

گیا بُراق جدھر سے حضور کا شبِ اسریٰ
کسی نبی کا نہ اس راہ سے ہُوا گزر آگے

ہوئے مناسکِ حج ختم ، اب وقوف ہے کیسا
اُٹھو کہ عشق کی منزل کا ہے ابھی سفر آگے

نہ تھی بشر میں یہ قدرت کہ مہر و ماہ سے گزرے
نہ تھا کبھی شبِ معراج سے یہ معتبر آگے

نہ داستانِ حرم چھیڑ اے مدینہ کے زائر !
کہ خُون رونے پہ مائل ہے میری چشمِ تر آگے

یہ مُژدہ سب کو سُنا دو کہ کوئی گِر نہیں سکتا
حضور ہوں گے سرِ پُل صِراط جلوہ گر آگے

مَیں شہرِ درد میں تنہا ہُوں اے تصوّرِ آقا!
مسافتوں کو سمیٹے نکل بھی آ اِدھر آگے

رسولِ پاک سے وابستہ ہے نجاتِ دو عالَم
بس ایک جنبشِ لب ہے وسیلۂ ظفر آگے

نصیب ہو جو کبھی اے نصیؔر راہِ مدینہ
تُو ذرّے ذرّے کو بڑھنا ادب سے چُوم کر آگے

درِ نبی کو مسافر جو بڑھ کے آ لیں گے
زمیں پہ رہ کے بھی وہ خلد کا مزا لیں گے

ہم اِس زمانے کو کیا دیں گے اور کیا لیں گے
مدینے پہنچیں گے، جنّت کا راستا لیں گے

گناہگار سہی ہم ، مگر خدا شاہد
شفیعِ حشر ہمیں خود ہی بخشوا لیں گے

نڈھال ہو کے گرے بھی جو راہِ بطحا میں
فرشتے جُھک کے گلے سے ہمیں لگا لیں گے

ہم اِس جہاں میں حیات النّبی کے ہیں قائل
جو منحرف ہیں وہ خیرالوریٰ سے کیا لیں گے

نکل ہی آئے گی کوئی سبیل جنّت کی
وہ خوش ہوئے تو مدینے ہمیں بُلا لیں گے

جہاں سے ہم کو نظر آئے گُنبدِ خضرٰی
اُسی جگہ پہ ہم اپنی جبیں جُھکا لیں گے

یہاں نہ کوئی دُعا ہے ، نہ مدّعا کوئی
مدینے جائیں گے جو کچھ مِلے گا پا لیں گے

نصیؔر ! خلد کے جلوے اُنہی کا حصّہ ہیں
جمالِ مصطفوی سے جو دل سجا لیں گے

❁

دردِ دل کی یہ تمنّا ہے دوا تک پہنچے
رُوح کو دُھن ہے کہ محبوبِ خدا تک پہنچے

پھر کہیں جلوۂ دیدارِ نبی ممکن ہے
پہلے دل مرحلۂ صدق و صفا تک پہنچے

چشمِ بد دُور، جب اُٹھے مری مشتاق نظر
سبز گُنبد کی پُر انوار فضا تک پہنچے

اک ذرا اُن کی توجّہ ہو تو دن پھر جائیں
مگسِ خاک نشیں بختِ ہُما تک پہنچے

وہ مسافر جو چلیں گُلشنِ بطحا کی طرف
گرد کو اُن کی نہ رفتارِ صبا تک پہنچے

لِلّٰہِ الحمد وسیلہ یہ مِلا خوب ہمیں
جب کہا "صلِّ علیٰ"، ربِّ عُلیٰ تک پہنچے

اُن کے اَخلاق کی حد ہے، نہ نہایت، نہ شمار
آدمی اُن کی کسی ایک ادا تک پہنچے

یاد سے اُن کی شگفتہ رہی یُوں دل کی کلی
غنچہ و گُل نہ کبھی اُس کی ہَوا تک پہنچے

اُس کو درکار نصیؔر اور ہو کونین میں کیا
جو نظر رُوئے محمد کی ضیا تک پہنچے

سَر اگر آپ کے نقشِ کفِ پا تک پہنچے
مرتبہ اِتنا بڑھے عرشِ عُلاٰ تک پہنچے

یا محمد ! بخدا ہست ہمیں اِیمانم
آپ کے دَر پہ جو پہنچے ' وہ خدا تک پہنچے

اُس کا بندہ ہُوں کہ ہر چیز ہے جس کی محتاج
ہاتھ اُٹھتے ہی ، اثر میری دُعا تک پہنچے

وہ گدا ہے جو سوالی ہو درِ قاروں پر
وہ غنی ہے جو ترے بابِ سخا تک پہنچے

اک ترے سایۂ رحمت نے کیا آسودہ
لاکھ اربابِ ستم قہر و جفا تک پہنچے

ہے یہی عشق ' یہی عجز ' عقیدت بھی یہی
تیری تعظیم کو ہم غارِ حِرا تک پہنچے

مَنّتیں مانے ' دُعا مانگے ' وسیلہ ڈھونڈے
تب کہیں شاہ کوئی اُن کے گدا تک پہنچے

کم نہیں ہے یہی سرکارِ دو عالَم کا کرم
ہم نصیر اُن کے توسُّل سے خدا تک پہنچے

ہر آن اک تپش غمِ خیرالبشر کی ہے
اب تو یہ آگ دل کے لیے عُمر بھر کی ہے

عزّت اُسی کی، شان اُسی کے سفر کی ہے
جس دل کو آرزو درِ خیرالبشر کی ہے

جس رہگزر سے گزرے ہیں محبوبِ کردگار
اکسیر مجھ کو خاک اُسی رہگزر کی ہے

پہنچوں مدینہ، دل کی یہ ہر دَم ہے آرزو
دیکھوں نبی کا شہر، یہ حسرت نظر کی ہے

سچ ہے کہ فخر ہے مجھے خود اپنی ذات پر
کیوں کر نہ ہو کہ خاک مِری اُن کے دَر کی ہے

یا رب! نصیب دولتِ عشقِ رسول ہو
مجھ کو ہَوس نہ زر کی، نہ لعل و گُہر کی ہے

لوگوں نے دے دیا ہے اُسے کہکشاں کا نام
جو دُھول آسماں پہ تری رہ گزر کی ہے

ماہ و نجُوم کو ترے جلووں کی ہے تلاش
جو اُن کی جستجو ہے وہی بحر و بر کی ہے

کہتا ہے سب ضیائے نبی مَیں سمیٹ لُوں
کتنی بڑی یہ بات دلِ مختصر کی ہے

پہنچے وہ بارگاہِ رسالت مآب میں
جس دل کو احتیاج کسی چارہ گر کی ہے

اُس آستانِ پاک پہ سجدے کیے ہزار
اُن کے حضور خَم ہو، سعادت یہ سَر کی ہے

کیوں کر کہوں نصیؔر زمانے سے حالِ دل
گھر میں رہے جو بات وہی بات گھر کی ہے

جو لوگ بن کے ادب دانِ مصطفیٰ اُٹّھے
وہ اپنی قسمتِ خوابیدہ کو جگا اُٹّھے

بساطِ دینِ محمد پہ مات ہی کھائی
مخالفت کے لیے جتنے خود نما اُٹّھے

صبا مدینے کی خوشبو جو لائی گلشن میں
تمام غنچۂ لب بستہ مُسکرا اُٹّھے

یہ آرزو ہے کہ عشقِ نبی بڑھے ہر دَم
الٰہی ! درد مرے دل میں لا دوا اُٹّھے

جب آسماں پہ سواری گئی شبِ اسرٰی
سب انبیا ، پئے تعظیمِ مصطفٰے اُٹّھے

مِلا وہ درس ، رسولِ خدا کی محفل میں
جو آکے بیٹھے ، وہ کہتے "خُدا ، خُدا" اُٹّھے

نصیؔر ! اہلِ سِتم سے بھی یہ سلوک رہا
نبی کے دستِ مبارک پئے دُعا اُٹّھے

جو بے وسیلۂ محبوبِ کبریا اُٹّھے
وہی زمانے سے ناکامِ مدّعا اُٹّھے

عرب کے چاند نے ذرّوں کو وہ ضیا بخشی
چراغِ طُور کے مانند جگمگا اُٹّھے

نبی کے نُور سے آنکھیں نہ جس نے روشن کیں
بہ روزِ حشر اب اُس کی نگاہ کیا اُٹّھے

ثبات و عزمِ محمد سے دنگ تھے کُفّار
دلوں میں رُعب وہ بیٹھا کہ سٹپٹا اُٹّھے

پئے مدینہ ، ہو سوزِ دُروں کا یہ عالَم
اُٹھے جو شعلہ تو اک آگ سی لگا اُٹّھے

اَدب کی جا بھی مدینہ ، مقامِ شوق بھی ہے
دلوں میں حشر نہ اُٹّھے یہاں پہ ، یا اُٹّھے

دُرودِ پاک ، سعادت کا وہ چمن ہے ، جہاں
ہر ایک موجِ ہَوا صورتِ صبا اُٹّھے

نصیؔر بھی ہے تمنّائی یا رسول اللہ!
اب اِس طرف بھی نگاہِ کرم ذرا اُٹّھے

جو اُس کو دیکھ لے وہی صاحب نظر لگے
ہر ذرّہ جس کی خاک کا شمس و قمر لگے

لُطفِ رسولِ پاک کا جھونکا اگر لگے
باغِ جہاں میں خار بھی مثلِ ثمر لگے

ممکن نہیں اُچٹتی نظر سے شعورِ ذات
باطن میں تھے وہ نُور، بہ ظاہر بشر لگے

پھر دیدنی ہوں میرے مقدّر کی رِفعتیں
اک بار اِس جبیں سے ترا سنگِ در لگے

آنکھوں کے سامنے ہے جمالِ درِ نبی
میری نگاہ کو نہ کسی کی نظر لگے

نخلِ اُمید پر ہو جو مولا! نگاہِ لُطف
پژمُردہ شاخِ زیست ہری گُل بہ سَر لگے

ذرّے کو آفتاب بناتے ہیں وہ نصیؔر
جس پر کرم کریں وہی تابندہ تَر لگے

آنسو جو آئے آنکھ میں مثلِ گُہر لگے
ختمِ رُسل کی یاد سے ہم معتبر لگے

اُس کے لیے دیارِ نبی ہے پناہ گاہ
ٹھوکر قدم قدم پہ جسے در بدر لگے

دیکھے جو کوئی چشمِ حقیقت سے اِس طرف
خُلدِ بریں سے بڑھ کے محمد کا گھر لگے

پروازِ فکر کیا کہوں نعتِ رسول میں
لُطفِ خدا سے طائرِ بے پَر کو پر لگے

رُوئے نبی کی ایک جھلک ماند کر گئی
دُنیا کے سب چراغ ، چراغِ سحر لگے

آتی ہے روز گُنبدِ خضرٰی کو چوم کر
کیوں کر ہمیں نہ بادِ صبا معتبر لگے

آقا ہمارے سرورِ کونین ہیں نصیرؔ
دونوں جہان میں ہمیں اب کس کا ڈر لگے

نہ طلب ہی دے، نہ جنوں ہی دے، یہ ہوس نہ دے، وہ ہوا نہ دے
شہِ انبیا پہ فدا ہُوں مَیں، کوئی اور درد خدا نہ دے

غمِ مصطفٰی میں ہُوا ہُوں گم، مجھے اب پیام صبا نہ دے
مجھے ہجرِ شاہ میں چھیڑ کر مِرے دل کو اور دُکھا نہ دے

وہ عظیم ہے، وہ رحیم ہے، وہ قسیم ہے، وہ کریم ہے
یہ کرم پہ اُس کے ہے منحصر مجھے کیا وہ دے مجھے کیا نہ دے

جو مریضِ ہجرِ حضور ہے، درِ مصطفٰی سے جو دُور ہے
اُسے زندگی سے غرض نہیں، کوئی زندگی کی دُعا نہ دے

یہ خیال ہے، یہ ملال ہے کہ عجب زمانے کا حال ہے
تِرے آستاں سے مِرے نبی، کوئی آ کے مجھ کو اُٹھا نہ دے

جو طلب ہے، تجھ کو زباں پہ لا، درِ مصطفٰی پہ کمی ہے کیا
اُسی در سے اپنی مُراد لے کسی اور در پہ صدا نہ دے

یہ ہے ربط و ضبط کا سلسلہ، جو مِلا اُنھیں سے ہمیں مِلا
وہ کبھی خدا سے نہیں جُدا جو نبی نہ دے وہ خدا نہ دے

مجھے زیرِ سایہ بُلائیے، مجھے یا رسول بچائیے
یہ طلسمِ دہر ہے فتنہ گر، کوئی روگ دل کو لگا نہ دے

یہی فیضِ چشمِ حضور ہے کہ پیے بغیر سُرور ہے
وہ علاج کیا، وہ دوا ہی کیا، جو ہر اک خلش کو مِٹا نہ دے

اُنہیں جان و دل سے عزیز رکھ وہ رَؤف بھی ہیں رحیم بھی
اگر اِس کا تجھ کو یقیں نہیں تو صدائے صلِّ علٰی نہ دے

یہ کرم ہو خاص نصیر پر کہ ہو مصطفٰے کی نظر اِدھر
وہی مُسکرا کے کرم کریں کوئی اور غم کو ہَوا نہ دے

ادب یہ ہے کہ جہاں اُن کا نام آ جائے
وہاں زباں پہ درود و سلام آ جائے

یہ اُن کے در سے خدایا پیام آ جائے
ہمارے پاس ہمارا غلام آ جائے

الٰہی ایسی کشش دے مِرے تصوّر کو
نظر میں کھنچ کے وہ ماہِ تمام آ جائے

طلب کریں جو حبیبِ خدا کے صدقے میں
ہمارے سامنے کوثر کا جام آ جائے

پہنچ کے طیبہ میں روشن کریں خوشی کے چراغ
اک ایسی اپنے مقدّر میں شام آ جائے

رچی بسی ہو ہر اک سانس میں وِلائے حبیب
قریب جب درِ خیرالانام آ جائے

نصیر نعتِ نبی کا ہو فیض یُوں جاری
نظر نظر میں ہمارا کلام آ جائے

خدا کے لُطف و کرم پر نظر نہیں رکھتے
درِ حبیب پہ جو اپنا سَر نہیں رکھتے

شفاعت اُن کی جو پیشِ نظر نہیں رکھتے
وسیلہ حشر میں وہ معتبر نہیں رکھتے

جو بے خبر ہیں محمد کے عشق سے اب تک
قسم خدا کی وہ اپنی خبر نہیں رکھتے

ملے گا اذنِ حضوری تو اُڑ کے جائیں گے
کہا یہ کس نے کہ ہم بال و پَر نہیں رکھتے

سوال ہی نہیں ایسوں کی سر بُلندی کا
جو آستانِ محمد پہ سَر نہیں رکھتے

دیارِ پاک ہی اپنی مُراد ' اپنا وطن
بس ایک گھر ہے کوئی اور گھر نہیں رکھتے

جواُن کے دَر کے گدا ہیں وہی ہیں دل کے غنی
وہ ذرّہ بھر طلبِ سیم و زر نہیں رکھتے

وہ لائیں بزمِ رسالت میں نعت کے اشعار
جو مال و دولت ولعل و گُہر نہیں رکھتے

نصیؔر وہ جو بُلائیں تو کون رُکتا ہے
وہ جا پہنچتے ہیں جو بال و پَر نہیں رکھتے

جو مدینے میں کہیں اپنا ٹھکانہ کر لے
اپنی قسمت میں وہ رحمت کا خزانہ کر لے

حشر کے واسطے کچھ جمع خزانہ کر لے
اُن کا ہو، اپنے تصرّف میں زمانہ کر لے

آدمیّت کا پڑھایا ہے سبق مولا نے
اِس حقیقت کو نہ انسان فسانہ کر لے

راہِ حق میں یہی کہتے تھے بلالِ حَبَشی
جس قدر چاہے سِتم ہم پہ زمانہ کر لے

کیا خبر کب تجھے سرکار بُلاوا بھیجیں
کم سے کم دل تو مدینے کو روانہ کر لے

جس کی آنکھوں میں سما جائے تجلّی اُن کی
کیوں نہ وہ اپنا ہر اک خواب سُہانا کر لے

دلِ صدیق و عمر ہو کہ بلال و سَلماں
وہ نظر خیر سے جس کو بھی نشانہ کر لے

ذکرِ حق یادِ نبی، وجہِ سُکونِ دل ہے
یہ سبق وہ ہے جسے یاد زمانہ کر لے

ہر نَفَس رحمتِ بے حد کی تمنّا ہے اگر
درِ آقا پہ نصیؔر! اپنا ٹھکانہ کر لے

یاد اُس دَر کی مرے دل کو سدا خوش رکھّے
مجھ کو تا حشر مدینے کی فضا خوش رکھّے

شاد آباد کرے ' روزِ جزا خوش رکھّے
خوش وہ جس سے بھی رہیں اُس کو خدا خوش رکھّے

جو مِٹیں اُن کے لیے ' جو ہوں نچھاور اُن پر
لبِ کوثر ' اُنہیں جنّت کی ہَوا خوش رکھّے

مَیں غمِ شاہِ دو عالَم میں حضوری چاہوں
غیر ممکن ہے کوئی اور دوا خوش رکھّے

اُن کا دیدار قیامت میں سہی ' برحق ہے
یہ جزا ہے تو مجھے ایسی جزا خوش رکھّے

دردِ دل ' سوزِ جگر اُن کی محبّت نے دیا
مَیں تو خوش ہُوں ' اِسی عالَم میں خدا خوش رکھّے

حشر کی دُھوپ کی پروا ہے ' نہ خطرہ ' نہ خیال
اُس کو کیا غم؟ جسے رحمت کی گھٹا خوش رکھّے

قرب ہے صرف ترے دَر کا مسرّت افزا
دُور رہ کر کوئی کیا خود کو بھلا خوش رکھّے

آستاں سے ترے دُوری پہ پریشاں ہے نصیؔر
ساری دُنیا کی خوشی بھی اُسے کیا خوش رکھّے

جس کو حاصل ہیں غمِ ساقیِ کوثر کے مزے
اُس کی تقدیر میں ہیں رحمتِ داور کے مزے

کسی نظارے کا لُطف اُس کو، نہ منظر کے مزے
جس کی نظروں کو ملے اُس رُخِ انور کے مزے

دیکھتا رہتا ہے ہر دَم ترے ماتھے کی شکن
آئینہ لُوٹ رہا ہے ترے تیور کے مزے

آئی گردش میں کچھ اِس شان سے چشمِ رحمت
میکدہ بھول گیا بادہ و ساغر کے مزے

گرتے پڑتے درِ سرکار تک آ پہنچا ہے
ہم سے پوچھے کوئی اک طائرِ بے پر کے مزے

اُن کی زلفوں سے جو مل جائے مہکتی خیرات
بھول جائے یہ صبا بُوئے گُلِ تر کے مزے

اُس کو پھر اور کوئی مرتبہ درکار نہیں
جس کی قسمت میں لکھے جائیں ترے دَر کے مزے

کیا کہیں، راہِ مدینہ ہے مقدّس کتنی
بُھولتے ہی نہیں اِس جادۂ اطہر کے مزے

اِن کی منزل بھی مدینہ ہے، وطن بھی ہے یہی
ہیں یہاں آلِ محمد کے لیے گھر کے مزے

سجدۂ شوق کا ارمان اُدھر لے پہنچا
اُن کے در پر ہیں نصیؔر اب تو مرے سَر کے مزے

جس نے سمجھا عشقِ محبوبِ خدا کیا چیز ہے
وہ سمجھتا ہے دُعا کیا ، مدّعا کیا چیز ہے

کوئی کیا جانے کہ شہرِ مصطفٰے کیا چیز ہے
پوچھیے ہم سے کہ طیبہ کی ہوا کیا چیز ہے

شافعِ محشر کے دامن میں چھُپا بیٹھا ہُوں مَیں
کیا خبر ہنگامۂ روزِ جزا کیا چیز ہے

ہر مرض میں خاکِ راہِ مصطفٰے ہے کارگر
سامنے اکسیر کے ، کوئی دوا کیا چیز ہے

دل معطّر ہو گیا آنکھیں منوّر ہوگئیں
اللّہ اللّہ ، سبز گنبد کی فضا کیا چیز ہے

یہ سمجھنا ، ہم نے سمجھا ہے ، شہِ لولاک سے
خَلق میں ٹوٹے ہوئے دل کی صدا کیا چیز ہے

ہوگیا کیا مطمئن دَم بھر میں قلبِ مضطرب
دیکھ لو ذکرِ نبی ، یادِ خدا کیا چیز ہے

حشر میں تم کو گنہ گارو ! پتا چل جائے گا
سایۂ لُطفِ محمد مصطفٰے کیا چیز ہے

رحمتِ عالَم ، شفیعُ المذنبیں ، شاہِ اُمَم
ایک ذاتِ مصطفٰے ہے اور کیا کیا چیز ہے

زلف و رُوئے مصطفٰے سے یہ کھُلا ہم پر نصیرؔ
صبحِ گُلشن ، بُوئے گُل ، بادِ صبا کیا چیز ہے

ہیں وقف جان و دل مِرے اِس کام کے لیے
پڑھیے دُرود رہبرِ اسلام کے لیے

زندہ رہے جو خدمتِ اسلام کے لیے
وہ منتخب ہیں حشر میں انعام کے لیے

شُہرہ ، ہے عام ساقیِ کوثر کے فیض کا
دُنیا تڑپ رہی ہے بس اک جام کے لیے

وہ شام جو مدینے کے رستے میں آ گئی
صبحِ ابد ترستی ہے اُس شام کے لیے

کام آئے گا وظیفہ محمد کے نام کا
کیا خُوب کام ہے دلِ ناکام کے لیے

جو بے قرارِ عشقِ رسولِ انام ہیں
فردوس اُن کے نام ہے آرام کے لیے

ذکرِ خدا و ذکرِ نبی ہے رہِ خلوص
گُم نام وہ ہوئے جو چلے نام کے لیے

اعلان ہے نصیؔر ! یہ ربّ کریم کا
عشقِ رسول شرط ہے اسلام کے لیے

حشر میں مجھ کو بس اِتنا آسرا درکار ہے
التفاتِ شافعِ روزِ جزا درکار ہے

اور اُس کو چاہیے کیا ، اور کیا درکار ہے
وہ نبی کا ہو رہے ، جس کو خدا درکار ہے

جو مجھے لے جائے اُن کے آستانِ پاک تک
وہ تمنّا ، وہ طلب ، وہ مدّعا درکار ہے

دل تو ہے آباد محبوبِ خدا کی یاد سے
میری آنکھوں کو جمالِ مصطفٰے درکار ہے

اُن کے دامن کی ہَوا بس ہے مِرے دل کا علاج
کون کہتا ہے؟ مجھے کوئی دوا درکار ہے

وہ جہاں چاہے رہے ، جس کو نہیں عشقِ نبی
وہ اِدھر آئے ، جسے لُطفِ خدا درکار ہے

باغِ عالَم کے کسی گوشے میں جی لگتا نہیں
دل گرفتہ ہُوں ، مدینے کی فضا درکار ہے

مَیں تو دیوانہ ہُوں اُن کا ، مَیں تو ہُوں اُن کا غلام
وہ جو مِل جائیں مجھے تو اور کیا درکار ہے

ہم مطیعانِ نبی کے جان و دل سے ہیں غلام
ہم کو ایسے ہی بزرگوں کی دُعا درکار ہے

مَیں مدینے میں ابد کی نیند سو جاؤں نصیؔر
رہنے بسنے کو مجھے اِتنی سی جا درکار ہے

کونین میں یُوں جلوہ نُما کوئی نہیں ہے
اللہ کے بعد اُن سے بڑا کوئی نہیں ہے

یُوں فرش سے تا عرش گیا کوئی نہیں ہے
معراج میں اِس درجہ رسا کوئی نہیں ہے

مانگو تو ذرا اُن کے توسّط سے کبھی کچھ
مقبول نہ ہو، ایسی دُعا کوئی نہیں ہے

کام آئی سرِ حشر محمد کی شفاعت
سب کہتے ہیں، جا! تیری خطا کوئی نہیں ہے

ہر چند نبی عیسٰی و موسٰی بھی ہیں، لیکن
محبوبِ خدا اُن کے سِوا کوئی نہیں ہے

اللہ نے سَو حُسن دیے نوعِ بشر کو
یُوں نُور کے سانچے میں ڈھلا کوئی نہیں ہے

دل اُن کا ہے اِس دل میں وہی جلوہ فگن ہیں
اب اُن کے علاوہ بخدا، کوئی نہیں ہے

اُمّت میں ہُوں اُن کی کہ جو ہیں رحمتِ عالَم
کیوں حشر کا ڈر ہو، مِرا کیا کوئی نہیں ہے؟

اِس دَور پہ اے ختمِ رُسُل! چشمِ کرم ہو
رہزن ہیں بہت، راہنما کوئی نہیں ہے

پڑھتے رہو دن رات نصیؔر اُن کا وظیفہ
ایسا عملِ ردِّ بَلا، کوئی نہیں ہے

بخت میرا جو محبّت میں رسا ہو جائے
میری تقدیر، مدینے کی فضا ہو جائے

کاش مقبول مِرے دل کی دُعا ہو جائے
ایک سجدہ درِ مولا پہ ادا ہو جائے

اُس کی تعظیم کو اُٹھتے ہیں سلاطینِ جہاں
ترے کُوچے سے جو منسوب گدا ہو جائے

لے بھی آ زلفِ پیمبر کی مہک، دیر نہ کر
اے صبا! مجھ پہ یہ احسان ذرا ہو جائے

اُس کو اپنی ہی خبر ہو، نہ دو عالَم کا خیال
جو بھی دیوانۂ محبوبِ خدا ہو جائے

مَیں مدینے کی زیارت سے بہت خوش ہُوں مگر
چاہتا ہُوں کہ یہ مسکن ہی مِرا ہو جائے

اُن کے دامن کو مِرے ہاتھ کسی دن چُھو لیں
کچھ نہ کچھ حقِّ عقیدت تو ادا ہو جائے

وہ سرِ طُور ہو یا مِصر کا بازارِ حَسیں
وہ جہاں چاہے، وہاں جلوہ نُما ہو جائے

اب بُلا لو، کہ مجھے دَم کا بھروسہ نہ رہا
نہیں معلوم کسی وقت بھی کیا ہو جائے

میرے نزدیک مقدّر کا دھنی ہے وہ نصیؔر
جس پہ اُن کی نظرِ لُطف و عطا ہو جائے

کاش مقبول ہو میری یہ دُعا جلدی سے
مجھ کو پہنچائے مدینے میں خدا جلدی سے
مَیں بھی چُوموں درِ محبوبِ خدا جلدی سے
لے اُڑے مجھ کو بھی طیبہ کی ہَوا جلدی سے
لا سُنگھا دے مجھے گیسوئے پیمبر کی مہک
اِتنا احسان ہو اے بادِ صبا! جلدی سے
شوقِ وارفتہ نے راہوں کی طنابیں کھینچیں
اُٹھ کے طیبہ کی طرف مَیں جو چلا جلدی سے
جب بٹی روزِ ازل عشقِ نبی کی دولت
مَیں بھی تقدیر جگانے کو بڑھا جلدی سے
رحمتِ حق نے وہیں بڑھ کے نوازا اُس کو
کر لیا جس نے بھی اقبالِ خطا جلدی سے
تیری بخشش کا وسیلہ ہے دُرود اور سلام
اُن کا نام آئے تو پڑھ صلِّ علےٰ جلدی سے
کب سے حسرت تھی ترے دَر پہ جُھکاؤں سَر کو
آج یہ فرض بھی ہو جائے ادا جلدی سے
تیرے گستاخوں پہ غیبی کوئی اُفتاد پڑے
آنے والی نہیں ایسوں کو حیا جلدی سے
اِس ٹھکانے سے قضا مجھ کو اُٹھائے تو اُٹھوں
اُن کی چوکھٹ پہ پڑا ہُوں مجھے کیا' جلدی سے

حشر کی بھیڑ میں ڈر تھا کہ اُکھڑ جائیں قدم
میرے آقا نے مجھے تھام لیا جلدی سے

بھیک تو مِل کے رہے گی درِ مولیٰ سے نصیؔر
یہ الگ بات ' مِلے دیر سے یا جلدی سے

❁

ذوقِ نظّارہ کو ہر وقت سفر میں رکھیے
سبز گُنبد کی فضا اپنی نظر میں رکھیے

عکسِ محبوبِ خدا قلبِ گُہر میں رکھیے
پھر گہر کو صدفِ دیدۂ تر میں رکھیے

تذکرہ آپ کے اوصاف کا ہے کارِ ثواب
شرط ہے اِس کا تقاضا بھی نظر میں رکھیے

جس میں حضرت پہ فدا ہونے کا جذبہ ہی نہ ہو
ایسے ایمان کو لے جائیے ' گھر میں رکھیے

وہ بشر بھی ہیں ' مگر صرف بشر ہی تو نہیں
یہ پرکھ مسئلۂ نُور و بشر میں رکھیے

اُن کی اُلفت سے نہیں ہے کوئی شے بھی افضل
راہِ عقبیٰ کے اِسے زادِ سفر میں رکھیے

جن کا اُس نُورِ مجسّم سے نہ ہو ربطِ نیاز
ایسے مشکوک عناصر کو نظر میں رکھیے

عشقِ سرکار کی دولت کو کریں عام نصیرؔ
گھر کی دولت ہے، مگر اِس کو نہ گھر میں رکھیے

❁

بطحا سے آئی، اور صبا لے گئی مجھے
مانندِ برگ و بار اُڑا لے گئی مجھے
اِس شان سے بڑھی کہ بڑھا لے گئی مجھے
طیبہ تک اپنے دل کی صدا لے گئی مجھے
ارضِ حجازِ پاک کہاں اور میں کہاں
اُن کی نگاہ، اُن کی عطا لے گئی مجھے
مدّت سے مَیں تھا گوشہ نشیں اُن کی یاد میں
آجاؤ! آئی ایک صدا، لے گئی مجھے
اُن کے حضور آخری سانسیں بسر ہوئیں
صد شکر اُن کے دَر پہ قضا لے گئی مجھے
دریائے ذوق و شوق میں ساحل سے کم نہ تھی
وہ موجِ بیخودی کہ بہا لے گئی مجھے
اِتنی سکت کہاں تھی کہ اُٹھتے مِرے قدم
آئی تھی اُن کی یاد، بُلا لے گئی مجھے

اک ذرّۂ حقیر تھا مَیں اُن کی راہ میں
دامن تک اُن کے موجِ ہَوا لے گئی مجھے
بابِ حرم ، نصیؔر ! بہت دُور تھا ، مگر
اُس تک مِرے بڑوں کی دُعا لے گئی مجھے

❁

دیکھا سفر میں آبلہ پا ، لے گئی مجھے
سُوئے مدینہ ، بادِ صبا لے گئی مجھے
طیبہ چلی ، تو ساتھ لگا لے گئی مجھے
رحمت کی آئی گھِر کے گھٹا ، لے گئی مجھے
مجھ سے اُلجھ پڑی تھیں زمانے کی اُلجھنیں
اُن کی نگاہ تھی کہ بچا لے گئی مجھے
مَر کر بھی اُن کے در سے نہ ہلتا کبھی ، مگر
کاندھوں پہ اپنے خلقِ خدا لے گئی مجھے
دیکھا جو یہ کہ عشقِ نبی دَم کے ساتھ ہے
سُوئے بہشت آ کے قضا لے گئی مجھے
روزِ ازل سے مَیں تو فقیر اُس گلی کا تھا
دُنیا یہ کس طرف کو لگا لے گئی مجھے
مَیں تو دَبا پڑا تھا گناہوں کے بار میں
بخشش اُمڈ کے آئی ، اُڑا لے گئی مجھے
بیٹھا تھا انجمن میں ، کہیں سے کہیں گیا
اُٹھّی جو وہ نگاہ ، اُٹھا لے گئی مجھے

صبحِ مدینہ یاد جو آئی دمِ سحر
ہمراہ اپنے ' آ کے صبا لے گئی مجھے
بیچارگی میں کوئی وسیلہ نہ تھا مِرا
اُن تک نصیؔر! آہِ رسا لے گئی مجھے

❁

اجل ' دیارِ رسالت میں آئے راس مجھے
جگہ مِلے ترے روضے کے آس پاس مجھے

دِکھا کے اپنی تجلّی ' بُلا کے پاس مجھے
بنا گئے ہیں وہ اپنا ادا شناس مجھے

یقین ہے مِرے دل کو سکون بخشیں گے
وہ دیکھ لیں گے سرِ حشر جب اُداس مجھے

نگاہ ڈھونڈ رہی تھی اِدھر اُدھر جن کو
وہ مِل گئے دلِ مضطر کے آس پاس مجھے

اگر وہ آئیں تو مِٹ جائے میری مایوسی
کیے ہوئے ہے پریشاں ' ہجومِ یاس مجھے

سکونِ دل نہ کہیں اور ہو سکا حاصل
ہَوائیں گلشنِ طیبہ کی آئیں راس مجھے

نگاہِ شوق ہے اُن کی تلاش میں ہر دَم
زمانہ کیسا ' خود اپنے نہیں حواس مجھے

اُنھیں کے سائے میں گزرے گا میرا روزِ حساب
نہ کوئی خوف مجھے ہے نہ کچھ ہراس مجھے

مِرے نسَب کو ہے اُس ذاتِ پاک سے نسبت
اِس اک شرف کا ہمیشہ رہے گا پاس مجھے

بہ فیضِ ساقیِ کوثر مٹے گی تشنہ لبی
نصیؔر! حشر میں جس دَم لگے گی پیاس مجھے

❁

جُود و عطا میں فرد ' وہ شاہِ حجاز ہے
سب پر کرم ہے ' اور بلا امتیاز ہے
قلبِ زمیں میں ' شہرِ مدینہ وہ راز ہے
انساں تو کیا ' فرشتوں کو بھی جس پہ ناز ہے
محمود زندگی ہے اُسی خوش نصیب کی
اُن کے کسی غلام کا جو بھی ایاز ہے
سُلطانِ انبیا کے مراتب نہ پوچھیے
زیبا اُنھی کو ہر شرف و امتیاز ہے
کس کو ہو تابِ جلوۂ دیدارِ مصطفٰے
جوہر میں آئینے کے خود آئینہ ساز ہے

جو اُن کے التفات و کرم سے ہے سرفراز
دونوں جہاں کے غم سے وہی بے نیاز ہے

اے حاسدِ رسولِ خدا ! عاقبت سنوار!
احساسِ جُرم کر ، کہ درِ توبہ باز ہے

جو ہے نبی کے رُتبۂ عالی سے بے خبر
فتنہ وہی ہے ، دین میں وہ رخنہ ساز ہے

اُس آستاں پہ ہم ہیں تصوّر میں سجدہ ریز
سب سے جدا نصیؔر ہماری نماز ہے

❀

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
اُن کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے

ہم درِ مصطفٰے دیکھتے رہ گئے
نُور ہی نُور تھا دیکھتے رہے گئے

پڑھ کے رُوحُ الامیں سُورتِ والضّحٰی
صُورتِ مصطفٰے دیکھتے رہ گئے

وہ امامت کی شب ، وُہ صفِ انبیا
مقتدی ، مقتدٰی دیکھتے رہ گئے

نیک و بد پر ہُوا اُن کا یکساں کرم
لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے

وہ گئے عرش تک ، اور رُوحُ الامیں
سدرۃُ المنتہٰی دیکھتے رہ گئے

معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُن کا سفر
دشمنانِ خدا ، دیکھتے رہ گئے

مرحبا شانِ معراجِ ختمِ رُسُل
سب کے سب انبیا دیکھتے رہ گئے

کیا خبر ، کِس کو کب جامِ کوثر مِلا
ہم تو اُن کی ادا دیکھتے رہ گئے

ہم گنہگار تھے ، مغفرت ہو گئی
خود نگر پارسا دیکھتے رہ گئے

جب سواری چلی ، جبرئیلِ امیں
صورتِ نقشِ پا دیکھتے رہ گئے

اہلِ دانش ، محمد پہ تھے حیرتی
رُوئے قرآں نُما دیکھتے رہ گئے

ہو کے گُم اے نصیرؔ اُن کے جلووں میں ہم
شانِ ربُّ العُلیٰ دیکھتے رہ گئے

مَیں نصیرؔ آج لایا وہ نعتِ نبی
نعت گو مُنہ مِرا دیکھتے رہ گئے

راہِ نبی میں ذوقِ وفا میرے ساتھ ہے
ہر لحہ بے خودی میں خدا میرے ساتھ ہے

بخشش کا وعدہ اُن کا جو تھا' میرے ساتھ ہے
لُطفِ شفیعِ روزِ جزا میرے ساتھ ہے

تنہائیوں کا غم نہیں طیبہ کی راہ میں
مانندِ سایہ' راہ نُما میرے ساتھ ہے

اب اور اِس جہان میں کیا چاہیئے مجھے
میرے بڑوں کی نیک دُعا میرے ساتھ ہے

بے فکر زندگی کا سفر کر رہا ہُوں مَیں
ہر گام پر کسی کی عطا میرے ساتھ ہے

دل باوجودِ گردشِ دوراں ہے مطمئن
دن رات عشقِ آلِ عبا میرے ساتھ ہے

اُڑتا پھروں گا روضۂ اقدس کے آس پاس
اُس دامنِ کرم کی ہَوا میرے ساتھ ہے

یادِ خدا و ذِکرِ نبی ' فکرِ آخرت
لُطف و عطائے اہلِ صفا میرے ساتھ ہے

تنہا نہیں ہُوں اُن کی لگن میں کسی گھڑی
ہر وقت میرے دل کی صدا میرے ساتھ ہے

سارا جہاں بھی در پے آزار ہو تو ہو
کچھ غم نہیں نصیرؔ! خدا میرے ساتھ ہے

لَو مدینے کی تجلّی سے لگائے ہوئے ہیں
دل کو ہم مطلعِ انوار بنائے ہوئے ہیں

اک جھلک آج دکھا گنبدِ خضرٰی کے مکیں
کچھ بھی ہیں، دُور سے دیدار کو آئے ہوئے ہیں

سر پہ رکھ دیجے ذرا دستِ تسلّی آقا
غم کے مارے ہیں، زمانے کے ستائے ہوئے ہیں

نام کس منہ سے ترا لیں کہ ترے کہلاتے
تیری نسبت کے تقاضوں کو بھلائے ہوئے ہیں

گھٹ گیا ہے تری تعلیم سے رشتہ اپنا
غیر کے ساتھ رہ و رسم بڑھائے ہوئے ہیں

شرمِ عصیاں سے نہیں سامنے جایا جاتا
یہ بھی کیا کم ہے، ترے شہر میں آئے ہوئے ہیں

تیری نسبت ہی تو ہے جس کی بدولت ہم لوگ
کفر کے دور میں ایمان بچائے ہوئے ہیں

کاش دیوانہ بنا لیں وہ ہمیں بھی اپنا
ایک دنیا کو جو دیوانہ بنائے ہوئے ہیں

اللہ اللہ مدینے پہ یہ جلوؤں کی پھوار
بارشِ نور میں سب لوگ نہائے ہوئے ہیں

کیوں نہ پلڑا ترے اعمال کا بھاری ہو نصیؔر
اب تو میزان پہ سرکار بھی آئے ہوئے ہیں

کشتیاں اپنی کنارے پہ لگائے ہوئے ہیں
کیا وہ ڈوبیں ، جو محمد کے ترائے ہوئے ہیں

اشک آنکھوں میں تو ہونٹوں پہ درود اور سلام
اُن کے عشّاق بھی کیا رنگ جمائے ہوئے ہیں

اُن کا دل کیوں نہ بنے روکشِ طورِ سینا
جالیاں اُن کی جو سینے سے لگائے ہوئے ہیں

جلوہ فرما وہ ہوئے کیا بمقامِ محمود
ساری اُمّت کی نگاہوں میں سمائے ہوئے ہیں

قبر کی نیند سے اُٹھنا کوئی آسان نہ تھا
ہم تو محشر میں اُنہیں دیکھنے آئے ہوئے ہیں

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک کا تصوّر لے کر
ہم نظر گنبدِ خضریٰ پہ جمائے ہوئے ہیں

بوسۂ در سے اِنہیں اب تو نہ روک اے درباں
خود نہیں آئے ، یہ مہمان بُلائے ہوئے ہیں

حاضر و ناظر و نور و بشر و غیب کو چھوڑ
شکر کر وہ ترے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہیں

نام آنے سے ابوبکر و عمر کا لب پر
تُو بگڑتا ہے ، وہ پہلو میں سُلائے ہوئے ہیں

ہے نصؔیر اُنس کا گہوارہ مدینے کی زمیں
ایسا لگتا ہے کہ اپنے ہی گھر آئے ہوئے ہیں

نذرانۂ سلام بحضورِ سیّد الانام

عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ التَّحِیَّةُ وَالسَّلام

شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
ساقیِ حوضِ کوثر پہ لاکھوں سلام

سیّدُ الانبیا ، خاتمُ المُرسلیں
مالکِ بحر و بَر ، شاہِ دُنیا و دِیں

مظہرِ شانِ داوَر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

کفر کے شر سے جس نے بچایا ہمیں
دِین کے راستے پر لگایا ہمیں

ایسے پاکیزہ رہبر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

جس کی خاطر یہ دُنیا بسائی گئی
آب و گِل کی یہ محفل سجائی گئی

اُس نبی ، نُور پیکر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

وہ مدینے کی گلیوں کے شام و سحر
نُور سے جگمگاتے ہوئے بام و در

جلوہ گاہِ پیمبر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

اہلِ ایماں پہ ہو گی جو سایہ فگن
ابرِ رحمت ہے ایک ایک جس کی شکن

ایسی زُلفِ مُعطّر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

چھا گئیں ہر طرف جس کی تابانیاں
نُور سے جس کے روشن ہیں کون و مکاں

ایسے رُوئے منوّر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

حق نُما حق بیاں ، حق زباں بھی وہی
اِذنِ اَللہ سے ، غیب داں بھی وہی

عِلم کے شہرِ انور پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

جس کا بیٹا ہے محبوبِ ربُّ العُلیٰ
تاجدارِ حرم ، سیّدُ الانبیا

ایسی معصوم مادر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

وہ خدیجہ ہوں یا سیّدہ عائشہ
سب مُطہّر ہیں ازواجِ خیرُالوریٰ

اہلِ بیتِ پیمبر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

ہاں! ابُو بکر، فاروق، عثماں، علی
سب خدا کے ولی ہیں، خفی و جلی

چار یارانِ اکبر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

زید بن حارثہ، خادمِ خوش نفس
حضرتِ بُوہریرہ، جنابِ اَنس

رُوحِ سلمان و بُوذر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

اخترانِ شبستانِ شاہِ زمن
فاطمہ، اُن کے بیٹے حُسین و حسن

آپ کے اِس بھرے گھر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

غوثِ اعظم، شہنشاہِ مُلکِ بقا
پیر مہرِ علی، مُرشد و مُقتدیٰ

اِن کے انفاسِ اطہر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

اولیاء و امامانِ دِینِ متیں
کُل شہیدانِ ملّت، کُل اقطابِ دِیں

سب نُفوسِ مُطہّر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

جان کر اُن کو آقائے دردِ آشنا
جو غُلامانہ آداب لائے بجا

اے نصیرؔ! اُس سخنور پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

صلّوا علیه وسلّموا تسلیما

یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
اے بہارِ گُلشنِ جاں — آبروئے نوعِ انساں
منتظر ہیں اہلِ ایماں — ہو نگاہِ لُطف ساماں
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
سیّدِ اولادِ آدم — باعثِ تخلیقِ عالَم
سب کے مقبول و مکرّم — سب کے محبوب و معظّم
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
ہے سماں ہر سُو نرالا — مہرباں ہے حق تعالیٰ
جس طرف دیکھو ، اُجالا — آ گیا ہے کملی والا
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
کیسی بے مثالیاں ہیں — ذرّے ، گُل کی تھالیاں ہیں
کتنی خوش جمالیاں ہیں — کیا سنہری جالیاں ہیں
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ

یا حبیب! سلامٌ علیک — صَلوٰۃُ اللہ علیک
بے نوشت و خواند آیا — ظلمتوں کو پھاند آیا
کر کے سب کو ماند آیا — آمنہ کا چاند آیا
یا نبی! سلامٌ علیک — یا رسول! سلامٌ علیک
یا حبیب! سلامٌ علیک — صَلوٰۃُ اللہ علیک

ہے کوئی وارث، نہ والی — بن کے آئے ہیں سوالی
ہم گدا، تُو شاہِ عالی — جھولیاں ہیں اپنی خالی
یا نبی! سلامٌ علیک — یا رسول! سلامٌ علیک
یا حبیب! سلامٌ علیک — صَلوٰۃُ اللہ علیک

تاجدارِ مُرسَلینی — رونقِ عرشِ بریں
بے کسیم، کُن مُعینی — رحمۃٌ لِّلعٰلمینی
یا نبی! سلامٌ علیک — یا رسول! سلامٌ علیک
یا حبیب! سلامٌ علیک — صَلوٰۃُ اللہ علیک

حشر میں سب اک کنارے — اُمتی تھے دم کو مارے
آگئے جب وہ، تو سارے — دیکھ کر اُن کو پکارے
یا نبی! سلامٌ علیک — یا رسول! سلامٌ علیک
یا حبیب! سلامٌ علیک — صَلوٰۃُ اللہ علیک

اک جھلک جو دیکھ پاؤں — جان مَیں تم پر لُٹاؤں
راہ میں آنکھیں بچھاؤں — دستہ بستہ پھر سُناؤں
یا نبی! سلامٌ علیک — یا رسول! سلامٌ علیک

یاحبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
شورشِ رنج و الم کیا — کر سکے کوئی سِتم کیا
لڑکھڑائیں اب قدم کیا — تم جو پاس ہو تو غم کیا
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
دل کو راس بھی تُمھی ہو — غم شناس بھی تُمھی ہو
دل کی آس بھی تُمھی ہو — دل کے پاس بھی تُمھی ہو
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
رنگ ، جذب و حال کا دو — سوزِ دل بلال کا دو
رزق بھی حلال کا دو — صدقہ اپنی آل کا دو
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ
نسبتوں سے کام لیں گے — یہ مزے غلام لیں گے
جب یہ اُن کا نام لیں گے — خود وہ بڑھ کے تھام لیں گے
یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

❁

نائب و اصحابِ سرور — پہلے ہیں صدّیقِ اکبر
پھر عُمر عُثمان و حیدر — بھیجئے سلام اِن پر

یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلٰوۃُ اللہ علیکَ

چشم و دل کا چَین دونوں — رُوحِ مشرقین دونوں
شہ کے نُورِ عین دونوں — ہیں حسن حسین دونوں

یانبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلٰوۃُ اللہ علیکَ

بیکسوں کا آسرا ہیں — نا خدا ہیں ، با خدا ہیں
کیا نہیں ہیں اور کیا ہیں — گفتگو سے ماورٰی ہیں

یانبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلٰوۃُ اللہ علیکَ

دینِ حق کی ڈھال دونوں — ہیں یہ بے مثال دونوں
فاطمہ کے لال دونوں — مصطفٰے کی آل دونوں

یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلٰوۃُ اللہ علیکَ

دین کا شباب ہیں یہ — حافظِ کتاب ہیں یہ
مہر و ماہتاب ہیں یہ — مرتضٰی کا خواب ہیں یہ

یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ — صَلٰوۃُ اللہ علیکَ

فقہ میں اک قولِ فیصل — ہیں ابو حنیفہ اوّل
بعد میں اُن کے ہیں اَفضل — مالک و ادریس و حنبل

یا نبی ! سلامُ علیکَ — یا رسول ! سلامُ علیکَ

یا حبیب ! سلامُ علیکَ　　صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

فقہ کے نظام چاروں　　محترم ہیں ، نام چاروں
چل رہے ہیں جام چاروں　　حق پہ ہیں امام چاروں
یا نبی ! سلامُ علیکَ　　یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ　　صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

قبلۂ روشن ضمیراں　　تمکنت بخشِ فقیراں
دست گیرِ دستگیراں　　غوثِ پاک ، پیرِ پیراں
یا نبی ! سلامُ علیکَ　　یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ　　صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

باغِ فقر کی کلی ہیں　　مظہرِ غوثِ جلی ہیں
افتخارِ ہر ولی ہیں　　خواجۂ مہرِ علی ہیں
یا نبی ! سلامُ علیکَ　　یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ　　صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

من فدائے تو بجانم　　جُز درت درے ندانم
بے نیازِ این و آنم　　خاک بوسِ آستانم
یا نبی ! سلامُ علیکَ　　یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ　　صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

اِس جہاں سے جب سفر ہو　　رُوئے پاک پر نظر ہو
یہ کرم نصیؔر پر ہو　　اُس کا سَر ہو ، تیرا دَر ہو
یا نبی ! سلامُ علیکَ　　یا رسول ! سلامُ علیکَ
یا حبیب ! سلامُ علیکَ　　صَلَوٰۃُ اللہ علیکَ

جس طرف سے وہ گُلِ گلشنِ عدنان گیا
ساتھ ہی قافلۂ سُنبل و ریحان گیا

اِس بُلندی پہ نہ ہرگز کوئی انسان گیا
عرش پر بن کے وہ اللہ کا مہمان گیا

لے کے جنّت کی طرف جب مجھے رضوان گیا
شور اُٹّھا ' وہ گدائے شہِ ذیشان ' گیا

مجھ خطاکار پہ کیا کیا نہ کیے تُو نے کرم
میرے آقا! تری رحمت کے مَیں قربان گیا

اِتنی تسکین پسِ فریاد کہاں مِلتی ہے
کوئی مائل بہ سماعت ہے' یہ دل جان گیا

اُس کے دامن میں نہیں کچھ بھی ندامت کے سِوا
جس کے ہاتھوں سے ترا دامنِ احسان گیا

جب قدم دائرہ عشقِ نبی سے نکلا
بات ایمان کی اِتنی ہے کہ ایمان ' گیا

ظلمتِ دہر میں تھا کاہکشاں اُن کا خیال
ذہن پر چادرِ فیضانِ سَحَر تان گیا

ناخدائی اِسے کہیے کہ خدائی کہیے
میری کشتی کو اُبھارے ہوئے طوفان گیا

کر لیا اُن کو تصوّر میں مخاطب جس دم
رُوح کی پیاس بُجھی' قلب کا ہیجان گیا

لفظِ جَاؤُكَ سے' قرآں نے کیا استقبال
اُن کی چوکھٹ پہ' جو بن کر کوئی مہمان گیا

تھا مدینے میں عرب اور عجم کا مالک
وہ، جو مکّہ سے وہاں بے سر و سامان گیا

دل کا رُخ پھیر لیا قصّۂ ہجرت کی طرف
جب تڑپنا نہ شبِ غم کسی عنوان گیا

خاک بوسی کی جو درباں سے اجازت چاہی
لِلّٰہِ الحمد کہ وہ میرا کہا مان گیا

اُن سے نسبت کی ضیا سے ہے مِرا دل روشن
خیر سے اِس کے بھٹکنے کا ہر امکان گیا

فخرِ دولت بھی غلط، نازِ نَسَب بھی باطل
کیا یہ کم ہے کہ مَیں دنیا سے مسلمان گیا

شاملِ حال ہوئی جب سے حمایت اُن کی
فتح کی زد سے نہ بچ کر کوئی میدان گیا

اِس گنہ گار پہ اتمامِ کرم تھا ایسا
حشر میں دُور سے رضواں مجھے پہچان گیا

تا درِ خُلد رہی چہرۂ انور پہ نظر
سب نے دیکھا کہ مَیں پڑھتا ہُوا قرآن گیا

میرے اعمال تو بخشش کے نہ تھے، پھر بھی نصیؔر!
کی محمد نے شفاعت تو خدا مان گیا

❁

شرف یابِ مَعیّت، واقفِ آدابِ اَو اَدنیٰ
شہِ والّیل مُو، والشّمس طلعت، والضُّحیٰ سِیما

ترے بحرِ ثنا میں زَورقِ افکار کو ہم نے
چلایا پڑھ کے بِسمِ اللّٰہِ مَجْرِھَا وَمُرْسٰھَا

نبوّت کی لڑی میں خوب چمکا ایک دن آخر
وہ دُرجِ اصطفیٰ و اجتبا کا گوہرِ یکتا

یہ کس کا نُور تھا جو کر گیا روشن دل و جاں کو
تصوّر سے یہ کس کے جگمگا اُٹھی شبِ یلدا

کھلے ہیں پھول کس کی یاد سے ویرانۂ دل میں
چلی کس کی شمیمِ زلف، مہکائے ہوئے صحرا

مِلا روزِ ازل وہ نُور اُس کو دستِ قدرت سے
کہ جس کی ہر کرن تنہا تھی رشکِ صد یدِ بیضا

گئے تھے نیم شب وہ عرش پر، شاید اِسی خاطر
بشارت وسطِ قرآں میں ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی

خدا تک کیوں نہ پہنچے آدمی اُس کے توسّل سے
قدِ بالا ہے جس کا، رہنمائے عالَمِ بالا

اگر از در برانی ور ز رُوئے رحمتم خوانی
درِ اقدس پہ حاضر ہُوں کما تبغی کما ترضیٰ

ترے بحرِ حقیقت میں نمود اپنی حَبابی ہے
ترے ہونے سے قائم ہُوں، مِرا ہونا نہ ہونا کیا

چھپا لیجے نصیرؔا بے نوا کو اپنے دامن میں
بہ علمِ حیدر و صبرِ حُسین و چادرِ زہرا

درِ حضور سے در کوئی بھی بلند نہیں
وہ بد نصیب ہے جو اِس سے بہرہ مند نہیں

وہ آفتابِ رسالت ہے تیرگی کا نقیض
کہ جیسے ظلمتِ شب ، مہر کو پسند نہیں

اُسے ہو کیسے شعورِ غمِ بشر ، جس کا
نَفَس گداز نہیں ، جان درد مند نہیں

ہم اُس کے حلقہ بگوشوں میں ہیں ، ہمارے لیے
زمین ہو کہ زماں ، کوئی بھی کمند نہیں

رَعُونتِ نَسَبی ہو کہ سیم و زر کا غُرور
رہِ نیاز میں کوئی بھی سُود مند نہیں

یہ اقتضائے محبّت ہے ، اُس سے دُور رہیں
جو بات سیّدِ لولاک کو پسند نہیں

جہاں پہ خیر کے طائر قیام کرتے ہیں
ابھی وہ بامِ سعادت تہِ کمند نہیں

ہے اُن پہ آئنہ سب حال ، مَن کہے اپنا
لبوں پہ مُہر سہی ، راہِ دل تو بند نہیں

شہِ انام کے درسِ فروتنی کی قسم
نصیؔر ، بندہ عاجز ہے ، خود پسند نہیں

اِدھر بھی نگاہِ کرم یا محمد ! صدا دے رہے ہیں یہ در پر سوالی
بہت ظُلم ڈھائے ہیں اہلِ ستم نے، دُہائی تری اے غریبوں کے والی

نہ پوچھو دلِ کیف ساماں کا عالَم، ہے پیشِ نظر اُن کا دربارِ عالی
نگاہوں میں ہیں پھر حضوری کے لمحے، تصوّر میں ہے اُن کے روضے کی جالی

جبیں خیر سے مطلعِ خیر و احساں، بدن منبعِ نُور، اَبرو ہلالی
اِدھر رُوئے روشن پہ والشّمس کی ضَو، اُدھر دوش پر زلف والّیل والی

عطا کیجیے آلِ زہرا کا صدقہ، فضائل کے پھولوں سے دامن ہے خالی
نہ عرفانِ حیدر، نہ فقرِ ابوذر، نہ تمکینِ سلماں، نہ صبرِ بلالی

سمندر بھرے نام کا جس کے پانی، اُسی ناخدا کی ہے یہ مہربانی
تلاطُم میں آیا جو دریائے عصیاں، تو کشتی مری ڈوبنے سے بچالی

نہ اب میرا خونِ تمنّا بہے گا، جو مانگا ہے اُن سے وہ مِل کر رہے گا
مَیں اُس شاہِ شاہاں کے در پر کھڑا ہُوں، کبھی بات سائل کی جس نے نہ ٹالی

نویدِ بہاراں ملے کِشتِ جاں کو، خبر دے کوئی جا کے لبِ تشنگاں کو
برسنے کو آیا ہے طَیبہ سے بادل، وہ دیکھو اُٹھی ہے گھٹا کالی کالی

سزاوار ہیں اب تو لطف و کرم کے، کھڑے ہیں جو سائے میں بابِ حرم کے
لئے آنکھوں میں اشکوں کے موتی، سجائے ہوئے دل کے زخموں کی ڈالی

زمانہ ہے گرچہ مُسلسل سفر میں، مُسلّم ہے دُنیائے فکر و نظر میں
تری بے نظیری، تری بے عدیلی، تری بے مَثیلی، تری بے مثالی

کرم ہے یہ سب آپ کا میرے آقا! بلایا مجھے اپنی چوکھٹ پہ' ورنہ
کہاں میری پلکیں' کہاں خاکِ طیبہ' کہاں مَیں' کہاں آپ کا بابِ عالی

نہ مجھ میں کوئی گفتگو کا قرینہ' نہ دامن میں حرف و بیاں کا خزینہ
یہ عجزِ سخن ہی تو ہے میری دولت' ہے میرا ہُنر یہ مری بے کمالی

رہے سَر پہ تاجِ شفاعت سلامت' ترا دَر رہے تا قیامِ قیامت
توجّہ کی خیرات لے کر اُٹھے گا' نصیؔر آج بیٹھا ہے بن کر سوالی

❁

جو اہلِ دل ہیں' کیفیّت سے کب باہَر نکلتے ہیں
کہ ہر منظر سے طیبہ کے' کئی منظر نکلتے ہیں
شبِ معراج اُن کی اک جھلک جس راہ پر دیکھی
اُسی پر آج تک ہر شب مہ و اختر نکلتے ہیں
طوافِ قصر و ایواں اور ہم' توبہ' معاذ اللّٰہ
کہ ہم ایسوں کے ارماں آپ کے در پر نکلتے ہیں
رہے آباد میخانہ ترا اے ساقیِ بطحا!
کہ جس سے انبیا و اولیا پی کر نکلتے ہیں
عجب ہے اُن کے دیوانوں کا عالم راہِ طیبہ میں
جنونِ شوق کی اوڑھے ہوئے چادر نکلتے ہیں
جو زائر ہیں' وہ زندہ لَوٹتے ہیں حاضری دے کر
جو عاشق ہیں' وہ اُن کے شہر سے مر کر نکلتے ہیں
بہالے جائے جن کو موجِ عشقِ ساقیِ کوثر
قیامت میں سہی' لیکن لبِ کوثر نکلتے ہیں

تری نسبت کی دولت سیرِ چشتی بخش دے جن کو
شہانِ بُوالہوس سے وہ گدا بہتر نکلتے ہیں

میسّر آ گیا تھا لمسِ نعلینِ نبی جن کو
اب اُن ذرّات سے خورشید کے تیور نکلتے ہیں

سرِ محشر کہیں گے آپ، دامن خشک سب، تیرے
مِرے حصّے میں کر دے، جن کے دامن تر نکلتے ہیں

پرستارِ خرد! نعتِ نبی آساں نہیں اِتنی
کہ یہ اشعار دل کی راہ سے ہو کر نکلتے ہیں

نصیؔر اپنی اُمیدیں بھی ہیں اُس کوچے سے وابستہ
کہ جس کُوچے کے بے زر، وقت کے بُوذر نکلتے ہیں

❁

شاہانِ جہاں کس لئے شرمائے ہوئے ہیں
کیا بزم میں طیبہ کے گدا آئے ہوئے ہیں؟

ہنگامۂ محشر میں کہاں حبس کا خدشہ
گیسو شہِ کونین کے لہرائے ہوئے ہیں

حاجت نہیں جُنبش کی یہاں اے لبِ سائل!
وہ یوں بھی کرم حال پہ فرمائے ہوئے ہیں

یہ شہرِ مدینہ ہے کہ ہے اک کششِ آباد
محسوس یہ ہوتا ہے کہ گھر آئے ہوئے ہیں

ایثار و مساوات و مؤاخات و تواضع
یہ پھول سبھی آپ کے مہکائے ہوئے ہیں

گُل اپنی عنایت سے نہ رکھّیں ہمیں محروم
کچھ بھی ہیں ' مگر آپ کے کہلائے ہوئے ہیں

یا شاہِ اُمم ! ایک نظر اُن کی طرف بھی
دامانِ تمنّا کو جو پھیلائے ہوئے ہیں

خورشیدِ جہاں تاب ہو ' یا ماہِ شب افروز
دونوں ترے چہرے سے ضیا پائے ہوئے ہیں

مِلتی نہیں دل کو کسی پہلو بھی تسلّی
لمحاتِ حُضوری ہیں کہ تڑپائے ہوئے ہیں

اِس وقت نہ چھیڑ اے کششِ لذّتِ دنیا !
اِس وقت مِرے دل کو وہ یاد آئے ہوئے ہیں

سُلطانِ دو عالَم کی عطا اور یہ عاصی
کچھ لوگ تو اِس بات پہ چکرائے ہوئے ہیں

حاوی ہے فلک کُلّیتاً جیسے زمیں پر
اِس طرح مِرے ذہن پہ وہ چھائے ہوئے ہیں

جنّت کی فضائیں اُنھیں بہلا نہ سکیں گی
جو آپ کی گلیوں کی ہَوا کھائے ہوئے ہیں

بن جائے گی محشر میں نصیؔر اب تری بگڑی
سرکار ' شفاعت کے لیے آئے ہوئے ہیں

بے مثل ہے کونین میں سرکار کا چہرا
آئینۂ حق ہے شہِ ابرار کا چہرا
دیکھیں تو دعا مانگیں یہی یوسفِ کنعاں
تکتا رہوں خالق! ترے شہکار کا چہرا
اے مُطّلبی پھول! بہاروں کے پیمبر
کِھلتا ہے ترے نام سے گُلزار کا چہرا
خورشیدِ حلیمہ! تری مشتاق ہیں آنکھیں
بھاتا نہیں اب ماہِ ضیا بار کا چہرا
اے خُلد! کروں گا ترا دیدار بھی ' لیکن
اِس دم ہے نظر میں ' ترے مختار کا چہرا
والشّمس کی یہ واوِ قسم کہتی ہے مُڑ کر
بے داغ رہا شاہ کے کردار کا چہرا
جلووں سے ہو معمور نہ کیوں دل کا مدینہ
آنکھوں میں ہے اُس مطلعِ انوار کا چہرا
دورانِ شفاعت وہ سُکوں بخش دِلاسے
بے فکرِ ندامت ہے گنہگار کا چہرا

کِھلتا ہی گیا پھُول کی صُورت دمِ آخر
اُترا نہیں دیکھا ترے بیمار کا چہرا
پُوچھا جو یہ سائل نے کہ کیا چیز ہے اَحسَن
صدّیق نے برجستہ کہا ، "یار کا چہرا"
اُترے پسِ مرگ اُس کی زیارت کو فرشتے
نکھرا وہ ترے طالبِ دیدار کا چہرا
جھپکے جو نصیؔر آنکھ دمِ نزع تو یارب!
پتلی میں پھرے احمدِ مختار کا چہرا

❁

ہے جن کی خاکِ پا رُخِ مہ پر لگی ہوئی
اُن کی لگن ہے دل کو برابر لگی ہوئی

شاہِ اُمَم لُٹائے چلے جا رہے ہیں جام
پیاسوں کی بھیڑ ہے سرِ کوثر لگی ہوئی

زہرا ، حسین اور حسن کا غلام ہُوں
مہرِ علی کی مُہر ہے مجھ پر لگی ہوئی

قربان اے خیالِ رُخِ مصطفٰی ! ترے
رونق ہے ایک ذہن کے اندر لگی ہوئی

ٹکّر نہ لے نبی کی شریعت سے ، ہوش کر!
دوزخ میں جھونکتی ہے ، یہ ٹھوکر لگی ہوئی

میرا کفن ہو تارِ ادب سے بُنا ہُوا
ہو ساتھ التماس کی جھالر لگی ہوئی

یادِ رسولِ پاک میں ہر آنکھ تر رہے
اشکوں کی اک سبیل ہو گھر گھر لگی ہوئی

آقا ! بلائے حرص و حسد سے بچایئے
پیچھے یہ سب کے ہاتھ ہے دھو کر لگی ہوئی

تکتے ہیں روز و شب جسے شمس و قمر نصیرؔ
اپنی نظر بھی ہے اُسی در پر لگی ہوئی

کہتے ہیں جس کو عشق وہ اک آگ ہے نصیرؔ
بُجھتی نہیں سُنی ہے یہ اکثر ، لگی ہوئی

❁

غلام حشر میں جب سیّدُ الورٰی کے چلے
لِوائے حمد کے سائے میں سَر اُٹھا کے چلے

چراغ لے کے جو عُشّاق مصطفٰے کے چلے
ہوائے تُند کے جھونکے بھی سَر جُھکا کے چلے

وہیں پہ تھم گئی اک بار گردشِ دوراں
جہاں بھی تذکرے سُلطانِ انبیا کے چلے

ہے دیدنی یہ مدینے کے عاشقوں کا چلن
جبیں پہ خاکِ درِ مصطفٰی سجا کے چلے

یہ کس کا شہر قریب آرہا ہے دیکھو تو
دُرود پڑھتے ہوئے قافلے ہَوا کے چلے

نہیں ہے کِبر کی رُخصت حرم میں زائر کو
ادب کا ہے یہ تقاضا کہ سر جُھکا کے چلے
وہ اُن کا فقر سلیماں کو جس پہ رشک آئے
وہ اُن کا حُسن کہ یوسف بھی مُنہ چُھپا کے چلے
سرِ نیاز جُھکایا جنھوں نے اُس دَر پر
وہ خوش نصیب ہی دنیا میں سر اُٹھا کے چلے
نشے کی علّتِ حُرمت میں تھا یہ پہلو بھی
کہ پُل صراط پہ مومن نہ لڑکھڑا کے چلے
طلب ہوئی سرِ قوسَین جب شبِ اسرٰی
حُضور، واقفِ منزل تھے، مُسکرا کے چلے
اُنہیں کی زیست ہوئی آبرو کے ساتھ بسر
جو اُن کی چادرِ نسبت میں سر چُھپا کے چلے
نظر بہ عالمِ پاکیزگی پڑے اُن پر
مسافرانِ لحد اِس لیے نہا کے چلے
جنابِ آمنہ اُٹھّیں بلائیں لینے کو
جو تاج سر پہ شفاعت کا وہ سجا کے چلے
نصیؔر اُن کے سِوا کون ہے رسول ایسا
جو بخشوانے کو آئے تو بخشوا کے چلے
نصیؔر! تجھ کو مبارک ہو یہ ثباتِ قدم
کہ اِس زمیں میں اکابر بھی لڑکھڑا کے چلے

مجھ پہ بھی چشمِ کرم اے مرے آقا ! کرنا
حق تو میرا بھی ہے رحمت کا تقاضا کرنا

مَیں کہ ذرّہ ہُوں مجھے وسعتِ صحرا دے دے
کہ ترے بس میں ہے قطرے کو بھی دریا کرنا

مَیں ہُوں بے کس ' ترا شیوہ ہے سہارا دینا
مَیں ہُوں بیمار ' ترا کام ہے اچّھا کرنا

تُو کسی کو بھی اُٹھاتا نہیں اپنے در سے
کہ تری شان کے شایاں نہیں ایسا کرنا

تیرے صدقے ' وہ اُسی رنگ میں خود ہی ڈوبا
جس نے ' جس رنگ میں چاہا مجھے رُسوا کرنا

یہ ترا کام ہے اے آمنہ کے دُرِّ یتیم !
ساری اُمّت کی شفاعت ' تنِ تنہا کرنا

کثرتِ شوق سے اوسان مدینے میں ہیں گُم
نہیں کُھلتا کہ مجھے چاہیے کیا کیا کرنا

یہ تمنّائے محبّت ہے کہ اے داورِ حشر!
فیصلہ میرا سپردِ شہِ بطحا کرنا

آل و اصحاب کی سنّت ، مرا معیارِ وفا
تری چاہت کے عوض ، جان کا سودا کرنا

شاملِ مقصدِ تخلیق یہ پہلو بھی رہا
بزمِ عالم کو سجا کر ترا چرچا کرنا

یہ صراحت وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ میں ہے
تیری تعریف کرانا ، تجھے اُونچا کرنا

تیرے آگے وہ ہر اک منظرِ فطرت کا ادب
چاند سورج کا وہ پہروں تجھے دیکھا کرنا

طبعِ اقدس کے مطابق وہ ہواؤں کا خرام
دھوپ میں دوڑ کے وہ ابر کا سایا کرنا

دشمن آ جائے تو اُٹھ کر وہ بچھانا چادر
حُسنِ اخلاق سے غیروں کو وہ اپنا کرنا

کوئی فاروق سے پوچھے کہ کیسے آتا ہے
دل کی دُنیا کو نظر سے تہ و بالا کرنا

اُن صحابہ کی خوش اطوار نگاہوں کو سلام
جن کا مسلک تھا ، طوافِ رُخِ زیبا کرنا

مجھ پہ محشر میں نصیرؔ اُن کی نظر پڑ ہی گئی
کہنے والے اِسے کہتے ہیں "خدا کا کرنا"

❁

ہے سراپا اُجالا ہمارا نبی
رحمتِ حق تعالیٰ ہمارا نبی

جس کا کونین میں کوئی ثانی نہیں
ہے وہ جگ سے نرالا ہمارا نبی

پَل رہا ہے جہاں جس کی خیرات پر
وہ حلیمہ کا پالا ہمارا نبی

آبِ کوثر پئیں گے تو صِرف اِس لئے
ہم کو بخشے گا پیالا ہمارا نبی

سطحِ فکر و نگاہِ بشر سے کہیں
ہے بلند اور بالا ہمارا نبی

کل سرِ پُل جو کچھ لڑکھڑائے بھی ہم
ہم کو دے گا سنبھالا ہمارا نبی

ہے مُسلَّم رسولوں کا رُتبہ، مگر
سب سے رُتبے میں اعلیٰ ہمارا نبی

غم نہیں ہم کو تاریکیِ قبر کا
بخش دے گا اُجالا ہمارا نبی

جس کی نسبت سے ہو جائیں گے پار ہم
ہے وہ سچّا حوالا ہمارا نبی

آج جس کے سبب، راہِ دل بند ہے
کھول دے گا وہ تالا ہمارا نبی

کیوں نصیؔر اہلِ دنیا پہ رکھیں نظر
ہم کو ہے دینے والا ہمارا نبی

نعت در زمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

قُدرت نے آج اپنے جلوے دکھا دیئے ہیں
آمد پہ مصطفیٰ کی، پردے اُٹھا دیئے ہیں

یہ کون آرہا ہے یہ آج کون آیا
سوئے ہوئے مقدّر کِس نے جگا دیئے ہیں

جب اُن کا نام لے کر مظلوم کوئی رویا
زنجیر توڑ دی ہے، قیدی چُھڑوا دیئے ہیں

بے کس نواز اُن سا، پیدا ہُوا، نہ ہوگا
بچھڑے مِلا دیئے ہیں، اُجڑے بسا دیئے ہیں

بحرِ کرم میں اُن کے اُٹھّی جو موجِ رحمت
مرتے بچا لئے ہیں، گرتے اُٹھا دیئے ہیں

اللہ رہے ہوائیں اُس دامنِ کرم کی
بنجر زمیں تھی دل کی، گُلشن کِھلا دیئے ہیں

شاہوں کے در پہ جانا توہین تھی ہماری
اُن کی گلی میں ہم نے بستر لگا دیئے ہیں

صدقے مَیں آپ کی اُس حاجت روا نظر پر
جس نے گدا ہزاروں سُلطاں بنا دیئے ہیں

غازہ سمجھ کے مُنہ پر مَلتے ہیں اہلِ نسبت
مٹّی نے اُن کے در کی، مُکھڑے سجا دیئے ہیں

سینے میں ہُوں سجائے یادوں کی ایک محفل
اُن کی لگن نے دل میں میلے لگا دیئے ہیں

بڑھتی ہی جارہی ہیں تابانیاں حرم کی
بُجھتے نہیں کسی سے طیبہ کے کیا "دیئے" ہیں

وہ جانیں اے نصیؔر اب یا جانے اُن کا خالق
ہم نے تو دل کے دُکھڑے اُن کو سُنا دیئے ہیں

نعتیہ

رات اَسرٰی دی فضل خزانیاں نُوں ، اُمّت واسطے مِری سرکار لُٹیا
سُرمہ پا مازاغ دا فیر آقا ، پالن ہار دا خاص دیدار لُٹیا
کہندے ذرّے مدینے دی وادیاں دے ، بباڑا ہوش اُس ناقہ سوار لُٹیا
مزا سا ہواں دی پاک خُوشبو والا ، یارِ غار لُٹیا ، یاں فِر غار لُٹیا

نعتیہ

کِرن خاور دے شاہ دی ، لاٹ چَن دی ، تھر تھر کنبے جس دے دَر و بام چُم کے
جا کے چرخ تے ماہِ تمام بنیا ، جس دی خاک نُوں ماہِ تمام ، چُم کے
عاشق اوس دے لئی رستے بُھل بیٹھے ، ذرّے ذرّے نُوں گام بہ گام چُم کے
مثلِ برق اُوہ شاہ اَسوار لنگھیا ، دیدے رہ گئے گردِ خرام چُم کے

نعتیہ

اُس دی گَل چھیڑو! جس دی اک گَل توں ، سارا عالم ، تے بزمِ ظہور صدقے
جس دا مُکھڑا دلیل وُجود رب دی ، جہدے عشق توں ، عقل و شعور صدقے
طُورِ چشم تے جس دے کلیم پلکاں ، وال وال اُتوں لکھاں طُور صدقے
گھولی مُشک ، تے چشمِ غزال قُرباں ، دَورِ جام واری ، زُلف حُور صدقے

میری زندگی کا تجھ سے یہ نظام چل رہا ہے
ترا آستاں سلامت، مرا کام چل رہا ہے

نہیں عرش وفرش پر ہی تری عظمتوں کے چرچے
تہِ خاک بھی لحد میں ترا نام چل رہا ہے

وہ تری عطا کے تیور، وہ ہجوم گردِ کوثر
کہیں شورِ مے کشاں ہے کہیں جام چل رہا ہے

کسی وقت یا محمد کی صدا کو میں نہ بھولا
دمِ نزع بھی زباں پر یہ کلام چل رہا ہے

مرے ہاتھ آ گئی ہے یہ کلیدِ قُفلِ مقصد
ترا نام لے رہا ہوں مرا کام چل رہا ہے

کوئی یاد آ رہا ہے مرے دل کو آج شاید
جو یہ سیلِ اشکِ حسرت سرِ شام چل رہا ہے

وہ برابری کا تُو نے دیا درس آدمی کو
کہ غلام ناقہ پر ہے تو امام چل رہا ہے

یہ اثر ہے تیری سنّت کے مذاقِ سادگی کا
رہِ خاص چلنے والا رہِ عام چل رہا ہے

ترے لُطفِ خُسروی پر مرا کٹ رہا ہے جیون
مرے دن گزر رہے ہیں مرا کام چل رہا ہے

مجھے اِس قدر جہاں میں نہ قُبولِ عام ملتا
ترے نام کے سہارے مرا نام چل رہا ہے

تری مُہر کیا لگی ہے کہ کوئی ہُنر نہ ہوتے
مری شاعری کا سکّہ سرِ عام چل رہا ہے

کڑی دُھوپ کے سفر میں نہیں کچھ نصیؔر کو غم
ترے سایۂ کرم میں یہ غلام چل رہا ہے

❁

تصوّر میں مرے جب چہرۂ خیرُالانام آیا
جبیں خم ہو گئی لب ، پر دُرود آیا سلام آیا

خدا نے آمنہ کی کوکھ سے ظاہر کیا آخر
وہ اک نورِ ازل جو فخرِ آبائے کرام آیا

مناؤ اُس کی آمد پر خوشی ماہِ ولادت میں
کہ محبوبِ خدائے قادرِ یُحْیِ العِظام آیا

کھڑے تھے انبیا معراج کی شب خیر مقدم کو
امامت کے لیے جب وہ شہِ گردوں خرام آیا

سفر کی دھوپ کی شدّت اگر بڑھنے لگی حد سے
تو اُس بے سایہ پر سایہ لُٹانے کو غمام آیا

نظر آیا خجِل خورشیدِ خاور اپنی کرنوں پر
عُروجِ حُسن پر جب ہاشمی ماہِ تمام آیا

سرِ کوثر نہ کیوں اِترائیں اُن کے چاہنے والے
یہ کیا کم ہے کہ اُن کے ہاتھ سے ہاتھوں میں جام آیا

تمنّاؤں کی مُرجھائی ہوئی کلیاں مہک اُٹھّیں
برنگِ موجۂ خوشبو وہ شاہِ ذِی مقام آیا

ہُوا محسوس جیسے مُلتفِت خود ہوں شہِ بطحٰی
مرے ہونٹوں پہ جس دم سیّدہ زہرا کا نام آیا

امامت کا تسلسُل کوئی دیکھے اِس گھرانے میں
حسین ابنِ علی بعدِ حسن بن کر امام آیا

اب اِس کے بعد منزل کیا ہو میری خوش نصیبی کی
ترا در چُوم کر لَوٹا ، تری جالی کو تھام آیا

تری آمد بھی کیا آمد ہے جس آمد کے صدقے میں
ہدایت کی کتاب اُتری ، شریعت کا نظام آیا

یہی وہ ہیں کہ ایماں بعدِ توحید اِن پہ لازم ہے
یہی وہ ہیں پسِ اللہُ اکبر جن کا نام آیا

پلانے کا شرف اُن سے رہا مخصوص محشر میں
وہ جب تشریف لائے تب کہیں گردش میں جام آیا

مزا جب ہو کہ بابِ خُلد پر جس دم نصؔیر آئے
کہے رضوان ، رستہ دو ! محمد کا غلام آیا

ازل سے محوِ تماشائے یار ہم بھی ہیں
جمالِ شاہِ اُمَم پر نثار ہم بھی ہیں

ضیائے شاہِ عرب سے ہے اپنا دل روشن
چراغِ طُور کے آئینہ دار ہم بھی ہیں

زمانہ طالبِ خیراتِ لطف ہے اُن سے
پکار اے دلِ مضطر پکار! ہم بھی ہیں

بحقِ چادرِ زہرا اِدھر بھی ایک نظر
غبارِ راہ میں اے شہسوار! ہم بھی ہیں

ہمارا دھیان بھی طیبہ کے قافلے والو!
رواں دواں پسِ گرد و غبار ہم بھی ہیں

نظر جو اُن کی ہوئی ہم خزاں نصیبوں پر
تو پھر کہیں گے کہ رشکِ بہار ہم بھی ہیں

اِس ایک بات پہ ہے فخر ہم غریبوں کو
کہ اُن کے اُمّتیوں میں شمار ہم بھی ہیں

یہ اُس کریم کا دَر ہے کہ تاجدار، جہاں
پکارتے ہیں کہ اُمّید وار ہم بھی ہیں

ہمیں بھی آپ سے اُمّید ہے شفاعت کی
اُٹھائے سر پہ گناہوں کا بار ہم بھی ہیں

صبا سے کہہ دو کہ جالی کو چومنے کے لیے
بس ایک تُو ہی نہیں بیقرار، ہم بھی ہیں
جو پُل صراط پہ ہم پر بھی پڑ گئی وہ نظر
تو پھر نصیرؔ سمجھ لو کہ پار ہم بھی ہیں

نعت در زمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

احمد کہوں کہ حامدِ یکتا کہوں تجھے
مولیٰ کہوں کہ بندۂ مولیٰ کہوں تجھے
کہہ کر پکاروں ساقیِ کوثر بروزِ حشر
یا صاحبِ شفاعتِ کُبرٰی کہوں تجھے
یا عالمین کے لیے رحمت کا نام دوں
یا پھر مکینِ گنبدِ خضرٰی کہوں تجھے
ویراں دلوں کی کھیتیاں آباد تجھ سے ہیں
دریا کہوں کہ ابر سخا کا کہوں تجھے
تجھ پر ہی بابِ ذات و صفاتِ خدا کھلا
توحید کا مدرّسِ اعلیٰ کہوں تجھے
ہے مُمتنع نظیر تری ذات، خلق میں
پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے

پا کر اشارہ سورۂ یٰسیں کا اِس طرف
دل چاہتا ہے سیدِ والا کہوں تجھے

زہرا ہے لختِ دل تو حسن ہے تری شبیہ
زینب کا یا حسین کا بابا کہوں تجھے

سرتاجِ انبیا کہ اماں گاہِ اولیا
یا فخرِ نسلِ آدم و حوّا کہوں تجھے

بے مثل ہے تری بشریّت بھی نور بھی
لکھّوں بشر کہ نور سراپا کہوں تجھے

تخلیقِ کائنات کا لکھّوں تجھے سبب
یا بزمِ کائنات کا دُولھا کہوں تجھے

لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا کھو چکے حواس
میرے کریم ! تُو ہی بتا کیا کہوں تجھے

قربان تیرے اے شبِ اسرٰی کے عرش سیر
تنہا خرامِ عالمِ بالا کہوں تجھے

اب کر لیا ہے ذوقِ طلب نے یہ فیصلہ
جو کچھ کہوں خدا سے کہوں یا کہوں تجھے

اُٹھتے ہی ہاتھ بھر گئیں منگتوں کی جھولیاں
حق تو یہ ہے کہ خلق کا داتا کہوں تجھے

جب انتخابِ مالکِ روزِ جزا ہے تُو
پھر کس لیے نہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

جی بھر کے دیکھنے بھی نہ دِیں شہ کی جالیاں
بس اے ہجومِ اشک مَیں اب کیا کہوں تجھے

اتنے قریب مجھ کو ملے خُلد میں جگہ
کہنی ہو کوئی بات اگر، جا کہوں تجھے

کرتا ہوں اختتامِ سخن اِس پہ اب نصیؔر
کچھ سُوجھتا نہیں کہ مَیں کیا کیا کہوں تجھے

❁

رباعی

سیرت لکھّیں کہ شعر تصنیف کریں
ہر رنگ میں اہتمامِ توصیف کریں
شرحِ ورفعنالَکَ ذِکرَك یہ ہے
محبوبِ خدا کی کُھل کے تعریف کریں

❁

قطعہ

دل میں مِرے نہاں یہ خلش عمر بھر کی ہے
آقا ! یہ التجا ترے آشفتہ سر کی ہے
رسوا نہ ہونے پائے قیامت میں کل نصیؔر
گھر میں رہے یہ بات کہ یہ بات گھر کی ہے

لحد میں وہ صورت دکھائی گئی ہے
مری سوئی قسمت جگائی گئی ہے

نہیں تھا کسی کو جو منظر پہ لانا
تو کیوں بزمِ عالم سجائی گئی ہے

صبا سے نہ کی جائے کیوں کر محبّت
بہت اُن کے کوچے میں آئی گئی ہے

وہاں تھی فدا مصر میں اک زُلیخا
یہاں صدقے ساری خدائی گئی ہے

یہ کیا کم سَنَد ہے مری مغفِرت کی
ترے در سے میّت اُٹھائی گئی ہے

گنہگار اُمّت پہ رحمت کی دولت
سرِحشر کُھل کر لُٹائی گئی ہے

شرابِ طُہور اُن کے دستِ کرم سے
سرِ حوضِ کوثر پلائی گئی ہے

بہت شاد ہیں قبر میں اہلِ نسبت
نبی کی زیارت کرائی گئی ہے

کسے تابِ نظّارہ جالی کے آگے
نظر احتراماً جُھکائی گئی ہے

لحد سے نصیؔر اب چلو تم بھی اُٹھ کر
اُنہیں دیکھنے کو خدائی گئی ہے

❁

سلام بحضورِ خیر الانام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

در زمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

مصطفیٰ، شانِ قُدرت پہ لاکھوں سلام
اوّلیں نقشِ خِلقت پہ لاکھوں سلام

مِیرِ جیشِ رُسُل، اُمّی و عقلِ کُل
صدرِ بزمِ رسالت پہ لاکھوں سلام

قائلِ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ
ماحیِ شِرک و بدعت پہ لاکھوں سلام

چاکِ دِل سِل گیا، آسرا مِل گیا
گردشِ چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام

گردِ چہرہ وُہ اک ہالۂ تمکنت
والضُّحیٰ کی صباحت پہ لاکھوں سلام

بھینی بھینی وہ خُوشبوئے زُلفِ دوتا
ایسی بے مثل نکہت پہ لاکھوں سلام

آنکھ کو دے گیا زینۂ اِرتقا
سبز گُنبد کی رِفعت پہ لاکھوں سلام

دست کی دستگیری پہ دائم دُرود
پاؤں کی استقامت پہ لاکھوں سلام

بھیڑ میں چُوم لیں شاہ کی جالیاں
اے نظر! تیری ہمّت پہ لاکھوں سلام

وہ حلیمہ جو ہے ثانیِ آمنہ
اُس کے لمحاتِ خدمت پہ لاکھوں سلام

از ازل تیرے منصب پہ لاکھوں دُرود
تا ابد تیری بعثت پہ لاکھوں سلام

نقشِ پا کے نگیں، جن کو تَرسے زمیں
چال کی زیب و زینت پہ لاکھوں سلام

کِس کی چوکھٹ پہ تُو دے رہا ہے صدا
اے گدا! تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

شانۂ اقدسِ شہ پہ بے حد دُرود
مُہرِ ختمِ نبُوّت پہ لاکھوں سلام

حوصلہ دینے آئے گی جو قبر میں
ایسی نادیدہ صورت پہ لاکھوں سلام

کھو گیا کِس کا حُسنِ گزر دیکھ کر
نقشِ پا! تیری حیرت پہ لاکھوں سلام

اُن کے رُوپ اور رنگت پہ رنگیں دُرود
اُن کی شکل و شباہت پہ لاکھوں سلام

گردشیں تھم گئیں ، محفلیں جم گئیں
کملی والے کی نسبت پہ لاکھوں سلام

ایک دو تین کیا ، لاکھوں سَر کٹ گئے
اُن کی منصوص عزّت پہ لاکھوں سلام

عُمر بھر غم جو اُمّت کا کھاتا رہا
ایسے غم خوارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام

کل کرے گی جو شورِ قیامت فرو
اُس دل آویز قامت پہ لاکھوں سلام

جس کو پا کر حلیمہ غنی ہو گئی
آمنہ ! تیری دولت پہ لاکھوں سلام

دیکھنے والی آنکھوں پہ پیہم دُرود
مرکزِ دید ، صُورت پہ لاکھوں سلام

اُن کی آمد کا سُن کر جو ہو گا بپا
ایسے شورِ قیامت پہ لاکھوں سلام

زینب و مرتضٰی پھر حسین و حسن
اور خاتونِ جنّت پہ لاکھوں سلام

چار یارانِ حضرت پہ ہر دم دُرود
اِن کے دورِ خلافت پہ لاکھوں سلام

شاہِ بغداد وُہ مُحیِ دِینِ حق
آبروئے طریقت پہ لاکھوں سلام

کیجیے بند آنکھیں نصیؔر اور پھر
بھیجیے اُن کی صورت پہ لاکھوں سلام

تضمینات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمینات

برکلامِ حضرت مولٰنا احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ

از

شاعرِ ہفت زباں علّامۂ زماں

پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحیٰ[1] تیرا

کوئی دنیائے عطا میں نہیں ہمتا[1] تیرا ہو جو حاتم کو میسّر یہ نظارا تیرا
کہہ اُٹھے دیکھ کے بخشش میں یہ رُتبہ تیرا واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحیٰ تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں ، مانگنے والا تیرا

کچھ بشر ہونے کے ناتے تجھے خود سا جانیں اور کچھ محض پیامی ہی خدا کا جانیں
اِن کی اوقات ہی کیا ہے کہ یہ اِتنا جانیں فرش والے تری عظمت کا عُلو[2] کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا[3] تیرا

جو تصوّر میں ترا پیکرِ زیبا دیکھیں رُوئے والشّمس تکیں ، مطلعِ سِیما[4] دیکھیں
کیوں بھلا اب وہ کسی اور کا چہرا دیکھیں تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا[5] تیرا

مجھ سے نا چیز پہ ہے تیری عنایت کتنی تُو نے ہر گام پہ کی میری حمایت کتنی
کیا بتاؤں تری رحمت میں ہے وسعت کتنی ایک مَیں کیا ، مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

ا: برابر ۲: بلندی ۳: جھنڈا ۴: پیشانی ۵: پیر کی تلی

کئی پُشتوں سے غلامی کا یہ رشتہ ہے بحال	یہیں طفلی و جوانی کے بِتائے[1] مہ و سال
اب بُڑھاپے میں خدارا ہمیں یوں در سے نہ ٹال	تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

غمِ دوراں سے جو گھبرائیے، کس سے کہیے	اپنی اُلجھن کسے بتلائیے، کس سے کہیے
چیر کر دل کسے دکھلائیے، کس سے کہیے	کس کا منہ تکیے، کہاں جائیے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مِٹ جائے یہ پالا تیرا

نذرِ عُشّاقِ نبی ہے یہ مِرا حرفِ غریب[2]	منبرِ وعظ پہ لڑتے رہیں آپس میں خطیب
یہ عقیدہ رہے اللہ کرے مجھ کو نصیب	مَیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و مُحب میں نہیں میرا تیرا

خُوگرِ[3] قُربت و دیدار پہ کیسی گزرے	کیا خبر اُس کے دلِ زار پہ کیسی گزرے
ہجر میں اِس ترے بیمار پہ کیسی گزرے	دُور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مَرے بیکس و تنہا تیرا

تجھ سے ہر چند وہ ہیں قدر و فضائل میں رفیع[4]	کر نصیؔر آج مگر فکرِ رضا کی توسیع
زینتِ نطق ترے، اُس کا ہو یہ شعرِ وقیع[5]	تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اُس کو شفیع
جو مِرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

[1]: گزارے [2]: عجیب، عاجزانہ [3]: عادی [4]: بلند [5]: اہم، معتبر

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا

یہ وہ سچ ہے کہ جسے ایک جہاں مان گیا — در پہ آیا جو گدا ، بن کے وہ سلطان گیا
اُس کے اندازِ نوازش پہ مَیں قربان گیا — نعمتیں بانٹتا جس سَمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رحمت کا قلمدان گیا

تجھ سے جو پھیر کے مُنہ ، جانبِ قرآن گیا — سُرخرو ہو کے نہ دنیا سے وہ انسان گیا
کتنے گستاخ بنے ، کتنوں کا ایمان گیا — لے خبر جلد کہ اوروں کی طرف دھیان گیا
مرے مولیٰ ، مرے آقا ، ترے قربان گیا

محوِ نظّارہ سرِ گنبدِ خضرای ہی رہی — دُور سے سجدہ گُزارِ درِ والا ہی رہی
رُوبرو پا کے بھی محرومِ تماشا ہی رہی — آہ ! وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنّا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

تیری چاہت کا عمل زیست کا منشور رہا — تیری دھلیز کا پھیرا ' مرا دستور رہا
یہ الگ بات کہ تُو آنکھ سے مستور رہا — دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر وہ سر ہے جو ترے قدموں پہ قربان گیا

دوستی سے کوئی مطلب ، نہ مجھے بَیر سے کام　　اُن کے صدقے میں کسی سے نہ پڑا خیر سے، کام
اُن کا شیدا ہُوں ، مجھے کیا حرم و دیر سے کام　　اُنہیں مانا ، اُنہیں جانا ، نہ رکھا غیر سے کام
للّٰہِ الحمد مَیں دنیا سے مسلمان گیا

احترامِ نَبوی داخلِ عادت نہ سہی　　شِیرِ مادر میں اصیلوں کی نجابت[1] نہ سہی
گھر میں آدابِ رسالت کی روایت نہ سہی　　اور تم پر مِرے مولٰی کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

بامِ مقصد[2] پہ تمنّاؤں کے زِینے پہنچے　　لبِ ساحل پہ نصیؔر اُن کے سفینے پہنچے
جن کو خدمت میں بلایا تھا نبی نے ، پہنچے　　جان و دل، ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضؔا سارا تو سامان گیا

۱: اونچے خاندانوں کی بزرگی　۲: مطلوب وتمنّا کی چھت

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے

بیٹھا ہوں رختِ[1] باندھ کے، ساعت سحر کی ہے
رونق عجیب شہرِ بریلی میں گھر کی ہے
سب آ کے پوچھتے ہیں عزیمت[2] کدھر کی ہے
شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے
جس پر نثار ، جانِ فلاح و ظفر کی ہے

شوط[3] و طواف و سعی کے نکتے سکھا دیے
احرام و حلق[4] و قصر[5] کے معنیٰ بتا د b
رَمی[6] و وُقوف[7] و نحر[8] کے منظر دِکھا دیے
اُس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا د b
اصلِ مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

صوم و صلوٰۃ ہیں کہ سجود و رُکوع ہیں
ہر چند شرع میں یہ اَہَمُّ الوُقُوع ہیں
حُبِّ نبی نہ ہو تو یہ سب لا نفُوع[9] ہیں
ثابت ہُوا کہ جملہ فرائض فُروع ہیں
اصلُ الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

جاں وار دوں یہ کام جو میرا صبا کرے
بعد از سلام ، عرض مری التجا کرے
کہتا ہے اِک غلام کسی شب خدا کرے
ماہِ مدینہ اپنی تجلّی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

1: سامان 2: ارادہ 3: طواف کا ایک پھیرا 4: دورانِ حج سر منڈانا 5: بال کتروانا 6: شیطان کو کنکریاں مارنا
7: عرفات میں دن ٹھہرنا 8: قربانی کرنا 9: بے فائدہ

سب جوہروں کی اصل تِرا جوہرِ غنا اِس دھوم کا سبب ہے تِری چشمِ اعتنا[1]
ممنون تیرے دونوں ہیں، بانی[2] ہو یا بِنا[3] ہوتے کہاں خلیل و بِنا کعبہ و مِنیٰ
لولاک والے! صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

سر پر سجا کے حمد و ثنا کی گھڑولیاں[4] وہ عاشقوں کی بھیڑ، وہ لہجے، وہ بولیاں
جالی کے سامنے وہ فقیروں کی ٹولیاں لب وا[5] ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تِرے پاک در کی ہے

ہے دفترِ نسب میں یہ عزّت لکھی ہوئی قرطاسِ وقت پر ہے یہ خدمت لکھی ہوئی
پُشتوں سے گھر میں ہے یہ عبارت لکھی ہوئی میں خانہ زادِ کُہنہ ہُوں، صورت لکھی ہوئی
بندوں کنیزوں میں مِرے مادر پدر کی ہے

ہر لحظہ آشنائے تب و تاب ہوگی آب[6] دنیائے آبرو میں دُرِ ناب ہوگی آب[7]
اُن کا کرم رہا تو نہ بے آب ہوگی آب دنداں کا نعت خواں ہُوں، نہ پایاب ہوگی آب
ندّی گلے گلے مِرے آبِ گُہر کی ہے

دم گُھٹ رہا تھا محبسِ[8] قالب میں بے ہَوا تھا مُلتجی نصؔیر کہ یا رب چلے ہوا
اِتنے میں دی سروش[9] نے آواز، لے ہوا سنکی[10] وہ دیکھ! بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضؔا ترے دامانِ تر کی ہے

1: توجّہ 2: بنیاد رکھنے والا 3: بنیاد 4: مٹی کے وہ چھوٹے گھڑے جو عورتیں شادی بیاہ کی رسم میں پانی سے بھر کر سر پر اُٹھا کر گاتی ہیں 5: کُھلے 6: عزّت 7: عزّت میں کمی نہ ہوگی 8: حبس کی جگہ 9: غیبی فرشتہ 10: ہوا آہستہ آہستہ چلی

اُن کی مہک نے دل کے غُنچے کِھلا دیئے ہیں

نُورِ خدا نے کیا کیا جلوے دکھا دیئے ہیں
سینے کئے ہیں روشن ، دل جگمگا دیئے ہیں
لہرا کے زلفِ مُشکیں نافے[1] لُٹا دیئے ہیں
اُن کی مہک نے دل کے غُنچے کِھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

آنکھیں کسی نے مانگیں ، جلوا کسی نے مانگا
ذرّہ کسی نے چاہا ، صحرا کسی نے مانگا
بڑھ کر ہی اُس سے پایا جتنا کسی نے مانگا
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

جس وقت رنگِ چہرہ محشر میں زرد ہو گا
دوزخ کے ڈر سے لرزاں[2] ہر ایک فرد ہو گا
تیرے نبی کو کتنا اُمّت کا درد ہو گا
اللہ ! کیا جہنّم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

اپنے کرم سے جو دو اب تو تمہاری جانب
جو جی میں آئے سو دو اب تو تمہاری جانب
پا لو ہمیں کہ کھو دو اب تو تمہاری جانب
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی ، لنگر اُٹھا دیئے ہیں

---

[1]: مرادکستوری [2]: کانپتا ہُوا

لازم نہیں ہے کوئی ایسے ہی رنج میں ہو   جاں پر بنی ہو یا پھر ویسے ہی رنج میں ہو
اُن کا غلام چاہے جیسے ہی رنج میں ہو   اُن کے نثار، کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں، سب غم بُھلا دیئے ہیں

اہلِ نظر میں تیرا ذہنِ رسا[1] مُسلّم   دنیائے علم و فن میں ہے تیری جا مُسلّم
جانِ نصؔیر! تیری طرزِ نوا مُسلّم   مُلکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضؔا مُسلّم
جس سمت آگئے ہو سِکّے بٹھا دیئے ہیں

1: بات کی تہہ تک پہنچنے والا دماغ

پُل سے اُتارو، راہ گُزر کو خبر نہ ہو

یوں بخشواؤ جِنّ و بشر کو خبر نہ ہو — ڈھل جائیں داغ ، دامنِ تر کو خبر نہ ہو
ایسے گزارو ، نارِ سَقَر[1] کو خبر نہ ہو — پُل سے اُتارو ، راہ گُزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

دورِ خزاں کی زد میں ہے دل اِس فِگار[2] کا — مدّت ہوئی کہ منہ نہیں دیکھا بہار کا
دستِ حضور میں ہے شرف ، اختیار کا — کانٹا مِرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو

جاں پر بنی ہوئی تھی غمِ انتظار میں — لے آئی مجھ کو دید کی حسرت ، مزار میں
حائل نہیں حجاب کوئی اِس دیار میں — فریاد اُمّتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

اُن پر مٹا دے اُن کی وِلا[3] میں خدا ہمیں — ایسی پلا دے اُن کی وِلا میں خدا ہمیں
بیخود بنا دے اُن کی وِلا میں خدا ہمیں — ایسا گُما دے اُن کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

۱: جہنّم ۲: غمگین ۳: محبّت

نبیوں کا تاجدار بہ شانِ پیمبری
بیٹھا ہے تیری پُشت پہ آ کر ابھی ابھی
کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی تُنُک رَوی[1]
منزل ہے دُور تر، کوئی ضائع نہ ہو گھڑی
یوں جائیے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

مانا کہ وہ رسولِ خدا ہیں، خدا نہیں
مسجود کوئی ذاتِ اَحَد کے سوا نہیں
اے شوقِ دل! یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
جائز کبھی یہ دینِ نبی میں ہُوا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

دشتِ وفا میں کون قدم سے قدم ملائے
گھرے کچھ اور ہونے لگے ہیں غموں کے سائے
اے خارِ طیبہ! دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
اے ضبطِ گریہ! آنکھ میں آنسو نہ آنے پائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

پُرساں[2] بہ جُز رسولِ گرامی نہیں جہاں
انساں کو اذنِ شوخ کلامی نہیں جہاں
اُن کے سوا رضاؔ کوئی حامی نہیں، جہاں
اُن سا نصؔیر شافعِ نامی[3] نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

۱: تیز رفتاری ۲: حال پوچھنے والا ۳: مشہور، عزّت والا

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں

رکھ دیا قدرت نے اعجازِ مثالی ہاتھ میں
منتظر ہے حکم کا گنجِ لآلی[1] ہاتھ میں
سبز ہو جائے جو پکڑیں خشک ڈالی ہاتھ میں
ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی[2] نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی[3] ہاتھ میں

اُس کا فیضِ عام سائل کو صدا دیتا ہے آپ
وہ جہانِ لطف و احساں میں جواب اپنا ہے آپ
مَیں نے یہ جانچا ہے، یہ پرکھا ہے، یہ دیکھا ہے آپ
جُودِ شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا پیاسا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ آجائے پیالی ہاتھ میں

اُن کا اندازِ عطا کچھ بے خرد، سمجھے نہیں
مانگنے والوں کے یوں ہی رابطے اُن سے نہیں
ہم نے دیکھے ہیں، مگر ایسے غنی دیکھے نہیں
مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

میرے خالق! حشر میں اُمّت کا یہ مقسوم کر
پُل سے گزرے اُن کے نعلینِ مبارک چُوم کر
ہر طرف سے اک یہی آواز آئے گھُوم کر
سایۂ اَفگن سر پہ ہو پرچمِ الٰہی جھُوم کر
جب لِواءُ الحمد[4] لے اُمّت کا والی ہاتھ میں

ا: لؤلؤ کی جمع لآل معنٰی موتی، گنجِ لآلی کے معنٰی موتیوں کا خزانہ ۲: جان عطا کرنا ۳: میٹھی گفتگو ۴: حمد کا جھنڈا

زانووں کا پیار سے منبر دیا سِبطین[1] کو　　کیا شباہت کا حسیں منظر دیا سِبطین کو
نعمتِ باطن سے ایسا بھر دیا سِبطین کو　　دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سِبطین کو
اے میں قرباں جانِ جاں! انگشت کیا لی ہاتھ میں

بانٹنے کو آئے جب وہ ساقیِ کاکُل بدوش[2]　　ہر ادا جس کی خود اک ہنگامۂ محشر خموش
سرد پڑ جائے مِرے بحرِ تعقّل[3] کا خروش　　کاش ہو جاؤں لبِ کوثر مَیں یوں وارفتہ ہوش
لے کر اُس جانِ کرم کا ذَیلِ عالی[4] ہاتھ میں

حاضری کا کیا وہ منظر تھا تہِ چرخِ کبود[5]　　ہاتھ اُٹھتے ہی وہ ابوابِ اجابت[6] کی کشُود
دل کی دنیا پر وہ انوارِ سَکِینت[7] کا وُرُود　　آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر دُرُود
وقفِ سنگِ در جبیں، روضے کی جالی ہاتھ میں

اے نصیؔر اِس نعت میں لائے ہیں کیا مضموں، رضا　　کملی والے کے ثنا خواں، عاشق و مفتوں، رضا
شاہ کے پائے مبارک پر جو بوسہ دُوں رضا　　حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لُوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پا کے اُن کا ذیلِ عالی ہاتھ میں

۱: جنابِ حسنؓ و حسینؓ　۲: کندھے پر زُلف ڈالے ہوئے　۳: سمجھ اور عقل کا سمندر　۴: عزّت اور بزرگی والا دامنِ مبارک　۵: نیلا آسمان　۶: قبولیت کے دروازے　۷: سکون کے انوار

کِس کے جلوے کی جھلک ہے، یہ اُجالا کیا ہے

دِل کے آنگن میں یہ اِک چاند سا اُترا کیا ہے
موج زن آنکھوں میں یہ نُور کا دَریا کیا ہے
ماجرا کیا ہے یہ آخر، یہ مُعَمّا کیا ہے
کِس کے جَلوے کی جھلک ہے، یہ اُجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زَدہ تکتا کیا ہے

زائرِ گُنبدِ خضرٰی! تجھے اَب فِکر ہے کیا
سامنے وہ بھی، اللہ کا دَر بھی ہے کُھلا
چُپ نہ رہ، کھول زباں، دامنِ مقصد پھیلا
مانگ مَن مانتی، مُنہ مانگی مُرادیں لے گا
نہ یہاں ناں ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا، کیا ہے؟

عرصۂ حَشر میں ناسازیِ احوال کے وقت
دِل کی دیوار میں اُٹھتے ہوئے بُھونچال[1] کے وقت
لِمَنِ المُلک[2] کی آوازِ پُر اِجلال کے وقت
بے بسی ہو مُجھے جب پُرسشِ اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں، اُس وقت تمنّا کیا ہے

بات اُمّت کی جب اللہ سے منوائیں حضور
جس گھڑی مسندِ محمُود[3] پہ آ جائیں حضور
جب گنہ گاروں کو سَرکار میں بُلوائیں حضور
کاش فریاد مِری سُن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو، یہ کیا شور ہے، غوغا کیا ہے

۱: زلزلہ ۲: قیامت میں اللہ کا یہ اعلان کہ آج مُلک کس کا ہے ۳: مقامِ محمود

خوشامد ہے ، نہ وہ گستاخ ، نہ وہ ظالم ہے ۔ بَد عقیدہ ہے ، نہ وہ چرب زباں[1] عالم ہے
نسلِ خُدّام سے منسوب کوئی خادم ہے ۔ یُوں ملائک کریں معروض[2] کہ اِک مُجرم ہے
اُس سے پرسش ہے ، بتا تُو نے کِیا کیا کیا ہے

رُوبرو داورِ محشر کے ہے اِک عصیاں کیش[3] ۔ ہے اُدھر مالکِ کُل اور اِدھر یہ درویش
معصیت کار ، خطا وار ، گنہ بیش از بیش[4] ۔ سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہے پیش
ڈر رہا ہے کہ خُدا حکم سُناتا کیا ہے

نَوحہ زَن ہے دلِ برباد کہ یا شاہِ رُسُل ۔ اب کہاں جائے یہ ناشاد کہ یا شاہِ رُسُل
وقتِ امداد ہے ، امداد! کہ یا شاہِ رُسُل ۔ آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسُل
بَندہ بے کَس ہے شہا! رحم میں وقفہ کیا ہے

ہے عنایت ، جو مَیں مصروفِ ثنا ہوتا ہُوں ۔ ورنہ اوقات مِری کیا ہے ، مَیں کیا ہوتا ہُوں
غم تو بس یہ ہے کہ محرومِ نوا ہوتا ہُوں ۔ اب کوئی دَم میں گرفتارِ بَلا ہوتا ہُوں
آپ آ جائیں تو کیا خوف ہے ، کھٹکا کیا ہے

عرصۂ حَشر[5] میں تھا بیم و رِجا[6] کا عالَم ۔ سخت مُشکل میں گِھری تھی مِری جانِ پُرغم
ہاتھ میں تھامے ہوئے حمدِ الٰہی کا عَلَم ۔ لو! وہ آیا مِرا حامی مِرا غم خوارِ اُمَم
آگئی جاں تنِ بے جاں میں ، یہ آنا کیا ہے

ا: چکنی چُپڑی باتیں کرنے والا ۲: عرض ۳: نافرمانی کے چلن والا ۴: زیادہ سے زیادہ ۵: میدان ۶: خوف واُمید

یُوں مرے سَر سے بَلا خوف کی ٹالیں سَرور — حَشر کی بِھیڑ میں چُپکے سے بُلا لیں سَرور
پہلے قدموں میں ذرا دیر بِٹھا لیں سَرور — پھر مجھے دامنِ اقدس میں چُھپا لیں سَرور
اور فرمائیں ہٹو! اِس پہ تقاضا کیا ہے

ہمیں کہتے ہیں مَلک ، طبقۂ معصوم ہیں ہم — بلکہ قرآں میں اِسی نام سے موسُوم ہیں ہم
مگر اِس پر بھی نہ حاکم ہیں ، نہ مخدُوم ہیں ہم — چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں ، محکُوم[1] ہیں ہم
حکمِ والا کی نہ تعمیل ہو زُہرہ[2] کیا ہے

جب چلے حَشر کے میدان میں اُمّت کی سِپاہ — سَرورِ جیش[3] ہو وہ مطلعِ کونین کا ماہ
اہلِ بیت اور صحابہ بھی رواں ہوں ہمراہ — یہ سَماں دیکھ کے محشر میں اُٹھے شور کہ وَاہ
چشمِ بَددُور ہو ، کیا شان ہے ، رُتبہ کیا ہے

باغِ جنّت ترے تطہیر کے گُلشن پہ نِثار — آبِ تسنیم ترے پاؤں کے دھووَن پہ نِثار
حُسنِ یوسف کی ادائیں تری چِتوَن[4] پہ نِثار — صَدقے اِس رحم کے ، اِس سایۂ دامن پہ نِثار
اپنے بندے کو مُصیبت سے بچایا کیا ہے

تیرے اَشعار میں ہے عشقِ نبی کی مہکار — نعت کے باغ میں آئی ہے ترے دَم سے بہار
تُجھے کرتا ہے نصیرؔ اہلِ ولایت میں شُمار — اَے رضاؔ! جانِ عنادِل[5] ترے نغموں کے نِثار
بُلبُلِ باغِ مدینہ ! ترا کہنا کیا ہے

۱: تابعِ فرمان ۲: پِتّا، مُرادمجال ۳: لشکر ۴: نظر، نگاہ ۵: بُلبُلیں

سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

تیرگی میں اُجالا ہمارا نبی روشنی کا حوالا ہمارا نبی
غیب داں، کملی والا ہمارا نبی سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

بحرِ غم میں کنارا ہمارا نبی چشمِ عالم کا تارا ہمارا نبی
آمنہ کا دُلارا ہمارا نبی اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دُولہا ہمارا نبی

جس کی تبلیغ سے حق نُمایاں ہوا بتکدہ جس کی آمد سے ویراں ہوا
جس کے جلووں سے ابلیس لرزاں ہوا بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہوا
نورِ اوّل کا جلوا ہمارا نبی

در پہ غَیروں کے زحمت، نہ فرمایئے بھیک لینے مدینے چلے جایئے
کوئی دیتا ہے تو سامنے لایئے کون دیتا ہے دینے کو مُنہ چاہیئے
دینے والا ہے سچّا ہمارا نبی

پیشِ داور[1] جو ہے عاصیوں کا وکیل
جس کے ہاتھوں سے منظور ہوگی اپیل
جس کا مکھڑا ہے خود مغفرت کی دلیل
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل

ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

جس کے عرفاں پہ موقوف عرفانِ ذات
جس کی رحمت کے سائے میں ہے کائنات
جس کے در سے نکلتی ہے راہِ نجات
جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات

ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

اللہ اللہ وہ اُمّی[2] و اُستادِ کُل
مچ گیا جس کی بَعثت پہ کَمّے میں غُل
رہبرِ اِنس و جاں ، مُنتہائے سُبُل[3]
خلق سے اولیا ، اولیا سے رُسُل

اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

جس کے اَذکار کی ہیں سجی محفلیں
دم قدم سے ہیں جس کے یہ سب رونقیں
بزمِ کونین میں جس کی ہیں تابشیں[4]
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مِشعلیں

شمع لے کر وہ آیا ہمارا نبی

فرش کو مُہرِ اعزاز جس کے قدم
جس کے ابرو میں اِک دلرُبایانہ خم
وہ جمیلُ الشِّیَم[5] وہ جلیلُ الحَشَم[6]
حُسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم

وہ ملیحِ دل آرا ہمارا نبی

1: اللہ تعالیٰ کے سامنے 2: جس کا مخلوق میں سے کوئی اُستاد نہ ہو 3: جس کی ذات تک راستوں کی انتہاء ہو
4: روشنیاں 5: حسین عادتوں والا 6: بڑی شان وشوکت والا

جیسے روزِ جزا ایک ہے، ویسے ہی جیسے مہرِ سما ایک ہے، ویسے ہی
جیسے سب کا خدا ایک ہے، ویسے ہی جیسے بابِ عطا ایک ہے، ویسے ہی
اِن کا ، اُن کا ، تمہارا ، ہمارا نبی

کتنے سروِ سہی زیرِ گردُوں[1] جُھکے کتنے روشن د b دم زدن میں بُجھے
کیا خبر کتنے تارے کِھلے چُھپ گئے کتنے دریا یہاں بہتے بہتے رُکے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

خود میں رنگِ تغیُّر سموتی رہی زندگی کتنے موتی پروتی رہی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی بیج کیا کیا تنوُّع کے بوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

جامِ کوثر کوئی دم میں پیجے کہ ہے اب نہ دل پر کوئی بات لیجے کہ ہے
غمزدوں کو رضا مُژدہ دیجے کہ ہے اے نصیؔر اب ذرا غم نہ کیجے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

1: آسمان

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ تاجِ عزّت[1] پہ لاکھوں سلام واقفِ رازِ فطرت پہ لاکھوں سلام
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کو بے چین رکھتا تھا اُمّت کا غم نیک و بد پر رہا، جس کا یکساں کرم
وہ حبیبِ خدا، وہ شفیعِ اُمَم شہر یارِ اِرَم[2]، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

سرورِ دو جہاں، شاہِ جنّ و بشر جس کی چوکھٹ پہ جھکتے ہیں شاہوں کے سر
عبدِ خالق، مگر خلق کا تاج وَر صاحبِ رَجعتِ شمس[3] و شقِّ القمر[4]
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ خداوندِ اقلیمِ جُود و سخا ہادیٔ اِنس و جاں، شاہِ ہر دو سرا
سر بر آوردۂ حلقۂ انبیا[5] جس کے زیرِ لِوا[6] آدم و مَن سوا[7]
اُس سزائے سیادت[8] پہ لاکھوں سلام

1: نعمت کا خزانہ بانٹنے والا 2: بادشاہِ جنت 3: سورج کولوٹانے والا 4: چاند کودوٹکڑے کرنے والا
5: انبیاء کی جماعت کا سردار 6: جھنڈے کے نیچے 7: علاوہ 8: سرداری کا حق دار

عہدِ طفلی میں وہ دلبرانہ چلن   دلستاں خامشی[1] ، معجزانہ سُخَن[2]
حُسن میں دل کشی ، چال میں بانکپن   اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

سُرمگیں آنکھ مازاغ[3] کی رازداں   حلقۂ زلف ، اُمّت کا دارُالاماں
ہاتھ فیّاض ، عُقدہ کُشا اُنگلیاں   پتلی پتلی گُلِ قُدس کی پتّیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

نور افشاں ہُوا جب وہ بطحٰی کا چاند   دیکھنے آئے سب ، رُوئے زیبا کا چاند
آسماں پر پڑا ماند ، دنیا کا چاند   جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس گھڑی یاد بابِ حرم آ گیا   سوزِ فرقت سے آنکھوں میں نم آ گیا
موج میں جب وہ عیسیٰ حشم[4] آ گیا   جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

رنجِ تنہائی ' تنہا سے پوچھے کوئی   دردِ شبّیر ' زہرا سے پوچھے کوئی
تہ میں کیا ہے ' یہ دریا سے پوچھے کوئی   کس کو دیکھا ' یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمّت پہ لاکھوں سلام

۱: دلوں کو لُوٹنے والی خامشی ۲: شانِ معجزہ رکھنے والی باتیں ۳: آیتِ قرآنی مازاغ البصر وماطغٰی کی طرف اشارہ
یعنی وہ آنکھ جو کبھی ٹیڑھی نہ ہوئی ۴: عیسیٰ علیہ السلام کی شان و شوکت والا

جس کی تقدیس کا رنگ گہرا رہا　　جس کے در پر فرشتوں کا پہرا رہا
مغفرت کی سند جس کا چہرا رہا　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

بندگی، جس کے صدقے ٹھکانے لگے　　جس کے دیکھے خدا یاد آنے لگے
جس سے روتے ہوئے مسکرانے لگے　　جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

رُوئے روشن پہ پڑتی نظر کی قسم　　آمنہ کے چمکتے قمر کی قسم
مجھ کو سرکار کے سنگِ در کی قسم　　کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

جس کا حامی خداوندِ عالم رہا　　فتح کا جس کے ہاتھوں میں پرچم رہا
جس کا رُتبہ جہاں میں مُسَلّم رہا　　جس کے آگے سرِ سروراں خم رہا
اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سلاطینِ عالم جُھکیں　　جس کے اِک بول پر اہلِ دل مَر مٹیں
جس کی تعمیلِ ارشاد قدسی[1] کریں　　وہ زباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

1: فرشتوں کی خاص جماعت

وقتِ دیدار ، چشمِ تماشا جُھکی دیکھ کر جلوہ گر ، موجِ دریا جُھکی
جس کی آمد پہ دیوارِ کسریٰ جُھکی جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جُھکی
اُن بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

خیرِ دنیا نہیں ، خیرِ عقبیٰ نہیں اُس کے دستِ تصرّف میں کیا کیا نہیں
جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوّت پہ لاکھوں سلام

کون ہے وہ ، کرم جس پہ اُن کا نہیں سب کے ہیں ، صرف میرے ہی آقا نہیں
ایک مَیں ہی غلام اُن کا تنہا نہیں ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمّت پہ لاکھوں سلام

خواجہ تاشِ[1] نصیرِؔ ثنا خواں ، رضا وہ بریلی کے احمد رضا خاں رضا
لا کے صف میں مجھے اُن کے درباں ، رضا مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

1: وہ غلام جن کا آقا ایک ہو، وہ آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

مرحبا رنگ ہے کیا سب سے نرالا تیرا
جھوم اُٹھا جس نے پیا وصل[1] کا پیالا تیرا
اولیا ڈھونڈتے پھرتے ہیں اُجالا تیرا
واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

جیسے چاہے تری سُنتا ہے سُناتا ہے تجھے
حسبِ تدبیر سُلاتا ہے جگاتا ہے تجھے
اپنی مرضی سے اُٹھاتا ہے بٹھاتا ہے تجھے
قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

بخدا مملکتِ فقر کا تُو ناظم[2] ہے
تاجداروں پہ سدا دھاک[3] تری قائم ہے
کیوں نہ راحم[4] ہو کہ اللہ ترا راحم ہے
کیوں نہ قاسم ہو کہ تُو ابنِ ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

میں کہاں اور کہاں تیرا مقامِ قُربت
میری اوقات ہی کیا تھی کہ یہ پاتا رفعت
تیری چوکھٹ نے عطا کی یہ مسلسل عزّت
تجھ سے دَر دَر سے ہے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

۱: قصیدۂ غوثیہ کے مطلع سقانی الحبّ کأساتِ الوصالِ کی طرف اشارہ ۲: نظم و نسق سنبھالنے والا ۳: رعب ۴: رحم کرنے والا

عُمر گزری تری دھلیز پہ ٹکڑے کھاتے ہم درِ غیر کو خاطر میں بھلا کیا لاتے
اِس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے کوئی کیوں مارے ، ترے ہوتے ، ترا کہلاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹّہ تیرا

اہلِ سجّادہ و تسبیح و مصلّٰی ہوں گے علم میں فرد[1] کہ وہ زُہد میں یکتا ہوں گے
جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے مَیں نے مانا کہ فضائل میں وہ کیا کیا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا ! تیرا

ہے مگر اہلِ بصیرت کو یہ منظر شفّاف معترض کے لیے ہر چند یہ ہے طُرفہ مطاف[2]
سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف آنکھ والوں نے یہ دیکھا ہے بچشمِ انصاف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

حَسَنی پُھول! ترا رُوئے دل آرا گلزار ہو کے جلووں میں ترے محوِ نظارا ، گلزار
جُھوم کر لہجۂ خوشبو میں پکارا گلزار تُو ہے نوشاہ ، براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمن[3] گوندھ کے سہرا تیرا

اُن پہ خالق نے کیا ہے یہ خصوصی انعام کب وہ مایوس ہوئے ، اُن کا رُکا کون سا کام
کون سے ملک میں حاصل نہ ہوا اُن کو مقام راج کس شہر پہ کرتے نہیں تیرے خُدّام
باج[4] کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

1: بےمثل 2: طواف کی عجیب جگہ 3: چنبیلی 4: ٹیکس

تُو جو مائل بہ کرم ہو تو نہیں لگتی دیر — پھر ڈراتا نہیں انسان کو تقدیر کا پھیر
غیر محدود ہے شاہا تری برسات کا گھیر — مزرعِ[1] چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

کم نظر کاش کسی طَور تجھے پہچانیں — حَسَد و بُغض کو چھوڑیں، تجھے دل سے مانیں
تجھے بخشیں ترے اللہ نے کیا کیا شانیں — سُکر[2] کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا

وسوسہ ذہن میں ڈالے جو کسی کے خنّاس[3] — نیک و بد کا اُسے رہتا نہیں ہرگز احساس
کر گزرتا ہے جہالت میں وہ کیا کیا بکواس — آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نشّے والوں نے بھلا سُکر نکالا تیرا

صَحو و تمکین[4] نے عجب رنگ جمایا تجھ پر — سُکر و مستی کا کوئی لمحہ نہ آیا تجھ پر
سائباں فضل کا خالق نے لگایا تجھ پر — وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[5] کا ہے سایا تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اُونچا تیرا

تا بہ کے[6] ذہن کو بہکائیں گے اعدا تیرے — اپنے انجام سے گھبرائیں گے اعدا تیرے
مرگِ ذلّت سے نہ بچ پائیں گے اعدا تیرے — مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تیرے بدخواہ کی جس نہج[7] پہ بھی عُمر کٹے — نہیں ہٹتا وہ اگر اپنی ڈگر سے، نہ ہٹے
دشمنی پر تری ہر چند مخالف ہوں ڈٹے — تُو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

۱: کھیتی ۲: نشہ ۳: دبکنے والا مراد ابلیس ۴: صوفیاء کے نزدیک ایک مقام جس میں ہوش وحواس قائم رہتے ہیں
۵: قرآنی آیت۔ ہم نے تیرا ذکر تیرے لئے بلند کردیا ۶: کب تک ۷: طور طریقہ

خوانِ توحید پہ ہے خلقِ خدا ضَیف[1] تری　　قدر کی غیر پرستوں نے نہ، صد حیف، تری
بات چلتی ہے بہر حال و بہر کیف تری　　حکم نافذ ہے ترا، خامہ[2] ترا، سیف[3] تری
دم میں جو چاہے کرے، دَور ہے شاہا تیرا

آج گھیرے ہوئے اعمال کی شامت ہے مگر　　سامنے آگ بھی خطرے کی علامت ہے مگر
خوفِ پرسش بھی بدستور سلامت ہے مگر　　دھوپ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے مگر
مطمئن ہُوں کہ مرے سر پہ ہے پلّہ تیرا

گرچہ صد شُعلہ بکف خَلق پئے خرمنِ تُست　　دلِ بدخواہ گر آسودہ زِ آزردنِ تُست
تنگ ہر چند دلے چند نصیؔر از فنِ تُست　　اے رضؔا چیست غم ار جملہ جہاں دشمنِ تُست
کردہ ام مأمنِ خود قبلۂ حاجاتے را

1: مہمان 2: قلم 3: تلوار

فیضِ نسبت

چادرِ زہراؑ کا سایہ ہے ترے سر پر نصؔیر!
فیضِ نسبت دیکھیے، نسبت بھی زہرائی مِلی

فیضِ نسبت

مجموعۂ مناقِب

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

باہتمام
جانشینِ نصیرِ ملّت
سیّد غلام نظام الدّین جامی گیلانی قادری
سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

حمدِ باری تعالیٰ جَلّ جَلالُہٗ

خدائے کون و مکاں ، سب کا پاسباں تُو ہے
کریم و رازق و خلّاقِ اِنس و جاں تُو ہے

ہر ایک شے میں ، ہر اک رُوح میں ، رواں تُو ہے
وہاں خرد کی رسائی نہیں ، جہاں تُو ہے

ازل سے خاص حجابوں کے درمیاں تُو ہے
کوئی بتا نہ سکے گا کبھی ، کہاں تُو ہے

روش روش ترے حُسن و جمال سے روشن
چمن میں رنگِ گُل و لالہ سے عیاں تُو ہے

جگہ جگہ تری موجودگی کی آئنہ دار
ہر ایک سُو ترے جلوے ، یہاں وہاں تُو ہے

زباں زباں پہ ہے دن رات داستاں تیری
نظر سے دُور مگر ، سب کے درمیاں تُو ہے

خَفی ہے ذات تری ، ہے جَلی تری قدرت
جہاں میں برتر از اندیشہ و گُماں تُو ہے

عجب ہے تیرے جمال و جلال کا عالَم
ہر ایک موج میں ، ہر برق میں رواں تُو ہے

ہر ایک شے سے جھلکتی ہے تیری زیبائی
عیاں شعور پہ ہے ، آنکھ سے نہاں تُو ہے

تری ادائے کرم کی ہر ایک شے مرہون
ہر اک وجود کے پیکر میں ضَوفشاں تُو ہے

ہُوا ہے حمد سرا ربِّ دو جہاں کے لئے
نصیؔر ! آج خود اپنے پہ مہرباں تُو ہے

بحضورِ

سیّدنا عبدُ المطّلِب، جدِّ حضرتِ خَتمِ رُسل صلّی اللہ علیہ وسلّم

دیدنی ہے جلوۂ دربارِ عبدُالمطّلِب
مصطفٰی ہیں، دولتِ بیدارِ عبدُالمطّلِب

زینتِ کعبہ بنے، انوارِ عبدُالمطّلِب
کس قدر اُجلا رہا، کردارِ عبدُالمطّلِب

کیوں نہ چُومے باادب ہوکر فرشتوں کی نَظَر
قابلِ تعظیم ہے، دستارِ عبدُالمطّلِب

تربیت گاہِ محمد مصطفٰے ہے اُن کا گھر
اللہ اللہ! جذبۂ بیدارِ عبدُالمطّلِب

اپنا گھر روشن کیا صبحِ ازل کے نُور سے
یہ شرف تھا اور یہ معیارِ عبدُالمطّلِب

اَبرَہہ کے سامنے حق کی حمایت بے دھڑک
تیغ سے بھی تیز تھی، گفتارِ عبدُالمطّلِب

ابنِ ہاشم، آلِ ابراہیم و سرخیلِ قریش
نذرِ کعبہ ہے، دُرِ شہوارِ عبدُالمطّلِب

زندگی بھر ہم نصیؔر اُن کی ثنا لکھیں نہ کیوں
جاگزیں دل میں ہُوئے اطوارِ عبدُالمطّلِب

بحضورِ

سیّدنا عبدُاللہؒ، والدِ گرامیٔ

حضرت محمدؐ رّسول اللہ صَلّی اللہُ تعالیٰ علیہِ و علیٰ آلِہٖ وسَلّم

بندھی حجاز میں ایسی ہَوائے عبداللہ
خدا کا خاص کرم تھا برائے عبداللہ

نگاہ و دل میں سمائی ضیائے عبداللہ
پسند آئی ہے سب کو، ادائے عبداللہ

ہُوئی عرب کے خواص و عوام میں شہرت
بسے نظر میں، تو دل میں سمائے، عبداللہ

اِس ایک جلوے سے ہے دل کے آئنے کا بھرم
نگاہِ شوق میں ہے نقشِ پائے عبداللہ

یہی بہت ہے کہ والد ہیں وہ محمد کے
بیان اور کروں کیا، ثنائے عبداللہ

اُسے مِلی ہے نویدِ نجات کی سوغات
پڑی ہے کان میں جس کے، صدائے عبداللہ

چمک رہا ہے محمد کا نُور ماتھے پر
لقائے سرورِ دیں ہے، لقائے عبداللہ

ہے اُن کی ذات، دُعائے خلیل کا مَظہر
نبی کا نُور ہے عظمت فزائے عبداللہ

نصیّر! میرے لیے ہے نجات کا باعث
ثنائے احمدِ مُرسَل، ولائے عبدُاللہ

بحضورِ
سَیّدَۃُ اُمّہاتِ المؤمنین جنابِ **سیّدہِ آمنہ** علیہا السّلام
والدۂ حضرت محمدؐ رّسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہٖ وعلیٰ آلہٖ وسلّم

ختمُ الرّسُل ہیں نُورِ نظر ، جانِ آمنہ
ہم ہیں بہ صد خلوص ، ثنا خوانِ آمنہ

رُتبہ بُلند ، اور بڑی شانِ آمنہ
دُنیا کی ساری مائیں ہیں ، قُربانِ آمنہ

ہم کو ملے رسولِ خدا اِن کی گود سے
اُمّت پہ ہے یہ شفقت و احسانِ آمنہ

شاہِ عرب کی والدۂ ماجدہ ہیں آپ
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ آمنہ

دونوں جہان جس کی ضیا سے ہیں فیض یاب
وہ نُورِ حق ہے ، مہرِ درخشانِ آمنہ

تخلیقِ کائنات کا باعث ، رسول ہیں
لکّھا گیا یہ باب ، بعنوانِ آمنہ

اُن کی نوازشات ہیں میری نگاہ میں
مَیں ہُوں نصیؔر ! دل سے ادب دانِ آمنہ

بحضورِ

سیّدنا ابو طالب، ابنِ جنابِ عبدالمطّلب

عمّ و مُربّیِ حضرت رسالت مآب صلّی اللہ تعالیٰ علیہِ و علیٰ آلہِ وسلّم

نذرِ محبوبِ خدا، جانِ ابُو طالب ہے
ساری دُنیا پہ یہ احسانِ ابُو طالب ہے

اللہ اللہ! عجب شانِ ابُو طالب ہے
حرمِ کعبہ، ادب دانِ ابُو طالب ہے

مُصحفِ رُوئے محمد ہے نظر میں ہر دَم
مرحبا، خوب یہ قرآنِ ابُو طالب ہے

اِن کے آغوش کی زینت ہیں علی شیرِ خدا
نُورِ احمد، تہِ دامانِ ابُو طالب ہے

احترام اِن کا فرشتوں کی صفوں میں بھی ہُوا
جس کو دیکھو، وہ ثنا خوانِ ابُو طالب ہے

مُرتضیٰ ہوں کہ ہوں سبطین، سبھی پیارے ہیں
ہر کرن، شمعِ شبستانِ ابُو طالب ہے

اُلفتِ پنج تنِ پاک نے بخشا یہ شرف
آج کل دل مِرا مہمانِ ابُو طالب ہے

چشمِ بیدار مِلی، معرفت آگاہ نظر
درسِ حق، خُطبۂ عرفانِ ابُو طالب ہے

مَیں دل و جاں سے ہُوں مدّاح، ابُو طالب کا
جو نَفَس ہے، وہی قُربانِ ابُو طالب ہے

ہر گُلِ تر پہ نچھاور ہیں فلک کے تارے
پُر بہار ایسا، گُلستانِ ابُو طالب ہے

قابلِ رشک ہیں انداز ابُو طالب کے
حق کا عرفان ہی وجدانِ ابُو طالب ہے

مَیں کہوں گا کہ ہے محروم بڑی نعمت سے
جو کوئی دست کشِ خوانِ ابُو طالب ہے

بعدِ تحقیقِ احادیث و روایات، نصیؔر!
میرا دل قائلِ ایمانِ ابُو طالب ہے

سیّدہ حلیمہ سعدیہ نوّر اللہ مرقدَھا

تجھے مِل گئی اک خدائی حلیمہ
کہ ہے گود میں مُصطفائی حلیمہ

یہ کیا کم ہے تیری بڑائی حلیمہ
زمانے کے لب پر ہے "مائی حلیمہ"

بہت لوریاں دِیں مہِ آمنہ کو
کہاں تک ہے تیری رسائی حلیمہ

جو ہے آخری ایک شہکارِ قدرت
وہ صورت ترے گھر میں آئی حلیمہ

لیا گود میں جب شفیعُ الورٰی کو
بڑے فخر سے مُسکرائی حلیمہ

رسولِ خدا اور آغوش اُس کی
وہ خدمت کے لمحے، وہ دائی حلیمہ

دو عالَم کی دولت مجھے مِل گئی ہے
اُنہیں لے کے یہ گُنگُنائی حلیمہ

وہ نعمت جو تجھ کو عطا کی خدا نے
کسی اور نے کب وہ پائی حلیمہ

اُسے اپنی آغوش میں تُو لیے ہے
کہ شاہی ہے، جس کی گدائی حلیمہ!

وہ عظمت مِلی ہے کہ اللہُ اکبر
مقدّر کی تیرے دہائی حلیمہ!

اِسی کی ضیاؤں سے جگمگ ہے عالَم
مبارک مہِ مُصطفائی حلیمہ !

نصیؔر اپنی قسمت پہ نازاں ہو، جس دَم
ملے تیرے دَر کی گدائی حلیمہ

بحضورِ
اہلِ بیت سرورِ موجودات
حضراتِ ازواجِ مُطَہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ

مقصُود ہے اصل میں تو اَزواج کی ذات
شامل اِسی حُکم میں ہیں اَبناء و بَنات
ہے آیۂ تطہیر کی تفسیر یہی
اَزواجِ مُطَہّرات ہیں ، محفوظات

جو مُنکرِ قرآں ہے ، مُسلمان نہیں
مومن تو وہ کیا ہو سکے ، انسان نہیں
اَزواجِ نبی کو ماں نہ جس نے مانا
اُس شخص کا کوئی دِین اِیمان نہیں

بحضورِ
اُمّہات المؤمنین حضراتِ ازواجِ مُطہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

کیوں نہ لب پر ہو مرے، مدحتِ ازواجِ رسول
میرے دل میں ہے مکیں، عظمتِ ازواجِ رسول

کیا سمجھ سکتے ہیں وہ حشمتِ ازواجِ رسول
جن کو معلوم نہیں حُرمتِ ازواجِ رسول

جُزوِ ایماں ہے بہر نوع، مُسلماں کے لیے
عزّتِ آلِ نبی، عفّتِ ازواجِ رسول

بالیقیں آیۂ تطہیر کی ہیں وہ مصداق
صاف شفّاف رہی فطرتِ ازواجِ رسول

وہ خدیجہ ہوں کہ سَودہ ہوں کہ وہ عائشہ ہوں
بخدا اوج پہ ہے قسمتِ ازواجِ رسول

حَفصہ و زینب و میمونہ و اُمِّ سَلمہ
سطوتِ دینِ متیں سیرتِ ازواجِ رسول

جَحش کی دُخترِ پاکیزہ جنابِ زینب
زیبِ ایوانِ نبی، زینتِ ازواجِ رسول

ہیں جویریّہ، صفیّہ بھی اِنہیں میں شامل
کیا بیاں کوئی کرے عظمتِ ازواجِ رسول

مرحبا، صلِّ علیٰ، اُمِّ حبیبہ کا مقام
قابلِ رشک ہُوئی رفعتِ ازواجِ رسول

با ادب باش! کہ اُمّت کی یہ مائیں ہیں نصیؔر!
ہے سعادت کا نشاں، نسبتِ ازواجِ رسول

بحضورِ

شہ زادگانِ جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم

قابلِ دید ہیں سب ، ماہ لقا لڑکے ہیں
نُور ہیں آپ نبی ، نُور نُما لڑکے ہیں

مہ و خورشید کی تابندہ فضا لڑکے ہیں
اپنے محبوب کو خالق کی عطا ، لڑکے ہیں

طیّب اچھے ہیں ، بَراہیم نہایت اچھے
واقعی سارے زمانے سے جُدا لڑکے ہیں

رحمتیں خاص ہُوئیں قاسم و عبداللہ پر
نور ہی نُور سراپا بخدا لڑکے ہیں

صُورت اچھّی ہے تو فطرت میں پدر کا انداز
حاصلِ سلسلۂ صدق و صفا لڑکے ہیں

اِن کی بے مثل روایات ہیں شاہد اِس پر
محرمِ شیوۂ تسلیم و رضا لڑکے ہیں

اِن کی توصیف حقیقت میں سعادت ہے نصیرؔ
نُورِ چشمانِ نبی ، شانِ خدا لڑکے ہیں

سلام

بر دُختران حضرتِ خیرالانام علیہ السّلام

نازشِ صدق و صفا تُم پر سلام　　دختران مصطفےٰ، تُم پر سلام
جانِ محبوبِ خدا تُم پر سلام　　ہر نَفَس، ہر دم سدا تُم پر سلام
آیۂ تطہیر میں شامل ہو تُم　　صدقِ دل سے برملا تُم پر سلام
زینبِ عالی نسب، بنتِ رسول　　پیکرِ صبر و رِضا تُم پر سلام
اُمِّ کُلثُوم و رقیّہ نیک دل　　جسم و جانِ مصطفےٰ تُم پر سلام
فاطمہ زہرا تمھیں کہتے ہیں سب　　بنتِ شاہِ انبیا تُم پر سلام
مادرِ شبّیر و شبّر ہو تُمھی　　بانُوئے شیرِ خدا تُم پر سلام
تُم سخی، بنتِ سخی، زوجِ سخی　　صاحبِ جُود و عطا تُم پر سلام

کیوں نہ ہو مدّاح تُم سب کا نصؔیر
تم پہ ہے فضلِ خدا، تُم پر سلام

در مدحِ

نائبِ مصطفٰی، اَصدَقُ الاصدِقاء، خلیفۂ اُولیٰ و اَولیٰ

مخدومِ اصحابِ رسول، سیّدنا و مولٰنا **ابُوبکر صدّیق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلافتِ شہِ بطحا کی ابتدا ، صدّیق
وفا و عشقِ پیمبر کی انتہا صدّیق

رسولِ پاک پہ دل سے نثار تھا صدّیق
خلوص جس کا مُسلّم ، وہ رہنما صدّیق

وہ مُقتدر ، وہ مکرّم ، وہ فقر کا پیکر
وہ پاک باز ، وہ عابد ، وہ باخدا ، صدّیق

وہ سرورِ دوسَرا کا مُصدّقِ اوّل
وہ یارِ غار، وہ دونوں میں، دُوسرا صدّیق

فروغِ صدق سے معمور جس کا اک اک لفظ
وہ حق پرست و حق آگاہ وہ حق نوا صدّیق

محافظِ سُنَن و مصدرِ حمیّتِ دیں
نبی کی دین ہے ، اللہ کی عطا ، صدّیق

اِمامُ اُمّۃِ خیرِ الانامِ بِالاِجماع
سِنَامُ سِلسَلۃِ الرُّشدِ فِی الوَرٰی، صدّیق

حَفِیظُ دِینِ اِلٰہِ الاُناسِ بِالاِخلاص
جَمالُ سِیرَۃِ محبُوبِ رَبّنا ، صدّیق

وَحِیدُ کُلِّ زَمَانٍ وَّ قِدوَۃُ العَصرِ
سَبَق ز جملہ بِبُردہ است در وفا صدّیق

اَمِینُ سِرِّ حَبِیبِ الاِلٰہِ فِی الدُّنیا
مکینِ قُربِ شہنشاہِ انبیا ، صدّیق

انیسِ سیّدِ ابرار، اِذ ھُما فِی الغار
رئیسِ عسکرِ آحرار فی الوغٰی صدّیق

وہ حق مآب، وہ سرخیلِ زُمرۂ اصحاب
وہ دیں پناہ ، وہ اُمّت کا مُقتدا صدّیق

بشر کو چاہیے جس کے لیے حیاتِ خِضَر
قلیل وقت میں وہ کام کر گیا، صدّیق

روانہ جَیشِ اُسامہ کیا بلا تاخیر
کہ جانتا تھا پیمبر کا مُقتضٰی صدّیق

عَدُوئے خَتمِ رُسُل تھا مُسیلمہ کذّاب
سَر اُس لعین کا بس لے کے ہی رہا، صدّیق

اُسی کے لہجے میں حق نے نبی سے باتیں کیں
فرازِ عرش پہ جیسے ہو لب کُشا صدّیق

شرف ہزار تھا حاصل اُسے رفاقت کا
غلام بن کے رہا پھر بھی آپ کا، صدّیق

نہ حُبِّ جاہ، نہ منصب کی چاہ تھی اُس کو
حُطامِ دَہر سے تھا عُمر بھر جُدا، صدّیق

سفر حَضَر میں رہا ساتھ اپنے آقا کے
یہ شانِ مہر و وفا، واہ، مرحبا، صدّیق

نبی علیل تھے، پُوچھا بلال نے آکر
نماز کون پڑھائے ہمیں ؟ کہا، صدّیق

چناں نواخت پیمبر ز لُطفِ خویش آں را
کہ کس بہ سعی نخواہد رسید تا صدّیق

مُفوّضَش ز نبی بود منصبِ ارشاد
ازاں نشست نہ در کُنجِ اِنزوا صدّیق

ز بعدِ مرگ بہ آغوشِ رحمتش پیوست
بہ قُربِ سیّدِ کونین یافت جا صدّیق

چو بر ضریحِ نبی بعدِ مرگ بُردَندش
نِدا رسید کُجائی ؟ بیا ! بیا ! صدّیق

ز جورِ تشنگی و دردِ فقر برسرِ خود
کشید بہرِ پیمبر چہا چہا صدّیق

وہ ایک اپنی مثال آپ تھا زمانے میں
جَنے گی مادرِ گیتی، نہ دُوسرا صدّیق

جو پَست ذہن ہو یہ اُس کے بس کی بات نہیں
علی سے پُوچھ ! کہ کتنا عظیم تھا صدّیق

اُسے نیاز تھا زھرا و آلِ زھرا سے
صَمیمِ دل سے تھا سِبطین پر فدا صدّیق

مقامِ آلِ محمد اُسی کو تھا معلوم
تھا اُن کی شان سے آگاہ برملا صدّیق

مُحِب کو ہوتی ہے محبوب، عترتِ محبوب
کرو یہ غور! مُحِب کون پھر ہُوا؟ صدّیق

علیؓ کی شان سے انکار کا سوال نہ تھا
علی کو مانتے تھے اَحسَنُ القضا، صدّیق

ہے ٹکڑے ٹکڑے عقائد کی رُو سے پھر اُمّت
مدد کا وقت ہے آج، الغیاث یا صدّیق

ہماری کون سُنے گا سُنی نہ تُو نے اگر
تری ہی ذات ہے ہم سب کا آسرا صدّیق

خدا کا شکر کہ ہے تیری ذات سے نسبت
ترا وجود ہے تنویرِ مصطفٰی، صدّیق

مَیں چُومتا ہُوں تصوّر میں تیرا نقشِ قدم
ہے تیرا نقشِ قدم منزلِ بقا، صدّیق

حُسینی و حَسَنی ہُوں اگرچہ مَیں نَسَبًا
ہے ثبت قلب میں لیکن تری وِلا، صدّیق

یہ آرزو ہے کہ محشر میں میرے ساتھ نصیؔر
عُمر ہوں، حضرتِ عُثماں ہوں، مُرتضٰے، صدّیق

بحضورِ

مُصَدِّقِ اوّل ' خلیفۂ اُولیٰ و اَولیٰ ' صاحبِ اِذْ هُمَا فِی الْغَار

سیّدنا و مولٰنا حضرت **صدّیقِ اکبر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' وأرضاہُ

مُسَلَّم ہے محمد سے وفا ' صدّیقِ اکبر کی
نہیں بھولی ہے دُنیا کو ادا ' صدّیقِ اکبر کی

ہم اُن کی مدح گوئی داخلِ سنّت نہ کیوں سمجھیں
نبی تعریف کرتے تھے سَدا ' صدّیقِ اکبر کی

رسولُ اللہ کے لُطف و کرم سے یہ مِلا رُتبہ
مدد کرتا رہا ہر دَم خدا ' صدّیقِ اکبر کی

کلامُ اللہ میں ہے تذکرہ اُن کے محامد کا
زمانے سے بیاں ہو شان کیا صدّیقِ اکبر کی

نجابت میں ' شرافت میں ' رفاقت میں ' سخاوت میں
ہُوئی شہرت یہ کس کی جا بجا ؟ صدّیقِ اکبر کی

وہ خود اک صدق تھے کوئی اگر اِس راز کو جانے
صداقت ہی صداقت تھی صدا صدّیقِ اکبر کی

زمیں پر دُھوم ہے اُن کی ' فلک پر اُن کے چرچے ہیں
زمین و آسماں پر ہے ثنا صدّیقِ اکبر کی

مؤرّخ دَم بخود ہے ' سَر بسجدہ ہے قلم اُس کا
تعالَی اللہ ! یہ شانِ عُلیٰ ' صدّیقِ اکبر کی

جو اُن کا ہے ' رسولُ اللہ اُس کے ہیں ' خدا اُس کا
ولایت کا وسیلہ ہے ' وِلا صدّیقِ اکبر کی

کمی کیسی نصیر اُن کے مدارج میں ' مراتب میں
بڑی توقیر ہے نامِ خدا ' صدّیقِ اکبر کی

بحضورِ

خلیفۂ ثانی سیّدنا عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام کی شوکت ، صَدَفِ دیں کا گُہر ہے
شہکارِ رسالت جسے کہیے ، وہ عمر ہے

جس نام کے صدقے سے دُعاؤں میں اثر ہے
وہ نامِ عمر ، نامِ عمر ، نامِ عمر ہے

مہتاب کے حلقے میں ستارے ہیں صف آرا
یوں حُسنِ شبِ ماہ کا ، ہمرنگِ سحر ہے

وہ صحنِ حرم اور وہ اِک اینٹ کا تکیہ
کیا تربیتِ سرورِ عالَم کا اثر ہے

فقر ایسا کہ دیں قیصر و کسرٰی بھی سلامی
حُکم ایسا کہ دریا بھی جھکائے ہوئے سَر ہے

عدل ایسا ، پکڑ سکتے ہیں کمزور بھی دامن
رُعب ایسا کہ خود ظلم کا دل زیر و زبر ہے

کترا کے گزر جاتا ہے اُس دن سے ہر اِک غم
جس دن سے مِرے وردِ زباں ، نامِ عُمر ہے

کعبے میں نماز آج ادا ہو کے رہے گی
خطّاب کے بیٹے کی یہ آمد کا اثر ہے

دل سے جو پُکارو گے عُمر کو ، تو دمِ رزم
یہ نام ہی شمشیر ، یہی نام سِپَر ہے

”ہوتا جو نبی کوئی مِرے بعد ، تو فاروق“
اُس کا ہے یہ فرمان کہ جو خیرِ بشر ہے

قرآن کی آیات یہ دیتی ہیں گواہی
تقوٰی جسے کہتے ہیں ، وہ کردارِ عمر ہے

جو صاف دماغوں ہی کو رکھتا ہے معطّر
اسلام کے گُلشن کا عمر ، وہ گُلِ تر ہے

ہے جن کی غلامی بھی اک اعزاز ، وہ لاریب
بُوبکر ہے ، عثمان ہے، حیدر ہے ، عمر ہے

وارد ہے تری شان میں لَوکانَ نبیٌّ
بِن مانے ترے کوئی مَفَر ہے ، نہ مَقَر ہے

ہر سلسلۂ فیض میں چمکے ترے موتی
کوئی ہے مُجدِّد ، تو کوئی گنجِ شکر ہے

پھر آج ضرورت ہے تری ، نوعِ بشر کو
اِس عہد کا مظلوم ، ترا راہ نِگر ہے

وہ دَور نہ پا کر بھی یہ نسبت ، کہ نصیؔر آج
بیعت ترے افکار کی ، بر دستِ عمر کی

بحضورِ
زینتِ منبر و محراب خلیفۂ ثانی
حضرت سیّدنا **عُمر ابنِ الخطّاب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مثالی ہے جہاں میں زندگی فاروقِ اعظم کی
وہ عظمت اور پھر وہ سادگی فاروقِ اعظم کی

دُعائے مُستجابِ حضرتِ ختمُ الرّسُل وہ ہیں
نہیں ممکن کسی سے ہمسری، فاروقِ اعظم کی

وہ جن کا نام لینے سے شیاطیں بھاگ جاتے ہیں
پیامِ مرگِ ظلمت، روشنی فاروقِ اعظم کی

وہ دانائے مقام و احترامِ آلِ پیغمبر
اُنہی کے واسطے تھی ہر خوشی فاروقِ اعظم کی

جو عرفانِ محمد کی تمنّا ہے ترے دل میں
تو سیرت سامنے رکھ ہر گھڑی فاروقِ اعظم کی

وہ جس کی بات تعمیری، وہ جس کی ذات تسخیری
حقیقت بن کے اُبھری خواجگی فاروقِ اعظم کی

نصیؔر! اعزازِ شاہی کو مَیں خاطر میں نہیں لاتا
زہے قسمت ملی ہے چاکری فاروقِ اعظم کی

بحضورِ

خلیفۂ ثالث، ذُوالنُّورَین سیّدنا عُثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ ! یہ تھی سیرتِ عثمانِ غنی
دِین پر صَرف ہُوئی دولتِ عثمانِ غنی

رفتہ رفتہ وہ بڑھی عظمتِ عثمانِ غنی
دونوں عالَم میں ہُوئی شہرتِ عثمانِ غنی

اک ذرا بیعتِ رضواں کی بھی تفسیر پڑھو
بیعت، اَللہ کی ہے، بیعتِ عثمانِ غنی

کرمِ خالقِ کونین رہا شاملِ حال
قابلِ رشک بنی، قسمتِ عثمانِ غنی

ہر نَفَس شانِ حیا، مصدر و میزانِ حیا
زندگی بھر یہ رہی فطرتِ عثمانِ غنی

آپ نے جامعِ قرآں کا لقب پایا ہے
دین و دُنیا میں بڑھی عظمتِ عثمانِ غنی

عشقِ اللہ و رسول آپ کو مِل جائے گا
دل میں پیدا تو کریں اُلفتِ عثمانِ غنی

سطوت و عظمتِ اسلام تھی اُن کے دَم سے
شانِ اسلام کی تھی، شوکتِ عثمانِ غنی

وہ صحابی تھے، مجاہد تھے، خلیفہ تھے نصیرؔ
نازِ اسلام بنے، حضرتِ عثمانِ غنی

در مدحِ
اسدُ اللہ الغالب، علیؓ ابنِ ابی طالب

السّلام اے نوعِ انساں را نویدِ فتحِ باب — السّلام اے قبلہ گاہِ عاشقاں! اے بُوتراب!

السّلام اے وارثِ علمِ رسولِ ہاشمی — السّلام اے نُقطۂ آغاز، در اُمّ الکتاب

السّلام اے خِسروِ اقلیمِ قرطاس و قلم — السّلام اے تاج دارِ منبر و حُسنِ خطاب

السّلام اے فخرِ ناداری و نازِ مفلسی — السّلام اے فقر را سرمایۂ کامل نصاب

زُبدۂ اخیارِ عالَم، سرورِ اقطابِ جُود — کارواں سالارِ ملّت، خِسروِ گردوں جناب

شرحِ کُن، ناموسِ دیں، حبلِ متیں، فتحِ مُبیں — صدرِ ایوانِ امامت، بندۂ حق انتساب

کج کلاہانِ جہاں پیشش نگوں سار آمدہ — نامِ اُو ذوقِ حیات آرد بہ جانِ شیخ و شاب

آں بہ نرمی بہرِ اربابِ وفا، موجِ نسیم — آں بہ تُندی در نبردِ کُفر، برقِ التہاب

تیغِ او مرحَب شکار و ضربِ او خیبر شکن — در دل و جاں چشمکِ پنہانش آرد انقلاب

ماہ تاب از پرتوِ خُلقش بہ گردوں جلوہ ریز — اکتسابِ نُور از عکسِ رُخش کرد آفتاب

ہم جمالِ اُوست در نظّارہ فردوسِ نگاہ — ہم خیالِ اُوست اوہامِ غلط را سدِّباب

باطنِ اُو حکمت آبادِ عُلُومِ مِنْ لَدُن — جانِ اُو خلوت سرائے نکتہ ہائے مُستطاب

ہر کہ سازد نامِ اُو وردِ زبان و حرزِ جاں
تا قیامت رُوحِ اُو گردد طمانیت مآب

حُبِّ اُو در سینۂ اربابِ ایمان و یقیں
بُغضِ اُو اندر نہادِ بے ضمیرانِ خراب

ہر کہ دارد ربطِ قلب و ذہن با آں خیرِ محض
راست گویم کُو نمی گردد معاصی ارتکاب

چہرۂ نَہجُ البلاغت از فروغش مُستنیر
آں کلیمِ طُورِ تِبیاں ، آں خطیبِ لا جواب

مرحبا ، آں مصدرِ علم و معانی دستگاہ
حبّذا آں رمز آگاہِ زبانِ وحیِ ناب

آں ادا فہمِ مزاجِ حضرتِ خیرالورٰی
آں بہ خلوت رازدارِ صاحبِ اُمُّ الکتاب

ضَو فگن در پیکرش اطوار و اخلاقِ نبی
ز آنکہ باشد ماہِ تاباں ، جانشینِ آفتاب

بے عطائے اُو ، عبارت ہائے ما ، نا معتبر
بے وِلائے اُو عبادت ہائے ما ، نا مُستجاب

آبرو خواھی ، جبیں بر عَتَبۂ پاکش بِنِہ
قُربِ حق جُوئی ، رُخ از درگاہِ والایش ، متاب

از رہِ طاعت رِضائے حیدرِ کرّار جُو
تا نصیؔرت باد محبوبِ خدا ، روزِ حساب

بحضورِ
القّرغامُ السّالب، اسدُ اللہِ الغالب
سیّدنا حضرت علیؓ ابن ابی طالب کرّمَ اللہ وجہہ الکریم

کیوں عقیدت سے نہ میرا دل پُکارے یا علی
جس کے ہیں مولا محمد، اُس کے ہیں مولا، علی

جس گھڑی اللہ کے گھر میں ہوئے پیدا علی
ذرّہ ذرّہ با ادب ہو کر پُکارا، یا علی

بے نظیر اُن کی شجاعت، بے مثال اُن کی سخا
ہے زمانے کا یہ نعرہ لا فَتیٰ اِلّا علی

جاں نثارانِ محمد کے کئی القاب ہیں
عِلم کا دروازہ کہلائے مگر، تنہا علی

مَرحَب و عَنتر گرے جس کے خدائی زور سے
مردِ حق، شیرِ خدا، خیبر کُشا، مولا علی

شاہِ مرداں، قوّتِ بازو رسولُ اللہ کے
کیوں بَھلا ہوتے کسی میدان میں پسپا، علی

جان و دل سے تھے عزیز، اَللہ کے محبوب کو
شبّر و شبّیر و حضرت فاطمہ زہرا، علی

آ گئیں نقش و نگارِ زندگی میں رونقیں
صدقِ نیّت سے جو لوحِ دل پہ لکھا یا علی

خیبر و خندق میں دُشمن کا صفایا کر دیا
جوہرِ مردانگی دِکھلا گئے کیا کیا علی

جرأت و ہمّت میں تُم ہو آپ ہی اپنا جواب
مادرِ گیتی نہ پیدا کر سکی تُم سا علی

دل گرفتہ ہُوں غم و آلام کی یلغار سے
اِس طرف بھی اک نظر ہو اے مِرے آقا، علی!

جن کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے نصیؔر!
وہ حدیثِ مصطفٰے کی رُو سے ہیں، مولا علی

مسدّس در ولادتِ

اَلضِّرغامُ السّالب، اَسَدُ اللہِ الغالب

امیرُالمؤمنین، علیؓ ابنِ ابی طالب

گنبدِ آفاق میں روشن ہُوئی شمعِ نجات
کُھل رہا ہے آسماں پر غُرفۂ ذات و صفات
لہلہائی زلفِ لیلائے رُموزِ شش جہات
اُٹھ رہا ہے بُرقعِ سَلمائے رُوحِ کائنات
زندگی، علم و فراست کا مزا چکھنے کو ہے
فرش پر افلاک کی عظمت، قدم رکھنے کو ہے

آسماں نکھرا، اُبھرتا آ رہا ہے آفتاب
کُھل رہی ہے ذہن پر ادراک و عرفاں کی کتاب
اُٹھ رہا ہے رُوئے اَسرار و حقائق سے نقاب
کہہ رہی ہے زندگی، یا لَیتَنِی کُنتُ تُراب[1]
عارفوں کو مُژدہ، شاہِ عارفاں آنے کو ہے
اے زمیں سجدے میں گر جا! آسماں آنے کو ہے

اُس کے آتے ہی نُبوّت کا نشاں کُھل جائے گا
قُفلِ ایوانِ اُمورِ این و آں کُھل جائے گا
عُقدۂ دیرینۂ رُوحِ جہاں کُھل جائے گا
گنجِ فکر و بابِ اسرارِ نہاں کُھل جائے گا
فاش کر دے گا رُموزِ اندک و بسیار کو
کھول دے گا غُرفہ ہائے ثابت و سیّار کو

---

[1] یہاں آیۂ کریمہ یا لیتنی کنت تُرابا کے بجائے حدیث شریف کے الفاظ قُم یا ابا تُراب کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے مصرع پڑھا جائے۔ نصیؔر

لو وہ دمکا مطلعِ صدق و صفا پر آفتاب   آسمانِ عقل و دانائی پہ وہ جُھومے سحاب
لو وہ آیا صاحبِ سیف و قلم گردوں جناب   مرحبا وہ آئے بزمِ آب و گِل میں بُوتُراب
لو، وہ لوحِ دَہر پر نقشِ جَلی پیدا ہُوا
نوعِ انساں کو مبارک ہو ! علی پیدا ہُوا

آپ کے آتے ہی بدلا ' زندگی کا ہر نظام   ہو گیا دُنیا میں لُطفِ خاص سے ' فیضانِ عام
پیشوائی کا کیا کعبہ نے از خود اہتمام   بادۂ صدق و صفا کے آ گئے گردش میں جام
عقل کے کانٹے پہ اسرارِ نہاں تُلنے لگے
لیلیِ افکار کے بندِ قبا کُھلنے لگے

ٹھیکروں میں تابشِ تاجِ کیانی آ گئی   پھر زمیں میں آب و تابِ آسمانی آ گئی
از سرِ نَو خونِ ہستی میں روانی آ گئی   مِصر پھر جُھوما ' زُلیخا پر جوانی آ گئی
لیلیِ آفاق پر برنائیاں چھانے لگیں
شاہدِ اطلاق کو انگڑائیاں آنے لگیں

فکر کی کلیوں کو ذہنوں میں چٹکنا آ گیا   عندلیبِ مُہر بر لب کو' چہکنا آ گیا
بزمِ ہُو میں جامِ وحدت کو کھنکنا آ گیا   شاخ کو ہِلنا ، صنوبر کو لچکنا آ گیا
لیلیِ حُسنِ تکلّم کو عَماری مِل گئی
خِسروِ معنیٰ کو لفظوں کی سواری مِل گئی

کاکُلِ لیلائے فطرت کو سنورنا آ گیا　　شانۂ خوباں پہ زلفوں کو بِکھرنا آ گیا
علم کے لہجے کو رُوحوں میں اُترنا آ گیا　　نُطق کو الفاظ کی صورت اُبھرنا آ گیا
چُومنے ہفت آسماں پائے زمیں آنے لگے
تحفۂ یزداں لیے روحُ الامیں آنے لگے

بِنتِ جُودت کو قبا کے بند کَسنا آ گیا　　ابرِ نیساں کو گُلستاں پر برسنا آ گیا
دشت گُلشن بن گئے، شہروں کو بَسنا آ گیا　　پا بہ گِلِ نخلِ تمنّا کو اُکَسنا آ گیا
عرش کی تنویر سے معمور فرشِ خاک ہے
آشنا حُسنِ تمدّن سے، خس و خاشاک ہے

خیمۂ دانشوری میں عُود سُلگایا گیا　　زمزموں کا، موتیوں کا، ابر برسایا گیا
شعر و نغمہ کو حسیں آہنگ پر لایا گیا　　حُورؔ کو وجد آئے جس پر، راگ وہ گایا گیا
نو عروسِ ذہن کو رنگِ حنا سجنے لگا
زندگی جُھومی، کڑے سے جب چَھڑا بجنے لگا

ل یہ عربی زبان کا لفظ ہے' حَوراء' کی جمع ہے' مگر اکثر اہلِ علم بھی اسے بطورِ واحد باندھتے اور حوریں اس کی جمع سمجھتے ہیں۔ جو غلط ہے۔ چونکہ لفظِ حُور خود جمع ہے اور اِس کا واحد حَوراءؔ ہے' لہٰذا اسے حُوریاں' حوریں یا حُوراں باندھنا بالکل ہی غلط ہے۔ پنجابی والے باندھتے ہیں تو باندھتے رہیں کم از کم اُردو والوں کو ایسی صریح غلطی زیب نہیں دیتی۔ نصیر

جنّتِ ادراکِ انسانی کے دَر کھولے گئے عقل کی میزاں پہ انوارِ حِکَم تولے گئے
فرشِ دانائی پہ حکمت کے گُہَر رولے گئے دیدۂ فطرت میں رنگ افکار کے گھولے گئے
ضربتِ حق سے، ضلالت کا مَنارہ گِر گیا
شیطَنَت کی آگ پر دَم بھر میں پانی پھِر گیا

آگہی کے بام پر اُودی گھٹا چھانے لگی زُلف، علم و فکر کے شانے پہ لہرانے لگی
شَہپرِ جبریل کی مہکی ہَوا آنے لگی لو، کمر زُہرہ کی لچکی، مُشتری گانے لگی
زمزمے صحنِ ہُنر مندی پہ برسائے گئے
مُرکیوں کو موتیوں کے ہار پہنائے گئے

کشتیٔ دریائے دانائی کو لنگر مِل گیا علم کی دیوی کو آشاؤں کا زیور مِل گیا
ہاتھ کو کنگن مِلا، ماتھے کو جُھومر مِل گیا موجۂ گفتار کو اندازِ کوثر مِل گیا
تیرگی میں دولتِ بیدار پیدا ہو گئی
علم کی پازیب میں جھنکار پیدا ہو گئی

نوعِ انسانی کو اندازِ تاَلُّم آ گیا وہ تکلُّم، جس سے باتوں میں تحکُّم آ گیا
وہ تحکُّم، جس سے لہجوں میں ترنُّم آ گیا وہ ترنُّم، جس سے موجوں میں تلاطُم آ گیا
وہ تلاطُم، جس سے پیغامِ صبا آنے لگا
وہ صبا، جس میں پرِ جبریل لہرانے لگا

فطرتِ ہر شے میں مولائی مہک پیدا ہُوئی
پھُول کے لہجے میں بھنورے کی بِھنک پیدا ہُوئی
کونپلوں میں بُو ، ہَواؤں میں سنک پیدا ہُوئی
بادلوں میں گُونج ، گرِدُوں پر دھنک پیدا ہُوئی
زُلفِ ایماں ، شانۂ ہستی پہ لہرانے لگی
زندگی ایقان و آگاہی پہ اِٹھلانے لگی

نا خدائے کشتیٔ جُود و کرم پیدا ہُوا
نازشِ توقیرِ اربابِ ہِمم پیدا ہُوا
خسروِ اقلیم قرطاس و قلم پیدا ہُوا
پاسبانِ عزّ و ناموسِ حرم پیدا ہُوا
گُلشنِ اطلاق سے بادِ بہاری آ گئی
جُزو کے میدان میں ، کُل کی سواری آ گئی

خاتمِ ناموسِ حکمت کا نگیں پیدا ہُوا
جانشینِ انبیاء و مُرسَلیں پیدا ہُوا
حامیِ دیں ، قاسمِ علم و یقیں پیدا ہُوا
ایک عبدِ خاصِ ربُّ العالمیں پیدا ہُوا
اپنی رَو میں سینکڑوں دُرہائے جاں رولے ہُوئے
صبح حاضر ہوگئی گھُونگٹ کے پَٹ کھولے ہُوئے

اشجعِ عالَم ، خطیبِ نکتہ ور پیدا ہُوا
شارحِ علمِ نبی ، صاحب نظر پیدا ہُوا
بحرِ عرفانِ الٰہی کا گُہَر پیدا ہُوا
مفتیِ دانا ، فقیہِ معتبر پیدا ہُوا
بربطِ صوت و صدا میں زیر و بم پیدا ہُوئے
پھر نگارِ علم کی زُلفوں میں خَم پیدا ہُوئے

آسمانِ حق پہ بجلی کی چمک پیدا ہُوئی دل میں انساں کے، صداقت کی دھمک پیدا ہُوئی
جانبِ خورشید ذرّوں میں ہُمک پیدا ہُوئی چہرۂ نہجُ البلاغت پر دَمک پیدا ہُوئی
زندگی پیمانۂ اَسرار کو بھرتی ہُوئی
خیمۂ حکمت میں در آئی، نرت کرتی ہُوئی

ابرِ حکمت بن کے کشتِ جَہل پر چھاتا ہُوا ہر طرف بڑھتا، ہُمکتا اور لہراتا ہُوا
پُھولتا، پھلتا، مہکتا، پُھول برساتا ہُوا گُونجتا، گِھرتا، گرجتا، جُھومتا، گاتا ہُوا
آ گیا رُوحُ الامینِ عِلم، پَر تولے ہُوئے
بُت کدوں کو توڑتا، کعبے کا دَر کھولے ہُوئے

رُوحِ پیغمبر کی تھی ذاتِ علی آئینہ دار وہ علی، جس سے ہے گُلزارِ نبوّت پُر بہار
عِلم کا در، ملکِ قرطاس و قلم کا شہر یار عسکریّت کا پیمبر، عِلم کا پروردگار
جس کے ذوقِ جُود پر، شیخ و صبی کو ناز ہے
جس کے اندازِ شجاعت پر، نبی کو ناز ہے

رن میں یہ صورت کہ جیسے غیظ میں شیرِ ژیاں تیغ در دست و رَجَز خواں، ضرب اُسکی بے اماں
آسماں گیر و زمیں کوب و عَدُو سوز و دواں شعلہ ریز و برق بار و شب سوار و صبح راں
توسنِ چالاک سے فرشِ زمیں کو رَوندتا
برق کے مانند لہراتا، لپکتا، کَوندتا

وہ علی ، مشہور ہے جس کا یہ قولِ مُستطاب
"یافتیٰ لَا تُبطِلِ الاَوقَات فِیْ عَہدِ الشَّباب"
گوہرِ خود آگہی از بحرِ عرفانش بیاب
اِجْتَنِبْ مَا یُوْقِعُ التَّشکِیْک فِیْ اَمْرِ الصَّوَاب
آدمیّت کا جہاں میں بول بالا کر دیا
بندۂ ناچیز کو ادنیٰ سے اعلیٰ کر دیا

مسند آرائے سریرِ معرفت ، صِہرِ رسول
والدِ سبطین و جانِ اولیا ، زوجِ بتول
جعفرِ طیّار کا بازو ، ابُوطالب کا پُھول
سب سے پہلے جس نے بچپن میں کیا ایماں قبول
ڈھونڈ لی جس نے حقیقت اُس کے قیل و قال کی
دھو گیا ہے وہ ، سیاہی نامۂ اعمال کی

اے شکوہِ نُہ سپہر ! اے عظمتِ لوح و قلم
دستگیرِ بے کساں ، دارائے گیہانِ کرم
مقتدیٰ ، نجمُ الھدیٰ ، شیرِ خدا ، شمسُ الظُّلَم
منبعِ بذل و سخا ، تنویرِ عرفان و حِکَم
سنگ پر ڈالی نظر ، لعلِ بدخشاں کر دیا
تُو نے ظلمت میں قدم رکّھا ، چراغاں کر دیا

آشکارا تجھ پہ کی ، اللہ نے ہر ایک شے
نام سے تیرے دہلتا ہے دلِ دارا و کے
حوضِ کوثر کی چھلکتی ہے ترے ساغر سے مَے
فاتحِ رُوم و سمرقند و تتار و شام و رَے
کون ٹھہرے گا ، امامُ الاولیا کے سامنے
با ادب اہلِ صفا ہیں ، مُرتضےٰ کے سامنے

مدّتوں روتی ہے چشمِ حسرتِ اہلِ چمن سالہا رہتے ہیں گریاں ، دیدۂ چرخِ کُہَن
پھر نظر آتا ہے ایسا ایک نخلِ گُل بدن "بایزید اندر خراساں ، یا اُویس اندر قرن"
زندگی رہتی ہے برسوں، غوطہ زن در خاک وخُوں
"تا ز بزمِ عشق ، یک دانائے راز آید بُروں"

اے خداوندانِ دولت ! خسروانِ کج کلاہ تا بہ کے یہ آرزوئے طُمطراق و حُبِّ جاہ
کر دیا ہے تم کو دُنیا کی محبّت نے تباہ دُشمنِ دینِ مُبین ہو ، کفر کے ہو خیرخواہ
کعبہ ہے ایوانِ حکمت ، قصرِ دولت دَیر ہے
دانش و دینار میں باہم ازل سے بَیر ہے

جَہل سے کب تک اُٹھاؤ گے طبیعت کا خمیر تا بہ کَے طینت کو رکھّو گے ضلالت کا اسیر
تا بہ کَے زندہ رہو گے تم جہاں میں بے ضمیر حشر تک رہنا ہے کیا دنیا کی نظروں میں حقیر؟
تا بہ کَے دستار اپنوں کی اُچھالی جائے گی
اپنی عزّت غیر کی جھولی میں ڈالی جائے گی

ہم ہیں اہلِ فن ، ہمیں کوئی مٹا سکتا نہیں کوئی اِن اُونچے مَناروں کو گرا سکتا نہیں
کوئی ہم اہلِ خرد کے سَر جُھکا سکتا نہیں کوئی دانش کے چراغوں کو بُجھا سکتا نہیں
سرنگوں ہے خسروی اہلِ حِکَم کے سامنے
گردنِ شمشیر جُھکتی ہے ، قلم کے سامنے

ہم ہیں رندانِ حق آگاہ و شرافت آشنا　　طبعِ عالی سے ہماری ' دُور ہے حرص و ہَوا
ہے صراطِ مُستقیم اپنے لیے راہِ خدا　　حشر برحق ' شافعِ محشر محمد مصطفٰے

ہے تہِ دل سے نصیؔر آلِ محمد پر نثار
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی، لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار

بحضورِ
ہِزبرُ السّالب اسدُ اللّٰہِ الغالب علیؓ ابنِ ابی طالب

منظر فضائے دَہر میں سارا علی کا ہے
جس سمت دیکھتا ہوں ، نظارا علی کا ہے

دنیائے آشتی کی پھبن ، مجتبٰی حسن
لختِ جگر نبی کا تو پیارا علی کا ہے

ہستی کی آب و تاب ، حسین آسماں جناب
زہرا کا لال ، راج دُلارا علی کا ہے

مرحب دو نیم ہے سرِ مقتل پڑا ہوا
اُٹھنے کا اب نہیں کہ یہ مارا علی کا ہے

کُل کا جمال مَظہرِ کُل میں عکس ریز
گھوڑے پہ ہیں حسین ، نظارا علی کا ہے

اے ارضِ پاک! تجھ کو مبارک کہ تیرے پاس
پرچم نبی کا ، چاند ستارا علی کا ہے

اہلِ ہوس کی لُقمۂ تر پر رہی نظر
نانِ جویں پہ صرف گزارا علیؓ کا ہے

تم دخل دے رہے ہو عقیدت کے باب میں!
دیکھو! مُعاملہ یہ ہمارا علی کا ہے

ہم فقر مست ، چاہنے والے علی کے ہیں
دل پر ہمارے صرف اجارا علی کا ہے

آثار پڑھ کے مہدیِ دوراں کے یوں لگا
جیسے ظُہور وہ بھی دوبارا علی کا ہے

دنیا میں اور کون ہے اپنا بجز علی
ہم بے کسوں کو ہے تو سہارا علی کا ہے

اصحابی کالنُّجوم کا ارشاد بھی بجا
سب سے مگر بلند ستارا علی کا ہے

تُو کیا ہے اور کیا ہے ترے علم کی بِساط
تجھ پر کرم نصیؔر یہ سارا علی کا ہے

بحضورِ

سیّدۃُ نساءِ العالمین، خاتونِ جنّت، بنتِ خیر الورٰی

حضرت فاطمۃُ الزّھرا سلام اللہِ علیہا

کیوں کر نہ ہوں معیارِ سخا فاطمہ زہرا
ہیں دخترِ محبوبِ خدا فاطمہ زہرا

ہیں نُورِ محمد بخدا، فاطمہ زہرا
محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا فاطمہ زہرا

مادر ہیں وہ زینب کی حسین اور حسن کی
ہیں آلِ محمد کی رِدا فاطمہ زہرا

پُوچھا جو کسی نے کہ ہیں خاتونِ جِناں کون ؟
آہستہ سے رضواں نے کہا، فاطمہ زہرا

ایک ایک نظر حاملِ صد لُطف و کرم ہے
ہیں وارثِ فیضان و عطا فاطمہ زہرا

نام اُن کا ہے اکسیر پئے ردِّ بلیّات
ہیں درد کی میرے بھی دوا فاطمہ زہرا

اوصافِ حمیدہ میں وہ ممتاز ہیں سب سے
ہیں جُملہ خواتین سے جُدا فاطمہ زہرا

دیتی ہے وفائے حَسَنَین اِس کی شہادت
ہر لمحہ تھیں راضی بہ رِضا فاطمہ زہرا

اب تو ہے نصیرؔ اُن سے عقیدت کا یہ عالَم
ہر حال میں ہے وِرد مِرا "فاطمہ زہرا"

قصیدہ بحضورِ
مخدومۂ کونین سیّدۂ کائنات حضرت فاطمۃُ الزّہراء سلام اللہِ علیہا

ہو نہیں سکتی رقم بنتِ شہِ بطحیٰ کی شان
کیا بیاں ہو قطرۂ ناچیز سے دریا کی شان

ایک ذرّہ کیا احاطہ کر سکے خورشید کا
ایک ادنیٰ کب سمجھ سکتا ہے اک اعلیٰ کی شان

ہے مرے پیشِ نظر اُس ذات کا ذکرِ بلند
پست ہو جاتی ہے جس کے سامنے دنیا کی شان

بَضعَۃٌ مِنّی کہیں جس کو رسولِ اِنس و جاں
اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوا اُس دُرِ یکتا کی شان

جس کی آمد پر کھڑے ہوں خود امامُ الانبیا
دیکھیے چشمِ نُبوّت میں ذرا، زہرا کی شان

چال میں حُسنِ خرامِ احمدی کا بانکپن
والضّحیٰ سے مِلتی جُلتی چہرۂ زیبا کی شان

اہلِ محشر جس کی آمد پر رکھیں نیچی نظر
کس قدر اُونچی ہے اُس شہزادیِ والا کی شان

عائشہ سے پوچھ جا کر رُتبۂ اُمُّ الحسن
پُوچھ صدّیق و عمر سے لافتیٰ اِلّا کی شان

یہ خواتینِ جہانِ نَو بھلا سمجھیں گی کیا
مریم و حوّا سے پوچھو زینبِ کبریٰ کی شان

ذہن محوِ یادِ حق، دل جورِ اَعدا سے غنی
دیدنی تھی کربلا میں ثانیِ زہرا کی شان

تیری اِس بیٹی کا وہ خُطبہ، وہ دربارِ دمشق
عِلم نانا کا، خطابت سے عیاں بابا کی شان

مرتبہ حیدر کا بتلائیں تو بتلائیں حسین
اِک تقی پہچان سکتا ہے کسی اتقیٰ کی شان

ہے جہاں میں بے عدیل و بے مثال و بے مثیل
ضربِ حیدر کی، محمّد کی سخا، زہرا کی شان

جب بنیں بنتِ محمد والدہ سبطین کی
چشمِ انساں میں دوبالا ہو گئی ممتا کی شان

مرحبا زہرا! ترا زوجِ گرامی بُو تراب
خاک میں جس نے ملا دی قیصر و کسریٰ کی شان

پڑ گئے تھے آبلے ہاتھوں پہ چکّی پیستے
بھوک کی شدّت سے پتھر پیٹ پر، مولیٰ کی شان

اولیاء و اصفیا کے رُوپ میں ظاہر ہوئی
سیّدہ زہرا! ترے ایک ایک نقشِ پا کی شان

باقر و شبّیر و شبّر، زینب و زین العباد
مرحبا کیا اوج پر ہے عترتِ زہرا کی شان

وہ تو تیرے ماہ پاروں نے لگائے چار چاند
ورنہ کیا کربل کے اِک تپتے ہوئے صحرا کی شان

سجدۂ حیرت میں ہے اب تک جہانِ ساجدین
دیکھ کر تیرے پسر کے سجدۂ اُولیٰ کی شان

جب سَوا نیزے پہ آ جائے گا سُورج، منکرو!
اُس گھڑی تم پر کُھلے گی چادرِ زہرا کی شان

فاطمہ، ماں ہے اُسی مردِ جَری کی اے نصیؔر
لشکرِ جرّار پر حاوی تھی جس تنہا کی شان

در مدحِ

جگر بندِ رسول، نُورِ چشمانِ علیؓ و بتولؓ، خلیفۂ پنجم، ملقّب بہ اِبنی ھٰذا سیّدٌ

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

زمیں سے تا بہ فلک ہر طرف صدائے حسن
بُلند و برتر و بالا ہُوا، لِوائے حسن

ازل سے میرے مقدّر میں ہے وِلائے حسن
رہے گی سایہ فگن تا ابد رِدائے حسن

وہ ذاتِ پاک ہے ابنِ علی و سِبطِ نبی
مِری نگاہ کا سُرمہ ہے خاکِ پائے حسن

خدا کا شکر، مِرے دل کی زیب و زینت ہے
جمالِ مصطفوی، رُوئے دل کُشائے حسن

لبوں پہ زہرِ ہلاہل کا کوئی ذکر نہ تھا
اُٹھا جو درد جگر سے، تو مسکرائے حسن

یہ حال ہے مِرے دل کا بہ فیضِ شاہِ ہدٰی
کبھی حسین پہ قُرباں، کبھی فدائے حسن

ہو کیوں نہ منزلِ جذب و سُلوک زیرِ قدم
کہ غوثِ پاک ہیں، اولادِ با صفائے حسن

نقیبِ امن و اماں کا لقب ہُوا، سیّد
فساد و فتنہ مٹانا تھا مدّعائے حسن

رہے خلیفۂ پنجم وہ چھ مہینے تک
علی کے بعد حسن کو مِلی، یہ جائے "حَسَن"

بنو اُمیّہ زر و جاہ کے حریص اُدھر
اِدھر یہ حال، کہ دُنیا تھی زیرِ پائے حسن

قبائے سبز، شہادت کی اک علامت تھی
شجر شجر کی زباں پر ہے ماجرائے حسن

غِنا و فقر، قدم بوس ہو گئے اُس کے
میسّر آئی جسے، دولتِ وِلائے حسن

عجب نہیں کہ مجھے خُلد میں جگہ مِل جائے
بہ فیضِ سرورِ کون و مکاں، برائے حسن

کسی بھی شے کی کمی ہے، نہ آرزو، نہ طلب
نصیؔر! فضلِ خدا سے ہُوں مَیں، گدائے حسن

در مدحِ

حُسَین ابنِ علی رضی اللہ عنہ

عارف بود کسے کہ دلش نسبتِ وِلا
دارد بہ مصطفٰی و بہ اولادِ مصطفٰی

باشد نثارِ خواجۂ کونین و بُوتراب
سرشارِ مہرِ حضرتِ زَہرا و آلِہا

مصداقِ فضلِ آیۂ تطہیر، بالخصوص
زہرا و حیدر و حَسَنَین اند و مُجتبٰی

اقطاب و اولیائے جہاں، خاکِ ایں درانِد
گُستُردہ دامنِ طلب از بہرِ مدّعا

از رُوئے نَص، بہ گُفتۂ احمد تعرُّضے
باشد ضلال و سَفسَطَہ، بے رَیب و بے مِرا

سرمایۂ نجات بود حُبِّ اہلِ بیت
صد مرحبا بہ جانِ مُحبّانِ با صفا

خواہی گر التفاتِ پیمبر بہ رُستخیز
از صدقِ دل نَخُست بہ آلش کُن التجا

ہرگز کسے بہ آلِ محمد نمی رسد
علّامہ گر بود وَ گر از خیلِ اولیا

آئی اگر بہ کین و عداوت، بِرَو! بِرَو!
داری اگر مَوَدّتِ آلش، بیا بیا

اے ہم نشیں ادب! کہ ترا از صمیمِ دل
رانم سخن بہ مدحتِ شبّیر، برملا

آں سِبطِ مصطفٰی و جگر پارۂ علی
پُورِ بتول و وارثِ پیغامِ انبیا

آں تشنہ لب کہ آبِ رُخِ دیں، زخُونِ اُوست
آں میرِ کاروانِ شہیدانِ پارسا

آں مُنتَسَب، بہ کوکبۂ صولتِ علی
آں مُنتخَب، بہ منصبِ ابلاغ و اہتدا

آں از پئے تحفّظِ اِلّا، حصارِ حق
آں سر بُرندۂ صفِ باطل، بہ تیغِ لا

از جُوئے خوں بہ دہر اساسِ یقیں نہاد — ہستیم زیرِ منّتِ سُلطانِ کربلا

آں ماہِ ضَوفشان و ضیا پاش و جلوہ ریز — آں صبحِ نُور و مہرِ درخشانِ اِرتضا

اوجِ شرف نگر! کہ پیمبر ز راہِ لُطف — ارشاد کرد لَحمُکَ لَحمِی بہ مرتضٰے

یعنی کہ ہست جسمُکَ جسمِی بہ فرع واصل — گویا منم تو و تو مَنی، جان و جسم را

گر خاتمِ رسالت و وحیَم من اے علی! — ہستی ولایتِ ازلی را تو مُنتہیٰ

از نسبتِ سیادتِ مَن، افضلُ الانام — ہست آلِ تو ز فاطمہ مخدومۃُ النِّسا

گر سیّدِ خلائق و سردارِ عالَم — آلِ من است برترِ خَلق، از رہِ عُلا

بنگر! بہ شان وعظمتِ لختِ دلِ بتول — بِشنو! بحقِّ اُو، سخنِ سیّدُ الورٰی

آں قِدوۃُ الاُمَم بہ مُہمّاتِ صبر و شکر — آں غایۃُ الہِمَم بہ ہجومِ غم و بلا

آں نقطۂ عُروجِ تہوُّر، بہ رزم گاہ — آں بہرِ مؤمناں، ہمہ پیرایۂ وفا

نُورِ اَحَد، فروغِ صَمَد، مِشعلِ اَبَد — مِشکوٰۃِ لُطف، شمعِ کرم، نیّرِ سخا

برہانِ صِدق، حُجّتِ آخر، دلیلِ حق — منشورِ آدمیّت و دستورِ ارتقا

شانِ وُجود، رنگِ شُہود، آبروئے جُود — سُلطانِ فضل، شوکتِ دِیں، نازشِ گدا

حق ناز و حق طراز و حق آغاز و حق مآل — حق شان و حق نشان و حق اعلان و حق ادا

حق اصل و حق جبلّت و حق دار و حق مدار — حق مست و حق پرست و حق آرا و حق نُما

بنیادِ صبر، قصرِ تحمُّل، اساسِ ضبط — مِقدامِ رزم، بابِ ظفر، ضیغمِ وَغا

میزانِ فکر، گنجِ معارف، ریاضِ اُنس
مرقاتِ فہم، عرشِ خرد، سالکِ رسا

اکسیرِ فیض، نُسخۂ رحمت، بقائے فرد
عُنوانِ عشق، عُنصرِ دانش، ادب قبا

مِقیاسِ علم، جوہرِ بینش، مفادِ محض
فخرِ سَلَف، مدارِ شرف، محورِ ثنا

تسنیمِ فیض، غوثِ مِلَل، داعیِ عمل
نقشِ اَزَل، بہارِ اَبَد، موجۂ بقا

عالی نژاد، کشورِ داد، اصدَقُ العِباد
میموں حَسَب، رفیع نَسَب، جوہرِ صفا

موسٰی ہِمَم، خلیل حَشَم، مُرتضٰی کرم
یُوسف لِقا، مسیح ادا، احسَنُ القضا

تفصیلِ مجد، مُہرِ نجابت، مطافِ عقل
میقاتِ عزم، طُورِ یقیں، مَشعرِ ھُدٰی

مفہومِ فقر، قامعِ جبر، آسمانِ صبر
طُغرائے حُسن، رونقِ ہوش، اَرْفَعُ اللِّوا

فردوسِ ناز، قُرَّۃُ عَینی و سَیِّدی
یعنی حُسین، وارثِ فیضانِ ھَلْ اَتٰی

خَتمُ الرُّسُل، حُسین و حسن، حیدر و بتول
نازم کہ نسبت است بہ ایں پنجتن مَرا

اے نُورِ چشمِ حیدرِ کرّار! یک نظر
اُفتادہ ام بہ خاکِ تو، رُوحی لَکَ الفِدا

پس خوردۂ سگانِ درِ تُست رزقِ من
حاشا، اگر نگاہ کنم سُوئے اَغنیا

حُبِّ نبی و آلِ نبی از ازل نصیؔر!
فضلِ خُدا ست ذَالِکَ یُؤتِیہِ مَنْ یَّشَا

در مدحِ
سِبطِ رسولِ مُطّلبی، حسین ابنِ علی رضی اللہ عنہ

سِبطِ شہِ دیں، نازِ حسن، پیکرِ تنویر — شاخِ شجرِ قُدس و چمن زادۂ تطہیر
زائیدۂ آں خانہ کہ ہر طفلِ کریمش — جسمیست کہ از رُوحِ امیں آمدہ تصویر

پروردۂ آں خانہ کہ ہر جامِ سفالش — در میکدۂ رحمتِ حق، رشکِ قواریر
منزل گہِ آں نُورِ منزّہ کہ درخشید — بر ایمن و فاران و سرِ قُلّۂ ساعیر
بر مزرعِ حق ہستیِ او ابرِ مَطیرے — بر خرمنِ باطل، نگہش شعلۂ تسعیر
در صدق و صفا، صبر و رضا، بذل و شجاعت — ہم پایہ ندارد بہ نہاں خانۂ تقدیر
حُسنش بہ نظر شمعِ فروزاں سرِ آفاق — قولش بہ عمل صُورتِ آیات بہ تفسیر
در سیلِ مصائب بہ لبش موجِ تبسّم — از خونِ شہادت بہ رُخش غازۂ توقیر
تسلیم و رِضایش سِپرِ یُورشِ آفات — خسخانۂ باطل، ہدفِ گرمیٔ تقریر
در رزمِ حریفانِ جفا، سیفِ یدُاللہ — در بزمِ ندیمانِ وفا، قاصدِ تبَشیر
بر فرقِ محبّانِ نبی، سایۂ رحمت — دربارۂ اعدائے خدا، آیۂ تعزیر
بر شاہرگِ اہلِ ستم نشترِ تعذیب — بر زخمِ دلِ غم زدگاں، مرہمِ تجبیر
تا قُربتِ حق، ذاتِ گرامیش وسیلہ — از واسطہ اش حرفِ دُعا محرمِ تاثیر
سرمایۂ دیں، واقفِ اسرارِ نبوّت — سرکردۂ اربابِ وِلا، صدرِ نحاریر

بر منزلِ عشقے کہ رسیدہ ، نہ رسد کس — با آہِ سحر گاھی و بانالۂ شب گیر
از عرش سرِ عزّتِ آں شاہ ، فراتر — بر فرش بہ بُردند سرش را پئے تشہیر
در تشنگیٔ روزِ جزا ، ساقیٔ کوثر — در فتنہ گہِ کرب و بلا ، تشنہ و دل گیر
گہ سر بہ سجود است و گہے قامعِ اعدا — گہ حمد بہ لب ، گہ بہ زباں نعرۂ تکبیر

با تذکرۂ معرکہ آرائیِ تیغش — رودادِ شُجاعاں ، ہمہ افسون و اساطیر
گوئی ، بہ کف آورد قضا تیغِ دو دَم را — تازد چو بہ میدانِ وغا دست بہ شمشیر

آید چو بہ انبوہِ حریفانِ سبک سَر — گوئی ، بہم آویختہ شہباز و عصافیر
در مَعرضِ جُودش بہ پرِ کاہ نیرزد — لعل و گہر و دِرھم و دینار و قناطیر

ہنگامِ جہاں پروریٔ دستِ نوالش — گنجینۂ زر نیست بہ جُز ارزشِ قِطمیر
زآب و گِلِ فقر آمدہ تخمیرِ وُجودش — بر سطوتِ شاھی نگرد از رہِ تحقیر

گردِ رہِ اُو ، سُرمۂ اربابِ بصیرت — ہر ذرّہ ز خاکِ درِ اُو ذروۂ توقیر
اسلام ، حصاریست مَصُوں از ہمہ آفات — کز خونِ حسین ابنِ علی یافتہ تعمیر

بحضورِ
پُورِ بتول، وارثِ شانِ رسول
سیّدُ الشُّہداء سیّدنا **امام حسین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حُسین ، گُلشنِ تطہیر کی بہارِ مُراد
حُسین ، غیرتِ اسلام ، آبرو ایجاد

شعارِ مصطفوی ، جس کے فکر کی بنیاد
شعورِ دینِ محمد ، حُسین کا ارشاد

ہجومِ لشکرِ باطل ، سپاہِ ابنِ زیاد
حُسین ، حق کے نگہبان ! ہر چہ بادا باد

فزود ز اشکِ اسیراں ، شماتتِ صیّاد
بزادگانِ بہاری درِ قفس نہ گُشاد

وزید دَر چمنِ کربلا ، نسیمِ کرم
خرامِ نکہتش ایزد بہ دُشمناں مرساد

زہے مقامِ محمد کہ بنتِ اُو زہرا
نبیرگاں حَسَنین اندو مُرتضیٰ داماد

یزید ، قبر کی ظلمت ، حسین نُورِ زمیں
حسین ، علم و عدالت ، یزید ، استبداد

حسین ، وارثِ خیر و یزید ، وارثِ شَر
حسین ، عشق و متانت ، یزید ، جَہل و فساد

حسین ، فرحتِ اہلِ وفا ، دمِ اِیفا
یزید ، ماتمِ اہلِ رِیا ، پسِ بیداد

کہیں ہے ظلم و تشدُّد ، کہیں ہے صبر و رِضا
کوئی نشاط میں غلطاں ، کسی کا گھر برباد

حسن ، حسین کی توصیف ، مختصر یہ ہے
نقیبِ امن و نگہبانِ عظمتِ اجداد

یہ گود وہ ہے کہ جس میں پَلی حُسینیّت
جنابِ سیّدہ کو دیجیے مبارک باد

اجَل کی دھوپ میں اُس کا وہ سجدۂ آخر
وہ تشنگی ، وہ تمازت ، وہ تیغۂ جلّاد

ہر امتحان میں شبّیر کا یہ حال رہا
خدا کا ذکر ، خدا سے وفا ، خدا کی یاد

بہ حدِّ ظرفِ خرد ، کم نظر نے مان لیا
سمجھ تو آئی ہے ، لیکن بہ قدرِ استعداد

سِکھا گئے ہیں زمانے کو حُرّیت کا سبق
حسین ، عزم و تدبُّر کے بے نظیر اُستاد

نَفَس نَفَس ہے نگاہوں میں شیوۂ تسلیم
نہ کوئی فکرِ اقارب ، نہ کچھ غمِ اولاد

خدا کی راہ میں عزمِ حسین کیا کہنا
اِس اہتمام سے کرتا ہے کون ، گھر برباد

وہ جن کی ماں ہیں ، محمد کی بِنتِ نیک اختر
وہ جن کے باپ ہیں ، خیرالانام کے داماد

لرز لرز کے فنا ہو گئی یزیدیّت
حُسینیت نے ہِلا دی غرور کی بنیاد

ہر اک ستم کا ہدف تھے ، حُسین ابنِ علی
وہ ظلم و جورِ مسلسل ، وہ دم بہ دم افتاد

خلافِ اہلِ تعدّی ، جہاد واجب ہے
یہ دے گیا ہے پیام ، ایک بندۂ آزاد

زہے کرم ، بمن آورد بُوئے خاکِ درش
بود ہمیشہ بشارت گہِ صبا ، آباد

ہزار ہا صَلَوات و ہزار تسلیمات
بروحِ سیّدِ کونین و آلہِ الامجاد

نصیر کیوں نہ ہو ایسے امام کا پیرو
کہ سر بِداد و بدستِ یزید ، دست نداد

بحضورِ
امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لاکھ نالہ و شیون ، ایک چشمِ تر تنہا
ہے حسین کے غم میں اشک معتبر ، تنہا

دینِ حق پھلا پھولا جس کے سائے میں رہ کر
دشتِ کربلا میں تھا ایک وہ شجر ، تنہا

کاروانِ شبّیری فرد تھا شجاعت میں
فوج کے مقابل تھے ، لوگ بے خطر ، تنہا

ہے حسین کو حاصل قُربتِ نَسب اُس کی
فرش سے ہوا جس کا ، عرش تک گُزر ، تنہا

عرصۂ شہادت میں بے مثال ہیں شبّیر
جادۂ فلک پر ہے مہر ، جلوہ گر ، تنہا

اُن کی یاد رکھتی ہے قُربتوں کے منظر میں
یہ نہ ہو تو مُشکل ہے زیست کا سفر ، تنہا

دُشمنوں کے نرغے میں یُوں حسین اکیلے تھے
ہو ہجومِ مژگاں میں ، جس طرح نظر ، تنہا

ہو کے تہ نشیں پا لے گوہرِ نجف تُو بھی
سوچ کے سمندر میں ، اک ذرا اُتر ! تنہا

شکر کر نصیرؔ! آخر ، مِل گیا درِ شبیر
ورنہ ٹھوکریں کھاتا یُوں ہی در بدر ، تنہا

بحضورِ
امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لافِ نبرد ، سبطِ پیمبر کے سامنے! قطرے کی کیا بساط ، سمندر کے سامنے

مُنہ دیکھتے ہی دیکھتے سُورج کا پھر گیا ٹھہرا نہ اُن کے رُوئے مُنوّر کے سامنے

دیکھا حسین کو تو یہ زھرا پُکار اُٹھیں کانٹے بچھے ہوئے ہیں ، گُلِ تر کے سامنے

اصغر کی تشنگی یہ صدا دے رہی ہے آج کل کیا پیو گے ساقیِ کوثر کے سامنے

عبّاس بولے ، کوئی سکینہ سے جا کہے چلتی نہیں کسی کی ، مقدّر کے سامنے

مَرتے ہیں لوگ اِس طرح زھرا کے چاند پر دِکھلا دیا یہ حُر نے ، وہیں مَر کے "سامنے"

لاکھوں سلام بنتِ علی ! تیرے نام پر گھبرائی تُو ، ذرا نہ ستمگر کے سامنے

بیعت طلب حسین سے یُوں تھے یزید و شمر مُفلس کھڑے ہوں جیسے ، تونگر کے سامنے

وہ کھلبلی مچی کہ معطّل ہُوئے حواس سٹھیا گئی تھی فوج ، بہتّر کے سامنے

خالی درِ حُسین سے جاتا نہیں کوئی بیٹھے رہو نصیر ! اِسی دَر کے سامنے

بحضورِ
امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زبانِ حال سے کہتی ہے کربلا کی زمیں
خدا کے بندوں پہ کیوں تنگ ہے خدا کی زمیں

رہیں ادب کے تقاضے ہمیشہ پیشِ نظر
فلک جناب ہے خاصانِ باصفا کی زمیں

دہانِ ذرّہ جہاں کھول دے زبانِ سوال
ہزار گنج بکف ہے وہاں ، عطا کی زمیں

فلک کی آنکھ میں ترسیلِ گرد سے یہ کُھلا
جوابِ ظلم پہ مجبور ہے ، خدا کی زمیں

مزا تو جب ہے کہ مَیں سر کے بل وہاں پہنچوں
نہ آئے زیرِ قدم ، تیرے نقشِ پا کی زمیں

یہاں بھی قافلۂ عرش سیر اُترا تھا
یہ کہہ رہی ہے ترے شہرِ جاں فزا کی زمیں

علی نے جب سے لقب بُو تراب کا پایا
کمالِ شوق سے ہے وجد میں ، خدا کی زمیں

کسی کی آخری ہچکی نہ تھی ، قیامت تھی
ہو جیسے آج بھی سکتے میں ، کربلا کی زمیں

ہوائے دامنِ زہرا تلاش کرتی ہے
کہاں وہ پھُول چھپائے ہیں ؟ نینوا کی زمیں!

صد آفریں تجھے اے شوق ! کیا نکالی ہے
بیانِ کرب و بلا کے لیے ، بلا کی زمیں

کبھی پنپ نہیں سکتا نصیر ! نخلِ اثر
نہ ہو جو آبِ ندامت سے تر ، دُعا کی زمیں

بحضورِ
امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تھا مِہر صِفت ، قافلہ سالار کا چہرا
نیزے پہ دمکتا رہا ، سردار کا چہرا

وہ آئنہ تھا چہرۂ شبّیر کہ جس میں
آتا تھا نظر ، حیدرِ کرّار کا چہرا

صد حیف وہ خود یُوں بھرے بازار سے گُزرے
جس گھر نے نہ دیکھا کبھی ، بازار کا چہرا

ہے پیاس کی شدّت ، وہ سکینہ کے لبوں پر
مثلِ عَلَم اُترا ہے ، علمدار کا چہرا

آثار کچھ ایسے تھے زینب کی نظر سے
دیکھا نہ گیا ، عابدِ بیمار کا چہرا

اشکوں کی طرح تھے جو ستارے شبِ عاشور
تھا چاند بھی اک اُن کے عزادار کا چہرا

وہ خُطبۂ زینب کہ علی بول رہے تھے
ہر لفظ پہ فق تھا ، بھرے دربار کا چہرا

دیکھو گے کہ خورشیدِ قیامت کے مقابل
لَو دے گا نصیؔر اُن کے طرف دار کا چہرا

بحضورِ
تشنہ کامِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہو گیا کس سے بھرا خانۂ زہرا ، خالی — چل دیا آپ ، مگر کر گیا دُنیا ، خالی

خون سے اپنے دمِ سجدہ اُگا کر گلشن — تُو نے رہنے نہ دیا دامنِ صحرا ، خالی

اللہ اللہ وہ شبّیر کا زورِ بازو — ایک ہی وار میں کر دی صفِ اعدا ، خالی

لَوٹ کر آئیں گے کب تک کہ سکینہ ہے اُداس — پُوچھ لیتا کوئی عبّاس سے اتنا ، خالی

اَدرِکنی فاطمہ ، یا فاطمہ ! کہہ کر روئیں — دیکھا زینب نے جو آتے ہوئے گھوڑا خالی

گُونجتی ہیں وہی "نانا" کی صدائیں پیہم — تیری یادوں سے نہیں گُنبدِ خضرا خالی

کربلا ہو کہ نجف ہو وہ عرب ہو کہ عجم — ہم نے دیکھی نہ ترے غم سے کوئی جا ، خالی

جو بھی آیا ، اُسے کُھل کر مرے مولیٰ نے دیا — کس کے دامن کو مرے شاہ نے چھوڑا ، خالی

وہ تو اِک سجدۂ شبیر نے رکھ لی عزّت — ورنہ ہو جاتی خدا والوں سے دُنیا ، خالی

تیری اوقات ہی کیا اے سپہِ شام و دمشق — جب یہ گُزریں ، تو مَلک بھی کریں رستہ ، خالی

سیم و زر اُن کو مِلے جن کو ہوس ہو اِس کی — مجھ کو دینا ہے ، تو دے اُن کی تمنّا ، خالی

اصغر و اکبر و عبّاس و سکینہ کے طفیل — بھیک مِل جائے کہ کشکول ہے اپنا ، خالی

آلؑ و اصحاب کا سایہ ہے ترے سر پہ نصیؔر! — تیرا دامن نہ رہا ہے ، نہ رہے گا خالی

بحضورِ
سیّدُ الشُّہداء، نواسۂ رسولؐ، جگر بندِ علیؓ و بتولؓ
سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آگ سی دل میں لگی، آنکھ سے چھلکا پانی
کس کا غم ہے کہ ہُوا اپنا کلیجہ پانی

آنسوؤں کی غمِ شبّیر میں بدلی صُورت
بن گیا آنکھوں میں طوفان، جو اُمڈا پانی

گھاٹ پر آکے بھی عبّاس نے لب تر نہ کیے
ہاتھ آیا تو، مگر کام نہ آیا پانی

تپشِ عشق و وفا جن کے کلیجے پھونکے
پیاس کیا اُن کی بجھائے گا، ذرا سا پانی

تجھ پر اللہ کی لعنت ہو یزیدی لشکر!
وارثِ کوثر و تسنیم پہ روکا، پانی

آہ! وہ حضرتِ شبّیر پہ بیداد و ستم
فتنہ کیشوں سے وہ ہر گام پر ایذا "پانی"

بد دُعا دیتے اگر ابنِ علی دریا کو
ڈھونڈتا پھرتا، مگر ہاتھ نہ آتا پانی

مضطرب ہے کہ شہیدوں کے لبوں تک پہنچے
پہرے دُشمن کے لگے ہوں تو کرے کیا پانی

جس نے پی ہو مئے تسلیم و رِضا روزِ ازل
اُس کی دانست میں کیا چیز ہے دریا، پانی

یہ مسافر کی نگہداشت، یہ مہماں کی قدر
کربلا میں نہ مِلا شاہ کو دانہ، پانی

تشنگی دیکھ کے دریا کو اگر جوش آتا
سامنے حضرتِ شبّیر کے بھرتا پانی

بوند پانی کی نہ تھی آلِ محمدؐ کیلئے
اور، پیتی رہی دُنیا لبِ دریا، پانی

کربلا میں شہِ دیں تک جو پہنچنے پاتا
فخر سے پاؤں زمیں پر کہیں دھرتا پانی

اِس خجالت سے کہ شبّیر کو پانی نہ مِلا
ساری دُنیا میں لیے پھرتا ہے دریا، پانی

کربلا تھی علی اصغر کے لہو سے لرزاں — اِس قدر ظلم کہ سر سے ہُوا اُونچا، پانی
پاؤں رکھّے گا زمیں پر نہ کبھی میرا غبار — کُوئے شبّیر میں آخر ہے اِسے جا "پانی"
غرقِ حیرت تھا نصیؔر! اہلِ ستم کا جمگھٹ
تیغِ اکبر نے وہ میداں میں دکھایا، پانی

بحضُورِ
سِبطِ رسولِ ہاشمی

مثلِ شبّیر کوئی حق کا پرستار تو ہو — دورِ حاضر میں کسی کا وہی کردار تو ہو
ابنِ حیدر کی طرح پیکرِ ایثار تو ہو — ایسا دُنیا میں کوئی قافلہ سالار تو ہو
آج بھی گرمیٔ بازارِ شہادت ہے وہی — کوئی آگے تو بڑھے، کوئی خریدار تو ہو
ظلم سے عُہدہ برآ ہونے کی ہمّت نہ سہی — کم سے کم حق کا دل و جان سے اقرار تو ہو
عین ممکن ہے کہ سو جائیں یہ سارے فتنے — ذہن انساں کا ذرا خواب سے بیدار تو ہو
میرا ذمّہ، ہمہ تن گوش رہے گی دُنیا — ڈھنگ کی بات تو ہو، بات کا معیار تو ہو
عافیت کے لیے درکار ہے دامانِ حسین — ظلم کی دُھوپ میں یہ سایۂ دیوار تو ہو
دل میں ماتم ہے، تو آنکھوں میں ہے اشکوں کا ہجوم — میرے مانند کوئی اُن کا عزادار تو ہو
عین ممکن ہے نصیؔر! آلِ محمدؐ کا کرم
کوئی اِس پاک گھرانے کا نمک خوار تو ہو

بحضورِ
امامِ حُسَیْنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نظر نواز ہیں ، دل جگمگا رہے ہیں حسین
کہ شمعِ بزمِ رسولِ خدا ، رہے ہیں حسین

رِضا و صبر کے جوہر دکھا رہے ہیں حسین
ستم گروں میں گھرے مسکرا رہے ہیں حسین

خدا کی راہ میں خود کو لُٹا رہے ہیں حسین
وہ کربلا کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں حسین

حجاب جو ہوئے حائل ، اُٹھا رہے ہیں حسین
جو اصل دیں ہے ، وہ ہم کو دکھا رہے ہیں حسین

یزید ، راندۂ خلق و مُعَذَّبِ خالق
نگاہِ کون و مکاں میں سما رہے ہیں حسین

سمجھ سکے نہ شقی ، کربلا کے میداں میں
خدا رسول کی جانب بُلا رہے ہیں حسین

بہا کے اپنا لہو نینوا کے ذرّوں میں
زمیں کو عرش کا ہمسر بنا رہے ہیں حسین

نہ کیوں بپا ہو قیامت کا شور خیموں میں
کہ لاشے قاسم و اکبر کے لا رہے ہیں حسین

شعور و عقل سے عاری ہیں شام کے حاکم
وگرنہ حق ہے وہی ، جو بتا رہے ہیں حسین

مِٹا کے خود کو ، گھرانے کو ، ساتھ والوں کو
نصیبِ اُمّتِ عاصی ، جگا رہے ہیں حسین

لرز نہ جائے بھلا کیوں زمین مقتل کی
سَر اپنا سجدۂ حق میں کٹا رہے ہیں حسین

ہر ایک غم کا مداوا حسین کا غم ہے
ہر ایک دُکھ میں مِرا آسرا ، رہے ہیں حسین

خیال آیا تھا اُن کا کہ دل ہُوا روشن
نصیؔر سَر تو اُٹھاؤ ! وہ آ رہے ہیں حسین

بحضورِ
حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ، اہلِ بیتِ پیمبر کے ساتھ ہے
اسلام کا وقار اِسی گھر کے ساتھ ہے

جو شخص نُورِ دیدۂ حیدر کے ساتھ ہے
روزِ جزا وہ شافعِ محشر کے ساتھ ہے

پیاسے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا
اپنا بھی ربط ساقیٔ کوثر کے ساتھ ہے

رہتا ہے رات دن غمِ ذُرّیّتِ رَسول
سودا شروع سے یہ، مِرے سَر کے ساتھ ہے

آلِ نبی کو ذاتِ نبی سے جُدا نہ جان
ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے

وہ اک مکاں کہ جس کا مکیں بابِ علم تھا
اپنا تو رابطہ ہی اُسی گھر کے ساتھ ہے

آلِ نبی کے درد سے مَیں بھی جُدا نہیں
میرا نصیب، اُن کے مقدّر کے ساتھ ہے

لاکھوں شَقی اُدھر ہیں اِدھر اِک حُسین ہیں
کانٹوں کی نوک جھوک گُلِ تر کے ساتھ ہے

کس پر کُھلے گا معرکۂ کربلا کا راز
یہ وہ معاملہ ہے، جو داوَر کے ساتھ ہے

تنہا اُسی کے نام سے دُشمن تھا بد حواس
اب کیا کرے، حُسین بہتّر کے ساتھ ہے

سچ مچ ہو دل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی
اشکوں کا سلسلہ دلِ مضطر کے ساتھ ہے

اُس ذاتِ پاک کا ہُوں دل و جاں سے میں غلام
دعوٰی غلط نہیں ہے، مگر ڈر کے ساتھ ہے

دُشمن کی گُفتگو میں کہاں خیر کی جھلک
جو بات ہے شریر کی، اِک شر کے ساتھ ہے

بھیجوں یزیدِیَت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیؔر
یہ دُشمنی ہے، اور مِرے گھر کے ساتھ ہے

بحضورِ سبطِ رسولِ مجتبیٰ

حسینؓ ابنِ علیؓ المرتضیٰ

غمِ شبّیر کا یُوں دل پہ اثر ہے کہ نہیں ؟
جو بھی آنسو ہے وہ مانندِ گہر ہے کہ نہیں ؟

دل میں کردارِ حسینی کا گُزر ہے کہ نہیں ؟
شیوۂ صبر و تحمّل پہ نظر ہے کہ نہیں ؟

راہِ حق میں جو بہ صد شوق لُٹا دے گھر بار
اُس مسافر کے لئے خُلد میں گھر ہے کہ نہیں ؟

جس نے قُربان کیا خود کو رضائے حق پر
وہ بشر، خَلق میں مافوقِ بشر ہے کہ نہیں ؟

علم کے شہر میں جس بِن ہے رسائی مُشکل
دیکھ اُس شخص کو، وہ علم کا در ہے کہ نہیں ؟

راکبِ دوشِ نبی ، آلِ عبا ، پُورِ بتول
یہی شبّیر ہیں ، ظالم کو خبر ہے کہ نہیں ؟

آج تک سوگ میں ہے ، دشت کا ذرّہ ذرّہ
کربلا اُن کے لیے خاک بہ سَر ہے کہ نہیں ؟

ختم کب ہو گی یہ آزار و جفا کی ظُلمت
یومِ عاشُور ! تری شب کی سحر ہے کہ نہیں ؟

حلقِ معصوم کو کیوں تیر سے چھیدا تُو نے
حُرمُلَہ ! کچھ تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ نہیں ؟

کربلا میں ہے شہیدوں کا لہو نُور فگن
رُخ زمانے کی نگاہوں کا اُدھر ہے کہ نہیں ؟

میرے دل میں ہیں مکیں سبطِ نبی کے جلوے
رشکِ فردوس، نصیر ! آج یہ گھر ہے کہ نہیں ؟

بحضورِ

اِمامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسمِ شبّیر جگانے کے لیے
هم نے غم سارے زمانے کے "لیے"

منزلیں بن گئیں خود جادۂ شوق
ابنِ زہرا! تجھے پانے کے لیے

کربلا! تیری صدا کافی ہے
ساری دُنیا کو جگانے کے لیے

کج اداؤں سے نبٹنا سیکھو
حق پرستی کو بچانے کے لیے

پھر محرّم کا مہینہ آیا
حشر سینے میں اُٹھانے کے لیے

اشک کے رُوپ میں ہے ذکرِ حُسین
آنکھ کا نُور بڑھانے کے لیے

تیرا کردار و عمل، آفاقی
تیرا پیغام، زمانے کے لیے

اک قیامت سے گزرنا ہو گا
درِ شبّیر تک آنے کے لیے

تشنگی اپنی گوارا کر لی
پیاس خنجر کی بجھانے کے لیے

جان، حق کے لیے دینی ہو گی
سلسلہ اُن سے ملانے کے لیے

کربلا تک کا سفر ہے درپیش
بس نصیؔر اُٹھتے ہیں، جانے کے لیے

در مدحِ

حسینؓ ابنِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حُسین کا ہو کہیں ذِکر ، کوئی بات چلے
ہماری آنکھوں سے اشکوں کی اک برات چلے

فلک پہ کیوں نہ بھلا کربلا کی بات چلے
غمِ حُسین میں تارے تمام رات چلے

مجسّم اُسوۂ خیرالانام تھے شبّیر
رضائے حق کے اشاروں پہ تا حیات چلے

مِلی نہ بُوند بھی پانی کی تشنہ کاموں کو
ہوائے قہر کے جھونکے سرِ فرات چلے

حُسین حکمِ الٰہی سے کربلا آئے
بساط اُلٹ دی ، ہوئی دُشمنوں کو مات ، چلے

قیام اُن کا ہُوا منزلِ مشیّت پر
وہ جن کے ایک اشارے پہ کائنات چلے

چلا ہے دُھوم سے یُوں قافلہ شہیدوں کا
وفورِ شوق میں جیسے کوئی برات چلے

حُسین کی صفِ اعدا میں تھی یہ شانِ خرام
ہجومِ کفر میں جس طرح نُورِ ذات چلے

وفا کا نام مٹانے سے مِٹ نہیں سکتا
ہزار چال یہ دُنیائے بے ثبات چلے

یزیدِ عصر کے آگے کھڑے ہیں سب خاموش
حُسین ہی جو چلائیں تو کوئی بات چلے

دبا سکا نہ کبھی حق کو ، شورِ باطل کا
نہ کوئی گھات چلی ہے نہ کوئی گھات چلے

نصیؔر ! گوش بر آواز عرش و فرش ہوئے
اب انجمن میں حُسین و حسن کی بات چلے

بحضورِ
سیّدُالشّہداء اِمامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابنِ حیدر کی طرح پاسِ وفا کس نے کیا؟
زیرِ خنجر آخری سجدہ ادا کس نے کیا؟

حق جو تعلیمِ نبی کا تھا، ادا کس نے کیا؟
آدمی کو آدمیّت آشنا کس نے کیا؟

رازِ سر بستہ تھے ایثار و رِضا و صبر و شکر
حل یہ عُقدہ آلِ زہرا کے سِوا کس نے کیا؟

خون سے کس کے ہوئی تاریخِ عالَم تابناک
سرزمینِ نینوا کو کربلا کس نے کیا؟

کربلا میں جو ہُوا وہ اے یزیدِ بد سِیَر
بے خطا تُو ہے، تو پھر جو کچھ کیا، کس نے کیا؟

کوئی تھا جس نے کیا سِبطِ پیمبر کا لحاظ؟
احترامِ نسبتِ خیرالورٰی کس نے کیا؟

مضطرب کیوں ہوں عزادارانِ اولادِ رسول!
حشر میں کُھل جائے گی یہ بات، کیا کس نے کیا؟

شِمرِ ذی الجوشن، یزیدِ بد گُہَر، ابنِ زیاد
جورِ بے جا اِن لعینوں کے سِوا کس نے کیا؟

گونگے بہرے بن گئے اتمامِ حُجّت پر عَدُو
آپ جو چاہا کیا، اُس کا کہا، کس نے کیا؟

حشر یہ برپا ہُوا کس کے اشاروں پر یزید!
آلِ زہرا پر ستم اے بے حیا! کس نے کیا؟

یہ حقیقت منکشَف ہے ساری دُنیا پر نصیؔر!
کربلا میں جو ہُوا، کس نے کہا، کس نے کیا؟

بحضورِ
سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنھیں نصیب ہُوئی تن سے، سَر کی آزادی
کنیز بن کے رہی اُن کے گھر کی، آزادی

عطا ہوئی ہے اُسے خیر و شَر کی آزادی
ہے امتحان یقیناً، بَشر کی آزادی

تمام عُمر کی پابندیوں سے بہتر ہے
اک آدمی کے لیے، لمحہ بھر کی آزادی

تصادم اِس کے لیے شرطِ اوّلیں ٹھہرا
ہے جسمِ سنگ میں پنہاں، شرر کی آزادی

کسی کے لُطف کا ممنون بن کے کیا جینا
سبک سری ہے شجر کو، ثمر کی آزادی

قیام، ظلم کے ماحول میں نہیں ممکن
اب اپنی رُوح کو دے دو، سفر کی آزادی

شعورِ ذات ہی فُرقانِ حق و باطل ہے
عجیب چیز ہے، فکر و نظر کی آزادی

نظر کا نُور بڑھا آب و تاب سے اِس کی
صدف کا عزّ و شرف ہے، گُہَر کی آزادی

حُسین خیر کا مظہر، سلامتی کا نشاں
اُسے پسند نہ تھی اہلِ شَر کی آزادی

مزاجِ دینِ مُبین، ظلم کے خلاف جہاد
اساس اُسوۂ خیرُالبشر کی، آزادی

یزیدیت کی ہلاکت ہے، رسمِ شبّیری
ستم کو مِل نہ سکی، کَرّ و فر کی آزادی

اُٹھائی اِس لیے سجّاد نے صعوبتِ قید
کہ مُضمر اِس میں تھی نوعِ بَشر کی آزادی

دیا حُسین نے یُوں زیست کو نیا مفہوم
مِلی ہے آخری سجدے میں سَر کی آزادی

حُسینیت مِرا ورثہ بھی ہے، عقیدہ بھی
مجھے نصیب ہے عرضِ ہُنر کی آزادی

غمِ حُسین کا پابند ہر نَفَس ہے نصیؔر!
غمِ جہاں سے مِلی، عُمر بھر کی آزادی

بحضورِ
وارثِ ھل اتیٰ، سُلطانِ کربلا
سیّدنا **امام حسین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پانی کی جو اک بوند کو ترسا لبِ دریا
وہ غیر نہ تھا، سبطِ نبی تھا لبِ دریا

رنگین رہا دشت، شہیدوں کے لہو سے
بہتا ہی رہا خون کا دریا، لبِ دریا

ہے ماتمِ شبّیر کی اک زندہ شہادت
موجوں کا یہ سَر پیٹتے اُٹھنا، لبِ دریا

موجوں میں تلاطُم، تو ببولوں میں قیامت
پیاسوں کا ہے شیون سرِ صحرا، لبِ دریا

اِس سوچ نے پہروں دلِ مضطر کو رُلایا
وہ بندشِ آب اور وہ پہرا، لبِ دریا

شکوہ نہ شہیدوں کو رہے تشنہ لبی کا
یُوں موت کے گھاٹ اُن کو اتارا لبِ دریا

امواجِ ستم کھیل رہی تھیں سرِ بالیں
عباس پڑے تھے گُہَر آسا، لبِ دریا

یُوں خون رواں تھا علی اصغر کے گلے سے
جیسے ہو لہو کا کوئی دھارا، لبِ دریا

اے اہلِ جفا! پیاس سے پیاسوں کی نہ کھیلو
پہنچیں نہ کہیں سیّدہ زہرا، لبِ دریا

شاہِ شُہدا کیسے اُدھر پاؤں اُٹھاتے
چل کر کہیں آیا کوئی دریا، لبِ دریا

تھا مرتبۂ عترتِ زہرا کے منافی
دو بوند کے چکّر میں اُلجھنا، لبِ دریا

گر زحمتِ یک گام وہ کر لیتے گوارا
خود بڑھ کے قدم چُوم نہ لیتا، لبِ دریا

جُھکنا سرِ شبّیر کی فطرت میں نہیں تھا
جُھک جاتے تو کچھ دُور نہیں تھا، لبِ دریا

عبّاس میں حیدر کا لہو دوڑ رہا تھا
دُشمن سے لڑے وہ، تنِ تنہا، لبِ دریا

جب ابنِ علی جُھوم کے پہنچے سرِ مقتل
اک شور اُٹھا صلِّ علیٰ کا، لبِ دریا

پیوستہ قدم چُومنے اُٹھتی رہیں لہریں
دیکھا جو محمد کا سراپا، لبِ دریا

ہر منظرِ فطرت کو وہاں پاسِ ادب تھا
موجیں ہی نہ تھیں ناصیہ فرسا، لبِ دریا

حُرّیتِ اظہار کا تابندہ نشاں ہے
عبّاس! ترا نقشِ کفِ پا، لبِ دریا

اے قاسمِ گُل رو! شبِ عاشور کے دُولہا!
گاتی رہیں لہریں ترا سہرا، لبِ دریا

موجوں کے مد و جزر نے لیں اُس کی بلائیں
چہرا تھا کہ اک چاند کا ٹکڑا، لبِ دریا

سب کہتے، نصیرؔ اپنے مقدّر کا دھنی ہے
شبّیر کے قدموں میں جو ہوتا، لبِ دریا

بحضورِ

سبطِ رسولِ ہاشمی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حُسنِ تخلیق کا شہکار، حسین ابنِ علی
عشق کا مطلعِ انوار، حسین ابنِ علی

گُلِ گلزارِ حرم، زُبدۂ آلِ ہاشم
نُورِ چشمِ شہِ ابرار، حسین ابنِ علی

فتنۂ کفر و فسوں سازیٔ باطل کے خلاف
جرأتِ حیدرِ کرّار، حسین ابنِ علی

کشتِ ایمان و چمن زارِ صداقت، اسلام
موجِ گُل، ابرِ گہر بار، حسین ابنِ علی

حق نے باطل کو بہ ہر حال پنپنے نہ دیا
اِس حقیقت کا ہیں اظہار، حسین ابنِ علی

مظہرِ صدق و صفا، پیکرِ تسلیم و رِضا
پرتوِ احمدِ مختار، حسین ابنِ علی

ایک لعنت ہے زمانے کے لیے فعلِ یزید
اک سعادت ترا کردار، حسین ابنِ علی

محفلِ اہلِ مودّت میں مثالِ نکہت
رزم میں برقِ شرر بار، حسین ابنِ علی

بزمِ ایمان و صداقت کے لیے شمعِ وفا
صدق و اخلاص کا معیار، حسین ابنِ علی

کچھ غمِ ذات، نہ اولاد و اقارب کا ملال
غمِ انساں میں دل افگار، حسین ابنِ علی

نرغۂ ظلم میں بھی پیشِ خدا سر بہ سُجُود
اپنے خالق کا وفادار، حسین ابنِ علی

دوزخی، آپ کے رُتبے سے کہاں واقف ہیں
اہلِ جنّت کے ہیں سردار، حسین ابنِ علی

رہ برِ قافلۂ منزلِ عرفان و سُلوک
سرورِ زُمرۂ اخیار، حسین ابنِ علی

حق جہاں جلوہ نُما ہو گا، وہاں تُو ہو گا
چار سُو ہے ترا دیدار، حسین ابنِ علی

تیری سرکار میں جُھکتا ہے دلِ ہر مظلوم
سب کو ہے تجھ سے سروکار، حسین ابنِ علی

آستاں پر ترے آیا ہے تہی دست، نصیؔر
ترا دربار ہے دُربار، حسین ابنِ علی

مُسدّس

بیادِ امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے دوست ! چیرہ دستیٔ دورِ جہاں نہ پوچھ — اِس چرخِ فتنہ ساز کی نیرنگیاں نہ پوچھ
نا مہربانیوں کا سبب ، مہرباں ! نہ پوچھ — انسان سے عداوتِ عُمرِ رواں نہ پوچھ
ہر اک نفَس ہے دردِ فراواں لیے ہُوئے
ہر راگنی ہے اک غمِ پنہاں لیے ہُوئے

اِس پر بھی رہنِ بُغض و عداوت ہے آدمی — صیدِ زبونِ جذبۂ نفرت ہے آدمی
مصروفِ حَرب و ضرب و ہلاکت ہے آدمی — خود آدمی کے خون سے لَت پَت ہے آدمی
چہرے پہ اپنے خونِ رفیقاں ملے ہُوئے
خُوئے درندگی میں ہیں انساں ڈھلے ہُوئے

سمجھایئے کسے کہ عداوت حرام ہے — رسمِ نفاق و خُوئے کدُورت حرام ہے
اَخلاق و آشتی سے بغاوت حرام ہے — فتنہ ہے کفر اور شرارت حرام ہے
اہلِ ستم کو قہرِ خدا کی وعید ہے
اخیار پر جو ظلم کرے ، وہ یزید ہے

جس کو فنا نہیں ، وہ محبّت ہے دوستو　　دل کو جو گُھن لگائے ، وہ نفرت ہے دوستو
غیریّت ، اک تسلسلِ وحشت ہے دوستو　　انساں وہ ہے ، جو باعثِ راحت ہے دوستو
ہر دل ہے تابشِ صَمدِیّت لیے ہُوئے
نُورِ خدا ہے ، مِشعلِ وحدت لیے ہُوئے

البتّہ ، حاکمانِ جفا جُو کے رُو برو　　قائم رکھ اپنی ہمّت و غیرت کی آبرو
رُعبِ شہنشہی سے کبھی سَر جُھکا نہ تُو　　باطل کا سامنا ہو تو کر حق کی گُفتگو
دامانِ خسروانِ حق آزار ، پھاڑ دے
جھنڈے زمیں پہ اپنی شجاعت کے گاڑ دے

عرصہ ہُوا ، چلی تھی مخالف کبھی ہَوا　　اورنگِ سلطنت پہ تھا اک بانئ جفا
اُس وقت ایک مردِ حق آرا و حق نوا　　آیا تھا شیرِ نَر کی طرح سُوئے کربلا
جو مصطفٰے کا نُور تھا ، زہرا کا چین تھا
اُس با خدا کا نامِ گرامی ، حُسین تھا

ناموسِ لوح ، تاجِ امامت ، چراغِ دِیں　　نُورِ ازل ، فروغِ ابد ، مطلعِ یقیں
تنویرِ عرش ، حُسنِ فلک ، زینتِ زمیں　　باطل ستیز ، حق نگر و صدق آفریں
مصباحِ لُطف ، صبحِ کرم ، عزّتِ وُجود
رمزِ نماز ، سرِّ وفا ، سطوتِ سُجُود

جانِ کرم ، نگارِ حرم ، قبلۂ اُمم　　میرِ حیات ، مہرِ بقا ، قاسمِ نِعَم
سامانِ رُشد ، شاہدِ حق ، احسنُ الشِّیَم　　قندیلِ فیض ، شمعِ سخن ، خسروِ قلم
دستِ علی ، حسامِ حسن ، نُورِ مشرقین
تصدیق و اعتبارِ زمین و زماں ، حُسین

اللہ کا مُطیع ، محمد کا لاڈلا　　زہرا کا عزم ، زینب و صغرای کا آسرا
واری تھی جس پہ بالی سکینہ ، وہ باوفا　　حیدر کو جس کی قوتِ بازو پہ ناز تھا
آواز آ رہی ہے یہ رن میں کچھار سے
ٹپکے گا آج خون ، رگِ اقتدار سے

ہیبت سے اُس کی ، پیرِ فلک کو نہیں قرار　　لرزے میں ہے زمین ، تو سکتے میں روزگار
ہر سانس کو یہ دُھن ہے کہ ڈھونڈے رہِ فرار　　یہ حال ، دشمنوں کے ہے سَر پر قضا سوار
ہلچل سی اک بپا ہے دلِ جبرئیل میں
شعلے بھڑک رہے ہیں دیارِ خلیل میں

ہر اک طرف خروش ہے فریاد و آہ کا　　جو سانس آ رہا ہے ، وہ کانٹا ہے راہ کا
سِکّہ جما ہُوا ہے حُسینی سپاہ کا　　کُنبہ ہے یہ جنابِ رسالت پناہ کا
حاضر عَدُو ہے نقدِ دل و جاں لیے ہُوئے
سرمایۂ حیاتِ پریشاں لیے ہُوئے

یہ بے پناہ دُھوپ کی شدّت ، یہ تشنگی   یہ غم ، یہ اضطراب ، یہ صدمے ، یہ بے کسی
یہ گیسوئے حیاتِ گریزاں کی برہمی   اور اِس کے باوجود ، یہ جوشِ دلاوری
دل ہے اُداس ، ہاتھ میں پھر بھی حُسام ہے
اے فاطمہ کے لال ! یہ تیرا ہی کام ہے

پُھولا پَھلا چمن جو ہُوا سامنے تباہ   وہ بے کسی کا وقت بھی کیا تھا ، خدا گواہ
زینب ، وفورِ غم سے ہُوئی غرقِ رنج و آہ   تڑپا جو دل ، تو سُوئے مدینہ اُٹھی نگاہ
بولی کہ اے محمدِ ذی جاہ ! المدد
سب کی پناہ ، میرے شہنشاہ ! المدد

غش میں پڑے ہیں عابدِ بیمار ، ہائے ہائے   چہرے پہ بے کسی ہے نمودار ، ہائے ہائے
تپتی زمین پر ہیں علمدار ، ہائے ہائے   نرغے میں ہے بتول کا دلدار ، ہائے ہائے
فریاد کس سے ہو ستمِ روزگار کی
دوشِ خزاں پہ لاش ہے فصلِ بہار کی

اے وائے بر فسردگیِ باغِ بُوتراب   کانٹوں پہ ہیں گُلاب ، تو نیزوں پر آفتاب
اِن کی طرح سے کوئی نہ ہو خانماں خراب   بچّے بھی سو رہے ہیں ، جواں بھی ہیں محوِ خواب
زہرا کے گُل عذار پہ چادر ہے دُھول کی
لاشیں پڑی ہیں خاک پر آلِ رسول کی

امّاں کو میرے غم کی خبر، کیوں نہیں ہُوئی ہم بے کسوں کی سمت نظر، کیوں نہیں ہُوئی
فریاد میری زُود اثر، کیوں نہیں ہُوئی میری شبِ الم کی سحر، کیوں نہیں ہُوئی
دُشمن کی دسترس میں ترا نُورِ عین ہے
امّاں ! یہ کوئی اور نہیں ہے، حُسین ہے

پیغمبری کو بازوئے حیدر پہ ناز ہے حیدر کو، خونِ سبطِ پیمبر پہ ناز ہے
زینب کو جرأتِ دلِ اکبر پہ ناز ہے اکبر کو بے زبانیٔ اصغر پہ ناز ہے
جبریل ہے نثار، نگارِ بتول پر
نازاں ہے چرخ، جرأتِ آلِ رسول پر

وقتِ سخن وہ ہیبتِ یزداں کلام میں پڑ جائے جس سے لرزہ، دلِ خاص و عام میں
اللہ رے یہ صفات کے جوہر، امام میں سچ ہے کہ انبیا کا چلن تھا خِرام میں
دل میں کماں کا لوچ تھا، خَم ذُوالفِقار کا
شبّیر، شاہکار تھے پروردگار کا

خود دار ہے، جری ہے، شہِ کائنات ہے اُس کا وجودِ پاک، جمالِ حیات ہے
شہ پارۂ صفات ہے، شہ کارِ ذات ہے اُس کا قدم زمین پہ مُہرِ ثبات ہے
سر اُس کا پائے حشمتِ باطل پہ خَم نہیں
عزمِ حُسین، عزمِ رسالت سے کم نہیں

اے دُشمنانِ دین و لعینانِ بد خِصال ! یہ اختران بُرجِ نُبوّت ہیں ، لازوال
اِن کو مٹا سکے ، یہ کسی کی نہیں مجال کچھ شرم ہو تو ڈُوب مَرو بندگانِ مال !

نُورِ اَحَد سے دل کو اُجالے ہُوئے ہیں یہ
بنتِ نبی کی گود کے پالے ہُوئے ہیں یہ

یومِ عاشور

آج کا دن، شہِ دل گیر کا دن ہے لوگو   اکبر و اصغرِ بے شِیر کا دن ہے لوگو
مظہرِ آیۂ تطہیر کا دن ہے لوگو   آج کا دن، مِرے شبّیر کا دن ہے لوگو
کون شبّیر؟ کئی دن کا وہ پیاسا، شبّیر
کون شبّیر؟ محمد کا نواسا، شبّیر

کون شبّیر؟ وہی برتر و اعلیٰ شبّیر   کون شبّیر؟ وہی سب سے نرالا شبّیر
کون شبّیر؟ وہی گیسوؤں والا شبّیر   کون شبّیر؟ وہی ناز کا پالا شبّیر
وہ جو آغوشِ رسالت میں پَھلا پُھولا ہے
جسے بُھولے گا یہ عالم، نہ کبھی بُھولا ہے

شمعِ ایوانِ نبی، نُورِ حرم، ناصرِ دِیں   رونقِ بزمِ حَسَن، خاتَمِ زہرا کا نگیں
وہ مکارم کی اساس اور شرافت کا امیں   چرخ جس کے درِ اقدس پہ جُھکاتا ہے جبیں
اِس کی درگاہ کا وہ جاہ و حشم ہوتا ہے
سَر عقیدت سے شہنشاہ کا، خَم ہوتا ہے

مُستند عالمِ تخلیق میں ہے جس کا جمال　　جس کا نانا ہے نبی ، نیّرِ بُرجِ اجلال
جس کا بابا ہے علی شیرِ خدا ، ماہِ کمال　　ہے فلک اُس کی اگر ڈھال ، تو خنجر ہے ہلال
رن میں غُل ہے کہ چراغِ حرمین آتا ہے
لاڈلا حضرتِ زہرا کا ، حُسین آتا ہے

رُوئے روشن ہے کہ ہے عکسِ جمالِ یزداں　　زُلفِ مشکیں ہے کہ خُوشبوئے گُلِ باغِ جناں
قدِ موزوں پہ ہے طُوبیٰ کی بُلندی قرباں　　طرزِ رفتار کے صدقے روشِ کون و مکاں
گُفتگو لب پہ جو اللہُ غنی آتی ہے
بُوئے انفاسِ رَسولِ مَدَنی آتی ہے

کوئی پیدا نہ ہُوا حامیٔ دِیں ، اُس جیسا　　کسی سینے میں نہیں عزم و یقیں ، اُس جیسا
سجدہ کر پائی کہاں کوئی جبیں ، اُس جیسا　　ساری دُنیا میں نہیں کوئی حسیں ، اُس جیسا
رشکِ صد مہرِ مُبیں ، جلوہ فشانی اِس کی
غیرتِ یوسفِ کنعاں ہے جوانی اِس کی

انبیا سارے ، شجاعت پہ ہیں اُس کی نازاں　　اولیا اُس کے غلام اور ملائک درباں
لڑکھڑاتی ہے اِسی در پہ فصیحوں کی زباں　　اِسی چوکھٹ پہ رگڑتے ہیں جبینیں ، سُلطاں
نہ بٹی ہے ، نہ بٹے گی ، نہ کہیں بٹتی ہے
علم و عرفان کی خیرات ، یہیں بٹتی ہے

اُس کے جلووں سے ہے معمور، شبستانِ کرم اُس کے اک سجدے نے رکھّا ہے نمازوں کا بھرم
اُس کے سَر پر شرف و مجدِ علی کا پرچم خون سے اُس کے فروزاں ہوئی قندیلِ حرم
زیست جولاں ہے اُسی زلف کے پیچ و خَم سے
سانس چلتی ہے سماوات کی اُس کے دَم سے

مثلِ واعظ نہیں منبر پہ فقط زمزمہ خواں زاہدِ خشک کے مانند نہیں سجدہ کُناں
اُس کے سجدے میں سمٹ آئی ہے رُوحِ ایماں سَر ہے نیزے پہ، مگر وردِ زباں ہے، قرآں
جن کے سجدے تہِ شمشیر ادا ہوتے ہیں
اُن کے اندازِ عبادت ہی جُدا ہوتے ہیں

رن میں جب نعرہ زناں شاہ کی سرکار چلی سَر قلم کرتی ہوئی تیغِ شرر بار چلی
جس طرف کوند گئی شور پڑا، مار چلی رُوح کہتی تھی بدن سے، کہ مِرے یار! چلی
ہیبت ایسی، کہ جسے دیکھ کے چہرہ فق ہو
شدّت ایسی، کہ چٹانوں کا کلیجہ شَق ہو

تیغِ بُرّاں نے کیا لشکرِ اعدا کو جو صاف رُک گئی نبضِ فلک، کانپ اُٹھے شش اطراف
پڑ گئے قصرِ رعونت کے حصاروں میں شگاف گڑ گڑا کر کہا اعدا نے کہ تقصیر معاف
ظُلمتِ کفر میں، ایماں کی سحر پُھوٹ گئی
ضربتِ فقر سے، شاھی کی کمر ٹُوٹ گئی

جانِ زہرا ، پسرِ حیدرِ کرّار بھی ہے ابرِ رحمت بھی ہے وہ ، برقِ شرر بار بھی ہے
آزمائش کی گھڑی ہو ، تو مددگار بھی ہے پھُول اگر بزم میں ہے ، رزم میں تلوار بھی ہے

جنگ جُو اِس کی شجاعت کی قسم کھاتے ہیں
درِ شبّیر پر افلاک بھی جُھک جاتے ہیں

نوکِ شمشیر سے دُشمن کا ہُوا چاک ، لباس چھا گئی ہیبتِ حق کفر پہ بے حدّ و قیاس
خود تو موجود تھے ، گم ہو گئے سب ہوش و حواس تیغ نے کاٹ کے سب رکھ دیے اَشرارُ النّاس
اُس نے بھُولے سے بھی اوچھا نہ کبھی وار کیا
ایک ہی ضرب میں دوچار کو فی النّار کیا

رفتہ رفتہ یُونہی بڑھتی رہی شمشیر کی کاٹ دُشمنوں کے لیے اُس وقت کوئی گھر تھا ، نہ گھاٹ
ضرب ایسی تھی کہ ہو جائیں صفیں جس سے سپاٹ جاں بلب دُشمنِ جاں ، اور یہ تھی لوہا لاٹ
لشکرِ شام کے ہونٹوں پہ ترانے نہ رہے
مَلکُ الموت کے بھی ہوش ٹھکانے نہ رہے

رن میں اِس شان سے مولا کی سواری آئی ڈر تھا ایک ایک کو بس اب مِری باری آئی
یُوں لڑائی کے لیے فوج تو ساری آئی دل دہلتے تھے کہ مارے گئے ، خواری آئی
جن کو کچھ دین سے مطلب ، نہ خدا کا ڈر تھا
اُن کو بس ایک ہی ڈر تھا ، جو قضا کا ڈر تھا

جب چلا ابنِ علی بہرِ وغا زمزمہ خواں　　سر بکف، نعرہ بلب، سوز بدل، شعلہ بجاں
رُعب سے لشکرِ بد خواہ تھا سرگرمِ فغاں　　دَم بخود، خاک بسر، لرزہ بتن، نوحہ کناں
تیغِ شبّیر نے جوہر وہ دکھائے اپنے
خاک میں مِل گئے سفّاک عَدُو کے سپنے

سَر پہ زینب نے جو سَر چُوم کے باندھی دستار　　صدقے ہونے کو مدینے سے چلی بادِ بہار
مصطفٰے نے یہ ادا دیکھ کے چُومے رُخسار　　بن سنور کر جو ہُوا دُلدُلِ حیدر پہ سوار
شور اُٹھا کہ گُلِ باغِ بتول آتا ہے
مرحبا! دینِ شہادت کا رَسول آتا ہے

بے کسوں اور غریبوں کا سہارا، وہ حُسین　　ظالموں کے جو مقابل تھا صف آرا، وہ حُسین
حضرتِ فاطمہ کے عزم کا تارا، وہ حُسین　　تھا پیمبر کو دل و جاں سے بھی پیارا، وہ حُسین
اُس کو گُلزارِ رسالت کی کلی کہتے ہیں
ہم عقیدت سے، حُسین ابنِ علی کہتے ہیں

خود وفا کیش ہے اور درسِ وفا دیتا ہے　　حق پہ آنچ آئے، تو گھر بار لُٹا دیتا ہے
مورِ بے مایہ کو، اقبالِ ہُما دیتا ہے　　اپنے منگتوں کو شہنشاہ بنا دیتا ہے
کج کلاہی پہ نہ جا، اِس میں دھرا ہی کیا ہے
درِ شبّیر جو مِل جائے، تو شاہی کیا ہے

آخری سجدے میں آیا جو وہ اخلاص مآب   اُٹھ گیا بندہ و معبود کے مابین حجاب
لڑ گئی حُسنِ حقیقی سے نگاہِ بے تاب   بڑھ کے جبریل نے تھامی مِرے مولا کی رکاب
مصطفٰے جُھوم گئے ، پیکِ قضا جُھوم گیا
جو بھی بندہ تھا خدا کا ، بخدا جُھوم گیا

کوئی شبّیر سا خالق کا پرستار نہیں   اُمّتِ احمدِ مُرسَل کا وفادار نہیں
لب پہ دعوے ہیں، مگر عظمتِ کردار نہیں   جرأت و عزم و عزیمت نہیں، ایثار نہیں
کُودتا کون ہے ، اُمڈے ہُوئے طوفانوں میں
کون گھر بار لُٹاتا ہے بیابانوں میں

ذات ایسی کہ نہیں جس کا زمانے میں جواب   اُس کے جَد شافعِ محشر، تو پدر علم کا باب
رُوئے اطہر کی زیارت میں تلاوت کا ثواب   کشتِ اسلام ہُوئی اُس کے لہو سے شاداب
تین ایّام کے پیاسے نے بڑا کام کیا
شاہِ بطحا کے نواسے نے بڑا کام کیا

اللہ اللہ وہ الطاف ، وہ اندازِ کرم   جس کی تعریف سے قاصر ہیں زبان اور قلم
نام سے جس کے لرزتے ہیں رعونت کے قدم   مجھ کو ہم شکلِ پیمبر کی جوانی کی قسم
گُفتگو ایسی کہ جو مُنہ سے کہا برحق تھا
ضرب ایسی کہ پہاڑوں کا کلیجہ شَق تھا

سیرتِ پاک ، قوانینِ شرافت کا نصاب — تابناکی میں جبیں ، رُوکشِ مہ و مہتاب
چشمِ حق بیں میں تھی خُم خانۂ وحدت کی شراب — ہر نظر آپ کی تھی صبر و رضا کا اک باب

بے خودی ایسی کہ بس ارض و سما جھوم اُٹھے
آدمی کیا ہیں ، فرشتے بخدا جھوم اُٹھے

ابن زہرا رُخِ کونین بدل سکتا ہے — آدمی اُس کے سہارے سے سنبھل سکتا ہے
سَر سے کفن ، رن میں نکل سکتا ہے — کفر کو دِین کی ضربت سے کُچل سکتا ہے

اُس کی ہر آن میں ہے شان مسلمانوں کی
ذات سے اُس کی ہے پہچان مسلمانوں کی

جھولیاں سب کی عنایات سے بھر دیتا ہے — مانگنے والے کو وہ لعل و گُہَر دیتا ہے
دیدۂ کور کو انوارِ سَحَر دیتا ہے — نخلِ اُمّید کو بخشش کا ثمر دیتا ہے

ایسے انسان ہی مولا سے مِلا دیتے ہیں
ایسے بندے ہی محمد کا پتا دیتے ہیں

اُس کی ہر ضرب ہے ظلمت کے لیے برق فشاں — اُس کی تلوار میں ہے جوہرِ عزم و ایقاں
اُس کی ہیبت سے جفا کار ہیں لرزاں ، ترساں — کفر اک ذرّۂ ناچیز ، تو وہ کوہِ گراں

رشتہ اللہ سے اور اُس کے نبی سے جوڑا
اپنے کردار سے دشمن کا تکبّر توڑا

کربلا کا وہ مجاہد وہ شہیدوں کا امام جس کی سطوت سے ہُوا زیر و زبر لشکرِ شام
جس کے در سے کبھی خالی نہ پھرا کوئی غلام جو پلائے گا قیامت میں چھلکتے ہوئے جام
وہ سخی، جس کے گھرانے سے ہمیں کیا نہ مِلا
اُس کو پینے کے لیے پانی کا قطرہ نہ مِلا

حیف وہ پیاس کے لمحات وہ دریائے فرات بُوند بھر پانی سے محروم زبانیں، ہَیہات
تشنگی دیکھ کے کہتے تھے مخالف بد ذات آپ کچھ غم نہ کریں تیروں کی ہوگی برسات
یہ تو کیا دیکھتے دو روز کا پیاسا تھا حُسین
یہ نہ سوچا کہ محمد کا نواسا تھا حُسین

وہ نہ چاہے تو دل آویز فضا ہی نہ رہے دیدۂ حُسن میں یہ برق نگاہی نہ رہے
ماہ میں نُور نہ ہو، آب میں ماہی نہ رہے آنکھ بدلے، تو شہنشاہ کی شاہی نہ رہے
کافروں کو جو مسلمان بنا سکتا ہے
وہ گداؤں کو بھی سُلطان بنا سکتا ہے

بختِ خُفتہ کو اشارے سے جگا دیتا ہے سینۂ کفر میں ایمان رچا دیتا ہے
جتنے حائل ہوں حجابات، اُٹھا دیتا ہے یعنی اللہ سے بندے کو مِلا دیتا ہے
دل سے انسان کے ہر کھوٹ نکل جاتی ہے
اُس کی سرکار میں دنیا ہی بدل جاتی ہے

جس کی رگ رگ میں خلوص اور وفاداری ہو جس کی تقریر میں اندازِ نکوکاری ہو
رُوکشِ ابرِ فلک، جس کی گہرباری ہو جو امینِ روشِ رحمت و ستّاری ہو
وارثِ منصبِ ابرار وہی ہوتا ہے
مسندِ فقر کا حق دار وہی ہوتا ہے

اِن میں اعجازِ مسیحا نَفَساں آج بھی ہے اِن کے غصّے میں وہی برق، نہاں آج بھی ہے
اِن کے ہاتھوں میں زمامِ دو جہاں آج بھی ہے اِن کی ٹھوکر میں جہانِ گزراں آج بھی ہے
دل عَدُو کے تپشِ بُغض سے افسردہ ہیں
مُردہ کہتے ہیں جو ایسوں کو، وہ خود مُردہ ہیں

مفتیٔ عشق کا فتویٰ ہے کہ بے نسبتِ تام یہ نمازیں، یہ وظیفے، یہ سجود اور قیام
روزہ و حجّ و تسابیح، دُرود اور سلام عین ممکن ہے، نہ مقبول ہوں بے حُبِّ امام
خواہ میری یہ فراست ہے کہ نادانی ہے
حُبِّ اولادِ نبی شرطِ مُسلمانی ہے

مئے عرفاں نہ میسّر ہو، تو پینا بے سُود مے کشی فعلِ عبث، ساغر و مینا بے سُود
ناخدا جو نہ ہو کوئی، تو سفینا بے سُود حُبِّ شبّیر نہ ہو دل میں، تو جینا بے سُود
پرتوِ جلوۂ حُسنِ ازلی رکھتے ہیں
دل میں جو حُبِّ نبی، مہرِ علی رکھتے ہیں

جو ترے عشق میں اے ابنِ علی ہیں بے تاب　　اُن کے نزدیک نہ آئے گا جہنّم کا عذاب
تیرے دامن سے جو لپٹے ہیں بہ چشمانِ پُر آب　　وہ نہ ہو پائیں گے محشر میں کبھی خوار و خراب
بِھیڑ دیکھیں گے سرِ حشر جو پروانوں کی
لاج رکھّیں گے محمد ، ترے دیوانوں کی

ہو گی صف بستہ جو مخلوق ، بہ پیشِ داور　　دل دہل جائیں گے ، اُٹّھے گا وہ شورِ محشر
ہم گنہ گاروں پہ ہو گی یہ عنایت کی نظر　　رحمتِ حق یہ کہے گی ، تمھیں کس بات کا ڈر
جنّتی ہے ، جو خدا اور نبی کو مانے
اُسے کیا ڈر ، جو حسین ابنِ علی کو مانے

کربلا تک ہی کہاں شان و وجاہت تیری　　دونوں عالم میں ترا نام بڑا ، بات بڑی
لوگ دیکھیں گے یہ اعزاز ترا ، حشر میں بھی　　اے ولی ابنِ ولی ، جانِ علی ، سبطِ نبی
جُھوم کر ہم جو سُنائیں گے ترانا تیرا
بخشوا لے گا خدا سے ہمیں ، نانا تیرا

بحضورِ سبطِ رسولؐ ابنِ سیّدہ زہرا بتولؓ

طاری ہے اہلِ جبر پہ ہیبت حُسینؓ کی
اللہ رے یہ شانِ جلالت حُسینؓ کی

کٹوا کے سر، گواہیِ توحید دے گئے
بے مثل ہے جہاں میں شہادت حُسینؓ کی

سُونگھی تھی لے کے ہاتھ میں دشتِ بلا کی خاک
نانا کے سامنے تھی مصیبت حُسینؓ کی

کرتے قبول بیعتِ فاسق وہ کس طرح
دستِ محمدی پہ تھی بیعت حُسینؓ کی

پیشِ نظر حُصول نہ تھا تخت و تاج کا
تھی ظلم کے خلاف بغاوت حُسینؓ کی

نرمی وہی، خلوص وہی، سادگی وہی
ملتی تھی مصطفیٰ سے طبیعت حُسینؓ کی

محشر میں اجتماع کا یہ اہتمامِ خاص
شاید دکھائی جائے گی صورت حُسینؓ کی

کل بھی دلوں پہ راج تھا زھرا کے لال کا
ہے آج بھی دلوں پہ حکومت حُسینؓ کی

اظہارِ حرفِ حق پہ ہیں پہرے لگے ہوئے
محسوس ہو رہی ہے ضُرورت حُسینؓ کی

جو اُن پہ مر مٹا وہی ٹھہرے گا سرخرو
محشر میں رنگ لائے گی نسبت حُسینؓ کی

رکھتے ہیں اپنی یاد سے آباد میرا دل
ہے مجھ پہ یہ نصیؔر عنایت حُسینؓ کی

نکلا وہ ذُوالجناح عَلَم کے جُلوسؑ میں
کر لو نصیؔر بڑھ کے زیارت حُسینؓ کی

نمبر1:- محض شیعہ سُنّی اتحاد کے پیشِ نظر یہ شعر ایک مخصوص تناظر میں کہا گیا۔

بحضورِ تشنہ گانِ کربلا

نہ گُل کی تمنّا نہ شوقِ چمن ہے
یہ دل حُبِّ آلِ نبی میں مگن ہے

حُسین و حسن ہیں وہ پیکر کہ جن میں
بتولی نجابت ، رَسُولی چلن ہے

مِرے سر میں سودائے زہرا و حیدر
مِرے دل میں عِشق رَسُولِ زمن ہے

تصوّر میں ہیں میرے سجّاد و زینب
نگاہوں میں رُوئے حسین و حسن ہے

سکینہ کی وہ پیاس وہ ضبطِ گریہ
کہ نہرِ فرات آج بھی نوحہ زن ہے

وہ معصوم اصغر کی معصوم ہچکی
اِسی غم کے سکتے میں چرخِ کہن ہے

لہو میں اِدھر تُو نہایا ہے اصغر
اُدھر تیرا بابا بھی خونیں کفن ہے

وہ زینب جو کل تھی مدینے کی مالک
وہ اب کربلا میں غریبُ الوطن ہے

کہا ماں نے اکبر کے قاتل سے ، رُک جا!
شبیہِ محمد ہے ، نازک بدن ہے

یہ کیوں محوِ گریہ ہے محفل کی محفل
یہاں کیا کوئی ذکرِ طوق و رسن ہے؟

دکھا دے جھلک اب تو اے ماہِ زہرا
شہِ مُنتَظَر ، مُنتَظِرِ انجمن ہے

کِھلے پھول ہیں جس میں زہرا کے ہر سُو
محمد کا بھی کیا مہکتا چمن ہے

ستم سہہ کے بھی اُن کے تیور نہ بدلے
وہی تمکنت ہے ، وہی بانکپن ہے

حُسین ابنِ زہرا کا مُکھڑا تو دیکھو
علی کی وجاہت ، نبی کی پھبن ہے

بہاؤ غمِ آلِ زہرا میں آنسو
یہ اہلِ مَوَدّت کی رسمِ کُہن ہے

ثنا کیجیے کُھل کر آلِ عبا کی
کہ ذکر اُن کا خود آبروئے سُخن ہے

نہ چھوٹے کہیں اُن کی نسبت کا دامن　　بہت ہی بڑی دولت اُن کی لگن ہے
نہ کیوں مجھ پر اِترائے معجز بیانی　　کہ مُنہ میں علی کا لُعابِ دہن ہے

نصیؔر اب میں کیوں مانگنے دُور جاؤں
یہ مَیں ہوں ، یہ دروازۂ پنجتن ہے

سلام بحضورِ تشنہ کامانِ کربلا

بس اب تو رہتے ہیں آنکھوں میں اشک آئے ہوئے
زمانہ بیت گیا ہم کو مسکرائے ہوئے

غمِ حسین کا گھاؤ ہے کس قدر گہرا
یہ اُن سے پوچھ جو ہیں دل پہ چوٹ کھائے ہوئے

نبی کے گھر کے اُجالوں کا اب خدا حافظ
اندھیرے شامِ ستم کے ہیں سر اُٹھائے ہوئے

لگی ہے بھیڑ غم و رنج و درد و کُلفت کی
ہم اپنے دل میں ہیں اِک کربلا بسائے ہوئے

عجیب وقت ہے زہرا کے گُل عِذاروں پر
سکینہ پیاسی ہے، اصغر ہیں تیر کھائے ہوئے

یہ ناتوانی، یہ رستے کی سختیاں سجّاد!
چلو گے کیسے بھلا بیڑیاں اُٹھائے ہوئے

نمازِ عشق کی یہ طُرفگی کوئی دیکھے
حسین سجدے سے اُٹّھے تو سر کٹائے ہوئے

شکست دے نہ سکی عزمِ ابنِ حیدر کو
اجل کھڑی ہے ندامت سے منہ چھپائے ہوئے

سبب خموشی کا پوچھا گیا جو زینب سے
تو رو کے بولیں کہ نانا ہیں یاد آئے ہوئے

یہ شب کہیں شبِ عاشور تو نہیں لوگو
اُداس چاند ہے تارے ہیں جھلملائے ہوئے

پلٹ کے آئے نہ اب تک مِرے چچا عبّاس
سکینہ روتی ہے دستِ دعا اُٹھائے ہوئے

نڈھال کر گئی اصغر کی آخری ہچکی
حسین خیمے میں آئے کمر جھکائے ہوئے

بھٹک رہی ہے ابھی تک تلاش میں منزل
گزر گیا ہے کوئی کارواں لُٹائے ہوئے

وہ حق پرست سرِ منزلِ وفا پہنچے
خدا کی یاد کو زادِ سفر بنائے ہوئے

ہم اہلِ دل ہیں، ہمیں اہلِ زر سے کیا مطلب
ہم اپنے شاہِ نجف سے ہیں لَو لگائے ہوئے

نصیرؔ! گلشنِ زہرا کے پیاسے پھولوں کو
سَلام کہتے ہیں آنکھوں میں اَشک آئے ہوئے

بحضورِ امامِ عالی مقام سبطِ سیّد الانام علیہ السّلام

تڑپ اُٹھتا ہے دل، لفظوں میں دُہرائی نہیں جاتی
زباں پر کربلا کی داستاں لائی نہیں جاتی

حُسین ابنِ علی کے غم میں ہُوں دُنیا سے بیگانہ
ہجومِ خَلق میں بھی میری تنہائی نہیں جاتی

اُداسی چھا رہی ہے رُوح پر شامِ غریباں کی
طبیعت ہے کہ بہلانے سے بہلائی نہیں جاتی

کہا عباس نے افسوس بازو کٹ گئے میرے
سکینہ تک یہ مشکِ آب لے جائی نہیں جاتی

سُنا ہے کربلا کی خاک ہے اکسیر سے بڑھ کر
یہ مٹّی آنکھ میں لینے سے بینائی نہیں جاتی

جتن ہر دَور میں کیا کیا نہ اہلِ شر نے کر دیکھے
مگر زھرا کے پیاروں کی پذیرائی نہیں جاتی

دلیل اِس سے ہو بڑھ کر کیا شہیدوں کی طہارت پر
کہ میّت دفن کی جاتی ہے، نہلائی نہیں جاتی

طمانچے مار لو، خیمے جلا لو، قید میں رکھ لو
علی کے گُلرُخوں سے بُوئے زہرائی نہیں جاتی

کہا شبّیر نے عبّاس! تم مجھ کو سہارا دو
جواں بیٹے کی میّت مجھ سے دفنائی نہیں جاتی

حسینیّت کو پانا ہے تو ٹکّر لے یزیدوں سے
یہ وہ منزل ہے جو لفظوں میں سمجھائی نہیں جاتی

وہ جن چہروں کو زینت غازۂ خاکِ نجف بخشے
دمِ آخر بھی اُن چہروں کی زیبائی نہیں جاتی

کوئی بھی دور ہو تُو ہی امامِ غم ٹھہرتا ہے
غمِ شبّیر! تیری شانِ یکتائی نہیں جاتی

نصیؔر! آخر عداوت کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں
کسی بیمار کو زنجیر پہنائی نہیں جاتی

بحضورِ تشنہ گانِ کربلا

تذکرہ سُنیے اب اُن کا دلِ بیدار کے ساتھ | ہے جنہیں خاص قرابت شہِ ابرار کے ساتھ

صرف زینب کا وہ خطبہ سرِ دربار نہ تھا | رُعب حیدر کا بھی تھا جُرأتِ گُفتار کے ساتھ

بیڑیاں ، صدمہ ، سفر ، پیاس ، نقاہت ، صحرا | ظلم کیا کیا نہ ہوئے عابدِ بیمار کے ساتھ

ہائے کس طرح وہ بازار سے گزرے ہوں گے | نام تک جن کا نہ آیا کبھی بازار کے ساتھ

ایک کم سِن کی وہ ننھّی سی لحد کیا دیکھی | رو دیے ہم تو لپٹ کر دَر و دیوار کے ساتھ

خود کو وہ فوجِ حُسینی کا سپاہی سمجھے | جس کا کردار بھی پاکیزہ ہو گُفتار کے ساتھ

اُن پہ طاری تھا ترے سامنے اک رعشۂ خوف | رقص کرتے تھے جو پازیب کی جھنکار کے ساتھ

اُن کا لہجہ ہے حقیقت میں علی کا لہجہ | بات کرتے ہیں مقابل سے جو تلوار کے ساتھ

کر لیا مصلحتوں نے اُسے پابندِ ہوس | وقت کیا خاک چلے گا تری رفتار کے ساتھ

دے گئے درس یہ اُمّت کو حُسینی تیور | سر کو کٹواؤ ، مگر نشۂ پندار کے ساتھ

اِک سکینہ کے لیے کرب کی سُولی پہ چڑھا | دیکھیے دار کو عبّاسِ علمدار کے ساتھ

یہ بجا تُو ہی ہدف تھا سرِ مقتل ، لیکن | دُشمنی اصل میں تھی احمدِ مختار کے ساتھ

مَر کے خود پائی بقا اور اُسے مار دیا | تُو نے کیا چال چلی دُشمنِ عیّار کے ساتھ

بولے عبّاس کہ ہم لوگ ہیں میداں کے دھنی | ہولیاں کھیلی ہیں چلتی ہوئی تلوار کے ساتھ

میرے سجاد! یہ دُکھ کیسے بھلا دُوں تیرا | سختیاں جھیلیں سفر کی ، تنِ بیمار کے ساتھ

آلِ زہرا کا سُنا ہے کہ ثنا خواں ہے نصیرؔ | آئیے ملتے ہیں اِس شاعرِ دربار کے ساتھ

بحضورِ سیّدالشّہداء امامِ حُسین علیہ السّلام

حُسین، زُبدۂ نسلِ رسول، ابنِ رَسُول
علی کے لاڈلے، زہرا کے پھول، ابنِ رَسُول

حسن حسین ہی اَبنَاءَنَا کے ہیں مِصداق
کہے گا اِن کو ہر اِک با اُصول، ابنِ رَسُول

رواں ہر آنکھ سے اطفالِ اشک پُرسے کو
ترے لیے دلِ عالم مَلُول، ابنِ رَسُول!

ترا وجود ہے خود آیۃٌ مِّنَ الآیات
ہے کربلا تری شانِ نُزول، ابنِ رَسُول!

اگر تُو دوشِ رسالت پہ کھیلنا چاہے
تو دیں رَسُول بھی سجدے کو طُول، ابنِ رَسُول

ترے خلوصِ عمل سے سبق نہ سیکھ سکے
یہ دِیں فروش، یہ اُجرت وُصول، ابنِ رَسُول!

رَسُول بند نہ کرتے اگر یہ دروازہ
خدا گواہ، تُو ہوتا رَسُول، ابنِ رَسُول

تجھے عَدُو بھی ملا تو عجیب سِفلہ مزاج
نہ کوئی شرم، نہ کوئی اُصول، ابنِ رَسُول

یہ قیصری ترے پائے غیُور کا دھوون
یہ سِیم و زر ترے قدموں کی دُھول، ابنِ رَسُول

ہے تیرا بیتِ امامت مِرے جنوں کا مطاف
جبینِ عَجز کا سجدہ قُبول، ابنِ رَسُول

نصیرؔ کو نہ اُٹھانا اب اپنی چوکھٹ سے
بحقِّ فاطمہ زہرا بتُول، ابنِ رَسُول

مہک اُٹھا ہے نصیرؔ اِن کے دم سے باغِ جہاں
حسن حُسین ہیں زہرا کے پھول، ابنِ رَسُول

بحضورِ امامِ عالی مقام حسین علیہ السلام

جس کی جرأت پر جہانِ رنگ و بُو سجدے میں ہے
آج وہ رمزِ آشنائے سرِّ ھُو سجدے میں ہے

ہر نفس میں انشراحِ صدر کی خوشبو لئے
منزلِ حق کی مُجسّم جُستجو سجدے میں ہے

با نیازِ بندگی اللہ کا اِک عبدِ خاص
حسبِ حکمِ فاعبُدُوا واسجُدُوا سجدے میں ہے

جانبِ کعبہ جھکا مولودِ کعبہ کا پسر
قبلہ رُو ہو کر حُسین قبلہ رُو سجدے میں ہے

کیسا عابد ہے یہ مقتل کے مُصلّٰی پر کھڑا
کیا نمازیؑ ہے کہ بے خوفِ عدُو سجدے میں ہے

اے حُسین ابنِ علی! تجھ کو مبارک یہ عُروج
آج تُو اپنے خدا کے رُو برو سجدے میں ہے

ابنِ زہرا! اِس تری شانِ عبادت پر سلام
سر پہ قاتل آ چکا ہے اور تُو سجدے میں ہے

اللہ اللہ تیرا سجدہ اے شبیہِ مصطفیٰ!
جیسے خود ذاتِ پیمبر ہُوبہُو سجدے میں ہے

یہ شرف کس کو ملا تیرے علاوہ بعدِ قتل
سر ہے نیزے کی بلندی پر، لَہُو سجدے میں ہے

محوِ حیرت ہیں ملائک، دم بخود ہے کائنات
آج مقتل میں علی کا ماہرُو سجدے میں ہے

تھا عمل پیرا جو کلّا لا تُطِعۡہُ پر، وہ آج
بن کے وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ کی آرزو سجدے میں ہے

سر کو سجدے میں کٹا کر کہہ گیا زہرا کا لال
کچھ اگر ہے تو بشر کی آبرو سجدے میں ہے

کون جانے، کون سمجھے، کون سمجھائے نصیر
عابد و معبود کی جو گفتگو سجدے میں ہے

در مدحِ شہیدِ کربلاؓ

یُوں رن کے درمیاں پسرِ مرتضٰی چلے
جیسے ہجومِ کفر میں نورِ خدا چلے

مقتل میں سر کٹانے کو اہلِ رضا چلے
پیماں شبِ الست کا کرنے وفا چلے

بولے حُسینؓ ہو نہ سکے گا وہ مندمل
اصغر! جو زخم تم مرے دل پر لگا چلے

ہستی بقدرِ فرصتِ رقصِ شرر ملی
تم اِس سرائے فانی میں کیا آئے کیا چلے

گزراگراں ذرا نہ کڑی دھوپ کا سفر
شبّیر زیرِ سایۂ فضلِ خدا چلے

زہرا کے لاڈلوں کو دُعا دے تُو کربلا
تُو کیا تھی اور وہ تجھے کیا کیا بنا چلے

اُن منزلوں کو سر کیا آخر حُسینؓ نے
جن منزلوں کا عزم لیے انبیا چلے

ہے مرقدِ سکینہ ادب گاہِ کائنات
بے باک اِس قدر نہ یہاں پر صبا چلے

شبّیر ہے وہ تاجورِ کشورِ عطا
جس کی گلی میں شاہ بھی بن کر گدا چلے

اِبنِ علی کی مثل نہ دیکھا کوئی سخی
آئی جو حق پہ آنچ تو کنبہ لُٹا چلے

احسان کوئی مانے نہ مانے حسین کا
سر پیش کر دیا، مگر اُمّت بچا چلے

جی بھر کے رو سکے نہ ترے غم میں اے حسین
ہم بدنصیب دہر میں کیا آئے کیا چلے

سُننے کو سیّدوں کے مصائب کا تذکرہ
اصحابِ درد جانبِ بزمِ عزا چلے

دکھلا کے خواب میں رُخِ پُر نور کی جھلک
وہ میرے غمکدے کا مقدّر جگا چلے

کُھلتا نہیں، حُسین و حسن ہیں کہ مصطفٰے
کچھ فرق ہو نصیرؔ تو کوئی پتا چلے

بحضورِ

فخر المشائخ حضرت سیّد علی ہجویری الحسنی

المعروف داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ

دلِ مایوس کو دیتا ہے سہارا داتا
ایسا داتا ہے حقیقت میں ، ہمارا داتا

کی مدد حق نے اُسے جب بھی پکارا داتا
تیری تعلیم کا صدقہ ہے یہ سارا ، داتا !

عین ممکن ہے کہ اللہ مجھے بخش ہی دے
قبر سے لے کے اُٹھوں نام تمہارا داتا !

ایک دن منزلِ توحید پہ پہنچائے گا
اِس تری نسبتِ عالی کا سہارا ، داتا !

آج انوارِ محمد سے فضا ہے جگمگ
اللہ اللہ ، یہ پُر نور نظارا داتا !

غمِ دنیا کے جھمیلوں سے نکل جاؤں ابھی
مجھ کو کافی ہے ترا ایک اشارا داتا

ہے شب و روز تصوّر میں زیارت حاصل
سامنے ہے مِرے ، دربار تمہارا داتا !

شہرِ لاہور پہ کیوں بارشِ انوار نہ ہو
جلوہ گر ہے حَسَنی راج دُلارا ، داتا

میرے ہونٹوں پہ اگر نام تمہارا آجائے
لینے آئے مجھے طُوفاں میں کنارا داتا !

غوثِ اعظم کے حوالے سے نصیؔر آیا ہے
اک نظر اِس پہ بھی ہو جائے خدارا ، داتا !

بحضورِ

سیّدالمشائخ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

ہر قدم پر ہمیں بخشے گا سہارا ، داتا
صدرِ ایوانِ ولایت ہے ، ہمارا داتا

کیوں نہ ہو مجھ کو دل و جان سے پیارا ، داتا
زیست بحرِ مُتلاطِم ہے ، کنارا داتا

روشنی شمعِ شریعت کی بڑھی ہے تُم سے
گُلشنِ دینِ متیں ، تُم نے سنوارا داتا !

دل ہوں انوار سے معمور ، مقدّر جاگیں
جس طرف ہو تری رحمت کا اشارا داتا

دیکھیے دیکھیے بس ایک نظر میری طرف
کیجیے کیجیے زحمت یہ گوارا داتا

بس یہی میری دُعا ہے ، یہی حسرت میری
حاضری ہو تری چوکھٹ پہ دوبارا ، داتا !

دلِ بے تاب کی تسکین مرے بس میں نہیں
لو سنبھالو ، کہ یہ ہے کام تمہارا ، داتا !

بند کی آنکھ ، درِ پاک پہ جا پہنچا مَیں
جب بہت دید کی حسرت نے اُبھارا ، داتا !

آپ کی چشمِ کرم جس کی طرف اُٹھ جائے
دین و دُنیا میں نہ ہو اُس کو خسارا ، داتا !

پیشواؤں میں نصیرؔ اِس کی نہیں کوئی مثال
کچھ کہے کوئی ، ہمارا ہے ، ہمارا داتا

در مدحِ
جگر بندِ حسین و حسن، گُلِ گُلزارِ بتول و رسول
حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی نوّر اللہ مرقدہٗ

اک اک ولی رہینِ کرم غوثِ پاک کا
ہے سب کی گردنوں پہ قدم غوثِ پاک کا

منکر نکیر کا ہمیں خدشہ ذرا نہیں
پاتے رہے ہیں درس جو ہم غوثِ پاک کا

اللہ آج دینے پہ آیا ہے، مانگ لو
کُھلتا ہے آج بابِ کرم غوثِ پاک کا

اُمّت کے حق میں اُن کی سفارش، نجات ہے
کرتے ہیں پاس شاہِ اُمم، غوثِ پاک کا

معراج اُس کی رفعتِ کون و مکاں نہیں
ہو گا بُلند اور عَلَم غوثِ پاک کا

مجھ کو نہیں ہے نقشِ سُلیماں کی آرزو
ہے لوحِ دل پہ نقشِ قدم غوثِ پاک کا

ہر مُشرکانہ سوچ کو شرمندگی ہُوئی
توحید پر چلا وہ قلم غوثِ پاک کا

موقوف صرف نوعِ بشر پر نہیں یہ بات
بھرتے ہیں اہلِ قُدس بھی دَم غوثِ پاک کا

کچھ غم نہیں مجھے، جو زمانہ خلاف ہے
ہے میرے سَر پہ دستِ کرم غوثِ پاک کا

طے ہو نصیرؔ! جادۂ ہستی کا یُوں سفر
پے رَو رہُوں قدم بہ قدم غوثِ پاک کا

در مدحِ
حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی الحسَنی الحسینی قدس سِرّہٗ

سارا عرب، تمام عجم، غوثِ پاک کا
اللہ رے جلال و حشَم غوثِ پاک کا

اپنی گزر رہی ہے بڑی دُھوم دھام سے
رحمت ہے مصطفٰی کی، کرم غوثِ پاک کا

قادر کے ساتھ عبد کا ہوتا ہے انتساب
لیتے ہیں نام اِس لیے ہم، غوثِ پاک کا

جو کچھ ہے میرے پاس وہ ہرگز مِرا نہیں
جو کچھ بھی ہے وہ ہے بہ قَسَم، غوثِ پاک کا

انسانیت پہ اُن کی عنایات عام ہیں
ہے عاصیوں پہ خاص کرم، غوثِ پاک کا

حق نے دیا وہ مرتبۂ خاص آپ کو
چُوما ہے اولیا نے قدم، غوثِ پاک کا

ہر سانس محوِ سعی و طوافِ تجلّیات
اہلِ صفا کا دل ہے، حرم غوثِ پاک کا

آتی ہے اُن کے نام سے خوشبوئے مصطفٰے
ممکن نہیں کہ ذکر ہو کم، غوثِ پاک کا

ہے کِس کی شان سب سے جُدا؟ غوثِ پاک کی
ہے ہر ولی پہ کِس کا قدم؟ غوثِ پاک کا

اُن کی نظر نے خاک کو اکسیر کر دیا
دیکھا نصیرؔ تم نے کرم غوثِ پاک کا؟

بحضورِ

حضرت السیّد الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ السّامی

ہُوا سارے جہاں میں بول بالا غوثِ اعظم کا
حقیقت تو یہ ہے رُتبہ ہے اعلیٰ غوثِ اعظم کا

شریعت کے گُلستاں میں، طریقت کے دبستاں میں
جدھر دیکھو، اُجالا ہی اُجالا غوثِ اعظم کا

رُموزِ معرفت سب منکشف ہو جائیں گے اُس پر
پڑھے گا جو تصوّف پر مقالا غوثِ اعظم کا

اُسے ہر شَے پہ غلبہ کیوں نہ ہو ساری خدائی میں
سکندر ہے، وظیفہ پڑھنے والا غوثِ اعظم کا

صداقت میں، سخاوت میں، ریاضت میں، عبادت میں
قیامت تک رہے گا بول بالا، غوثِ اعظم کا

مِلائے خاک میں ابلیس کے مذموم منصوبے
محافظ بن گیا باری تعالیٰ، غوثِ اعظم کا

جواب اپنا نہیں رکھتی فقیری بھی، امیری بھی
زمانے بھر سے ہے عالَم نرالا، غوثِ اعظم کا

سلامی رات دن دیتی ہیں کرنیں چاند سُورج کی
ہر اک بغداد کا ذرّہ ہے پالا، غوثِ اعظم کا

طریقِ چشت ہو، یا سُہروردی، نقشبندی ہو
نظر آیا ہمیں ہر سُو اُجالا، غوثِ اعظم کا

ہُوئی تسلیم اہلِ دل کو ہر سُو برتری اُن کی
ہُوا ہر گام پر رُتبہ دوبالا، غوثِ اعظم کا

اُنھوں نے جو کہا، تائیدِ حق سے ہو گیا پُورا
مشیّت نے کبھی کہنا نہ ٹالا، غوثِ اعظم کا

اثر ہو گا دُعا میں، مدّعا تیرا بر آئے گا
مبارک نام ہونٹوں پر ذرا لا! غوثِ اعظم کا

نبی کا نُور، فیضِ فاطمہ کا کیوں نہ ہو وارث
علیِ مُرتضیٰ ہے جدِّ اعلیٰ، غوثِ اعظم کا

نصیرؔ ایمان ہے اپنا، کہ محشر میں دمِ پُرسش
ہمارے کام آئے گا حوالا، غوثِ اعظم کا

بحضورِ
حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہُ السّامی

نظر میں رہتی ہے ہر دَم وہ شکلِ نُورانی
مِرے نصیب میں ہے عشقِ شاہِ جیلانی

نظر نظر میں توجّہ سے اُن کی ، تابانی
ہمارے دل میں ہے روشن چراغِ عرفانی

دُعا یہ ہے کہ طفیلِ نگاہِ غوثِ وریٰ
اُٹھے نہ سجدۂ ربُّ العُلٰی سے پیشانی

بالاتّفاق ہیں سردار آپ ولیوں کے
جواب رکھتی نہیں آپ کی جہانبانی

یہ اُن کے لُطف و نگاہِ کرم کا صدقہ ہے
مسرّتوں کی مِرے حق میں ہے فراوانی

قدم بڑھاؤ ! یہ پیرانِ پیر کا در ہے
بچھا ہُوا ہے پئے خَلق ، خوانِ رُوحانی

وہ ہیں خدا کے ، خدا اُن کا ہے ، خدا کی قسم
مٹے گی اُن کے اشارے سے ہر پریشانی

وہ ذات ایسی ، قدم اولیا کی گردن پر
صفات ایسی ، فرشتوں کو جس پہ حیرانی

وہ رہنما ہیں ، وہ ہیں دستگیرِ خلقِ خدا
کرامتوں میں وہ یکتا ، کرم میں لاثانی

خدا کا شکر کہ ہیں مہرباں شہِ جیلاں
نصیرؔ ! فکر کوئی ہے ، نہ اب پریشانی

بحضورِ

الشّیخ سیّد عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی قدس سرّہٗ

اللہ رے کیا بارگہِ غوثِ جلی ہے
گردن کو جُھکائے ہوئے ایک ایک ولی ہے

وہ ذات گُلستانِ رسالت کی کلی ہے
نَو رُستہ گُلِ گُلشنِ زہرا و علی ہے

اولادِ حسن ، آلِ حسین ابنِ علی ہے
بیشک شہِ بغداد، ولی ابنِ ولی ہے

سب اُن کی عنایت ہے، خفی ہے کہ جلی ہے
ہر رسمِ کرم اُن کے گھرانے سے چلی ہے

جس دل پہ نظر اُن کی ہو، وہ روشن و بینا
اُن کو جو پسند آئے، وہی بات بَھلی ہے

ہوں نقشِ قدم جس پہ نبی اور علی کے
اُس در پہ کسی کی نہ چلے گی، نہ چلی ہے

اک سلسلۂ نُور ہے ہر سانس کا رشتہ
ایمان مِرا حُبِّ نبی ، مہرِ علی ہے

اُس ذات سے شاہی کے قرینے کوئی سیکھے
وہ ذات کہ جو فقر کے سانچے میں ڈھلی ہے

مجھ کو بھی محبّت ہے بہت، بادِ صبا سے
کیوں کر نہ ہو آخر ترے کُوچے سے چلی ہے

مُشکل ہوئی آسان، لیا نام جو اُن کا
یُورشِ غم و آفت کی مِرے سَر سے ٹلی ہے

محشر میں وہی غازۂ انوار بنے گی
مٹّی ترے کُوچے کی جو چہرے پہ مَلی ہے

ہر گام پہ سجدے کی تمنّا ہے جبیں کو
یہ کس کا درِ ناز ہے؟ یہ کس کی گلی ہے؟

جو نُور ہے بغداد کی گلیوں کا اُجالا
ہر ایک کرن اُس کی مدینے سے چلی ہے

مَیں اُن کا ہُوں تا حشر نصیرؔ اُن کا رہوں گا
صد شکر کہ اُن سے مِری نسبت اَزَلی ہے

بحضورِ
حضرت السیّد الشّیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ السّامی

تُم ہو اولادِ حضرت مرتضٰے یا غوثِ اعظم
پیرِ پیراں، اُمّت کے مقتدٰی یا غوثِ اعظم

آلِ شبّیر و شبّر، فاطمہ زہرا کے دلبر
میرا سرمایہ ہے تیری وِلا یا غوثِ اعظم

تُم ہی کو دیکھوں گا تُم ہو ابوالقاسم کے پیارے
تُم ہی پہنچاؤ میری التجا یا غوثِ اعظم

تیری چوکھٹ، تیرے دَر بِن نہیں دونوں عالَم میں
کوئی ملجا، کوئی بھی آسرا یا غوثِ اعظم

قدرت نے بخشا ہے تُم کو عجب نورِ آگاہی
کہہ کر دیکھا ہے مَیں نے بارہا یا غوثِ اعظم

آتی ہو جس سے تیری نسبتِ عالی کی خُوشبو
مقبولِ حق ہے وہ حرفِ دُعا یا غوثِ اعظم

سارے ولیوں نے مانا جس کی شانِ محبوبی کو
تُم ہو وہ محبوبِ ربُّ العُلٰے یا غوثِ اعظم

میرے جیون کی نیّا ہو رہی ہے نذرِ طُوفاں
حامی ہے کون اِس دَم تیرے سِوا یا غوثِ اعظم

اُس کی نصرت کو پہنچا ہے وہیں ربّانی لشکر
صدقِ نیّت سے جس نے بھی کہا، یا غوثِ اعظم

شاہوں کی شاہی کو وہ کس طرح خاطر میں لائے
جس کے ہونٹوں پر ہو صبح و مسا یا غوثِ اعظم

بھرتے ہو بڑھ کے استعداد سے سائل کی جھولی
اللّٰہ اللّٰہ یہ اندازِ عطا یا غوثِ اعظم

شانِ غوثیّت میں، نام و نَسب میں، فیّاضی میں
سب میں رہ کر تُم ہو سب سے جُدا یا غوثِ اعظم

اپنے بیگانے کے شَر سے نصیؔر اب ڈر کا ہے کا
میرے سر پر ہیں سُلطانُ الورٰی، یا، غوثِ اعظم

بحضورِ
حضرت الشّیخ السیّدِ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ السّامی

شہنشاہِ ولایت ، خسروِ اقلیمِ رُوحانی
امامُ الاولیا ، غوثُ الورٰی ، محبوبِ سُبحانی

مسلماں کی حیاتِ نَو ہیں مُحیِ الدّین جیلانی
نہ ولیوں میں کوئی ہمسر، نہ پیروں میں کوئی ثانی

مصیبت دُور ہو ، مُشکل مِٹے ، پیدا ہو آسانی
اگر ہو مائلِ رحمت ، تمہاری لُطف سامانی

جگر بندِ حسن ، نُورِ نگاہِ فاطمہ زہرا
تُم از سَر تا قدم طاہر ، مقدّس اور نُورانی

تمہارے نام کی اک دُھوم ہے بزمِ ولایت میں
تمہاری شان بے ہمتا ، تمہاری ذات لاثانی

تمہاری صورت و سیرت میں رنگ و بُوئے احمد ہے
تمہیں ہر گام پر حاصل رہی تائیدِ یزدانی

تمہارا نام لیوا بہرہ ور ہے دین و دُنیا سے
شہنشاہی سے خوشتر ہے تمہارے دَر کی دربانی

تمہارا نام مِٹ سکتا نہیں اوراقِ ہستی سے
جو لافانی کا بندہ ہو ، وہ بن جاتا ہے لافانی

تمہارا نام ہے اک شمع کے مانند ظلمت میں
تمہارا کام تھا دینِ محمد کی نگہبانی

تمہارے سامنے سب اولیا نے گردنیں خَم کیں
تمہاری برتری ہر اک نے مانی ، سب نے پہچانی

تمہارے در پہ آکر اک زمانہ فیض پاتا ہے
عنایت کی نظر مجھ پر بھی ہو یا شاہِ جیلانی

نصیرِ بے نوا پر بھی نگاہِ لُطف ہو جائے
"ترا قائم رہے بغداد اور آباد سُلطانی"

بحضورِ

حضرت الشیخ السیّدِ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ السامی

شہنشاہِ ولایت ، خسروِ اقلیمِ رُوحانی
امامُ الاولیا ، غوثُ الورٰی ، محبوبِ سُبحانی

مسلماں کی حیاتِ نَو ہیں مُحیِ الدّین جیلانی
نہ ولیوں میں کوئی ہمسر، نہ پیروں میں کوئی ثانی

مصیبت دُور ہو ، مُشکل مٹے ، پیدا ہو آسانی
اگر ہو مائلِ رحمت ، تمہاری لُطف سامانی

جگر بندِ حسن ، نُورِ نگاہِ فاطمہ زہرا
تُم از سَر تا قدم طاہر ، مقدّس اور نُورانی

تمہارے نام کی اک دُھوم ہے بزمِ ولایت میں
تمہاری شان بے ہمتا ، تمہاری ذات لا ثانی

تمہاری صورت و سیرت میں رنگ و بُوئے احمد ہے
تمہیں ہر گام پر حاصل رہی تائیدِ یزدانی

تمہارا نام لیوا بہرہ ور ہے دین و دُنیا سے
شہنشاہی سے خوشتر ہے تمہارے دَر کی دربانی

تمہارا نام مِٹ سکتا نہیں اوراقِ ہستی سے
جو لافانی کا بندہ ہو، وہ بن جاتا ہے لافانی

تمہارا نام ہے اک شمع کے مانند ظلمت میں
تمہارا کام تھا دینِ محمد کی نگہبانی

تمہارے سامنے سب اولیا نے گردنیں خم کیں
تمہاری برتری ہر اک نے مانی، سب نے پہچانی

تمہارے در پہ آ کر اک زمانہ فیض پاتا ہے
عنایت کی نظر مجھ پر بھی ہو یا شاہِ جیلانی

نصیرِ بے نوا پر بھی نگاہِ لُطف ہو جائے
”ترا قائم رہے بغداد اور آباد سُلطانی“

بحضورِ
حضرت السیّد الشیخ عبد القادر جیلانی حَسنی حُسینی قدس سرّہ السامی

محشر میں مغفرت کی خبر غوثِ پاک ہیں
سب کچھ مِرا ہے میرے اگر غوثِ پاک ہیں

خیر الورٰی کی آل ہیں، مولا علی کے لال
خیرُ النِّسا کے نُورِ نظر غوثِ پاک ہیں

گردن پہ ہر ولی کے قدم غوثِ پاک کا
تارے ہیں سب ولی، تو قمر غوثِ پاک ہیں

مایوسیوں میں دل کا اُجالا ہے اُن کا نام
شبہائے غم میں نُورِ سَحَر غوثِ پاک ہیں

بغداد محترم ہے دیارِ نبی کے بعد
یعنی رسول اِدھر، تو اُدھر غوثِ پاک ہیں

اِلحاد و زندقہ کو فنا کر کے رکھ دیا
دینِ مُبیں کی فتح و ظفر غوثِ پاک ہیں

اُن کے نَسَب میں نُورِ محمد ہے جلوہ گر
بے شک حسن کے لختِ جگر غوثِ پاک ہیں

ہیں اولیا کے یُوں تو مراتب جُدا جُدا
اِن سب کے سربراہ مگر غوثِ پاک ہیں

قُربت خدا سے اور قرابت رسول سے
مہرِ سپہرِ نوعِ بشر غوثِ پاک ہیں

کیا خُوب ہے نصیرؔ یہ مصرع امیرؔ[1] کا
"اللہ بھی اُدھر ہے، جدھر غوثِ پاک ہیں"

---

[1] حضرت امیرؔ مینائی لکھنوی

بحضورِ

حضرت السیّد الشیخ عبد القادر جیلانی حَسنی حُسینی قدس سرّہُ السّامی

محشر میں مغفرت کی خبر غوثِ پاک ہیں
سب کچھ مرا ہے میرے اگر غوثِ پاک ہیں

خیر الوریٰ کی آل ہیں، مولا علی کے لال
خیرُ النّسا کے نُورِ نظر غوثِ پاک ہیں

گردن پہ ہر ولی کے قدم غوثِ پاک کا
تارے ہیں سب ولی، تو قمر غوثِ پاک ہیں

مایوسیوں میں دل کا اُجالا ہے اُن کا نام
شبہائے غم میں نُورِ سَحَر غوثِ پاک ہیں

بغداد محترم ہے دیارِ نبی کے بعد
یعنی رسول اِدھر، تو اُدھر غوثِ پاک ہیں

اِلحاد و زندقہ کو فنا کر کے رکھ دیا
دینِ مُبیں کی فتح و ظفر غوثِ پاک ہیں

اُن کے نَسَب میں نُورِ محمد ہے جلوہ گر
بے شک حسن کے لختِ جگر غوثِ پاک ہیں

ہیں اولیا کے یُوں تو مراتب جُدا جُدا
اِن سب کے سربراہ مگر غوثِ پاک ہیں

قُربت خدا سے اور قرابت رسول سے
مہرِ سپہرِ نوعِ بشر غوثِ پاک ہیں

کیا خُوب ہے نصیرؔ یہ مصرع امیرؔ[1] کا
"اللہ بھی اُدھر ہے، جدھر غوثِ پاک ہیں"

[1] حضرت امیرؔ مینائی لکھنوی

بحضورِ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بہ زبانِ پُوربی

مَیں تو جاؤں گی واری مَیں اُڑاؤں گی آج گُلال
مورے انگناں میں آئے مُحیِ الدّیں جیلانی لج پال

آوو ساری سکھیاں رل مل گائیں پریم کے گیت
دن ہے میل ملن کا ، کھیلیں سیّاں کے دُوار دھمال

اُترے چاند کی صورت مورے انگناں میں غوثِ جلی
مَیں تو کھیلوں گی ہولی ، آئے گھر زہرا کے لال

جن کو کہتی ہے جگ میں دُنیا عبدالقادر میراں
مَیں تُو اُجری پری تھی ، موہے کر گئے آ کے نہال

تورا نام جپوں گی ، چاہے کرپا سے دیکھ نہ دیکھ
توری بَن کے رہوں گی ، صدقہ جھولی میں ڈال نہ ڈال

جَیں سا اور نہ کوئی تُو ہے بس وہ غوثُ الاغواث
تھارو نام جپت ہیں ، سب پیر و فقیر و ابدال

موری میلی چُریا' سکھیاں پہنت اُجلے جورے
مَیں تو پھرت ہُوں نِردھن اور گھڑی میں سب کی ہے لال

جب سے دیس کو چھورا ، بستی گلیاں ہی اُجر گئیں
سیّاں لوٹ بھی آوو ، اب تو بیت گئے ہیں کئو سال

اُن کی دین دَیا ہے ، مورا دان دہیج یہ سگرا
مَیں تو کچھ بھی نہیں تھی اُو ہی کر گئے ہیں مالا مال

پیتم کا سے کہوں میں تُم بِن دُکھ بپتا یہ اپنی
آئی دُوار پہ تھارے ، اب تو کہہ کے جاؤں گی حال

ساچی بات سُنو تُم ، من کا پنچ تَنی ہے یہ نصیؔر
اُو کا دِین دھرم ہے ، زہرا و محمد کی آل

بحضورِ
شیخ المشارقِ والمغارب، پیرانِ پیر، غوثِ اعظم دستگیر، محبوبِ سبحانی
حضرت السیّد الشّیخ عبدالقادر الجیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مورے جگ اُجیارے غوث پیا
تورا قائم سدا بغداد رہے

زھرا کی آنکھ کا تارا ہے
حسنین کا راج دُلارا ہے
یہ شہر تورا آباد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

اے ابنِ علی لج پال ہے تو
محبوبِ خدا کی آل ہے تو
کچھ رُوحانی امداد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

جو کچھ ہُوں بُری بُھلی ہُوں مَیں
ترے ٹکڑوں ہی سے پلی ہُوں میں
تُو شاد رہے، آباد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

سَو جان سے مَیں تجھ پر واری
ہونٹوں پہ دُعا ہے یہ جاری
دُکھ درد سے دل آزاد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

دل تورے نگر کا دیوانہ
لِلّٰہ کرم کچھ فرمانا
کیوں رنج رہے، فریاد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

جیسے ہر دُکھ میں پاس ہے تُو　　ہر ٹُوٹے دل کی آس ہے تُو
مجھ دُکھیاری کی یاد رہے　　تورا قائم سدا بغداد رہے

کچھ بھیک عطا ہو رُوحانی　　مَیں ہُوں مہرِ علی کی دیوانی
تیرا کُوچہ یونہی آباد رہے　　تورا قائم سدا بغداد رہے

ترے ہجر میں تھے مجبور سے ہم　　تورے دوارے آئے ہیں دُور سے ہم
آنکھیں ٹھنڈی، دل شاد رہے　　تورا قائم سدا بغداد رہے

کچھ فکر نہ ہو وسواس نہ ہو　　رکھنے کو کچھ بھی پاس نہ ہو
بس دل میں تمہاری یاد رہے　　تورا قائم سدا بغداد رہے

ترے کارن جینا مَرنا ہے　　رونا ہے، آہیں بھرنا ہے
برباد ہے دل، برباد رہے　　تورا قائم سدا بغداد رہے

بیشک پیرانِ پیر ہے تُو　　دُکھ درد میں سب کا نصیؔر ہے تُو
دُکھیاری یہ کیوں ناشاد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

حضرت میراں مُحیِ الدّین
الشیخ السیّد عبد القادر جیلانی قدس سرّہٗ
دی بارگاہ وچ پنجابی نذرانہ

یا غوث الاعظم جیلانی فیض ترا لاثانی
لَو دیون گے محشر توڑی تیرے نقش نُورانی

تُوں پنج تن دے گھر دا چانن، تُوں شیخِ حقّانی
حضرت میراں عبدالقادر محبوبِ سُبحانی

حسبوں نسبوں سُچّا سیّد، پُھل باغِ زہرا دا
صورت سیرت حَسن حُسینی، بیٹا شیرِ خدا دا

تُوں غوثاں قُطباں دا والی، ولیاں دا سرمایہ
نیکاں پاکاں دی وڈیائی، نبیاں دا ہم سایہ

تیرے دروازے تے آکے سب نے سیس نوایا
ناں تیرا ہر پیر نے جَپیا، تینوں رب وڈیایا

درس دِتا توحید دا جگ نُوں، کفر تے شرک مٹایا
قرآنی تعلیم تے چل کے، سُنّت نُوں اپنایا

حضرت میراں! تیرے دَر تے مَیں ایہہ لِکھیا پایا
اُس کھویا، جو دُور کھلویا، اُس پایا، جو آیا

ہر کارے را مردے باشد، ہر مردے را کارے
منکر پانی پانی ہوون، عاشق لین نظارے

کرن تجلّی اہلِ ظاہر، آکھے ربّ تعالیٰ
مَیں جس نُوں جو چاہواں دیواں، منکر دا مُنہ کالا

حشر دہاڑے کم آوے گا ایہہ مضبُوط حوالا
حُبِّ نبی تے مہرِ علی دی تُوں بخشی جو مالا

تیری مہر عنایت ورنہ مَیں کوجھا کس کم دا
پاویں خیر غریب نوازا! کھولیں باب کرم دا

تُوں آقا! تُوں صاحب سائیں! مَیں باندی آں در دِی
تُوں تاجاں تے تختاں والا، مَیں گولی مَیں بردی

سَو سَو وار مَیں تھیواں صدقے، لکھ لکھ واری، واری
اِس محبوبی شان تری تُوں خلقت ہے بلہاری

یکسر محو دلاں تھیں ہوئی حسرت باغ اِرم دی
لے آئی در تیرے شاہا کچھ کے آس کرم دی

سانوں وچ فقیری بچدے کپڑے ساوے سُوہے
جیلانی رنگ اَزلوں مِلیا، کیوں جاپئے ہر بُو ہے

خالی دَر تُوں موڑ نہ سخیا دے خیرات حُسن دی
بے شک تیرے ہتھ پھڑائی، رب نے ڈور زمن دی

نانا تیرا پاک محمد مالک بحر تے بر دا
دادا تیرا حیدر فاتح بدر اَتے خیبر دا

خُلق پیغمبر والا اپنی رگ رگ تساں رچایا
بُریاں نال کریمی کیتی، مندیاں نُوں گل لایا

حضرت میراں ! تیرے دَر دا ہے دستور نرالا
ہر کوئی پاوے فیض برابر کیہ ادنیٰ، کیہ اعلیٰ

تیرا بحر عنایت جس دَم موج اپنی تے آوے
ہر قطرے نوں بحر بناوے، ہر ذرّہ رُشناوے

ساڈی اے سِرورتی کوئی مَنّے یا نہ مَنّے
لاویں غم دے شوہ چوں کڈھ کے پل وِچ بیڑا بنّے

بخشیں دین ایمان، تحفُّظ، عزّت تے خوشحالی
سخیا تیرے دَر تے آ کے مانگت مُڑے نہ خالی

اسیں وچارے کرماں مارے، تُوں کرماں دا والی
اسیں کنگال غریب نمانے، تیریاں شاناں عالی

اسیں ایانے، کوجھے، کملے، تُوں سُلطان حُسن دا
لج پالا لج پالیں ساڈی، تُوں لج پال زَمن دا

تُوں لج پال پریتاں والا اسیں غریب نمانے
جے نہ جانیں تُوں لج پالا سانوں کون سیہانے

تُوں کنعانِ فقر دا یُوسف اسیں قدیمی بردے
سخیاں دے گھر تھوڑ نہ کائی نظر کرم دی کردے

خیر جنابوں پاویں سخیا پُر کر دیویں کاسہ
ایس نصیرؔ ترے لئی شاہا ! ہور نہ کوئی پاسہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی چادر

الٰہی ! سَر پہ رہے دستگیر کی چادر
کہ پردہ پوش ہے پیرانِ پیر کی چادر

نظر میں ہے شہِ گردوں سریر کی چادر
زہے نصیب ، مِلی دستگیر کی چادر

شریکِ عُرسِ مبارک ہُوئے ہیں اہلِ صفا
زمانہ دیکھ لے غوثِ کبیر کی چادر

جسے حسین و حسن سے نبی سے نسبت ہو
وہ آ کے دیکھے جنابِ امیر کی چادر

متاعِ کون و مکاں تار تار میں ہے نہاں
رِدائے فقر و وِلا ہے فقیر کی چادر

ادب سے لوگ چھوئیں، پھر لگائیں آنکھوں سے
یہ ہے رسولِ خدا کے وزیر کی چادر

نگاہ و دل ہیں حقیقت کے نُور سے روشن
کہ ہے یہ مُرشدِ روشن ضمیر کی چادر

ہمیں نصیب زیارت ہے، اے خوشا قسمت !
کھڑے ہیں سَر پہ لیے، اپنے پیر کی چادر

خُلوصِ دل سے وہ لایا ہے نذر کرنے کو
قبول کیجیے اپنے نصیؔر کی چادر

بحضورِ
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

شاہِ بغداد ! سدا بول ہے بالا تیرا
کیوں نہ ہو ، صاحبِ معراج ہے بابا تیرا

پرتوِ سُورۂ یٰسین ، لب و لہجہ تیرا
ایک شہپارۂ تطہیر ہے چہرا تیرا

نَبَوی ضَو ، عَلَوی رنگ ، بتُولی عِفّت
حَسَنی روپ حُسینی ہے سراپا تیرا

جوہرِ شبّر و شبّیر سے پا کر ترکیب
ہو گیا کیا نَسَبی رنگ دوبالا تیرا

چُھپ گئے سامنے اُس کے عُرَفا ، مثلِ نُجُوم
مطلعِ فقر پہ خورشید جو چمکا تیرا

یُوں تو سب اہلِ ولایت نے مراتب پائے
پر کسی شخص نے پایا نہیں پایا تیرا

پا سکا تیرے سوا کون مقامِ مخدع
تجھ سے مخصُوص ہے یہ رُتبۂ اعلیٰ تیرا

کر گیا ماند ولایت کے درخشاں سب چاند
لاڈلا یہ پسر اے سیّدہ زہرا ! تیرا

عہد تک تیرے نہیں تیرا تصرّف محدود
سچ تو یہ ہے کہ ہر اک عہد ہے شاہا تیرا

قصرِ اَفضال کے اَبواب ہُوئے وا تجھ پر
نافذ و رائجِ دارین ہے سِکّہ تیرا

کون سے سلسلہ کو تُو نے مُعطّر نہ کیا
کون سے گُلکدہ میں رُوپ نہ جھلکا تیرا

قُربتِ ذات میں ہے تیرا قیام اور سُجُود
عرش کی پاک فضائیں ہیں مُصلّٰے تیرا

ذہنِ تیرہ پہ اُترتی ہے ستاروں کی برات
کبھی لاتا ہُوں تصوّر میں جو مُکھڑا تیرا

رنگ والوں کے بھی رنگ اُڑ گئے تیرے آگے
ذاتِ بے رنگ نے وہ رنگ جمایا تیرا

تُو ولایت کا وہ دُولہا ہے کہ با عجز و نیاز
اولیا پڑھتے ہیں ہر دَور میں سہرا تیرا

اصفیاء ہیں تری غوثیّتِ کبرٰی کے مُقر
ہمہ اقطابِ جہاں دیتے ہیں پہرا تیرا

حُسن میں ، علم و جلالت میں ، مسیحائی میں
کوئی ثانی نہیں اے دلبرِ زہرا ! تیرا

جان و دل وارتی اے یُوسفِ یعقوبِ عرب !
دیکھ پاتی جو زُلیخا رُخِ زیبا تیرا

دیکھ کر سیّدِ لولاک کا اندازِ جمال
انبیا چُوم نہ لیں حشر میں ماتھا تیرا

جُنبشِ لب سے ہے اَبوابِ اجابت کی کُشاد
رد نہیں کرتی مشیّت بھی تقاضا تیرا

اُس نے مخمور کئے بادہ کشانِ وحدت
کاسۂ وصل سے اک گھونٹ جو چھلکا تیرا

جو کہا تُو نے وہ مامور مِنَ اللہ ہو کر
اپنی خواہش سے نہیں کوئی بھی دعوٰی تیرا

جادۂ رُشد ، ترے شہر کی ایک ایک گلی
حلقۂ فیض ، وہ درس اور وہ اِفتا تیرا

ابدیّت کی علامت ہے ترا نُورِ جبیں
جلوۂ ذات کا آئینہ ہے جلوا تیرا

تُو نے تاریکیٔ طاغوت کا دل چیر دیا
ابنِ زہرا ! یہ تدبُّر ، یہ کلیجا تیرا

بندہ قادر کا ہے تُو اور ہے قادر کو دوام
ہم رہیں یا نہ رہیں ، نام رہے گا تیرا

کچھ ملائک بھی ہیں قُدرت کی طرف سے مامور
کوہِ شہرت پہ بجاتے ہیں جو ڈنکا تیرا

تاجداروں کا تصرّف ہے زمیں تک محدُود
سرزمینِ دلِ انساں پہ ہے قبضہ تیرا

لرز اُٹھتے ہیں سلاسل کے سفینے سارے
قادری اَوج پہ چڑھتا ہے جو دریا تیرا

بخُدا مُلکِ ولایت میں رسالت کے بعد
حشر تک کا جو زمانہ ہے ، وہ تنہا تیرا

وہ مُقدّر کے دھنی تھے کہ جنھوں نے پایا
دل نشیں عہد ، وہ اک دَور سُنہرا تیرا

باعثِ فخر ہے عاقل کے لیے تیرا جُنُوں ۔۔۔ پاک ذہنوں کے لیے رزق ہے سودا تیرا

مَیں غلام اور تُو آقا ، مَیں سوالی ، تُو کریم ۔۔۔ طے ازل میں ہُوا رشتہ یہی ، میرا تیرا

حُکم پر شمع کی لَو ، پھیر دے طوفان کا رُخ ۔۔۔ سگ لڑے شیر سے ، پائے جو اشارا تیرا

تُو ہے اُمّت کا وہ نوشاہ کہ اقطابِ جہاں ۔۔۔ جھولیاں بھرنے کو گاتے ہیں بدھاوا تیرا

تھا دلِ ارض میں پامالیِ پیہم کا ملال ۔۔۔ مُہرِ اِعزاز بنا نقشِ کفِ پا تیرا

کیوں نہ بیٹھے وہ ترے در پہ رَما کر دُھونی ۔۔۔ جس کا سرمایہ ہو لے دے کے بھروسا تیرا

بخت اُس کا ہے ، کرم اُس پہ ہے ، توقیر اُس کی ۔۔۔ جس کی نظروں میں ہو دربارِ مُعلّیٰ تیرا

کیوں فرشتے نہ ستاروں سے بھریں مانگ اُس کی ۔۔۔ وہ سُہاگن ، جسے آ جائے بُلاوا تیرا

اپنے کُوچے میں جگہ دے کہ نہ جائے گا کہیں ۔۔۔ تیرے در سے یہ نمک خوار پُرانا تیرا

میرے نزدیک ، نہیں یہ کسی اِعزاز سے کم ۔۔۔ گر کہیں لوگ مجھے بندۂ رُسوا تیرا

جس پہ ہو جاتے ہیں مخلوق کے دروازے بند ۔۔۔ کھٹکھٹاتا ہے وہ آخر درِ والا تیرا

سبز گُنبد کی تجلّی سے ہے اُس کا رشتہ ۔۔۔ کیوں نہ پھر مہبطِ انوار ہو روضہ تیرا

قبر ہو ، حشر ہو ، یا پُل ہو کہ میزانِ عمل ۔۔۔ ہم غلاموں کے سروں پر رہے سایہ تیرا

وہ بھٹکنے نہیں پاتا کبھی راہِ حق سے ۔۔۔ سامنے جس کے رہے اُسوۂ عُلیا تیرا

کیفِ نظّارہ سے محرُوم ہے چشمِ اعمیٰ ۔۔۔ جس کے پاس آنکھ ہے تکتا ہے وہ رستہ تیرا

حیف صد حیف کہ کچھ پست نظر ، پست اندیش ۔۔۔ اِس پہ کُڑھتے ہیں کہ اُونچا ہے ستارا تیرا

دستِ مشّاطۂ قدرت نے سنوارا ہے تجھے ۔۔۔ لاکھ سر مارے ، بگاڑے گا کوئی کیا تیرا

تجھ کو کیا فکر ، کوئی تیرا بنے یا نہ بنے
شاہِ بطحا ترے ، اللہ تعالیٰ تیرا

روک سکتا ہے اُبھرنے سے کوئی سورج کو ؟
ایک چڑھتا ہُوا خورشید ہے چرچا تیرا

دو سفینوں میں بیک وقت سفر، ناممکن
یا تو دُنیا کا رہے بن کے کوئی ، یا تیرا

ساتھ رہتی ہے سدا تیرے تعاون کی برات
نام لیوا کبھی رہتا نہیں تنہا تیرا

جسمِ اعمال برہنہ ہے ، خُدارا اِسے ڈھانپ
کہ خطا پوش ہے دامانِ مُعلّیٰ تیرا

گھیر رکّھا ہے مجھے بھی شبِ رُسوائی نے
مَیں بھی ہُوں منتظر اے صُبحِ تجلّیٰ تیرا

جس نے دُنیا میں کہا غوث ہیں میرے میرے
وہ قیامت میں بھی کہلائے گا ، تیرا تیرا

بخت جاگا ، جو تجھے خواب میں دیکھا اک بار
کیا مُقدّر ہے کہ جلوہ نظر آیا تیرا

عقل دی ، علم دیا ، نام دیا ، نسبت دی
مجھ سے ناچیز پہ احسان ہے کیا کیا تیرا

تیر بیکار ہے ، گر ساتھ نہ دے زورِ کماں
نام میرا ہے ، مگر کام ہے سارا تیرا

جس نے کھائی ہے ترے نام پہ مِٹنے کی قسم
ہے نصیرؔ ایک وہ باقاعدہ شیدا تیرا

گر نصیرؔ اہلِ سِتم پنجۂ تُو برتابند
ہرگز از دست مدہ دامنِ آں ذاتے را

نوٹ: یہ منقبت حضرت فاضل بریلویؒ کی منقبت "واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا" سے متاثر ہوکر کہی گئی ہے اللہ کرے بارگاہِ غوثیّت میں قبول ہوجائے۔

مخمّس در مدحِ
حضرت سیّد الشّیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آستاں ہے یہ کس شاہِ ذیشان کا ، مرحبا مرحبا
قلب ہیبت سے لرزاں ہے انسان کا ، مرحبا مرحبا
ہے اثر بزم پر کس کے فیضان کا ، مرحبا مرحبا
گھر بسانے مری چشمِ ویراں کا ، مرحبا مرحبا
چاند نکلا حَسَن کے شبستان کا ، مرحبا مرحبا

سر کی زینت عمامہ ہے عرفان کا ، مرحبا مرحبا
جُبّہ تن پر محمد کے اِحسان کا ، مرحبا مرحبا
رنگ آنکھوں میں زہرا کے فیضان کا ، مرحبا مرحبا
رُوپ چہرے پہ آیاتِ قرآن کا ، مرحبا مرحبا
سج کے بیٹھا ہے نوشاہ جیلان کا ، مرحبا مرحبا

بزمِ کون و مکاں کو سجایا گیا ، آج صَلِّ علیٰ
سائباں رحمتوں کا لگایا گیا ، آج صَلِّ علیٰ
انبیا اولیا کو بُلایا گیا ، آج صَلِّ علیٰ
ابنِ زہرا کو دُولہا بنایا گیا ، آج صَلِّ علیٰ
عُرس ہے آج محبوبِ سُبحان کا ، مرحبا مرحبا

آسماں منزلت کس کا ایوان ہے ، واہ کیا شان ہے
آج خَلقِ خدا کس کی مہمان ہے ، واہ کیا شان ہے
لَاتَخَفۡ کس کا مشہور فرمان ہے ، واہ کیا شان ہے
بالیقیں وہ شہنشاہِ جیلان ہے ، واہ کیا شان ہے
حق دیا جس کو قدرت نے اعلان کا ، مرحبا مرحبا

ہر طرف آج رحمت کی برسات ہے، واہ کیا بات ہے
آج کُھلنے پہ قُفلِ مُہمّات ہے، واہ کیا بات ہے
چار سُو جلوہ آرائیِ ذات ہے، واہ کیا بات ہے
کوئی بھرنے پہ کشکولِ حاجات ہے، واہ کیا بات ہے
جاگنے کو مُقدّر ہے انسان کا، مرحبا مرحبا

کوئی محوِ فُغاں، کوئی خاموش ہے، اب کسے ہوش ہے
سازِ مُطرِب کی لَے نغمہ بردوش ہے، اب کسے ہوش ہے
عقل حیرت کے پردے میں رُوپوش ہے، اب کسے ہوش ہے
بزم کی بزم مستی در آغوش ہے، اب کسے ہوش ہے
پی کے ساغر علی کے خُمِستان کا، مرحبا مرحبا

کیا حسیں منظرِ جُود و اِکرام ہے، دعوتِ عام ہے
اہلِ دل کی نظر مستی آشام ہے، دعوتِ عام ہے
حشر تک مُدّتِ گردشِ جام ہے، دعوتِ عام ہے
دستِ جبریل مصروفِ اِطعام ہے، دعوتِ عام ہے
کھاؤ صدقہ علی شاہِ مردان کا، مرحبا مرحبا

شمعِ توحید دل میں جلا کر پیو، دل لگا کر پیو
شاہِ بطحا کی خیرات پا کر پیو، دل لگا کر پیو
نغمۂ کاسۂ[1] وصل گا کر پیو، دل لگا کر پیو
آنکھ مہرِ علی سے ملا کر پیو، دل لگا کر پیو
خود پلانے پہ ساقی ہے جیلان کا، مرحبا مرحبا

ہے عجب حُسن کا بانکپن سامنے، اک چمن سامنے
اہلِ تطہیر ہیں خیمہ زن سامنے، پنجتن سامنے
ہے یہ رُوئے حَسَن کی پھبن سامنے، یا حَسَن سامنے
جلوہ فرما ہیں غوثِ زمن سامنے، ضَوفگن سامنے
دیکھئے کیا بنے چشمِ حیران کا، مرحبا مرحبا

1- قصیدۂ غوثیہ کے مطلع سَقَانِي الحُبُّ کَاسَاتِ الوِصَالِ کی طرف اشارہ۔

گُلشنِ مصطفٰی کی پھبن اور ہے ، قابلِ غور ہے　　شاہِ ابرار کی انجمن اور ہے ، کیا حسیں دَور ہے
بُوئے گُلدستۂ پنجتن اور ہے ، کیا عجب طور ہے　　شانِ آلِ حسینؑ و حسنؑ اور ہے ، بالیقیں اور ہے
سرمدی رنگ ہے اِس گُلستان کا ، مرحبا مرحبا

فقر کی سلطنت طُرفہ سامان ہے ، رحمت ایوان ہے　　جس کے زیرِ نگیں قلبِ انسان ہے ، عجز عنوان ہے
کس کا دستِ نظر کاسہ گردان ہے ، عقل حیران ہے　　اِک ولی زیبِ اورنگِ عرفان ہے ، واہ کیا شان ہے
سر جُھکے ہے یہاں میر و سُلطان کا ، مرحبا مرحبا

ہر گھڑی مہرباں ذاتِ باری رہے ، فیض جاری رہے　　خاک بوسی پہ بادِ بہاری رہے ، فیض جاری رہے
عالمِ کیف میں بزم ساری رہے ، فیض جاری رہے　　بیخودی تیرے مستوں پہ طاری رہے ، فیض جاری رہے
مینہ برستا رہے تیرے احسان کا ، مرحبا مرحبا

عرشِ اسرار تک جس کی پرواز ہے ، طُرفہ انداز ہے　　علمِ لاہُوت کا حاصل اعزاز ہے ، طُرفہ انداز ہے
زہد و تقوٰی میں یکتا و مُمتاز ہے ، طُرفہ انداز ہے　　آبروئے چمن قامتِ ناز ہے ، طُرفہ انداز ہے
پیر مہرِ علی قُطبِ دوران کا ، مرحبا مرحبا

گولڑے کی زمیں کتنی مسعود ہے ، خطّۂ جُود ہے　　ابنِ مولا علی جس میں موجود ہے ، خطّۂ جُود ہے
کیا حسیں منظرِ شانِ معبود ہے ، خطّۂ جُود ہے　　ہر ایاز اِس کا ہمدوشِ محمود ہے ، خطّۂ جُود ہے
اوج پایا ہے بِرجیس و کَیوان کا ، مرحبا مرحبا

تیرے دیوانے حاضر ہیں سرکار میں، آج دربار میں
سر جُھکائے جنابِ گہر بار میں، آج دربار میں
بن کے سائل تری بزمِ انوار میں، آج دربار میں
یُوسفِ مصرِ دل تیرے بازار میں، آج دربار میں
جشن ہے کیا دل افروز عرفان کا، مرحبا مرحبا

دربدر مفت کی ٹھوکریں کھائے کیوں، ہاتھ پھیلائے کیوں
مانگنے کُوئے اغیار میں جائے کیوں، ہاتھ پھیلائے کیوں
اُسکے ناموسِ غیرت پہ حرف آئے کیوں، ہاتھ پھیلائے کیوں
دل قناعت کی ضَو سے نہ چمکائے کیوں، ہاتھ پھیلائے کیوں
جو نمک خوار ہو پیرِ پیران کا، مرحبا مرحبا

شاہِ جیلاں کی چوکھٹ سلامت رہے، تا قیامت رہے
نقشِ پا کا چمن پُر کرامت رہے، تا قیامت رہے
خلعتِ اِجتبا زیبِ قامت رہے، تا قیامت رہے
سر پہ ولیوں کا تاجِ امامت رہے، تا قیامت رہے
سلسلہ غوثِ اعظم کے فیضان کا، مرحبا مرحبا

وارثِ خاتَمُ المرسَلیں آپ ہیں، بالیقیں آپ ہیں
قصرِ زہرا کا نقشِ حسیں آپ ہیں، بالیقیں آپ ہیں
دینِ برحق کے مُحی و مُعیں آپ ہیں، بالیقیں آپ ہیں
بزمِ عرفاں کے مسند نشیں آپ ہیں، بالیقیں آپ ہیں
ہر ولی طفل ہے اِس دبستان کا، مرحبا مرحبا

مظہرِ ذاتِ ربِّ قدیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
کاروانِ کرم کے امیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
شاہِ بغداد پیرانِ پیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
اِس نصیرِؔ حزیں کے نصیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
کوئی ہمسر نہیں آپ کی شان کا، مرحبا مرحبا

در مدحِ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رح

حق ادا و حق نُما بغداد کی سرکار ہے
کیا تجھے بتلاؤں، کیا بغداد کی سرکار ہے

مرجعِ اہلِ صفا بغداد کی سرکار ہے
سربراہِ اولیا بغداد کی سرکار ہے

اِتباعِ اُسوۂ خیرالورٰی میں عمر بھر
پیکرِ خوفِ خدا بغداد کی سرکار ہے

جس کی حق گوئی سے اہلِ شرک وبدعت کانپ اُٹھے
ترجماں توحید کا بغداد کی سرکار ہے

میری تیری حمد میں حرص وغرض بھی ہے شریک
لائقِ حمدِ خدا بغداد کی سرکار ہے

قاضیُ الحاجات کے در پر رہا جو سجدہ ریز
عجز کی وہ انتہا بغداد کی سرکار ہے

شب کی تاریکی میں تنہا، دست بستہ، اشک بار
حاضرِ بابِ عطا بغداد کی سرکار ہے

دن کو مصروفِ عبادت، شام کو سرگرمِ ذکر
شب کو محوِ التجا بغداد کی سرکار ہے

اولیا کے ساتھ اطلاقِ ولایت میں شریک
شان میں سب سے جدا بغداد کی سرکار ہے

علم و حکمت میں علی مولیٰ کا سجّادہ نشیں
رازدارِ ھل اتیٰ بغداد کی سرکار ہے

کیا نبوّت کے جہانوں میں ہے ذاتِ مصطفیٰ
فقر کی دُنیا میں کیا بغداد کی سرکار ہے

جہل کی بنجر زمیں کو جس نے جل تھل کر دیا
علم کی ایسی گھٹا بغداد کی سرکار ہے

قدرتیں پائیں، مگر قدرت پہ اِترایا نہیں
شرحِ تسلیم و رضا بغداد کی سرکار ہے

ہاتھ اُٹھتے تھے مگر مولیٰ کی مرضی دیکھ کر
واقفِ سرِّ دُعا بغداد کی سرکار ہے

دین کو کس نے کیا زندہ جب اُٹھا یہ سوال
کہہ اُٹھی خلقِ خدا، بغداد کی سرکار ہے

ذاتِ باقی پر مٹا کر اپنی فانی ذات کو
دھر میں نقشِ بقا بغداد کی سرکار ہے

منبعِ حُبِّ نبی ' سرچشمۂ مہرِ علی
وارثِ آلِ عبا بغداد کی سرکار ہے

انبیا کو ناز جس پر' اولیا کو جس پہ فخر
صاحبِ بختِ رسا بغداد کی سرکار ہے

جس کے ہاتھوں پر ہوئیں ظاہر کراماتِ کثیر
حیرتوں کی انتہا بغداد کی سرکار ہے

عقلِ ظاہر جس کی چوکھٹ پر رگڑتی ہے جبیں
ایسی قدرت آزما بغداد کی سرکار ہے

عبدِ قادر ہے مگر قادر نے وہ بخشا مقام
مرکزِ رُشد و ہُدیٰ بغداد کی سرکار ہے

آج بھی پاتے ہیں اربابِ طلب در پردہ فیض
کیا عطا کا سلسلا بغداد کی سرکار ہے

جس کی صورت دیکھنے سے یاد آ جائے خدا
ایسا عبدِ حق نُما بغداد کی سرکار ہے

اُونچے اُونچوں نے سرآنکھوں پرلیا جس کا قدم
وہ انوکھا پیشوا بغداد کی سرکار ہے

جو خدا کا نام لے کر شرک سے ٹکرا گئے
کربلا والے ہیں یا بغداد کی سرکار ہے

پیر تیرا کون ہے محشر میں جب پوچھا گیا
مَیں نے برجستہ کہا بغداد کی سرکار ہے

نقشبندی سہروردی ہوں کہ چشتی سب کے سب
مقتدی ہیں' مقتدیٰ بغداد کی سرکار ہے

وعظ فرماتا رہا منبر پہ جو چالیس سال
وہ خطیبِ حق نوا بغداد کی سرکار ہے

برسرِ منبر تکلّم سن کے بول اُٹھتے عرب
ہیں علی ' یا لبِ کُشا بغداد کی سرکار ہے

چاہنے والوں کے دل میں' آنکھ میں' ادراک میں
جلوہ فرما جا بجا بغداد کی سرکار ہے

دل نے پوچھا کون ہے ولیوں سے رُتبے میں بڑا
غیب سے آئی ندا بغداد کی سرکار ہے

کیا بگاڑے گی ترا' سر مارلے دُنیا نصیؔر
پُشت پر تیری سدا بغداد کی سرکار ہے

در مدحِ

پیرانِ پیر حضرت محبوبِ سبحانی الشّیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہ السّامی

تری شان سب سے جدا غوثِ اعظم
نہ پہنچے تجھے اولیا غوثِ اعظم

جمالِ رسولِ خدا غوثِ اعظم
جلالِ علی مرتضٰی غوثِ اعظم

مزاجِ حسین ابنِ زہرا کے وارث
شبیہِ حَسَن مجتبٰی غوثِ اعظم

اجابت بڑھے پیشوائی کو آگے
اُٹھائیں جو دستِ دعا غوثِ اعظم

نہ کیوں حل ہوں مُشکل سے مُشکل مسائل
کہ ہیں ابنِ مُشکل کُشا غوثِ اعظم

رسولوں کے انداز ، نبیوں کے تیور
ودیعت ہوئے تجھ کو یا غوثِ اعظم

زمانے کا ہر پیر زیرِ قدم ہے
ہیں ایسے جگت پیشوا غوثِ اعظم

پہنچتی ہے پھر کیسے نصرت خدا کی
ذرا کہہ کے تو دیکھ یا غوثِ اعظم

نہیں ہے کوئی اور سارے جہاں میں
مرا پیر تیرے سوا غوثِ اعظم

ذرا جلوۂ مصطفٰی مَیں بھی دیکھوں
ذرا اپنی صورت دکھا غوثِ اعظم

ترا دَور افسوس پایا نہ مَیں نے
کبھی خواب ہی میں تُو آ غوثِ اعظم

نہ اُٹھے ہیں خالی، نہ اُٹھّیں گے خالی
ترے در سے تیرے گدا غوثِ اعظم

عنایت سے بھر دیجیے میری جھولی
کرم کیجیے آج یا غوثِ اعظم

مصائب کے طوفاں سے ٹکرا رہا ہوں
مَیں لے کر ترا آسرا غوثِ اعظم

ہُوا ہے نہ ہو گا نہ ہے اِس جہاں میں
کوئی اور تیرے سوا "غوثِ اعظم"

کجا یک گدا و کجا شاہِ جیلاں
کجا یک فقیر و کجا غوثِ اعظم

سناؤں نہ کیوں اِن کو افسانۂ دل
کہ ہیں میرے درد آشنا غوثِ اعظم

اگر اِن سے لو درسِ توحید تُم بھی
تو کر دیں تمہیں کیا سے کیا غوثِ اعظم

دُرستی عقائد کی کر لو یہاں پر
کہ ہیں قبلۂ حق نُما غوثِ اعظم

نصیّر آج آیا ہے بن کر سوالی
اِسے بھی ملے بھیک یا غوثِ اعظم

بحضورِ

جگر گوشۂ بتولؓ، عطائے رسول، سُلطانُ الہند، غریب نواز

حضرت سیّد معین الدّین حسن سجزی چشتی اجمیری قدس سرّہٗ العزیز

ادب سے عرض ہے با چشمِ تر غریب نواز !
اِدھر بھی ایک اُچٹتی نظر، غریب نواز !

مِرے جُنوں میں ہو تُم مُستتر غریب نواز !
مِرا جُنوں ہے تمہاری خبر، غریب نواز !

بہت دنوں سے ہے ذوقِ سفر، غریب نواز !
نگاہِ شوق میں ہے رہگزر، غریب نواز !

جنہیں ہوس ہے اُنہیں سیم و زر، غریب نواز !
اِدھر تو صرف کرم کی نظر، غریب نواز !

نوازیے مجھے جلدی نوازیے خواجہ
نہ دیکھیے مِرے عیب و ہنر، غریب نواز !

معینِ دین، رسالت بھی ہے، ولایت بھی
کہ مُبتدا ہیں محمد، خبر، غریب نواز !

تمہارے نام پہ مٹتے رہیں گے دیوانے
نہ مِٹ سکے گا تمہارا اثر، غریب نواز !

جنہیں نصیب گدائی تمہارے دَر کی ہے
غنی رہیں گے وہی عُمر بھر، غریب نواز !

وہ کم نظر ہیں نہ دیکھیں تمہیں جو اُلفت سے
وہ بے بصر ہیں، اُنہیں کیا خبر، غریب نواز !

بہ فیضِ حضرتِ پیرانِ پیر و آلِ عبا
تمہارے سائے میں ہے، گھر کا گھر، غریب نواز !

زہے نصیب، دو گونہ عُروج حاصل ہے
اِدھر مِرے شہِ جیلاں، اُدھر غریب نوازؒ

خبر نہیں کہ غریبوں کا حشر کیا ہوتا
خدا تمہیں نہ بناتا اگر "غریب نواز"

تمہارے دَر سے قیامت ہی اب اُٹھائے گی — یہاں سے جائیں تُو جائیں، کدھر غریب نواز !
مِرے مذاقِ طلب کی بھی لاج رہ جائے — یہ منحصر ہے کرم آپ پر، غریب نواز !
تمہارے لُطف و کرم سے پتا چلا مجھ کو — نہیں ہے آہ مِری بے اثر، غریب نواز !
سَرِ نیاز کو تُم نے بُلندیاں بخشیں — کمالِ فخر سے اُونچا ہے سَر، غریب نواز !

نصیؔر ! خواجۂ اجمیر اِس لیے ہیں کریم
کہ ہے ازل سے محمد کا گھر "غریب نواز"

بحضورِ
سُلطانُ الہند، عطائے رسول، خواجۂ خواجگان
حضرت سیّد **معینُ الدّین حسن** سجزی چشتی اجمیری قدس سرّہُ العزیز

دل رُبا، دل نشیں، معینُ الدّیں — بھولتے ہیں کہیں، معینُ الدّیں؟
واقفِ سرِّ دیں معینُ الدّیں — نازِ اہلِ یقیں، معینُ الدّیں
زُبدۃُ العارفیں، معینُ الدّیں — حق جہاں ہے وہیں، معینُ الدّیں
ہو گئی اُن سے دین کی تجدید — رُوحِ دینِ مُبیں، معینُ الدّیں
رہبرِ سالکانِ راہِ طلب — منزلِ اہلِ دیں، معینُ الدّیں
ہم نے ہر سُو نگاہ دوڑائی — کوئی تُم سا نہیں، معینُ الدّیں
جس نے چُومے ترے قدم اک بار — ہے فلک وہ زمیں، معینُ الدّیں
لوحِ ہستی پہ جگمگاتے ہیں — بن کے نقشِ حَسیں، معینُ الدّیں
تُم سے روشن ہے جادۂ اُلفت — سوزِ جاں کے امیں، معینُ الدّیں
بات ہر اک تمہاری مثلِ گُہَر — لفظ اک اک نگیں، معینُ الدّیں
غم و آلام نے جہاں گھیرا — یاد آئے وہیں، معینُ الدّیں

خادمِ آستانِ عالی ہے
یہ نصیؔرِ حزیں، معینُ الدّیں

در مدح

نائبِ وعطائے رسول فی الھند خواجہ خواجگاں

حضرت خواجہ سیّد معین الدّین حسن سجزی اجمیریؒ

سرتاجن کے تاج معینُ الدین
تم ہو جگت مہاراج معینُ الدین

آن پری ہُوں تُمرے دوارے
راکھیو راکھیو لاج معینُ الدین

تم ہو آلِ علیؑ و زَھرا
بگرے سنوارو کاج معینُ الدین

صدقہ پیر ہارونی کا
بھاگ جگا دو آج معینُ الدین

شاہِ شہاں اجمیر کے خواجہ
ھند پہ تورا راج معینُ الدین

غیر کا مُنہ کاہے کو دیکھوں
حُسن کے پکھراج معینُ الدین

مَیں بے آب حقیر سا قطرہ
تُم بحرِ موّاج معینُ الدین

تمرے پاؤں میں سر رکھ دینا
فقر کی ہے معراج معینُ الدین

تم ہی تو ہو اک مورے ساجن
بِپتا سُنو موری آج معینُ الدین

کیوں نہ جپوں مَیں نام تہارا
تم ہو مورے سرتاج معینُ الدین

مَیں ہوں ایک گریب بھکارن
تم ہو گریب نواج معینُ الدین

تمرے دُوار بنا کِت جاؤں
مَیں نِردھن محتاج معینُ الدین

مَیں کیوں جاؤں در سے خالی
لیکے اُٹھوں گی آج معینُ الدین

رکھ لو حُسین و حسن کے صدقے
اپنے نصیؔر کی لاج معینُ الدین

بحضورِ خواجۂ بزرگ

حضرت خواجہ سیّد معین الدّین حسن چشتی اجمیریؒ

مِرا جہاں میں ظُہور و خِفا مُعینی ہے
میں وہ ہُوں جس کی فنا و بقا مُعینی ہے

ہم اہلِ چشت ہیں خواجہ کے چاہنے والے
ہمارے شہر کی آب و ہَوا مُعینی ہے

کُھلا ہُوا ہے درِ غوثِ پاک و خواجہ مُعیں
یہ قادری تو وہ دارُالشِّفا مُعینی ہے

وِلائے خواجہ سے سرشار ہیں تمام ولی
خدا گواہ کہ ہر با خدا مُعینی ہے

جِلو میں اپنے ہجومِ تجلّیات لیے
یہ کوئی قادری بیٹھا ہے، یا مُعینی ہے

گدائے خواجۂ اجمیر ہوں بحمدِ اللہ
مِری حیات کا رنگِ غِنا مُعینی ہے

مِرے طریق سے خارج ہے مصلحت کوشی
فقیر، قول و عمل میں کُھلا مُعینی ہے

مثالِ آئنہ شفّاف ہے مِری فطرت
خدا کا شکر کہ جوہر مِرا مُعینی ہے

مِری سرشت میں شامل ہے خوئے بُت شکنی
مِرا مزاج بہ فضلِ خدا مُعینی ہے

مُعینیوں کا تو شیوہ ہے قُربتوں کا فروغ
جو دُوریاں نہ مٹا دے وہ کیا مُعینی ہے

یہ ناقدانہ تخاطُب بجا، مگر حضرت!
رہے خیال کہ بندہ ذرا مُعینی ہے

وہ جس نے پھول کِھلائے ہیں لفظ و معنٰی کے
وہ ایک شاعرِ رنگیں نوا مُعینی ہے

نصیؔرِ دینِ متیں خود کو کر دیا ثابت
نصیؔر! تُو تو بڑے کام کا مُعینی ہے

بحضورِ

حضرت مولٰنا جلال الدّین بلخی رُومی رحمتہ اللہ علیہ

پیرِ رُومی، آں معارف دستگاہ
خضرِ منزل بہرِ ہر گُم کردہ راہ

مُرشدِ پاکان و مخدومِ زَمَن
آں بہ تنہائی، سراپا انجمن

گرمیٔ فکرش، مثالِ آفتاب
مستفید از نفعِ اُو ہر شیخ و شاب

پیرِ رُومی عکسِ حُسنِ مطلق است
اُو دلیلِ حق، دلیلِ اُو حق است

از تقیُّد گوہرِ اطلاق چید
جلوۂ تنزیہ، در تشبیہ دید

آدمی را آگہی از خویش داد
در نہادِ عبد، طرحِ حق نہاد

خَم سرِ اقبال پیشِ فکرِ اُو
وقفِ مستی فطرتش از ذِکرِ اُو

اعترافِ عظمتش با صد نیاز
کرد اقبال، از سرِ تحصیلِ ناز

چوں ز شعرش مستی و حال آیدم
رشک بر اقبالِ اقبالؔ آیدم

مُرشدِ خود گفت رُومی را چرا
زانکہ آید از دَمَش بُوئے خدا

اِتّباعش بندہ را عالی کند
پَیروش تا حشر اقبالی کند

شادباش اے مظہرِ بابِ عُلوم
آشنائے رمزِ عشق اے پیرِ رُوم!

اے جلال الدّیں ! امیرِ قونیہ — سیّدُ العُشّاق و پیرِ قونیہ
بایزیدِ حُجرۂ ایمانیاں — اے جُنید و شبلیِ رُوحانیاں
کعبۂ مستی ، دو چشمِ مستِ تو — اے گُشادِ کارِ ما ، از دستِ تو
سینہ ات ، گنجینۂ اسرارِ ذات — اے دلت معمور ، از انوارِ ذات
تشنگانِ شوق را کامے دہی — وز خُمستانِ ازل جامے دہی
سبزہ ہا اندر زمینِ مُردہ رُست — برتر از حدِّ تخیّل مدحِ تُست
باشد ارشادِ تُرا انداز ہا — لفظ و معنیٰ را بہ فکرت ، ناز ہا
من کہ باشم تا بہ دامانت رسم — یا بہ گردِ راہِ جولانت رسم
تُو سوارِ توسنِ مُلکِ بقا — من بخاک اُفتادۂ حرص و ہوا
در دو چشمت گوہرِ غلطانِ اشک — چشمِ من محروم از بارانِ اشک
سینہ ات روشن ز انوارِ خدا — سینہ ام تاریکِ محض و بے ضیا
در نگاہت ، جلوۂ رُوئے کسے — در نگاہم ، صورتِ خار و خسے
ذوقِ تو ذوقِ جُنید و بایزید — ذوقِ من نا معتبر ، اے صُبحِ عید
دستِ تو در وجد ، سُوئے آسماں — دستِ من بہرِ دُعائے آب و ناں
پائے تو در وجد و مستی جا بجا — پائے من از تنگ دستی ، جا بجا
چشمِ تُو بر حُسنِ مُطلق گشتہ وا — چشمِ من از خوابِ مطلق پَر گُشا

السّلام اے منبعِ فیضانِ عشق	السّلام اے نازشِ پاکانِ عشق

السّلام اے مرکزِ پرکارِ وجد	السّلام اے گرمیِ بازارِ وجد

السّلام اے مُرشدِ رُوحانیاں	السّلام اے قبلۂ یزدانیاں

السّلام اے مُدرکِ سرِّ حیات	اے حقائق آگہِ ذات و صفات

السّلام اے درعطا دستِ توئیم
اے جبینت مطلعِ صُبحِ کرم

در مدحِ
سُلطانُ الزّاھدین فریدالملّتِ والحق والدین
حضرت بابا فریدالدّین مسعُود گنج شکر قریشی فاروقی قدس سرّہٗ

ہُوئے ہیں دیدہ و دل محوِ شانِ گنجِ شکر
زہے نصیب ، مِلا آستانِ گنجِ شکر

وہ بِھیڑ دیکھیے ، وہ آستانِ گنجِ شکر
نظر کے سامنے ہیں ، زائرانِ گنجِ شکر

فلک پہ اوجِ ثُریّا ، نشانِ گنجِ شکر
کُل اولیا میں نرالی ہے شانِ گنجِ شکر

مجھے ہی فخر نہیں ہے نیاز مندی کا
ہیں سارے جنّ و ملک ، مدح خوانِ گنجِ شکر

سدا بہار ہیں اِس کے تمام غُنچہ و گُل
خزاں کی زد میں نہیں ، گُلستانِ گنجِ شکر

مٹھاس شہد کی ایک ایک حرف میں اُن کے
نَبات و قند سے شیریں ، زبانِ گنجِ شکر

عجیب بِھیڑ ہے قصرِ جناں میں حشر نُما
جدھر بھی دیکھو ، اُدھر عاشقانِ گنجِ شکر

لطیف تر ہیں عُروج و نُزول کی باتیں
سُنائے جائے کوئی ، داستانِ گنجِ شکر

حُصولِ قُربِ الٰہی تھی منزلِ مقصود
رُکا نہ اور کہیں کاروانِ گنجِ شکر

اِنہیں کے باغ کے گُل ، صابر و نظامُ الدّیں
بسے ہیں دل میں مِرے ، دلبرانِ گنجِ شکر

جو اِن کے دوست ہیں ، وہ سُرخرو جہاں میں ہیں
ذلیل و خوار ہُوئے ، دُشمنانِ گنجِ شکر

جدھر بھی دیکھیے ، ہے سامنے تجلّیِ ذات
جہانِ طُور ہے یکسر ، جہانِ گنجِ شکر

نصیؔر ! اپنی سی کوشش قلم نے کی ، لیکن
تمام ہو نہ سکی ، داستانِ گنجِ شکر

در مدحِ
حضرت بابا فریدالدّین مسعود گنجِ شکرؒ

مُژدۂ تسکیں فزا گنجِ شکر کا عرس ہے
غمزدوں کا آسرا گنجِ شکر کا عرس ہے

زُہد میں کیا دھوم ہے گنجِ شکر کی چارسُو
محفلِ ہستی میں کیا گنجِ شکر کا عرس ہے

جس کو ہو شوقِ لِقا آتا ہے وہ آخر یہیں
اِس تڑپ کی انتہا گنجِ شکر کا عرس ہے

اک بہشتِ امن ہے دروازۂ بابا فرید
باعثِ دفعِ بلا گنجِ شکر کا عرس ہے

عُمر بھر جس نے ملایا عبد کو معبود سے
آج اُس مردِ خدا گنجِ شکر کا عرس ہے

لوگ آتے ہیں یہاں حق سے تعلّق جوڑنے
درسِ پیمانِ وفا گنجِ شکر کا عرس ہے

پاؤں دھرنے کو جگہ ملتی نہیں ہے شہر میں
بھیڑ یہ کیسی ہے، کیا گنجِ شکر کا عرس ہے؟

یا تو پھر بغداد میں ہے بارگاہِ دستگیر
اہلِ دل کی عید یا گنجِ شکر کا عرس ہے

کھینچتا تھا مجھ کو رضواں خُلد کی جانب نصیؔر
وہ تو میں نے کہہ دیا گنجِ شکر کا عرس ہے

درمدحِ
حضرت بابا فریدالدّین مسعود گنجِ شکرؒ

جانشینِ قُطب و دلبندِ عُمر کا عرس ہے
آج زُہدُالانبیا گنجِ شکر کا عرس ہے

ہر طرف سے اُٹھ رہا ہے نعرۂ حق یا فرید
کیا انوکھی آن، کس شانِ دگر کا عرس ہے

لوگ پلکوں کی طرح صف بستہ ہیں گردِ مزار
خواجہ اجمیری کے منظورِ نظر کا عرس ہے

چشتیو! آؤ ذرا دیکھیں اجودھن کی بہار
اوج پر ہیں رونقیں، کس کرّوفر کا عرس ہے

سج رہا ہے آج دلہن کی طرح شہرِ فرید
نور کی بارش میں بھیگے بام و در کا عرس ہے

جس کی چوکھٹ پر جُھکے دیکھے شہنشاہوں کے سر
فقر کی دنیا کے ایسے تاجور کا عرس ہے

غوثِ اعظم کا نظر آتا ہے توحیدی جلال
سارے عُرسوں سے جدا گنجِ شکر کا عرس ہے

قادری جلووں میں شامل ہیں فریدی رنگتیں
یوں لگے ہے جیسے یہ اپنے ہی گھر کا عرس ہے

مجھ سے گر پوچھے کوئی تو شمع کی لَو پر نصیّر
رقصِ پروانہ بھی گویا لمحہ بھر کا عرس ہے

بحضورِ
مظہرِ جلال و جمالِ یزدانی، مخدومِ ابرارِ چشتیاں، سُلطان المشائخ
حضرت نظامُ الدّین اولیاء محبوبِ الٰہی زری زربخش بدایونی دھلوی
قدّس سرّہٗ السّامی

تیرے دَر پر مَیں آیا ہُوں خواجہ، میرا تجھ بِن سہارا نہیں ہے
تیرے دیدار کی آرزو ہے، اور کوئی تمنّا نہیں ہے

مَیں نے دیکھے حسینانِ عالَم، کوئی تُم سا انوکھا نہیں ہے
جب سے دیکھی ہے صُورت تمہاری، کوئی نظروں میں جچتا نہیں ہے

مَیں ترے دَر کا ہُوں اک سوالی، کوئی ہے میرا وارث نہ والی
پھیرنا دَر سے سائل کو خالی، یہ کریموں کا شیوا نہیں ہے

اِن گداؤں کا کیا، یہ گدا ہیں، شاہ بھی تیرے دَر پر فدا ہیں
فیض جس پر نہ ہو تیرا خواجہ! کوئی دُنیا میں ایسا نہیں ہے

کیوں دُوئی کا یہاں ہو گُماں بھی، ہے بہارِ مدینہ یہاں بھی
دیکھ لے شہرِ خواجہ کی گلیاں، جس نے طیبہ کو دیکھا نہیں ہے

اُن کی آمد کا ہُوں انتظاری، جان و دل سے ہُوں اُن پر مَیں واری
لے اجل! آئی اُن کی سواری، یہ حقیقت ہے، دھوکا نہیں ہے

اک کرشمہ ہے اُن کی نظر میں، اک کشش چشمِ جادُو اثر میں
دیکھ لے جو بھی اک بار اُن کو، اُس کو پھر چین مِلتا نہیں ہے

منتظر اِن کی رحمت کے رہیے، فیضِ رُوحانیاں اِس کو کہیے
مانگ کر یہ بھی دیتے ہیں رب سے، یہ عنایت ہے، سودا نہیں ہے

میرے خواجہ کا یہ آستاں ہے، بٹ رہا ہے محمد کا صدقہ
کوئی دامن تو پھیلا کے دیکھے، کون کہتا ہے، مِلتا نہیں ہے

کیا خبر تجھ کو کیا ہے عقیدت، جان لیوا ہے رسمِ محبّت
یار کے نام پر سَر کٹانا، عاشقی ہے، تماشا نہیں ہے

جام و ساغر تو اپنی جگہ ہیں، پینے والے سمجھتے ہی کیا ہیں
جس کو وہ اک نظر سے پلا دیں، اُس کو پھر ہوش آتا نہیں ہے

دل سے مَیں نے دُعا کی ہے اکثر، زیست کٹ جائے خواجہ کے دَر پر
دُور ہُوں، ہائے میرا مقدّر، میری قسمت مَیں ایسا نہیں ہے

میرا حصّہ یہیں ہے ازل سے، کس لیے مَیں کہیں اور جاؤں
میرے خواجہ کی چوکھٹ سلامت، اِس درِ پاک پر کیا نہیں ہے

پی لیا جامِ توحید مَیں نے، یہ کرم ہے نصیّر اِن کے دَر کا
مانگنے غیر کے دَر پہ جانا، میری غیرت نے سیکھا نہیں ہے

در مدحِ
وارثِ فقرِ سُلیمانی، تاجورِ اقلیمِ رُوحانی، مخدومِ اربابِ نظر
حضرت خواجہ شمسُ الدّین سیالوی قدس سرّہٗ السّامی

حق جلوہ و حق شانی، بہ شکلِ نُورانی — قُربانِ جمالِ تُو، حواسِ انسانی
اے مرکزِ محبُوبی، بہ کنعانِ خُوبی — اقلیم نِکوئی را، مُبارک سُلطانی
نازد بہ تو دانائی، ز فرطِ آگاہی — زیبد بہ تُو دارائی کہ شمسِ خُوبانی
تُو شمسِ سِیال آستی، سُلیماں تمکینی — دادند تُرا تاجے، ز فقرِ سَلمانی
ہَستند حیا طبعاں، بہ پیشت سَر افگن — سُودند ادب اَصلاں، بخاکت پیشانی
اسرارِ طریقت را، وجودت تشریحے — بیدار نگاہاں را، کتابِ عرفانی
ہر کس کہ دَمے ورزد، خیالِ رُویت را — گردد دلِ اُو روشن، ز نُورِ ایمانی
گر بے سروسامانم، ندارم اندوہے — کز بہرِ تہی دستاں، تُو ساز و سامانی
سطحِ کہ و مہ باشد، بچشمِ تو یکساں — درویش و غنی را ہم سراپا اِحسانی
ہرگز ندہم دَستے، بدستِ ہر پَستے — نازم کہ بود دستم، بدستِ لاثانی
دارد دلم از فطرت، نیازِ مقبولاں — اے خواجہ! قُبولم کُن، برائے دربانی
در حیطۂ تحریرم، نیاید اوصافت — اَنگُشت بدندانم، بہ کُنجِ حیرانی

چُوں مہرِ علی جوید، نصیؔر از درگاہت
فیضے کہ بہ اُو دادی، ز شاہِ جیلانی

بحضورِ
مظہرِ جلالِ یزدانی حضرت خواجہ علاءُ الدّین علی احمد
صابر کلیری گیلانی قدس سرّہٗ

عاشقانِ ذاتِ حق کا مدّعا، کلیر میں ہے
غوثِ اعظم کا سجیلا دلرُبا، کلیر میں ہے

روشنی کی ایک نُورانی فضا، کلیر میں ہے
جلوہ گر صابر ہے، شمعِ مصطفٰے کلیر میں ہے

صابری میخانے میں بٹتی ہے عرفاں کی شراب
واقعی پینے پلانے کا مزا کلیر میں ہے

ہے بہارافزا علاءُالدّین صابر کا جمال
یہ مدینے کا شجر، پُھولا پَھلا، کلیر میں ہے

ہر نَفَس دل پر اَلَم نَشرَحْ ہُوئے جاتے ہیں راز
معرفت کی ایسی پاکیزہ فضا کلیر میں ہے

دیدہ و دل حیرتی ہیں، دیکھ کر جلووں کا حال
کیا بتاؤں پُوچھنے والوں سے، کیا کلیر میں ہے

کشتیِ اہلِ صفا سے دُور ہے موجِ بَلا
بحرِ عرفانِ خدا کا ناخدا، کلیر میں ہے

جا بجا دُھونی رَمائے بیٹھے ہیں اہلِ طلب
وہ مزا کاشی میں کب ہے، جو مزا کلیر میں ہے

جلوہ گر ہیں کاکی و گنجِ شکر، سُلطانِ ہند
دہلی و اجمیر کا روشن دِیا، کلیر میں ہے

جو تلاشِ حق میں سرگرداں ہیں، وہ آئیں اِدھر
جو خدا تک لے چلے، وہ باخدا کلیر میں ہے

قصرِ باطل کیوں نہ خاکستر ہو اِس کی آنچ سے
شعلۂ جاہ و جلالِ مُرتضٰے، کلیر میں ہے

دیکھ لو خود اپنی آنکھوں سے وہاں جا کر نصؔیر!
جلوۂ حق کی تجلّی جا بجا کلیر میں ہے

در رِثائے رونقِ بزمِ چشت، شیخ الاسلام
حضرت خواجہ محمد قمر الدّین رحمۃ اللہ علیہ
سجّادہ نشینِ آستانۂ عالیہ سیال شریف

عارفِ حق ، زُبدۂ اہلِ نظر　　آں سپہرِ دینِ محکم را قمر
حیف، آں سرمایۂ اخیار رفت　　ساقیِ میخانۂ ابرار رفت
دامنِ دل ہا ز دردش چاک چاک　　در فراقش سینہ ہا اندوہ ناک
پرتوِ رُوئے ضیاءُ العارفینؒ　　افتخارِ دُودمانِ شمسِ دیں
خوش نہاد و عُمدۃُ الاوصاف بود　　در صفات، آئینۂ اسلاف بود
ذاتِ اُو آئینہ دارِ معرفت　　بحرِ ناپیدا کنارِ معرفت
یادگارِ اصفیا و اتقیا　　عصرِ حاضر را امام و پیشوا
عالمِ موضوع و محمول آمدہ　　جامعِ معقول و منقول آمدہ
زیست ما را، زہر اندر کام ریخت　　اشکِ خوں از دیدۂ ایّام ریخت
آں فدائے صاحبِ شَقُّ القمر　　جَبہہ اش بر عَتَبۂ خیرالبشر
آں کہ نُورِ حق ز سیمایش جلی　　در دلش حُبِّ نبی ، مہرِ علی

سینہ اش معمور، از یادِ رسول — عاشقِ اصحاب و اولادِ رسول
آں بہ وُسعت سرحدِ امکانِ علم — آں بہ خُوبی، یُوسفِ کنعانِ علم
مردِ میداں ، عاشقِ دینِ نبی — مقصدش ترویجِ آئینِ نبی
آں بہ عالَم حامیِ دستورِ حق — بر لبانش نعرۂ منشورِ حق
محورِ فکرش ، نظامِ مصطفےٰ — در نگاہِ اُو مقامِ مصطفےٰ
حفظِ ناموسِ نبی ، ایمانِ اُو — جنگ با حق دُشمناں، اعلانِ اُو
فطرتش حق گوئی و حُسنِ عمل — بے نیاز از فکرِ اسباب و عِلل
رمز سنج و نکتہ یاب و دیدہ ور — موجِ لفظش از گہر تابندہ تر
نو بہارِ آبرو زارِ حیات — بود تصویرِ سَلَف، اندر صفات
تمکنت رفتاریش ، عالَم شکار — شیوۂ غم خواریش، اجداد وار
مثلِ قلزم علم و حِلمش بے کراں — بود ہنگامِ سخن، کوثر بیاں
صاف دل با سینۂ بے کینہ اے — رفتگانِ پیش را، آئینہ اے
بر لبش حرفے نیامد ناسزا — از زباں ہم نرم، با خَلقِ خدا
نوعِ انساں را گرامی داشتے — آدمی را ، آدمی پنداشتے
خَلق را از خُلقِ خود بنواختہ — جائے خوش در مردمک ہا ساختہ
اہلِ گیتی را نصیب از نعمتش — روز و شب اندر طوافِ حضرتش

جَدِّ اُو قطبِ زمیں، غوثِ زماں | خواجہ شمس العارفیں، شمسِ جہاں
آستانش سالکاں را مُستقر | گردِ راہش، سُرمۂ اہلِ نظر
بُود دستِ جُودِ اُو عالَم پناہ | معرفت درگاہ و عرفاں دستگاہ
وارثِ انوارِ آں شمسِ ہُدات | شد قمر در ذات و ہم اندر صفات
باشد ایں قانونِ فطرت معتبر | جانشینِ شمس می باشد، قمر
شمس چوں پوشیدہ گردد از نظر | آسماں را رونق افزاید قمر
زُو فروغِ ثابت و سیّار ہست | بر زمیں ہم بارشِ انوار ہست
باشد ایں تنویر، مخصوصِ قمر | ہر دورا ربطیست باہم بیشتر
وارثِ فیضانِ شمس آمد قمر | ایں حقیقت را بداند ہر بشر
ور زمن پُرسی بگویم فاش تَر | دیدنِ شمس است، دیدارِ قمر
شکرِ ایزد، کایں دو چشمم بارہا | شد ز دیدارِ قمر، شمس آشنا
من ضیائے شمس دیدم، در قمر | گشتہ ام از جلوہ ہایش بہرہ ور

باد یا رب! مطلعِ قلب و نظر
کاسبِ تنویر، از شمس و قمر

بحضورِ
حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرّہُ السّامی

دلوں کے سہارے، تو آنکھوں کے تارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں
خدا اُن کو پیارا، خدا کو وہ پیارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

میسّر جسے ہو گئی اِن کی نسبت، اُسے مِل گئی مغفرت کی بشارت
خدا کے ولی، مصطفٰے کے دُلارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

نہ کیوں مَیں عقیدت کے جوہر دکھاؤں، نہ کیوں جان و دل اُن پہ اپنے لُٹاؤں
مِرا ہر نَفَس کیوں نہ اُن کو پُکارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

تجلّی نے اُن کی دکھائیں وہ راہیں کہ حق آشنا ہو گئی ہیں نگاہیں
شب و روز ہوتے ہیں مجھ کو نظارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

علی اِن کا مولا، حسن اِن کا جَد ہے، نہیں ہے وہ دانا، جسے اِن سے کد ہے
رسولِ خدا، غوثِ اعظم کے پیارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

نکل جائیں گے سارے قسمت کے چکّر، نہ موجوں کا خطرہ، نہ طُوفان کا ڈر
مِری ناؤ خود جا لگے گی کنارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

اُنہیں کا تصوّر مِرا رہ نُما تھا، ہر اک گام پر اُن کا ہی آسرا تھا
ہمیشہ رہے میرے وارے نیارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

کسی اور کے کس لیے در پہ جاؤں، کسی اور کو کیوں مَیں اپنا بناؤں
بہ ہر کار مردے، بہ ہر مرد کارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

کہاں تک عنایت کے قصّے سُناؤں، نصیؔر اُن کے الطاف کیوں کر گناؤں
ہر اک سانس لیتا ہُوں اُن کے سہارے، مِرے پیشوا پیر مہرِ علی ہیں

بحضورِ
حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرّہٗ السّامی

جگ تُم پر بلہار　　خواجہ مہرِ علی شہ پِیر ہمارو
دُکھ چنتا کی ندیا چڑھی ہے　　ناؤ بھنور میں آن پھنسی ہے
تورے کرم کی آس لگی ہے　　تُم ہو کھیون ہار
خواجہ مہرِ علی شہ پیر ہمارو
زہرا کے تُم راج دُلارے　　حَسَن حُسین کی آنکھ کے تارے
بغدادی بَنرا کے پیارے　　حَیدر کے دلدار
خواجہ مہرِ علی شہ پیر ہمارو
طٰہٰ کے، یٰسین، کے صدقے　　بسم اللہ، آمین، کے صدقے
خواجہ معین الدّین کے صدقے　　ہم کا دیو دیدار
خواجہ مہرِ علی شہ پیر ہمارو
رُوحانی سرتاج ہمارے　　بگڑے سنوارو کاج ہمارے
بھاگ جگا دو آج ہمارے　　آئے ہیں تُمرے دُوار
خواجہ مہرِ علی شہ پیر ہمارو

خوشیوں سے ہے اپنی اَن بَن　　سُونا سُونا دل کا آنگن
تُم پر واروں اپنا تن من　　مجھ پہ کرم سرکار
خواجہ مہرِعلی شہ پیر ہمارو

جیسی بھی مَیں بُری بَھلی ہُوں　　تورے ہی ٹکڑوں سے پلی ہُوں
ہاتھ پکڑنا ! ڈُوب چلی ہُوں　　دُور بہت ہے پار
خواجہ مہرِعلی شہ پیر ہمارو

من موہن، مورے بانکے سنوریا　　تڑپت تڑپت بیتی عُمریا
اپنے نصیؔر کی لیجو کھبریا　　جیون ہے دُشوار
خواجہ مہرِعلی شہ پیر ہمارو

مُستزاد، در مدحِ عالمِ ربّانی قُطبِ یزدانی
حضرت سیّد پیر **مہر علی شاہ** گولڑوی قُدّس سرّہٗ السّامی

کب تک رہیں محرومیِ قسمت کے حوالے
اے گولڑے والے!
اب کون ہے جو تیرے سِوا ہم کو سنبھالے
اے گولڑے والے!

مشتاقِ زیارت ہیں ترے چاہنے والے
کب تک کریں نالے؟
پوشیدہ نہ رکھ، اب رُخِ تاباں کے اُجالے
اے گولڑے والے!

زہرا و علی، سیّد کونین کا صدقہ
سِبطین کا صدقہ
بھر بھر کے پلا بادۂ عرفان کے پیالے
اے گولڑے والے!

ملّاح تو بس وہ ہے جو کشتی کو بچائے
ساحل سے لگائے
میراں کی طرح تُو ہے، بھنور سے جو نکالے
اے گولڑے والے!

اندھوں کو نظر آئے ترا حُسنِ ادا کیا
اِن میں ہے دھرا کیا
جلوؤں کو ترے دیکھتے ہیں دیکھنے والے
اے گولڑے والے!

اُٹھی جو نظر تیری تو سب لوگ کہیں گے
اب کُھل کے رہیں گے
ایقان کے دروازے سے، اوہام کے تالے
اے گولڑے والے!

ہو جائے نظر والیِ بغداد کا صدقہ
اَجداد کا صدقہ
آیا ہُوں دل و جاں سے عقیدت کو سنبھالے
اے گولڑے والے !

ہیں انفُس و آفاق میں جلوے ترے دَم کے
رحمت کے ، کرم کے
تقدیر چمک اُٹھّے ، جو سینے سے لگا لے
اے گولڑے والے !

پھر ملّتِ اسلام کو ہے تیری ضرورت
اے منزلِ عزّت !
ایسا نہ ہو پڑ جائیں ہمیں جان کے لالے
اے گولڑے والے !

از خاک نشینانِ تو یک بندہ نصیؔر است
بے چارہ فقیر است
خورشید وَشے ، لالہ رُخے ، زُہرہ جمالے
اے گولڑے والے !

حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہُ العزیز
کی چادر

جمالِ مہر سے، دل جگمگانے آئے ہیں
مزارِ پاک پہ، چادر چڑھانے آئے ہیں

نظر نظر میں لیے جلوۂ شہِ جیلاں
چراغِ حُسنِ عقیدت، جلانے آئے ہیں

نگاہِ مہر ہو اے مہرِ آسمانِ سُلوک!
غلام آپ کے چادر چڑھانے آئے ہیں

تمہیں سے چارہ گری کی اُمید ہے ہم کو
جگر کے زخم تمہیں کو دِکھانے آئے ہیں

عطا ہو اِذنِ حُضُوری کہ آج دیوانے
حریمِ ناز کا پردہ اُٹھانے آئے ہیں

بہ صد خُلوص و عقیدت، بہ صد نیاز و ادب
ہم آج اشکِ ندامت بہانے آئے ہیں

حُضُورِ مہرِ علی شاہ آ گئے ہم بھی
نثار ہونے کو، آنکھیں بچھانے آئے ہیں

جو رُوٹھ جائے پِیا تو کہاں سُکوں دل کو
قریب و دُور سے ہم سب، منانے آئے ہیں

مِلے گا آپ کے دَر سے شعورِ ذات و صفات
پتہ خدا کا یہیں سے لگانے آئے ہیں

نصیؔر! تم بھی ذرا حالِ دل بیاں کر لو
سب اپنی اپنی حقیقت، سُنانے آئے ہیں

بحضورِ
عارفِ ربّانی، جگر گوشۂ غوثِ جلی، نُورِ چشمِ پیر مہرؒ علی، جدّی و مُرشدی
حضرت سیّد غلام محی الدّین بابُوجی گولڑوی قدس سرّہٗ العزیز

یہی زندہ حقیقت ہے، یہی سچ بات بابُوجی
ہزاروں وصف ہیں اور اک تمہاری ذات بابُوجی

تمہارے دَم قدم سے تھی نرالی بات بابُوجی
نہ ویسے دن ہیں بابُوجی، نہ ویسی رات بابُوجی

کرم گُستر تمہیں ہم پر رہے دن رات بابُوجی
ہماری لاج ہے اب بھی تمہارے ہات بابُوجی

جو زائر آرہا ہے، کہہ رہا ہے وہ عقیدت سے
اِدھر بھی ہو عنایت کی ذرا برسات بابُوجی

حقیقت ہے، سحر تک خواب میں جلوے تمہارے تھے
حُضوری میں گزاری ہم نے ساری رات بابُوجی

محبّت کی نظر سے دوست دُشمن سب کو دیکھا ہے
رہی سب پر کرم فرما تمہاری ذات بابُوجی

چلیں دُشمن نے چالیں اور سب اُلٹی پڑیں اُس پر
بھلائی سے بدی کو تُم نے دی ہے مات بابُوجی

ہمیں اپنا بنایا، پھر کرم ہم سب پہ فرمایا
نگاہِ مہر سے دیکھا کیے دن رات بابُوجی

وہی سرِّ حقیقت ہے، وہی رازِ طریقت ہے
اشاروں سے ہمیں سمجھا گئے جو بات، بابُوجی

تمہارے درس ہی نے مجھ کو توحید آشنائی دی
وگرنہ کیا ہُوں مَیں، کیا ہے مِری اوقات، بابُوجی

نصیؔر آیا ہے لے کر آج گُلدستہ عقیدت کا
یہی ہے اُس کا نذرانہ، یہی سوغات بابُوجی!

در رِثائے

عُمدۃُ الواصلین، وارثِ تحریکِ ختمِ نبوّت، پروانۂ شمعِ رسالت

جدّی و مُرشدی حضرت سیّد غلام محی الدّین گولڑوی

المعروف (بابُوجی) قدّس سرّہُ العزیز

سُنے کون قصّۂ دردِ دل ، مِرا غم گُسار چلا گیا
جسے آشناؤں کا پاس تھا ، وہ کرم شِعار چلا گیا

وہ سخن شناس ، وہ دُور بیں ، وہ گدا نواز ، وہ مہ جبیں
وہ حسیں ، وہ بحرِ عُلومِ دیں ، مِرا تاجدار چلا گیا

جسے نُورِ مہرِ علی کہیں ، وہی جس کا نام ہے مُحیِ دیں
مجھے کیا خبر، کہاں لُوٹ کر، وہ مِری بہار، چلا گیا

وہی بزم ہے، وہی دُھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اُسی چاند کی، جو تہِ مزار چلا گیا

کہاں اب سخن میں وہ گرمیاں کہ نہیں رہا کوئی قدرداں
کہاں اب وہ شوق کی مستیاں کہ وہ پُر وَقار چلا گیا

جسے مَیں سُناتا تھا دردِ دل، وہ جو پُوچھتا تھا غمِ دُروں
وہ گدا نواز بچھڑ گیا ، وہ عطا شِعار چلا گیا

بہیں کیوں نصیرؔ نہ اشکِ غم، رہے کیوں نہ لب پہ مرے فغاں
مجھے بے قرار وہ چھوڑ کر ، سرِ رہگزار ، چلا گیا

چادر بحضورِ
مظہرِ جلال و جمالِ ربّانی، جگر بندِ غوثِ اعظم جیلانیؒ، عارفِ لاثانی
حضرت سیّد غلام محی الدّین گولڑوی
المعروف قبلہ (بابُوجی) قدّس سرّہُ السّامی

گھرانہ ہے یہ اُن کا ، یہ علی کے گھر کی چادر ہے
مِرے آقا ، مِرے مُرشِد ، مِرے سرور کی چادر ہے

نگاہیں چُومتی ہیں اور جُھوم اُٹھتی ہیں یہ کہہ کر
یہ مُحیِ الدّین بابُوجی ، شہِ خوشتر کی چادر ہے

ہوئے دُشمن بھی جس کے معترف ، اغیار بھی قائل
نظر کے سامنے اِس وقت ، اُس دلبر کی چادر ہے

وہ خود زیرِ زمیں تو دُھوم اُس کی آسمانوں تک
قوی تھا عجز سے جو ، ایسے زور آوَر کی چادر ہے

جسے دیکھو ، عقیدت سے سجا لیتا ہے وہ سَر پر
سعادت کا نشاں ہے اور پھر چادر کی چادر ہے

وہ جس پر اِس کا سایہ ہو قیامت تک نہیں ڈرتا
محمد سے جسے نسبت ہے ، یہ اُس گھر کی چادر ہے

نہ کیوں ہو جلوۂ مہرِ علی ہر تار سے ظاہر
شہِ جیلاں کے پیارے ، دین کے محور کی چادر ہے

فرشتے چُومتے ہیں ، اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں
زہے اوجِ مقدّر ! مرقدِ انور کی چادر ہے

چمک اُٹّھے طریقت کی شعاعوں سے نقوش اُس کے
کہ یہ چادر ، شریعت آشنا پیکر کی چادر ہے

مِرے سَر پر ہے سایہ اُن کے پُر انوار دامن کا
مِری آنکھوں میں اُن کے جلوۂ اطہر کی چادر ہے

شریعت جس پہ نازاں ، تذکرہ ہے اُس کا محفل میں
یہ چادر پاسبانِ مسجد و منبر کی چادر ہے

غنی جس نے کیا ہے دولتِ کونین سے مجھ کو
مِرے دستِ طلب میں ، اُس کرم گُستَر کی چادر ہے

جسے دیکھو ، وہ دیوانہ ، جسے دیکھو ، وہ متوالا
نصیؔر ! اُن کی حسیں چادر ، عجب منظر کی چادر ہے

در مدحِ
جگر بندِ غوثِ جلی، فرزندِ مہرِؒ علی، جامعِ شریعت و طریقت
جدّی و مُرشدی حضرت سیّد **غلام محی الدّین** گولڑوی
المعروف (بابُوجی) نُوراللہ ضریحہ وقدّس اللہ سرّہٗ العزیز

ضیاءُ الاولیا ہے آپ کی سرکار بابُوجی !
رہے دائم سلامت، آپ کا دربار بابُوجی !

جسے چاہو بنا لو یارِ خوش اطوار بابُوجی !
تمھیں قُدرت نے بخشے وہ لبِ گُفتار، بابُوجی !

شناساؤں نے دیکھا یُوں ہزاروں بار، بابُوجی
مدینے میں تمھیں پایا ہے شب بیدار، بابُوجی !

ہزاروں کے مقدّر کُھل گئے ہیں اک اشارے میں
پُکاریں گے تمھیں ہم کہہ کے پالن ہار، بابُوجی !

ہمیں دُنیا کے پیچ و خَم کا خطرہ ہو نہیں سکتا
نظر میں ہیں تمھارے گیسوئے خَم دار، بابُوجی !

وہ شیریں دل کُشا جُملے، وہ لُطف و مہر کی باتیں
کہاں سے پائیں اب وہ لذّتِ گُفتار، بابُوجی !

تمھارے چاہنے والے تُمھیں لج پال کہتے ہیں
بُھلا سکتے نہیں دل سے تمھارا پیار، بابُوجی !

تمھاری رہ نمائی سے، تمھاری ناخدائی سے
ہزاروں ڈُوبتے بیڑے لگے ہیں پار، بابُوجی !

تمھاری شکل و صورت میں، تمھاری نیک سیرت میں
نظر آئے ہیں سب کو مہر یہ انوار، بابُوجی !

تمھاری ذات اک گنجینۂ علم و معارف تھی
تمھارے سَر فضیلت کی بندھی دستار، بابُوجی !

تمھارے سامنے ہر لمحہ، وجہِ شادمانی تھا
تمھارے بعد ہے ہر سانس اک تلوار، بابُوجی !

نگاہیں دیکھنے کو مضطرب ہیں، دل تڑپتا ہے
پھر آ جاؤ نظر کے سامنے اک بار، بابُوجی !

تمھارے قصرِ رُوحانی سے ہٹ کر وہ کہاں جائیں
جو آ بیٹھے ہیں زیرِ سایۂ دیوار، بابُوجی !

کرم کا ہے تمھارے، چار سُو چرچا زمانے میں
عنایت کا تمھاری، سب کو ہے اقرار، بابُوجی !

نرالے بیل بُوٹے فقر کے تُم نے اُگائے ہیں
پَھلے پُھولے تمھارے نام کا گُل زار، بابُوجی !

تمھیں نے ہر شرف بخشا، تمھیں پر ناز ہے اُس کو
تمھارا تھا، تمھارا ہے، نصیؔر زار، بابُوجی !

اظہارِ عقیدت

بحضورِ حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ
کوٹ مٹھن شریف

شعر گوئی میں جُدا ہے طرزِ اظہارِ فرید
زندگی دیتے ہیں جان و دل کو ، افکارِ فرید

مرحبا ! حاصل ہے سب کو آج ، دیدارِ فرید
ہے نظر کے سامنے اِس وقت دربارِ فرید

جس کے پلّے میں ہے کچھ سرمایۂ سوز و گداز
سَر کے بل وہ چل کر آتا ہے ببازارِ فرید

اِس فریدی میکدے میں ہے معارف کی شراب
پی خدا کا نام لے کر او قدح خوارِ فرید!

عشق کے موتی لُٹاتی ہے بہ اندازِ سخن
رنگ پر آتی ہے جب طبعِ گہر بارِ فرید

ہر بُنِ مُو سے صدا اُٹھتی ہے ذکرِ ذات کی
دل کو تڑپاتا ہے جس دَم ، سوزِ گفتارِ فرید

تجھ کو آئے گا نظر ہر سمت ، یُوسف کا جمال
اک ذرا بن کر زُلیخا دیکھ ! بازارِ فرید

چہرۂ انور کی جانب با ادب اُٹھے نگاہ
جلوہ گاہِ کبریا ہے ، چشمِ بیدار فرید

کور چشمانِ جہاں کب دیکھ سکتے ہیں اِسے
دیدۂ عارف سے پُوچھو ، شانِ گلزارِ فرید

حق یہ ہے حق پر ہیں یہ، حق اِن کا ہے یہ حق کے ہیں
طالبِ حق ہے تو پھر بن جا طلبگارِ فرید

مطلعِ ہستی پہ چمکیں گے سدا مثلِ نجُوم
مِٹ نہیں سکتے کبھی دُنیا سے ، آثارِ فرید

تاجداروں کو وہ خاطر میں کبھی لاتا نہیں
کس قدر دل کا غنی ہے ، کفش بردارِ فرید

تجھ کو مِل جائیں گی پھر ، چشتی نظامی مستیاں
دیکھ تو بن کر ذرا اک روز ، میخوارِ فرید

تجھ کو مِل جائے گا سب کچھ ، تُو غنی ہو جائے گا
ساری دُنیا چھوڑ کر بن جا ، خریدارِ فرید

جلوہ فرما دیکھ لے شاید کسی کو بام پر
بیٹھ جا بستر لگا کر زیرِ دیوارِ فرید

جھومتے پیڑوں کو جب دیکھا تو یُوں مجھ کو لگا
جیسے خود روہی کے ہونٹوں پر ہُوں اشعارِ فرید

تا ابد قائم رہے یا رب ! فریدی میکدہ
سب کو پلواتی رہے یہ چشمِ مَے بارِ فرید

غوثِ اعظم کے حوالے سے نصیؔر آیا ہے آج
در سے پھیریں گے نہ خالی اُس کو، سرکارِ فرید

نوٹ:
یہ اشعار مَیں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے سالانہ عُرس مبارک پر حاضری کے وقت ملتان سے کوٹ مٹھن شریف جاتے ہوئے موٹر میں فی البدیہہ کہے۔ آپ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محبوب فرید صاحب نے بہ طورِ خاص مجھے حضرتؒ کے عُرس مبارک میں شرکت کے لیے یاد فرمایا تھا۔ (نصیؔر)

لوحِ مزار

حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف (کرمانوالے) رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ اعظم، شیرِ ربّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

از بزمِ فقر، صدرِ طریقت شعار رفت
دردا کہ آں سر آمدِ خیلِ کبار رفت

تاریک شد بر اہلِ محبّت فضائے دہر
واحسرتا! کہ عارفِ شب زندہ دار رفت

دلبندِ مرتضٰی و جگر پارۂ بتول
ز آلِ رسول، سیّدِ عالی تبار رفت

آں پاکبازِ معرفت و مقتدائے عصر
باحق وصول یافتہ از روزگار رفت

آں مہرِ جلوہ گُستر و آں ماہِ نُور پاش
تابید بر سپہرِ عُلا، در مزار رفت

آں جانشینِ شیر محمد ازیں جہاں
آخر بہ قربِ مُرشدِ گردوں وقار رفت

کارش ہمہ اطاعتِ دینِ حنیف بود
آں وارثِ عُلومِ نبی، از دیار رفت

مصباحِ جُود، حامیِ دیں، زُبدۂ کِرام
اندر پناہِ عاطفتِ کردگار رفت

ممتازِ دُودمانِ کرم، آسماں حَشَم
درد آشنائے بیکسی و غم گسار رفت

توقیرِ اولیائے سَلَف، یادگارِ پیر
شاہے کہ فقرِ اُو ہمہ بُود اختیار، رفت

ہر کس کہ شد دَمے شرف اندوزِ صُحبتش
زیں خاکدانِ سُود و زیاں، کامگار رفت

در باغِ زیست ز آمدن و رفتنش مپرس
مثلِ نسیم آمد و مثلِ بہار رفت

جُستم نصیر! چوں سَنَۂ ارتحالِ شیخ
ہاتف ز غیب گُفت! عبادت گزار رفت

1385ھ

مَہد سے لحد تک

رب کی ہر شان نرالی ہے　　ہر سُو اُس کی رکھوالی ہے
دُنیا کب اُس سے خالی ہے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

سب اُس کے ہیں، وہ ہے سب کا　　آقا ، داتا ، مالک ، مولا
ثانی نہ کوئی اُس کا ہمتا　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

اُس تک ہی رسائی سچّی ہے　　اُس ہی کی بڑائی سچّی ہے
اُس ہی کی خدائی سچّی ہے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

ہر پُھول میں اُس کی رنگینی　　خُوشبو اُس کی بھینی بھینی
اُس کو زیبا ہے خود بینی　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

1-دیرینہ روایات کے مطابق پنجاب میں بالخصوص جنازے کیساتھ اشعار پڑھنے کا رواج ہے۔ ہمارے پوٹھوہار کے علاقے میں بھی یہ روایت ابھی تک زندہ ہے۔ چوں کہ پڑھے جانے والے اشعار لفظی اور معنوی اعتبار سے اکثر غیر معیاری ہوتے ہیں لٰہذا اِن اشعار میں حمد، نعت، مرثیہ، بے ثباتیٔ دُنیا اور مناقب کو مخصوص پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے یہ روایتِ حسنہ ایسے مواقع پر قبولِ عام پائے۔ (نصیرؔ)

کونین میں پیارا سب کا ہے　　اُس پر ہی گُزارا سب کا ہے
خالق وہ ہمارا، سب کا ہے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

ہر زہر کا ہے تریاق وہی　　آقا بھی وہی، خلّاق وہی
اِس عالَم کا رزّاق وہی　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

شاہِ بطحا، کیا کہنا ہے　　اُن کا جلوا، کیا کہنا ہے
ایسا آقا، کیا کہنا ہے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

ایمان مِلا، اُن کے صدقے　　عرفان مِلا، اُن کے صدقے
قرآن مِلا، اُن کے صدقے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

قبضہ ہر شَے پر ہے اُن کا　　قصرِ جنّت، گھر ہے اُن کا
سَر ہے اپنا، دَر ہے اُن کا　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

ہر سُو جن کے اُجیالے ہیں ہم سب جن کے متوالے ہیں
وہ کالی کملیؐ والے ہیں پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

منجدھار میں اپنا سفینہ ہے یہ جینا بھی کیا جینا ہے
ہم سب کی آس، مدینہ ہے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

وہ شمعِ شبستانِ عالَم وہ خاورِ کنعانِ عالَم
وہ ناسخِ اَدیانِ عالَم پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

احوال اُنہیں سے جا کہنا سُنتا ہے خدا، اُن کا کہنا
مکّی مَدَنی کا، کیا کہنا پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

سرتاجِ رَسُولاں، صلِّ علیٰ کامل، اکمل، محبوبِ خدا
کونین میں ہے اُن کا چرچا پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

صدقے اُن کے میخانے پر ہر دَم رحمت برسانے پر
ہے مُہرِ نبوّت، شانے پر پڑھو لا اِلٰہ اِلاّ اللہ
یا سروَرِ عالَم صَلِّ علیٰ

وہ نُورِ حریم عبداللہ وہ ابنِ کریم عبداللہ
وہ دُرِّ یتیم عبداللہ پڑھو لا اِلٰہ اِلاّ اللہ
یا سروَرِ عالَم صَلِّ علیٰ

وہ دائی حلیمہ کا پالا جبریل ہے جس کا متوالا
وہ ختمِ رُسل، کملی والا پڑھو لا اِلٰہ اِلاّ اللہ
یا سروَرِ عالَم صَلِّ علیٰ

سرخیلِ رَسُولانِ زَمَنی میموں قَدَمی، نُوریں بَدَنی
محبوبِ خدا، مکّی مَدَنی پڑھو لا اِلٰہ اِلاّ اللہ
یا سروَرِ عالَم صَلِّ علیٰ

اُس نے ہی جگایا ہے سب کو دِین اُس نے بتایا ہے سب کو
اُس نے ہی سکھایا ہے سب کو پڑھو لا اِلٰہ اِلاّ اللہ
یا سروَرِ عالَم صَلِّ علیٰ

قرآن و حدیث میں آیا ہے اُمّت کا یہی سرمایا ہے
سرکار نے بھی فرمایا ہے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

بہتر، برتر، یارانِ نبی بُوبکر و عُمر عثمان و علی
ہر سُو عزّت اِن چاروں کی پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

سرکارِ مدینہ کو پیارے ہیں نُورِ مُجسّم، یہ سارے
تکتے ہیں گردوں سے تارے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

رنگِ حَسَنی اے، صلِّ علیٰ اندازِ حُسینی، کیا کہنا
ماں اِن کی، فاطمۃُ الزّھرا پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

سردارِ جوانانِ جنّت دونوں سے بڑھی، شانِ جنّت
ہیں شمعِ شبستانِ جنّت پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

بے مثل شہادت میں دونوں　　مشہور سیادت میں دونوں
یکتا ہیں قیادت میں دونوں　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

یہ دُنیا، رام کہانی ہے　　جو چیز ہے، آنی جانی ہے
اک رسمِ فنا، لافانی ہے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

ہر سانس قضا کا ڈیرا ہے　　یہ دُنیا رَین بسیرا ہے
یہ جسم، جنازہ تیرا ہے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

دل کو غم سے سُلگائیں گے　　جا کر نہ یہ واپس آئیں گے
نازوں کے پلے بھی جائیں گے　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

جب دَور خزاں کا آئے گا　　گُل چیں تکتا رہ جائے گا
غُنچہ غُنچہ، مُرجھائے گا　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

زد میں تو قضا کی آنا ہے ایمان تو اِس پر لانا ہے
دُنیا سے ہر اک کو جانا ہے پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

یہ عِلم نہیں، کب جائیں گے تنہا ہوں گے، جب جائیں گے
جو آئے ہیں، سب جائیں گے پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

ہر شے سے دل بیزار ہے اب آرام و سُکوں، دُشوار ہے اب
اپنا جینا بیکار ہے اب پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

مَرقد میں اُتارے، تُم بھی گئے اک تُم تھے سہارے، تُم بھی گئے
ہاتھوں سے ہمارے، تُم بھی گئے پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

کیا آگ لگا کر تُم اُٹھّے اپنوں کو رُلا کر تُم اُٹھّے
اک حشر اُٹھا کر تُم اُٹھّے پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

آنکھیں پُرنم، دل روتا ہے سینوں میں قیامت برپا ہے
اب جینے میں کیا رکّھا ہے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

سینے میں چُھری سی مار گئے منجدھار میں ہم، تُم پار گئے
تُم جیت گئے، ہم ہار گئے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

اُٹھنے کے لیے پَر تولو تو یہ بند کفن کے کھولو تو
چُپ چُپ کیوں ہو، کچھ بولو تو پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

اشکوں کے لیے، گجرے گہنے تن پر کپڑے غم کے پہنے
آئے ہیں خدا حافظ کہنے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

یُوں کیسے اکیلے جاؤ گے تنہائی سے گھبراؤ گے
رہ رہ کے ہمیں یاد آؤ گے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

مَرقد میں نُورِ نبی ہو گا　　میّت کو شُعورِ نبی ہو گا
جاتے ہی ظہورِ نبی ہو گا　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

اک شکل دِکھائی جائے گی　　تصدیق کرائی جائے گی
تقدیر بنائی جائے گی　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

چھائے گی لحد میں تابانی　　آئے گی وہ ذاتِ نُورانی
ہو جائے گی دُور پریشانی　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

انوار کا مرکز، دل ہو گا　　یُوں لُطفِ خدا شامل ہو گا
دیدارِ نبی حاصل ہو گا　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

اللہ سے ہے اُلفت کتنی　　کس دل میں ہے کتنا عشقِ نبی
دیکھیں گے نکیرین آکے یہی　　پڑھو لا اِلٰہ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

اعجازِ نظر دِکھلائیں گے گھبراؤ نہیں، وہ آئیں گے
سرکار، کرم فرمائیں گے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

وہ ذاتِ جلیلہ کافی ہے بخشش کو یہ حیلہ کافی ہے
حضرت کا وسیلہ کافی ہے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

باہم مِلتے سِبطین ابرو ہیں آبروئے دارین ابرو
مازاغ نظر، قوسین ابرو پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

دُنیا کے رشتے سب جھوٹے آنکھیں بھر آئیں، دل ٹُوٹے
ماں باپ بہن بھائی چھوٹے پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

سب رشتے ناتے، کچّے ہیں کیا بھائی بہن، کیا بچّے ہیں
اللہ کے وعدے سچّے ہیں پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

دامن اشکوں سے بھگونا تھا — قسمت میں ہماری رونا تھا
وہ ہو کے رہا، جو ہونا تھا — پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

کیا روگ لگایا قسمت نے — رہ رہ کے رُلایا قسمت نے
یہ دن بھی دکھایا قسمت نے — پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

ہر سُو ہے کرم کا آوازہ — دُنیا کو غلط ہے اندازہ
ہر اک پہ کُھلا ہے دروازہ — پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

رحمت کی گھٹائیں چھائی ہیں — پیغامِ عنایت لائی ہیں
طیبہ سے ہوائیں آئی ہیں — پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

کیا اُس کو غمِ آئندہ ہے — تاروں کی طرح تابندہ ہے
جو اُن پہ مَرا، وہ زندہ ہے — پڑھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ
یا سرورِ عالَم صلِّ علیٰ

ممکن نہیں مدحِ شاہِ ہُدیٰ　　گیلانی پیر نے خُوب کہا
"کتّھے مہر علی، کتّھے تیری ثنا"　　پڑھو لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

دل اُن کے صدقے، سَر قُرباں　　ماں باپ تصَدُّق گھر قُرباں
سَو جاں سے نصؔیر اُن پر قُرباں　　پڑھو لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ
یا سروَرِ عالَم صلِّ علیٰ

ابنِ آدم سے خطاب

اے کہ تُو رگ ہائے ہستی میں ہے مثلِ خُوں رواں
شہپرِ اندیشہ سے اُڑ! سُوئے کاخِ لامکاں
ورطۂ جہلِ مُرکّب سے نکل اے بدگماں!
تا بہ کَے یہ امتیازِ نسل و آہنگ و زباں

عرش کا دل بند ہو کر، فرش پر اُفتادہ ہے
تُو کہ ہے شہکارِ قدرت اور آدم زادہ ہے

ماسوا کی گَرد سے جب دل ہُوا تیرا مَلُول
تیری جانب خالقِ کونین نے بھیجے رَسول
تیری خاطر ہی بنے سارے تمدّن کے اُصول
ہاں نہ بُھول اے نائبِ حق! اپنی عظمت کو نہ بُھول

نُطق کی شمشیر میں تیرے ہی دَم سے آب ہے
عرض ہے امکاں، تُو اُس کا جوہرِ نایاب ہے

امتزاجِ آب و گِل ہر چند ہے تیرا جہاں
تیرے نقشِ پا کے ذرّے ہیں جواہر کی دُکاں
تیری صَولت سے لرزتے ہیں زمین و آسماں
کانپتا ہے عجز سے تیرے، غُرورِ آسماں

اپنے دل سے دُور کر دے زُعمِ نسل و رنگ کو
صاف کر آئینۂ کردار سے، اِس زنگ کو

تیرے ادراک و تخیّل میں ہیں اسرارِ اَلَست　　　تُو ہے دانائے رُموز و آشنائے بُود و ہست
حق پسند و حق نگاہ و حق پناہ و حق پرست　　　ماہ بر دوش و صبا در دامن و گُلشن بدست

تُو اُجالا دہر کا ہے، تُو دیا قُطبین کا
تُو اگر چاہے، تو پھر سکتا ہے رُخ کونَین کا

مَرد بن کر جادۂ شبّیر پر ہو گام زن　　　سیکھ فقرِ بُوذر و سلماں سے جینے کا چلن
ہاں گِرا دے قلعۂ دارائیِ اہلِ فِتَن　　　اے فدائے پنج تن ! اے عاشقِ خیبر شکن !

مانگ شانِ حیدری سے دولتِ عزم و وقار
لا فَتیٰ اِلّا علی لا سَیفَ اِلّا ذُوالفِقار

پیروی کر اپنے پیغمبر کی اے نوعِ بشر !　　　وہ پیمبر، جس کی رحمت ہے محیطِ بحر و بر
فرش جس کا بوریا ہے، عرش پر جس کی نظر　　　جس کے نقشِ پا سے روشن ہے رُخِ شمس و قمر

جس نے ضربِ فقر سے، شاہی کی گردن توڑ دی
عَجز نے جس کے، تکبّر کی کلائی موڑ دی

مہبطِ رُوحُ الامین و حاملِ اُمُّ الکتاب　　　جانِ و ایمانِ بلاغت، جس کا اندازِ خطاب
جس کی آمد سے وُجودِ زیست پر آیا شباب　　　جس کی بَعثت نے اُٹھایا رُوئے معنیٰ سے نقاب

واسطہ جس کا شفاعت کا مِری سامان ہے
جس کی اُلفت میرا مذہب ہے، مِرا ایمان ہے

افتخارِ انبیاء و آبروئے مُرسَلِین رونقِ ارض و سما ، زینت دِہِ دُنیا و دِیں
مصدرِ خُلقِ عظیم و مطلعِ عزم و یقیں خسروِ مُلکِ بقا ، مخدومِ جبریلِ امیں

خُلق ایسا ، خون کے پیاسے بھی دَم بھرنے لگے
گُفتگو ایسی ، کہ دُشمن دوستی کرنے لگے

جس نے مظلوموں کو اُن کا حق دلایا وہ رسول جس نے محروموں کو سینے سے لگایا وہ رسول
جس نے زانو پر یتیموں کو بٹھایا وہ رسول دُشمنوں کے جور پر ، جو مسکرایا وہ رسول

پیر زن کی آہ ، جس کی رُوح کو تڑپا گئی
جس کی رحمت کی گھٹا ، سارے جہاں پر چھا گئی

سُوئے اسرارِ ازل جس دَم اُٹھی اُس کی نگاہ فکرِ انساں پر کُھلی قُربِ خداوندی کی راہ
مِٹ گئی تفریقِ سُلطان و گدا و کوہ و کاہ گونج اُٹّھی صحنِ عالَم میں صدائے لا الٰہ

عقل و دانش کی اداؤں میں روانی آ گئی
پیکرِ تہذیبِ انساں پر ، جوانی آ گئی

زندگی کے باغ میں چلنے لگی بادِ بہار اوڑھ لی سَلمائے فطرت نے قبائے زر نگار
جُھوم اُٹّھا یہ مناظر دیکھ کر ہر دلفگار دل کِھلے ، سَنکی ہَوا ، مہکے چمن ، چہکے ہزار

آ گیا وہ ، ذات جس کی مُوجبِ توقیر ہے
جس کے دستِ پاک میں ، کونین کی تقدیر ہے

جس کے طرزِ زندگی پر آج تک دُنیا ہے دنگ　　جس کی حکمت نے مِٹایا امتیازِ نسل و رنگ
جس نے سمجھائے زمانے کو اُصولِ امن و جنگ　　دین کی نعمت سے بخشا زندگی کو نیک ڈھنگ

جس کی دارائی نے، ناداروں کو، دارا کر دیا
ذرّۂ ناچیز تھے، آنکھوں کا تارا کر دیا

بد کلامی پر بھی دی جس نے، دُعائے مُستجاب　　جس نے بدخواہوں کو اپنایا، بہ لُطفِ بے حساب
کس مروّت سے کیا ہے اُس نے اعدا سے خطاب　　"ما و تُو از یک گلستانیم، از ما رُو متاب"

محو ہو سکتا نہیں، تاریخ کے اوراق سے
درس جو مِلتا ہے اُس کے مکتبِ اخلاق سے

ابرِ وحدت جُھوم کر اُٹّھا فلک پر ناگہاں　　شِرک کے ایوان پر، برسیں ہزاروں بجلیاں
ہو گیا خونِ جواں، پھر جسمِ پیری میں رواں　　جَہل کے سینے میں کی پیوست، انساں نے سِناں

چار سُوئے خانۂ باطل، اندھیرا ہو گیا
خاورِ حق سے کِرن پُھوٹی، سویرا ہو گیا

اے محمد! اے خدیوِ جُود و سُلطانِ کرم　　دیدہ و دل پر ہمارے ہیں، ترے نقشِ قدم
خَم ہے تیرے آستانے پر سرِ لوح و قلم　　اے ہدایت کی سرافرازی! رسالت کے بھرم!

آج اُمّت مبتلائے پستیِ افکار ہے
اوج کی خیرات مِل جائے، تو بیڑا پار ہے

تازہ کلام

بحضور سیّدہ عائشہؓ

اللہ اللہ جلوۂ زیبائے بامِ عائشہؓ
ہے ہلالِ آمنہؓ ، ماہِ تمامِ عائشہؓ

مرحبا یہ جلوۂ زیبائے بامِ عائشہ
ہے ہلالِ آمنہ ، ماہِ تمامِ عائشہ

روز و شب پیشِ نظر وہ زلف و رخسارِ رسول
رشکِ صد خلدِ بریں وہ صبح و شامِ عائشہؓ

دخترِ صدّیقِ اکبرؓ ، زوجۂ شاہِ اُمم
ہے دو گونہ اوج کا حامل ، مقامِ عائشہؓ

ثلثِ دیں اُن کے توسُّط سے ہُوا حاصل ہمیں
تا ابد جاری رہے گا فیضِ عامِ عائشہؓ

نام لے کر عائشہؓ کا رب نے بھیجا تھا سلام
ضَو فشاں ہے عرش پر قندیلِ نامِ عائشہؓ

تجھ کو کیا معلوم ، تُو چھوٹا ، تری محدود سوچ
پُوچھ اُمّت کے بزرگوں سے مقامِ عائشہؓ

مل نہیں سکتا خدا جز دولتِ حُبِّ نبیؐ
مل نہیں سکتے نبیؐ ، بے احترامِ عائشہؓ

دیکھنا کل خود پہ اُس آقائے اُمّت کا کرم
آج ہو کر دیکھ تو دل سے غلامِ عائشہؓ

آ نہ جائے سُن کے زہراؓ کی طبیعت پر ملال
لیجیو مت بے ادب لہجے میں نامِ عائشہؓ

اُن کی عصمت کی ہیں آیاتِ برأت پہرہ دار
سورۃالنور تیغ بے نیامِ عائشہؓ
قبرِ اطہر پر نہ دیں کیوں حاضری جنّ و بشر
جب اُترتے ہیں مَلک بہرِ سلامِ عائشہؓ
وار کر سکتا نہیں مجھ پر کبھی طاغوتِ شرک
لوحِ دل پر ثبت ہے نقشِ دوامِ عائشہؓ
اپنا اندر صاف رکھنے کے لئے ہر مَیل سے
سانس کی تسبیح پر لیتا ہوں نامِ عائشہؓ
جب نکیرین آئیں گے کہہ دوں گا اُن سے قبر میں
مجھ سے کچھ مت پوچھیے مَیں ہوں غلامِ عائشہؓ

چھب وہی ہیبت وہی نُدرت وہی قُدرت وہی
پرتَوِ نُطقِ نبوت ہے کلامِ عائشہ
کوئی اوچھا وار مت کر عائشہ کی ذات پر
ورنہ قُدرت تجھ سے لے گی انتقامِ عائشہ
تو اگر ماں کا رہا گستاخ، توبہ کر ابھی
ہے کھلا تیرے لیے دارُالسّلامِ عائشہ
عائشہ کے اس شرف کو بھی ذرا ملحوظ رکھ
اپنے منہ سے مُصطفٰی لیتے تھے نامِ عائشہ
عائشہ کے ساتھ رُخصت ہو گیا اُن کا مقام
ہو سکا کوئی نہ پھر قائم مقامِ عائشہ

جن کے علم و فضل کے آگے سرِ اُمّت ہے خم

ہے وہ اِک شخصیّتِ ذی احترامِ عائشہ

یاد سے جن کی دلِ مضطر کو ملتا ہے قرار

ایک نامِ فاطمہ ہے ایک نامِ عائشہ

یہ تجھے معلوم تو پیتا ہے کس مشرب کی مے

اہلِ سُنّت کے تو ہاں چلتا ہے جامِ عائشہ

ذہن میں لا کر تصوّر عظمتِ بوبکر کا

ایک نعرہ اے علی مستو! بنامِ عائشہ

مجھ کو ہے خُلدِ سماعت ذکرِ خیر اُن کا نصیّر
سُرمہ میری آنکھ کا گردِ خرامِ عائشہؓ

بحضورِ
سیّدہ فاطمۃ الزّہرا سلام اللہ علیہا

ہے جب سے وردِ زباں تیرا نام یا زہرا — رُکا کبھی نہ مرا کوئی کام یا زہرا

ملائکہ تری عظمت کے گیت گاتے ہیں — ہے انبیا میں ترا احترام یا زہرا

ازل سے لکھ دیا خالق نے دستِ قدرت سے — جبینِ وقت پہ تیرا دوام یا زہرا

مقامِ مریم و حوا بھی ہے بجا، لیکن — ترا مقام ہے تیرا مقام یا زہرا

تری زبان ہے اُمّ الکتاب کی کُنجی — ترا کلام ہے اُمّ الکلام یا زہرا

تری جناب سے ولیوں کو بھیک ملتی ہے — ہیں اولیا ترے در کے غلام یا زھرا
ہر ایک سانس سے آتی تھی مصطفیٰ کی مہک — تری حیات پہ لاکھوں سلام یا زھرا
نہ آئے گا کوئی دنیا میں اب نبی ہو کر — چلے گا اب ترے بابا کا نام یا زھرا
حسَن حُسین کی صورت میں ہو گیا جاری — زمانے بھر میں ترا فیضِ عام یا زھرا
ملے مجھے بھی حُسین و حسَن کے صدقے میں — چلے جو حشر میں کوثر کا جام یا زھرا
غروب ہو کے بھی اک چاندنی سی چھوڑ گیا — حُسین ، وہ ترا ماہِ تمام یا زھرا
حضور آئیں لحد میں تو بہرِ استقبال — اُٹھوں میں لیتے ہوئے تیرا نام یا زھرا
زباں پہ ذکر ہے تیرا نبی کے ذکر کے ساتھ — درود اُن پہ ہو ، تجھ پر سلام یا زھرا
وہ تیری بنتِ غریبۃ الوطن دکھی زینب — وہ خوف راہزناں گام گام یا زھرا
وہ حیدری لب و لہجہ وہ خطبۂ عالی — وہ منظرِ سرِ دربارِ شام یا زھرا
ہے فرطِ شرم سے خم آج بھی سرِ انساں — جو کربلا میں ہوا قتلِ عام یا زھرا
حسَن سے لے کر ظہورِ امام مہدی تک — ہیں تیری آل یہ گیارہ امام یا زھرا
تری جناب تک آنا تو کام تھا میرا — سنبھال اب کہ یہ ہے تیرا کام یا زھرا
میں خود میں ٹوٹ چکا ہوں مجھے سہارا دے — میں گر چلا ہوں، مُجھے بڑھ کے تھام یا زھرا
ہو میرے ساتھ کرم کی نگاہ اِن پر بھی — ہیں میرے بھائی جلال و حسام یا زھرا

نصیؔر بہرِ تخاطب اگر غلط ہے ندا
تو کیوں پکارتے خیرالانام "یازھرا"

بحضورِ
سیّدہ فاطمۃُ الزّہرا سلام اللہِ علیہا

روئے احمد کی شباہت چہرۂ انور میں ہے
جوہرِ پیغمبری زہرا ! تیرے پیکر میں ہے

تُو ہوئی ہے مُصطفٰی کی گود میں پل کر جواں
لحہ لحہ تیرا چشمِ ساقیِ کوثر میں ہے

تیرا جوڑا خُلد سے لائے تھے جبریلِ امیں
رُخصتی تیری حیا و شرم کے زیور میں ہے

کربلا و طیبہ و مشہد ہو یا ارضِ نجف
تیرے پاکیزہ لہو کا رنگ ہر منظر میں ہے

پا سکا کوئی نہ انسانوں میں بعداز انبیاء
جو فضیلت علم کی زہرا ترے شوہر میں ہے

نوعِ انساں کو نہ حاصل ہو سکے گی تا ابد
اِک وہ تخصیصِ شرف جو آلِ پیغمبر میں ہے

مریم و حوّا کو بھی رشک آئے شاید دیکھ کر
جو نجابت اس نبی کی لاڈلی دُختر میں ہے

اُن کے در سے بھرنے آیا ہوں میں کشکولِ مراد
دھوم جن کے لطف و احساں کی زمانے بھر میں ہے

ہاتھ خالی آج بھی جو در سے لوٹاتے نہیں
اِک عجب دریا دلی طبعِ گدا پرور میں ہے

یہ وہ گھر ہے جس کا اِک اِک فرد ہے طبعًا غنی
فقر ہے گھٹی میں داخل خسروی ٹھوکر میں ہے

مَیں رہوں گا پَر فشاں سوئے ضریحِ فاطمہ
طاقتِ پرواز جب تک میرے بال و پر میں ہے

صورت و سیرت میں ہیں یک رنگ زہرا و رسول
شان جو مظہر نے پائی ہے ، وہی مظہر میں ہے

شکر کی جا ہے کہ اپنے دونوں گھر آباد ہیں
دل میں ہے اُن کی تمنّا ، اُن کا سودا سر میں ہے

آج کی عورت ہو پردے سے مبرّا کس لیے
فاطمہ زہرا سی ہستی بھی اگر چادر میں ہے

آلِ زہرا سے کہا شبّیر نے ، رکھیے گا یاد
صبر کا جو درس شاملِ اُسوۂ مادر میں ہے

آج شاید کربلا میں لُٹ گیا زہرا کا گھر
قریہ قریہ ماتمی ، بزمِ عزا گھر گھر میں ہے

کربلا میں ہو چکے چھوٹے بڑے کیا سب شہید
کیوں یہ ہلچل سی بپا مہر و مہ و اختر میں ہے

سیّدہ زہرا ! خدا سے مانگ اس کی عافیت
تیرے بابا کی یہ اُمّت حالتِ ابتر میں ہے

ہر طرف خودکش دھماکے ، چار سو لاشوں کے ڈھیر
آج کا انسان از خود ساختہ محشر میں ہے

اے خوشا قسمت ، مرا سیّارۂ نسبت نصیؔر
محوِ گردش پنجتن کے سرمدی محور میں ہے

بحضورِ
سیّدہ فاطمۃ الزّھرا سلام اللہ علیھا

پڑا ہُوں در پہ ترے مثلِ کاہ یا زھراؑ
ملے فقیر کو خیراتِ جاہ یا زھراؑ

تیرا وجود ہے لاریب مرجعِ سادات
ہے تیری ذات سیادت پناہ یا زھراؑ

ہیں مرتضٰی! ترے شوہر تو مصطفٰی بابا
زہے یہ اوج و شرفِ عزّوجاہ یا زھرا

ملے جو اِس کی اجازت مجھے شریعت سے
تو تیرا در ہو مری سجدہ گاہ یا زھراؑ

خدا کو میں نے سدا لاشریک جانا ہے
خدا کے سامنے رہنا گواہ یا زھرا

ہیں جن کے نور سے اُمّت کے روز وشب روشن
حسنؑ حسینؑ ترے مہر و ماہ یا زھراؑ

ترے حسینؑ کا کردار دیکھ کر اب تک
پکارتے ہیں ملک واہ واہ یا زھراؑ

دُرود تجھ پہ ہو مصداقِ بضعۃٌ منّی
سلام تجھ پہ ہو گیتی پناہ یا زھرا

ہیں تیری آل سے پیرانِ پیر محی الدین
جو اولیا کے ہوئے سربراہ یا زھرا

بھروں تو کیسے بھروں دم تری غلامی کا
بہت بڑی ہے تری بارگاہ یا زھراؑ

کہاں تُو ایک نجیبہ، عفیفہ، پاک نظر
کہاں مَیں ایک اَسیرِ گناہ یا زھراؑ

تُو بادشاہِ دو عالم کی ایک شہزادی
میں اک غریب تری گردِ راہ یا زھراؑ

اُجڑ چکا ہوں غمِ زندگی کے ہاتھوں سے
کھڑا ہوں در پہ بحالِ تباہ یا زھراؑ

ہُوں معصیت کی سیاہی ملے ہوئے مُنہ پر
کسے دکھاؤں یہ رُوئے سیاہ یا زھراؑ

مَیں گو بُرا ہوں، مگر تیرا وہ گھرانہ ہے
کیا بُروں سے بھی جس نے نباہ یا زھراؑ

بھری ہیں در سے ہزاروں نے جھولیاں اپنی
مِری طرف بھی کرم کی نگاہ یا زھراؑ

نہ پھیر آج مجھے اپنے در سے تُو خالی
کہ تیرے بابا ہیں شاہوں کے شاہ یا زھراؑ

جِیوں تو لے کے جیوں تیری دولتِ نسبت
مَروں تو لے کے مَروں تیری چاہ یا زھراؑ

قدم بہ کُلبۂ ما گر نہی ز روئے کرم
کنیم دیدہ و دل فرشِ راہ یا زھراؑ

فتادہ ایم بہ اُمید یک نظر بہ درت
بحالِ غم نم زدگاں کن نگاہ یا زھراؑ

بروزِ حشر نہ پُرساں ہو جب کوئی اُس کا
ملے نصیرؔ کو تیری پناہ یا زھراؑ

بحضور سیّدنا علی ابنِ ابی طالب اسدُ اللہِ الغالب

در گزر کی خُو طبیعت میں، کرم جوہر میں ہے
ہُو بہو سیرت محمّد کی، ترے پیکر میں ہے

نے حصولِ تاج میں، نے جمعِ مال و زر میں ہے
زندگی کا جو سکوں مدّاحیٔ حیدر میں ہے

لفظ اُتر جاتے ہوں جیسے روح کی پاتال تک
وہ صداقت تیرے خطباتِ سرِ منبر میں ہے

تیرے ہاتھ آئی جو سیماھُم سے اے زوجِ بتول!
کب وہ تابانی جبینِ خسروِ خاور میں ہے

خوانِ شاہی کے مَطاعم میں کہاں وہ اِلتذاذ
جو مزا نانِ جویں کا حیدری لنگر میں ہے

مُرتضٰی مولودِ کعبہ، والدِ سبطین بھی
اس سے بھی بڑھ کر سعادت یہ کہ زھرا گھر میں ہے

بخش دی انگشتری سائل کو دورانِ نماز
کیا عجب خوئے کرم دستِ سخا گستر میں ہے

بطنِ مادر رؤیتِ احمد، وہ تعظیمًا قیام
ایک بچہ جو ابھی تخلیق کے محضر میں ہے

تھوکنے پر سینۂ مُشرک سے اُترے دفعتًا
درس کیا لِلّٰھیت کا اُسوۂ حیدر میں ہے

کیا غضب کی مار تھی ضربِ یدُاللّٰھی کی مار
آج بھی لرزا سا روح مرحب و عنتر میں ہے

وقت کا رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کوئی
مثلِ یک قطرہ علیؓ کے بحرِ پہناور میں ہے

دیکھ کر رعبِ تخاطب، بول اُٹھا دربارِ شام
بنتِ حیدر ہو نہ ہو، پیغمبری تیور میں ہے

میں کہ جان و دل سے ہوں اولادِ زھرا پر نثار
اُس کا بھی شیدا ہوں جو ذرّیتِ قنبر میں ہے

جان سکتے ہیں اُسے اہلِ حُضوری ہی فقط
جو کشادِ کار، دستِ فاتحِ خیبر میں ہے

کل سرِ محفل کوئی بن جائے بخشش کی سبیل
ہم گنہگاروں کی پیشی حضرتِ داوَر میں ہے

جب اذانِ صبح دی اکبر نے، ماں بولی سُنو!
کیا حلاوت، کیا اثر اس نغمۂ اکبر میں ہے

نزع کا عالم ہو، کُنجِ قبر ہو یا پُل صراط
اُس کو کیا غم جو پناہِ ساقیِ کوثر میں ہے

دولتِ دنیا امیرِ شام رکھتا ہے تو کیا
علم و حکمت کا خزینہ قبضۂ حیدر میں ہے

دے کے بستر کر دیا تھا فیصلہ ہجرت کی شب
عقل کا اندھا ابھی ترتیبؔ[1] کے چکر میں ہے

کج کلاہوں کو بھلا خاطر میں کیا لائے نصیؔر
بے نیازی اُن سے بڑھ کر اِس ترے چاکر میں ہے

[1] خلافتِ راشدہ کا دور حضرت صدّیقِ اکبرؓ سے لیکر حضرت امام حسن مجتبیٰؓ تک ہے۔ جس کا انکار نہیں البتہ مصرع ھذا میں اُس روحانی خلافت کی طرف اشارہ مقصود ہے، جس میں امام الاولیاء حضرت علیؓ حضور علیہ السلام کے خلیفہ بلافصل ہیں اور اُس خلافت کا ظاہری ترتیبِ خلفاء سے براہِ راست تعلق نہیں۔ تفصیل کے لئے کُتبِ تصوف ملاحظہ ہوں۔ نصیؔر

بحضور شہیدِ کربلا
حضرت اِمام حُسینؓ رضی اللہ تعالٰی عنہ

شبیر نے دُشمن سے صدقہ تو نہ مانگا تھا
دو گھونٹ ہی مانگے تھے دریا تو نہ مانگا تھا

ننھے علی اصغر کو دو بُوند کی حاجت تھی
معصوم نے تیروں کا تحفہ تو نہ مانگا تھا

پانی ہی تو مانگا تھا، ہر پیاسے کا جو حق ہے
عباس نے کچھ حقِ زہرا تو نہ مانگا تھا

ٹکرائے تھے فاسِق سے اسلام بچانے کو
مولا نے حکومت میں حصہ تو نہ مانگا تھا

جابر کی اِطاعت کو تسلیم نہیں کرتے
اِک بات اُٹھائی تھی قبضہ تو نہ مانگا تھا

کس جُرم پہ زنجیریں بیمار کو پہنائیں
سجّاد نے بابا کا بدلہ تو نہ مانگا تھا

جب نعشِ حسین اُٹھی طیبہ سے نداء آئی
تبلیغ کا یہ تم سے ثمرہ تو نہ مانگا تھا

حقدار پہ غاصِب نے بے وجہ ستم توڑے
بیعت ہی نہیں کی تھی کُوفہ تو نہ مانگا تھا

تھا رُتبہ اُنہیں حاصل پہلے ہی اِمامت کا
آلِ اُبوطالب نے عہدہ تو نہ مانگا تھا

یہ صبر ہی کام آیا کربل میں نواسے کے
اللہ سے نانا نے بے جا تو نہ مانگا تھا

افسوس کہ چھڑوایا قسمت نے مدینہ بھی
زہرا کے دُلاروں نے صحرا تو نہ مانگا تھا

کھینچی گئی کیوں چادر پھر سَر سے نصیؔر آخر
زینب نے سکینہ کا جُھمکا تو نہ مانگا تھا

مصائبِ اہلِ بیت

تنہا حسین رن میں چار سو دشمن کے ریلے
ایسے میں کون ہو جو اصغرؓ کو گودی میں لے لے
گرتے کیوں کر دیکھوں مَیں خاک پر یوں لختِ دل کو
فِضّہ سے بولیں یہ زہراؑ تُو پہلے جھاڑو دے لے
ممتا کے لب پر تھی جاری شبِ عاشور یہ لوری
آ جا او چاند! تیرے ساتھ میرا اصغرؓ کھیلے
پھوپھی امّاں نے یہ کہہ کر کیا اکبرؓ کو رخصت
تیرے صدقے اب رن میں جا ترے بابا ہیں اکیلے
خیمے جلوائے گئے رسّیوں سے باندھا گیا
بھیّا! زینبؓ نے تیرے بعد کیا کیا صدمے جھیلے
بولے عبّاسؓ تُو کچھ پہلے مجھ کو دیکھ رہا تھا
بیٹے اکبرؓ کیوں تیرے پھر گئے آنکھوں کے ڈھیلے
تپتے صحرا میں قرباں ہو گئے ابنِ زہراؓ پر
ماؤں کے لاڈلے، کڑیل جواں، بانکے، البیلے
جینے کی خوشیاں مت کر موت کو آنا ہے آخر
باقی ہے ذات رب کی، فانی ہیں دُنیا کے میلے
بن کے نصیؔر سائل فاطمہ زہراؑ کے در کا
جو کچھ بھی لینا ہو زہراؑ و آلِ زہراؑ سے لے

اجمیر کے والی!

عثمانؒ کے لعل! آپ کا دربار ہے عالی، اجمیر کے والی!
سائل ترے دربار سے جاتا نہیں خالی، اجمیر کے والی!

تُو ابنِ علیؓ، فاطمہ زہراؓ کا دُلارا، سبطین کا پیارا
ولیوں میں ملی ہے تجھے کیا شان نرالی، اجمیر کے والی!

تُو سیّدِ سادات ہے، اے ہند کے راجہ، اجمیر کے خواجہ
خُوش بخت ہے وہ جس پہ نظر تُو نے ہے ڈالی، اجمیر کے والی!

دیدے مُجھے کچھ والیِ بغداد کا صدقہ، اَجداد کا صدقہ
بھر دے کہ مرا دامنِ اُمّید ہے خالی، اجمیر کے والی!

جیسا بھی ہُوں، تیرا ہُوں، بُرا ہُوں کہ بھلا ہُوں، ٹکڑوں پہ پلا ہوں
کیوں جائے کسی دَر پہ ترے دَر کا سوالی، اجمیر کے والی!

دَرشن کو ترستی ہُوں مرے بھاگ جگاؤ، اجمیر بُلاؤ
چُوموں مَیں ترے روضۂ پُرنور کی جالی، اجمیر کے والی!

دُھن ہے کہ نصیرؔ آپ کے دربار میں پہُنچے، سرکار میں پہُنچے
لے کر دَرِ اقدس پہ وہ اِخلاص کی ڈالی، اجمیر کے والی

بحضورِ حضرت سیّد محمد الحسینی

ملقّب بہ خواجہ گیسودراز، بندہ نواز قدس سرہٗ گلبرگہ شریف (انڈیا)

22 مئی 2008 کو گلبرگہ شریف (انڈیا) حاضری کے لئے دورانِ سفر کہے گئے اشعار

بلند مرتبت و پاک باز، بندہ نواز
دکن میں نائب شاہِ حجاز، بندہ نواز

جہاں میں عشقِ الٰہی کے داعیِ برحق
امینِ دولتِ سوز و گداز، بندہ نواز

قیامِ لیل و رُکوع و سُجود کے محرم
عبادتوں کے شناسائے راز، بندہ نواز

جو ہیں وہ گلشنِ اسلام میں بہار قدم
تو باغِ فقر میں ہیں سروِ ناز، بندہ نواز

شریعت اور طریقت میں، علم و حکمت میں
حسن حسین، علی کے مجاز، بندہ نواز

ہر اک زمیں پہ برستا ہے ابرِ فیض اُن کا
نوازتے ہیں بلا امتیاز، بندہ نواز

نیاز تھا اُنہیں اِس درجہ اپنے خالق سے
کہ ماسوا سے رہے بے نیاز، بندہ نواز

یہ بات لطفِ خصوصی پہ اُن کے ہے موقوف
جسے بھی چاہیں کریں سرفراز، بندہ نواز

کہاں کہاں نہ تری دستگیریاں پہنچیں
ترے کرم پہ ہے بندے کو ناز، بندہ نواز

تری حیات خُشوع و خُضوع کا مظہر
ترا وجود سراپا نماز، بندہ نواز

زہے عُروج کہ اقطاب و اولیا میں تجھے
دیا خدا نے عجب امتیاز، بندہ نواز

ہے تیری ذات وہ آئینۂ جلی، جس میں
جھلک رہا ہے خود آئینہ ساز، بندہ نواز

صفات ہیں تری محمود اے خدا کے ولی
شہانِ وقت ہیں تیرے ایاز، بندہ نواز

بہت بڑا ہے ترا نام اور کام بڑے
بہت بڑی تری درگاہِ ناز، بندہ نواز

تُجھے ہو کس لئے خلقِ خدا کی محتاجی
کہ خود خدا ہے ترا چارہ ساز، بندہ نواز

دراز عمر نہ کیوں ہوں نصیرؔ شعر مرے
کہ میرے پیر ہیں گیسو دراز، بندہ نواز

بحضور

نائب حضرت شاہ سُلیمان تونسوی شمسِ جہاں حضرت خواجہ شمسُ الدّین سیالوی

السّلام اے مُرشدِ روشن دلاں — السّلام اے مقتدائے کاملاں
السّلام اے قاسمِ فیضِ علی — السّلام اے نائبِ ہندُالولی
السّلام اے نیّرِ بُرجِ کمال — خواجہ شمسُ العارفین پیرِ سیال
مظہرِ شانِ سلیماں تیری ذات — تجھ سے ہے آباد اپنی کائنات
تیرا ہر شیدا بلند اقبال ہے — تیرے قُرباں، تو بڑا لَجپال ہے
کچھ علاجِ خاطرِ ناشاد ہو — تو سلامت، تیرا در آباد ہو
اے امامِ زُمرۂ روحانیاں — تا ابد قائم تیری سُلطانیاں
کون ہے جس پر نہیں احساں ترے — چشتیوں کے چاند! میں قرباں ترے
اے درِ شاہِ سلیماں کے فقیر — کائناتِ حسن کے مہرِ منیر
چھوڑ کر جاؤں کہاں تیری گلی — ہو کرم اے مُرشدِ مہرِ علی
بہرہ ور تجھ سے گرامی ہستیاں — تُو نے کیا بخشیں نظامی ہستیاں
تیرے دم سے شاد ہر ناشاد ہے — چشتیوں کا میکدہ آباد ہے
ساغرومینا کی، پیمانے کی خیر — تیرے میخواروں کی، میخانے کی خیر
عُمر بھر کھیلیں خوشی سے ہولیاں — آج بھر دے یوں ہماری جھولیاں

شمسِ دوراں! از پئے خواجہ قمر
اِس نصیرؔ زار پر بھی اک نظر

درمدحِ

حضرت مولٰنا احمد رضا خان فاضل بریلوی

فخرِ ملّت، لائقِ صد احترام احمد رضا — محتشم، بالغ نظر، عالی مقام احمد رضا
کر گئے اربابِ دِل کو شاد کام احمد رضا — دے گئے عشقِ نبیؐ کا اِک نظام احمد رضا
مردِ میداں، فردِ دوراں، فضلِ حق، فیضِ رسول — رُکنِ دیں، کوہِ یقیں، عنبر مشام احمد رضا
منبعِ فیضانِ سُنّت، شارحِ اُمّ الکتاب — نازشِ اسلاف و آبائے عِظام احمد رضا

نجمِ بُرجِ عشقِ احمد، نیّرِ چرخِ ادب
آسمانِ علم کے ماہِ تمام احمد رضا

مجتہد، مفتی، مُدرّس، دیدہ ور، شاعر، ادیب
مُتّقی، عالم، فقیہِ نیک نام احمد رضا

نکتہ رس، ناقد، رُباعی گو، یمِ فنِ عُروض
پاک جوہر، خوش بیاں، شیریں کلام احمد رضا

عبقریٌ، حاذِقٌ، فی کلِّ عِلمٍ ماھِرٌ
نالَ نَیلاً کامِلاً عِندَالکِرام احمد رضا

زُرتُہٗ وَجھاً بِوَجہٍ صارَ قلبی فارِحاً
جاءَنی بِاللُّطفِ لیلاً فِی المنام احمد رضا

ضو فشاند در ہجومِ تیرگی مانندِ خور
می درخشد چوں سُہیل، اندر ظلام، احمد رضا

دل تپد در سینہ و جاں بِشگفد چوں برگِ گل
چوں ز نعتِ مُصطفیٰ رانَد کلام احمد رضا

شاہِ جیلاں را غلامِ خاص و شیدائے رُخش
بر درِ غوثُ الورٰی دارد قیام احمد رضا

گُرزِ علمش از سرِ کج گرداں آرد دِمار
دیوِ بدخو را فروبندد بہ دام احمد رضا

چوں مہِ تاباں غنی، از فکرِ غوغائے سگاں
بے خطر چوں یوسف از طعنِ لِئام، احمد رضا

در نگاہِ عارفاں نعمُ العقائد ذاتِ اُو
نزدِ اہلِ علم و فن، خیرالکلام، احمد رضا

ہے لقب الشاہ و اعلیٰ حضرت و بحر العلوم
ہے رضؔا اُن کا تخلّص، اور نام، احمد رضا

چاہتے تھے قدِ آدم قبر، اپنے واسطے
آمدِ آقا پہ کرنے کو قیام، احمد رضا

جان و دل سے حلقۂ اصحاب کے حلقہ بگوش
اہلِ بیتِ مُصطفیٰ کے بھی غلام، احمد رضا

حضرتِ حسّان بن ثابت کا لَوٹ آتا ہے دَور
دَور میں جب نعت کا لاتے ہیں جام، احمد رضا

دوستوں کے باب میں اِک پیکرِ لُطف و کرم
دُشمنوں کے حق میں تیغِ بے نیام احمد رضا

نام کی تاثیر سے مل جائے گا عشقِ رسول
دیکھ لو رکھ کر کسی بچّے کا نام، احمد رضا

اُن کی نظم و نثر، نیزے کی اَنی بہرِ عَدو
منہ میں گستاخوں کے دیتے ہیں لگام، احمد رضا

کتنی صدیاں چاہییں جس کام کی تکمیل کو
کر گئے تھوڑے سے عرصے میں وہ کام، احمد رضا

چھا گیا تیرا سلامِ جانِ رحمت، ہر طرف
تیری روحِ پاک پر لاکھوں سلام، احمد رضا

طے کیا آخر یہ اربابِ نظر نے اے نصیؔر
ترجمانِ اہلِ سُنّت ہیں، امام احمد رضا

مرثیہ بروفاتِ والدہ مرحومہ

فسانۂ دلِ برباد کیا سناؤں ماں
اُجڑ گئی مری دُنیا ' کہاں مَیں جاؤں ماں

ہزار تُو نے مری پرورش میں غم جھیلے
مَیں کون کون سے احساں ترے گناؤں ماں

تُو چل بسی ' مرے اندر کے دکھ سُنے گا کون
ترے سوا کسے دل چیر کر دکھاؤں ماں

مری طرح کسی بیٹے کا گھر نہ ہو برباد
مَیں لُٹ چکا ہوں ' نہ کیوں اشکِ غم بہاؤں ماں

ترا جنازہ اٹھانے کو جب دیا کاندھا
جو مجھ پہ ٹوٹی قیامت ' وہ کیا بتاؤں ماں

ہزار حیف کہ مَیں کیوں نہ مر گیا دمِ دفن
مَیں اور تجھ کو تہِ خاک چھوڑ جاؤں ماں

تُو کیا گئی کہ بھرا گھر اُجڑ گیا میرا
تُو لَوٹ آئے گی خود ' یا مَیں لینے آؤں ماں؟

تو آج بھی اگر آجائے اپنے آنگن میں
تو تیرے زیرِ قدم فرشِ دل بچھاؤں ماں

ترا وہ چُومنا ماتھا ، بوقتِ اِذنِ سفر
وہ میرا چُھو کے قدم پوچھنا کہ ''جاؤں ماں؟''

تری دعاؤں کا صدقہ ہے ، آج جو کچھ ہوں
تُو چاہتی تھی جہاں میں عُروج پاؤں ماں

تمہارے ساتھ گئیں مسکراہٹیں میری
تمہارے بعد مَیں شاید ہی مسکراؤں ماں

بساؤں گا دلِ ویراں کو تیری یادوں سے
محال ہے کہ تجھے اب مَیں بھول پاؤں ماں

کہاں تلاش کروں ہائے اب متاعِ سکوں
کہاں گئی مری ''جنت' کہاں سے لاؤں ''ماں''

جُدا تُو مجھ سے ہوئی حالتِ علالت میں
خدا سے پوچھ ذرا ' تجھ کو دیکھ آؤں ماں

یتیم ہوگیا تیرا حُسام اور جلال
مَیں بد نصیب بھی شامل ہوں ' کیا بتاؤں ماں

پھر آج پیار سے بیٹا نصیؔر کہہ کے پکار
لپٹ کے روؤں ' گلے سے تجھے لگاؤں ماں

وِچھڑی ماں دِی یاد وِچ

سَڑ گئے بُوٹے خوشیاں والے جھلیاں ہجر ہواواں
اَدّھی راتیں اُٹھ اُٹھ بہواں رَو رَو حال وَنجاواں
کِس دے اَگّے دُکھڑے پھولاں، کِس نُوں درد سُناواں
مَنسی کون مرے لئی مَنّتاں کرسی کون دُعاواں
کون مرا ہُن مَتّھا چُم کے کہسی رڈّ بلاواں
کون کھُلیسی اُٹھ کے بُوہا کون تکیسی راہواں
اُجڑ اُجاڑ حویلی دِسّے، سُنجیاں دِسّن تھانواں
جے تُوں اَج وی گھر مُڑ آویں دِل دِی سیج وِچھاواں
سَت بسم اللہ آکھ کے تینوں قدمیں سیس نِوانواں
مانواں مَرن نصؔیر نہ شالا مانواں ٹھنڈیاں چھانواں

رنگِ نظام

رُباعیات

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

صفحہ نمبر		نمبر شمار
472	نظامی نسبت	
473	حضرت نصیر الدّین چراغ دہلویؒ	
473	حضرت بندہ نواز گیسودرازؒ	
474	حضرت نظام الدّین اورنگ آبادیؒ	
475	حضرت فخر الدّین جہان دہلویؒ	
475	حضرت نور محمد مہارویؒ	
476	حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ	
476	حضرت اللہ بخش تونسویؒ	
477	حضرت محمود تونسوی سلیمانیؒ	
477	حضرت شمس الدین سیالویؒ	
478	فیضانِ پیر مہر علیؒ	
478	حضرت بابو جیؒ	
479	فیضِ نگاہِ شیخِ کامل	
479	دُعا برائے دروازۂ مرشدِ کامل	
480	اکابر اولیاء کے عقائد	
480	آخر کیوں؟	
481	التماسِ عبد	
481	نقیبِ روایات	
482	نیابتِ انبیاء	
482	قُبولیّت کا جُداگانہ معیار	
483	ارشادِ نبوی علی صاحبہا السلام	
483	کاوشِ بے جا	
484	مدارِ اعمال	

صفحہ نمبر		نمبر شمار
542	غرورِ دولت	
542	بدگوہری	
543	یقین نہیں آتا تو آئینہ دیکھ لو	
543	وحشی اور سلاسل	
544	دستار کا تقاضا	
544	پھر اس قدر تکبر کیوں؟	
545	اتنی بے بسی پر بھی اتنے دعوے	
545	طلبِ منصب دلیلِ نااہلیت......	
546	اُبتلائے عظیم	
546	مقامِ توجہ	
547	عارضۂ تضاد	
547	استفسارِ الٰہی	
548	فیصلۂ وقت	
548	اس کی تکلیف آخر تجھے کیوں؟	
549	تعریفِ ظلم	
549	دمڑی	
550	بے حیا باش ہر چہ خواہی کُن	
550	انسانی شر کا خوف صفتِ قبیح ہے	
551	خبطِ دانش	
551	حقیقتِ کبر	
552	تنگیٔ معیشت کا سبب	
552	شاباش	
553	خاموشی و تکلم میں دعوت......	

نمبر شمار		صفحہ نمبر

نمبر شمار		صفحہ نمبر

دُعائے شاعر

یا رب! مِرا ذوق خوش قرینہ ہو جائے
دریائے بلاغت کا سفینہ ہو جائے
وہ زورِ بیاں بخش کہ میرا ہر شعر
الفاظ و معانی کا مدینہ ہو جائے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عن عائشة ان النبیؐ کان یقول اللّٰهم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا و اذا اساؤا استغفروا (الحدیث)

ترجمہ: حضرتِ عائشہؓ سے مروی ہے کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے "اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جب وہ نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو استغفار کریں"

التجائے عبد بحضورِ معبود

گُزرے مِری عُمر، تُجھ سے ڈرتے ڈرتے
توفیق یہ مِل جائے کہ مرتے مرتے
جاری ہو مِری زباں پہ اللہ اللہ
دَم نکلے ترا ہی ذکر کرتے کرتے

❁

رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ (القرآن)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے (23:7)

عاصی کی صدا

عاصی ہے، بہ اعمالِ قلیل آیا ہے
مُجرم ہے، مگر بِلا وکیل آیا ہے
مایوس نہ پھیر، بخش دے جُرم اُس کے
در پر ترے اک عبدِ ذلیل آیا ہے

❁

وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ(القرآن)
ترجمہ: اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا(194:3)

التجا بحضورِ حق

وہ پیار، وہ چاہ کون دے گا مجھ کو
اِس بھیڑ میں راہ کون دے گا مجھ کو
مجھ پر تو نہ بند کر درِ فضل اپنا
مجرم ہوں، پناہ کون دے گا مجھ کو

❁

رَبِّ اَنْزِلْنِی مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ(القرآن)
ترجمہ: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔(29:23)

ندائے مسافر

ایسے میں حصولِ مدّعا مشکل ہے
منزل ہے بعید، راستا مشکل ہے
مشکل ہے یہ سب نہ چاہنے تک تیرے
تُو چاہے تو تیرے لئے کیا مشکل ہے

❁

اے شب کو سرِ فلک اُترنے والے
دامن کو نوازشوں سے بھرنے والے
کشکولِ مُراد آج بھردے سب کا
اے سب کی مرادیں پوری کرنے والے

ممکن ہے کہ بر آئیں ہماری حاجات
شاید ہوں یہی قبولیت کے لمحات
پھیلائے کھڑے ہیں تیرے بندے جھولی
حاجات بر آر یا مُجیبَ الدّعَوات

لُوں گا نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے لُوں گا
تجھ نافع و دافعِ ضرر سے لُوں گا
دے گا دے گا تُو آج دے گا مجھ کو
لُوں گا لُوں گا مَیں تیرے در سے لُوں گا

اک عبدِ فقیر' ذاتِ باری تیرا
بازارِ کرم میں انتظاری تیرا
کچھ بھیک عطا ہو کہ کھڑا ہے در پر
کشکول لیے کب سے بھکاری تیرا

وَلَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ(القرآن)
ترجمہ: اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب لوگ اُٹھائے جائیں گے(87:26)

صدائے فقیر

عالَم پہ سدا کا راج رکھنے والے
عزّت کا سَروں پہ تاج رکھنے والے
بے لاج ہوں، میری لاج ہے تیرے ہاتھ
رکھ لے مِری لاج، لاج رکھنے والے

❁

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ(القرآن)
ترجمہ: بےشک آپ کا رب کشادہ مغفرت والا ہے(32:53)

عطائے محض

حاجات کی ناؤ کھے رہا ہے پھر بھی
احسان سے کام لے رہا ہے پھر بھی
میں جُرم پہ جُرم کر رہا ہوں، لیکن
قربان ترے کہ دے رہا ہے پھر بھی

❁

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا (القرآن)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ (89:21)

التجا بحضورِ باری تعالیٰ

آیۂ قرآنیہ کے ایک جملہ کی وساطت سے۔ چار زبانوں میں

ستّار ہے تُو ، نہ کر مجھے بے پردا
مَیں ہاں ترے بُوہے دا قدیمی بَردا
تنہا اِستادہ ام بہ دشتِ غُربت
رَبِّ احْفَظْنِیْ وَلَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا

❁

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن سب لوگ اُٹھائے جائیں گے (87:26)

اے سب کے خالق و مالک

تُجھ پر تو عیاں ہے کم نگاہی میری
لے ڈوبے نہ کل یہ رُو سیاہی میری
رکھ احسنِ تقویم ہی کے زُمرے میں
مٹّی نہ خراب ہو الٰہی میری

❁

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعُوذُبک من الھَمِّ والحُزنِ و اعوذبک من العجز و الکسل و اعوذُبک من الجُبن والبخلِ واعوذُبک من غلبةِ الدَّینِ وقَھرِ الرّجال (الحدیث)

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ فکر سے اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ بزدلی اور کنجوسی سے اور تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے ظلم وستم سے۔

التجا بحضورِ ربّ تعالیٰ

عزّت ہے مری ترے حوالے مولیٰ
ذلّت کی حیات سے بچا لے مولیٰ
محتاج بنا کے دے نہ بستر کی سزا
چلتے پھرتے مجھے اُٹھا لے مولیٰ

❁

وَارزُقنَا وَاَنتَ خَیرُ الرّٰزِقِینَ (القرآن)

ترجمہ: اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (114:5)

اے سب کے رازق!

مشکل میں ترا ہی ساتھ کام آیا ہے
مجھ پر تیرے ہی فضل کا سایا ہے
اب وقت پڑا تو دے مجھے منہ مانگا
تیرا ہی دیا تو عُمر بھر کھایا ہے

❁

یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (القرآن)

ترجمہ: اُسی سے مانگتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں (29:55)

مُعطیِ حقیقی

ہر طرح کے مفلس و تونگر سے ملا
اِس ٹوہ میں ہر کہتر و مہتر سے ملا
معلوم ہوا کہ سب کا داتا تُو ہے
جو کچھ بھی جسے ملا، ترے در سے ملا

اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (القرآن)

ترجمہ: یقیناً میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں (26:29)

نتیجۂ کرم

جس لمحہ، جدھر بھی، جس ٹھکانے پہ رہا
ہر دم ترے ساتھ لَو لگانے پہ رہا
حالات نے کچھ دُور بھی رکھّا، لیکن
ذہناً تیرے ہی آستانے پہ رہا

اَنْتَ وَلِيِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰ خِرَۃِ
ترجمہ: تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں (101:12)

احسانِ معیّت

مایوس ہُوا تو دل بڑھایا تُو نے
ہر طرح کے خوف سے بچایا تُو نے
جب چھوڑ گئے اپنے پرائے مجھ کو
قربان ترے ، ساتھ نبھایا تُو نے

۞

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (القرآن)
ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو (4:57)

امرِ واقعہ

جب گھیر لیا تھا چیرہ دستوں نے مجھے
جب راہِ فرار دی نہ رستوں نے مجھے
محسوس کیا تیری معیّت کا سکُوں
جب چھوڑ دیا تھا خود پرستوں نے مجھے

۞

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰ یَۃً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ(القرآن)
ترجمہ: بے شک اس میں اس شخص کے لئے نشانی ہے۔ جو عذابِ آخرت سے ڈرا۔(103:11)

اندیشۂ عقبیٰ

دل کو کسی منزل ' نہ کسی راہ کا غم
اندیشہ گدا کا ' نہ کسی شاہ کا غم
کس مُنھ سے تری جناب میں پہنچوں گا
کھاتا ہے بس ایک تیری درگاہ کا غم

❁

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْ نَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ(القرآن)
ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں۔(165:2)

خوشامدی خطیب

منبر پہ یہ نام دے رہا ہے تیرا
جیسے کہ پیام دے رہا ہے تیرا
اب واعظِ شہر کو اُٹھا لے مولیٰ!
بندوں کو مقام دے رہا ہے تیرا

❁

اعترافِ حقیقت

خوشنودی ' نہ غم پہ جی رہا ہوں اب تک
بیشی پہ ' نہ کم پہ جی رہا ہوں اب تک
اے میرے کریم ! تیری عزّت کی قسم
مَیں تیرے کرم پہ جی رہا ہوں اب تک

التجائے عبد

مُضمر ہے اِسی میں سر بلندی میری
برحق ہے یہ خُوئے نیک پسندی میری
تُو نے ہی مجھے ناز کے تیور بخشے
تُجھ ہی سے رہے نیاز مندی میری

آرزوئے فنا

ہستی کی ہوس نہ آرزُو رہ جائے
دل میں نہ مُغائرت کی بُو رہ جائے
جس طرح سمندر میں فنا ہو قطرہ
اِس طرح مِٹوں تجھ پہ ' کہ بس تُو رہ جائے

بے ضمیر سائل کا اعتراف

لینے کے لئے جہاں گیا ' کچھ نہ ملا
دیکھا ' بھالا ' چلا ' پھرا ' کچھ نہ ملا
پھر بھی ایسے بے ضمیر سائل کو
اک آہ پہ تیرے در سے کیا کچھ نہ ملا

❋

عزمِ گدا

جب تک ترے در پہ تھا ' ٹھکانے سے رہا
چُھوٹا ترا در ، تو بھیک پانے سے رہا
ٹُھکرا کے اُٹھا دے ، کہ بٹھا لے در پر
مَیں اب کسی اور در پہ جانے سے رہا

❋

یا رَب

ہستی ہے ترے کرم سے یا رب! ہستی
معمُور تُجھی سے ہے بلندی ' پستی
تیرے ہی نُور سے ہے روشن روشن
نگری نگری ہر ایک بستی بستی

❋

وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا (القرآن)
ترجمہ: ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما (286:2)

بندۂ گناہ گار کی پُکار

حالت ہے تباہ یا علی اَدرِکنی
بے حد ہیں گُناہ یا علی اَدرِکنی
چل جائے مرے حق میں بھی کِلکِ رحمت
نامہ ہے سیاہ یا علی اَدرِکنی

یا علیؑ الاعلیٰ

آمین بحقِّ سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دُشمن ہے سماج یا علیؑ الاعلیٰ
مُشکل میں ہُوں آج یا علیؑ الاعلیٰ
زہرا و محمّد و علی کے صدقے
رکھ لے مری لاج یا علیؑ الاعلیٰ

اے میرے خالق و مالک

کیوں بابِ کرم اثر سے خالی جاؤں
کیوں آکے سخی کے گھر سے خالی جاؤں
جب تُو نہیں پھیرتا کسی کو خالی
پھر مَیں کیوں تیرے در سے خالی جاؤں

❁

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْ عُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (القرآن)
ترجمہ: بے شک اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں (194:7)

اصلی داتا سے مانگ

رزّاقِ جہاں ، ربِّ تعالیٰ وہ ہے
جوّاد و غنی ، برتر و بالا وہ ہے
کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے
اللہ سے مانگ ! دینے والا وہ ہے

❁

ھُوَ ۔ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ(القرآن)
ترجمہ: اللہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔(255:2)

ذاتِ قائم بالذّات

وہ مالکِ کُل ہے، کائنات اُس کی ہے
جو ختم نہ ہو کبھی، وہ بات اُس کی ہے
اَعراض وجود میں ہیں قائم بالغیر
قائم ہے جو بالذّات وہ ذات اُس کی ہے

❁

جَلَّ جلالُہٗ

وہ ربِّ جلیل و کبریا حیثیّت
چاہے جسے جو کرے عطا حیثیّت
جو کچھ ہے جو بھی وہ اُس کے فضل سے ہے
از خود ہے کسی کی ورنہ کیا حیثیّت

❁

اصلِ ایمان

طاقت ' نہ صفات پر بھروسہ رکھیے
ہرگز نہ حیات پر بھروسہ رکھیے
اللہ کی ذات ہے فقط عُقدہ کُشا
اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیے

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (القرآن)
ترجمہ: اور اُسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے۔(37:45)

تقاضائے عبدیّت

تُو عبد ہے ' اعلانِ خدائی مت کر
اپنے کو شریکِ کبریائی مت کر
فرعون کی طرح ٹوٹ جائے گی کمر
اللہ سے زور آزمائی مت کر

الٰہی یا الٰہی

بندہ ہوں ترا ، مجھ پہ یہ احساں کر دے
ہر دیکھنے والی آنکھ ، حیراں کر دے
لاچار و ضعیف و خستہ دل ہُوں مالک!
مشکل میں ہُوں ، مشکل مری آساں کر دے

❁

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ(القرآن)
ترجمہ: اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے(27:14)

اُس کا چاہا ہوا بُرا نہ ہوا

کیوں تُخمِ اُمیدِ خام یُوں بوتا ہے
حالات کی تلخیوں پہ کیوں روتا ہے
تُو چاہ نہ چاہ ، اِس سے ہوتا نہیں کچھ
اللہ جو چاہتا ہے ، وہ ہوتا ہے

❁

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْم(القرآن)

ترجمہ: اور یقیناً وہ ضرور بڑی بخشش والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔(165:6)

کریمِ مُطلق

باطن نگر و عُذر پذیر آقا ہے
ربّ دو جہاں بھی کیا نصیرؔ' آقا ہے
ہم زُود گریز و دیر آمادہ غلام
وہ زُود نواز و دیر گیر آقا ہے

❁

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِکَ لَهَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ(القرآن)

ترجمہ: اللہ لوگوں کے لئے رحمت سے جو کچھ کھولے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس چیز کو روک لے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں(2:35)

قرآنی فیصلہ

جو قائلِ دخلِ غیر ہے' بَکتا ہے
مُشرک ہے' جو غیر کی طرف تکتا ہے
دینا چاہے تو کون اُسے روک سکے
دینا روکے تو کون دے سکتا ہے

❁

فَا جْعَلْ اَفْئِدَ ةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ (القرآن)

ترجمہ: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں (37:14)

تمنّائے مدینہ

سرمایۂ عُمر اِسی کو مانا جانا
ایماں ، ترے کوچے ہی میں جانا ، جانا
کچھ پاس ہو یا نہ ہو بلا سے ، لیکن
چُھوٹے نہ تری گلی کا آنا جانا

❁

نوائے عاشق

ہر گام پہ خطروں سے گزر کر پہنچا
ذرّوں کی طرح بکھر بکھر کر پہنچا
اے پردہ نشیں ! نکل بھی آ پردے سے
چوکھٹ پہ تری مَیں آج مر کر پہنچا

❁

خاکِ مدینہ

دل میں نہ ہوائے دُنیوی راہ کرے
ناچیز کو باریابِ درگاہ کرے
لے دے کے یہی تو ہے سہارا اپنا
تجھ سے مِری نسبت رہے، اللہ کرے

❁

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ (القرآن)
ترجمہ: اے کملی اوڑھنے والے (1:73)

کملی والا

وہ جانِ جہاں، حبیبِ ربُّ الاعلیٰ
وَالشّمس بہ صُورت و بہ قامت بالا
فخرِ حَسَن و حُسین و زہرا و علی
مکّی مَدَنی رَسُول، کملی والا

❁

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا
ترجمہ: فرما دیجئے اے محبوب کہ اللہ کے فضل اور رحمت کے سبب چاہیے کہ خوشی منائیں (58:10)

اہمیّتِ میلادِ نبی

دنیا میں رَسُولِ اِنس و جاں آتے ہیں
پیغمبرِ آخرُ الزّماں آتے ہیں
میلاد مَناؤ اے مقدّر والو!
سُلطانِ رَسُولانِ جہاں آتے ہیں

❁

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (القرآن)
ترجمہ: اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت، اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کامیل کچیل) دور کردے اور تمھیں بالکل پاک صاف کردے (33:33)

شانِ ازواجِ مُطہّرات

مقصود دراصل تو ہے ازواج کی ذات
شامل اِسی حُکم میں ہیں اَبناء و بَنات
ہے آیۂ تطہیر کی تفسیر یہی
ازواجِ مُطہّرات ہیں محفوظات

❁

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِا لۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ(القرآن)

ترجمہ: پیغمبر (محمد مصطفیٰؐ) مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (6:33)

ازواجِ رسول مومنوں کی مائیں ہیں

جو منکرِ قُراں ہے، مسلمان نہیں
مومن تو وہ کیا ہو سکے، انسان نہیں
ازواجِ نبی کو ماں نہ جس نے مانا
اُس شخص کا کوئی دین ایمان نہیں

❁

انا مدینة العلم و علیؓ بابُھا(الحدیث)

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں

مقامِ علی

زَینُ الفُقَرا فقیرِ بے باک علی
دروازۂ علمِ شہِ لولاک علی
ہوتی ہے سمندر کی طرح موج بھی پاک
معصوم محمد ہیں تو ہیں پاک علی

❁

در مدحِ سیّدنا علیؓ المرتضیٰ

اِس کوچے میں کب کسے گُزر ملتا ہے
ہر گام پہ اک سیلِ خطر ملتا ہے
جب دانشِ دُنیوی کے بُجھتے ہیں چراغ
تب جا کے کہیں علی کا در ملتا ہے

آرزوئے خاکِ نجف

اُس محور و مرکزِ سَلَف سے اُٹّھوں
قنبر والی غُلام صَف سے اُٹّھوں
موت آئے کہیں ، دفن کہیں ہُوں ، لیکن
کہتی ہے مَوَدَّت کہ نجَف سے اُٹّھوں

اللّٰھمّ وَالِ من والاہ و عاد من عاداہ(الحدیث)
ترجمہ:اے اللہ تو اُس سے محبت کر جو اِس سے (علیؓ سے) محبت کرے اور اُس سے دشمنی کر جو علیؓ سے دشمنی رکھے

درجاتِ مہرِ علی

لکھ لیجیے لوحِ دل پہ با خطِّ جلی
یہ بات ' جو کہہ گئے زمانے کے ولی
مِل جاتی ہے انساں کو فلاحِ دارین
گر حُبِّ نبی کے ساتھ ہو مہرِ علی

❁

سلونی قبل ان تفقدونی
(قولِ سیّدنا علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)
ترجمہ: مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مَیں نہ رہوں

سَلُونِی

ایسا نہ ہو ' محروم کہیں ہو بیٹھو
میرے ہونے سے ہاتھ ہی دھو بیٹھو
جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو مجھ سے
اِس سے پہلے کہ مجھ کو تم کھو بیٹھو

❁

فاطمةؓ بضعة منّی (الحدیث)

ترجمہ: فاطمہؓ مجھ سے ایک ٹکڑا ہے

اُمّیدِ سفارش

زہرا کو عطا ہوئی جو شانِ اعلیٰ
سمجھے گا اُسے کوئی مقدّر والا
اُمّیدِ سفارش اُن سے رکھتا ہے نصیؔر
زہرا کا کہا نہ مصطفیٰ نے ٹالا

❁

حُسینؓ کا آفاقی اِقدام

پیراہنِ جبر، چاک کر کے چھوڑا
یوں قصّۂ ظلم، پاک کر کے چھوڑا
جب حق نے دِکھائے بُو تُرابی تیور
باطل کو سپُردِ خاک کر کے چھوڑا

❁

کارنامۂ حسینی

اشرار کا سدِّ باب کر کے چھوڑا
طاقت کا زُہرہ آب کر کے چھوڑا
بازوئے حُسین ! تیری جرأت کو سلام
ظالم کو بے نقاب کرکے چھوڑا

❁

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ

ترجمہ: اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارے جاتے ہیں۔ (111:9)

بحضورِ امامِ کربلا

حُجّت کو تمام کر گیا ہے شبّیر
آفاق میں نام کر گیا ہے شبّیر
تا حشر نہیں جواب جس کا ممکن
سَر دے کے وہ کام کر گیا ہے شبّیر

❁

سیّدہ زینب کے حضور

عاصی پہ یہ التفات مشکل تو نہیں
لینا سَنَدِ نجات مشکل تو نہیں
نانا سے کہیں میری شفاعت کے لئے
زینب کے لئے یہ بات مشکل تو نہیں

❁

خُطبۂ زینب

ہر کان میں رَس گھول رہے ہوں جیسے
جبریل زباں کھول رہے ہوں جیسے
دربارِ دمشق میں وہ زینب کا خطاب
منبر پہ علی بول رہے ہوں جیسے

❁

نسبتِ پنج تن

قائم ہو بدن سے جب کفن کی نسبت
چہرے سے عیاں ہو پنج تن کی نسبت
یا رب مری تقدیر میں لکھ دے تا حشر
زہرا و حُسین اور حسن کی نسبت

❁

آل و اصحاب

یارب مِرے دل کو شاد کامی دے دے
شوریدگیٔ رومی و جامی دے دے
رکھ آلِ نبی کے نام لیواؤں میں
اصحابِ رسول کی غلامی دے دے

❁

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا(القرآن)
ترجمہ: یہی لوگ سچے مسلمان ہیں(74:8)

چار یار

مینار ہیں یہ عظمتِ انسانی کے
حامل ہیں تجلّیاتِ قُرآنی کے
بُو بکر و عُمر ، حضرتِ عُثمان و علی
یہ چار عناصر ہیں مُسلمانی کے

❁

درستُ العلمَ حتّٰی صرتُ قطباً
ونلتُ السّعدَ من مولی الموالی
(فرمودۂ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

ترجمہ: میں نے علم پڑھا' یہاں تک کہ میں قطب ہوگیا اور میں نے سعادت کو اُس مولیٰ سے پایا' جو تمام موالی کا مولیٰ ہے۔

سرتاجِ اولیاء

درمدحِ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

اِتنا کوئی حق پذیر دیکھا نہ سنا
ایسا کوئی دستگیر دیکھا نہ سنا
اے ابنِ حسنؓ! نہیں کوئی تیری مثال
اِس شان کا ہم نے پیر دیکھا نہ سنا

قرآن کی صدا

پیشِ نظر اِس امر کو رکھتا کوئی
اسبابِ نزُول بھی سمجھتا کوئی
قرآن سمجھ کے پڑھ رہے ہیں سب لوگ
قرآن ، سمجھ کے کاش پڑھتا کوئی

اولیائے اُمّت

تھے نائبِ مُصطفٰیؐ ، برائے اُمّت
پائیں گے جزائے اِہتدائے اُمّت
تعظیم ہو اِن کی ایک حد میں رہ کر
ورنہ دَھر لیں گے اولیائے اُمّت

❁

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: ان کے لئے ان کے اعمال کے صلے میں اللہ کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کو دوست رکھنے والا ہے۔ (127:6)

مقامِ درِ اولیاء

کچھ لے کے اُٹھو اہلِ صفا کے در سے
یہ در ہیں قریب مصطفٰیؐ کے در سے
ایمان ، یقیں ، سکوں ، رسالت ، توحید
سب کچھ ملتا ہے اولیا کے در سے

❁

وإذَا رُءو واذکر اللّٰہ (الحدیث)

ترجمہ: اور جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ کی یاد آ جائے

مقامِ درسگاہِ اولیاء

ابرو کے اک انتباہ سے ملتی ہے
دُنیائے نظر کی راہ سے ملتی ہے
تدریس نہیں یہاں کی محتاجِ حُروف
تعلیم یہاں نگاہ سے ملتی ہے

حضرت بابا فرید

بابا ہیں ، فلک سَریر ہیں گنجِ شکر
چشتی پِیروں کے پیر ہیں گنجِ شکر
پھیرے ہوئے تھے جو ماسوی اللہ سے رُخ
اللہ کے وہ فقیر ہیں گنجِ شکر

نظامی نسبت

دیتی ہے دلوں کو شادکامی نسبت
ہے قابلِ فخر یہ گرامی نسبت
صد شُکر کہ محبوبِ الٰہی کے طفیل
حاصل ہے نصیرؔ کو نظامی نسبت

در مدحِ

حضرت خواجہ نصیرالدّین چراغ دہلوی

با چرخ رسیدست دماغِ دہلی
پُر شد ز شرابِ اُو ایاغِ دہلی
من بندۂ حضرتِ نصیرالدّینیم
افروختہ پیرِ من! چراغِ دہلی

در مدحِ

عُمدۃُ المشائخ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ الحسنی والحسینی گلبرگہ شریف

(بھارت)

از مَقدَمِ اُوست گلستاں، گُلبرگہ
خُلدے ست بزیرِ آسماں، گُلبرگہ
آہستہ خرامید بہ گیسوئے دراز
شُد خِطّۂ گُلبرگہ، ازاں گُلبرگہ

در مدحِ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدّین اورنگ آبادیؒ

ہے ہند میں کیا مقام اورنگ آباد
ٹھنڈک مرے دل کی ' نامِ اورنگ آباد
تا گولڑہ و جلال پُور از دھلی
کیا خوب چلا نظام اورنگ آباد

متوالے نہ جانیں آنِ اورنگ آباد
مت والوں سے پوچھ شانِ اورنگ آباد
محبوبِ الٰہی ہیں جو دلّی کا دل
ہیں خواجہ نظام ' جانِ اورنگ آباد

در مدحِ
فخر المشائخ حضرت مولٰنا
فخر الدّین فخرِ جہاں محب النّبی دہلویؒ

اچھّا نہیں خود کو بُغض میں کھولانا
ہم میں وہی اُولٰی قدم و اَولٰنا
مہتابِ زمان و آفتابِ دوراں
ہیں فخر الدّیں فخرِ جہاں، مولٰنا

❁

در مدحِ
قدوۃ المشائخ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ چشتی نظامی فخری

تُو مُفتخِر فخرِ نامدار آمدہ ای
سرخیلِ مشائخِ کبار آمدہ ای
اے گم شدہ در نورِ محمد ز ازل
از لُطف بہ خطّۂ مَہار آمدہ ای

❁

در مدحِ

زُبدۃُ المشائخ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ تونسوی چشتی نظامی

ایسا نہ سُنا صاحبِ توقیر، پٹھان
ولیوں کا سلیمان و ہمہ گیر پٹھان
تکنا ہو جسے قبلۂ عالم کا جمال
تونسہ میں وہ جا کے دیکھ لے، پیر پٹھان

❁

زینتُ المشائخ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ

آئینہ ضمیر خواجۂ اللہ بخش
تھے شیخِ کبیر خواجۂ اللہ بخش
وارث جو ہوئے شانِ سلیمانی کے
تونسہ میں ہیں پیر خواجۂ اللہ بخش

❁

آبروئے مشائخ حضرت خواجہ محمود تونسوی سلیمانیؒ

دیدم نہ کسے بسانِ خواجہ محمود
عالی ست لبے جہانِ خواجہ محمود
نازند بخویش صد ہزاراں چو ایاز
بر نسبتِ آستانِ خواجہ محمود

حضرت شمس الدّین سیالویؒ

چشتی ہیں ، بڑے فقیر ہیں پیر سیال
ہر رنگ میں بے نظیر ہیں پیر سیال
تھے مہرِ علی پیر بھی جن پر قرباں
پیروں میں ایسے پیر ہیں پیر سیال

فیضانِ پیر مہرؒ علی گولڑوی

مَحرومِ کُشادِ بابِ عالی نہ گیا
مایُوس کبھی کوئی سوالی نہ گیا
کیا مہرِ علی کا در ہے اللہ اللہ
اِس در پہ جو آگیا ، وہ خالی نہ گیا

هُم قومٌ لا یشقیٰ جَلیسُهُم (الحدیث)

ترجمہ: وہ ایک ایسی قوم ہے جن کے ساتھ بیٹھنے والا بد بخت نہیں

حضرت بابُو جیؒ

کیا بندۂ حق نگاہ تھے بابُو جی
توحید کی درس گاہ تھے بابُو جی
تھا شرک سے آپ کا عقیدہ محفوظ
اِس شان کے شَیخِ راہ تھے بابُو جی

سیّد غلام محی الدّین ۔ لقب بابُو جیؒ میرے پیرِ طریقت اور رشتے میں دادا (نصیؔر)

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (القرآن)
ترجمہ: اور ان کے رب نے ان کو پاکیزہ شراب پلا دی (21:76)

فیضِ نگاہِ شیخِ کامل

آتا نہیں کچھ بھی راس مستی کے سوا
ہو جاتا ہے دل اُداس مستی کے سوا
پِلوا کے بٹھا دیا کسی نے مجھ کو
اب کچھ نہیں میرے پاس مستی کے سوا

دعا برائے دروازۂ مُرشدِ کامل

یہ بِھیڑ یہ دُھوم تا قیامت رکھّے
تا دیر جہاں میں با کرامت رکھّے
مِلتی ہے یہاں شُگوں کی جنسِ نایاب
اللہ ترے در کو سلامت رکھّے

اکابر اولیاء کے عقائد

فریاد رس و عُقدہ کُشا کوئی نہیں
مشکل میں کسی کا آسرا کوئی نہیں
بے چارہ نواز و دستگیر و داتا
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

❁

وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (القرآن)
ترجمہ: اور ہمیں رزق دے، تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (114:5)

آخر کیوں

نقدِ عزّت گنواؤں تیرے ہوتے
در در پہ صدا لگاؤں تیرے ہوتے
جو کچھ مجھے لینا ہے تجھی سے لوں گا
کیوں غیر کے در پہ جاؤں تیرے ہوتے

❁

اَنْتَ وَلِیُّنَا فَا غْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ (الحدیث)

ترجمہ: تُو ہی ہمارا کارساز ہے تُو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تُو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ (155:7)

التماسِ عبد

اک عبدِ حقیر کا بھرم رکھ لینا
اِس اپنے فقیر کا بھرم رکھ لینا
جب دفترِ اعمال کُھلے یا ستّار!
اُس وقت نصیؔر کا بھرم رکھ لینا

❁

نقیبِ روایات

ماضی کا امینِ نکتہ دانی ہُوں مَیں
بیتی ہوئی صدیوں کی کہانی ہُوں مَیں
اے وقتِ رَواں! نہ یُوں گرا نظروں سے
گُزرے ہوئے دَور کی نشانی ہُوں مَیں

❁

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (القرآن)

ترجمہ:

اللہ نے وعدہ فرمایا اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں زمین میں ضرور ضرور خلافت دے گا جس طرح اُن لوگوں کو خلافت دی جو اُن سے پہلے تھے اور مضبوط کر دے گا ان کے لیے ان کا وہ دین جسے اللہ نے ان کے لیے پسند فرمایا۔ اور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو ضرور امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی نافرمان ہیں۔ (55:24)

نیابتِ انبیاء

جس عہد میں اولیا جہاں بھی آئے
دینی تبلیغ سے مراتب پائے
طرزِ خدمت میں تھے رسولی تیور
سجّادہ نشینِ انبیا کہلائے

❁

لا تنظر الٰی من قال و انظر الٰی ماقال (قولِ سیّدنا علیؓ المرتضٰیؓ)

ترجمہ: یہ نہ دیکھ کہ کس نے کہا' یہ دیکھ کہ کیا کہا

قُبولیت کا جُداگانہ معیار

القاب و کرامات و فضائل کو نہ دیکھ
مسئول کا دے جواب' سائل کو نہ دیکھ
کیا اُس نے کہا' نہ یہ کہ اُس نے یہ کہا
تُو قول پہ رکھ نگاہ' قائل کو نہ دیکھ

لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (الحديث)

ترجمہ: اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا السّلام

ایماں کو بندۂ زر و سیم نہ کر
ٹکرائے جو رب سے، اُس کی تعظیم نہ کر
سر زد ہو جس میں معصیت خالق کی
ایسا کوئی حکمِ خلق تسلیم نہ کر

انا خاتم النّبیّین لا نبی بعدی (الحديث)

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

کاوشِ بے جا

عالم ہے تو پھر جہول کیوں بنتا ہے
فاضل ہے تو پھر فضول کیوں بنتا ہے
اپنے پہ کوئی تازہ شریعت نہ اُتار
اُمّت ہے تو پھر رسول کیوں بنتا ہے

انّما الاعمال بالنّیّات (الحدیث)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے

مدارِ اعمال

نیّت ہے خدا کے ہاں عیارِ اعمال
ہوتا ہے اِسی سے اعتبارِ اعمال
لکّھی ہے یہ اوّلِ بُخاری میں حدیث
نیّت پر ہے فقط مدارِ اعمال

❁

اَللّٰہ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَال (الحدیث)

ترجمہ: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اَللّٰہُ جَمِیْلٌ

ہے دل میں اگر میرے حسینوں کا خیال
آخر تری طبع پر ہے کیوں اِس کا ملال
اچّھوں سے لگاؤ کا یہ ہے پس منظر
اُس ذاتِ جمیل کا نظر میں ہے جمال

❁

اَلَآاِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (62:10)

اب ڈر کاہے کا

پھر فکر کرے دلِ بشر کاہے کا
پھر ذہن پہ ہو بُرا اثر کاہے کا
رحمان کرم کرے تو اُلجھن کیسی
اللہ کا فضل ہو تو ڈر کاہے کا

❁

فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ (القرآن)
ترجمہ: اب تم سب مل کر اپنی تدبیر پکی کرلو اور اپنے معبودوں کو بھی ساتھ ملالو (71:10)

ہاں ہاں یہ میرا فیصلہ ہے

کیا بند درِ فضلِ خدا کر لو گے؟
مسدود کرم کا راستا کر لو گے؟
ہے سر پہ مرے، ہاتھ مرے مالک کا
دیکھوں تو ذرا تم مرا کیا کر لو گے

❁

ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ (القرآن)

ترجمہ: یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے (70:4)

فَضْلِ رَبّی

بادل کی طرح دُھوم مچا کر اُٹّھا
سکتے میں بڑے بڑوں کو لا کر اُٹّھا
یہ کس کی معیّت کا اثر ہے کہ نصؔیر
تُو بیٹھ گیا جہاں بھی ' چھا کر اُٹھا

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (القرآن)

ترجمہ: یقیناً اللہ کو چھوڑ کر تم جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو (اگر) وہ ایک مکھی بھی بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے۔ (73:22)

انسان کا پاگل پن

بے راہ روی ' راہ نُما کے ہوتے
دیوانہ وشی ' عقلِ رسا کے ہوتے
سُورج کی ضیا میں زحمتِ جشنِ چراغ
انسان کی بندگی ' خدا کے ہوتے؟

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ(القرآن)
ترجمہ: تو پاک ہے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے۔(83:32)

وجود و عدم میں انسان کی بے بسی

رونا بھی ترا نہیں ہے تیرے بس میں
سونا بھی ترا نہیں ہے تیرے بس میں
بے بس ہے وجود اور عدم میں یکساں
ہونا بھی ترا نہیں ہے تیرے بس میں

❁

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (القرآن) ترجمہ: تو کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن میں (82:4)

تدبّر فی القرآن کی تلقین

کچھ راہِ عمل بھی چل روایت ہی نہ کر
احسان بھی کچھ مان، شکایت ہی نہ کر
آیات کے کچھ نہ کچھ ہو معانی بھی سمجھ
قرآن کے لفظوں کی تلاوت ہی نہ کر

❁

قرآن کی صدا

پیشِ نظر اِس امر کو رکھتا کوئی
اسبابِ نُزُول بھی سمجھتا کوئی
قرآن سمجھ کے پڑھ رہے ہیں سب لوگ
قرآن، سمجھ کے کاش پڑھتا کوئی

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ (القرآن)
ترجمہ: تمہیں غافل کر دیا کثیر مال جمع کرنے کی حرص نے۔ (1:102)

گُرسنگئ ہوس

مِنّت سے لگے ہاتھ کہ باجَور ملے
ہر وقت ہر ایک شے بہ ہر طَور ملے
ہوتے ہوئے سب کچھ، یہ ہوس کا عالم
کچھ لوگ یہی کہتے ہیں کچھ اور ملے

❁

لکلّ فنٍّ رجال (مقولہ)
ترجمہ: ہر فن کے لئے دانائے فن ہوتا ہے

فوراً پتہ چل جائے گا

منزل کا نشاں راہنما سے پوچھو
فن کی باتیں فن آشنا سے پوچھو
قارون ہے کون شہر میں، حاتم کون
فطرت کے یہ چونچلے گدا سے پوچھو

❁

وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (القرآن)

ترجمہ: لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے آخر۔ (40:33)

یہ تجھے کیا ہُوا

ما فَوقِ عُقُول بن کے آ ٹپکا ہے
اُمّت میں فُضُول بن کے آ ٹپکا ہے
برساتی نبی کئی سُنے اور پڑھے
اب تُو بھی رَسُول بن کے آ ٹپکا ہے؟

❁

وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُوانۡتِقَامٍ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔ (4:3)

مُنتَقِمِ حقیقی

ہاتھوں میں وہ ایسے کام خود لیتا ہے
مظلوم گرے تو تھام خود لیتا ہے
اک مُنتَقِم کبیر ہے سر پہ ترے
ظالم سے جو انتقام خود لیتا ہے

❁

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُالرَّحِیْمُ (القرآن)

ترجمہ: آپ فرمادیجیے 'اے میرے وہ بندو! جو زیادتیاں کر چکے اپنی جانوں پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب کے گناہ معاف کردیتا ہے بے شک وہی بہت بخشنے والا ہے۔(53:39)

رحمت کا بُلاوا

دفتر ہے سیاہ یا دُھلا ہے آ جا
مالک ترا فضل پر تُلا ہے آ جا
مایوس نہ ہو کثرتِ عصیاں کے سبب
دروازۂ مغفرت کُھلا ہے آ جا

یَآ اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (القرآن)
ترجمہ: اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اپنے ربّ کریم سے۔(6:82)

انتباہِ ربّانی

غیروں سے یہ رسم و راہ ' میرے ہوتے؟
در پردہ بُتوں کی چاہ ' میرے ہوتے؟
کس شے نے تجھے مجھ سے کیا مُستغنی؟
اوروں کی طرف نگاہ ' میرے ہوتے؟

وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (القرآن)
ترجمہ: اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (3:65)

اعلانِ رحمتِ حق تعالیٰ

دروازہ فضل کھٹکھٹائے تو سہی
دل میں جو مقاصد ہیں بتائے تو سہی
مُنھ مانگی مُرادوں سے بھروں گا جھولی
لیکن مرے در پہ کوئی آئے تو سہی

❁

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (القرآن)
ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ (15:35)

اہلِ دنیا کی حقیقت

دیں گے بھی تو دُکھ ہی زندگی کو دیں گے
راحت نہ کسی بھی آدمی کو دیں گے
مانگ اُس سے جو داتا بھی ہے، دیتا بھی ہے
خود مانگنے والے کیا کسی کو دیں گے

❁

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (القرآن)
ترجمہ: اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔(38:47)

سب اُس کے محتاج ہیں

جگ میں کسی انساں کا سدا راج نہیں
شاہوں پہ نہ جا، یہ کل نہیں آج نہیں
ہر چیز میں یہ تیری طرح ہیں محتاج
محتاج اُسی کا بن، جو محتاج نہیں

❁

وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (القرآن)
ترجمہ: اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔(212:2)

سحابِ رحمت

اُلجھے ہوئے ذہن کو سکوں دیتا ہے
انسان کو سوچ سے فزوں دیتا ہے
دیکھا ہو گا کبھی برستا بادل
وہ دینے پہ آ جائے تو یوں دیتا ہے

❁

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا (40:12)

اقتدارِ اعلیٰ

قدرت ہے اُسی کو، اقتدار اُس کا ہے
اِجرائے قضا میں اعتبار اُس کا ہے
تُو کون ہے فیصلے سنانے والا
عزّت ذلّت پہ اختیار اُس کا ہے

❁

وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک (یہ حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہتر لوگ ہیں۔(47:38)

عزّتِ انبیاء کی علّت

ہے خاصۂ ذاتِ حق دوامِ عزّت
ہے دستِ مُعزّ میں زمامِ عزّت
سچ یہ ہے کہ اللہ سے نسبت کے طفیل
پایا ہے رسولوں نے مقامِ عزّت

❁

كَانَ النَّا سُ اُمَّةً وَّ احِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (القرآن)

ترجمہ: (پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) پس اللہ نے (انکی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے (213:2)

مقصدِ بعثتِ انبیاء

اصنام پرستی کو مٹانے کے لیے
انسان کو انسان بنانے کے لیے
آئے ہیں جہاں میں انبیا اور رسولؑ
توحید کا راستا دکھانے کے لیے

وَاَنْتُمُ الاَ عْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (القرآن)

ترجمہ: تم ہی غالب رہو گے اگر (کامل) مومن ہو (139:3)

وجہِ عزّت شریعت ہے

ذاتی ہے نصیؔر صرف رب کی عزّت
دولت کی نہ خون اور نسب کی عزّت
ہو پیر کہ مولوی ہو یا کوئی ہو
وابستہ شریعت سے ہے سب کی عزّت

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ(القرآن)

ترجمہ: اور عزّت تو صرف اللہ کی اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے (8:63)

عزّتِ منصوصہ

بالذّات ہے ربِّ عالمیں کی عزّت
بالتّبع رسول و مؤمنیں کی عزّت
قرآں میں بہ جُز ایک اِسی عزّت کے
مذکور نہیں اور کہیں کی عزّت

❁

اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعاً (القرآن)

ترجمہ: بے شک ساری عزّت اللہ کے لئے ہے۔ (65:10)

ذاتی اور عطائی عزّت

باطل ہے بتوں کی سو مناتی عزّت
انساں کو ملی بھی تو صفاتی عزّت
کونین میں اللہ تعالیٰ کے سوا
حاصل ہی نہیں کسی کو ذاتی عزّت

❁

فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً (القرآن)
ترجمہ: تو ضرور ہم اُسے زندہ رکھیں گے پاکیزہ زندگی کے ساتھ۔(97:16)

حیاتِ بعدِ ممات

دُنیائے تجلّیات ملتی ہے اُسے
کیا ذکرِ صفات ' ذات ملتی ہے اُسے
ممکن نہیں ہر کسی کو اِس کا مِلنا
جو اُن پہ مَرے ' حیات ملتی ہے اُسے

❁

وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (القرآن)
ترجمہ: سالیا اُس کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو۔(255:2)

یہ حقیقت ہے

فانی ہے یہ اربابِ طرب کی کرسی
دائم قائم ہے صرف رب کی کرسی
جسٹس ہو گورنر کہ وزیرِ اعظم
دِیمک کی لپیٹ میں ہے سب کی کرسی

❁

وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (القرآن)
ترجمہ: اور ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے۔(18:59)

لمحۂ فکریہ

اِس دورِ نشاط کا بدل کیا ہو گا
گر وقت نے دھر لیا تو حل کیا ہو گا
مت دیکھ کہ آج کیا نہیں تیرے پاس
یہ سوچ کہ تیرے پاس کل کیا ہو گا

وقد قال یحییٰ یٰعیسیٰ علیهما السلام ایّ شیءٍ اشدُّ؟ قال غضب اللّٰہ قال فما یقرب من غضب اللّٰہ؟قال ان تغضب قال فما یبدی الغضب وما ینبتهٗ؟قال عیسی الکبر و الفخر والتّعزّز والحمیّة

ترجمہ:
حضرت یحیٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ سخت ترین چیز کونسی ہے۔آپ نے فرمایا اللہ کا غضب حضرت یحیٰؑ نے کہا کہ غضب کے لگ بھگ کونسی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو غصے کا اظہار کرے پھر پوچھا کہ غصہ کس بات سے پیدا ہوتا اور نشوونما پاتا ہے؟ فرمایا تکبر، فخر، عزت طلبی اور حمیت ہے۔(ملاحظہ ہو احیاء العلوم از غزالیؒ، جلد ثانی، جزء ثالث، ص149، مطبوعہ مصر)

انجامِ غضب

سب ہوش و حواس اُن کے کھو جاتے ہیں
اوروں کو بھی ساتھ اپنے ڈبو جاتے ہیں
ہوتی نہیں جن کے پاس مضبوط دلیل
غُصّے میں وہ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا (القرآن)

ترجمہ: پھر اسے سمجھا دی اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری۔ (8:91)

ثمراتِ اِلقا

پیغام رسائی سے پتہ چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتہ چلتا ہے
طاقت ہے مرے ذہن کے پیچھے کوئی
اِلقائے معانی سے پتہ چلتا ہے

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (القرآن)

ترجمہ: اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (3:65)

اپنے مشورے پاس رکھ

گھر بیٹھے ہوئے دے کہ سرِ راہے دے
مرضی اُس کی گاہ نہ دے' گاہے دے
تُو کیا' ترے مشوروں کی حیثیّت کیا
سب کچھ اُس کا ہے جس کو جو چاہے دے

عن انسؓ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یرفع یدیہ فی الدّعاء حتیٰ یُرٰی بیاض ابطیہ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ دونوں ہاتھ دُعا میں اتنے بلند فرماتے تھے کہ آپ کے بغلوں میں سفیدی دیکھی جا سکتی تھی۔ (مشکوٰۃ شریف)

فلسفۂ دعا

سُنّت ہے، مِلا کے ہاتھ مانگا کیجے
کشکول بنا کے ہاتھ مانگا کیجے
ہے راز دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا یہی
دُنیا سے اُٹھا کے ہاتھ مانگا کیجے

الصّلوٰۃ عماد الدّین (الحدیث)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

اہمیّتِ نماز

کچھ بھی نہیں تُرکی و حجازی ہونا
علّامہ و شیخِ وقت و رازی ہونا
از رُوئے شریعت اک مسلماں کے لئے
ہے سب سے بڑی چیز نمازی ہونا

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلاَتِهِمْ خَا شِعُوْنَ

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔(2'1:23)

رُوحِ نماز

پندار کا اک بُت ترے پیکر میں ہے
تُو بُغض و حَسَد کے اُسی چکّر میں ہے
سَر ہی کو نہ رکھ زمیں پہ بہرِ سجدہ
ساتھ اُس کو بھی رکھ زمیں پہ جو سَر میں ہے

❁

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُ لَفاً مِّنَ الَّیْلِ (القرآن)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو دِن کے دونوں کناروں میں اور کچھ رات کے حصوں میں۔ (114:11)

فلسفۂ تعیّنِ اوقاتِ نماز

دنیا سے شَغَف ' حُصولِ زر کی تگ و تاز
اِعراض حقیقت سے تو رغبت بہ مجاز
قاصر تھا حُضورِ دائمی سے انساں
اِس واسطے ہیں مُعیَّن اوقاتِ نماز

❁

یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَ الْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: یہ وہ دن ہے جس دن کوئی کسی کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گا اور سب حکم اس دن اللہ ہی کے لیے ہے۔(19:82)

آخری فیصلہ

جب حشر کا آفتاب سر پر ہو گا
کیا جانیے کون کس سفر پر ہو گا
ہوتا نہیں رد فیصلہ جس کے در کا
یہ فیصلہ اب اُسی کے در پر ہو گا

❁

ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ (القرآن)

ترجمہ: وہ اسی کے لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے اور مغفرت فرمانا اس کی شان ہے (56:74)

فیصلۂ ایمان

ہرگز کسی حاکم ، نہ کسی شاہ سے ڈر
خاقاں ، نہ کسی قیصرِ جمجاہ سے ڈر
بندہ ہے اگر اِن کا تو لعنت تجھ پر
اللہ کا بندہ ہے تو اللہ سے ڈر

❁

اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (18:22)

مشیّتِ ایزدی

اک رسم نباہنے سے کیا ہوتا ہے
دِن رات کراہنے سے کیا ہوتا ہے
ہوتا ہے خدا کے چاہنے سے سب کچھ
انسان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے

❁

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّ رَکُمْ فَاَ حْسَنَ صُوَرَکُمْ (القرآن)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں (تو اپنی حکمت کے مطابق) تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں (3:64)

مجھ سے نہیں میرے خالق سے پُوچھ

دیوارِ نمود پر لگایا مجھے کیوں
بازارِ نمائش میں سجایا مجھے کیوں
ہے نقش پہ اعتراض ، خِسّت کی دلیل
نقّاش سے پُوچھ ! یُوں بنایا مجھے کیوں

❁

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ(القرآن)

ترجمہ: اور عزّت تو صرف اللہ کی اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے (8:63)

عزّتِ منصوصہ

بالذّات ہے ربِّ عالمیں کی عزّت
بالتّبع رسول و مؤمنیں کی عزّت
قرآں میں بہ جُز ایک اِسی عزّت کے
مذکور نہیں اور کہیں کی عزّت

❁

اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعاً (القرآن)

ترجمہ: بے شک ساری عزّت اللہ کے لئے ہے۔ (65:10)

ذاتی اور عطائی عزّت

باطل ہے بتوں کی سو مناتی عزّت
انساں کو ملی بھی تو صفاتی عزّت
کونین میں اللہ تعالیٰ کے سوا
حاصل ہی نہیں کسی کو ذاتی عزّت

❁

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (القرآن)
ترجمہ: تو ضرور ہم اُسے زندہ رکھیں گے پاکیزہ زندگی کے ساتھ۔(97:16)

حیات بعدِ ممات

دُنیائے تجلّیات ملتی ہے اُسے
کیا ذکرِ صفات' ذات ملتی ہے اُسے
ممکن نہیں ہر کسی کو اِس کا مِلنا
جو اُن پہ مَرے' حیات ملتی ہے اُسے

❁

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (القرآن)
ترجمہ: سمالیا اُس کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو۔(2:255)

یہ حقیقت ہے

فانی ہے یہ اربابِ طرب کی کرسی
دائم قائم ہے صرف رب کی کرسی
جسٹس ہو گورنر کہ وزیرِ اعظم
دِیمک کی لپیٹ میں ہے سب کی کرسی

❁

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (القرآن)

ترجمہ:اور ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے۔(18:59)

لمحۂ فکریہ

اِس دورِ نشاط کا بدل کیا ہو گا
گر وقت نے دھر لیا تو حل کیا ہو گا
مت دیکھ کہ آج کیا نہیں تیرے پاس
یہ سوچ کہ تیرے پاس کل کیا ہو گا

❁

وقد قال یحییٰ یٰعیسیٰ علیهما السلام ایّ شیءٍ اشدُّ؟ قال غضب اللّٰه قال فما یقرب من غضب اللّٰه؟قال ان تغضب قال فما یبدی الغضب وما ینبتهٗ؟قال عیسی الکبر و الفخر والتّعزّز والحمیّة

ترجمہ:

حضرت یحیؑ نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ سخت ترین چیز کونسی ہے۔آپ نے فرمایا اللہ کا غضب حضرت یحیؑ نے کہا کہ غضب کے لگ بھگ کونسی چیز ہے؟آپ نے فرمایا کہ تو غصے کا اظہار کرے پھر پوچھا کہ غصہ کس بات سے پیدا ہوتا اور نشوونما پاتا ہے؟فرمایا تکبر،فخر، عزت طلبی اور حمیت ہے۔(ملاحظہ ہو احیاء العلوم از غزالیؒ ، جلد ثانی، جزء ثالث، ص149، مطبوعہ مصر)

انجامِ غضب

سب ہوش و حواس اُن کے کھو جاتے ہیں
اوروں کو بھی ساتھ اپنے ڈبو جاتے ہیں
ہوتی نہیں جن کے پاس مضبوط دلیل
غُصّے میں وہ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا (القرآن)
ترجمہ: پھر اسے سمجھا دی اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری۔ (8:91)

ثمراتِ اِلقا

پیغام رسائی سے پتہ چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتہ چلتا ہے
طاقت ہے مرے ذہن کے پیچھے کوئی
اِلقائے معانی سے پتہ چلتا ہے

❁

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (القرآن)
ترجمہ: اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (3:65)

اپنے مشورے پاس رکھ

گھر بیٹھے ہوئے دے کہ سرِ راہے دے
مرضی اُس کی گاہ نہ دے ' گاہے دے
تُو کیا ' ترے مشوروں کی حیثیت کیا
سب کچھ اُس کا ہے جس کو جو چاہے دے

❁

عن انسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یرفع یدیہ فی الدّعاء حتیٰ یُریٰ بیاض ابطیہ (الحدیث)
ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ دونوں ہاتھ دُعا میں اتنے بلند فرماتے تھے کہ آپ کے بغلوں میں سفیدی دیکھی جاسکتی تھی۔
(مشکوٰۃ شریف)

فلسفۂ دعا

سُنّت ہے ، مِلا کے ہاتھ مانگا کیجے
کشکول بنا کے ہاتھ مانگا کیجے
ہے راز دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا یہی
دُنیا سے اُٹھا کے ہاتھ مانگا کیجے

❁

الصّلوٰۃ عماد الدّین (الحدیث)
ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

اہمیّتِ نماز

کچھ بھی نہیں تُرکی و حجازی ہونا
علّامہ و شیخِ وقت و رازی ہونا
از رُوئے شریعت اک مسلماں کے لئے
ہے سب سے بڑی چیز نمازی ہونا

❁

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ (2'1:23)

رُوحِ نماز

پندار کا اک بُت ترے پیکر میں ہے
تُو بُغض و حَسَد کے اُسی چکّر میں ہے
سَر ہی کو نہ رکھ زمیں پہ بہرِ سجدہ
ساتھ اُس کو بھی رکھ زمیں پہ جو سَر میں ہے

❁

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ الَّیْلِ (القرآن)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو دِن کے دونوں کناروں میں اور کچھ رات کے حصوں میں۔ (114:11)

فلسفۂ تعیّنِ اوقاتِ نماز

دنیا سے شغف ' حُصولِ زر کی تگ و تاز
اِعراض حقیقت سے تو رغبت بہ مجاز
قاصر تھا حُضورِ دائمی سے انساں
اِس واسطے ہیں مُعیَّن اوقاتِ نماز

❁

یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَ الْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (القرآن)
ترجمہ: یہ وہ دن ہے جس دن کوئی کسی کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گا اور سب حکم اس دن اللہ ہی کے لیے ہے۔ (19:82)

آخری فیصلہ

جب حشر کا آفتاب سر پر ہو گا
کیا جانیے کون کس سفر پر ہو گا
ہوتا نہیں رَد فیصلہ جس کے در کا
یہ فیصلہ اب اُسی کے در پر ہو گا

✿

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (القرآن)
ترجمہ: وہ اسی کے لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے اور مغفرت فرمانا اس کی شان ہے (56:74)

فیصلۂ ایمان

ہرگز کسی حاکم ، نہ کسی شاہ سے ڈر
خاقاں ، نہ کسی قیصرِ جمجاہ سے ڈر
بندہ ہے اگر اِن کا تو لعنت تجھ پر
اللہ کا بندہ ہے تو اللہ سے ڈر

✿

اِنَّ اللّٰہَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ (القرآن)
ترجمہ: بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (18:22)

مشیّتِ ایزدی

اک رسم نباہنے سے کیا ہوتا ہے
دِن رات کراہنے سے کیا ہوتا ہے
ہوتا ہے خدا کے چاہنے سے سب کچھ
انسان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَصَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ (القرآن)
ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں (تو اپنی حکمت کے مطابق) تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں (3:64)

مجھ سے نہیں میرے خالق سے پُوچھ

دیوارِ نمود پر لگایا مجھے کیوں
بازارِ نمائش میں سجایا مجھے کیوں
ہے نقش پہ اعتراض، خِسّت کی دلیل
نقّاش سے پُوچھ! یُوں بنایا مجھے کیوں

فَکَذَّبَ وَعَصٰی ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی فَحَشَرَ فَنَادٰی فَقَا لَ اَنَارَبُّکُمُ الْاَعلٰی (القرآن)
ترجمہ: تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر اسنے پیٹھ پھیری (موسیٰ کے خلاف) کوشش کرتے ہوئے۔ پس لوگوں کو جمع کیا تو پکارا۔ پھر کہا میں ہوں تمہارا رب سب سے اونچا رب (79:21 تا 24)

توبہ کر

سَج کر جو بہ مَسنَدِ اَنَا بیٹھا ہے
اِتنا کس بات پر تَنا بیٹھا ہے
اے قطرۂ ناچیز! تری یہ جُرأت
کیوں جَلَّ جَلالہٗ بَنا بیٹھا ہے

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (القرآن)
ترجمہ: دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا (7:55)

اقتضائے دُعا

یہ طرزِ سوال کیا، ادب تو سیکھو
مِل جائے گا، اندازِ طلب تو سیکھو
بے ڈھنگ یہ ہاتھ کیا اُٹھا رکھے ہیں
اللہ سے مانگنے کا ڈھب تو سیکھو

اُفٍّ لَّکُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَفَلاَ تَعۡقِلُوۡ نَ (القرآن)
ترجمہ: تف ہے تم پراور (تمہارے بتوں پر) جنہیں اللہ کے سواتم پوجتے ہوتو کیاتم (کچھ) نہیں سمجھتے ؟(67:21)

ایمانی تقاضا

انسان پرست بن، نہ بن شاہ پرست
اسباب پرست ہو، نہ بن جاہ پرست
مؤمن ہے تو ایماں کا تقاضا ہے یہی
سب توڑ یہ بُت اور بن اللہ پرست

❁

سَنَکۡتُبُ مَا قَالُوۡا (القرآن)
ترجمہ: اب ہم لکھتے ہیں جوانہوں نے کہا (181:3)

صدائے قدرت

اے خَلق فریب! خود نمائی کر لے
دولت کے بَل پہ کج ادائی کر لے
چھوڑوں گا تجھے بنا کے بندہ اپنا
دو دن کا کھیل ہے خدائی کر لے

❁

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (القرآن)
ترجمہ: بے شک آپ کے رب کی پکڑ ضرور بڑی سخت ہے۔ (12:85)

ظالم کے نام

قاہر کے عتاب سے نہیں بچ سکتا
عادل کے حساب سے نہیں بچ سکتا
دنیا کی گرفت سے تو شاید بچ جائے
عُقبیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا

❁

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْکُمْ (القرآن)
ترجمہ: (اے محبوب) آپ فرمادیں کہ بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں پیش آنی ہے۔ (8:62)

اب وہ دلیری کہاں گئی

کیوں تذکرۂ قبر سے کتراتا ہے
میّت کوئی اُٹھتی ہے تو ڈر جاتا ہے
تجھ کو تو بڑا گھمنڈ تھا ہستی پر
اب موت ہے سامنے تو گھبراتا ہے؟

❁

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْ کُوْرًا (القرآن)

ترجمہ: بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا (1:76)

لاموجود الّا اللہ

یہ علم و فراست و ذکا کچھ بھی نہیں
یہ منصب و دولت و انا کچھ بھی نہیں
سب کچھ یہ ترا خود کو سمجھنا ہے غلط
تُو کچھ بھی نہ ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں

❁

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (القرآن)

ترجمہ: اور اے اللہ! تُو جسے چاہے عزّت دے اور جسے چاہے ذِلّت دے۔ (26:3)

ایسا کوئی نہیں کرسکتا

شافی کو علیل کون کر سکتا ہے
حاتم کو بخیل کون کرسکتا ہے
عزّت جسے وہ نصیؔر دینا چاہے
پھر اُس کو ذلیل کون کرسکتا ہے

❁

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ (القرآن)

ترجمہ: (بتاؤ) کون قبول کرتا ہے بے قرار کی دعا۔ جب وہ اسے پکارے اور (کون) تکلیف دُور کرتا ہے۔(62:27)

بندہ نواز کون ہوُا؟

مجھ خستہ جگر کی آس وہ تھا کہ یہ تھے
دل رویا تو غم شناس وہ تھا کہ یہ تھے
بندوں کو میں چارہ ساز کیوں کر مانوں
جب وقت پڑا تو پاس وہ تھا کہ یہ تھے

فَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخۡسًا وَّ لَا رَهَقًا (القرآن)

ترجمہ: تو جو اپنے رب پر ایمان لائے، تو اسے (اپنی نیکی میں) کمی کا اور (بدی میں) زیادتی کا کوئی خوف نہ ہوگا(13:72)

تعلّق باللہ کا ثمر

مُنھ غیر سے موڑ کر تعلّق دیکھو
ہر چیز سے توڑ کر تعلّق دیکھو
اُٹھ جائے گا دل سے ماسوَی اللہ کا خوف
اللہ سے جوڑ کر تعلّق دیکھو

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَاللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰه (القرآن)
ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کر سکتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی۔ اور زکوۃ دی۔ اور اللہ کے سوا کسی سے خائف نہ ہوئے (18:9)

عزّتِ حاضری

مومن ہو تو مسجد سے نہ یُوں کترانا
یہ عزّتِ حاضری مُسلسل پانا
دربارِ کریم کے لیے رونق ہے
دن رات گداگروں کا آنا جانا

یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ (القرآن)
ترجمہ: جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (4:78)

لہٰذا اللہ سے ڈر

اک دن تجھے یہ شعُور مل جائے گا
نخوت کا صلہ ضُرور مل جائے گا
ڈالیں گے تری لحد پہ مٹّی جب لوگ
مٹّی میں ترا غُرور مِل جائے گا

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (القرآن)

ترجمہ: اور جس کو اللہ ذلیل کرے تو اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں (18:22)

ایک مُسلّمہ حقیقت

پھر کوئی پناہ میں نہیں لے سکتا
یہ ناؤ کوئی اور نہیں کھے سکتا
اللہ جسے ذلیل رکھنا چاہے
عزّت اُسے پھر کوئی نہیں دے سکتا

❁

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور مَیں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو۔(18:12)

آزمائش شرط ہے

کمزور پہ مہربان وہ ہے کہ نہیں
عاجز کے لئے امان وہ ہے کہ نہیں
اک بار تُو مُستعینِ صادق تو بن؟
پھر دیکھ کہ مُستعان وہ ہے کہ نہیں

❁

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (القرآن)
ترجمہ: اس دن آدمی کہے گا، کدھر ہے بھاگنا؟ (10:75)

تعاقُبِ قُدرت

از مکافاتِ عمل غافل مشو

ہے سامنے دیوار ، کہاں جاؤ گے
یہ دوڑ ہے بیکار ، کہاں جاؤ گے
قُدرت کا تعاقُب نہ ہُوا ، کھیل ہُوا
دے کر مجھے آزار ، کہاں جاؤ گے

❁

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ (القرآن)
ترجمہ: اللہ کی طرف سے مدد نصیب ہوگی اور فتح (عن) قریب ہوگی (13:61)

اِنْ شَاءَ اللّٰه

قامت اب پست ہوگی اِنْ شاء اللہ
یہ آخری جَست ہوگی اِنْ شاء اللہ
ہم پائیں گے فتح نصرتِ غیبی سے
دشمن کو شکست ہوگی اِنْ شاء اللہ

❁

لمّا خلق اللّٰہ الدّنیا فقال لھا من خدمنی فاخدمیہ ومن خدمکِ فاستخدمیہ (الحدیث)

ترجمہ: جب اللہ نے دنیا کو پیدا کیا تو اس نے دُنیا سے فرمایا' جس نے میری بندگی کی پس تو اس کی خدمت کر اور جس نے تیری خدمت کی پس تو اس سے خدمت کروا۔

دنیا کو خالقِ دنیا کا حُکم

اللہ نے دنیا کو کیا جب پیدا
یُوں اپنے خطاب میں اُسے فرمایا
جو میرا ہو خادم اُس کی تُو خدمت کر
خادم جو ترا ہو اُس سے خدمت کروا

❁

الدّنیا جیفۃ وطالبھا کلاب (الحدیث)

ترجمہ: دُنیا مُردار ہے اور اس کے طلب گار کُتّے

آج کے سیاست دان

کُرسی کے پرستش ہیں' سودائی ہیں
ملک و ملّت کی وجہِ رُسوائی ہیں
اربابِ سیاست کو نہ سمجھو مخلص
ہر دیگ کے چمچے ہیں' یہ ہرجائی ہیں

❁

حُبُّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئۃٍ(الحدیث)
ترجمہ:برائیوں کی جڑ دُنیا کی محبّت ہے۔

من وتُو

دونوں کی خرد ہے خام ' تُو کیا مَیں کیا
دونوں ہیں غَرَض غلام ' تُو کیا مَیں کیا
تُو بھی ہے شکارِ حرصِ دنیا ' مَیں بھی
دونوں ہیں اسیرِ دام ' تُو کیا مَیں کیا

❁

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (القرآن)
ترجمہ:فرمادیجیے۔تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جوتم پر مقرر کیا گیا ہے۔(11:32)

بُلاوا

سُنتے ہیں کہ مٹّی کے تلے جائیں گے
روئے گا جہاں ' ہاتھ مَلے جائیں گے
از خود نہیں ہم لوگ بھی جانے والے
آئے گا بُلاوا تو چلے جائیں گے

❁

فَاَتٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: تو ان پر عذاب آیا' جہاں سے انہیں شعور ہی نہ تھا۔(25:39)

عذابِ الٰہی کا طریقۂ گرفت

رکھتا ہے ذلیل ' حرصِ دولت دے کر
نظروں سے گراتا ' رعونت دے کر
چلتا ہے عذاب اُس کا گہری چالیں
بے بس کبھی کر دیتا ہے طاقت دے کر

❁

یا بنی ھاشم لا یأ تنی النّاس با عمالھم و تاتونی بانسابکم (الحدیث)
ترجمہ: اے بنی ہاشم ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن لوگ اعمال کے ساتھ حاضر ہوں اور تم صرف نسب لے کر میرے پاس آ پہنچو۔(بحوالہٗ تفسیر روح البیان)

تلقینِ عمل

کیا پھرتے ہو ہاشمی لقب کو لے کر
ڈوبو نہ کہیں اِسی میں سب کو لے کر
ایسا نہ ہو ' لوگ لے کے آئیں اعمال
تم آؤ تو صرف اپنے نَسَب کو لے کر

❁

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (القرآن)
ترجمہ: پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا (13:89)

علاجِ کبر

انجام بُرا ہے مردم آزاری کا
احساس کی برتری کا ' سرداری کا
ہے کبر کا بُھوت آپ کے سر پہ سوار
جُوتا ہے علاج ایسی بیماری کا

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا (القرآن)

ترجمہ: اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انہوں نے کہا ہم بہت زیادہ مال اور اولاد والے ہیں ۔ (35:34:35)

وڈیروں کا چلن

یہ طبقہ جہاں بھی خیمہ زن ہوتا ہے
مال و اولاد میں مگن ہوتا ہے
انکار ' غریبوں کا نہیں ہے دستور
انکار ' وڈیروں کا چلن ہوتا ہے

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (القرآن)
ترجمہ: اللہ پسند نہیں فرماتا بات کا آشکارا کرنا مگر اس شخص سے جس پر ظلم کیا گیا۔ (148:4)

مظلوم کو ایک اجازت

ظالم سے لڑے، نہیں یہ طاقت اِس میں
ہے صرف زبان کی طلاقت اِس میں
ہر چند نہیں ہیں گالیاں رب کو پسند
مظلوم کو ہے مگر اجازت اِس میں

❁

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (القرآن)
ترجمہ: ہر شخص موت کا مزا چکھنے والا ہے (185:3)

سب مسافرِ چند روزہ ہیں

تقدیر چلے بھی ایک دن جائیں گے
نازوں کے پلے بھی ایک دن جائیں گے
اِس دارِ بیا بِرَو میں تا چند قیام
جو آئے، چلے بھی ایک دن جائیں گے

❁

مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا (القرآن)
ترجمہ: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت و وقار کو نہیں مانتے (13:71)

مقامِ شرم

مومن ہو تو صرف رب سے ڈرنا سیکھو
ہر حکم کی تعمیل پہ مرنا سیکھو
اے اپنی ہی تعظیم کرانے والو!
اللہ کی تعظیم بھی کرنا سیکھو

تِلۡکَ اِذًا قِسۡمَۃٌ ضِیۡزٰی (القرآن)
ترجمہ: تب تو یہ بڑی نا انصافی کی تقسیم ہے (22:53)

مِلکِ جبر

مالک کوئی اور ' بیٹھ جائے کوئی
عزّت کسی اور کی ' کرائے کوئی
پیسہ کسی اور کا ' سمیٹے کوئی اور
دولت کسی اور کی ' اُڑائے کوئی

وَتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔(48:33)

اب فکر مناسب نہیں

سرد آہ نہ بھر ' مزاج برہم مت کر
یُوں دائرۂ نشاط کو کم مت کر
مایُوس نہ ہو جو سب تجھے چھوڑ گئے
اللہ کا آسرا تو ہے ' غم مت کر

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْلَهٗ فِي حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (القرآن)

ترجمہ: جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرلے، ہم اس کے لئے اس کی کھیتی زیادہ کر دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس میں سے اسے دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔(20:42)

ایک طرف دل ہو جائے اُن کا ہو یا میرا ہو
(نصیؔر)

یا صرف لگاؤ دولتِ دیں کو ہاتھ
یا خواہشِ دُنیوی سے پھر دھو لو ہاتھ
اک دل میں ہے اجتماع دونوں کا محال
جا سکتے نہیں اک آستیں میں دو ہاتھ

عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ "من صمت نجا" (الحدیث)

ترجمہ: جو چپ رہا وہ نجات پا گیا۔

مقامِ خاموشی

خاموشی ، سخن کی آبرو ہوتی ہے
داناؤں کو اِس کی آرزو ہوتی ہے
فطرت نے دیا اِسے تقدُّم کا شرف
چُپ رہنے کے بعد گفتگو ہوتی ہے

❁

عن عقبة بن عامر قال لقیت رسول اللّٰہ فقلت ما النّجاۃ فقال امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علیٰ خطیئتکَ (الحدیث)

ترجمہ: عقبہ بن عامر نے کہا کہ آنحضرتؐ سے ملاقات کی۔ بس میں نے کہا کہ نجات کس میں ہے؟ (جواباً) آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنی زبان بند رکھ اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنی خطاؤں پر رو۔

فلسفۂ کم گوئی و بسیار گوئی

محفل میں نہ خود یُونہی نوا کوش رہے
از بہرِ سماعت ہمہ تن گوش رہے
ناداں ہے وہ عالم ، نہ رُکے جس کی زباں
دانا ہے وہ بے علم ، جو خاموش رہے

❁

اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا (القرآن)

ترجمہ: اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے۔(14:17)

آئینے کا فیصلہ

ہر عیب ترا مُنھ پہ دکھایا تیرے
آئینہ، مُقابل تجھے لایا تیرے
اب اِس کو کسی اور کا کیا مت کہہ
خُود تیرا کیا سامنے آیا تیرے

لعن اٰخر ھٰذہ الامّۃ اوّلھا (الحدیث)

ترجمہ: اِس امّت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کریں گے

ہوش کے ناخن

سب عقل کی رُو سے فارغ و فاتر تھے
اک تُو ہے فقیہِ عصر، وہ قاصر تھے
ہے کفر اگر تیرے سخن کا انکار
جو مَر گئے کیا وہ سب کے سب کافر تھے؟

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں (86:12)

تندرستاں را نہ باشد دردِ ریش (سعدیؒ)

کیا چیز ہے غم ' یہ اہلِ غم جانتے ہیں
خوشیوں کے پلے یہ درد کم جانتے ہیں
کیا ہم پہ گزر رہی ہے تُم کیا جانو
جو ہم پہ گزر رہی ہے ہم جانتے ہیں

❁

فَبَشِّرۡ عِبَادِ الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ (القرآن)

ترجمہ: تو خوش خبری سنا دیجئے میرے بندوں کو جو غور سے سنتے ہیں بات کو پھر اس کے بہتر کی پیروی کرتے ہیں (39:17`18)

شعارِ اہلِ حق

سچّا ہو گُلِ سخن تو چُنتے بھی ہیں
تسلیم کے ساتھ سر کو دُھنتے بھی ہیں
حق گوئی سے ہے سماعِ حق مشکل تر
کہتے ہیں جو حرفِ حق ' وہ سُنتے بھی ہیں

❁

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُونَ عَلَی الاَرْضِ ھَوْنًا (القرآن)

ترجمہ: اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔(63:25)

علامتِ اہلِ کمال

قیمت انسانیت کی چُک جاتی ہے
فرعونیّت کی نبض ، رُک جاتی ہے
خم رکھتے ہیں گردن اِس لئے اہلِ کمال
جس شاخ پہ ہو ثمر ، وہ جُھک جاتی ہے

❁

خیر الامور اوسطھا (الحدیث)

ترجمہ: ہر معاملہ میں میانہ روی بہتر ہے۔

اہمیّتِ اعتدال

بے قاعدہ پستی ، نہ بلندی اچھّی
اندھی پُوجا ، نہ خُود پسندی اچھّی
ہر بات میں اعتدال ہے دانائی
اِتنی بھی نہیں نیازمندی اچھّی

❁

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (القرآن)

ترجمہ: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا (81:28)

پھر غُرور کس بات پر؟

ہے عارضی چیز ایسے ویسوں کا غُرور
مِٹ جاتا ہے جَلد تیرے جیسوں کا غُرور
قارون کے انجام سے کچھ عبرت سیکھ
مٹّی میں مِلا دیتا ہے پیسوں کا غُرور

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُم وَاَوْلَادُهُم اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور ان کے مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ان چیزوں کی وجہ سے انہیں دنیا میں عذاب دینا چاہتا ہے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ (85:9)

مرگِ اغنیا

پُر آس نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے
حسّاس نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے
کہتا ہے یہ مرگِ اغنیا کا منظر
کچھ پاس نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے

فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (القرآن)
ترجمہ: تو عنقریب تم جان لو گے کہ کون ہے کھلی گمراہی میں۔ (29:67)

رازِ سر بستہ

آئے گا سمجھ یہ سِرِّ مکتوم تمھیں
اک روز سنائی دے گی یہ دُھوم تمھیں
ہے کون ' جو ہے صریح گمراہی پر
ہو جائے گا عنقریب معلوم تمھیں

❁

من ابطأبہٖ عملہٗ لم یسرع بہٖ نسبہٗ (الحدیث)
ترجمہ: جس شخص کو اس کے اعمال پیچھے کی طرف دھکیل دیں تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

نسب کی ناکامی

یُوں منزلِ خیر وہ نہیں پا سکتا
ابرار کے زُمرے میں نہیں آ سکتا
اعمال جسے دھکیل دیں پستی میں
اُس کو نسب آگے نہیں لے جا سکتا

❁

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْئٍ قَدْرًا (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ۔(3:65)

اپنی اوقات میں رہنا چاہیے

یہ عارضی جَست پُر خطر ہوتی ہے
انجاماً جان کا ضرر ہوتی ہے
اِتنا بھی ہَوا کی شہ پہ اُونچا نہ اُڑو
تِنکوں کی جگہ زمین پر ہوتی ہے

۞

حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (القرآن)

ترجمہ: یہاں تک کہ تم (مرکر) قبروں میں پہنچ گئے(2:102)

اب بھی باز آجا

یہ فیصلہ ذات کا، ترے سامنے ہے
ہونا اِس بات کا، ترے سامنے ہے
یہ گورِ غریباں ہے ذرا غور سے دیکھ!
انجام حیات کا، ترے سامنے ہے

۞

وَلَوْتَرٰیٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور (اے مخاطب) کاش تو دیکھے ظالموں کو جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے نکالو اپنی جانوں کو آج کے دن تمہیں خواری کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق بہتان باندھتے تھے اور اس کی آیتوں پر ایمان لانے سے تکبر کرتے تھے۔(93:6)

منظرِ مرگِ ظالم

بستر پہ پڑے تکان نکلے گی تری
کُتّے کی طرح زبان نکلے گی تری
کُھل کُھل کے ستم کے کھیل کھیلے تُو نے
گُھٹ گُھٹ کے بدن سے جان نکلے گی تری

❁

سُکوتِ گدایانہ

مانگیں نہ اگر کُھل کے یہ ذہنی کنگال
عاقل ہے، تو جان اِسے بھی اک سفلی چال
محمول قناعت پہ نہ کر اِن کا سُکوت
اِن کی یہی وضعِ بے سوالی ہے، سوال

❁

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (القرآن)
ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا۔(95:4)

احسانِ خالق

خَم ہے سرِ انساں تو حرم میں کچھ ہے
لوگ اشک بہاتے ہیں تو غم میں کچھ ہے
بے وجہ کسی پر نہیں مرتا کوئی
ہم پر کوئی مرتا ہے تو ہم میں کچھ ہے

❁

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ط (القرآن)
ترجمہ: نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور وہ نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے۔(95:6)

یہ ایک حقیقت ہے

پیغمبرِ حق نُوح ، تو کافر بیٹا
بُوجہل کا گھر اور صحابی لڑکا
کچھ باپ بھلے تو اُن کی اولاد بُری
اولاد کوئی بھلی تو باپ اُن کا بُرا

❁

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (القرآن)

ترجمہ: بے شک انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔(19:70)

مناظرِ ہوس

انساں کی ہوس پر مجھے حیرانی ہے
ہر عُضو نے اِس کے حرص کی ٹھانی ہے
موقوف نہیں دست و زباں ہی پہ سوال
آنکھوں کو بھی خبطِ کاسہ گردانی ہے

❁

اوصیک ان تصحب الاغنیاء بالتعزّز والفقراء بالتذلّل

ترجمہ: میں تمھیں وصیّت کرتا ہوں کہ دولت مندوں کے ساتھ خودداری اور وقار و استغناء سے پیش آؤ جبکہ فقیروں اور غریبوں کے ساتھ تواضع اختیار کرو الدرر السنیۃ فی مواعظ الجیلانیۃ۔ مصنفہ السیّد محمد سیف الدین الجیلانی (مطبوعہ استانبول 1302ھ)

ارشادِ حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

پیشِ فقرائے محترم اُٹّھیں گے
رکھنے کو غریبی کا بھرم ، اُٹّھیں گے
تعظیم کا معیار ہی اپنا ہے کچھ اور
شاہوں کے لئے اُٹھے ، نہ ہم اُٹّھیں گے

❁

احذر من بحر الدنیا فقد غرق فیہ خلق کثیر (ارشادِ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

ترجمہ: دنیا کے سمندر سے بچ، اس میں بہت سی مخلوق ڈوب گئی۔

ہوسِ بے جا

لالچ کا یہ رنگ، رنگ لایا کیا ہے
ہاتھوں کے سوا ہاتھ میں آیا کیا ہے
پانے کی ہوس نے صرف کھونا ہی دیا
کھونے کے سوا آپ نے پایا کیا ہے؟

❁

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (القرآن)

ترجمہ: یقین کرلو دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے اور (عارضی) زینت اور آپس کی خودستائی اور (ایک دوسرے پر) مال اور اولاد کی زیادتی طلب کرنا (20:57)

ذرا ہوش سے کام لو

یہ حرص و ہوس کا کھیل آخر کب تک
دنیا داروں سے میل آخر کب تک
تا چند یہ کبر، یہ نمائش، یہ فریب
دولت کی یہ ریل پیل آخر کب تک

❁

فَالْیَوْ مَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: تو آج کسی جان پر ظلم نہیں ہوگا اور تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے تھے(54:36)

مکافاتِ عمل

جیون میں کبھی کچھ تو کبھی کچھ ہو گا
اب کچھ نہیں ، وقت پر سبھی کچھ ہو گا
جو کچھ بھی کیا ساتھ کسی کے تُو نے
اک دن ترے ساتھ بھی وَہی کچھ ہوگا

❁

کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ (القرآن)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ مغرور وسرکش انسان کے پورے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(35:40)

سزائے متکبّر

پہرے درِ عقل پر بٹھا دیتا ہے
ہوتے ہوئے ہوش ، ہوش اُڑا دیتا ہے
جابر متکبّر کے مکمّل دل پر
خلّاقِ جہاں مُہر لگا دیتا ہے

❁

فَحَاقَ بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡھُمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَھۡزِءُوۡنَ (القرآن)
ترجمہ: تو ان میں سے مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔(10:6)

چاہ کَن را چاہ درپیش

خود گرتے ہیں اوروں کو گرانے والے
روتے ہیں ' کسی پہ مُسکرانے والے
یہ کہہ کے دِیا سلائی دَم توڑ گئی
جلنے سے نہ بچ سکے ' جلانے والے

❁

فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ھُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (القرآن)
رجمہ: اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو وہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔(32:53)

لاف زنی سے کیا فائدہ

طاعت ہے کہ انحراف ' وہ جانتا ہے
سچ ہے کہ گزاف و لاف ' وہ جانتا ہے
اپنے ہی کو سب سے متّقی مت جانو
جو جتنا ہے پاک صاف ' وہ جانتا ہے

❁

کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ (القرآن)

ترجمہ: یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے ۔ (16'15:96)

کفِّ لسان

یہ چادرِ شان کھینچ لُوں گا تیری
ہر عُضو سے جان کھینچ لوں گا تیری
بہتر ہے کہ روک لے زُباں کو ' ورنہ
گُدّی سے زبان کھینچ لُوں گا تیری

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ (القرآن)

ترجمہ: یقیناً انسان خسارے میں ہے۔(2:103)

سرشتِ انسانی

صد حیف ' تری یہ نارسائی نہ گئی
لوگوں سے تَملُّق آشنائی نہ گئی
سُلطانیِ فقر ہم نے بخشی ' لیکن
افسوس! تری خُوئے گدائی نہ گئی

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔(23:16)

اللہ کا ناپسندیدہ گروہ

مومن ہو تو اپناؤ رسولوں کا شعار
ہے کارِ عِباد، عاجزی کا اظہار
بھاتے نہیں اُس کو کبر کرنے والے
اللہ کو ناپسند ہے اِستکبار

❁

فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (القرآن)

ترجمہ: تو دنیا کی زندگی تمھیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔(33:31)

دنیا کِس کی؟

میراث یہ مُفلس کی نہ ذِی جاہ کی ہے
جاگیر یہ غافل کی نہ آگاہ کی ہے
جو بھی اِسے پنجۂ ہوس میں لے لے
دُنیا نہ گدا کی نہ شہنشاہ کی ہے

❁

وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (القرآن)
ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (216:2)

علمِ محیط کی شان

ہر شے کا مزاج و مدّعا جانتا ہے
گونگوں کی زبانِ التجا جانتا ہے
کہلاتے پھرو غزالی و رازیِ وقت
تم کچھ نہیں جانتے! خدا جانتا ہے

❁

وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ (القرآن)
ترجمہ: اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی پھر اس کی نسل بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔ (8'7:32)

خلقتِ انسانی قرآن کی نظر میں

خِلقت میں تُراب کے سوا کچھ بھی نہیں
اک اصلِ خراب کے سوا کچھ بھی نہیں
رکھ لے کوئی بھی نام کچھ بھی کہلا
تُو قطرۂ آب کے سوا کچھ بھی نہیں

❁

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (القرآن)
ترجمہ: اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔(13:34)

بجائے شکایت' شُکر کر

یُوں خود کو سزاوارِ شقاوت مت کر
مالک کی طرف دیکھ ' بغاوت مت کر
حالات خراب تر بھی ہو سکتے ہیں
اللہ کا شُکر کر ' شکایت مت کر

عن سُفیان بن عبداللّٰہ الثقفی قال قلت یا رسول اللّٰہ ما اخوف ما تخاف علی قال فاخذ بلسان نفسہ (الحدیث)
ترجمہ: کہا یارسول اللہ میرے لیے سب سے زیادہ قابلِ خوف کون سی چیز ہے تو حضور نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا۔(مشکوٰۃ شر

قوّتِ برداشت کی اہمیّت

کہہ سکتے ہو کچھ تو کچھ نہ کہنا سیکھو
اوقات کے دائرے میں رہنا سیکھو
کیا سیکھا جو تم نے بات کرنا سیکھا
ہے بات تو جب کہ بات سہنا سیکھو

يُقَاتِلُوْ نَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ (111:9)

شیوۂ اربابِ حق

کب اہلِ یقیں بات سے ہٹ جاتے ہیں
اِن کو کیا جائے خَم تو کٹ جاتے ہیں
حق کے آگے کبھی اُٹھاتے نہیں سَر
باطل کا ہو سامنا تو ڈٹ جاتے ہیں

❁

وَيَتَفَكَّرُوْ نَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (القرآن)
ترجمہ: اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (191:3)

مقامِ تفکُّر

بیکار ہے محوِ قصّہ خوانی ہونا
مغرور بہ زَعمِ ہمہ دانی ہونا
اربابِ نظر کی چُپ کو چُپ مت سمجھو
یہ چُپ ہی تو ہے عینِ معانی ہونا

❁

اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی (القرآن)
ترجمہ: کیاوہ ایک حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے۔(37:75)

اکڑفُوں

انسان کی یہ پست نگاہی توبہ
یہ کبر و اَنَا یہ زَعمِ شاہی توبہ
تخلیق ہے اُس کی مِنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی
اِس پر بھی اکڑ فُوں ہے' الٰہی توبہ

❁

فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخۡرُجُ مِنۡ بَیۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ (القرآن)
ترجمہ: تو آدمی کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا وہ بنایا گیا اچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے۔(7'6'5:86)

تیری اوقات؟

اِتنا نہ اَکڑ' نہ اِتنے جذبات میں رہ
حد سے نہ گُزر' دائرۂ ذات میں رہ
اک قطرۂ ناپاک نَسَب ہے تیرا
اوقات یہی ہے تیری' اوقات میں رہ

❁

الآ یا ساکِنَ القصر المعلّٰی سَتُدفن عنقریب فی التّراب (شعر علی المرتضیٰ)

ترجمہ: اے اونچے محل کے رہنے والے! عنقریب تو مٹی میں دفن کیا جائے گا۔

دعوتِ انکسار

تُو کیا ہے، یہ تجھ کو وقت بتلائے گا
پَیروں کے تلے ترا یہ سَر آئے گا
اِتنا بھی گھمنڈ آج ہستی پہ نہ کر
کل نام و نشاں بھی تیرا مٹ جائے گا

❁

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ (القرآن)

ترجمہ: اور جب انسان پر ہم انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر ہم سے دور ہو جاتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعا کرنے والا ہو جاتا ہے۔

انسان کے اندازِ فکر کا قرآنی جائزہ

انساں کو نوازیں تو مُکرتا ہے یہ
مُنہ پھیر کے، کترا کے گُزرتا ہے یہ
تکلیف ذرا سی اِسے پہنچائیں تو پھر
لمبی لمبی دُعائیں کرتا ہے یہ

❁

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (القرآن)

ترجمہ: کیا آپ نے اپنے رب کی قدرت کو نہ دیکھا اس نے کس طرح سایہ پھیلا دیا۔(45:25)

شانِ آفتاب

چھٹ جاتی ہے ظلمت ' انقلاب آتا ہے
اک لشکرِ نُور ہمرکاب آتا ہے
شاخوں میں خُنک ہوا بجاتی ہے سِتار
کس شان کے ساتھ آفتاب آتا ہے

❁

وَلَا تُلْقُوْا بِاَ یْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔(195:2)

ظالموں کو انتباہ

نذرِ امواجِ آہ کیوں ہوتے ہو
یُوں راندۂ بارگاہ کیوں ہوتے ہو
کمزور پہ اے ہاتھ اُٹھانے والو!
اپنے ہاتھوں تباہ کیوں ہوتے ہو

❁

ورُبَّ اشارة ابلغ من لفظ (مقوله)

ترجمہ: بہت سے اشارے الفاظ سے زیادہ واضح ہوتے ہیں۔

قولِ دانایاں

خاموش پکاروں میں کہی جاتی ہے
بے نام سہاروں میں کہی جاتی ہے
جو بات کہی نہ جا سکے لفظوں میں
وہ بات اشاروں میں کہی جاتی ہے

اَعْطٰی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (القرآن)

ترجمہ: جس نے ہر چیز کو اُس کی مخصوص بناوٹ عطا فرمائی پھر راہ دکھائی۔(50:20)

اہمیّتِ خواصِ اشیاء

انسان ، جوانی کے سوا کچھ بھی نہیں
امواج ، روانی کے سوا کچھ بھی نہیں
اشیا میں ضروری ہیں خواصِ اشیا
الفاظ ، معانی کے سوا کچھ بھی نہیں

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (القرآن)

ترجمہ: اورہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے رہے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔(24:32)

خاموشیِ بروقت

بر وقت جو خاموش نہیں رہ سکتے
وقت آنے پہ وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے
اُستاد اُنہیں کبھی بناتا نہیں وقت
جو وقت کی جھڑکیاں نہیں سہہ سکتے

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ (القرآن)

ترجمہ: کیا وہ (منکرین) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔(32:43)

خالق پر جرأتِ تنقید؟

یہ کشف یہ انکشاف توبہ توبہ
یہ جرأتِ انحراف توبہ توبہ
قسّامِ ازل کے فیصلوں پر تنقید؟
خالق سے بھی اختلاف ، توبہ توبہ

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی (القرآن)

ترجمہ: (اے حبیب) فرمادیجئے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگار رہو۔ (77:4)

متاعِ قلیل

یہ حشمت و زر یہ کاخ و کُو کچھ بھی نہیں
یہ طبل و عَلَم یہ ہا و ہُو کچھ بھی نہیں
اپنے کو سمجھتا ہے اگر تُو سب کچھ
مَیں اِتنا بتائے دُوں کہ تُو کچھ بھی نہیں

اِسے بھی پڑھیے

آپس کا حساب ہے ' اِسے بھی پڑھیے
دشمن کا جواب ہے ' اِسے بھی پڑھیے
پڑھ لی ہو اگر آپ نے اوروں کی کتاب
یہ میری کتاب ہے ' اِسے بھی پڑھیے

وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ (القرآن)

ترجمہ: اور جب انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوش نما معلوم ہوں گے اور اگر وہ گفتگو کریں تو آپ ان کی بات توجہ سے سنیں گے (مگر) درحقیقت وہ بے کار لکڑیوں کی طرح ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی ہوں۔(4:63)

غُرورِ دولت

نا پُختہ شعُور سے بھرے بیٹھے ہیں
اک ذہنی فتُور سے بھرے بیٹھے ہیں
خالی ہیں کمالِ علم و فن سے حضرت
دولت کے غُرور سے بھرے بیٹھے ہیں

مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ (القرآن)

ترجمہ: حد سے بڑھنے والا سخت گناہ گار ان سب کے بعد بد اصل۔(13'12:68)

بد گوہری

ڈرتے ہیں وہ، جن میں خوفِ رب ہوتا ہے
جُھکتے ہیں وہی جن کا نسب ہوتا ہے
کمزور کے ساتھ ظالمانہ برتاوَ
نُطفے میں خرابی کے سبب ہوتا ہے

وَتَنسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔(44:2)

یقین نہیں آتا تو آئینہ دیکھ لو

قامت کی یہ حالت کبھی دیکھی اپنی
چہرے کی نحوست کبھی دیکھی اپنی
اوروں کے خدوخال پہ ہنسنے والے!
آئینے میں صورت کبھی دیکھی اپنی؟

وحشی اور سلاسل

آئینۂ تدبیر اُٹھا کر پھینکو
سرمایۂ تزویر اُٹھا کر پھینکو
وحشی رہے پابندِ سلاسل کب تک
یہ طوق ، یہ زنجیر اُٹھا کر پھینکو

دستار کا تقاضا

وہ علم ' وہ کردار تو لاؤ پہلے
وہ شکل ' وہ اطوار تو لاؤ پہلے
دستار کا باندھنا تو ہے بعد کی بات
اہلیّتِ دستار تو لاؤ پہلے

❁

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (القرآن)
ترجمہ: اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو چیر نہ ڈالو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکو گے۔(37:17)

پھر اِس قدر تکبّر کیوں؟

بن کر یہ ہلال ' ماہتاب آتا ہے
ہر شے پہ یہ دَورِ انقلاب آتا ہے
یُوں ٹھوکریں مار کر زمیں کو مت چل
تُجھ پر ہی نہیں ' سب پہ شباب آتا ہے

❁

وَخُلِقَ الْاِ نْسَانُ ضَعِیْفًا (القرآن)

ترجمہ: اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔(28:4)

اِتنی بے بسی پر بھی اِتنے دعوے

یُوں سنگ مِژہ پہ تول سکتا نہیں تُو
تقدیر کے آگے بول سکتا نہیں تُو
عُقدہ کسی اور کا تُو کیا کھولے گا
جب قبض بھی اپنا کھول سکتا نہیں تُو

عن ابی ھریرۃ قال بینما النبیؐ یحدث اذ جاء اعرابی فقال متی الساعۃ قال اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ قال کیف اضاعتھا قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فَانتَظِرِ الساعۃ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے۔فرمایا رسالت مآب گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔اس نے کہا کہ قیامت کب آئے گی۔سرکارؐ نے فرمایا جب امانت میں خیانت کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کر۔اس نے عرض کی کہ امانت کے ضائع ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ جب کوئی معاملہ کسی نااہل کے سپرد کیا جائے گا تو سمجھ لے قیامت آگئی۔

طلبِ منصب دلیلِ نااہلیّت ہے

جو صاحبِ علم و فضل کہلاتے ہیں
ہر جرأتِ بے جا پہ وہ پچھتاتے ہیں
جو اہل نہ ہوں، وہ مانگتے ہیں منصب
منصب کے جو اہل ہوں، وہ کتراتے ہیں

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمُ اسۡتَحَبُّوا الۡحَیٰوۃَ الدُّ نۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَ ۃِ (القرآن)
ترجمہ: یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر پسند کیا۔(107:16)

اِبتلائے عظیم

عیّار شکاریوں میں آ بیٹھا ہوں
دُنیا کے بھکاریوں میں آ بیٹھا ہوں
ایمان بچا کر مجھے اُٹھنا ہو گا
دولت کے پُجاریوں میں آ بیٹھا ہوں

فَاَیۡنَ تَذۡھَبُوۡنَ (القرآن)
ترجمہ: تو تم کہاں جاؤ گے۔(26:81)

مقامِ توجّہ

غیرت پہ پڑا اثر ' تو پھر کیا ہو گا
آیا جو نہ کچھ نظر ' تو پھر کیا ہو گا
تم بول رہے ہو مستقل میرے خلاف
مَیں بول اُٹھا اگر ' تو پھر کیا ہو گا؟

يَقُولُونَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِىْ قُلُوبِهِمْ (القرآن)

ترجمہ: وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ (11:48)

عارضۂ تضاد

بول اُٹھتے ہیں بولنے کو تو یکدم لوگ
آتے ہیں مگر صفِ عمل میں کم لوگ
یہ بات الگ کہ ہم سے ہوتا نہیں کچھ
ہاں کہنے کو کہتے ہیں بہت کچھ ہم لوگ

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ (القرآن)

ترجمہ: کیا تم نے اسے بادل سے اتارا؟ یا ہم ہیں اتارنے والے۔ (69:56)

اِستفسارِ الٰہی

مت بھولو کہ تم سب ہو ہمارے پالے
ناحق نہ کسی پہ رُعب کوئی ڈالے
برساتے ہو کیا سحاب سے تم پانی؟
یا ابر سے ہم ہیں مینھ دینے والے

كُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَ وْقَا تِهَا (مقوله)
ترجمہ: ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے

فیصلۂ وقت

اچّھا ہُوں، بُرا ہُوں، کون ہُوں، کیسا ہُوں
جاہل ہُوں کہ علم کی طَلَب رکھتا ہُوں
یہ مجھ سے نہ پُوچھ، وقت خود بولے گا
کچھ ہُوں کہ نہیں ہُوں، کیا نہیں ہُوں، کیا ہُوں

❁

وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْه مَنْ يَّشَآءُ (القرآن)
ترجمہ: فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔(29:57)

اِس کی تکلیف آخر تجھے کیوں؟

دینے پہ کریم کا جو دل آتا ہے
دامن میں گدا کے، مُستقل آتا ہے
ہے مجھ پہ جو اُس کا فضل، جلتا ہے کیوں
کیا اِس کا بھی تیرے نام بِل آتا ہے؟

❁

الظّلم وضع الشّیٔ فی غیر محلّہٖ (مقولہ)

ترجمہ: کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا دینا ظلم ہے

تعریفِ ظلم

دینا کرگس کو گُل مہکنے کی جگہ
جاہل کو سونپنا پرکھنے کی جگہ
ہے ظُلم کی تعریف یہ ازرُوئے لُغت
رکھنا اک چیز کو، نہ رکھنے کی جگہ

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (القرآن)

ترجمہ: جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔ (37:4)

دَمڑی

ہر حال میں انسان بچائے دمڑی
مر کر بھی کسی پر نہ لگائے دمڑی
ہیں مُتّفِق اِس پہ بُخل کے سارے گُرو
چمڑی جائے، مگر نہ جائے دمڑی

اذالم تستحی فاصنع ماشئت (الحدیث)

ترجمہ: جب تو نے شرم چھوڑ ہی دی تو اب جو چاہے کر

بے حیا باش ہر چہ خواہی کُن

تُو محض گھمنڈ میں سر افراختہ ہے
ہر قول ترا جُھوٹ ہے' خود ساختہ ہے
کیا تجھ سے کسی کو آبرو کی امّید
تُو خود ہی جب ایک آبرو باختہ ہے

ان شر الناس عند اللّٰہ منزلة یوم القیامة من ترکه الناس اتّقاء شرّہٖ وفی روایة اتقاء فحشہٖ (الحدیث)

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ وہ ہوں گے جنھیں لوگ ان کے شر (اور ایک روایت میں ہے) ان کی بے ہودگی سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں۔

انسانی شر کا خوف صفتِ قبیح ہے

مقبولِ خدا ہے بس وہی درد شناس
دے جس کا تصوّر بھی خوشی کا احساس
لیکن مردود اور ملعون ہے وہ
مخلوقِ خدا کے دل میں ہو جس کا ہراس

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (القرآن)
ترجمہ: اور تمھیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا۔ (85:17)

خبطِ دانش

دانش کا یہ خبط، اُس کی نادانی ہے
بے علم ہے، بے عمل ہے، خَفقانی ہے
کہتی ہے یہ آیۂ وَمَـــا اُوْتِیْتُمْ
انساں کو یہ کیا زعمِ ہمہ دانی ہے

❁

غمط النّاس وبطر الحق (الحدیث)
ترجمہ: لوگوں کو گھٹیا سمجھنا اور حق کی بات کو ٹھکرا دینا۔

حقیقتِ کبر

اِس حرفِ نبی کو ذہن میں جا دینا
مومن کو یہ شرحِ کبر لکھوا دینا
ہے کبر، حقیر جاننا لوگوں کو
حق کو حق سمجھ کے ٹھکرا دینا

❁

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا (القرآن)

ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی تو یقیناً اس کی زندگی بڑی تنگی میں گزرے گی۔ (124:20)

تنگیٔ معیشت کا سبب

ہر اِک سے کر التجا نہ یُوں سب سے مانگ
غیرت ہے اگر کچھ بھی تو پھر رب سے مانگ
اِعراض ہے ذکرِ حق سے تنگی کا سبب
دروازۂ لب کھول! کسی ڈھب سے مانگ

فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْتَتْرُکْهُ یَلْهَثْ (القرآن)

ترجمہ: تو اس کی مثال کُتّے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ (176:7)

شاباش

کیوں بُغض و حَسَد سے اِس طرح تکتا ہے
ہر وقت یہ اَول فَول کیوں بکتا ہے
کُتّے کی طرح کھول کے مُنھ بھونکے جا
تُو اِس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہے

اذا تکلمت فتکلم بنیّة صالحة و اذا سکت فاسکُت بنیّة صَالحةٍ کل من لم یقوم النیّة قبل العمل فلا عمل له
(فرمودۂ حضرت غوثِ اعظم جیلانیؒ)
ترجمہ: جب تُو بات کرے تو اچھی نیّت سے کر اور جب خاموشی اختیار کرے تو اچھی نیت سے خاموش رہ۔ جس نے کسی عمل سے پہلے اپنی نیّت درست نہ کی تو اس کے عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔

خاموشی و تکلّم میں دعوتِ حُسنِ نیّت

چھوڑے نہ خرد کو اُس کی کم جوشی پر
لے آئے اُسے جُنوں کی بے ہوشی پر
چُپ چُپ ہی میں لُوٹ لے جو محفل کے حواس
قُربان خطابت ، ایسی خاموشی پر

❁

عظ نفسک اوّلاً ثم عظ نفس غیرک (فرمودۂ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ)
ترجمہ: پہلے اپنی ذات کو نصیحت کر پھر کسی دوسرے کو۔

میرا مُنہ نہ کُھلوا

معلوم ہے ، باریاب جتنا تُو ہے
یا شیخ فلک جناب جتنا تُو ہے
بہروپ کی آڑ میں چُھپا ہے ، ورنہ
اُتنا نہیں مَیں خراب ، جتنا تُو ہے

❁

زوالِ آفتاب کی بندہ نوازی

بد فطرت و فتنہ باز ہوجاتے ہیں
خُود بین و زمانہ ساز ہو جاتے ہیں
اے کاش نہ آئے کسی سُورج پہ زوال
ٹھگنوں کے بھی قد ، دراز ہو جاتے ہیں

اوقات

کس نسل کا ہے ، ذات تو دیکھے پہلے
خود کون ہے ، یہ بات تو دیکھے پہلے
اوقات جو دوسروں کی گنواتا ہے
وہ اپنی بھی اوقات تو دیکھے پہلے

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ (القرآن)

ترجمہ: اور ہمارے لئے مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔(78:36)

متکبّر کو درسِ فطرت

مغرور ہے کیوں ، یہ رنگِ مستی کیا ہے
یہ کبر و اَنَا یہ خُود پرستی کیا ہے
رکھ ذہن میں عالَمِ وِلادت اپنا
پھر دیکھ! ترا مقامِ ہستی کیا ہے

❁

وَاِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (القرآن)

ترجمہ: اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔(22:31)

عقیدۂ اہلِ توکُّل

رہنا ہے اُسی کو ، ماسوا ہالک ہے
یہ راز عیاں ہے اُس پہ ، جو سالک ہے
آغاز تھا میرے بس میں سو مَیں نے کیا
انجام کا غم نہیں ، خدا مالک ہے

❁

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اُسی کی عبادت کرو یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے(64:43)

اُمُّ العقائد

اِس حرفِ نجات پر عقیدہ رکھیے
یعنی اِسی بات پر عقیدہ رکھیے
منشائے عقائد و عقیدت یہ ہے
اللہ کی ذات پر عقیدہ رکھیے

❁

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (31:7)

مذمّتِ بسیار خوری

بسیار خُوری سے رشتہ کٹ جاتا ہے
پیراہنِ فربہی سمٹ جاتا ہے
بڑھ جاتی ہے جس کی جتنی قدر و قیمت
اُس کا اُتنا ہی وزن گھٹ جاتا ہے

❁

مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ (القرآن)

ترجمہ: تردد کرنے والے ہیں اس (کفر و ایمان) کے درمیان نہ ان کافروں کی طرف ہیں اور نہ ان مومنوں کی طرف۔ (143:4)

وجہِ اضطراب

برپا ہے یہ اضطراب، کچّے پن سے
کھاتے ہو یہ پیچ و تاب، کچّے پن سے
ٹھہراؤ کا فُقدان ہے خامی کی دلیل
گردش میں رہا کباب، کچّے پن سے

❁

وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (القرآن)
ترجمہ: اوران (گرم سرد) دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔(140:3)

وقت کے فیصلے

نادار کو سلطنت عطا کرتا ہے
اورنگ نشینوں کو گدا کرتا ہے
کل تم نے کہا تھا، وقت کیا کر لے گا
اب دیکھ لیا کہ وقت کیا کرتا ہے؟

❁

من انتسب الٰی غیر ابیہ فھو ملعون (الحدیث)
ترجمہ: جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کی وہ لعنتی ہے۔

پیسے کی کرامت

کم اصل کی اوقات بدلتی دیکھی
دن ہی نہ پھرے، رات بدلتی دیکھی
پیسے کی کرامت پہ یقیں آ ہی گیا
بد ذات کی جب ذات بدلتی دیکھی

❁

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (القرآن)

ترجمہ: اور یقیناً انسان مال و دولت کی محبت میں بہت سخت ہے(8:100)

ہائے پیسہ

معیارِ شرافتِ نَسَب، پیسہ ہے
لوگوں میں فضیلت کا سبب، پیسہ ہے
بس کہنے کی حد تک ہیں خدا اور رسول
اِس دَور کے انسان کا رب، پیسہ ہے

خیر الکلام ما قلّ ودلّ ولم یملّ (مقولہ)

ترجمہ: بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور مدّعا کو پوری طرح واضح کرے اور سامع کو ملال میں نہ ڈالے۔

تطویلِ لاطائل

یُوں متن کے ساتھ ساتھ تفسیر نہ کر
سُننے والوں کو پا بہ زنجیر نہ کر
تطویلِ کلام ہے حماقت کی دلیل
دے مختصراً جواب، تقریر نہ کر

وَتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰهِ (القرآن)
ترجمہ: اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔(48:33)

خود سُپردگی

اَشکوں سے مژہ کو یُوں بھگوتا کیا ہے
دن رات سِسک سِسک کے روتا کیا ہے
مومن ہے اگر ، تو اپنا مستقبل و حال
اللہ پہ چھوڑ ، دیکھ ہوتا کیا ہے

❁

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔(5:107)

متکبّر نمازی کی گوشمالی

بنتا ہے نمازی بھی ، جھگڑتا بھی ہے
ہر روز غریبوں کو رگڑتا بھی ہے
یا چھوڑ مری نماز ، یا کِبر اپنا
جھکتا بھی ہے کم بخت ، اکڑتا بھی ہے

❁

اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَھْلَکَ مِنْ قَبْلِہٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ ھُوَا شَدُّ مِنْہُ قُوَّۃً (القرآن)

ترجمہ: کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا جو بہ اعتبار قوت اس سے زیادہ سخت تھے(78:28)

تُو کِس کھیت کی مُولی ہے

منکتوں کی طرح کھڑے نظر سے گزرے
رستوں میں کئی پڑے نظر سے گزرے
تُو کیا لئے پھرتا ہے بڑا پن اپنا
تُجھ سے بھی بڑے بڑے نظر سے گزرے

❁

وتَعَا وَنُوْ اعَلَی الْبِرِّوَ التَّقْوٰی (القرآن)

ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ میں تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔(2:5)

اتّفاق کی برکت

مِلتا ہے سبق یہ وقت کی گردش سے
باز آؤ نفاق و حَسَد و رنجش سے
مِل جُل کے معاشرے کی ہو گی تطہیر
دُھلتے ہیں ہاتھ باہمی کوشش سے

❁

لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ (القرآن)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں (30:30)

فطرت نہیں بدلتی

جس کی فطرت ہو عیبِ شر سے مَملُو
صُحبت سے وہ اچھوں کی نہ ہوگا خُوش خُو
رہتی ہے اگرچہ رات دن پانی میں
جاتی نہیں مچھلی کے بدن سے بَد بُو

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ (القرآن)

ترجمہ: تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں کو پسند نہیں کرتے۔ (55:28)

آدابِ مناظرہ

تکرار میں اِسرافِ توانائی ہے
بے کار کی ضد، علم کی رُسوائی ہے
جب مدِّ مقابل نہ سُنے کوئی دلیل
ایسے میں سکُوت، عینِ دانائی ہے

من عادیٰ لی ولیًّا فقد اٰذنتہٗ بالحرب (حدیثِ قُدسی)
ترجمہ: جس نے میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت کی پس میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

بد دُعائے درویشاں

ممکن ہے ' جی اُٹھے قضا کا مارا
شاید بچ جائے 'اژدہا کا مارا
مت اُلجھیے اللہ کے درویشوں سے
اُٹھتا نہیں اِن کی بد دُعا کا مارا

❁

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (القرآن)
ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (70:33)

راست گوئی

یُوں پیٹھ میں دوستوں کی ' بھالا نہ لگا
دروازوں پہ نفرتوں کا تالا نہ لگا
جو بات بھی ہو ' اُسے بڑھا کر مت کر
اللہ سے ڈر ' مِرچ مسالا نہ لگا

❁

نَسُو االلّٰہَ فَنَسِیَھُمْ (القرآن)
ترجمہ: (یہ لوگ) خدا کو بھول بیٹھے تو خدا نے بھی انہیں بھلا دیا۔ (67:9)

تلاشِ بے سُود

پابندِ رُسوم ' طبع آزاد نہ کر
یُوں خرمنِ آبرُو کو برباد نہ کر
جس نے تُجھے کھو دیا نہ کر اُس کو تلاش
جو بُھول گیا تُجھے ' اُسے یاد نہ کر

❁

اَلعِشقُ نار یحرق ماسوی المعشوق (مقولہ)
ترجمہ: عشق ایک ایسی آگ ہے جو معشوق کے سوا ہر چیز جلا دیتی ہے

ایک جان لیوا کھیل

دِل عشق میں یُوں ' نڈھال ہو جائے گا
جینا بھی مجھے محال ہو جائے گا
کھیلا تھا یہ کھیل دل لگی کی خاطر
معلوم نہ تھا یہ حال ہو جائے گا

❁

وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَآءُ (القرآن)

ترجمہ:اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے(27:14)

درسِ عبرت

ماحول میں عزّت جو دِلا سکتا ہے
کپڑے وہ اُتروا کے نچا سکتا ہے
نخوت سے نہ مُسکرا کے یُوں دیکھ مجھے
یہ وقت کبھی تجُھ پہ بھی آ سکتا ہے

❁

الکاسب حبیب اللّٰہ (الحدیث)

ترجمہ:اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

خُود مار کے کھا

یُوں وقت خراب کر نہ اپنا سارا
اَجداد کے نام پر نہ ہو' بزم آرا
خود مار کے کھا اگر ہے غیرت کچھ بھی
گیدڑ کھاتے ہیں شیرِ نَر کا مارا

❁

خوفِ عُقبیٰ

کب رنج و غم و مرگ و فنا کا ڈر ہے
دن رات مجھے روزِ جزا کا ڈر ہے
دنیا کو ہزار خوف ہیں دامن گیر
مجھ کو تو فقط اپنے خدا کا ڈر ہے

فلسفۂ اِنفاق

اِنفاق ہے راہِ حق میں گو اِک اعزاز
لیکن ہے ترا غلط اِسی بات پہ ناز
جو چیز نہ جس کے پاس ہو، وہ اُسے دے
اللہ کے در پہ لے کے جا عجز و نیاز

ایک مُفید مشورہ

جا پاس نہ اُس کے، جو بُلائے نہ تجھے
تُو مُنھ نہ لگا، جو مُنھ لگائے نہ تجھے
امکاں ہو جہاں ذرا بھی پستی کا، نہ بیٹھ
بیٹھ ایسی جگہ، کوئی اُٹھائے نہ تجھے

دورِ حاضر کا معیارِ عزّت

قلّاش ادیب ہے تو رہنے دیجے
مسجد کا خطیب ہے تو رہنے دیجے
خِنزیر ہو لکھ پتی تو سر آنکھوں پر
انسان غریب ہے تو رہنے دیجے

اَغَیْرَاللّٰہِ تَدْعُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: تو تم (مدد کے لئے) خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو پکارو گے؟ (40:6)

استفسارِ معبُود

یہ دربدری ' بابِ طلب کے ہوتے؟
یہ شرک ' مُسبّبِ سبب کے ہوتے؟
کیا آب و سَراب میں نہیں کوئی فرق؟
غیروں کو پُکارتے ہو ' رب کے ہوتے؟

اظہارِ حقیقت

یہ لُطف یہ طرزِ جَور دیکھا نہ سُنا
یہ رنگ ، یہ ڈھب ، یہ طَور دیکھا نہ سُنا
کہتے ہیں یہ بات دیکھ سُن کر تم سے
تم سا کوئی ہم نے اور دیکھا نہ سُنا

❁

فلسفۂ خاموشی و گویائی

اک شور ہے زندگی ، اَجَل خاموشی
گفتار کا آخری عَمَل خاموشی
بے جا گوئی علامتِ بے خِرَدی
دانش کی دلیل ، بر محل خاموشی

❁

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ (القرآن)
ترجمہ: اے مومنو کوئی قوم کسی دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں (11:49)

سب کچھ روشن ہو جائے گا

باتیں نہ بنا ، اپنے گریباں میں جھانک
تُہمت نہ لگا ، اپنے گریباں میں جھانک
مَیں بد ہُوں اگر تو مجھ سے بدتر تُو ہے
اک بار ذرا ، اپنے گریباں میں جھانک

❁

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآاٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (القرآن)
ترجمہ: یا وہ حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔(54:4)

ذہنی افلاس

ذہناً مفلس ہے تُو ' حَسَد کرتا ہے
مَحسُود کو پیش ' خود کو رَد کرتا ہے
جو کچھ وہ کسی کو دے یہ اُس کی مرضی
خالق پہ بھی اعتراض ' حد کرتا ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا (القرآن)
ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (عیبوں کی) جستجو نہ کرو اور دوسرے کی غیبت (بھی) نہ کرو۔(12:49)

تلاشِ حقیقت

بے طرح کے شُبہات سے ہٹ کر دیکھو
ہر بات کو ہر بات سے ہٹ کر دیکھو
جس بات کی اصل تک پہنچنا ہو تمھیں
اُس بات کو جذبات سے ہٹ کر دیکھو

یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: وہ دنیوی زندگی کے ظاہر (حال) کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل بے خبر ہیں۔(7:30)

یہ غفلت شعار لوگ

کیسے ہیں یہ لوگ، کیا پئے بیٹھے ہیں
دل مال و متاع کو دیے بیٹھے ہیں
عالم ہیں یہ بس ظواہرِ دنیا کے
عُقبیٰ کو فراموش کیے بیٹھے ہیں

❁

کُلُّ شَیْءٌ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القرآن)

ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔(88:28)

مرگِ دشمن پہ نہ ہنس

کاندھوں پہ کوئی تجھے بھی اُٹھوائے گا
تجھ کو بھی کفن یُونہی دیا جائے گا
عاقل ہے اگر تو مرگِ دشمن پہ نہ ہنس
اک روز یہ وقت تجھ پہ بھی آئے گا

❁

اِنۡفِرُوۡا خِفَا فًا وَّثِقَالاً وَّ جَا هِدُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ وَاَ نۡفُسِکُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: نکلو ہلکے ہوکر خواہ بھاری ہوکر اور جہاد کرو (کافروں سے) اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ (41:9)

ترغیبِ جہاد

با ہیبتِ جذبِ تام نکلو تو سہی
توحید کا پی کے جام نکلو تو سہی
نکلا کوئی میداں میں تو میرا ذمّہ
اللہ کا لے کے نام نکلو تو سہی

❁

وَمَا یَنۡفَعُ الۡاَصۡلُ مِنۡ ھَا شِمٍ اِذَا کَانَتِ النَّفۡسُ مِنۡ بَاهِلَةً

(عرب شاعر کا ایک شعر)

ترجمہ: اگر کوئی شخص بہ اعتبارِ فطرت باھلہ قوم کی گھٹیا عادات اور طبیعت کا مالک ہو تو کسی عالی خاندان میں اس کا پیدا ہو جانا کوئی قابلِ فخر بات نہیں۔

اَسلاف و اَخلاف

صُورت میں اگرچہ ہو نگینوں کی طرح
پر فرق ہے سیرت میں زمینوں کی طرح
عالی نَسَبوں کے گھر سے بھی بعض اوقات
اولاد نکلتی ہے کمینوں کی طرح

❁

وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ (الحدیث)

ترجمہ: ذخیرہ اندوز لعنتی ہے

امتناعِ ذخیرہ اندوزی

یُوں دیدۂ حق نگر کو خیرہ نہ کرو
حرص اور حَسد اپنا وطیرہ نہ کرو
مُنعِم ہو تو مُفلس کی ضرورت سمجھو
سیم و زر و مال کو ذخیرہ نہ کرو

ایک متصوّف کے جواب میں

جارُوب کَشِ درِ علی مَیں بھی ہوں
اُس شہر سے منسوب گلی مَیں بھی ہوں
تُو خُود کو ولی سمجھ رہا ہے جِتنا
مت بُھول کہ اُتنا تو ولی مَیں بھی ہوں

حاسد کا چہرہ

صُورت تری بے کار ہوئی جاتی ہے
رُسوا سرِ بازار ہوئی جاتی ہے
حاسد! ترے باطن کی سیاہی اب تو
چہرے سے نمودار ہوئی جاتی ہے

اللہ کی مار

آ جاؤ گے زیرِ بار یہ لکھ رکھّو
تم ہو گے ذلیل و خوار یہ لکھ رکھّو
اللہ کی مار سے نہ ڈرنے والو!
تم پر بھی پڑے گی مار یہ لکھ رکھّو

غم کی مٹھاس

ہر سینۂ اُمّید میں ہے کاہشِ یاس
ہر غم کے ساتھ ہے خوشی کا احساس
شیرینیٔ غم میں ہے عَسَل کی لذّت
ہے شانِ عَسَل فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاس

نوازشِ غیبی

ایسا تھا کہاں کا مَیں مقدّر کا دَھنی
بس غیب سے مجھ غریب کی بات بَنی
جو گھر سے کبھی نصؔیر نکلے ہی نہ تھے
آئے ہیں وہ میرے گھر میں اللّٰہُ غَنی

حاسدین کا شکریہ

یُوں تجربہ دراز حاصل ہے مُجھے
کچھ غم سے الگ نیاز حاصل ہے مُجھے
ہر دل میں کھٹک رہا ہوں کانٹے کی طرح
اپنوں میں یہ امتیاز حاصل ہے مُجھے

ناز نہ کرنے کا سبب

کیوں ناز کروں کہ مَیں نہیں قابلِ ناز
ہاں اپنی نیاز پر ہے مجھ کو کچھ ناز
کرتا ہے وہ ناز جو نہ ہو لائقِ ناز
جو لائقِ ناز ہو وہ کرتا نہیں ناز
(یہ رُباعی عمدًا بقیدِ یک قافیہ رکھی گئی (نصیؔر))

تقلیدِ بے سُود

کیا فائدہ یُوں ذہن کو بہلانے سے
علّامہ و شیخِ وقت کہلانے سے
تقلید سے ادنٰی نہیں ہوتا اعلٰی
بنتا نہیں آنکھ ، پپَر سو جانے سے

مردانِ کمال کا حال

ہو جیسے کہ سنگ ، آبِ رواں کے آگے
یا چھائے سحاب ، آسماں کے آگے
رہتے ہیں رکاوٹوں کی زد میں کامل
دانتوں کی ہے دیوار ، زباں کے آگے

❀

مجبوریِ حالات

یہ چھوڑیے ، نزدیک ہوں یا دُور ہوں مَیں
اِس وقت ملاقات سے معذور ہوں مَیں
القصّہ ، مزاج کا تقاضا بھی ہے کچھ
کچھ وقت کے ہاتھوں سے بھی مجبور ہوں مَیں

❀

یاری کا ڈھونگ

یہ حُسنِ نظر ، وقت کے آنے تک ہے
ایثار کا یہ جوش ، دِکھانے تک ہے
اِس دَور میں کون یار ، کیسی یاری
یاری کا یہ ڈھونگ ، آزمانے تک ہے

❀

وقت کی سُولی

ہم خیرہ سَروں کا جُرم سچّائی ہے
ظالم کے جواب میں صف آرائی ہے
دانستہ چڑھے ہیں وقت کی سُولی پر
اِس خاص گناہ کی سزا پائی ہے

❁

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤ ذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّ نِیَا وَالْاٰخِرَۃِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک جولوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اوراس کے رسول کو اللہ نے ان پرلعنت فرمائی دنیامیں اورآخرت میں۔(57:33)

لعنتی کون ہے؟

اللہ کا حرف ، اوّل و آخر ہے
قرآن و حدیث سے یہی ظاہر ہے
توہینِ شریعت ہے نبی کی توہین
توہینِ نبی کا مُرتکب ، کافر ہے

❁

کمینوں کو عزّت بخشی کا نتیجہ

آہنگِ فریب و شیوۂ جَور دیا
سِفلوں کا مزاج ، کبر کا طَور دیا
کُتّے کو نہ کھیر پچ سکی بالآخر
عزّت نے تجھے کمینہ پن اور دیا

❁

تلقینِ استقامت

ہر موج ڈبو دینے کو مچلا کی ہے
اُٹّھی ہے گھٹا غم کی تو برسا کی ہے
طوفانِ محبّت سے نہ دل گھبرائے
اِس بحر میں ڈوبنا ہی پیراکی ہے

❁

عمل ایک سبب دو

انسان کے احوال کی دُنیا ہے عَجب
مُضمر اک ہی عمل میں ہیں دو مطلب
عالم بھی اِدھر چُپ تو اُدھر جاہل بھی
یہ علم کے ہاتھوں، وہ جہالت کے سبب

❁

درسِ نَفَس

درسِ عَدَم و سَلبِ بقا دیتا ہے
تعطیلِ حیات کا پتا دیتا ہے
اُستادِ نَفَس بدن میں آتے جاتے
انسان کو تعلیمِ فنا دیتا ہے

❁

مُشاہدات

دل فارغ و دل شاد نہ ہونے پایا
آلام سے آزاد نہ ہونے پایا
جس نے کسی آباد کو برباد کیا
وہ بھی کبھی آباد نہ ہونے پایا

کون دیتا ہے، دینے کو مُنھ چاہیے

کہتے ہیں وہ سُر کی، جن کے سَر میں کچھ ہو
پلواتے ہیں وہ، جن کی نظر میں کچھ ہو
کنگال بھریں گے کیا کسی کا کشکول
دیتے ہیں وہ بھیک، جن کے گھر میں کچھ ہو

خطابِ برمحل

پھر جوشِ بیاں میں ٹُوٹ کر بولیں گے
لہجے کی دھمک سے بام و در بولیں گے
بے وقت کی بولیاں نہیں بولتے ہم
ہم بولے اگر تو وقت پر بولیں گے

سجن دُور نہ جا

ہو جائیں گے چاک پیرہن دُور نہ جا
چھا جائے گا پھر اُداس پن دُور نہ جا
کلیاں بہ زبانِ حال کہتی ہیں یہی
رہ گاؤں کے نزدیک ، سجن دُور نہ جا

پُرسشِ اعمال

الفت میں خلوص اور وفا لازم ہے
تسلیم و رضا ، خوفِ خدا لازم ہے
اعمال کی پُرسش سے نہیں راہِ فرار
ہاں یاد رہے روزِ جزا لازم ہے

کُچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

خاموش ہیں کس لیے جنابِ والا
کیوں ڈال لیا ہے اپنے مُنھ پر تالا
خاموشی ہے آپ کی کسی بات پہ دال
لگتا ہے مجھے دال میں کالا کالا

ارشادِ عقل

بے کیفیِ ایّام نظر میں رکھیے
دَورِ سحر و شام نظر میں رکھیے
جس کام کا آغاز کیا ہے حضرت!
اُس کام کا انجام نظر میں رکھیے

وعدہ

وعدے کی ہوئی بات ' کہا کل پرسوں
آنے کو کہا ' مگر نہ آئے برسوں
ٹوکا جو سرِ راہ ' تڑخ کر بولے
کیا خوب! ہتھیلی پہ جمائیں سرسوں؟

تقاضائے خردمندی

کچھ ہوش و خرد سے کام لینا سیکھو
دشمن کا سنبھل کے نام لینا سیکھو
دینا ہو اگر مدِّ مقابل کو جواب
پھر وقت پہ انتقام لینا سیکھو

دستورِ جنوں

اپنے ہاتھوں میں راج لے لیتا ہے
اِس ڈھنگ سے وہ خراج لے لیتا ہے
دیتا ہے جُنوں ' آبلہ پائی جن کو
پھر اُن کے سَروں سے تاج لے لیتا ہے

❁

ہم آپ کے ہیں

ہر چند ستم ہو کہ کرم ' آپ کے ہیں
ہمدرد و رفیق و ہمقدم آپ کے ہیں
تنقید کریں کہ رُوٹھ جائیں ' لیکن
اِتنا رہے ذہن میں کہ ہم آپ کے ہیں

❁

علاماتِ بیماریِ حَسَد

لہجے میں تپش ہے ' مردم آزاری ہے
ہر وقت زباں سے کچھ نہ کچھ جاری ہے
ظاہر ترے اطوار سے ہے پاگل پن
لگتا ہے ' تجھے حَسَد کی بیماری ہے

❁

خطاب بہ حاسدِ بد باطن

اشعار کی توصیف پہ جل اُٹھتا ہے
تقریر پہ ، تصنیف پہ جل اُٹھتا ہے
دیتا ہے مجھے سَنَد مِرے ہونے کی
جب تُو میری تعریف پہ جل اُٹھتا ہے

❀

حاسد محرومِ مقاصد

حاسد مَنَش و اصلِ مفاسد تُو ہے
اِس واسطے محرومِ مقاصد تُو ہے
فطرت کا یہ احسان کہ میں ہُوں محسُود
قدرت کی یہ پھٹکار کہ حاسد تُو ہے

❀

کششِ کُوچۂ جاناں

کانٹا سا یاد کا کھٹک جاتا ہے
سُولی پہ خیال کی لٹک جاتا ہے
کیا خاک قدم اُٹھائے کوئی اُس وقت
جب دل ترے کُوچے میں اٹک جاتا ہے

❀

مقامِ ساقی

وہ حُسن کہاں ' نہ ہو تری خُو جس میں
بے کیف ہے وہ پُھول ' نہ ہو بُو جس میں
ساقی! ترے دَم سے ہے چمن میں رونق
ویرانہ ہے وہ چمن ' نہ ہو تُو جس میں

لنگر کو توڑ دیا

اب کیوں ہو مجھے ہجومِ آفات کا غم
بد خواہِ دَنی ' یا کسی کم ذات کا غم
بیٹھا ہوں جسے سونپ کے اپنا سب کچھ
اُس کا ہو اگر کرم تو کس بات کا غم

حقیقت خود بولتی ہے

دُکھ پہنچے تو اشک آنکھ میں بھر آتا ہے
دل تڑپے تو لہجے میں اثر آتا ہے
کچھ بھی نہ کسی میں ہو تو کیا آئے نظر
کچھ ہو جو کسی میں تو نظر آتا ہے

ماحول کو تخلیق کرو

اِس امر پہ ثبت مُہرِ تصدیق کرو
اب فیض رسانی میں نہ تعویق کرو
ماحول کی تخلیق تو سب ہوتے ہیں
ہمّت ہے تو ماحول کو تخلیق کرو

معراجِ ادب

یُوں بے ادبی کے نہ قریں آ جائے
گُستاخوں کی صف میں نہ کہیں آ جائے
کرتا نہیں سجدہ اِس لئے اُس در پر
پیشانی کے نیچے نہ زمیں آ جائے

تصوّر کی کرشمہ سازیاں

کچھ سوچ کے بولنے سے کتراتے ہوں
چپ چاپ کھڑے ہوں، دل میں شرمائے ہوں
دروازے پہ کون دے رہا ہے دستک
دیکھو تو ذرا وہ نہ کہیں آئے ہوں

ھُوالباقی

دُنیا کی چمک دمک ہے آنی فانی
جیسے کہ ہے موجوں کی روانی فانی
باقی سے مقابلہ نہیں فانی کا
باقی باقی ہے اور فانی فانی

❁

انّ اللہ یبغض الحبر السّمین(الحدیث)

ترجمہ:اللہ نہیں پسند کرتا موٹے عالم (یا مولوی) کو

موٹا مُلّا

قامت میں بلند ہو کہ چھوٹا مُلّا
ہے دیو نژاد ، دل کا کھوٹا مُلّا
اِس پہ شاہد ہے یہ حدیثِ نبوی
قدرت کو نہیں پسند ، موٹا مُلّا

❁

طلبِ عنایات

پیاسوں کو ملے آبِ رواں سے کچھ تو
جو آئے ہیں ، لے جائیں یہاں سے کچھ تو
ہو جائے سماعتوں کی دنیا آباد
فرمائیے لِلّٰہ زباں سے کچھ تو

❁

شانِ گدا

کیا بند ہُوا ، کبھی قضا کا رستہ
مسدُود ہُوا ، کہیں صبا کا رستہ
جو آئے گا سامنے وہ مٹ جائے گا
روکے نہ کوئی اُن کے گدا کا رستہ

فریادِ مگس

ہُوں مُضطرب اِک فعلِ نجَس کے ہاتھوں
سَر پیٹتی ہوں بارِ نَفَس کے ہاتھوں
مکھّی مَل مَل کے ہاتھ کہتی ہے نصیؔر
لوگو! مَیں لُٹ گئی ہوَس کے ہاتھوں

معراجِ بشریّت

دل غیر کے دام سے بچائے رکھنا
ذاتِ مُطلق سے لَو لگائے رکھنا
معراجِ بشر یہی ہے عبدیّت میں
اللہ کے در پہ سر جُھکائے رکھنا

مقامِ مسجد

اعزاز ہے اِس در پہ سوالی ہونا
مُہمَل ہے یہاں ' جنابِ عالی ہونا
اُٹھتے ہیں دُعا میں اِس لیے خالی ہاتھ
بھرنے کے لئے ہے شرط ' خالی ہونا

تنزیہہ وتشبیہ

ڈھونڈا ہے اُسے خانہ بہ خانہ ہم نے
وحدت کو تو کثرت ہی سے مانا ہم نے
خورشید کو ظلمت نے کیا ہے ممتاز
تنزیہ کو تشبیہ سے جانا ہم نے

گرفتِ غیبی

قدرت کی پکڑ ہے ایک سیفِ مَسلُول
خالق سے مقابلہ ہے انسان کی بُھول
کعبے کے گرانے کو جو نکلا دشمن
لشکر کو بنا دیا کَعَصفٍ مَّاکُوْل

احباب بدلے ہم نہ بدلے

عبرت کی نگاہ سے یہ دنیا دیکھی
نا کامِ ہر اُمّید و تمنّا دیکھی
احباب نے ہم سے لاکھ آنکھیں بدلیں
ہم بدلے نہ دوسروں کی دیکھا دیکھی

❁

کیفیّتِ قلب

ہر چند کے پابستۂ آزار ہے دل
سینہ ہے قفس ، مرغِ گرفتار ہے دل
شاکی نہیں مجبوری و ناچاری کا
باحوصلہ و صابر و خوددار ہے دل

❁

بلائے ناگہانی

مچھّر کو پڑے جیسے ہوا سے پالا
یا پھر کسی شاہ کو گدا سے پالا
کم بخت مِرے سَر سے یہ ٹلتا ہی نہیں
اپنا بھی پڑا ہے کس بلا سے پالا

❁

دنیا ایک الم کدہ ہے

ہے دَورِ طرب ' سایۂ ابرِ گُزَراں
ہر خندہ ہے تاب و شررِ برق ' یہاں
ہر سانس کو تُو سنگِ ملامت ہی سمجھ
ہستی ہے تری ' کارگہِ شیشہ گراں

بُرے وقت کا ایک اچھّا پہلو

حل مشکلِ انسان تو ہو جاتی ہے
منزل یہ کچھ آسان تو ہو جاتی ہے
اچّھا ہے بُرے وقت کا یہ اک پہلو
انسان کی پہچان تو ہو جاتی ہے

قوّتِ نیکی نداری بد مکُن

لو کام حیا سے ' بے حیائی نہ کرو
مخلوقِ خدا سے کج ادائی نہ کرو
تم نے بھی تو دینا ہے کہیں جا کے جواب
نیکی نہیں ہوتی تو بُرائی نہ کرو

مَیں کچھ نہیں کہتا

قطرہ ہُوں ، حَباب و موج یا دریا ہُوں
گوہر ہُوں ، خزَف ہُوں ، گُل ہُوں یا کانٹا ہُوں
کہنا نہیں چاہتا کچھ اپنے حق میں
یہ وقت کرے گا فیصلہ ، مَیں کیا ہُوں

❁

التماسِ فیصلہ

اُلجھاؤ کا ختم سلسلہ ہو جائے
بہتر ہے کہ طے یہ مَسئَلہ ہو جائے
مَیں آپ کے نزدیک ہوں کس کھاتے میں
اِس بات کا آج فیصلہ ہو جائے

❁

ہَوا کو درسِ پرواز؟

دانائی و علم پر تجھے اِتنا ناز
پھر اُس پہ یہ اِفہام کا اوچھا انداز
تُو مجھ کو پڑھا رہا ہے ، او طفل مزاج!
دیتا ہے کوئی ہوا کو درسِ پرواز؟

❁

نکتۂ نازک

یہ نکتہ ہے از بسکہ دُروں نازک و پاک
سمجھے گا اگر اِسے ، تو ذہنِ درّاک
عالی فطرت میں کھوٹ ممکن ہی نہیں
ہے آبِ گہر پہ بند ، راہِ خاشاک

دُنیائے معانی

خاموش بیانی کی طرف بھی آؤ
اِس عالمِ ثانی کی طرف بھی آؤ
لفظوں ہی سے کھیلتے رہو گے کب تک
دُنیائے معانی کی طرف بھی آؤ

اے دنیا!

پھر سے یہ ہمیں دعوتِ رغبت کیسی
کیا چلنے کو رہ گئی کوئی چال ایسی
ہم فقرِ زُہاد جانتے ہیں تجھ کو
دُنیائے دَنی ! جا تری ایسی تیسی

التجائے دعا

میخانے پہ بارانِ عطا کُھل کر ہو
اللہ سے عرضِ مُدّعا کُھل کر ہو
چھائی ہے عجیب سی گُھٹن رندوں پر
اے پیرِ مُغاں ! آج دُعا کُھل کر ہو

❁

اِخفائے راز

یہ منزلِ صبر ہے یہاں چُپ رہیے
آزار و جفا کے تیر، دِل پر سہیے
ہر بات کے لائق نہیں ہوتا ہر کان
ہر اک سے نہ اپنے غم کی بپتا کہیے

❁

واعظ کی روٹی

ہے اِس کے نصیب میں پرائی روٹی
واعظ نے کبھی گھر میں نہ کھائی روٹی
اِس گھر میں اگر آج تو کل اُس گھر میں
قُدرت نے بھی کیا اِس کی لگائی روٹی

❁

میرا مقابلہ مت کر

مَیں رِند ہوں ، پی کے مست ہونے والا
بیگانۂ بُود و ہست ہونے والا
اللہ نے بخشی ہے بلندی مجھ کو
مَیں تجھ سے نہیں ہُوں پست ہونے والا

❁

بے عمل مولوی کے نام

کچھ شرم سے کام لے ، عبث تنتا ہے
برہم ہیں خواص ، مشتعل جنتا[1] ہے
اے بندۂ حرص و تارکِ صوم و صلوٰۃ
تُو مفتی و مولوی کہاں بنتا ہے

❁

فتویٰ فروش کے نام

مکّار و خسیس و بد گُہر مُفتی ہے
بے شرم و حریص و کم نظر مُفتی ہے
فتوے کو بدل دیتا ہے پیسے لے کر
اے دیوِ ہوس ! تُو پیشہ ور مُفتی ہے

❁

[1] عوام

متکبّر مُلّا

لوگوں سے بگاڑ پر ٹھنا پھرتا ہے
کس بات پہ اِس قدر تنا پھرتا ہے
کم بخت نے چار لفظ کیا سیکھ لئے
علّامۂ فہّامہ بَنا پھرتا ہے

❁

دین فروش مولوی کے نام

خنّاس و جُہُول مَیں نہیں ہُوں ' تُو ہے
نذرانہ وصُول مَیں نہیں ہُوں ' تُو ہے
اک فعلِ حلال کو کہا تُو نے حرام
گُستاخِ رسُول مَیں نہیں ہُوں ' تُو ہے

❁

جاہل دولت مند سے خطاب

موجود فضیلت بھی کوئی ہے کہ نہیں
تعلیم سے نسبت بھی کوئی ہے کہ نہیں
پوشاک تو قیمتی پہن لی تُو نے
اپنی تری قیمت بھی کوئی ہے کہ نہیں؟

❁

مقامِ افسوس

تھامے ہوئے دل بہ چشمِ نم آئے ہیں
سر پیٹتے قرطاس و قلم آئے ہیں
جب علم کے گاہک اُٹھ گئے دنیا سے
سودا لیے بازار میں ہم آئے ہیں

❁

داغِ سجدۂ ریا

یہ کوئی جلی جلائی روٹی تو نہیں
جتنا تُو خود ہے اُتنی کھوٹی تو نہیں
سجدے میں رگڑتا ہے اِسے کیوں اِتنا
پیشانی ہے آخر، یہ کسوٹی تو نہیں

❁

نام بڑا درشن تھوڑے

یُوں فخر سے کچھ سوار، لائے گھوڑے
ہیں ابلقِ ایّام کی باگیں موڑے
میدانِ مقابلہ میں اُترے تو کُھلا
ہے نام بڑا مگر ہیں درشن تھوڑے

❁

مراحلِ حیات

دُکھ درد کی کائنات سے گزرا ہُوں
دُنیائے تعلّقات سے گزرا ہُوں
آدابِ حیات کیا سکھاؤ گے مجھے
ہر مرحلۂ حیات سے گزرا ہُوں

حُسنِ سُلُوک کا صِلہ

تقلید کا احساس دِلا تو دے گا
دنیا کو یہ ماجرا سُنا تو دے گا
انسان کے ساتھ کیجئے حُسنِ سُلُوک
کچھ اور نہ دے سکا ' دُعا تو دے گا

شیوۂ اسلاف

ہے مشربِ طبعِ صاحبانِ ارشاد
انجام سے گھبرائے نہ مردِ آزاد
اک بات کو جب کہ خود وہ سچّا سمجھے
پھر کیوں نہ کہے عَلٰی رُؤسِ الاَشہَاد

کب آؤ گے؟

کیا فائدہ اُس گھڑی کہ جب آؤ گے
بے کار ہے پھر ، اگر نہ اب آؤ گے
تیّار ہے قبر ، اُٹھ چکی ہے میّت
تم اب بھی نہ آسکے تو کب آؤ گے

❁

آمدِ یار

یُوں حُسن کا شاہکار بن کر آئے
بے چین تھا دل ، قرار بن کر آئے
آنگن مِرا آج بھر گیا پھولوں سے
وہ گھر میں مِرے بہار بن کر آئے

❁

رہروانِ مُلکِ بقا

اِس گُلخنِ آفات سے جل کر نکلے
آخر کفِ افسوس ہی مل کر نکلے
شورِ ہستی سے جانبِ منزلِ خاک
رہرو ، نئی پوشاک بدل کر نکلے

❁

تفہیمِ قرآنی

گنجینۂ عرفان سمجھ کر پڑھیے
سرمایۂ ایمان سمجھ کر پڑھیے
الفاظ کے ساتھ ہو معانی پہ نظر
قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھیے

رقصِ زباں

ہر بات پہ ہر وقت کہاں ناچتی ہے
اِک خاص لگن میں ناگہاں ناچتی ہے
لیتا ہوں ترا نام تو میرے مُنھ میں
بے ساختہ اُٹھ اُٹھ کے زباں ناچتی ہے

صَلائے عام

محفل میں مِری ہر ایک آسکتا ہے
کچھ دیر سخن کا لُطف پا سکتا ہے
جو بیٹھنا چاہے، وہ سکوں سے بیٹھے
جانا ہو جسے، وہ اُٹھ کے جا سکتا ہے

بے ثباتیِ عالم

کیا خاک جسے دہر میں پائے ہستی
سیلاب کی زد میں ہے بِنائے ہستی
گُل چاک جگر ہیں، دم بخود ہیں غنچے
بے کیف ہے کس درجہ فضائے ہستی

گھمنڈی کے نام

تُو اصل میں کیا تھا، کیا بنا پھرتا ہے
یہ کبر، کہ کبریا بنا پھرتا ہے
اے جرمِ حقیر! اپنی اوقات نہ بُھول
بندہ ہے تو کیوں خدا بنا پھرتا ہے

حُصولِ مقصد کا راز

جو دل میں تڑپ سی اک بٹھا لیتے ہیں
سر پر جو قیامتیں اُٹھا لیتے ہیں
جاتی نہیں رائگاں نصیرؔ اُن کی تلاش
مقصد کو وہ ایک روز پا لیتے ہیں

اَوکھے سَوڑے

تکلیف دے گھٹ بھرے اساں گل گوڑے
اَج بیٹھے آں سُکھ دے نال ہو کے چوڑے
جے رب نے اسانوں کُجھ فضیلت دِتّی
کیوں ہوندے نے ایویں لوک اَوکھے سوڑے

آدابِ گفتگو

دانش سے فرو تمام جذبات کرو
لہجے کو عطا علم کی سوغات کرو
بیکار کی بک بک یہ کہاں تک آخر
کرنا ہے تو پھر دلیل سے بات کرو

ضرورتِ اکتسابِ مزید

پہلے لفظوں میں رنگ بھرنا سیکھو
پھر بحرِ معانی میں اُترنا سیکھو
معلوم ہے جس قدر ہو تم پانی میں
باتیں نہ چباؤ ' بات کرنا سیکھو

عزّتِ نفس

تُو دل سے نکال دے یہ وسواس اپنے
ہیں خیر سے کچھ غیُور احساس اپنے
ہر شخص کو دولت کا پجاری نہ سمجھ
جو کچھ ترے پاس ہے، وہ رکھ پاس اپنے

❁

شرطِ پذیرائی

بے خوف و بلا ہراس آ سکتا ہے
آنا ہمیں اُس کا، راس آ سکتا ہے
سیدھا ہو جو قبلے کی طرح نیّت کا
وہ شخص ہمارے پاس آ سکتا ہے

❁

ضرورتِ نسیان

آشفتگیٔ نظر کا باعث نہ بنیں
بے خوابیٔ بیش تر کا باعث نہ بنیں
رکھ ذہن میں بُھولنے کی گنجائش بھی
یادیں کہیں دردِ سر کا باعث نہ بنیں

❁

محلِّ استعجاب

چہرے پہ ترے رونقِ اوصاف نہیں
سیرت میں تری جلوۂ اسلاف نہیں
ظاہر ترا اُجلا نظر آتا ہے، مگر
باطن ترا ظاہر کی طرح صاف نہیں

مجھ کو سمجھو

فطرت کا حسیں راز ہُوں، سمجھو مجھ کو
اِک نغمۂ بے ساز ہُوں، سمجھو مجھ کو
امروز کی شب میں ہُوں صباحِ فردا
مَیں وقت کی آواز ہُوں، سمجھو مجھ کو

اظہارِ افسوس

کم فہموں سے نظر ملائیں کیوں کر
حیران ہیں مُردوں کو جگائیں کیوں کر
اندھوں کو دِکھائیں کیا جمالِ قدرت
بہروں کو حدیثِ جاں سنائیں کیوں کر

مقامِ انسان

تخیل کی رفعت کوئی سمجھے تو سہی
افکار کی عظمت کوئی سمجھے تو سہی
کونین کی رُوداد کا عنوان ہے وہ
انساں کی حقیقت کوئی سمجھے تو سہی

ضربِ وقت

پُر کیف و طرب خیز فضا ہی نہ رہی
لب پر وہ عیش کی نوا ہی نہ رہی
جیسے ہی گلا موت نے آکر دابا
دم بھر میں شہنشاہ کی شاہی نہ رہی

از مکافاتِ عمل غافل مشو

ترکش سے نکل گئے تو پھر کیا ہو گا
یہ تیر بھی چل گئے تو پھر کیا ہو گا
الزام تراشیوں سے باز آجاؤ!
حالات بدل گئے تو پھر کیا ہو گا؟

ضرورتِ درستگیِ نیّت

بد باطن و بے شعُور لگتا ہے مجھے
اخلاص کی حد سے دُور لگتا ہے مجھے
باتیں تری جاذبِ سماعت ہیں تو کیا
نیّت میں تری فتُور لگتا ہے مجھے

❁

مقامِ تاسُّف

انسان کے دُکھ درد کا درماں نہ بنے
کانٹے ہی بچھائے ، گُل بداماں نہ بنے
علّامۂ دہر و حاکم و شیخ العصر
سب کچھ تو بنے ، مگر تم انساں نہ بنے

❁

سزائے ناکردہ گناہی

وہ بچ گئے ، جن کو زَعمِ یکتائی ہے
ذہنوں میں جن کے بُوئے دارائی ہے
معلوم نہیں کہ ہم نے کس کھاتے میں
ناکردہ گناہوں کی سزا پائی ہے

❁

مَیں اور ماحول

سچ کہنے میں اک ذرا نہیں ہَول مجھے
بخشے گی بقا ، درستیٔ قول مجھے
یہ فیصلہ خود کرے گا اب وقت نصیرؔ
ماحول کو مَیں مِلا کہ ماحول مجھے

❁

عِلّتِ ترکِ سلام

عاقل ہو تو جمعِ مال سے مُنھ موڑو
یاروں سے نہ دشمنی کا رشتہ جوڑو
دولت کے حُصول کا یہ پہلا ہے سَبَق
احباب کو بھی سلام کرنا چھوڑو

❁

انسان کی بے حسی

کُچھ الفتِ باہمی اِسے راس نہیں
رہتے ہوئے پاس ، اک ذرا پاس نہیں
افسوس کہ انسان کہلوا کر بھی
انسان کو انسان کا احساس نہیں

❁

شرطِ مقابلہ

لازم ہے علوم و فن کا حامل ہونا
دانائے معارف و مسائل ہونا
تیّار ہوں مَیں مقابلے کو ، لیکن
ہے شرط مقابل کا بھی قابل ہونا

وجود و عدم

پسِ منظرِ خاموشِ قِدَم میں کچھ ہے
اِس ظاہری نیست کے شِکَم میں کچھ ہے
ہر چیز کو جب عدم سے ملتا ہے وجود
معلوم ہوا کہ پھر عدم میں کچھ ہے

اپنا احتساب کر

لہجے سے رعُونتِ من و تُو نہ گئی
گردن میں جو تھی اَکڑ ، سرِ مُو نہ گئی
کیوں کر ترے سجدے کو میں سجدہ جانوں
اب تک ترے سَر سے کبر کی بُو نہ گئی

پہلے میرا جواب دے

اے جاہلِ مُطلق! عبث اِتراتا ہے
آتی نہیں شرم اور بکے جاتا ہے
آتا ہے مجھے کیا ' یہ بتاتا ہوں ابھی
تُو پہلے بتا کہ تجھ کو کیا آتا ہے؟

❁

عیادتِ پُرمعنیٰ

ہم ایسوں کو یُوں بھلا وہ کب پوچھتے ہیں
پوچھیں بھی تو با طرزِ عجب پوچھتے ہیں
یعنی یہ ستم کہ کر کے اپنا بیمار
ناسازیٔ طبع کا سبب پوچھتے ہیں

❁

حقیقی اِفلاس

خوشیاں جو گزاریں بھی تو روتے روتے
للچائیں ' جو ہر چیز کے ہوتے سوتے
اِفلاس حقیقت میں ہے اُن کا اِفلاس
ہو کچھ بھی نہ جن کے پاس ' سب کچھ ہوتے

❁

غیرتِ نفس

اِفلاس کیا قُبول ' اُتارا نہ لیا
فاقے سے رہے ' کسی کا مارا نہ لیا
پتّھر کی طرح ڈوب گئے ہم چُپ چاپ
لیکن کبھی تِنکوں کا سہارا نہ لیا

❁

معذرت کے ساتھ

کون اپنا عَدُوئے جاں بنائے گا تمہیں
یہ میرے سوا کون بتائے گا تمہیں
بے مثل سہی ' مگر نہ اِتنا اِتراؤ
ہم سا بھی کوئی نظر نہ آئے گا تمہیں

❁

التجائے شب باشی

سوچ ایک ہے' گھر اپنا ہے' گھات اپنی ہے
مُہرے اپنے ہیں ' جیت مات اپنی ہے
رُک جاؤ یہیں ' اب ایسی بھی جلدی کیا
تم اپنے ہو'رات اپنی ہے' بات اپنی ہے

❁

یہ مشاہدہ کی بات ہے

چلنے سے جو طبعِ یار رُک جاتی ہے
نبضِ دلِ بے قرار رُک جاتی ہے
سیلاب کی رَو میں جب رُکاوٹ آ جائے
موجوں کی وہیں قطار رُک جاتی ہے

آمد و رفتِ یار

آئے تھے اگر تو دل لُبھاتے جاتے
آنا تھا نہ یُوں تو پھر نہ آتے جاتے
دُہراؤں تو آتا ہے کلیجا مُنھ کو
کچھ یاد ہے، کیا کہا تھا جاتے جاتے؟

بد دُعا کا جواب

نفرت کے یہ تیور یہ بُرائی میری
دیکھی نہیں تُو نے کج ادائی میری
ناحق مجھے بد دُعائیں دینے والے!
کیوں کر نہ تجھی کو آئے، آئی میری

گھر بیٹھے ہوئے سفر

در خانہ و در بہ در اِسے کہتے ہیں
ہم مشربئ نظر اِسے کہتے ہیں
جُوتی ہے رواں ' پَیر ہیں اُس کے اندر
گھر بیٹھے ہوئے سفر اِسے کہتے ہیں

❁

بُھول جاتا ہُوں مَیں

اندازِ حیات بُھول جاتا ہُوں مَیں
وہ دن ہو کہ رات ' بُھول جاتا ہُوں میں
ہر روز یہ کہتا ہُوں کہ بُھولُوں گا اُسے
ہر روز یہ بات بُھول جاتا ہُوں مَیں

❁

اِسے میری لگائی ہوئی سمجھ

کی خَلوت و جَلوت میں بُرائی میری
کس کس ڈھب سے ہنسی اُڑائی میری
لاکھ اشک بَہا ' ہزار سَرد آہیں بھر
تجھ سے نہ بجھی آگ لگائی میری

❁

وُسعتِ امکان

غیر ایک نظر میں آشنا ہو جائے
اک موڑ پہ دوست بھی جدا ہو جائے
ہر بات کا امکان رہے پیشِ نگاہ
کیا جانے کسی بھی وقت کیا ہو جائے

وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنيَا (القرآن)

ترجمہ: یعنی دنیا سے اپنا حصّہ بقدرِ کفایت لے لے (77:28)

ترکِ ہوس کا حُکم

یہ وُسعتِ ماء و طین، دو گز ہی رہی
کُھل کر بھی پئے مکین، دو گز ہی رہی
اِتنی بڑی جاگیر نے کیا تجھ کو دیا
حصّے میں ترے زمین، دو گز ہی رہی

دامِ ہوس

دانا ہے تو دنیا کو سمجھ دامِ ہوس
انساں کا وجود ہے عناصر کا قفس
ہر پیکرِ تخلیق ہے تصویرِ خیال
یک موجِ ہوا بیش نہیں تارِ نفس

بد سے بدنام بُرا

کہتی ہے اِسے خلق ، سرِ عام بُرا
ہوتا ہے بُرے کام کا انجام بُرا
معیوب مقامات پہ کیجئے نہ قیام
سچّی ہے مَثَل کہ بد سے بد نام بُرا

قدرت کی گرفت

وہ کون زَبَر ہے ، جو یہاں زیر نہیں
حالات بدلنے میں کوئی دیر نہیں
دل کھول کے آج ظلم کر لے ظالم!
اللہ کے گھر دیر ہے ، اندھیر نہیں

شیطان کا اعترافِ عجز

ہے مکر و فریب تیری رگ رگ میں نہاں
کہلاتا ہے باوجود اِس کے انساں
شیطان سے تُو پناہ کیا مانگے گا
خود تجھ سے پناہ مانگتا ہے شیطاں

میدان کا فیصلہ

جو بس میں ہے، انسان کِیا کرتے ہیں
غمّازیٔ امکان کِیا کرتے ہیں
کتنی ہے سکت، دوڑ ہے کس کی کتنی
یہ فیصلے میدان کِیا کرتے ہیں

❁

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (القرآن)
ترجمہ: اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے (129:9)

اُمّیدِ کرم

دامن میں نہیں کچھ بھی، سوائے اُمّید
بیٹھا ہوں شب و روز، لگائے اُمّید
اُمّید برآر سے ہے اُمّیدِ کرم
اللہ کرے میری بر آئے اُمّید

❁

وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحۡظُوۡرًا (القرآن)

ترجمہ: اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں (20:17)

فضلِ یزداں

گُنجشک ، کبوترِ حرم ہو جائے
ذرّہ ، سُورج کا ہم قدم ہو جائے
موقوف نہیں یہ بات اہلیّت پر
جس پر بھی کریم کا کرم ہو جائے

وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (القرآن)

ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔(104:3)

میرے بندے

نیکی پہ اُبھارتے ہیں میرے بندے
طاعت میں گُزارتے ہیں میرے بندے
اغیار سے اظہارِ برأت کر کے
مجھ ہی کو پُکارتے ہیں میرے بندے

لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ (القرآن)

ترجمہ: اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوسکتی (64:10)

اللہ نہ بن!

چل جادۂ مصطفٰیؐ پہ، گمراہ نہ بن
محتاج ہے خلقتِ، شہنشاہ نہ بن
آئینِ شریعت میں نہ لا تبدیلی
تُو بندۂ اللہ بن، اللہ نہ بن

❁

وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ (القرآن)

ترجمہ: اور اُن کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو بہت ہی اچھا ہو۔ (125:16)

آدابِ عداوت

ہو صاحبِ فہم و خُوش قرینہ دشمن
با حوصلہ و کُشادہ سینہ دشمن
ہوتے ہیں عداوت کے بھی آخر آداب
اللہ نہ دے کوئی کمینہ دشمن

❁

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: ہم جرم کرنے والوں سے بدلہ ضرور لیتے ہیں۔(22:32)

دشمن کے لیے خوش خبری

ہر طرح کا انتظام ' اُس پر چھوڑا
جو کچھ بھی کرے ' یہ کام اُس پر چھوڑا
دشمن کو نصیؔر خود سنبھالے اللہ
اب میں نے یہ انتقام ' اُس پر چھوڑا

❁

من اخذ من الارض شبرًا بغیر حقّ خسفه اللّٰه یوم القیٰمة الٰی سبعِ ارضین.(الحدیث)

ترجمہ: جس نے کسی کی ایک بالشت زمین پر نا جائز قبضہ کیا۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں تک دھنسائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

انجامِ غاصب

بدبُو مُردار کی طرح پکڑے گی
پھر پھٹنے کو لاش قبر میں اکڑے گی
ہے آج زمیں پہ جو زمیں کا غاصب
کل اُس کو زمیں زیرِ زمیں جکڑے گی

❁

عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ (القرآن)

ترجمہ: ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔(216:2)

جیت ہار کا فیصلہ

اچھّی نہیں ضد ، یہ جان کر جیت گئے
چُپ رہنے کی دل میں ٹھان کر جیت گئے
تم ہار کو جیت جان کر ہارے ہو
ہم جیت کو ہار مان کر جیت گئے

❁

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (القرآن)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔(81:17)

ہیبتِ حق

آساں نہیں یہ کام ، بڑا مشکل ہے
چلنا اِس راہ پر ذرا مشکل ہے
جُھوٹے کیا آئیں رُوبرو سچّوں کے
سچ یہ ہے کہ سچ کا سامنا مشکل ہے

❁

وَالَّذِیۡنَ اِذَآ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَکَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (القرآن)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا زیادتی اور کمی کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (67:25)

فضیلتِ اعتدال

اِس بزمِ فنا میں کبرِ ہستی نہ کرو
بُخل و حَسَد و دراز دستی نہ کرو
کہتے ہیں یہی قدَح زنی کے آداب
میخانہ بھی پی جاؤ تو مستی نہ کرو

❁

وانّ العلماء ورثة الانبياء وانّ الانبياء لم يُورّثوا ديناراً ولا درهماً انّما ورّثوا العلم فمن اخذهٗ اخذ بحظّ وافر (الحديث)

ترجمہ: اور یہ کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے اور یہ کہ انبیاء نے درھم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑی، بلکہ علم کی وراثت چھوڑی، پس جس نے یہ حاصل کیا اُس نے اس وراثت سے وافر حصہ حاصل کرلیا۔ (مشکوٰۃ)

علم اور دولت میں فرق

اللہ سے مانگیے سدا علمِ مزید
زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ہے اِس کی قطعی تائید
ہو علم سے کیا مقابلہ دولت کا
وہ ورثۂ انبیا، یہ میراثِ یزید

یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَایَخَافُوْ نَ لَوْ مَةَ لَآ ئِمٍ (القرآن)

ترجمہ: جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ (54:5)

واعظِ مصلحت کوش و فقیرِ حق خروش

واعظ ہوس آشنا ہیں، کم بولیں گے
منبر ہی پہ بس یہ محترم بولیں گے
کیا بولیں گے یہ خوشامدی، مُردہ ضمیر
آنچ آئی اگر حق پہ، تو ہم بولیں گے

افضل الجهاد کلمة الحق (الحدیث)

ترجمہ: کلمۂ حق بہترین جہاد ہے

بغاوت ہی سہی

ہاں باعثِ ذِلّت و سَفاہت ہی سہی
قرآن و حدیث کی حمایت ہی سہی
ہے پاسِ شریعت مِرا ایمانی حق
یہ بھی ہے بغاوت تو بغاوت ہی سہی

الرّضاع یغیّر الطباع (الحدیث)

ترجمہ: دودھ پینا طبیعت کو بدل دیتا ہے (دودھ پلانیوالی کی اچھی اور بری عادتوں کا اثر دودھ پینے والے بچوں کی طبیعت پر پڑتا ہے)

دُودھ کا اثر

جِس طَور علالتِ بشر برحق ہے
جِس طرح روایتِ نظر برحق ہے
از رُوئے حدیث اِسی طرح اے مومن!
بچّوں میں دُودھ کا اثر برحق ہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور تم نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے، جو ربّ العالمین ہے (29:81)

مآلِ کار

تھی نیند مقدّر میں تو وہ سو کے رہا
کھونا تھا نصیب میں تو وہ کھو کے رہا
انسان کی دوڑ دھوپ بیکار گئی
منظور جو اللہ کو تھا، ہو کے رہا

وَمَاھُمْ بِضَآ رِّیْنَ بِہٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (القرآن)
ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ (102:2)

جادُو پرستوں کا مُنھ کالا

مجھ پر کیے ساحروں نے کیا کیا جادُو
پر چل نہ سکا مجھ پہ کسی کا جادُو
تھک ہار کے سب نے یہ کہا آخرِ کار
اللہ نہ چاہے تو چلے کیا جادُو

وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (القرآن)
ترجمہ: اور تمہارا معاف کرنا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ (237:2)

بہتر خیرات

معدوم ہر اختلاف کر دینا ہے
دل کا آئینہ صاف کر دینا ہے
مومن کے لئے نصؔیر بہتر خیرات
اک دوسرے کو مُعاف کر دینا ہے

من تشبّه بِقَومٍ فهو منهم (الحدیث)

ترجمہ: جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ اسی میں سے ہوگا۔

اندازِ بیاں

لہجے میں گدازِ عارفاں پیدا کر

لُطف آئے، وہ اندازِ بیاں پیدا کر

حق بولے، جو حق دِکھائے، حق جس میں رہے

وہ دل، وہ نگاہ، وہ زباں پیدا کر

❁

انتباہِ فقیر

نخوت سے نہ یُوں سر کو ہلاؤ، جاؤ

رستے میں پڑے کو مت ستاؤ، جاؤ

مالک کو بُلا لے گا ابھی دے کے صدا

آنکھیں نہ فقیر کو دِکھاؤ، جاؤ

❁

جوّاد کا اندازِ جُود و کرم

حائل کیا ابر کو ، دِکھا کر نہ دیا
اسباب کی آڑ دی ، اُٹھا کر نہ دیا
کتنا ہے اُسے مانگنے والے کا لحاظ
جو جس کو دیا سامنے آکر نہ دیا

❁

گوہرِ نایاب

موجود وفا ہو گی ، مروّت ہو گی
شاید کسی دامن میں یہ دولت ہو گی
ہم کو نہ ملا کوئی محبّت والا
ہو گی کہیں دنیا میں محبّت ہو گی

❁

ہم میں کیا ہے؟

اِفلاس بتائے گا کرم میں کیا ہے
یا جَہل کہ علم اور قلم میں کیا ہے
رکھ پیشِ نگاہ اپنی اصلیّتِ حال
خود بول اُٹھے گا تُو کہ ہم میں کیا ہے

❁

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن)
ترجمہ: تو بے شک منافقین جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔(145:4)

در پردہ مخالفت

یہ طرزِ معاشرت، الٰہی توبہ
یہ رنگِ منافقت، الٰہی توبہ
اظہارِ خُلوص، برملا لوگوں میں
در پردہ مخالفت، الٰہی توبہ

آج کل کی یاری

اخلاص و یگانگت سے عاری دیکھی
ہر موڑ پہ مطلب کی پُجاری دیکھی
حالات کے ساتھ سب نے بدلے تیور
یاروں کی نصیؔر ہم نے یاری دیکھی

مَیں آپ کا ہُوں

مُجرم ہُوں کہ بے قصور، مَیں آپ کا ہُوں
نزدیک رہُوں کہ دُور، مَیں آپ کا ہُوں
بے پَر کی اُڑا رہا ہے ناحق دشمن
مَیں آپ کا تھا حُضور! مَیں آپ کا ہُوں

❁

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: بےشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بےشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (156:2)

اِنّا لِلّٰہ

فانی ہے یہ دُنیوی حَشم دولت و جاہ
لَوٹے گا اُسی طرف، گدا ہو کہ وہ شاہ
جب میرے لئے تُو ہے نہ مَیں تیرے لئے
پھر کُھل کے نہ کیوں کہیں کہ اِنّا لِلّٰہ

❁

حُصولِ مُدّعا

باطن مِرا کھل گیا ترے ملنے سے
سارا غمِ دل گیا ترے ملنے سے
اب میری بلا سے کچھ ملے یا نہ ملے
سب کچھ مجھے مل گیا ترے ملنے سے

❁

خدشۂ فساد

ہے پیشِ نظر نبردِ انسان کا رن
غَضَب و حَسَد و عِناد و نُقصان کا رن
ہے دونوں طرف کریہہ جذبوں کا ہجوم
لگتا ہے پڑے گا آج گھمسان کا رن

❁

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُوْلٰٓئِکَ مَا یَاْ کُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِوَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (القرآن)

ترجمہ: بے شک جولوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جواللہ نے نازل فرمائی کتاب (تورات) سے اور لیتے ہیں اس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ وہ ہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(174:2)

تبلیغِ بے اخلاص

ہر بات تری اِس آڑ میں پُوری ہے
اخلاص اِسے نہ کہہ ' یہ مزدوری ہے
یہ عزّت و کرّ و فرّ یہ شہرت یہ عیش
تبلیغِ شریعت تری مجبوری ہے

درسِ مُنافقانہ

اظہار یہ پندار کی دارائی کا
یہ رنگ مُنافقانہ دانائی کا
خود جُھوٹ سے بات بات میں لینا کام
دینا اوروں کو درس سچائی کا

مُعتبر جُھوٹ

جو ملّت و دیں کے نام پر کھاتے ہیں
کثرت پہ جو مال و زر کی اِتراتے ہیں
بکتے ہیں جُھوٹ مُعتبر لہجے میں
وہ لوگ جو مُحترم گنے جاتے ہیں

❁

وَتَاْ کُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (القرآن)
ترجمہ: اور میراث کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہیں۔ اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ (20'19:89)

سیاسی' مذہبی اور دیگر طبقات

عزّت مخلوق سے کرانے کے لیے
پُھسلا کے نیاز و نذر پانے کے لیے
اِس دَور کے بیش تر یہ دینی طبقات
لیتے ہیں خدا کا نام' کھانے کے لیے

❁

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ (القرآن)

ترجمہ: جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی۔(181:3)

بعض نام نہاد راہنما

کیا اصل تھی اِن کی اور کیا بن بیٹھے
طبعًا رہزن تھے ، رہنما بن بیٹھے
آ سکتے نہیں جو بندگی کی صف میں
اللہ کی شان وہ خدا بن بیٹھے

❁

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (القرآن)

ترجمہ: اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جاہل لوگ جب ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں بس ہمارا سلام(63:25)

سچّے مشائخ اور نیک بندوں کی پہچان

انساں اَدَبی کا گُر سِکھا دیتے ہیں
اُلجھے کوئی تو مُسکرا دیتے ہیں
ہیں اُسوۂ مصطفٰیؐ کے وارث وہ لوگ
جو گالیاں سُن کر بھی دُعا دیتے ہیں

تِلۡکَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ لَهَا مَا كَسَبَتۡ (القرآن)
ترجمہ: وہ ایک امّت ہے جوگزر چکی اس کے لئے وہ ہے جواس نے کیا۔(134:2)

سلف اور خلف میں فرق

مومن تھے ' شریعت کی طرف مائل تھے
عالم تھے ' حیا شعار تھے ' کامل تھے
تعظیم کسی کی اب بجا لائیں کیا
وہ لوگ رہے نہیں ' جو اِس قابل تھے

❁

وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى (القرآن)
ترجمہ: مقامِ ابراھیم کونماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔(125:2)

مفہومِ سجّادگی

سجّادہ کا مفہوم بہ جُز اِس کے نہیں
پڑھتے تھے مصلّی پہ نمازیں ' شہِ دیں
معلوم ہوا ' جو لوگ پڑھتے ہیں نماز
دراصل وہ ہیں نبی کے سجّادہ نشیں

❁

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِم یُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی وارث ہیں۔ (9'10:23)

مقامِ حُضورِ دل

باطل ہے یہ زَعم ہر ولی زادے کا
منصب ہے اُسی کے باپ یا دادے کا
حاصل ہو جسے نماز میں دل کا حُضور
وارث ہے وہی ، نبی کے سجادے کا

❁

وقال الحسنؒ وحتٰی ان صاحب الصّوف اشدّ کبرامن صاحب المطرّز الخزّ ای انّ صاحب الصّوف یری الفضل لنفسہ وھذا الآفۃ ایضا قلّماینفکّ عنھا کثیرا مّن العباد (احیاء العلوم)

ترجمہ: حسنؒ نے فرمایا کہ صوف پہننے والا (شیخ) ریشم پہننے والے آدمی کی نسبت زیادہ متکبّر ہوتا ہے کیونکہ وہ گدڑی پوش (شیخ) خود کو افضل سمجھتا ہے۔ یہ آفت ایسی ہے کہ بہت کم عبادت گزار اس سے محفوظ ہیں۔

بعض خودنگر جاہل پیر

گدّی کو وہ عرشِ کبریائی سمجھے
بیعت لینے کو مُصطفائی سمجھے
اِس دَور کے بعض خود نِگر جاہل پیر
سجادہ نشینی کو خُدائی سمجھے

❁

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (القرآن)

ترجمہ: اور بُرا مکر اُسی مکر کرنے والے کو گھیرتا ہے۔(43:35)

تسبیح کا چکّر

اے شیخ! یہ زُہدِ خود نُما کچھ بھی نہیں
یہ مکر ، یہ شیوۂ ریا کچھ بھی نہیں
دانوں کا گُھماؤ زیادہ ، کم جُنبشِ لب
تسبیح میں چکّر کے سوا کچھ بھی نہیں

❁

اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ (القرآن)

ترجمہ: ان کے دلوں میں صرف بڑائی کی ہوس ہے۔(56:40)

دُعا میں بھی احساسِ بالا تری

در پردہ مُشیرِ خالقِ اکبر ہیں
حاجات برآری کے لئے یاوَر ہیں
لوگوں میں اُٹھاتے ہیں اِس انداز سے ہاتھ
جیسے کہ دُعا سے خود یہ بالا تر ہیں

❁

السابع التکبر بالا تباع والا نصار والتلامذة والغلمان و بالعشیرة والاقارب والبنین (احیاء العلوم)
ترجمہ: ساتویں وجہِ تکبّر، تکبّر مریدوں، احباب، شاگردوں، نوکر چاکروں، خاندان اور اولاد کی کثرت کے سبب ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑی حقیقت

امواج کا باعثِ طرب قطرے ہیں
سیلاب کی علّتِ غضب قطرے ہیں
کثرت پہ مُریدوں کی اکڑتے ہیں یہ پیر
طُغیانیِ دریا کا سبب قطرے ہیں

❁

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (القرآن)
ترجمہ: کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ (44:2)

حرفِ تلخ

سچ بات تمہیں مُنھ پہ سُناتا کوئی
کردار کا آئینہ دِکھاتا کوئی
مانا کہ بنائے تم نے انسان بہت
تم کو بھی تو انسان بناتا کوئی

❁

اِنْ اَوْلِیَآ ؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْن (القرآن)

ترجمہ: اس کے متولّی ہونے کے حقدار تو صرف متّقی لوگ ہیں۔ (34:8)

حقیقتِ سجّادہ نشینی

تشریحِ شریعت و طریقت یہ ہے
اقطاب و اولیا کی سُنّت یہ ہے
تعلیمِ رسول پر چلانا ' چلنا
سجّادہ نشینی کی حقیقت یہ ہے

❁

دھوکہ باز شیخ

اے شیخِ فریب کار! اے خانہ تباہ
کیوں خلقِ خدا کو کر رہا ہے گمراہ
تُو کیا ' تری چاہ کیا ' تری جرأت کیا
ہوتا ہے وہی جو چاہتا ہے اللہ

❁

درگاہوں کے جھگڑے

سجّادہ و بیعت و قبا کا جھگڑا
تقسیمِ مُریدین و اَنَا کا جھگڑا
زوروں پہ ہے آج کل کی درگاہوں میں
ندرانہ وُصُولی و دعا کا جھگڑا

مطلب کی پُوجا

ہے کفر و ضلالت یہ نیاری پُوجا
مبنی ہے فریب پر یہ ساری پُوجا
ہم اپنے بڑوں کو اِس لئے پُوجتے ہیں
ہو تا کہ اُسی طرح ہماری پُوجا

مَا اَکَلَ عَلِیُّ ابنُ الحُسینِ مِن قرابةِ رَسُولِ اللّٰهِ درهَمًا قَطُّ (البدایه والنّهایه)
ترجمہ: حضرت امام علی بن حسین (زین العابدین) نے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے سبب کبھی ایک درہم بھی نہیں کھایا۔

مذموم اِستفادہ

لیڈر ہو کہ مولوی کہ پیرِ نقّال
ہیں قابلِ افسوس یہ اُس کے احوال
دنیا کے حُصول کے لئے کرتا ہے
جو اپنے بڑوں کے نام کو استعمال

قبروں کے مُجاور

رسمِ بیعت کو دستگیری سمجھے
گدّی پر بیٹھنا، فقیری سمجھے
پیری کی حقیقت کو نہ سمجھے کچھ پیر
قبروں کی مُجاوری کو پیری سمجھے

عظمتِ اجداد کے بیوپاری

خاموش گدائی کا یہ نقشا کب تک
لُوٹو گے تم اِس آڑ میں دُنیا کب تک
کچھ اپنی صفات و ذات پر بھی ارشاد
اجداد کی عظمتوں کا چرچا کب تک

❁

سجّادگی پر ضد

مسند پہ ذرا بیٹھیں گے، اِترائیں گے
یہ مفت کا مال چار دن کھائیں گے
آتی نہیں ابجدِ طریقت تو نہ آئے
سجّادہ نشین پھر بھی کہلائیں گے

❁

ایسی سجّادگی سے ہم باز آئے

موجودہ نظام اُس کا غمّاز نہیں
اِس میں اَسلاف کا وہ انداز نہیں
نذرانہ وصولی ہی طریقت ہے تو پھر
سجّادہ نشینی کوئی اعزاز نہیں

❁

عُہدۂ نذرانہ وصولی

مالک ہیں ، دُکانیں ہیں نہ وہ سودا ہے
اَسلاف کا وہ علم نہ وہ تقویٰ ہے
اک عُہدۂ نذرانہ وُصولی کے سِوا
اِس دَور کی سجّادہ نشینی کیا ہے

❁

مجاورینِ مزارات

لگتے ہیں جو دولت کی ہوا کے محتاج
رہتے ہیں جو زائر کی عطا کے محتاج
کرتا ہے دعا کی التجا ایسوں سے؟
جو لوگ ہیں خود تری دعا کے محتاج

❁

آج کل کے پیر

سرمست ہیں ظاہر میں ، بہ باطن ہُشیار
صُوفی ہیں ، مگر عمل ہے اِن کا تہ دار
قوّالی و نذرانہ و دعا و مجلس
اِن چار کی معجونِ مُرکّب ، سرکار

❁

پیری کہ مقاصد گیری

پیری اسے کہیے کہ مقاصد گیری
خود ہو جو ہوا و حرص کی زنجیری
تقلید میں اِن کی ہاتھ اُٹھاؤ ' گویا
مرہونِ دعا ہے آج کل کی پیری

❁

فِشارِ عقیدت

پکڑے تو نہ چھوڑنے کا فن جانتا ہے
ذہنوں کو موڑنے کا فن جانتا ہے
کچھ جانے نہ جانے لیکن اک طبقۂ خاص
جیبوں کو نچوڑنے کا فن جانتا ہے

❁

کچھ لوگ

نذرانے کو بیعت کا تقاضا سمجھے
درگاہ کو بازارِ تمنّا سمجھے
سجّادہ نشینی تھی مُصلاّئی دُھن
اِس دُھن کو یہ لوگ دَھن کی دنیا سمجھے

❁

دُعا میں بھی شوقِ قیادت

ہے شرم کی جا ، یہ بندگی میں پندار
کیوں بُھوت ہے پیری کا ترے سَر پہ سوار
باقی ہے دُعا میں بھی قیادت کی ہوَس
اِس دَر پہ بھی آ کے خواجگی کا اظہار؟

غرض مندانہ ادب

اِس خدمتِ خاص و عام پر ملتا ہے
درگاہ کے انتظام پر ملتا ہے
ہم اِس لئے کرتے ہیں بزرگوں کا ادب
سب کچھ ہمیں اُن کے نام پر ملتا ہے

انعقادِ تقاریب کی علّت

نذرانوں کا انتظام کر لیتے ہیں
اِس آڑ میں اپنا کام کر لیتے ہیں
چلتے نہیں اولیا کی تعلیم پہ ہم
مجلس کا بس اہتمام کر لیتے ہیں

قوّالی میں تجاوز کے مُضر نتائج

چھوڑا نہ کہیں کا ، شامت اعمالی نے
ذہنوں کی بے حِسی و کج حالی نے
رسمی حد تک ہے اب سماعِ آیات
لے لی قرآں کی جگہ قوّالی نے

وَقَالُوْ ارَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَا دَتَنَا وَ كُبَرَآ ءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (القرآن)

ترجمہ:اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کردیا۔(67:33)

عظیم پُرسش

جب حشر میں جمع ہوگی اک خلقِ کثیر
کانپے گا جلالِ حق سے انساں کا سریر
تھے اِن کے مریدوں کے عقائد کیسے
اِس بات کے ذمّہ دار ٹھہریں گے یہ پیر

دعا کا ٹھیکہ

اِس آڑ میں تکمیلِ ہَوا کا ٹھیکہ
اظہارِ تفوّق و ریا کا ٹھیکہ
لڑتے ہیں نصیؔر اِس لئے پیر اِس پر
نذرانہ دلاتا ہے دُعا کا ٹھیکہ

آسان گُر

حاصل اِس طرح بار زیادہ کرلو
یُوں بیٹھ کے دیدار زیادہ کر لو
لینا ہو زیادہ وقت حضرت سے اگر
نذرانے کی مِقدار زیادہ کرلو

اندازِ ترقّی

لینے کے لئے فقیر بن جاتے ہیں
قسمت ہو تو پھر امیر بن جاتے ہیں
لوگوں کا یہ اندازِ ترقّی بھی ہے خوب
کچھ بن نہ سکیں تو پیر بن جاتے ہیں

سجّادہ نشینی کی نفی اور اُس کے انکار کا سبب

سجّادہ نشینی سے ہے جن کو انکار
ہے اُن کا یہ انکسار بھی پُر اَسرار
نذرانہ کہیں اُڑا نہ لے ایک ہی شخص
ہم دیکھتے رہ جائیں بزرگوں کا مزار

مقامِ حیرت

یہ پیر بھی کیا ہیں، کیا غضب کرتے ہیں
کچھ کام خوشامد کے سبب کرتے ہیں
کرتے تھے مُرید پہلے، پیروں کا ادب
اب پیر، مُریدوں کا ادب کرتے ہیں

کنجوس مُرید

کچھ خود بھی کریں یہ بات محسوس، مُرید
لَوٹائیں نہ یوں پیر کو مایوس، مُرید
قارُون کے ہوں جو ہم مزاج و ہم فکر
اللہ نہ دے دل کے وہ کنجوس مُرید

دورِ حاضر کے اکثر مُرید

ملتے نہیں اب مخلص و حسّاس مُرید
نسبت کا کہاں کرتے ہیں اب پاس، مُرید
پیروں پہ جو مطلب کے لئے مرتے ہیں
اب رہ گئے اِس ذہن کے خنّاس مُرید

❁

پیروں کے چُغل خور چمچے

چُغلی کھا کر زبان کرتے ہیں خراب
دِلہائے برادران کرتے ہیں خراب
اللہ کی ہو نصیؔر اِن پر لعنت
پیروں کو یہ چمچگان کرتے ہیں خراب

❁

پیروں کی گلہ مندی

یا ہاتھ ادب سے باندھ کر جُھوم لیا
یا کعبہ سمجھ کے پیش و پس گُھوم لیا
توفیق ہوئی کبھی نہ کچھ دینے کی
بس پیر کے ہاتھ پاؤں کو چُوم لیا

❁

ایک پیر کی فریاد

کس درجہ پلید ہیں کہ دیتے نہیں کچھ
فطرت میں یزید ہیں کہ دیتے نہیں کچھ
اَخلاق کی مار دے کے بھی دیکھ لیا
کم بخت مُرید ہیں کہ دیتے نہیں کچھ

❁

چالاک مُرید

لوگوں میں مجھے لقب تو لج پال دیا
حیرت میں مگر مُرید نے ڈال دیا
اک پیسہ کیا نہ پیش نذرانے میں
کم بخت نے ہاتھ چُوم کر ٹال دیا

❁

مُریدِ شاطر کی وضاحت

مَیں پیر کا عاشق ہوں ، قَسَم دیتا ہوں
جان اُس کے لئے بہ ہر قدم دیتا ہوں
ثابت ہو کہ لالچی نہیں میرا پیر
نذرانہ تو مَیں اِس لئے کم دیتا ہوں

❁

ایک سوال پر پِیر صاحب کا جواب

یُوں کُھلتے ہیں دل کے اندرونی حالات
یُوں سامنے آ جاتے ہیں مخفی جذبات
دیتے ہیں جو لوگ مختصر نذرانہ
دراصل بتاتے ہیں وہ اپنی اوقات

پِیر کی معنیٰ خیز ہمدردی

یُوں بزم میں بیٹھتا ہے داخل ہو کر
آیا ہو غریب جیسے سب کچھ کھو کر
بے چارے کی حالت نہیں دیکھی جاتی
نذرانہ بھی دیتا ہے تو بس رو رو کر

انقلابی آواز

چوپٹ ہوئے پیری کے وہ ناز و انداز
بے حال ہوئی وہ خانقاہی پرواز
جھنجھوڑ دیا نصیؔر صاحب کو بھی
اُٹّھی یہ کہاں سے انقلابی آواز

مُثبت تنقید

گنجینۂ عرفان بنا دیتی ہے
اِک پختہ مسلمان بنا دیتی ہے
محسوس نہ کیجیے کہ مثبت تنقید
انسان کو انسان بنا دیتی ہے

۞

پِیر اور گدّی کا فلسفہ

درگاہ ، جو آمدن سے تعبیر نہیں
یہ بارگہِ علم ہے ، جاگیر نہیں
وہ پِیر تھے ، گدّیاں تھیں جن کی محتاج
گدّی کا جو محتاج ہو ، وہ پِیر نہیں

۞

دورِ حاضر کی پِیری

مفقود وہ سب مراتبِ تسخیری
ناپید وہ علم و عملِ تعمیری
چلتی ہے دعاؤں کا سہارا لے کر
کمزور ہے کتنی آج کل کی پیری

۞

من تواضع لِلّٰہِ رفعه اللّٰه (الحدیث)

ترجمہ: جس نے اللہ کے لئے تواضع کی اللہ نے اسے اونچا کر دیا

نمائشی تواضع

کم لوگ خدا کی ذات سے ڈرتے ہیں
اخلاص کہاں ، نمود پر مرتے ہیں
بے لوث تواضع نہ سمجھیے اِس کو
عزّت میں اضافے کے لیے کرتے ہیں

✻

اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک (اہل کتاب) کے بہت سے دینی پیشوا اور عبادت گزار لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔(34:9)

نوٹوں کا شمار

اگلوں کا وہ اندازِ غِنا بھول گئے
مسند پائی تو بوریا بھول گئے
اِس دَور کے نَو دولتیے راہ نُما
نوٹوں کے شُمار میں خدا بھول گئے

✻

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلاَتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: مگر نماز گزار جو اپنی نماز پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔(23'22:70)

قرآن اور فلسفۂ سجّادہ نشینی

اک بات کہوں ، گر نہ تعلّی ٹھہرے
شاید ترا دل پا کے تسلّی ، ٹھہرے
سجّادہ مُصلّیٰ ہے ، مُصلّی ہیں نشیں
سجّادہ نشیں تو پھر مُصلّی[1] ٹھہرے

[1]: نمازی

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ(القرآن)

ترجمہ: اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(9:23)

اسلامی سجّادہ نشینی

مومن کے لئے منصبِ دِینی یہ ہے
معراجِ مراتبِ زمینی یہ ہے
قَعدے میں زمیں پہ بیٹھنا بہرِ نماز
اسلام کی سجّادہ نشینی یہ ہے

اُذْکُرُو االلّٰه ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (القرآن)
ترجمہ: تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو، اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔(42'41:33)

آج کی تسبیح خوانی

تسبیح کا پیچ و تاب توبہ توبہ
دانوں میں یہ اضطراب توبہ توبہ
گِن گِن کے خدا کا نام لینا ، صد حیف
اللہ سے بھی حساب ، توبہ توبہ

❁

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (القرآن)
ترجمہ: مجھ سے دعا کرو، میں ضرور قبول کروں گا۔(60:40)

ربّانی اعلانِ اجابت

بندوں کی مُعاف بھُول کرتا ہوں مَیں
ہر نامہ الگ وُصُول کرتا ہوں مَیں
پیروں کی نہیں اِس میں اجارہ داری
ہر اک کی دُعا قبول کرتا ہوں مَیں

ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ (القرآن)
ترجمہ: یہ سیدھا دین ہے (30:30)

دینِ قیّم

یہ ترکۂ مصطفیٰ ہے ، رَدّی تو نہیں
میراث ہے سب کی ، تری جَدّی تو نہیں
اِس میں نہ دِکھا ردّوبدل کے جوہر
اسلام ترے باپ کی گدّی تو نہیں

❁

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ (القرآن)
ترجمہ: بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں (4:13)

عجیب سوال اور عجیب تر جواب

کہنے لگے مجھ سے اک غبی ہمسائے
سجّادہ نشینی کوئی ہم کو سمجھائے
لپکا مَیں مصلّٰی کی طرف بہرِ نماز
سمجھا تو دیا ، مگر سمجھ بھی آئے

❁

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلوں اور ان کی پیٹھیں۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا۔ تو چکھو مزہ اپنے جمع کرنے کا۔(35:9)

آیۂ محوّلہ کو ذرا غور سے پڑھیے

کچھ پیر ، مریضِ کبر و زر اندوزی
کچھ مولوی ، غرقِ حرص و کینہ توزی
بیکاری الاؤنس اور وہ بھی اِتنا
کہتے ہیں نصیؔر اِسے ہوائی روزی

❁

اَیّکم مثلی (الحدیث)

ترجمہ: تم میں مجھ جیسا کون ہے؟

طبقۂ خاص کے لئے لمحۂ فکریہ

کرتا ہے مُرید ، واقِفُ الحال ہے تُو
یُوں ہاتھ پکڑتا ہے کہ لج پال ہے تُو
ہے سُوءِ ادب جو مُطلقًا نقّالی
پھر بیعتِ رضوان کا نقّال ہے تُو؟

❁

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْ نَا السَّبِيْلَا (القرآن)

ترجمہ: اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔(67:33)

بُتانِ جاہ

ہیں جاہ کے بُت ' یہ مذہبی جاہ نُما
اب رہ گئے خود نُما ' نہ اللہ نُما
ہاتھوں میں اُٹھائے رکھ شریعت کا چراغ
گُمراہ بھی کردیتے ہیں یہ راہ نُما

❁

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (القرآن)

ترجمہ: گویا وہ لکڑی کے شہتیر ہیں دیوار کے سہارے۔(4:63)

فقرِ نام نہاد

کردار و قناعت و حیا کچھ بھی نہیں
علم و عَمَل و مِہر و وفا کچھ بھی نہیں
کیا خاک تمھیں دیں گے کہ خود جن کے پاس
سجّادہ نشینی کے سوا کچھ بھی نہیں

❁

اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُ وْنَ (القرآن)
ترجمہ: جو ریاکاری کرتے ہیں۔(6:107)

آج کی جعلی پیری

دھوکا ہے ، ریا و کبر کی دنیا ہے
عِندَ العُقَلا نمائش بے جا ہے
انسان بنو ، چھوڑو یہ پیری وِیری
کیوں مرتے ہو اِس پہ ، اِس میں رکھّا کیا ہے

❁

وَتُجَاهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِکُم وَاَنْفُسِکُم (القرآن)
ترجمہ: اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔(11:61)

اصلاحِ حال

حرص اور ہوس کے اِس صنم کو توڑو
اِس کھوکھلی جھاڑ پھُونک سے مُنھ موڑو
سُنّت ہے رسولوں کی جہادِ میداں
غازی بنو ، سجّادہ نشینی چھوڑو

❁

مُتَصرّفِ حقیقی جَلّ جلالہٗ

حالات کی تصویر بدل سکتی ہے
تحریر کی تحریر بدل سکتی ہے
ہے تُو متصرّفِ حقیقی یا رب!
تُو چاہے تو تقدیر بدل سکتی ہے

❀

گستاخِ رسول کے نام

جاہل ، دیّوث نیچ ، بکنے والا
مردود ، نمک حرام ، دل کا کالا
منبر پہ نبی کے بھونکتا ہے آ کر
گستاخ ، زباں دراز کُتّا سالا

❀

رکھ صرف اعانتِ الٰہی پہ نظر
اللہ سے ہٹ کے استعانت مت کر
مشکل میں پڑے تو صرف خالق کو پکار
لا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً آخَرْ

مومن ہے تو کر لے یہ عقیدہ از بر
مشکل میں ہے بس وہی نصیر و یاوَر
اللہ کے ساتھ مت پکار اوروں کو
لا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً آخَرْ

اے عاشقِ عارفانِ عالی گوھر!
رکھ شیوۂ اولیائے کامل پہ نظر
فوقَ الاسباب ہو کہ تَحتُ الاسباب
لا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً آخَرْ

بد سے بدنام بُرا

کہتی ہے اِسے خلق ، سرِ عام بُرا
ہوتا ہے بُرے کام کا انجام بُرا
معیوب مقامات پہ کیجے نہ قیام
سچّی ہے مَثَل کہ بد سے بد نام بُرا

قدرت کی گرفت

وہ کون زَبَر ہے ، جو یہاں زیر نہیں
حالات بدلنے میں کوئی دیر نہیں
دل کھول کے آج ظلم کر لے ظالم!
اللہ کے گھر دیر ہے ، اندھیر نہیں

شیطان کا اعترافِ عجز

ہے مکر و فریب تیری رگ رگ میں نہاں
کہلاتا ہے باوجود اِس کے انساں
شیطان سے تُو پناہ کیا مانگے گا
خود تجھ سے پناہ مانگتا ہے شیطاں

درمدحِ حضرت پیرانِ پیر

اے قُطبِ حَسَن جمال و غوثِ اعظم
فخرِ سَلَف و خَلَف، ولیِّ مُلہَم
گردن پہ تری پائے رَسُولِ دو سرا
ہے گردنِ اولیا ترے زیرِ قَدَم

ہر چند فلک رنگ بدلتا ہی رہا
بد خواہ دہن سے زہر اُگلتا ہی رہا
اُٹھ اُٹھ کے عدو نے لاکھ پھونکیں ماریں
لیکن تیرا چراغ جلتا ہی رہا

درمدحِ حضرت پیرانِ پیر

جلووں سے ہے یُوں جسمِ مُقدّس معمُور
جیسے ہو تجلّیاتِ باری کا ظُہُور
دیکھو تو ذرا صُورتِ شاہِ بغداد
چہرے پہ برس رہا ہے اللہ کا نُور

پیمانِ شب

پیمانِ شب

اُردو غزلیات

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

بااہتمام

جانشینِ نصیرِ مِلّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

ترے پند و نصیحت مُحتَسِب وہ کیا سمجھتے ہیں / قیامت کو، جو اُن کا وعدۂ فردا سمجھتے ہیں

نہیں ہے احتیاجِ لب کشائی رُوبرو اُن کے / کہ اہلِ دل، زبانِ دیدۂ بینا سمجھتے ہیں

جو گُل کے آئینے میں دیکھ سکتے ہیں رُخِ گلشن / وہ اربابِ نظر، قطرے کو بھی دریا سمجھتے ہیں

کوئی در پردہ کس سے چل رہا ہے کون سی چالیں / سمجھ ہر چند ناقص ہے، مگر اِتنا سمجھتے ہیں

نہ پوچھو کچھ کہ کیا کچھ دے دیا ہے دینے والے نے / بڑا ہو لاکھ کوئی، ہم کسی کو کیا سمجھتے ہیں

بہ ظاہر خوش تھے جو کل تک ہماری گُل فشانی پر / وہ اپنے بھی ہمیں اب راہ کا کانٹا سمجھتے ہیں

ترے دھوکے میں آنے کے نہیں ہم اے نفاق آرا! / ترے برتاؤ کو ہم خوب اے دنیا! سمجھتے ہیں

نظر اُن کی نہیں اُٹھتی نہ اُٹھے گی مری جانب / کہ وہ میرے لبِ خاموش کا منشا سمجھتے ہیں

جو نکلیں جستجو کا شوق لے کر راہِ جاناں میں / وہ ہر منزل کو اپنے پاؤں کا چھالا سمجھتے ہیں

قیامت سر پہ جو ٹوٹے، مصیبت دل پہ جو آئے / حقیقت میں اُسے ہم مرضئ مولیٰ سمجھتے ہیں

لگا دی تُہمتِ بادہ کشی اُن پر بھی واعظ نے
نصیرؔ اُن کی نظر کو جو مئے و مینا سمجھتے ہیں

---☆--☆---

ہمیں جب کہ اپنا بنا لیا تو ہے ربط کِس لئے ہم سے کم
یہ حجاب کیا، یہ گریز کیوں، رہیں سامنے تو وہ کم سے کم

غمِ آرزو، غمِ جستجو، غمِ امتحاں، غمِ جسم و جاں
مری زندگی کی بساط کیا، مری زندگی تو ہے غم سے کم

یہ مقامِ ناز و نیاز ہے، مرا دل ہی محرمِ راز ہے
وہ نوازتے ہیں بہ مصلحت ہمیں التفات و کرم سے کم

ترے آستاں کا فقیر ہُوں، مگر آپ اپنی نظیر ہُوں
مری شانِ فقر جہان میں نہ ملے گی شوکتِ جم سے کم

یہ کہا گیا، یہ سُنا گیا، یہ لِکھا گیا، یہ پڑھا گیا
نہ جفا ہوئی کبھی تم سے کم، نہ وفا ہوئی کبھی ہم سے کم

وہی نسبتیں، وہی رفعتیں، وہی رونقیں، وہی عظمتیں
مرے دل میں جب سے وہ ہیں مکیں، نہیں یہ مکاں بھی حرم سے کم

ترے اَبروؤں کی حسیں کماں، نظر آ رہی ہے فلک نشاں
نہ کرشمہ قوسِ قزح سے کم، نہ کشش ہلال کے خم سے کم

نہ ستا مجھے، نہ رُلا مجھے، نہیں اور تابِ جفا مجھے
کہ مری متاعِ شکیب ہے، تری کائناتِ ستم سے کم

یہ کرم ہے کم سرِانجمن کہ پلائی اُس نے مئے سخن
مجھے پاس اپنے بلا لیا، رہی بات میری تو کم سے کم

نہیں جس میں تیری تجلّیاں، اُسے جانچتی ہے نظر کہاں
ترے نور کا نہ ظہور ہو تو وجود بھی ہے عدم سے کم

کبھی انعکاسِ جمال ہے، کبھی عینِ شَے کی مثال ہے
نہیں میرے دل کا معاملہ، کسی آئنے کے بھرم سے کم

مہ و آفتاب و نجوم سب، ہیں ضیاِفگن، نہیں اِس میں شک
ہے مُسلّم اِن کی چمک دَمک، مگر اُن کے نقشِ قدم سے کم

یہی آرزو، یہی مدّعا، کبھی وقت ہو تو سُنیں ذرا
مری داستانِ حیاتِ غم جو لکھی گئی ہے قلم سے کم

یہ نصیؔر دفترِ راز ہے، یہ غبارِ راہِ نیاز ہے
کریں اِس پہ اہلِ جہاں یقیں، نہیں اِس کا قول، قسم سے کم

خاکِ پا اُن کی جہاں بھی کہیں پائی جائے
دل یہ کہتا ہے کہ آنکھوں سے لگائی جائے

اُن کی تصویرِ ستم کیوں نہ دکھائی جائے
منظرِ عام پہ یہ شکل بھی لائی جائے

شعلے اُٹھتے ہیں اگر دل میں، نہ آنسو روکو
آگ لگ جائے تو لازم ہے بجھائی جائے

اک نظر دید کی توفیق عطا ہو ہم کو
کچھ نہ کچھ حُسن کی خیرات لُٹائی جائے

گفتگو شیشہ و ساغر کی عبث ہے ساقی !
ہم وہ پیتے ہیں جو آنکھوں سے پلائی جائے

بارہا کہہ تو چکے تم سے کہانی دل کی
کیا ضروری ہے کہ تحریر میں لائی جائے

آپ کیوں دل کی تمناؤں کو پامال کریں
رائگاں کیوں کسی مفلس کی کمائی جائے

حُسن کیا شے ہے، ادا کیا ہے، وہ خود کیسے ہیں
بات کھل جائے گی، تصویر منگائی جائے

قیس و فرہاد کے افسانوں میں کیا رکھّا ہے
داستاں میری مجھی کو نہ سنائی جائے

مجھ سے کہتا ہے نصیؔر اب کے برس جوشِ جنوں
کم سے کم، خاک بیاباں کی اُڑائی جائے

---☆--☆---

رنگ لائے شامِ فُرقت اور بھی
ہے مجھے غم کی ضرورت اور بھی

دل پہ ٹوٹے گی قیامت اور بھی
ہجر کے کچھ دن ہیں حضرت اور بھی

آپ آئے ہیں تو بیٹھیں میرے پاس
اک ذرا تھوڑی سی زحمت اور بھی

عشق میں ہم جس قدر گرتے گئے
بڑھ گئی ہے قدر و قیمت اور بھی

شیخ نے رِندوں سے صلواتیں سنیں
اِس کی ہونی ہے بُری گت اور بھی

اُن کی باتیں، دل کی ہیں آئینہ دار
کھل گئی ساری حقیقت اور بھی

ہاتھ میرے دل پہ رکھتے جایئے
جاتے جاتے یہ عنایت اور بھی

جس قدر وہ دُور ہم سے ہو گئے
بڑھ گئی اُن سے محبّت اور بھی

لے اُڑا ذوقِ سخن ہم کو نصیؔر
ہو گئی دُنیا میں شہرت اور بھی

---☆--☆---

آتے نہیں، کہہ دیتے ہیں آنے کو یہاں، روز
مر مر کے جیا کرتے ہیں ہم دل زدگاں روز

سچ کہتے ہو، کرتے ہو کرم تم مری جاں ! روز
ہاں ہاں وہ مرا گھر ہے پہنچتے ہو جہاں روز

رُخ عارض و کاکُل کے نکھرتے ہیں وہاں روز
یعنی سحر و شام بدلتا ہے سماں روز

تکتے ہیں تری راہ، ہمارے دل و جاں روز
ہوتا ہے صبا پر تری آہٹ کا گماں روز

اچھّی نہیں یہ چھیڑ نسیمِ سحری کی
کیا فائدہ، کُھلتی ہے جو غنچوں کی زباں روز

کہتا ہوں، سنو گے مری رُودادِ محبّت
سنتے نہیں اک بار، مگر کہتے ہیں "ہاں" روز

محفل میں تری غیر جو بیٹھا تو نہ اٹھا
ہم اُٹھتے ہیں، یا اُٹھتا ہے آہوں کا دُھواں روز

تا بر فلکِ حُسن رسیدی چو ہلالے
گشتم ز فدایانِ تو اے ماہ ! "ازاں روز"

شاید ابھی سجدوں کی ضرورت ہے جنوں کو
صحرا سے مرے کان میں آتی ہے اذاں روز

غیروں کی برائی کا گلہ ہوتا ہے مجھ سے
چھڑتا ہے یہ قصہ بحدیثِ دگراں روز

اِک بار بھی آجائیں اگر آپ، بہت ہے
ہر دن ہو ملاقات، کہاں آپ، کہاں روز

تم اپنی جوانی کو نصیرؔ اُن پہ لٹا دو
جو عشق میں بوڑھا ہو، وہ ہوتا ہے جواں روز

---☆--☆---

اُٹھے نہ تھے ابھی ہم حالِ دل سنانے کو
زمانہ بیٹھ گیا حاشیے چڑھانے کو

بھری بہار میں پہنچی خزاں مٹانے کو
قدم اُٹھائے جو کلیوں نے مسکرانے کو

جلایا آتشِ گُل نے چمن میں ہر تنکا
بہار پھونک گئی میرے آشیانے کو

جمالِ بادہ و ساغر میں ہیں رُموز بہت
مری نگاہ سے دیکھو شراب خانے کو

قدم قدم پہ رُلایا ہمیں مقدّر نے
ہم اُن کے شہر میں آئے تھے مسکرانے کو

نہ جانے اب وہ مجھے کیا جواب دیتے ہیں
سنا تو دی ہے اُنہیں داستاں ''سنانے کو''

کہو کہ ہم سے رہیں دُور' حضرتِ واعظ
بڑے کہیں کے یہ آئے سبق پڑھانے کو

اب ایک جشنِ قیامت ہی اور باقی ہے
اداؤں سے تو وہ بہلا چکے زمانے کو

شبِ فراق نہ تم آسکے نہ موت آئی
غموں نے گھیر لیا تھا غریب خانے کو

نصیؔر ! جن سے توقّع تھی ساتھ دینے کی
تُلے ہیں مجھ پہ وہی اُنگلیاں اُٹھانے کو

---☆---☆---

دِین سے دُور' نہ مذہب سے الگ بیٹھا ہوں
تیری دہلیز پہ ہوں' سب سے الگ بیٹھا ہوں

ڈھنگ کی بات کہے کوئی' تو بولوں میں بھی
مطلبی ہوں' کسی مطلب سے الگ بیٹھا ہوں

بزمِ احباب میں حاصل نہ ہوا چین مجھے
مطمئن دل ہے بہت' جب سے الگ بیٹھا ہوں

غیر سے دُور' مگر اُس کی نگاہوں کے قریں
محفلِ یار میں اِس ڈھب سے الگ بیٹھا ہوں

یہی مسلک ہے مرا' اور یہی میرا مقام
آج تک خواہشِ منصب سے الگ بیٹھا ہوں

عمر کرتا ہوں بسر گوشۂ تنہائی میں
جب سے وہ روٹھ گئے' تب سے الگ بیٹھا ہوں

میرا انداز نصیؔر اہلِ جہاں سے ہے جُدا
سب میں شامل ہوں' مگر سب سے الگ بیٹھا ہوں

---☆---☆---

بات اِک سنتے ، تو سو مجھ کو سناتے جاتے
رُوٹھ جانے سے تو بہتر تھا کہ آتے جاتے

کر دیا قتل تو میّت بھی اُٹھاتے جاتے
میری مٹّی تو ٹھکانے وہ لگاتے جاتے

وہ سرِ شام جدا ہو گئے غم اِس کا ہے
خیر سے رات گئے نیند کے ماتے ، جاتے

نہ سہی لطف ، تو بیدادِ تبسّم ہی سہی
اور دیوانے کو دیوانہ بناتے جاتے

وعدۂ وصل بھی اِک حرفِ تسلّی نکلا
میرا دل رکھنے کو "ہاں" کہہ گئے جاتے جاتے

خود تو آسودۂ افلاک ہیں تارے کیا کیا
چین کی نیند مجھے بھی تو سُلاتے جاتے

جان قربان کروں اُس رُخِ زیبا پہ نصیرؔ
اِک جھلک مجھ کو نظر آئے جو آتے جاتے

---☆--☆---
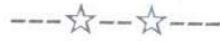
سلسلہ ٹوٹے نہ ساقی ہوش اُڑ جانے کے بعد
مجھ کو ملتا ہی رہے پیمانہ ، پیمانے کے بعد

کھو دیا دُنیا میں جو کچھ تھا ، تجھے پانے کے بعد
جان سے جانا پڑا ہم کو ، ترے آنے کے بعد

تو ہی تھا وہ شمع جس کی روشنی تھی ہر طرف
رنگ محفل میں کہاں اب تیرے اُٹھ جانے کے بعد

جاؤ بیٹھو چین سے میں کیا کہوں ، تم کیا سنو
اب پشیمانی سے کیا حاصل ، ستم ڈھانے کے بعد

اِس کا کیا کہنا ہے ! زاہد کے ٹھکانے ہیں بہت
یہ کسی مسجد میں جا بیٹھے گا ، میخانے کے بعد

شمعِ محفل روئے یا ہنس کر گزارے صبح تک
کون اب جلنے یہاں آئے گا پروانے کے بعد

حُسنِ رخ کی اک جھلک نے کردیئے اوسان گم
ہوش آیا تو مگر اُن کے چلے جانے کے بعد

سچ ہے کوئی بھی شریکِ دَرد و غم ہوتا نہیں
ہو گئے احباب رخصت مجھ کو سمجھانے کے بعد

اب تو کہتے ہو کہ جا ! میری نظر سے دُور ہو
تم منانے آؤ گے مجھ کو ، مرے جانے کے بعد

طائرِ دل ! خال تو دیکھا ، خمِ گیسو بھی دیکھ
دام بھی تجھ کو نظر آجائے گا ، دانے کے بعد

وحشتِ دل کی بدولت ہم چلے آئے یہاں
دیکھئے اب کونسی منزل ہے ویرانے کے بعد

کون روتا ہے کسی کی خستہ حالی پر نصیرؔ
زیرِ لب ہنستی ہے دُنیا ، میرے لُٹ جانے کے بعد

---☆--☆---

مطمئن کب حیات ہوتی ہے
دن گزرتا ہے ' رات ہوتی ہے

جب ترے غم کی بات ہوتی ہے
مضطرب کائنات ہوتی ہے

دیکھیے ' کس پہ ہو نگاہِ کرم
یہ مقدّر کی بات ہوتی ہے

زندگی پر ہو اعتماد کسے
زندگی بے ثبات ہوتی ہے

معتبر نامہ بر بھی ہے ' لیکن
اپنی بات اپنی بات ہوتی ہے

جو گھڑی اُن کی یاد میں گزرے
حاصلِ صد حیات ہوتی ہے

ہر جگہ ' ہر مقام ' ہر دل میں
رونقِ حُسنِ ذات ہوتی ہے

لاکھ محفل سجایئے ' لیکن
آپ کی اور بات ہوتی ہے

تخلیہ ہو ' تو اُن کے جلووں کی
اچھّی خاصی برات ہوتی ہے

پھر بنالیں گے آشیاں ' صیّاد !
چار تنکوں کی بات ہوتی ہے

دیکھیے اب نصیّر پر کس دن
نگہِ التفات ہوتی ہے

---☆--☆---

نہ وہ اہتمامِ مئے کُہن، نہ وہ میکدے کا نظام ہے — نہ وہ رِند ہیں، نہ وہ ہاؤہُو، نہ وہ دَور ہے، نہ وہ جام ہے

وہ ہے خوش نصیب جسے ملے، مئے معرفت کا یہ جام ہے — جو وہ خود پلائیں حلال ہے، نہ پلائیں وہ، تو حرام ہے

ذرا دیکھ اپنے مریض کو کہ ہر اُس کی سانس میں آج بھی — ترے انتظار کی ہے کسک، تری یاد ہے، ترا نام ہے

کہوں کس سے قصّۂ شوق میں، نہ وہ ہمنوا، نہ وہ ہمزباں — نہ وہ ہمسفر، نہ وہ کارواں، نہ وہ صبح ہے نہ وہ شام ہے

چلی ایسی بادِ خزاں اثر، کہ ہوں دامِ غم میں شکستہ پَر — نہ بتوں کی دل میں ہے آرزو، نہ وہ شوقِ جلوۂ بام ہے

وہ نیاز و ناز کی محفلیں، نہ وہ چاند ہے نہ وہ چاندنی — نہ وہ رات ہے، نہ وہ بات ہے، نہ وہ حُسنِ ماہِ تمام ہے

نہ فراقِ یار کے مشغلے، نہ وہ بزمِ شوق کے ولولے — نہ وہ سوزِ سینہ گُداز ہے، نہ وہ آہِ برق خرام ہے

یہ عجیب دَور ہے رُونما کہ اَدب کا پاس نہیں رہا — نہ وہ اہلِ درد کی حُرمتیں، نہ وہ احترامِ مقام ہے

کہوں میں بھلا، وہ بُرا کہیں، کروں میں وفا، وہ جفا کریں — اُنھیں اپنے کام سے ہے غرض، مجھے اپنے کام سے کام ہے

وہ ہزار کوئی جتن کرے، تری دسترس سے نہ بچ سکے — تری زُلف حلقہ بدوش ہے، تری آنکھ بادہ بہ جام ہے

ترے سنگِ در پہ جو ہو ادا، وہی ایک سجدہ ہے کام کا — یہی اِک نماز ہے عشق کی جو بغیرِ شرطِ امام ہے

میں نصیرؔ فقر سرشت ہوں، کہ مریدِ ساقیٔ چشت ہوں
مجھے بادشاہوں سے کام کیا، اُنھیں دُور ہی سے سلام ہے

---☆--☆---

بخشیں ، نہ گواہ چاہتا ہوں مجرم ہوں ، پناہ چاہتا ہوں

جب ختم ہو میرے سانس کی رَو تم کو سرِ راہ چاہتا ہوں

نظّارۂ مہ وَشاں سے پہلے تطہیرِ نگاہ چاہتا ہوں

اوروں کے کرم مجھے گوارا اپنوں سے پناہ چاہتا ہوں

تکمیلِ وفا پہ ضد سے حاصل؟ کیوں خود کو تباہ چاہتا ہوں

اِک تم ، کہ چُھڑا رہے ہو دامن اِک میں ، کہ نباہ چاہتا ہوں

ہیں نقشِ قدم جہاں تمہارے تاروں میں وہ راہ چاہتا ہوں

جو صرف مرے لئے اُٹھی ہو وہ ایک نگاہ چاہتا ہوں

تو نے مجھے آج تک نہ چاہا پھر بھی تجھے آہ ! چاہتا ہوں

جس پر ترے قرب کا ہو آنچل وہ شامِ سیاہ چاہتا ہوں

تم مجھ سے نباہ کیا کرو گے میں تم سے نباہ چاہتا ہوں

ہو جس پہ نظر قلندروں کی سر پر وہ کلاہ چاہتا ہوں

اب سلسلۂ کرم نہ ٹوٹے بس ربطِ نگاہ چاہتا ہوں

اور اُن سے نصؔیر کیا کہوں میں
دامن میں پناہ چاہتا ہوں

---☆--☆---

غمِ ہجراں کی ترے پاس دوا ہے کہ نہیں
وہ جو آیا تھا ، تو دل لے کے گیا ہے کہ نہیں
مخمصے میں تری آہٹ نے مجھے ڈال دیا
سامنے آنا ، گزر جانا ، تغافل کرنا
اہلِ دل نے اُسے ڈھونڈا ، اُسے محسوس کیا
تم تو ناحق مری باتوں کا بُرا مان گئے

جاں بلب ہے ترا بیمار ، سنا ہے کہ نہیں
جھانک لے سینے میں کم بخت ذرا ، ہے کہ نہیں
یہ مرے دل کے دھڑکنے کی صدا ہے کہ نہیں
کیا یہ دُنیا میں قیامت کی سزا ہے کہ نہیں
سوچتے ہی رہے کچھ لوگ ، خدا ہے ، کہ نہیں
میں نے جو کچھ بھی کہا تم سے ، بجا ہے کہ نہیں؟

آبرو جائے نہ اشکوں کی روانی سے نصیؔر
سوچتا ہوں ، یہ محبّت میں روا ہے کہ نہیں

---☆--☆---

اَب تو بچائے مجھ کو خدا ہی
حُسن کے جلوے ، عشق کے چرچے
جلوۂ رُخ ہے پرتوِ رحمت
راہِ وفا میں کون کسی کا
مجھ کو سنبھالیں آپ خدارا
دل کی لگی پھر شعلہ فگن ہے
چھوڑ کر اُن کے شہر کی گلیاں

اُن کا تبسّم ، میری تباہی
میری وفا کی دیں گے گواہی
سایۂ گیسو ظِلِّ الٰہی
عشق ہی منزل ، عشق ہی راہی
چاہے سمجھ لیں مجھ کو بُرا ہی
آنچ نہ آئے اُن پہ الٰہی!
کون پھرے اب واہی تباہی

میں ہوں نصیؔر اب اُن کا گداگر
بیٹھے بٹھائے مل گئی شاہی

---☆--☆---

آج اک اک بادہ کش مسرور میخانے میں ہے
تازہ تازہ اِس کے، اُس کے، سب کے پیمانے میں ہے

شیخ ! جل اُٹھّے گا تُو، وہ شعلہ میخانے میں ہے
مے نہیں یہ، اک دہکتی آگ پیمانے میں ہے

اپنا دیوانہ بنا لیتا ہے ساری خلق کو
اک ادائے خاص ایسی اُن کے دیوانے میں ہے

دیر بوتل کے اُٹھانے میں لگے گی کچھ نہ کچھ
مجھ کو اُتنی ہی بہت ہے جتنی پیمانے میں ہے

میکدے میں آنے والو ! میکدہ مت چھوڑنا
مرنے جینے کا مزا کچھ ہے، تو میخانے میں ہے

پی رہا ہوں، جی رہا ہوں، شاد ہوں، مسرور ہوں
زندگی ہی زندگی لبریز پیمانے میں ہے

دل کی بے کیفی کا یہ عالم ہوا بعدِ جُنوں
لُطف جینے کا نہ گُلشن میں، نہ ویرانے میں ہے

دھیان ہے آہٹ پہ، حسرت دل میں ہے، آنکھوں میں دم
ہم چلے دنیا سے، اُن کو دیر اگر آنے میں ہے

جاگ اُٹھی قسمت، مقدّر جگمگا اُٹھّا نصؔیر
جلوہ فرما آج کوئی میرے کاشانے میں ہے

---☆--☆---

کچھ ایسا محال تو نہیں ہے
دیدار، وصال تو نہیں ہے

دل لے کے بدل گئے نگاہیں
یہ مفت کا مال تو نہیں ہے

بے وجہ وہ مہرباں ہے کیوں کر
دیکھو ! کوئی چال تو نہیں ہے

شکوہ کروں بے وفائیوں کا
میری یہ مجال تو نہیں ہے

فرقت کا جواب، ہم نشینی
عزّت کا سوال تو نہیں ہے

ہر بات کو کل پہ ٹالتے ہو
وعدہ ہے، وبال تو نہیں ہے

کیوں کرتے ہو خون آرزو کا
تم پر یہ حلال تو نہیں ہے

اِس درجہ نہ ہو ستم پہ نازاں
یہ کوئی کمال تو نہیں ہے

دیکھو تو نصؔیر دل کی جانب
گدڑی میں یہ لال تو نہیں ہے

---☆--☆---

چھوڑ دو گے تم ہمیں دشمن کے بہکانے سے کیا
یوں تمہیں مل جائے گا ، اپنوں کو تڑپانے سے کیا

لاکھ سمجھاؤ مگر ہوتا ہے سمجھانے سے کیا
ہوش کی باتیں کرو ، اُلجھو گے دیوانے سے کیا؟

آپ کی باتیں سُنیں واعظ ! مگر مانیں نہیں
چوٹ کھاتا ، آپ جیسے جانے پہچانے سے کیا؟

رقص کے عالم میں ہو جیسے یہ سارا میکدہ
آنکھ ساقی نے ملا رکھّی ہے پیمانے سے کیا؟

خیر ، ہم نے مان لی جو بات بھی تم نے کہی
تم کہو ، تم کو ملا جھوٹی قسم کھانے سے کیا؟

سامنے جب آگئے کیسی حیا ، کیسا حجاب
فائدہ اب مُنھ چھپانے اور شرمانے سے کیا

دیکھ زاہد ! بادۂ سر جوش کے چھینٹے نہ ہوں
تیرے دامن پر ہیں یہ تسبیح کے "دانے سے" کیا

ترکِ اُلفت ، اور پھر اُلفت بھی اُس بے مثل کی
میں بہک جاؤں گا واعظ ! تیرے بہکانے سے کیا؟

آگ میں اپنی جلا کر خاک کر ڈالا اُسے
شمع ! آخر دشمنی ایسی بھی پروانے سے کیا

چارہ سازو ! کیوں دوا دیتے ہو ، مر جانے بھی دو
بزم ہو جائے گی سُونی میرے اُٹھ جانے سے کیا؟

مے کشی لازم نہیں ہے بزمِ ساقی میں نصیؔر
کام جب آنکھوں سے چل جائے تو پیمانے سے کیا

یہ مانا بے زباں ہوتے ہیں کانٹے
مگر آزارِ جاں ہوتے ہیں کانٹے

گُلوں سے راہ و رسم اچھّی نہیں ہے
رگِ گُل میں نہاں ہوتے ہیں کانٹے

محبّت کی عجب اَٹھکیلیاں ہیں
دِلوں کے درمیاں ہوتے ہیں کانٹے

سنبھلنا ، اے چمن کے رہنے والو!
شریکِ آشیاں ہوتے ہیں کانٹے

بیاں کوئی کرے کیا اِن کی فطرت
خود اپنی داستاں ہوتے ہیں کانٹے

وہ صحرا تھا ، خلش کوئی نہیں تھی
یہ گلشن ہے ، یہاں ہوتے ہیں کانٹے

چلے تھے جو گُلوں سے عشق کرنے
اُنہیں اب کیوں گراں ہوتے ہیں کانٹے

مرا دامن ہے یہ ، جھٹکو اِسے تم
یہیں پل کر جواں ہوتے ہیں کانٹے

چبھن کچھ اور بڑھ جاتی ہے اِن کی
کہاں صرفِ خزاں ہوتے ہیں کانٹے

سکوں پائیں نصیرؔ اہلِ چمن کیا
جہاں جائیں ، وہاں ہوتے ہیں کانٹے

---☆--☆---

پیمانِ وفا اور ہے سامانِ جفا اور
اُس فتنۂ دَوراں نے کہا اور ، کیا اور

تیور الگ ، انداز جدا ، اُن کی ادا اور
وہ اور ہوا میں ہیں ، زمانے کی ہوا اور

ترکیب کوئی اُن کو منانے کی ہو کیا اور
میں جتنا مناتا ہوں ، وہ ہوتے ہیں خفا اور

پی لیں جو کبھی شیخ تو پی پی کے پکاریں
اے ساقیٔ میخانہ ! ذرا اور ، ذرا اور

محروم ہوا دِین سے ، دنیا کی طلب میں
نا فہم نے کچھ اور ہی سوچا تھا ، ہُوا اور

پھولوں کی وہاں دُھوپ ، یہاں سایۂ وحشت
گلشن کی فضا اور ہے ، صحرا کی فضا اور

انصاف ملے گا سرِ میدانِ قیامت
اُن کا نہ خدا اور نہ میرا ہی خدا اور

دیکھیں تو ذرا ہم بھی اُسے ، اے ہمہ خوبی!
ہم جیسا وفادار کوئی ڈھونڈ کے لا ! اور

چھوڑیں نہ محبّت کو نصیرؔ اہلِ محبّت
یہ شوقِ خطا ہے ، تو خطا اور خطا اور

---☆--☆---

سمجھ آئی مگر برسوں رہے دھوکے میں ہم پہلے
ادب گاہِ حرم سے بتکدہ تھا دو قدم پہلے

غضب ہے یوں ترا پلکیں جھپکتے ہی بدل جانا
ستم ہونے لگا اُن پر کہ تھا جن پر کرم پہلے

حیا کہیے کہ ضد، دونوں طرف سے ٹھن گئی ایسی
قدم اپنا اٹھائیں گے نہ وہ پہلے، نہ ہم پہلے

ہمارا کیا ہے، تیرے ساتھ تھوڑی ہم بھی پی لیں گے
خدا کا نام لے کر جام اُٹھا شیخِ حرم ! پہلے

ترے آنے سے پہلے ہی بچھاتے راہ میں آنکھیں
خبر آمد کی دینا چاہیے تھی کم سے کم پہلے

بقا کی جستجو ہے تو فنا کر اپنی ہستی کو
کہ ہست و بودِ عالم سے ہے دنیائے عدم پہلے

مری تقدیر کے بل کا نکلنا بعد میں ہوگا
ذرا سیدھے تو ہو لیں یہ تری زُلفوں کے خم پہلے

جدائی کے تصوّر سے بھر آئے اشک آنکھوں میں
چلے جانا، ٹھہرنے دو ذرا سیلابِ غم پہلے

جنابِ شیخ کی در پردہ رِندی کا بھی کیا کہنا
پہنچ جاتے ہیں اکثر میکدے میں محترم پہلے

چلے ہیں کوئے جاناں کی طرف ہم بھی پسِ قاصد
نصیؔر اب دیکھتے ہیں، وہ پہنچتا ہے کہ ہم پہلے

دن سہانے تلاش کرتے ہو　　گُم خزانے تلاش کرتے ہو
خود مٹائے ہمارے قلب و جگر　　اب ٹھکانے تلاش کرتے ہو
عشق برحق ، وفا حقیقت ہے　　تم فسانے تلاش کرتے ہو
وہ پلٹ کر کبھی نہ آئیں گے　　جو زمانے ، تلاش کرتے ہو
یہ قفس ہے ، چمن نہیں یارو!　　آشیانے تلاش کرتے ہو
میرے قلب و جگر کی خیر نہیں　　تُم نشانے تلاش کرتے ہو
اُس کو ڈھونڈو یہیں کہیں دل میں　　بے ٹھکانے ، تلاش کرتے ہو
اُن کے کوچے کی خاک ہے اکسیر　　کیوں خزانے تلاش کرتے ہو
مست آنکھوں سے کیوں نہیں پیتے　　بادہ خانے تلاش کرتے ہو
صاف کہہ دو اگر نہیں ملنا　　کیوں بہانے تلاش کرتے ہو
سب نئے رنگ ڈھونڈتے ہیں نصیؔر
تم پرانے تلاش کرتے ہو

---☆--☆---
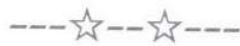
نہ آئے تجھ کو نظر، تو مگر اُداس نہ ہو — تلاش کر، وہ یہیں تیرے آس پاس نہ ہو

مجھے یقین نہیں، اُس کو تیرا پاس نہ ہو — تِرا گمان نہ ہو، یہ تِرا قیاس نہ ہو

وہ اور کیا کرے آخر، اگر اُداس نہ ہو — بغیرِ عشق نہ چین آئے، عشق راس نہ ہو

یہ کس کو لوگ لیے جا رہے ہیں کاندھوں پر — کہیں یہ شخص تمہارا وفا شناس نہ ہو

بچھڑنے والوں کو اِک دن خدا ملاتا ہے — تجھے ہماری قسم، اِس قدر اُداس نہ ہو

یہ بندگی ہے، کہ ہر حال میں ہو شکر اُس کا — ہزار کچھ ہو، مگر کوئی ناسپاس نہ ہو

وہ ماجرا جو ہے مجنوں کے نام سے مشہور — کہیں ہمارے فسانے کا اقتباس نہ ہو

ضیائے علم و ہنر سے ہے آبروئے بشر — یہ روشنی تو ہو، اُجلا اگر لباس نہ ہو

مزا تو جب ہے کہ ہو بات بات قند ونبات — وہ بات زہر ہے جس بات میں مٹھاس نہ ہو

ہے ایک طنز کا نشتر، دُعائے عمرِ دراز — اُس ایک شخص کو، جینے کی جس کو آس نہ ہو

نصیر کھیل نہیں ہے شعورِ ذات و صفات
خدا شناس کہاں وہ، جو خود شناس نہ ہو

نہیں پرواز کی طاقت ، غنیمت ہیں مگر پھر بھی
ہمارے کام آتے ہیں ہمارے بال و پر پھر بھی

کیا وعدہ مگر آیا نہیں وہ رات بھر پھر بھی
اُسی کی رہ گزر تکتے رہے ہم تا سحر پھر بھی

پیے تسکینِ خاطر لاکھ حیلے ہوں ، وسیلے ہوں
نہیں ہوتا سکونِ دل میسّر ، عمر بھر پھر بھی

جو اُن کے دل میں ہے نوکِ زباں پر وہ نہیں لاتے
بہت کچھ کہہ رہا ہے اُن کا اندازِ نظر پھر بھی

یہ مانا خط میں سب کچھ لکھ دیا تفصیل سے ہم نے
زبانی کچھ ہمارا حال کہنا نامہ بَر! پھر بھی

حسینانِ جہاں سفّاک بھی ہیں ، سنگ دل بھی ہیں
نہ ہو ڈرنے کی کوئی بات ، لیکن اِن سے ڈر پھر بھی

وطن سے دُور آسائش کسی کو مل نہیں سکتی
خدا لگتی تو یہ ہے ، اپنا گھر ہے اپنا گھر پھر بھی

پیے جاتا ہوں ، لیکن تشنگی تا حال باقی ہے
ترے قربان ساقی! اک ذرا زحمت اِدھر پھر بھی

لُٹا بیٹھے ہزاروں قافلے منزل کی راہوں میں
نہ باز آئے جنونِ رہبری سے راہبر پھر بھی

وہ اک تم ہو کہ تم نے عہد و پیماں توڑ ڈالے ہیں
یہ اِک ہم ہیں ، اَڑے بیٹھے ہیں اپنی بات پر پھر بھی

شبِ غم چاند چُھپ جائے گا ، تارے ڈُوب جائیں گے
نہ ہو گی رُونما میری اُمیدوں کی سحر پھر بھی

ہمارا کام ہے اچھّی بری ہر بات سمجھانا
یہ اُن کا اپنا ذمّہ ہے نہ سمجھیں وہ اگر پھر بھی

ہمیں پر منحصر کیا ہے ہم اُٹھتے ہیں تو اُٹھ جائیں
رہے گا سجدہ گاہِ شوق اُن کا سنگِ در پھر بھی

بہ اندازِ مسیحائی وہ اپنا ہاتھ رکھّے ہیں
نہیں معلوم ، کیوں تھمتا نہیں دردِ جگر پھر بھی

یقیں آ ہی گیا آخر اُنہیں دُشمن کی باتوں کا
بہت کچھ ہم نے سمجھایا ، نہ سمجھے وہ مگر پھر بھی

علاجِ زخمِ دل ممکن نہیں اِن کم نگاہوں سے
نصیرؔ اُلجھے ہوئے ہیں اپنی ضد میں چارہ گر پھر بھی

---☆--☆---

بل ڈالئے جبیں پہ نہ خنجر نکال کے
اتنے جواب، اور مرے اِک سوال کے؟

قربان جاؤں آپ کی اِس چال ڈھال کے
آتے ہی چل دیئے مجھے اُلجھن میں ڈال کے

صدقے میں اِس کرم کے، تصدّق خیال کے
وعدے تو بار بار کئے ہیں وصال کے

پھر بھی مری وفا کا یقیں تو نہیں کیا
دل رکھ دیا تھا سامنے اُس کے، نکال کے

یہ خار زارِ دشتِ جنوں ہے ذرا سنبھل
اِس راہ سے گزر بھی تو دامن سنبھال کے

گیسو کے پیچ و خم میں مرا دل پھنسا رہا
آخر پتہ چلا کہ یہ حلقے ہیں جال کے

کہنے کو ایک بار تو وعدہ وفا کرو
کیوں روز روز بات بڑھاتے ہو ٹال کے

مدّت کے بعد اُن پہ عدو کا بھرم کھلا
نادم ہیں آستیں میں وہ سانپ پال کے

میرے یہ شعر، آب میں موتی سے کم نہیں
ہاتھ آئے، فن کے سات سمندر کھنگال کے

اللہ! دَم کی خیر، کہ یہ کوئے یار ہے
رکھنا قدم نصیرؔ ذرا دیکھ بھال کے

---☆--☆---

حیران ہزاروں ہیں، پریشان ہزاروں
پھرتے ہیں تجھے ڈھونڈتے انسان ہزاروں

مجنوں ہی پہ کیا، لُٹ گئے انسان ہزاروں
اک دستِ جنوں میں ہیں گریبان ہزاروں

الزام ترے سر ہیں بہر آن ہزاروں
ہیں زُلفِ پریشاں سے پریشان ہزاروں

اِیفا کبھی ہو جائیں تو تقدیر ہماری
باندھے تو ہیں اُس شوخ نے پیمان ہزاروں

ابرو ہیں کہ محرابِ حرم قبلۂ عُشّاق
آنکھوں پہ لُٹا بیٹھے ہیں ایمان ہزاروں

زاہد نے چھلکتا ہوا ساغر نہیں دیکھا
ہر موج میں پوشیدہ ہیں طوفان ہزاروں

ہو جائے عنایت کی نظر کاش اِدھر بھی
ہم دل میں لیے بیٹھے ہیں ارمان ہزاروں

او پردہ نشیں! ایک ذرا جلوہ نما ہو
بیٹھے ہیں ترے سوختہ سامان ہزاروں

دُنیائے محبت میں نصیرؔ ایک ہمیں کیا
گھر بار کیے بیٹھے ہیں ویران ہزاروں

---☆--☆---

آگئیں چل کے ہوائیں ترے دیوانے تک
اب یہی لے کے چلیں گی اُسے میخانے تک

کوئی چھیڑے نہ مجھے عہدِ بہار آنے تک
میں پہنچ جاؤں گا خود جُھوم کے میخانے تک

آ کے خود رقص کیا کرتا ہے جل جانے تک
شمعِ سوزاں کبھی جاتی نہیں پروانے تک

آنا جانا تو ہے واعظ ! مرے کاشانے تک
ایک دن آپ چلے آؤ گے میخانے تک

اب نقاہت کا یہ عالم ہے کہ اُٹھتے نہیں ہاتھ
صرف نظریں ہی پہنچ سکتی ہیں پیمانے تک

اِس کڑے وقت میں احباب نہ کام آئیں گے
تشنگی دے گی سہارا مجھے میخانے تک

دھیان زاہد کا خدا تک کسی صورت نہ گیا
دسترس تھی اُسے تسبیح کے ہر دانے تک

تجھ کو بھولے سے بھی میں بھول سکوں ، ناممکن
یہ تعلّق تو رہے گا مرے مر جانے تک

دل پہ عالم یہ گھٹن کا ، یہ صبا کے غمزے
دیکھیے کیا ہو ، تری زلف کے لہرانے تک

راہ دُشوار نہیں ، سنگ نہیں ، خار نہیں
مطمئن ہو کے وہ آئیں مرے کاشانے تک

تم تو اپنے تھے ، نہ تھی تم سے یہ اُمیّد ہمیں
کوئی مرتا ہو تو آجاتے ہیں بیگانے تک

آج کل بے خودیٔ شوق کا عالم ہے عجیب
کہیں مَیں آپ نہ کھو جاؤں ، تجھے پانے تک

موت برحق ہے ، مگر آخری خواہش یہ ہے
سانس چلتی رہے میری ، ترے آجانے تک

بات کرنی ہے نکیرین سے تنہا سب کو
ساتھ رہتے ہیں یہ احباب تو دفنانے تک

مسندِ پیرِ مغاں دُور بہت ہے مجھ سے
ہاتھ اُٹھ کر بھی پہنچتے نہیں پیمانے تک

قدم اُٹھتے نہیں ، اب ضُعف کا عالم ہے نصیؔر
کوئی لے جائے مجھے تھام کے میخانے تک

---☆--☆---

ہر ادا یوں ہے ، سزا ہو جیسے — یہ بھی اک اُن کی ادا ہو جیسے

اُن کا آنا بھی ہوا ہو جیسے — چور آنگن میں چھپا ہو جیسے

یوں ہے پہلو میں دلِ افسردہ — ساز خاموش پڑا ہو جیسے

مجھ کو محفل میں بلاتا ہی نہیں — تُو مجھے بھول گیا ہو جیسے

اِس طرح کانپ گیا دل میرا — تم نے کچھ مجھ سے کہا ہو جیسے

عارض ایسے ، کہ چمن میں دو پھول — زُلف ایسی ، کہ بلا ہو جیسے

عشق کا بھید چھپائے نہ چھپا — میرے ماتھے پہ لکھا ہو جیسے

اِس طرح غم نے پکارا مجھ کو — کسی سائل کی صدا ہو جیسے

میرا دل ، اور مجھی سے بیزار — اُن کے پہلو میں رہا ہو جیسے

ہیں خفا لفظِ وفا پر وہ نصیر
بات کرنا بھی خطا ہو جیسے

---☆--☆---

تو نے جو بخشے ہمیں اسبابِ غم اچھے لگے — تیرے بے جا ظلم بھی تیری قسم اچھے لگے

غم کی دنیا سے ہوئی مانوس یوں طبعِ حزیں — اپنے غم اچھے لگے ، دُنیا کے غم اچھے لگے

اک اِسی کے دم سے تھے اہلِ جنوں میں بے وقار — عقل کھو کر کوچۂ جاناں میں ہم اچھے لگے

پاس جب آئے تو ہم پر کھل گیا دامِ فریب — دُور سے کیا کیا تری زلفوں کے خم اچھے لگے

ہم برا کہتے رہے ، جب تک شناسائی نہ تھی — میکدے میں آئے تو شیخِ حرم اچھے لگے

روگ دل کے دُھل گئے ، قسمت کے عُقدے کھل گئے — آپ کی نسبت ہوئی حاصل تو ہم اچھے لگے

دل اُنھیں دے کر محبت کا بھرم رکھنا پڑا — بے رُخی اچھی لگی ، ظلم و ستم اچھے لگے

اہلِ عالم ہی سے کیا بے اعتنائی کا گلہ
میرے افسانے نصیر اُن کو بھی کم اچھے لگے

---☆--☆---

ہم کسی کا گلا نہیں کرتے — نہ ملیں ، جو ملا نہیں کرتے
چند کلیاں شگفتہ قسمت ہیں — سارے غنچے کِھلا نہیں کرتے
جن کو دستِ جنوں نے چاک کیا — وہ گریباں سلا نہیں کرتے
آپ محتاط ہوں زمانے میں — ہر کسی سے ملا نہیں کرتے
جو محبّت میں سنگِ میل بنیں — وہ جگہ سے ہلا نہیں کرتے
ناز ہے اُن کو بے وفائی پر — ختم یہ سلسلہ نہیں کرتے
رِستے رہتے ہیں بھیگی راتوں میں — زخم دل کے سِلا نہیں کرتے
اُن سے بس اِک نصیؔر شکوہ ہے
ہم سے وہ کیوں ملا نہیں کرتے

---☆--☆---

پھرے ہیں اور پھریں گے نہ حکمِ یار سے ہم — نیاز مند ، رہیں گے ہر اعتبار سے ہم
بہت قریب ہیں عکسِ جمالِ یار سے ہم — قدم بڑھائیں اگر حدِّ انتظار سے ہم
خزاں سے ہیں نہ پریشاں ، نہ خوش بہار سے ہم — نکل چکے ہیں مناظر کے اب حصار سے ہم
کسی نفس نہیں آزاد ، خلفشار سے ہم — بلائے دام سے اُلجھے کہ زُلفِ یار سے ہم
الٰہی! کون سا عالم ہے یہ گلستان کا — بہار میں بھی ہیں بیگانۂ بہار سے ہم
عذابِ جاں ہیں غلط فہمیاں محبّت میں — نہ اب قرار سے وہ ہیں نہ اب قرار سے ہم
جو پھوٹتے نہیں صحرا میں پاؤں کے چھالے — تو اُن کو چھیڑتے رہتے ہیں نوکِ خار سے ہم
وہ آگئے تھے تو دل کا عجیب عالم تھا — خوش اِس قدر تھے ، نظر آئے بے قرار سے ہم
ستم تھا اُن سے اچانک نگاہ کا ملنا — وہ منفعل سے رہے اور شرمسار سے ہم
ہوا جو آپ کا ارشاد ، ہم بجا لائے — ہیں اعتبار کے لائق ، اِس اعتبار سے ہم
دوامِ قُرب میسّر ہو یا تسلسلِ بُعد — نجات پائیں محبت میں جیت ہار سے ہم
ہمیں اُٹھانے کو آئے وہ فتنۂ محشر
نصیؔر! یوں نہ اُٹھیں گے کبھی مزار سے ہم

---☆--☆---

رکھ دو جو اپنے ہاتھوں سے میّت اُتار کے
ذرّے دُعائیں دیں مری خاکِ مزار کے

تیور تو دیکھ، حُسنِ تبسّم شعار کے
قربان ہو رہے ہیں تماشے بہار کے

آخر کو بات مان ہی لی تھک کے، ہار کے
چپ ہیں وہ ہاتھ زور سے زانو پہ مار کے

کیسے بھلاؤں، ساتھ گزارے جو یار کے
دو دن ہی بس نصیب ہوئے تھے بہار کے

دیکھے ہوئے ہے رُوپ صبا، حُسنِ یار کے
گجرے اُتار لے نہ عُروسِ بہار کے

درکار ہے بس ایک اشارہ نگاہ کا
دل کیا ہے، جان نذر کروں سر سے وار کے

شرمندہ ہو نہ جائے کہیں شامِ میکدہ
نکلے نہ اِس طرح کوئی زُلفیں سنوار کے

اُس گلبدن کے حُسن کی تزئین اَور ہے
سیکھے ابھی بہار، سلیقے بہار کے

دُھندلا گیا ہے غم سے مرے دل کا آئنہ
تم سے نہ صاف ہوں گے یہ ذرّے غبار کے

بس یوں ہوا کہ اور بھی بیتاب ہو گئے
آئے تھے تیرے در پہ سوالی قرار کے

پہنچی جو اُن کی سادگی حُسن تک نظر
حوروں نے رکھ دیئے وہیں زیور اُتار کے

سورج چڑھا بھی، ڈھل بھی گیا، شام ہو گئی
کچھ تو کہو، تم آئے کہاں دن گزار کے

یہ کس کی خاک، دوشِ ہوا پر مچل گئی
اُٹھنے لگے فضا میں بگولے غبار کے

ساقی نہ ہو نصیؔر! تو ویراں ہے میکدہ
ایسے میں کیا کریں گے یہاں دن گزار کے

لوگ نالاں ہیں جفا سے تیری — حشر برپا ہے ادا سے تیری
چھیڑ ہے زُلفِ رسا سے تیری — بات بگڑی ہے صبا سے تیری
کوئی جیتا ہو، تجھے اِس سے غرض — کوئی مرتا ہو، بلا سے تیری
ساقیٔ بزم! پلا، دیر نہ کر — منّتیں کرتے ہیں پیاسے تیری
بات بنتی ہے کرم سے تیرے — کام چلتا ہے عطا سے تیری
ہم نے لُٹتے ہوئے گھر دیکھے ہیں — ایک سادہ سی ادا سے تیری
حوصلہ ہے ابھی غم سہنے کا — ابھی زندہ ہیں دُعا سے تیری
پھر سہی، حشر کے دن کر لیں گے — بات کرنی ہے خدا سے تیری

دُھوم ہے شعلہ نوائی کی نصیرؔ
لوگ جلتے ہوں، بلا سے تیری

---☆--☆---

مرا سوال ہی اُن کا جواب تھا کیا تھا — یہ اک کرشمہ تھا یا انقلاب تھا کیا تھا
تمہارا حُسن، تمہارا شباب تھا کیا تھا — فقط خیال تھا یا کوئی خواب تھا کیا تھا
تمام عمر نہ دیکھی قرار کی صورت — دلِ حزیں مرے حق میں عذاب تھا کیا تھا
کلیم غش تھے، اُنھیں کیا خبر، دمِ دیدار — جمال تھا کہ فریبِ حجاب تھا کیا تھا
تمہارا حُسن جسے لے اُڑی تھی انگڑائی — شعاعِ مہر تھا، موجِ شراب تھا، کیا تھا
تری نگاہ کا اُٹھنا وہ بار بار اِدھر — کرم تھا یا ستم بے حساب تھا، کیا تھا
تمام میکدہ سیراب ہو گیا جس سے — وہ چشمِ یار تھی، جامِ شراب تھا کیا تھا
سمجھ میں آ نہ سکا زندگی کا ہنگامہ — خبر نہیں یہ تماشا تھا، خواب تھا کیا تھا
نظر ہے آج تک اِس جستجو میں کھوئی ہوئی — وہ حُسنِ یار، جو زیرِ نقاب تھا کیا تھا

نصیرؔ پھر نہ میسّر ہوا زمانے میں
وہ اِک نفس جو بنامِ شباب تھا کیا تھا

---☆--☆---

اللہ اللہ! پسِ پردۂ در کی صورت ۔۔۔ اب نہ پوچھو کہ ہے کیا میری نظر کی صورت

ہر نفس ہے مجھے وحشت میں سفر کی صورت ۔۔۔ دشت کی بھی وہی صورت ہے جو گھر کی صورت

دیکھنے دی نہ شبِ غم نے سحر کی صورت ۔۔۔ دیکھتی رہ گئی فریاد، اثر کی صورت

چاندنی بن کے اُتر آؤ مرے آنگن میں ۔۔۔ تم کو اللہ نے بخشی ہے قمر کی صورت

ہم نے جس دن تمہیں دیکھا تھا اچانک سرِ راہ ۔۔۔ ہم نے اُس دن سے نہ دیکھی کبھی گھر کی صورت

وہ بُلا لیں مجھے، یا آپ چلا جاؤں میں ۔۔۔ میرے مولیٰ! کوئی بن جائے اُدھر کی صورت

سر سلامت رہے، دیوار ہے، دیوانہ ہے ۔۔۔ آپ زنداں میں نکل آئے گی در کی صورت

ایک پامالِ الم، دوسرا مشغولِ ستم ۔۔۔ اِک تماشا ہے اِدھر اور اُدھر کی صورت

اِک نظر آپ بھی دیکھیں تو، بہار آئی ہے ۔۔۔ دل کا ہر زخم کھِلا ہے گُلِ تر کی صورت

داغ وہ کھائے گا سینے پہ، مٹائے نہ مٹے ۔۔۔ تیری جانب مہِ تاباں نے اگر ”کی صورت“

بال اُلجھے ہوئے، دل سوختہ، ویراں آنکھیں ۔۔۔ اللہ اللہ! ترے خاک بسر کی صورت

جن کو اللہ نے بخشے ہوں مقاماتِ بلند ۔۔۔ جب ملے، جھک کے ملے شاخِ شجر کی صورت

جس طرف ہوتا ہے وہ جانِ جہاں محوِ خرام ۔۔۔ آنکھیں بچھتی ہیں وہاں راہ گزر کی صورت

اُس درِ ناز سے پردہ نہیں اُٹھتا، نہ اُٹھے ۔۔۔ ہم بھی اُٹھے کے نہیں پردۂ در کی صورت

تا دمِ زیست شکایت رہی آہوں سے، نصیرؔ
موت آئی، تو نظر آئی اثر کی صورت

---☆--☆---

بلایا اگر میں نے ، آئیں گے کیا؟
مری بات وہ مان جائیں گے کیا؟
ہماری وفائیں بھلائیں گے کیا
ہمیں کھوئیں گے وہ ، تو پائیں گے کیا
نیا کوئی فتنہ اُٹھائیں گے کیا؟
ہمیں آپ پھر آزمائیں گے کیا؟
اُنہیں اور جھگڑوں سے فرصت کہاں
مرے دل میں وہ گھر بنائیں گے کیا
خزاں جن کی قسمت میں لکھی گئی
گلستاں میں وہ مسکرائیں گے کیا
تُمھی سے ہمیں کون سا فیض ہے
کسی اور سے دل لگائیں گے کیا
نہیں جن پہ چشمِ کرم آپ کی
وہ میری نظر میں سمائیں گے کیا
نزاکت قدم اُٹھنے دیتی نہیں
مرے گھر بھلا آپ آئیں گے کیا
ہم اُن کی اداؤں پہ خود مر مٹے
ستائے ہوؤں کو ستائیں گے کیا
لہو خشک ، دل خشک ، دم خشک ہے
ہم آنکھوں سے آنسو بہائیں گے کیا
نصیؔر اہلِ دل کا بھرم ہے ابھی
اُنہیں دیکھ کر مر نہ جائیں گے کیا؟

---☆--☆---

چار تنکوں کا سہارا کچھ نہیں
صحنِ گلشن میں ہمارا کچھ نہیں
چین لُوٹا ، دل مرا ویراں کیا
بس بگاڑا ہے ، سنوارا کچھ نہیں
جان دینے کے لئے حاضر ہیں ہم
عاشقی میں یہ خسارا کچھ نہیں
جستجو ایماں ، تن آسانی ، گناہ
موج سب کچھ ہے ، کنارا کچھ نہیں
بے وفائی بھی ترا احسان ہے
اِس سے بڑھ کر حق ہمارا کچھ نہیں
ہم سے دل لے کر یہ ظالم نے کہا
جاؤ ، رستہ لو ، تمہارا کچھ نہیں
اِک نگاہِ لطف ہم پر بھی کبھی
عرض ہے اپنی ، اِجارا کچھ نہیں
سارے عالم میں وُہی وہ ہیں نصیؔر
سب کچھ اُن کا ہے ، ہمارا کچھ نہیں

---☆--☆---

راہوں سے تری گزر رہا ہوں
انگاروں پہ پاؤں دھر رہا ہوں

انجام سے اپنے ڈر رہا ہوں
مجموعۂ خیر و شر رہا ہوں

صحرا کی ہوا مجھے گوارا
گلشن کی ہوا سے ڈر رہا ہوں

احباب مرے برا نہ مانیں
میں خود سے کلام کر رہا ہوں

ظلماتِ سحابِ زندگی سے
بجلی کی طرح گزر رہا ہوں

میں ہوں وہ فریب خوردہ انساں
سائے سے بھی اپنے ڈر رہا ہوں

اُلفت ہے اگر گناہ، لوگو!
میں بھی یہ گناہ کر رہا ہوں

آنکھوں سے لہو بہا بہا کر
محفل میں تری نکھر رہا ہوں

کچھ لوگ مجھے ڈبو چکے تھے
موجوں کی طرح اُبھر رہا ہوں

ہے مدِّ نظر ترا تصوّر
آئینے سے بات کر رہا ہوں

اے دستِ کرم! سمیٹ مجھ کو
ذرّوں کی طرح بکھر رہا ہوں

میں بھی ہوں نصیؔر کیا تماشا
جو ہو نہ سکے، وہ کر رہا ہوں

---☆--☆---

وہ کبھی خواب میں آئیں تو سہی ۔۔۔ میری تقدیر جگائیں تو سہی
حالِ دل اپنا سنائیں تو سہی ۔۔۔ آپ کو ہم کہیں پائیں تو سہی
اُن کی ہر شرط ہے منظور مجھے ۔۔۔ وہ مری راہ پہ آئیں تو سہی
کیا پشیماں ہیں ستم پر اپنے ۔۔۔ آپ کیوں چپ ہیں، بتائیں تو سہی؟
آج ہی پر نہیں موقوف کرم ۔۔۔ رُخ بدل جائیں ہوائیں "تو سہی"
لطف آ جائے گا اے واعظِ شہر! ۔۔۔ آپ میخانے میں جائیں تو سہی
کوئی دُشوار نہیں راہِ وفا ۔۔۔ وہ قدم اپنے اُٹھائیں تو سہی
کون کافر ہے جو ہو منکرِ مے ۔۔۔ آپ اک گھونٹ پلائیں تو سہی

کھنچ کے آجائیں گے مے خوار نصیؔر
میکدہ آپ سجائیں تو سہی

---☆--☆---

بسے ہیں آپ مرے دل میں عمر بھر کے لئے ۔۔۔ صدف بنا تھا یہ شاید اِسی گُہر کے لئے
بلا خریدی ہے میں نے یہ عمر بھر کے لئے ۔۔۔ تمہاری زُلف کا سودا ہے میرے سر کے لئے
جو بے غرض نہ ہو، جس میں نہ ہو خلوص کوئی ۔۔۔ سلام ایسے تعلّق کو عمر بھر کے لئے
شبِ فراق کی لذّت کہاں نصیب اُنہیں ۔۔۔ دُعائیں مانگتے رہتے ہیں جو سحر کے لئے
ہُوا یہی کہ رُکے بزمِ غیر میں جا کر ۔۔۔ ارادہ کر کے چلے تھے وہ میرے گھر کے لئے
ہمارے دل کو متاعِ حیات کب سمجھا ۔۔۔ نشانہ چاہیئے اُس شوخ کو نظر کے لئے
جو داستانِ غم و درد کا خلاصہ ہو ۔۔۔ مجھے وہ اشک ہے درکار، چشمِ تر کے لئے
ہوس کی آنکھ سے اوجھل ہے بندگی کا مقام ۔۔۔ عُلّوِ عجز ہی معراج ہے بشر کے لئے

عدم کو لے کے چلا ہوں نصیؔر داغِ فراق
یہ زادِ راہ بہت ہے مجھے سفر کے لئے

---☆--☆---

آپ میں ظلم کے انداز اَب آنے تو لگے
بے حجابانہ سرِ بزم وہ آنے تو لگے

خود نہ آئیں، وہ مجھے پاس بلانے تو لگے
دیکھئے! آپ کے دامن سے نہ ذرّے لپٹیں

میرے کہلائے، مگر اُن کے رہے حضرتِ دل!
کچھ نہ کچھ اپنی جفاؤں کا ہے احساس اُنہیں

یہ بھی سوچا ہے کہ پھر کس پہ جفائیں ہوں گی
مے کے چھینٹوں سے ابھی پیاس بجھے گی زاہد!

اِس سے بڑھ کر بھی توجّہ کی طلب ہے تجھ کو
تیرا کوچہ نہ سہی، دامنِ صحرا ہی سہی

خیر سے چاہنے والوں کو ستانے تو لگے
شرم کچھ دُور ہوئی، آنکھ ملانے تو لگے

رفتہ رفتہ ہی سہی، راہ پہ آنے تو لگے
دلِ برباد کی خاک آپ اُڑانے تو لگے

اُن کی جاگیر بنے، ہوش ٹھکانے تو لگے!
شکوہ کرنے پہ بہانے وہ بنانے تو لگے

آپ غصّے میں مرے دل کو مٹانے تو لگے
جھوم کر ابر سرِ میکدہ چھانے تو لگے

چٹکیوں میں وہ تری بات اُڑانے تو لگے
میری مٹّی کہیں کمبخت ٹھکانے تو لگے

اب نہ کہیے کہ ملاقات بڑی مشکل ہے
اُن کی محفل میں نصیؔر آپ بھی جانے تو لگے

ہے آج پھر دلِ دیوانہ زخمہ یابِ جُنوں
کسی نے چھیڑ دیا پھر کہیں رَبابِ جنوں

جنوں کے شہر میں ہے ہم سے آب وتابِ جُنوں
ہمیں نصیب ہے سرمایۂ شبابِ جنوں

ہماری کشتِ تمنا نہ کیوں پھلے پھولے
تمام عمر برستا رہا سحابِ جُنوں

یہ وہ سوال ہے جو حل طلب رہے گا سدا
خرد کے پاس نہیں ہے کوئی جوابِ جُنوں

ابھی نہ چھیڑ مجھے شحنۂ خرد کچھ دیر
پلا رہی ہے کسی کی نظر شرابِ جُنوں

جنوں کی راہ میں چلنا کوئی مذاق نہ تھا
خرد چلی بھی تو دو گام، ہمرکابِ جُنوں

یہ تحفۂ درِ جاناں ہے تُو بھی دیکھ فلک
نشانِ سجدہ جبیں پر ہے آفتابِ جُنوں

کتابِ شوق مرتّب ہوئی سلیقے سے
ہمارے نام سے ہے ابتدائے بابِ جُنوں

نمازِ عشق ادا کی اِس اہتمام کے ساتھ
بہ فیضِ اشک کیا ہے وضو بہ آبِ جُنوں

خرد اُٹھا نہ سکی پھر کوئی بھی ہنگامہ
چڑھی وہ ٹُوٹ کے بُوئے شرابِ نابِ جُنوں

تمام عمر کٹی نت نئے تماشوں میں
نصیؔر جلوہ بجلوہ رہا خرابِ جُنوں

---☆--☆---

تو اگر رکھّے گا ساقی ہم سے پیمانہ الگ
ہم بنا لیں گے کہیں چھوٹا سا میخانہ الگ

اِس کی آبادی الگ ہے ، اِس کا ویرانہ الگ
دُور اِس دنیا سے رہتا ہے یہ دیوانہ ، الگ

مَے کشی کے ساتھ لُطفِ رقصِ پیمانہ الگ
اور اُس پر التفاتِ پیرِ میخانہ الگ

خالِ رُخ ، دل کی گرفتاری کا اک سامان ہے
بے خبر ! ہوتا نہیں ہے دام سے دانہ الگ

اک مقام ایسا کہ جیتے جی گزر ممکن نہیں
زندگی تج کر بنایا ہم نے کاشانہ الگ

خود نُمائی اُس کی فطرت ، بے نیازی اِس کی خُو
رنگِ شاہانہ جدا ، شانِ فقیرانہ الگ

گُل کِھلائے فصلِ گُل آتے ہی دیوانوں نے یوں
اب نظر آتا نہیں گلشن سے ویرانہ الگ

آنسوؤں سے لکھ رہے ہیں واقعاتِ زندگی
ہم مرتّب کر رہے ہیں اپنا افسانہ الگ

تیرے صدقے ، اب نہیں ساقی مجھے کوئی گلہ
مجھ کو مل جاتی ہے مے پینے کو روزانہ ، الگ

خاک پروانے کی ساری شب رہی اُس کے حضور
شمع سے رہتا نہیں جل کر بھی پروانہ الگ

میکدے میں ہم ہیں ، اپنے ہر نفس میں موجِ مَے
اب نہ شیشہ ہے جدا ہم سے ، نہ پیمانہ الگ

زاہدوں کو بادہ آشاموں پہ مت کیجے قیاس
وضعِ تقویٰ اور شے ، اندازِ رندانہ الگ

پی رہا ہُوں ، جی رہا ہُوں ، شاد ہُوں ، سرشار ہُوں
دل لگی مَے سے الگ ، ساقی سے یارانہ الگ

میکدے میں اب بھی اِتنی ساکھ ہے اپنی نصیؔر!
اِک ہمارے نام کا رہتا ہے پیمانہ "الگ"

---☆---☆---

گھر سے نکل کے سیرِ چمن کو چلا تو ہے
آئے گا وہ ہماری طرف بھی ' سُنا تو ہے

رسمِ کرم نہ ہو جو نہیں ہے ' جفا تو ہے
قائم کسی حَسیں سے کوئی سلسلہ تو ہے

اِس بے کسی میں ہم کو یہ اک آسرا تو ہے
موجود نامہ بر نہ ہو ' بادِ صبا تو ہے

تیری نظر میں چاہنے والا بُرا تو ہے
لیکن خطا معاف! تجھے چاہتا تو ہے

ہم نے اُنہیں سُنا تو دیا ' دل کا ماجرا
اب دیکھئے جواب وہ کیا دیں ' کہا تو ہے

فریاد سن کے میری وہ ظالم لرز اُٹھا
سنگِ گراں کچھ اپنی جگہ سے ہِلا تو ہے

طوفانِ غم میں موجِ بلا سے نہ ہو اُداس
ساحل ملے ' ملے نہ ملے ' آسرا تو ہے

اُس بارگاہِ ناز میں پہنچے تو جانئے
قاصد ہَوا سے تیز اُدھر کو گیا تو ہے

کوئی تو ہے رفیق ' غمِ ہجر میں ضرور
میں مانتا ہوں تم جو نہیں ہو ' قضا تو ہے

کہتے ہیں ' یہ خبر تو نہیں ہے ' وہ کون تھا
ہاں ایک شخص شمع کی صورت جلا تو ہے

تم سے رہا تعلّقِ خاطر کا آسرا
اچھّا جو تم مرے نہیں ہوتے ' خدا تو ہے

کیا فائدہ ہے روز کی جُھک جُھک سے ناصحو
میں اِس چلن سے ہٹ نہیں سکتا "کہا تو ہے"

مِٹ کر بھی صبح و شام تری رہ گزر میں ہُوں
آخر مرا غُبار ٹھکانے لگا تو ہے

دنیا کے اِتّہام پہ مت جایئے حُضور!
جیسا بھی ہے نصیؔر ' مگر آپ کا تو ہے

---☆--☆---

بے رُخی اُن کی ہر ادا میں ہے
دل خدا جانے کس ہوا میں ہے

اک جھلک اُس کی ابتدا میں ہے
آزمائش جو انتہا میں ہے

زُہد میں ہے نہ اِتّقا میں ہے
زندگی معتبر ، وفا میں ہے

قصّے اوروں کے سُن رہا ہے کوئی
داستاں میری التوا میں ہے

خیر یا رب! مرے نشیمن کی
برق بے تاب پھر گھٹا میں ہے

زُلف کی چِیرہ دستیاں ، تو
آدمی پنجۂ بلا میں ہے

جس طرف چاہے اُس کا رُخ پھیرے
ناؤ اب دستِ ناخدا میں ہے

وہ غرورِ جمال میں گم ہیں
مدّعی ، عرضِ مدّعا میں ہے

راس آیا نہ جامۂ ہستی
آدمی تنگ سی قبا میں ہے

اور کچھ ہو نصیرؔ میں کہ نہ ہو
سیر چشمی ترے گدا میں ہے

---☆--☆---

حُسن کی بارگاہ میں رکھیئے — دل کو اُن کی نگاہ میں رکھیئے
حوصلہ اُن کی چاہ میں رکھیئے — وضعداری نباہ میں رکھیئے
اُن کے کوچے کی خاک ہے اکسیر — چُومیئے ' پھر کُلاہ میں رکھیئے
جو ہمیشہ رہیں شریکِ سفر — ساتھ ایسوں کو راہ میں رکھیئے
چھوڑیئے بھی مہ و نجوم کی بات — اُن کا چہرہ نگاہ میں رکھیئے
مر ہی جائیں جو ہم کو مرنا ہے — کیوں اُنہیں اشتباہ میں رکھیئے
ہجر کی تیرگی سے باز آیا — اِس کو زُلفِ سیاہ میں رکھیئے

جو خُدا کی پناہ میں ہیں نصیؔر
خود کو اُن کی پناہ میں رکھیئے

---☆--☆---

صبح سے ہے غرض ' نہ شام سے کام — زندگی کو ہے اپنے کام سے کام
ہم کو ہے مے کے اہتمام سے کام — خوب چلتا ہے دُھوم دھام سے کام
اے مذاقِ طلب! اُدھر لے چل — آ پڑا اُن کے لطفِ عام سے کام
آپ لائیں مرے خلاف ثبوت! — چل سکے گا نہ اِتّہام سے کام
وہ کہیں بھی ہمیں نظر آئیں — ہم کو ہے اُن کے احترام سے کام
ہم نے پوچھا تو ہنس کے فرمایا — آپ کو کیا ہمارے نام سے کام
بات کرنے پہ وہ بگڑتا تھا — بن گیا نامہ و پیام سے کام

جاگ اُٹّھی نصیؔر کی قسمت
آپ کو ' اور اِس غُلام سے کام؟

---☆--☆---

عشق نے جکڑا ہے مجھ کو اُس کڑی زنجیر سے
جس کے حلقے کھل نہیں سکتے کسی تدبیر سے

اور ہی کچھ ہو شبِ فرقت کے کٹنے کی سبیل
دل تصوّر سے بہلتا ہے، نہ اب تصویر سے

خط اِسے مت کہہ، یہ لکھّا ہے مری تقدیر کا
دل کو ہے اک ربط تیری شوخیٔ تحریر سے

زندگی بھر اِک سہانا خواب ہم دیکھا کیے
تیری صورت مل گئی اُس خواب کی تعبیر سے

اُس نگاہِ ناز پر صدقے دل و جاں ہوگئے
آپ نے دیکھا؟ نشانے دو اُڑے، اک تیر سے

اب تو بس دو ہچکیوں کی بات باقی رہ گئی
آپ نے پوچھا مجھے، لیکن بڑی تاخیر سے

غم کی پہنائی کے سنّاٹے میں تنہا تھا نصیؔر
وہ تو کھو جاتا، مگر تم مل گئے تقدیر سے

---☆--☆---

ترا خیال رہے، تیری آرزو بھی رہے
یہ دل ترا ہے کبھی اِس میں آ کے تُو بھی رہے

وفورِ شوق میں چاہت کی آبرو بھی رہے
تلاشِ یار بھی ہو، اپنی جستجو بھی رہے

یہ دو گھڑی کی رفاقت نہیں، محبت ہے
حیا تو حُسن کا زیور ہے، گُفتگو بھی رہے

جمالِ حق مری آنکھوں کا نُور بن کے رہا
اگرچہ میری نگاہوں میں خُوبرو بھی رہے

ترے بغیر کبھی مے کا نام تک نہ لیا
ہزار جام چلے، سامنے سَبو بھی رہے

خدا کرے کہ تجھے بھی غمِ محبّت ہو
تمام عُمر گرفتارِ عشق، تُو بھی رہے

مجھے یہ دُھن ہے کہ محفل میں کوئی غیر نہ ہو
اُسے یہ ضد ہے کہ میں بھی رہوں، عدو بھی رہے

سُنا ہے اُن کی ملاقات کو گئے تھے نصیؔر
ملے وہ آپ سے، آپ اُن کے رُوبرو بھی رہے

---☆--☆---

اُن کے اندازِ کرم ' اُن پہ وہ آنا دل کا
ہائے وہ وقت ' وہ باتیں ' وہ زمانا دل کا

نہ سنا اُس نے توجّہ سے فسانا دل کا
زندگی گزری ' مگر درد نہ جانا دل کا

کچھ نئی بات نہیں حُسن پہ آنا دل کا
مشغلہ ہے یہ نہایت ہی پرانا دل کا

وہ محبّت کی شروعات ' وہ بے تھاہ خوشی
دیکھ کر اُن کو وہ پھُولے نہ سمانا دل کا

دل لگی ' دل کی لگی بن کے مٹا دیتی ہے
روگ دُشمن کو بھی یا رب! نہ لگانا دل کا

ایک تو میرے مقدّر کو بگاڑا اِس نے
اور پھر اُس پہ غضب ہنس کے بنانا دل کا

میرے پہلو میں نہیں آپ کی مُٹّھی میں نہیں
بے ٹھکانے ہے بہت دن سے ' ٹھکانا دل کا

وہ بھی اپنے نہ ہُوئے ' دل بھی گیا ہاتھوں سے
"ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا دل کا"

خوب ہیں آپ بہت خوب ' مگر یاد رہے
زیب دیتا نہیں ایسوں کو ستانا دل کا

بے جھجک آ کے مِلو ' ہنس کے مِلاؤ آنکھیں
آؤ ہم تم کو سکھاتے ہیں مِلانا دل کا

نقش بر آب نہیں ' وہم نہیں ' خواب نہیں
آپ کیوں کھیل سمجھتے ہیں مٹانا دل کا

حسرتیں خاک ہُوئیں ' مٹ گئے ارماں سارے
لُٹ گیا کُوچۂ جاناں میں خزانا دل کا

لے چلا ہے مرے پہلو سے بصد شوق کوئی
اب تو ممکن ہی نہیں لَوٹ کے آنا دل کا

اُن کی محفل میں نصیؔر اُن کے تبسّم کی قسم
دیکھتے رہ گئے ہم ' ہاتھ سے جانا دل کا

---☆--☆---

نظر میں بھی نہیں اب گھومتا پیمانہ برسوں سے
قسم کھانے کو بھی دیکھا نہیں میخانہ برسوں سے

نہ پینے کو ملی اک گھونٹ، بے باکانہ برسوں سے
نہیں اب کار فرما جُراَتِ رِندانہ برسوں سے

سرِ صحرا جدھر دیکھو اُداسی ہی اُداسی ہے
اِدھر آیا نہیں شاید کوئی دیوانہ برسوں سے

کبھی خلوت، کبھی جلوت، کبھی ہنسنا، کبھی رونا
مرتّب کر رہے ہیں ہم بھی اک افسانہ برسوں سے

یہ تکلیفِ قدم بوسی، یہ اندازِ پزیرائی
ہمارا منتظر تھا غالباً ویرانہ برسوں سے

میسّر آئی کیا ہم کو گدائی آپ کے دَر کی
گزرتی ہے ہماری زندگی شاہانہ برسوں سے

وہ اپنی ذات کے صحرا میں شاید تیرا جویا ہے
نظر آیا نہیں احباب کو دیوانہ برسوں سے

نصیؔر اب اپنی آنکھیں اُٹھ نہیں سکتیں کسی جانب
مرے پیشِ نظر ہے اِک تجلّی خانہ برسوں سے

---☆---☆---

یہ کیا کہہ گئے مجھ کو کیا کہتے کہتے
بھلا کہہ گئے وہ بُرا کہتے کہتے

کہیں یہ نہ ہو آنکھ بھر آئے قاصد
مری داستانِ وفا کہتے کہتے

اُٹھا تھا میں کچھ اُن سے کہنے کو، لیکن
زباں رک گئی بارہا "کہتے کہتے"

وہ سنتے مگر اے ہجومِ تمنّا!
ہمیں کھو گئے مدّعا کہتے کہتے

زمانے کی آغوش میں جا پڑے ہم
زمانے کو نا آشنا کہتے کہتے

پلائے گا ساقی تو پینی پڑے گی
کسی دن روا، ناروا کہتے کہتے

نگاہیں جھکیں، لب ملے، مسکرائے
وہ چپ ہو گئے جانے کیا کہتے کہتے

ادھوری رہی داستانِ محبت
جہاں سے کوئی اُٹھ گیا "کہتے کہتے"

نصیؔر ایسے اشعار اُن کو سناؤ
وہ شرمائیں بھی مرحبا کہتے کہتے

---☆---☆---

ہنس دیئے چمن میں گُل، کس لئے خدا جانے
کیا کہا بہاروں نے، بات یہ صبا جانے

وہ ہمیں الگ سمجھے، وہ ہمیں جدا جانے
ہم جنھیں زمانے میں، اپنا آشنا جانے

اِک چھپی ہوئی شے کی، اصل کوئی کیا جانے
دردِ دل کا قصّہ ہے، کون دُوسرا جانے

ہم تو آپ پر صدقے، آپ ہم سے بیگانہ
ابتدا میں یہ عالم، انتہا خدا جانے

اُس نگاہ سے ہم کو ہے اُمید مرہم کی
جو خلش بڑھا رکھّے، زخم ہی لگا جانے

ہم نے اُن سے جب پُوچھا، کیا ہُوا ہمارا دل
ہنس کے چپ رہے پہلے، پھر کہا، خدا جانے

تیرے در کے ٹکڑوں نے، جس گدا کو پالا ہو
وہ کسی کو کیا سمجھے، وہ کسی کو کیا جانے

آپ کیوں ہوئے مضطر، آپ کیوں پریشاں ہیں
ہم پہ جو گزرتی ہے، آپ کی بلا جانے

ہم تو ہوش کھو بیٹھے، دیکھ کر دَمِ زینت
آئنے پہ کیا گزری، اِس کو آئنا جانے

خلق کی نگاہوں میں، میں بُرا سہی، لیکن
آپ کیوں بُرا سمجھے، آپ کیوں بُرا جانے

یہ شرف نصیؔر اُس کی بارگہ میں کیا کم ہے
وہ تری دُعا سُن لے، تیرا مدّعا جانے

---☆--☆---

ہم ہی نہیں ہیں اُن پہ فدا ' اور بھی تو ہیں
کچھ لوگ زندگی سے خفا اور بھی ہو ہیں

انداز بے رُخی کے سوا اور بھی تو ہیں
فتنے تمھارے دَم سے بپا اور بھی تو ہیں

پابندِ رسم و راہِ محبّت ہمیں نہیں
زنجیریانِ ذوقِ وفا اور بھی تو ہیں

رو رو کے کہہ رہا ہے کوئی داستانِ غم
ہنس کر وہ کہہ رہے ہیں ' جُدا اور بھی تو ہیں

غنچوں ہی کی شگفت میں گُم ہو گئی صبا
صحنِ چمن میں تنگ قبا اور بھی تو ہیں

فرعون ہی پہ ختم نہیں قصّۂ اَنَا
برخود غلط بہت سے خدا اور بھی تو ہیں

میں نے کہا جو اُس سے کہ یُوسف ادا ہے تُو
شرما کے اُس نے مجھ سے کہا ! اور بھی تو ہیں

میں ہی نہیں ہوں کشتۂ تیغِ ستم نصیؔر
اُن کی گلی میں میرے سوا اور بھی تو ہیں

---☆--☆---

فُرقت میں نَفَس نَفَس سزا ہے
اللہ ! ترا ہی آسرا ہے

صحرا میں سکون مل رہا ہے
احسان یہ اے جنوں! ترا ہے

آسان کب ابتدائے اُلفت
آزار و الم کی انتہا ہے

بے حدّ و حساب ' اُس کی بخشش
اب بھی جو خطا نہ ہو ' خطا ہے

پھولوں سے یگانگت ہے مجھ کو
اِن میں مِرا خون دوڑتا ہے

قربت میں تھی سازِ دل کی لے اور
فرقت میں کچھ اور ہی نوا ہے

پامالِ خزاں ضرور ہوگا
جو پھول بہار میں کِھلا ہے

پہچان سکا نہ وہ ہمیں بھی
اُس نے تو کمال کر دیا ہے

کس کس کو سناؤں حال غم کا
ہر شخص نصیؔر ! پوچھتا ہے

---☆--☆---

سرِ میخانہ کوئی پارسا اب تک نہیں آیا
ہمیں پینے پلانے کا مزا اب تک نہیں آیا

کیا وعدہ، مگر وہ بے وفا اب تک نہیں آیا
خدا معلوم کب تک آئے گا، اب تک نہیں آیا

فلک کی گردشیں حیراں ہیں اُس کی بے مثالی پر
کوئی ایسا ستمگر دُوسرا اب تک نہیں آیا

شباب آیا، حجاب آیا، ادائیں آ گئیں اُن کو
نہیں آیا تو اندازِ وفا اب تک نہیں آیا

نگاہیں اُن کی اُٹھیں، گھوم پھر کر غیر تک پہنچیں
مری جانب کوئی تیرِ قضا اب تک نہیں آیا

تُمہی اے ہم نشینو! نامہ بر کی کچھ خبر لاؤ
ذرا پھر دیکھ لو یہ کیا کہا! "اب تک نہیں آیا؟"

ہزاروں کو ہے دعویٰ ناخدائی کا، مگر ہم کو
نظر کوئی بھی ساحل آشنا اب تک نہیں آیا

مرے نزدیک تو عذرِ خطا انکارِ رحمت ہے
خطا کاروں کو اندازِ خطا، اب تک نہیں آیا

پلٹ کر آ نہیں سکتا عدم کی راہ سے کوئی
یہ دنیا چھوڑ کر جو بھی گیا، اب تک نہیں آیا

مرے غم خانۂ ہستی کی شب تاریک ہے کتنی
کوئی جگنو، کوئی روشن دِیا، اب تک نہیں آیا

یہ اک تم ہو، کہ اک مدّت سے ہم کو بُھولے بیٹھے ہو
یہ اک ہم ہیں، کہ ہم کو بُھولنا اب تک نہیں آیا

نصیؔر اُس نے دمِ رخصت نہ کیا کیا کھائی تھیں قسمیں
مگر دیکھو ذرا، وہ بے وفا اب تک نہیں آیا

مسندِ ناز پہ جب وہ ستم ایجاد آیا — ٹوٹ کر ایک جہاں برسرِ فریاد آیا

کام ایمان کے آخر مرا الحاد آیا — دیکھ کر اُس بُتِ کافر کو ، خدا یاد آیا

اُن کی محفل میں یہ جانے کا نتیجہ نکلا — میں گیا شاد ، مگر لَوٹ کے ناشاد آیا

آمد و رفت کی اُس بزم میں صُورت یہ رہی — بہ سر و چشم گیا ، حاملِ فریاد آیا

ایک جان اور دو قالب بھی رہے ہیں ہم تم — ہائے ! کیا دَور تھا تم کو بھی کبھی یاد آیا؟

قتل ہونے کے لئے میں نے جُھکا دی گردن — مسکراتا ہوا اِس شان سے جلّاد آیا

ہم بہت روئے ہیں صیّاد کے گھر میں گھر کر — چار تِنکوں کا نشیمن جو ہمیں یاد آیا

جُستجو میں تری جو شخص گیا ، شاد گیا — جو ترے شہر سے آیا ہے ، وہ برباد آیا

اِتنا اترائیں بہاروں پہ نہ اہلِ گلشن — ہم بھی تھے مائلِ پرواز کہ صیّاد آیا

کار فرما ہے کسی مصلحتِ خاص کی رَو — ورنہ میرا یہ مقدّر ، کہ تمھیں یاد آیا؟

ذہنِ انساں پہ یہ بیکار ہیں سارے پہرے — اُسے پابند کرے کون ، جو آزاد آیا

داد ہو یا کہ ہو بیداد ، ستم ہو کہ کرم — کچھ بھی ہو ، میرا مقدّر کہ تمھیں یاد آیا

قیس و فرہاد کو یک گو نہ رہا مجھ سے خُلوص — جب بھی دیکھا تو پکار اُٹھے کہ اُستاد آیا

وہ بھی مِلتا جو گلے سے تو خوشی عید کی تھی
کوئی رہ رہ کے نصیؔر آج بہت یاد آیا

---☆--☆---

وفا ہو کر، جفا ہو کر، حیا ہو کر، ادا ہو کر
سمائے وہ مرے دل میں نہیں معلوم کیا ہو کر

مرا کہنا یہی ہے، تُو نہ رُخصت ہو خفا ہو کر
اب آگے تیری مرضی، جو بھی تیرا مدّعا ہو، کر

نہ وہ محفل، نہ وہ ساقی، نہ وہ ساغر، نہ وہ بادہ
ہماری زندگی اب رہ گئی ہے بے مزا ہو کر

معاذ اللہ! یہ عالَم بُتوں کی خود نُمائی کا
کہ جیسے چھا ہی جائیں گے خُدائی پر، خدا ہو کر

بہر صورت وہ دل والوں سے دل کو چھین لیتے ہیں
مچل کر، مسکرا کر، رُوٹھ کر، تن کر، خفا ہو کر

نہ چھوڑو ساتھ میرا ہجر کی شب ڈُوبتے تارو!
نہ پھیرو مجھ سے یوں آنکھیں، مرے غم آشنا ہو کر

اِنہیں پھر کون جانچے، کون تولے گا نگاہوں میں
اگر کانٹے رہیں گلشن میں پھولوں سے جُدا ہو کر

مرے دل نے حسینوں میں مزے لُوٹے محبّت کے
کبھی اِس پر فدا ہو کر، کبھی اُس پر فدا ہو کر

جہاں سے وہ ہمیں ہلکی سی اک آواز دیتے ہیں
وہاں ہم جا پہنچتے ہیں محبّت میں ہوا ہو کر

سنبھالیں اپنے دل کو ہم کہ روئیں اپنی قسمت کو
چلے ہیں اے نصیؔرِ زار! وہ ہم سے خفا ہو کر

---☆--☆---

بڑھاؤ اور نہ تم بدحواسیاں میری
گھٹا سکو تو گھٹا دو اُداسیاں میری

مِری اَنا سے بڑھیں خود شناسیاں میری
ڈبو گئی ہیں مجھے ناسپاسیاں میری

وہ دُشمنی، کہ رہا جس پہ دوستی کا گُماں
نہ کام آ سکیں مردم شناسیاں میری

کفن بھی ہو گا مرا پاک صاف اور نیا
رہیں گی قبر میں بھی خوش لباسیاں میری

میں اُن کا ہُوں، میں اُنہی کی تلاش میں گُم ہُوں
فریب دیں نہ مجھے خودشناسیاں میری

ادا ہو یا کہ حیا، بے رُخی ہو یا کہ جفا
اُنہیں ہے ناز، کہ سب ہیں یہ داسیاں میری

نصیؔر! ایک جھلک حسن کی تھی ہوش رُبا
بڑھا گیا ہے کوئی بدحواسیاں میری

---☆--☆---

سینکڑوں آ کے رہے دل میں گماں ساری رات
ہر نفس پر تری آہٹ کا گماں ساری رات
جستجو میں تری تھک ہار کے بیٹھا نہ گیا
غیر کو بزم میں غیبت کا بہانہ مل جائے
دو گھڑی بھی ہے غنیمت مرے گھر میں رُکنا
وہ سرِ شام ذرا دیر کو آ نکلے تھے
چاند تاروں میں تری شکل نظر آتی ہے

سچ کہو ، تم نے گزاری ہے کہاں ساری رات
دل رہا ہے تری جانب نگراں ساری رات
دل جو دھڑکا ، تو رہے اشک رواں ساری رات
پھر تو لگ پائے نہ تالو سے زباں ساری رات
میں کہاں ، آپ کہاں ، اور کہاں "ساری رات"
جگمگاتا ہی رہا میرا مکاں ساری رات
ہجر میں وصل کا رہتا ہے سماں ساری رات

رات بھر رُخ بھی اِدھر کا نہ کیا اُس نے نصیؔر
خواب کیا ، زیست رہی ہم پہ گراں ساری رات

---☆--☆---

جذبِ دل پر ناز تھا مجھ کو ، مِرے کام آ گیا
حسن برساتا ہوا جب وہ سرِ بام آ گیا
چارہ گر بولا کہ بچنے کی کوئی اب کر سبیل
جو گزرنی تھی وہ گزری ، غم نہیں دل کا ہمیں
التفاتِ خاص سے دیکھا جو ساقی نے کبھی
بے ٹھکانے ہو کے رہ جاتے غم و رنج و ملال
لُطف فرما جب نگاہِ پیرِ میخانہ ہُوئی
باغباں مسرور ، گلچیں شاد ، خوش صیّاد بھی

دُور جو رہتا تھا مجھ سے ، وہ سرِ شام آ گیا
میرے لب پر دفعتاً اللہ کا نام آ گیا
ہُوک سی دل میں اُٹھی ، لب پر ترا نام آ گیا
کام آنا تھا محبّت میں اِسے ، کام آ گیا
رند یہ سمجھے ، کہ گردش میں کوئی جام آ گیا
سچ تو یہ ہے ، دل محبّت میں بڑے کام آ گیا
خُم جُھکا ، ساقی کُھلا ، رِند آ گئے ، جام آ گیا
آج آخر کون گلشن میں تہِ دام آ گیا

گِھر گئے کس واسطے غم کی گھٹاؤں میں نصیؔر
کیا خیالِ گیسوئے جاناں سرِ شام آ گیا؟

---☆--☆---

ٹکرا گئی تھی اُن کی نظر سے نظر کہیں
دل کو مرے نہ چین مِلا عُمر بھر کہیں

ہو جائیے کبھی نہ کبھی جلوہ گر کہیں
سر پھوڑ لے نہ آپ کا آشفتہ سر کہیں

قلب و نظر میں حشر بپا ' جان مضطرب
اِس راہ سے ہوا نہ ہو اُن کا گُزر کہیں

اے چارہ ساز! سَر نہ کھپا ' اپنی راہ لے
اچھّا ہُوا ہے عشق میں زخمِ جگر کہیں؟

لِلّہ ! آپ حُسن کے تیور سنبھالیے
برباد ہو نہ جائے متاعِ نظر کہیں

کہنا پڑے گی کُھل کے مجھے داستانِ دل
جب چھڑ گئی ' تو بات ہُوئی مختصر کہیں؟

مجروحِ نیشِ وقت کا اللہ رے علاج
مرہم کہیں ہے' زخم کہیں ' چارہ گر کہیں

دل چاہتا ہے شامِ تمنّا ' شبِ وصال
لیکن ڈھلے تو غم کی کڑی دوپہر کہیں

مجھ سے کھنچے ہوئے ہیں تو خوش ہیں وہ غیر سے
اُس نے لگائی ہو نہ اِدھر کی اُدھر کہیں

ملتا ہے آج کل ہمیں اِک شخص اِس طرح
بیگانہ وار ' وہ بھی سرِ رہگزر کہیں

سنتا ہوں' لُوٹ لیتے ہیں وہ اِک نگاہ میں
خود بھی نہ لُٹ گیا ہو مرا نامہ بر کہیں

آئے ہیں آپ' اور مرے گھر' زہے نصیب
دھوکا نہ کھا رہی ہو یہ میری نظر کہیں

سوچیں تو ' کہہ رہے ہیں کسے بے وفا نصیؔر
الزام آ نہ جائے یہ اپنے ہی سَر کہیں

---☆--☆---

آمد و رفت ہے صبا کی طرح
آئے وہ ' چل دیئے ہَوا کی طرح

برہمی اُس کی ہے سزا کی طرح
زُلف سَر چڑھ گئی بلا کی طرح

کم نہیں خونِ دل میں رنگینی
رنگ لاتا ہے یہ حنا کی طرح

اُن کے عہدِ شباب سے خوش ہُوں
پڑ گئی خیر سے حیا کی "طرح"

اور کچھ ہو نہ ہو بتوں میں ' مگر
بے نیازی ہے کچھ ' خدا کی طرح

چاند مائل بھی ہے ' گریزاں بھی
تُو بھو میرے دلربا کی طرح

سُرخرو کر دیا زمانے نے
پِیس ڈالا ہمیں حنا کی طرح

راہزن ' رہ نما نہیں ہوتے
بات کرتے ہیں رہنما کی طرح

مے یقیناً حرام ہے ' زاہد!
گھونٹ دو گھونٹ پی ' دوا کی طرح

میں بھی موجود ہوں جہاں میں ' مگر
ایک کھوئی ہوئی صدا کی طرح

اُن کی اُلفت کا مدّعی ہو کر
دل ہے ناکام ' مدّعا کی طرح

زندگی کس کی ہو سکی ہے نصیؔر
یہ بھی ہے ' ایک بے وفا کی طرح

---☆---☆---

عمر بیتی ہے حالِ غم کہتے ۔۔۔ اور کیا داستان ہم کہتے
اپنی رُودادِ رنج و غم کہتے ۔۔۔ کوئی سُنتا تو اُس سے ہم کہتے
آڑے آتے ہیں داغِ دل ' ورنہ ۔۔۔ کوچۂ یار کو اِرم کہتے
بات چھڑتی اگر تغافل کی ۔۔۔ ہم ستم کہتے ' وہ کرم کہتے
تُو نہ چُھپتا اگر نگاہوں سے ۔۔۔ لوگ پتّھر کو کیوں صنم کہتے
وہ جو رسمًا بھی مہرباں ہوتا ۔۔۔ ہم اِسے عشق کا بھرم کہتے
حالِ غم کہہ رہا ہوں رُک رُک کر ۔۔۔ دل دھڑکتا ہے ایک دَم کہتے
نام کیوں لے لیا مقدّر کا ۔۔۔ اُن کی زُلفوں کا ایک خَم کہتے
کبھی ملتے ' تو اپنا اپنا غم ۔۔۔ ہم سے وہ ' اور اُن سے ہم کہتے
ایک اُفتاد ہو ' تو ذکر کریں ۔۔۔ دَم نکلتا ہے حالِ غم کہتے

کس نے اپنا نصیؔر ! ساتھ دیا
کس کو دُنیا میں ہمقدم کہتے

---☆--☆---

ہاتھ آ جائے مِرے درد کا درماں کوئی
ایسی گردش بھی ہو، اے گردشِ دوراں کوئی

اب بجز قُرب نہیں زیست کا امکاں کوئی
ورنہ ہوتا نہیں شرمندۂ احساں کوئی

کھو چلا کوچۂ جاناں میں دل و جاں کوئی
یوں بھی اللہ نہ ہو بے سر و ساماں کوئی

مطمئن سو نہ سکا خَلق میں انساں کوئی
آ ہی جاتا ہے نظر، خوابِ پریشاں کوئی

یوں ترے مُصحفِ رُخ پر ہیں نگاہیں اپنی
شوق سے جیسے تلاوت کرے قرآں کوئی

مضطرب میں بھی زمانے کی کڑی دُھوپ میں ہوں
چاہتا ہوں کہ چُھپا لے تہِ داماں کوئی

حُسن اک قہر ہے، آفت ہے، غضب ہے یارو!
دل لگائے نہ کہیں بُھول کے انساں کوئی

آپ کی بات سمجھتا ہوں، کہوں، یا نہ کہوں
آپ دانا سہی، میں بھی نہیں ناداں کوئی

مسکراتے ہیں مجھے دیکھ کے دُنیا والے
میرے اللہ نہ ہو مجھ سا پریشاں کوئی

ہے یہ اقرار کی تکرار، کہ انکار کا رنگ
کہہ رہا ہے مری ہر بات پہ "ہاں ہاں" کوئی

ہم وفا پیشہ، کریں گے نہ وفا کا چرچا
کر کے احسان جتاتا نہیں احساں کوئی

میں یہ کہتا ہوں، کوئی تیر ہے دل میں جیسے
وہ یہ کہتے ہیں، مچلتا نہ ہو ارماں کوئی

کج کُلاہوں سے نہیں خاک نشینوں کو غرض
اپنے گھر بیٹھے، جو ہو وقت کا سُلطاں کوئی

جب ذرا ترکِ تعلّق کی چلے بات نصیرؔ
تھام لیتا ہے بڑے پیار سے داماں کوئی

---☆--☆---

کہنے سُننے سے نہ آپس میں صفائی ہو گی ۔۔۔ کچھ کہا ہم نے تو بگڑو گے، لڑائی ہو گی
چشمِ صحرا میں نظر آئے نمی کے آثار ۔۔۔ ہاں سبب اِس کا، مری آبلہ پائی ہو گی
بس یہی سوچ کے لب بستہ ہیں تیرے خاموش ۔۔۔ مُنہ سے نکلے گی اگر بات، پرائی ہو گی
میرے نالوں میں تھا ارمانوں کا ماتم شامل ۔۔۔ رات بھر نیند کہاں کل اُنھیں آئی ہو گی
کچھ وہ طبعاً بھی تھے شعلہ روش و گرم مزاج ۔۔۔ یار لوگوں نے بھی کچھ آگ لگائی ہو گی
یُوں کُھلا ہے نہ کُھلے گا یہ مُعمّا دل کا ۔۔۔ زُلف سلجھاؤ گے تو عُقدہ کُشائی ہو گی

التفاتِ نگہِ یار یہ کہتا ہے نصیؔر
اُس کی محفل میں کبھی اپنی رسائی ہو گی

---☆--☆---

عشق میں صبر کارگر نہ ہوا ۔۔۔ آہ کی، آہ میں اثر نہ ہُوا
نخلِ اُمّید بارَوَر نہ ہوا ۔۔۔ جو نہ ہونا تھا، عمر بھر نہ ہُوا
اِتنا آساں نہیں کسی پہ کرم ۔۔۔ آپ شرمائیں گے، اگر نہ ہُوا
ہم ہوئے لاکھ سب سے بیگانے ۔۔۔ وہ نہ اپنا ہوا، مگر نہ ہُوا
جس طرف انتظار میں ہم تھے ۔۔۔ اُس طرف آپ کا گزر نہ ہُوا
غیر گھر کر گیا ترے دل میں ۔۔۔ اک مرا تیرے دل میں گھر نہ ہُوا
ہم وفا کر کے بے وفا ٹھہرے ۔۔۔ کوئی الزام تیرے سَر نہ ہُوا

میرے حالات سے نصیؔر اب تک
باخبر، حُسنِ بے خبر نہ ہُوا

---☆--☆---

حقیقت دیکھ لیں خود جوڑ کر تصویر کے ٹکڑے
یہ میرے دل کے ٹکڑے ہیں، یہ اُن کے تیر کے ٹکڑے

دُعا کی تھی تو تھوڑی دیر ظالم صبر کرنا تھا
تری آہ و فغاں نے کر دیئے تاثیر کے ٹکڑے

یہی جیب و گریباں تھے مرا سرمایہ لے دے کر
جُنوں نے کر دیئے آخر مری جاگیر کے ٹکڑے

وفا کا ذکر بھی ہے، بے وفائی کی شکایت بھی
جُدا اک دُوسرے سے ہیں تری تحریر کے ٹکڑے

مخاطب ہے عدو، لیکن نشانہ میری چاہت ہے
اِنہیں مَیں تیر سمجھوں، یا کہوں تقریر کے ٹکڑے

اثر ہو کم سے کم اِتنا تو سوزِ شمعِ محفل کا
جو گُل کُترے، تو ہو جائیں وہیں گُل گیر کے ٹکڑے

وفاؤں کا محل مَیں نے جتن کر کے بنایا تھا
جفاؤں سے اُڑائے تُو نے اِس تعمیر کے ٹکڑے

کھٹکتے ہیں تو دل محسوس کرتا ہے عجب لذّت
ترے طعنے کے نشتر ہوں کہ تیرے تیر کے ٹکڑے

خزاں تک یہ قفس ہے، یہ اسیری ہے، یہ پابندی
بہار آئی، تو ہوجائیں گے خود زنجیر کے ٹکڑے

شراروں سے مری آہ و فغاں کے ہے فلک روشن
یہ تارے ہیں، کہ میرے نالۂ شبگیر کے ٹکڑے

جو خط میں، مَیں نے اپنی غمزدہ تصویر بھی بھیجی
اُڑائے خط کے پُرزے، کر دیئے تصویر کے ٹکڑے

نہ چھُوٹے اے نصیرؔ! اب آستانِ مُرشدِ کامل
مِلیں مجھ کو اِسی در سے مری تقدیر کے "ٹکڑے"

---☆---☆---

گھر سے دل تھامے ہوئے کیا نکلے　　کوچۂ یار میں ہم جا نکلے
کاش ارماں مرے دل کا نکلے　　گھر سے چل کر وہ اِدھر آ نکلے
یا تو لے جائے مجھے ساتھ اَجل　　یا کوئی غم کا مداوا نکلے
تھا زمانے میں کرم کا شُہرہ　　آپ تو قہر سراپا نکلے
ہر قدم پر ہیں نگاہیں مشتاق　　گھر سے بے پردہ کوئی کیا نکلے
کر گیا کام ، تبسّم اُن کا　　جتنے شکوے تھے وہ بے جا نکلے
ہم سمجھتے تھے جنھیں ماہ و نُجوم　　آپ کے نقشِ کفِ پا نکلے
جب وہ سُنتے ہی نہیں بات مری　　کس طرح دل کی تمنّا نکلے
اُن کے ہمراہ ادائیں نکلیں　　وہ کبھی گھر سے نہ تنہا نکلے

مہرباں ہم پہ نہیں جب وہ نصیؔر
کس طرح حوصلہ دل کا نکلے

---☆--☆---

یہ کام ہم نے جنوں میں کیا کیا ' نہ کیا
ہُوا جو چاک گریباں سیا سیا نہ سیا

وفورِ شوق میں کیا اعتبار سانسوں کا
رہا رہا نہ رہا مَیں ' جیا جیا نہ جیا

ہم آتے جاتے رہے میکدے میں شام و سَحر
شریکِ جام کسی نے کیا کیا نہ کیا

پیالہ ہاتھ میں لینا ہی میگساری ہے
بَلا سے گھونٹ جو ہم نے پیا پیا نہ پیا

ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم گلہ نہ کریں
صِلہ وفاؤں کا اُس نے دیا دیا نہ دیا

تمام عُمر حسینوں کو ٹُوٹ کر چاہا
اُنھوں نے نام ہمارا لیا لیا نہ لیا

سلامِ شوق کیا ' جب کوئی مِلا ہم کو
جواب چاہے کسی نے دیا دیا نہ دیا

چلے بھی آیئے ! کل کا کچھ اعتبار نہیں
مریضِ ہجر ' سَحَر تک جیا جیا نہ جیا

ہم اپنی منزلِ مقصود کی لگن میں رہے
ہمارا ساتھ کسی نے دیا دیا نہ دیا

خدا گواہ ، محبّت تو کی ' وفا نہ سہی
یہ ایک زہر کا پیالہ پیا پیا نہ پیا

نصیرؔ خیر سے ہو جائے گی حیات بَسَر
کسی کا ہم نے سہارا لیا لیا نہ لیا

---☆--☆---

اُن کی نظریں رازِ اُلفت پا گئیں
آنکھوں ہی آنکھوں میں دل تک آ گئیں

حُسن کی کرنیں تھیں، سب پر چھا گئیں
وقت کی رفتار تک ٹھہرا گئیں

کیا بتائیں کیوں ہے آنکھوں میں نمی
کچھ پُرانی محفلیں یاد آ گئیں

حسرتیں جب تک تھیں، دل آباد تھا
شہر ویراں ہو گیا، وہ کیا گئیں

چاند کی کرنوں کو تھا خود پر غرور
تیرا جلوہ دیکھ کر شرما گئیں

بے وفا ہو کر وفا کے تذکرے
خیر سے باتیں بنانی آ گئیں

اُن کے جلووں کی کرم فرمائیاں
چاندنی سی میرے گھر برسا گئیں

فتنہ ساماں تھیں نگاہیں آپ کی
جس طرف اُٹھیں قیامت ڈھا گئیں

مَیں یہی سمجھا کہ وہ خود آ گئے
چاند کی کرنیں مجھے بہکا گئیں

خوابِ غفلت میں نصیؔر اب تک تھا مَیں
زندگی کی ٹھوکریں چونکا گئیں

---☆---☆---

کہتے ہیں کوئی مول نہیں دل کا، مگر ہے
ہلکا سا تبسّم ہے، اُچٹتی سی نظر ہے

ہاں عشق نہیں اُن کو، مگر اُس کا اثر ہے
تسکین کی صورت نہ اِدھر ہے نہ اُدھر ہے

اپنے لئے آئینہ بنایا مرے دل کو
مجھ پر یہ بڑا ہی کرمِ آئنہ گر ہے

منزل پہ اُڑائے لیے جاتی ہیں ہوائیں
ہر ذرّہ مری خاک کا سرگرمِ سفر ہے

اے ساقیٔ میخانہ! عنایت کی نظر ہو
تھوڑی سی ملے مجھ کو بھی، شیشے میں اگر ہے

کلیوں کا تکلّم ہے تو پھولوں کا تبسّم
کس درجہ دل آویز، گلستاں کی سَحَر ہے

اُس زُلف کے پھندے میں نصیؔر آ گئے آخر
آپ اُن کے ہوئے، اُن کی بلا آپ کے سَر ہے

---☆---☆---

فراق غم ہے ، وہ غم بھی اِسے نہیں کہتے
ستم تو یہ ہے ، ستم بھی اِسے نہیں کہتے

بلا ہے زُلف ، یہ ہم بھی اِسے نہیں کہتے
حضور! ابرِ کرم بھی اِسے نہیں کہتے

کچھ ایسے لوگ ، محبّت کو غم کا نام دیا
وہ لوگ بھی ہیں جو غم بھی اِسے نہیں کہتے

مِلی تو دیدۂ ساقی سے ، تشنگی تو مِٹی
بہت نہیں ہے تو کم بھی اِسے نہیں کہتے

چراغِ جادۂ اُلفت کو کیا کہے کوئی
جو تیرا نقشِ قدم بھی اِسے نہیں کہتے

وہ ہاتھ رکھ کے مِرے سر پہ ، بات کرتے ہیں
قسم خدا کی ، قسم بھی اِسے نہیں کہتے

تری نگاہ دل و جاں کی روشنی نہ سہی
چراغِ دَیر و حرم بھی اِسے نہیں کہتے

معاف کیجئے بے اعتنا نظر سے ہمیں
ستم نہیں، تو کرم بھی اِسے نہیں کہتے

وجود، عکسِ تجلّی ، نمود، وہم و گماں
عدم ہے ، اور عدم بھی اِسے نہیں کہتے

مشابہت تِرے جلووں کی آفتاب میں ہے
تِری مثال تو ہم بھی اِسے نہیں کہتے

وہ ہم سے کرتے ہیں باتیں ستم کے پَردے میں
نصیؔر ! حُسنِ کرم بھی اِسے نہیں کہتے

اپنی گزری نہ کسی حال بھی آرام کے ساتھ
خود بھی گردش میں رہے گردشِ ایّام کے ساتھ

بادہ نوشی ہو بڑے چین سے' آرام کے ساتھ
چشمِ ساقی بھی جو گردش میں رہے جام کے ساتھ

ہم تری زُلفِ گرہ گیر سے کُھل کھیلیں گے
عمر گزری ہے ہماری قفس و دام کے ساتھ

تیرگی جتنی بڑھی اُتنے ہی چمکے آنسو
روشنی میرے چراغوں کی بڑھی' شام کے ساتھ

وہ مرا دل تھا' یہ میخانے کا دل ہے ظالم
محتسب! مان بھی جا' ظلم نہ کر جام کے ساتھ

میری رُسوائی میں ناداں! تری رُسوائی ہے
نام تیرا بھی عبارت ہے مرے نام کے ساتھ

یہ الگ بات کہ محرومِ نظارہ تھی نظر
اِک تعلّق تو رہا تیرے در و بام کے ساتھ

یہ کرم کم ہے کہ وہ یاد کریں تجھ کو نصیؔر
پیار سے اب ہو ترا ذِکر' کہ دُشنام کے ساتھ

---☆--☆---

خلوصِ دل سے جو تو ہم پہ مہرباں ہوتا
مجال تھی کہ مخالف یہ آسماں ہوتا

نصیب میں نہ اگر تیرا آستاں ہوتا
تو کیا خبر کہ ٹھکانا مرا کہاں ہوتا

تمہارا قُرب میسّر جو میری جاں! ہوتا
بہار ہوتی' چمن ہوتا' آشیاں ہوتا

حُضورِ حُسن تو حرف و صدا ہے گستاخی
بس ایک اشک بہت تھا' اگر رواں ہوتا

یہ سب تمہارے تغافل کا اِک کرشمہ ہے
نہ تم بدلتے' نہ یوں مَیں ہی بدگماں ہوتا

تمہارے دَم سے ہے میرا وجود' میری نمود
تمہارا جلوہ نہ ہوتا تو مَیں کہاں ہوتا

نصیؔر! اُن کو سُنانا تھی داستانِ الم
اگر نہ سلسلۂ شوق درمیاں ہوتا

---☆--☆---

کوئی جائے طُور پہ کس لئے کہاں اب وہ خُوش نظَری رہی
نہ وہ ذوقِ دیدہ وری رہا' نہ وہ شانِ جلوہ گری رہی

جو خلش ہو دل کو سکوں ملے' جو تپش ہو سوزِ دروں ملے
وہ حیات اصل میں کچھ نہیں' جو حیات غم سے بَری رہی

جو خزاں کی گرم رَوی بڑھی تو چمن کا رُوپ جُھلس گیا
کوئی غُنچہ سر نہ اُٹھا سکا' کوئی شاخِ گُل نہ ہَری رہی

مُجھے بس ترا ہی خیال تھا ترا رُوپ' تیرا جمال تھا
نہ کبھی نگاہ تھی حُور پر' نہ کبھی نظر میں پَری رہی

ترے آستاں سے جُدا ہُوا تو سکونِ دل نہ مجھے مِلا
مری زندگی کے نصیب میں' جو رہی تو دَر بہ دری رہی

ترا حُسن آنکھ کا نُور ہے' ترا لُطف وجہِ سرور ہے
جو ترے کرم کی نظر نہ ہو' تو متاعِ دل نَظَری رہی

جو ترے خیال میں گُم ہوا تو تمام وسوسے مٹ گئے
نہ جُنوں کی جامہ دَری رہی' نہ خرد کی دَرد سری رہی

مجھے بندگی کا مزا ملا' مجھے آگہی کا صلہ مِلا
ترے آستانۂ ناز پر' جو دھری جبیں تو دھری رہی

یہ مہ و نُجوم کی روشنی ترے حُسن کا تو بدل نہیں
ترا ہجر' شب کا سہاگ تھا' مرے غم کی مانگ بھری رہی

رہِ عشق میں جو ہُوا گزر' دل و جاں کی کچھ نہ رہی خبر
نہ کوئی رفیق' نہ ہم سفر' مرے ساتھ بے خبری رہی

ترے حاسدوں کو ملال ہے' یہ نصیؔر فن کا کمال ہے
ترا قول تھا جو سَنَد رہا' تری بات تھی جو کھری رہی

---☆--☆---

مِلنے جُلنے سے انحراف کیا
اُس نے انکار، صاف صاف کیا

دل تمہاری طرف سے صاف کیا
جاؤ ہم نے تمہیں مُعاف کیا

یہ تو اُن کی پُرانی عادت ہے
جو کہا، اُس کے برخلاف کیا

بزم میں مہرباں ہُوئے جو کبھی
تذکرہ قاف تا بہ قاف کیا

ایک ہیں اُن کو اپنے بیگانے
جو مِلا اُس پہ ہاتھ صاف کیا

اُس کی بخشش نے کی پزیرائی
جب گناہوں کا اعتراف کیا

جان کر اُن سے بے رُخی برتی
ہم نے اپنا حساب صاف کیا

دیکھئے! پھر خطا ہُوئی سر زد
آپ نے کیوں مجھے مُعاف کیا

وہ مخالف نہ تھے، مگر اُن کو
دشمنوں نے مرے خلاف کیا

آج ہم نے نصیؔر مستی میں
کوچۂ یار کا طواف کیا

---☆--☆---

جو کفن باندھ کے سر سے گزرے
وہ تری راہ گزر سے گزرے

دل سے گزرے کہ جگر سے گزرے
ہم کو کیا، کوئی جدھر سے گزرے

اُن میں شامل تھا مرے دل کا لہو
اشک جو دیدۂ تر سے گزرے

راستے بند، بلا کے پہرے
کوئی گزرے تو کدھر سے گزرے

اور کوئی نہ جچا آنکھوں میں
آپ ہی آپ نظر سے گزرے

دار کی راہ نہ گزرا کوئی
ایک ہم تھے جو اُدھر سے گزرے

آپ کی بزم میں آ کر لاکھوں
جان سے، دل سے، جگر سے گزرے

دیدہ و دل پہ قیامت گزری
بن سنور کر وہ جدھر سے گزرے

روک اشکوں کا یہ سیلاب نصیؔر!
اِس سے پہلے کہ یہ سر سے گزرے

---☆--☆---

تُو گرفتارِ غمِ اُلفت ہوں اے ہمدم ! ابھی
دَرد اُٹھتا ہے مِرے دل میں، مگر کم کم ابھی

آشکارا ہو نہیں پایا ہے تیرا غم ابھی
اے دلِ ناشاد! تُو فریاد کر پیہم ابھی

مَیں بھی رُوٹھا آپ سے، میں بھی ہُوا برہم ابھی
بے وفا مَیں بھی ہوں، لیکن آپ سے کم کم ابھی

دیدنی ہے دوستوں کا یہ خلوصِ پُر فریب
دے رہے ہیں غم وہی، جو تھے شریکِ غم ابھی

سامنا اُن کا میسّر ہو تو پھر کُھل کر برس
اے سحابِ گریۂ چشمِ تمنّا ! تھم ابھی

ہم نے مستقبل کی سرحد پر کمندیں ڈال دِیں
آپ کو کیا فکر، ماضی کا کریں ماتم ابھی

دیکھ، لب پر آ نہ جائے کوئی حرفِ آرزو
اے دلِ ناداں ! مزاجِ یار ہے برہم ابھی

غیر ممکن ہے ترے غم کی پزیرائی نہ ہو
بے وفا ! اِتنے گئے گزرے نہیں ہیں ہم ابھی

رفتہ رفتہ ہو گئے احباب سب رخصت نصیؔر
میرے سینے میں مگر تازہ ہے اُن کا غم ابھی

---☆---☆---

یہ نظر کی زد ہے ظالم، مرا دَم نکل نہ جائے
مجھے صرف اِس کا ڈر ہے کہ یہ تیر چل نہ جائے

وہ اُٹھی ہے آتشِ غم کہ نفَس نفَس ہے سوزاں
مری رُوح تپ نہ اُٹھے، مرا جسم جل نہ جائے

مِرے رازداں سے ہنس کر وہ خطاب کر رہے ہیں
کہیں تھپکیوں میں آ کر کوئی راز اُگل نہ جائے

تری بزم میں جو ہم ہیں تو یہاں یہ غیر کیوں ہو
یہ خلش نکل نہ جائے، یہ عذاب ٹل نہ جائے؟

وہ اُٹھا رہے ہیں چلمن، وہ دِکھا رہے ہیں صورت
کہیں ہوش اُڑ نہ جائیں، کہیں دل مچل نہ جائے

مَیں چراغِ ناتواں ہُوں کوئی دم کا میہماں ہُوں
مِرے سامنے سے اُٹھ کر کوئی ایک پل نہ جائے

وہ نصیؔر سُن رہے ہیں مرے دَرد کا فسانہ
مجھے ہر گھڑی ہے دھڑکا کہیں رُخ بدل نہ جائے

---☆---☆---

تم اِک نگاہ کبھی دل پہ ڈال کر دیکھو
اِس آئنے کی ذرا دیکھ بھال کر دیکھو

چلو یہ زعم بھی اپنا نکال کر دیکھو
تمہارے در پہ ہُوں، اب مجھ کو ٹال کر دیکھو

جواب تم کو ملے گا، سوال کر دیکھو
ہماری آنکھوں میں آنکھیں تو ڈال کر دیکھو

تمہاری راہ میں مٹنا ہے زندگی میری
یقیں نہیں تو مجھے پائمال کر دیکھو

یہ غیر ہے، نہ کسی کا ہُوا نہ ہو گا کبھی
تم آستین میں یہ سانپ پال کر دیکھو

بڑا ہی لطف تھا آپس کی اُس محبّت میں
جو ہو سکے تو وہ رشتے بحال کر دیکھو

ہزار تاڑنے والے ہیں اِن اشاروں کے
اِدھر اُدھر بھی ذرا دیکھ بھال کر دیکھو

جنابِ شیخ کسی کی کبھی نہیں سُنتے
نتیجہ کچھ بھی نہیں قیل و قال کر دیکھو

خُمار میں ہوں، تو رندوں کا امتحاں بے سُود
مزا تو جب ہے کہ ساغر اُچھال کر دیکھو

نظر کی ٹھیس لگے گی تو ہو گا چکنا چُور
دل آئنہ ہے، ذرا تم سنبھال کر دیکھو

اُمیدِ وصل نہیں، کچھ جواب تو دیں گے
نصیرؔ! آج تم اُن سے سوال کر دیکھو

---☆--☆---

جَم کے بیٹھیں کبھی، ایسی بھی ملاقات تو ہو
تم کہو شام ہوئی، مَیں یہ کہوں رات تو ہو

کم سے کم غیر سے یُوں ہنس کے نہ ہو سرگوشی
آپ کی بزم میں اِتنی مری اوقات تو ہو

مجھ پہ یہ بارشِ الطاف، عَدو بھی دیکھے
ہو نہ ہو کوئی، مگر آج وہ کم ذات تو ہو

بے سبب ترکِ تعلّق پہ اُتر آئے تم
کوئی رنجش کا قرینہ ہو، کوئی بات تو ہو

بادۂ ناب کا کیا ہے وہ تو پی ہی لیں گے
مہرباں پہلے مگر پیرِ خرابات تو ہو

آج آئے ہیں تجھے دیکھنے تیرے سائل
دل کے کشکول میں دیدار کی خیرات تو ہو

جان و دل لے کے فقط آئے ہو محفل میں نصیرؔ
دیکھ لینا تھا، کوئی کام کی سوغات تو ہو

---☆--☆---

خموشی کی زباں میں گفتگو کرنی بھی آتی ہے
ہمیں اَشکوں سے شرحِ آرزو کرنی بھی آتی ہے

فقط ہاتھوں سے مہندی کو رچانا ہی نہیں آتا
اُنہیں ہر آرزو میری لہو کرنی بھی آتی ہے

نہیں دُشوار کوئی، منزلِ مقصود کا ملنا
سفر درپیش ہو، تو جستجو کرنی بھی آتی ہے

اَدب مانع ہے، ورنہ بارگاہِ ناز میں جا کر
ہمیں ہر بات اُن کے رُوبرو کرنی بھی آتی ہے

کہیں ایسا نہ ہو گھبرا کے وہ محفل سے اُٹھ جائیں
کہ اِس ناچیز کو کچھ ہا و ہُو کرنی بھی آتی ہے

کسی کے مرتبے کا پاس ہے وقتِ سخن لازم
تمہیں واعظ کسی سے گفتگو کرنی بھی آتی ہے

بہا کر خونِ دل، ارمان سب اپنے لہو کرکے
ترے کوچے کی مٹّی سُرخرو کرنی بھی آتی ہے

جنابِ شیخ اکثر میکدے سے بے پیے نکلے
بحمد اللہ عبادت بے وضو کرنی بھی آتی ہے

نصیرؔ اپنوں کی عزّت لوگ کرتے آئے ہیں، لیکن
وہ ہم ہیں جن کو تعظیمِ عدو کرنی بھی آتی ہے

---☆---☆---

جو مہرباں تھا ستم گر ہُوا، غضب کیا ہے
الٰہی خیر، وہ جب کیا تھا اور اب کیا ہے

یہ دوستی بھی ہو اک دُشمنی، عجب کیا ہے
کبھی خفا ہو کبھی مہرباں، یہ سب کیا ہے؟

نگاہ دیکھ رہی ہے، سمجھ نہیں سکتی
خبر نہیں یہ تماشائے روز و شب کیا ہے

یہ دل اُنہی کا تھا، یہ جان بھی اُنہی کی سہی
شکایت اُن کو محبّت میں ہم سے اب کیا ہے

خدا گواہ کہ میں اُن سے مانگ لُوں اُن کو
کبھی وہ پوچھ کے دیکھیں، مِری طلب کیا ہے

کہا یہ چارہ گروں نے، دوا ہے بعد کی بات
پتہ چلے کہ ترے دَرد کا سبب کیا ہے

تمہارے وعدۂ فردا کا اعتبار تو ہو
گُزر ہی جائے گی، فرقت کی ایک شب کیا ہے

خدا گواہ کہ اِس پر مجھے گھمنڈ نہ تھا
مگر یہ حشر میں جا کر کُھلا، نَسَب کیا ہے

نصیرؔ! دل کی خوشی پر ہے انحصارِ نشاط
اُداس دل ہو، تو پھر محفلِ طرب کیا ہے

---☆---☆---

آگئے وہ میری چشمِ معتبر کے سامنے
پردہ کب ٹھہرا نگاہِ پردہ در کے سامنے

وہ پسِ چلمن ہیں، ہم ہر دم نظر کے سامنے
آج ہم دیوار بن بیٹھے ہیں، دَر کے سامنے

اِن غریبوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتی دوا
چارہ گر بے بس ہُوئے دردِ جگر کے سامنے

بُجھ گیا بزمِ فلک کا نور برساتا چراغ
داغِ دل چمکا جو خُورشیدِ سَحَر کے سامنے

دیکھئے اب اذنِ سجدہ کس کو ہوتا ہے نصیب
سَر بہ خَم دنیا کھڑی ہے سنگِ در کے سامنے

ہم طلسمِ عرصۂ ہستی میں کھو بیٹھے حواس
کچھ کرشمے آ گئے ایسے، نظر کے سامنے

حشر میں کھل جائے گا انساں پہ خود اپنا بھرم
آئے جب اعمال سارے عمر بھر کے "سامنے"

اِک ذرا دیوانگی کچھ اور ہونے دو فزوں
ہیچ ہے دیوارِ زنداں میرے سَر کے سامنے

میں نے لکّھا تھا کہ دیں فوراً مِرے خط کا جواب
پُرزے پُرزے کردیا خط نامہ بَر کے سامنے

غم نہیں کچھ حاسدوں کی حرف گیری کا نصیرؔ
رات کے تارے کہیں ٹھہرے سحَر کے سامنے؟

---☆--☆---

وہ پھول ہوں کہ کھلا ہوں صبا کے رستے میں
خزاں تو پھینک گئی تھی قضا کے رستے میں

جنوں نے ساتھ دیا ہے وفا کے رستے میں
خرد تو چھوڑ گئی مجھ کو لا کے رستے میں

بہ زعمِ خویش مِرے راہبر بنے تھے جو لوگ
پلٹ گئے وہی، کانٹے بچھا کے رستے میں

خدا گواہ کہ طاری ہے جذب کا عالم
اب آئے کوئی نہ اُن کے گدا کے رستے میں

جسے ہماری طلب ہو، وہ ہم تک آ پہنچے
یہ کہہ رہے ہیں وہ پہرے بٹھا کے رستے میں

برائے دید نہ آئے، تو کیا کرے کوئی
جمے ہیں آپ تو محفل جما کے رستے میں

وہ اپنے گھر میں بٹھا کر مجھے بُرا کہتے
جلی کٹی نہ سناتے بُلا کے رستے میں

کہا جو میں نے کہ میں بھی چلوں تمہارے ساتھ
تو مجھ کو ٹال دیا مسکرا کے رستے میں

ہزار قُرب ہو، فطرت بدل نہیں سکتی
دیارِ کوفہ بھی ہے کربلا کے رستے میں

کہاں سے دشتِ غریباں میں روشنی آئے
چراغ کون جلائے ہَوا کے رستے میں

کبھی تو ہو گی رسائی نصیؔر اُس در تک
غبار بن کے پڑے ہیں صبا کے رستے میں

---☆--☆---

جگمگانے لگی بام و در چاندنی — ہر طرف آ رہی ہے نظر چاندنی
وہ نہیں ہیں تو برق و شرر چاندنی — ڈھونڈ لے اب کوئی اور گھر چاندنی
اُن کے جلووں کی تشریح ممکن نہیں — سَر بہ سَر نُور ہیں، سَر بہ سَر چاندنی
یُوں ہی کہتے نہیں اُن کو رشکِ قمر — وہ جدھر ہوں گے ہو گی اُدھر چاندنی
تیرگی، تیرگی ہی رہے گی سدا — لاکھ پٹکا کرے اپنا سَر چاندنی
میری تاریک قسمت کا عالَم یہ ہے — چاند بے نور ہے، بے اثر چاندنی
حُسن ہے اُن کا یُوں بزم میں ضَو فگن — جیسے چھائی ہو ماحول پر چاندنی
آ گیا ہے مرا چاند شاید نظر — ہے اُفُق تا اُفُق جلوہ گر چاندنی
اُن کے جلووں میں گم ہو کے ممتاز ہو — ٹھوکریں کھائے کیوں در بہ در چاندنی

بے حجابانہ نکلیں نصیؔر آج وہ
میں بھی دیکھوں سرِ رہگُزر چاندنی

---☆--☆---

دل میں ارمان، قہر ہو جیسے — کوئی طوفاں کی لہر ہو جیسے
اَب یہ عالم ہے آرزوؤں کا — دل میں آباد شہر ہو جیسے
اللہ اللہ، تلخیاں غم کی — جام، تلخابِ زہر ہو جیسے
آنکھ سے اِس طرح ہیں اشک رواں — خون کی ایک لہر ہو جیسے
پی تو لیتے ہیں حضرتِ واعظ — لیکن ایسے، کہ زہر ہو جیسے
دل کی بربادیوں کا حال نہ پوچھ — کوئی ویران شہر ہو جیسے
یوں تبسّم ہے اُن کے ہونٹوں پر — مَے کی، ساغر میں لہر ہو جیسے

مُنھ بناتے ہیں اِس طرح وہ نصیؔر
میری ہر بات زہر ہو جیسے

---☆--☆---

فیصلہ اُن کا ، ہمارا ، ہوگا ایک دن ہونا ہے ایسا ، ہوگا

اک نہ اک دن یہ تماشا ہوگا خونِ دل ، خونِ تمنّا ہوگا

ہم جہاں ٹھہریں ، جدھر سے گزریں وہی منزل ، وہی رَستا ہوگا

ٹُوٹتی ہو گی قیامت اُس پر جو ترے شہر میں بستا ہوگا

غیر پر آج جفا کی اُس نے کل مرے ساتھ بھی ایسا ہوگا

جب نقاب آپ اُٹھاتے ہوں گے نُور ہی نُور برستا ہوگا

جو مرے مُنھ پہ بُرائی کر دے میرے حق میں وہی اچھّا ہوگا

یوں تو ہونے کو حسیں اور بھی ہیں آپ سا کوئی مگر کیا ہوگا

میرا خاموش ہی رہنا بہتر بات بڑھ جائے گی ، چرچا ہوگا

ہم بُرے ، سارے زمانے سے بُرے کوئی اچھّا ہے تو اچھّا ہوگا

میکشوں سے نہ اُلجھ اے واعظ! بے پیے مفت میں رُسوا ہوگا

بے مثالی کا غلط ہے دعویٰ کوئی مجھ سا ، کوئی تجھ سا ہوگا

تم کو اُن کی جو تمنّا ہے نصیرؔ
چاہتے جاؤ ، جو ہوگا ، ہوگا

---☆--☆---

دل خُوں ہو تو کیوں کر نہ لہُو آنکھ سے برسے
آخر کو تعلّق ہے اِسے دیدۂ تر سے

تَن تَن کے بہت آپ نہ نکلا کریں گھر سے
ٹکراؤ نہ ہو جائے کہیں اہلِ نظر سے

کچھ دیر تو اِس قلبِ شکستہ میں بھی ٹھہرو
یُوں تو نہ گزر جاؤ اِس اُجڑے ہوئے گھر سے

ہر موج ہے طوفانِ حوادث کی حُدی خواں
مشکل ہے نکلنا مری کشتی کا بھنور سے

یہ حُسن، یہ شوخی، یہ تبسّم، یہ جوانی
اللہ بچائے تمھیں بدبیں کی نظر سے

خورشید تو کیا، غیرتِ خورشید ہُوا ہے
وہ ذرّہ جو اُبھرا ہے تری راہ گزر سے

نکلی نہ جو دیدار کی حسرت تو یہ ہوگا
سر پھوڑ کے مر جائیں گے دیوار سے، در سے

سَو رنج ہیں، سَو شکوہ شکایات ہیں، لیکن
مجبور ہیں، کچھ کہتے نہیں آپ کے ڈر سے

صیّاد! خدا خیر کرے اہلِ چمن کی
دیکھے ہیں فضاؤں میں کچھ اُڑتے ہوئے پَر سے

وہ رُوٹھ گئے ہم سے، جدا اُن سے ہوئے ہم
اب چھیڑ اُٹھے گی نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے

لوگوں کا حسد شعر کی شہرت سے بڑھے گا
خوف آتا ہے خود مجھ کو نصیؔر اپنے ہُنر سے

---☆--☆---

مَیں جو پہنچا تو برسنے لگے مجھ پر ٹکڑے
چشمِ ساقی سے ہُوئے شیشہ و ساغر ٹکڑے

پہلے تو اُس نے کیے دل کے بہتّر ٹکڑے
اور پھر دیکھ رہا ہے وہ مِلا کر ٹکڑے

چاہیئے مجھ کو ترے خوانِ کرم کا صدقہ
مانگنے آیا ہُوں میں بھی ترے دَر پر ٹکڑے

شیشۂ دل تری نظروں سے نہ ٹکرائے کہیں
یہ نظر وہ ہے جو کر دیتی ہے پتّھر ٹکڑے

جُرم ہے عرضِ تمنّا ، تو سزا دے قاتل!
ہے یہی دل میں تو آ ! دل کے مِرے کر ٹکڑے

مَیں ترے در کا بھکاری ، ترے ٹکڑوں کا پلا
جو ترے در سے مِلیں ، ہیں وہی بہتر ٹکڑے

حشر ہے اُس کی ادا اور قیامت ہے نظر
دل تو دل ، ہو کے رہے سدِّ سکندر ٹکڑے

ہم فقیروں کا نہیں اور سہارا کوئی
آپ تقسیم کیے جائیں برابر ، ٹکڑے

شیشۂ دل تھا مِرا ، ٹوٹ گیا ، ٹوٹ گیا
چُن لئے آپ نے کیا سوچ سمجھ کر ٹکڑے

میں تو ادنیٰ ہوں ، مگر ہے مری نسبت عالی
مجھ سے ٹکرائے ، تو ہو بختِ سکندر ٹکڑے

مجھ گنہگار پہ مولیٰ کی عنایت ہے نصیؔر
بخش دیتا ہے مجھے اپنا سمجھ کر "ٹکڑے"

---☆--☆---

بس اِتنی کامرانی چاہتا ہوں
کسی کی مہربانی چاہتا ہوں

شرابِ ارغوانی چاہتا ہوں
مگر وہ بھی پُرانی چاہتا ہوں

ڈبو دیجے مجھے سیلِ الم میں
اب اُونچا سَر سے پانی چاہتا ہوں

نہ کھیلیں مجھ سے یُوں الفاظ کا کھیل
محبّت پُر مَعانی چاہتا ہوں

سہارا دو مجھے اپنی نظر کا
علاجِ ناتوانی چاہتا ہوں

جو تیری زُلف کے سائے میں گزریں
وہی راتیں سہانی چاہتا ہوں

تمہیں کیوں بے وفا کہنے لگا میں
یہ تہمت خود اُٹھانی چاہتا ہوں

یہ زخمِ دل تو بھر جائے گا اک دن
کوئی اَن مِٹ نِشانی چاہتا ہوں

نصیؔر! الفاظ بے معنیٰ رہے سب
اب اشکوں کی روانی چاہتا ہوں

---☆--☆---

اشتیاقِ دید تھا آخر اُدھر جانا پڑا
اُن کی محفل میں بہ اندازِ نظر جانا پڑا

محو کر کے رنج و رسوائی کا ڈر، جانا پڑا
تیرے کوچے میں نہ جانا تھا، مگر جانا پڑا

عقل نے روکا بھی، دل تھا فتنہ گر، جانا پڑا
بے بُلائے بھی کچھ انسانوں کے گھر جانا پڑا

سیرِ گُل کا مرحلہ تھا دامِ ہمرنگِ زمیں
لے چلی بادِ صبا ہم کو جدھر، جانا پڑا

اوّل اوّل تو رہی دل سے مرے بیگانگی
آخر آخر اُن کو شیشے میں اُتر جانا پڑا

مسکرانے کی سزا ملنی تھی صحنِ باغ میں
پھول کی ایک ایک پتّی کو بکھر جانا پڑا

دَر بہ دَر پھرنے سے بہتر ہے کہیں کے ہو رہیں
ہم چلے جائیں گے اُس در تک، اگر جانا پڑا

بے رُخی اُن کی مسلسل دیکھ کر آخر نصیؔر
بزم سے اُٹھ کر ہمیں با چشمِ تر جانا پڑا

---☆--☆---

دل اگر بے غبار ہو جائے
حق کا آئینہ دار ہو جائے

جو نظر آر پار ہو جائے
وہی دل کا قرار ہو جائے

موت کس مُنہ سے آئے بالیں پر
تُو اگر ایک بار "ہو جائے"

اک تبسّم سہی ، وفا نہ سہی
زندگی پُر بہار ہو جائے

بے حد و بے حساب اُس کا کرم
دل اگر شرمسار ہو جائے

آئنہ اپنے سامنے سے اُٹھا!
یہ نہ ہو ، خُود سے پیار ہو جائے

کُھل کے ہر ایک سے مِلیں جو نصیؔرا!
سر پہ دنیا سوار ہو جائے

---☆--☆---

نہ ہوائے عیش و نشاط میں مجھے سیم و زر کی تلاش ہے
جو سکونِ قلب عطا کرے ، مجھے اُس نظر کی تلاش ہے

جو ہے قبلہ گاہِ نگاہ و دل ، اُسی سنگِ در کی تلاش ہے
جو ترے حُضور جُھکا رہے ، مجھے ایسے سَر کی تلاش ہے

ہمیں دردِ دل جو عطا ہُوا تو نوائے عشق کی لَے مِلی
اِسے کھوئیں گے نہ کسی طرح ، یہ تو عمر بھر کی تلاش ہے

اِسی کشمکش میں ہے زندگی اِسی ردّ و کد میں ہے آدمی
کبھی دردِ دل کی ہے آرزو ، کبھی چارہ گر کی تلاش ہے

ترے حُسن سے جو طلوع ہو ، ترے نُور سے جو شروع ہو
مجھے ایسی ضَو کی ہے جُستجو ، مجھے اُس سَحَر کی تلاش ہے

کوئی ساتھ ہو تو مزا رہے کہ اکیلے لُطفِ سفر نہیں
کسی ہم قدم کی ہے آرزو ، کسی ہم سفر کی تلاش ہے

یہ ہوائے شام و سحر کہیں ہمیں اور سَمت نہ لے اُڑے
تری رہگزر کی ہیں خاک ہم ، تری رہ گُزر کی تلاش ہے

جو حَسیں بھی پردہ نشیں بھی ہو ، مری آرزو کا امیں بھی ہو
مجھے ڈھونڈنا ہے کہیں بھی ہو ، مجھے اُس گُہَر کی تلاش ہے

کوئی غم گُسار مِرا نہیں ، کوئی راز دار مِلا نہیں
اُنہیں خط لکھوں بھی تو کیا لکھوں ، ابھی نامہ بر کی تلاش ہے

جسے دیکھنے کی طلب رہی ، کبھی میری جس نے خبر نہ لی
مرے دل کا چین تو ہے وہی ، اُسی بے خبر کی تلاش ہے

کہیں اور اپنا گزر نہیں ، کہیں اور جائیں نصیؔر کیوں
وہی ایک در ہے نگاہ میں ، اُسی ایک در کی تلاش ہے

---☆--☆---

اُن سے ہر وقت مری آنکھ لڑی رہتی ہے
کیا لڑاکا ہے کہ لڑنے پہ اَڑی رہتی ہے

دیکھ کر وقت کے مقتل میں مری شانِ وُرود
ڈر میں قاتل ہی نہیں، موت کھڑی رہتی ہے

تیری تصویر مرے دل میں نگینے کی طرح
جگمگاتی ہے، چمکتی ہے، جڑی رہتی ہے

لوگ سچ کہتے ہیں پامالِ محبّت مجھ کو
میری چاہت ترے قدموں میں پڑی رہتی ہے

آفتیں لاکھ ہوں، دیکھا نہ کبھی چہرۂ یاس
مجھ کو اللہ سے اُمّید بڑی رہتی ہے

جو کبھی خونِ شہیداں سے حنا بند رہے
اب اُنہی پھول سے ہاتھوں میں چھڑی رہتی ہے

یُوں نہ اِترا! کہ جوانی بھی ہے آنی جانی
چاندنی چاند کی دو چار گھڑی رہتی ہے

گریۂ چشم کا اُلفت میں یہ عالم ہے نصیرؔ!
کوئی موسم بھی ہو، ساون کی جھڑی رہتی ہے

---☆--☆---

رہنے لگی وہ زلفِ گرہ گیر سامنے
ہر وقت اب تو ہے یہی زنجیر سامنے

آتے ہیں خیر سے وہ نظر اب کبھی کبھی
آنے لگی ہے خواب کی تعبیر سامنے

ہو جائے گا مُحاسبہ دشمن کا خود بخود
آ جائیں گے فریب کے سب تیر سامنے

اے دل! ذرا سنبھل کے اُٹھانا اُدھر قدم
وہ دیکھ! وہ ہے زلف کی زنجیر سامنے

مَبنی منافقت پہ ہے یاروں کا یہ چلن
تحقیر میری بعد میں، توقیر سامنے

تدبیر سے بدل نہیں سکتے مقدّارت
ہو گا وہی، جو لائے گی تقدیر سامنے

دیوانہ تو بہار میں صحرا کو چل دیا
ٹُوٹی پڑی ہوئی ہے وہ زنجیر سامنے

کیا لکھ دیا ہے میں نے کہ تم ہو گئے خفا
لاؤ تو اک ذرا مری تحریر سامنے

ہنس کر نصیرؔ سے بھی تو کچھ گفتگو کریں
بیٹھا ہوا ہے آپ کا دِل گیر سامنے

---☆--☆---

کیجیے ! جو ستم رہ گئے ہیں
جان دینے کو ہم رہ گئے ہیں

بانٹ لیں سب نے آپس میں خوشیاں
میرے حصّے میں غم رہ گئے ہیں

قافلے والے منزل پہ پہنچے
یہ نہ دیکھا کہ ہم رہ گئے ہیں

اب نہ اُٹھنا سرہانے سے میرے
اب تو گنتی کے دَم رہ گئے ہیں

یہ گلی کس کی ہے اللہ اللہ
اُٹھتے اُٹھتے قدم رہ گئے ہیں

کائناتِ جفا و وفا میں
ایک تم ، ایک ہم رہ گئے ہیں

دیکھ کر اُن کے منگتوں کی غیرت
دنگ اہلِ کرم رہ گئے ہیں

ہم سے اللہ والے کہاں اب
آپ جیسے صنم رہ گئے ہیں

دو قدم چل کے راہِ وفا میں
تھک گئے تم ، کہ ہم رہ گئے ہیں

وہ تو آ کر گئے بھی کبھی کے
دل پہ نقشِ قدم رہ گئے ہیں

آج ساقی پلا شیخ کو بھی
اک یہی محترم رہ گئے ہیں

وہ گئے ، جن کے دَم سے تھی رونق
اور رہنے کو ہم رہ گئے ہیں

اُن کی ستّاریاں کچھ نہ پُوچھو
عاصیوں کے بھرم رہ گئے ہیں

دورِ ماضی کی تصویر آخر
اب نصیرؔ ایک ہم رہ گئے ہیں

دل نصیرؔ اُن کا تھا ، لے گئے وہ
غم خدا کی قسم رہ گئے ہیں

---★--★---

لُوٹ لیں وہ ، دلِ حزیں نہ کہیں — آ ! چُھپا لُوں تجھے کہیں نہ کہیں
سخت مشکل ہے جُستجو اُن کی — کھو کے رہ جائیں اب ہمیں نہ کہیں
بُت کدہ ہو کہ آستانِ حرم — سر جُھکانا تو ہے کہیں نہ کہیں
ہر طرف اُس کو ڈھونڈنے والے! — وہ چُھپا ہو ترے قریں نہ کہیں
یُوں تکلّف نہ کر تسلّی میں — اور ہو جائیں ہم حزیں نہ کہیں
برق سے آشیاں بچایا ہے — پُھونک دے آہِ آتشیں نہ کہیں
دو جہاں چھوڑ ! دل میں ڈھونڈ اُسے — دیکھ ! موجود ہو یہیں نہ کہیں
چار تنکے ہیں آشیانے کے — رکھ ہی لیں گے اِنہیں کہیں نہ کہیں

اپنے پتوار خود سنبھال نصیؔر !
ناؤ ہو جائے تہ نشیں نہ کہیں

---☆--☆---

کانپ اُٹھتی ہیں شاخیں تو لرزتی ہے صبا بھی — وہ ضرب ہے غنچوں کے چٹکنے کی صدا بھی
انسان کو جائز نہیں شک اِس میں ذرا بھی — صادق ہو طلب دل کی تو مِل جائے خدا بھی
پرکھو ہمیں ، ہے تم کو محبّت جو ذرا بھی — ہر قِسم کا اِنسان ہے ، اچھّا بھی بُرا بھی
مدّت ہُوئی محرومِ تجلّی ہیں نگاہیں — اے شاہدِ اطلاق ! ذرا طُور پہ آ بھی
یہ کہہ کے مرے پاس سے رخصت ہُوا ظالم — ملتے ہیں اگر لوگ ، تو ہوتے ہیں جُدا بھی
اے گنبدِ افلاک ! نہ ہو برق پہ نازاں — ہے شعلۂ جوّالہ مری آہِ رسا بھی
طے ہوگئے پَل بھر میں مقاماتِ محبّت — جھپکی تھیں نگاہیں ، کہ وہ آیا بھی ، گیا بھی
فُرقت میں تو مرنا بھی گوارا نہیں مجھ کو — تم سامنے آ جاؤ تو آ جائے قضا بھی
اچھّا ہُوا عُقدہ نہ کُھلا میرے لُہو کا — خنجر ہی نہیں ہاتھ میں ، ہے رنگِ حنا بھی

وہ پُرسشِ احوال کو آج آئے تھے شاید
سُنتے ہیں نصیؔر آپ نے کچھ اُن سے کہا بھی

---☆--☆---

محبّت میں ہماری اشک افشانی نہیں جاتی
بھری برسات ہے دریا کی طُغیانی نہیں جاتی

مصیبت ٹل نہیں سکتی ، پریشانی نہیں جاتی
کسی کی بھی نصیحت عشق میں مانی نہیں جاتی

جو کل تک دَیر تھا ہم نے اُسے کعبہ بنا ڈالا
مگر اِس پر بھی اپنی کُفر سامانی نہیں جاتی

مریضِ ہجر کو اب آپ پہنچانیں تو پہنچانیں
فرشتے سے اَجل کے شکل پہچانی نہیں جاتی

تمہارا آستاں ہے اب ہماری آخری منزل
کسی بھی دَر کی ہم سے خاک اب چھانی نہیں جاتی

قیامت ہے تمہارا بن سنور کر سامنے آنا
مرا کیا ذِکر ، آئینے کی حیرانی نہیں جاتی

وہی خودداریاں ہیں، تمکنت ہے، بے نیازی ہے
فقیری میں بھی اپنی شانِ سُلطانی نہیں جاتی

یہ ممکن ہے ترے کوچے میں رہ کر جان سے جائیں
مگر تا مرگ تیرے دَر کی دربانی نہیں جاتی

تری رنجش ہو، تیری بے رُخی ہو، بدگمانی ہو
بڑی مشکل سے جاتی ہے، بہ آسانی نہیں جاتی

تمہاری ناشناسائی کا شکوہ کیا کریں تم سے
ہمیں سے جب ہماری شکل پہچانی نہیں جاتی

جُنونِ شوق سے جو بستیاں آباد ہوتی ہیں
بہاریں لاکھ آئیں ، اُن کی ویرانی نہیں جاتی

محبّت تو نصیرؔ ایسا تلاطُم خیز دریا ہے
سفینے غرق ہو جاتے ہیں ، طُغیانی نہیں جاتی

---☆--☆---

اُس کے کوچے کے کہاں تک کوئی چکّر کاٹے / اب سُبک دوش کرے یُوں، کہ مرا سَر کاٹے

صبحِ آلام، شبِ غم، کوئی کیوں کر کاٹے / دن مصیبت کے کہاں تک دلِ مضطر کاٹے

بے سُتوں سے یہ اُبھرتی ہے صدائے شیریں / کوئی فرہاد بنے، تیشے سے پتّھر کاٹے

اُس سے پوچھے کوئی ایّامِ اسیری کا عذاب / زندگی اپنی جو صیّاد کے گھر پر کاٹے

نہ مِلا تُو، نہ ملاقات کی صورت نکلی / مدّتوں ہم نے ترے شہر کے چکّر کاٹے

زُلف وہ سانپ، کہ لوٹے ہے ترے قدموں پر / غیر کے شانوں پہ بکھرے، تو برابر کاٹے

موت اچھّی کہ پسِ مرگ سکوں مِلتا ہے / زندگی کون شب و روز تڑپ کر کاٹے

ایسے وحشی کا اگر ہو تو ٹھکانا کیا ہو / دشت میں جس کو نہ چین آئے، جسے گھر کاٹے

ساقیٔ کوثر و تسنیم سے نسبت ہے نصیرؔ !
کیوں نہ دنیا مرے میخانے کے چکّر کاٹے

---☆--☆---

ہر اشارہ دشمنِ قلب و جگر لگنے لگا / حُسن والوں کی نظر سے مجھ کو ڈر لگنے لگا

جیسے دونوں میں ہو کوئی خاص قدرِ مُشترک / اَب تو مجھ کو آپ کا گھر اپنا گھر لگنے لگا

اِس طلسم آبادِ ہستی کا ہر اِک منظر ہمیں / آپ کی جادو نگاہی کا اثر لگنے لگا

کم نہیں آمد سے تیری، تیرے آنے کی خبر / آج قاصد کا بیاں بھی معتبر لگنے لگا

دیکھ کر صیّاد کو، سکتے میں ہے مُرغِ چمن / بال و پَر ہوتے ہوئے، بے بال و پَر لگنے لگا

کُھل گیا ہے اپنی آنکھوں پر رفاقت کا سَراب / اب تو ہم کو اپنے سائے سے بھی ڈر لگنے لگا

جب جبینِ شوق نے دیکھا بہ چشمِ اعتقاد / سارا عالم ہی تُمھارا سنگِ در لگنے لگا

انتہائے درد نے فطرت بدل ڈالی نصیرؔ !
غم مجھے کب زہر لگتا تھا، مگر لگنے لگا

---☆--☆---

تجلّی کا ایسا اثر کس لئے ہے / ترا حُسن دیوانہ گر کس لئے ہے

خدا جانے وہ خود نگر کس لئے ہے / سدا آئینے پر نظر کس لئے ہے

تمھیں بھی اگر مجھ سے ہے کچھ محبّت / تو پھر بے رُخی اِس قدر کس لئے ہے

نہ ہو زخم اچھّا یہ میرا مقدّر / پریشاں دلِ چارہ گر کس لئے ہے

جگا کر مری چند تاریک راتیں / نہاں اب وہ رشکِ قمر کس لئے ہے

نہیں اذنِ سجدہ جو میری جبیں کو / تو پھر یہ ترا سنگِ در کس لئے ہے

فلک پر ہیں کیا یہ بھی گم کردہ منزل / یہ تاروں کا ہر شب سفر کس لئے ہے

گیا ، اور خط بھی اُنہیں دے کے پلٹا / یہ چُپ چُپ مگر نامہ بُر کس لئے ہے

لگائے ہیں جو زخم دل پر ، وہ دیکھو / گریزاں گریزاں نظر کس لئے ہے

اسیری جب اپنا مقدّر ہی ٹھہری / قفس میں غمِ بال و پر کس لئے ہے

تلاش اے مِرے چاند! تجھ کو ہے کس کی / تری چاندنی در بہ در کس لئے ہے

چلے آیئے آپ دل میں ہمارے / ارے بندہ پرور! یہ گھر کس لئے ہے

اگر مَیں نہیں اُن کی محفل کے لائق / مرا ذِکر شام و سحر کس لئے ہے

ذرا آنسوؤں سے دُھلے فردِ عصیاں
نصیّر آپ کی چشمِ تر کس لئے ہے

---☆---☆---

بڑھ چلی دیوانگی ' اپنے سے ہیں بیگانہ ہم
اُس نے کیا پھیریں نگاہیں ، بن گئے افسانہ ہم

یہ تو ہم جس کے ہیں وہ جانے کہ کیا ہیں کیا نہ ہم
کچھ اگر ہیں بھی تو بس خاکِ درِ جانانہ ہم

ٹھان لی ہے اب کے رندوں نے یہ اپنے دل میں بات
بزمِ ساقی میں پئیں گے آج بے پیمانہ ہم

گُل کِھلائے وحشتِ دل نے تو یہ عُقدہ کُھلا
وہ گلستاں تھا جسے سمجھا کیے ویرانہ ہم

بُھول جاتے ہیں جو اپنے عہد' اپنے قول کو
ایسے لوگوں سے نہیں رکھتے کبھی یارانہ ہم

جن سے بس صاحب سلامت تھی' اُنہیں اپنا لیا
غیر سب اپنے ہُوئے بس ایک ہیں بیگانہ ہم

اُن کی رسوائی کا ڈر اب پاؤں کی زنجیر ہے
جا نکلتے تھے کبھی اُن کی طرف روزانہ ہم

ٹُوٹتا ہے نشّہ' اے پیرِ مغاں ! اک جام دے
پھر نہ یہ کہنا کہ تلپٹ کر گئے میخانہ ہم

مدّعا یہ تھا سُنائیں گے ہم اپنی داستاں
بے خودی میں کہہ گئے تجھ سے ترا افسانہ ہم

ہے ازل سے یہ تعلّق اُن کے جلوؤں سے نصیؔر
لاکھ دُوری ہو' مگر وہ شمع ہیں' پروانہ ہم

کل نصیؔر اِک جام کا مِلنا ہمیں دشوار تھا
آج آنکھوں میں لیے بیٹھے ہیں اِک میخانہ ہم

---☆--☆---

اُن کے عرفانِ تجلی سے رہے بے گانہ ہم
اُن سے کہہ دینا کہ اب خود ہیں تجلی خانہ ہم

تُو کہیں بدگماں نہ ہو جائے
جُستجو رائگاں نہ ہو جائے

مہرباں آسماں نہ ہو جائے
یہ نہیں تیری' ہاں نہ ہو جائے

عشق اُن کو بھی کر نہ دے مجھ سا
جو یہاں ہے' وہاں نہ ہو جائے

آج تم حرف مدّعا سُن لو
کل یہی داستاں نہ ہو جائے

فاصلے ہیں دلوں کا دُکھ' ظالم!
پھر کوئی درمیاں نہ ہو جائے

راستے منزلوں سے برگشتہ
گُم کہیں کارواں نہ ہو جائے

شرم سے یہ تری نگاہ کا تیر
کہیں جُھک کر کماں نہ ہو جائے

ہر کسی کو وفا کا ہے دعویٰ
دوستو! امتحاں نہ ہو جائے؟

جو مرا غم بٹا سکے' وہ رہے
جو مرا رازداں نہ ہو جائے

کیوں رہے دل کی بات دل میں نصیؔر!
آنسوؤں سے بیاں نہ ہو جائے؟

---☆--☆---

دُعائے وصل اک پندار بھی ہے
کہ اپنی جیت اُن کی ہار بھی ہے

خوشی بھی ہے' غمِ دشوار بھی ہے
محبّت پھول بھی ہے' خار بھی ہے

نہیں کہہ کر نگاہیں جھک گئی ہیں
ترے انکار میں اقرار بھی ہے

شریکِ فتنۂ روزِ قیامت
مری زنجیر کی جھنکار بھی ہے

جہانِ زندگی ہے اک مُعمّا
بشر مجبور بھی' مختار بھی ہے

ازل سے عشق و حُسن اب تک بہم ہیں
جہاں دل ہے' وہاں دلدار بھی ہے

تمنّائے تجلّی حق بجانب
میسّر' دیدۂ بیدار بھی ہے؟

بساطِ عشق کی ہر چال اُلٹی
کہ جو کچھ جیت ہے وہ ہار بھی ہے

اِدھر بھی اک عنایت کی نظر ہو
تمنّائی نصیؔرِ زار بھی ہے

---☆--☆---

جس طرف آپ کے پیکانِ نظر جاتے ہیں
اُس طرف لوگ لئے قلب و جگر جاتے ہیں

جانے کیا دل میں خیالات گزر جاتے ہیں
بیٹھے بیٹھے وہ جھجک اُٹھتے ہیں، ڈر جاتے ہیں

ہم کو معلوم ہے اُس بزم میں کیا کچھ ہوگا
آزمانے کو نصیب آج مگر جاتے ہیں

کُوئے قاتل میں جو دل جائے تو ہے شُکر کی جا
اِس میں عُشّاق جب آتے ہیں تو سَر جاتے ہیں

اِک تبسّم کی تمنّا میں جو آئے تھے یہاں
وہ تری بزم سے با دیدۂ تر جاتے ہیں

اُن کے اظہارِ کرم میں یہ ستم کا انداز
اُٹھ کے پہلو سے مرے، غیر کے گھر جاتے ہیں

یہ ضروری نہیں تجھ ہی کو نظر سے دیکھیں
مَرنے والے تری تصویر پہ مر جاتے ہیں

کیا عجب ہے، ترے دل تک بھی تپش آتی ہو
تا ثُریّا مری آہوں کے شرر جاتے ہیں

ہم تو جینے کے لئے مرتے ہیں اُن پر ہر دم
جن کو جینا نہیں آتا ہے، وہ مر جاتے ہیں

مَیں تو مَیں، رشک میں اوروں کا بُرا حال ہُوا
داغ سے دل پہ لئے، شمس و قمر جاتے ہیں

خون کے اشک نہ روئے تو کرے کیا کوئی
سامنے سے وہ مِرے ہنس کے گزر جاتے ہیں

اُن کے جلووں سے نگاہیں مری روشن ہیں نصیؔر!
آنکھ کی راہ سے جو دل میں اُتر جاتے ہیں
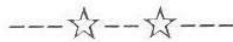
سنگ در دست بھی دو چار تو مِل جاتے ہیں
سَر میں سودا ہو، خریدار تو مِل جاتے ہیں

پھُول کے رُوپ میں کچھ خار تو مِل جاتے ہیں
صرف کہنے کے لئے یار تو مِل جاتے ہیں

زُلفِ پُر پیچ سے دَم سادھ رہی ہے دنیا
عاشقانِ لب و رُخسار تو مِل جاتے ہیں

خُوب رُو تم سا زمانے میں نہ دیکھا، نہ سُنا
اور بھی ورنہ طرح دار تو مِل جاتے ہیں

میرے مطلب کی فضائیں نہ سہی گُلشن میں
شبنم و گُل کے کچھ آثار تو مِل جاتے ہیں

آپ سے اب ہمیں کچھ اور مِلے یا نہ مِلے
یہی کیا کم ہے کہ سرکار تو مِل جاتے ہیں

دُوسرا کوئی طریقہ نہیں دل مِلنے کا
ہاں جو آپس میں رہے پیار، تو مِل جاتے ہیں

تیری باتوں میں نہ شوخی، نہ حرارت، واعظ!
سرد الفاظ کے طُومار تو مِل جاتے ہیں

کبھی بچھڑے ہوئے دو دِل نہیں ملتے، لیکن
ساتھ دے وقت کی رفتار، تو مِل جاتے ہیں

بندشیں گردشِ دَوراں کی بہر گام سہی
مِلنے والے جو ہوں تیّار، تو مِل جاتے ہیں

اور کچھ ہم میں نصیرؔ اہلِ جہاں کو نہ ملے
کم سے کم فقر کے آثار تو مِل جاتے ہیں

---☆--☆---

۞

اک قدم حلقۂ وحشت سے نکالا نہ گیا
دشت میں جان گئی ' پاؤں کا چھالا نہ گیا

آ کے بیٹھا تو نہ اُٹّھا وہ تری محفل سے
پھر کہیں اور ترا چاہنے والا نہ گیا

میرا دل تھا مرے پہلو میں حفاظت سے ' مگر
آئنہ لے تو لیا تم نے ' سنبھالا نہ گیا

جان پیاری تھی ' مگر جان سے پیارے تم تھے
جو کہا تم نے وہ مانا گیا ' ٹالا نہ گیا

یہ بھی اُس زُلفِ گرہ گیر کا نکلا ہمسر
کوئی بھی پیچ مقدّر کا نکالا نہ گیا

صرف اِک بار ہی دیکھا تھا نظر بھر کے اُنہیں
زندگی بھر مری آنکھوں کا اُجالا نہ گیا

خاک میں مِل گئے سب گوہرِ صد رنگ نصیؔر
تجھ سے دامن پہ کوئی اشک سنبھالا نہ گیا

---☆--☆---

۞
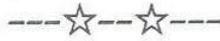
اشکوں سے فضا بھگو گئے ہم
ٹھنڈک جو مِلی تو سو گئے ہم

آغوشِ لحد میں تو گئے ہم
دنیا کے حواس کھو گئے ہم

مانا کہ تری خطا نہیں ہے
برباد یہ کیسے ہو گئے ہم

ہو کُنجِ قفس کہ سایۂ گُل
نیند آئی جہاں بھی ' سو گئے ہم

پلکوں پہ چمک رہے ہیں آنسو
موتی یہ عجب پِرو گئے ہم

کاٹے گا کوئی تو فصل آ کر
اخلاص کا بیج بو گئے ہم

جاتے نہ کبھی اُس انجمن میں
یاد اُس نے کیا ہے تو ' گئے ہم

آخر وہ چمن کے کام آئے
آنسو جو لہو کے رو گئے ہم

کس بات پہ تم تڑپ اُٹھے ہو
کانٹا تو نہیں چبھو گئے ہم

بلوایا تھا بزم میں ' تو آئے
کہتے ہو کہ جاؤ ' لو ! گئے ہم

قسمت کے نصیؔر کھیل دیکھو
پایا جو اُنہیں ' تو کھو گئے ہم

---☆--☆---

کسی کے حُسن پہ دل کو گنوا کے بیٹھا ہوں
حواس و ہوش کی دنیا لُٹا کے بیٹھا ہوں

بُتوں کی بزم کو کعبہ بنا کے بیٹھا ہوں
خدا گواہ ! کہ گھر میں خدا کے بیٹھا ہوں

کچھ اِس ادا سے گلستاں میں آ کے بیٹھا ہوں
گُلوں کی چاہ میں خود کو لُٹا کے بیٹھا ہوں

خبر نہیں کہ مرا حال کیا ، مآل ہو کیا
ابھی تو آپ کی محفل میں آ کے بیٹھا ہوں

پھر آپ جام لیے آ رہے ہیں میری طرف
جنابِ شیخ ! ابھی تو پلا کے بیٹھا ہوں

اب اُن کی بزم کے دستور کیا بتاؤں مَیں
کبھی نہ اُن سے مِلا ہوں، نہ جا کے بیٹھا ہوں

بھٹک نہ جائیں اندھیرے میں وہ شبِ وعدہ
چراغ راہ میں اُن کی جَلا کے بیٹھا ہوں

اُنھیں نہ میری کوئی فکر ہے نہ میرا خیال
وہ جن کے واسطے سب کچھ لُٹا کے بیٹھا ہوں

زمیں پہ نظر آتا ہے سرنگوں کیا کیا
نصیرؔ ! چرخ کو نیچا دِکھا کے بیٹھا ہوں

---☆--☆---

کتنے سفّاک مرے دل کے یہ مہماں نکلے
خُون پی کر ہی ترے تیر کے پیکاں، نکلے

عشق میں جینے کا ممکن نہیں امکاں نکلے
دل دیا اُس کو، کہ دیکھے سے جسے جاں نکلے

سر پہ الزام لیا ، اشک بداماں نکلے
خُلد سے تھام کے دل حضرتِ انساں نکلے

مجھ کو خود اپنی تباہی پہ بڑا رشک آیا
وہ مرے حال پہ اِس درجہ پشیماں نکلے

اُن سے ملنے کا کسی روز نہ ارماں نکلا
عُمر گزری اِسی ارماں میں ، کہ ارماں نکلے

دل اُداس ، آپ خفا ، اور مقدّر ناخوش
کون ایسے میں پئے سیرِ گلستاں نکلے

آپ سے لُطف و کرم کی بڑی اُمّیدیں تھیں
آپ بھی میرے لئے فتنۂ دوراں نکلے

بے خودی دل کی مجھے لے کے جہاں پہنچی ہے
کاش ! منزل وہ مری کوچۂ جاناں نکلے

بے خُودی میں نہ ہُوئی ہم کو نصیرؔ اپنی خبر
ہوش آیا تو ہمی جلوۂ جاناں نکلے

---☆--☆---

جب اُن سے مری پہلی ملاقات ہوئی تھی
اُس دن ہی قیامت کی شروعات ہوئی تھی

اِتنا ہے مجھے یاد ، کبھی بات ہوئی تھی
رسماً ہی سہی ، اُن سے ملاقات ہوئی تھی

خط پڑھ کے خفا تو ہُوا ، اور اُس نے کہا کیا؟
قاصد! مرے بارے میں کوئی بات ہوئی تھی؟

کچھ یاد نہیں بازیٔ اُلفت کا نتیجہ
تم جیت گئے تھے کہ ہمیں مات ہوئی تھی

میں ہُوں وہ رہِ عشق میں مظلوم مسافر
منزل کے قریب آ کے جسے رات ہوئی تھی

ہاں یاد ہے مجھ کو تری زُلفوں کا بکھرنا
برسا تھا یہ بادل ، کبھی برسات ہوئی تھی

محروم ہُوں اب خواب میں بھی اُس کی جھلک سے
جس رُخ کی زیارت مجھے دن رات ہوئی تھی

یہ چاند یہ تارے بھی بتاتے ہیں چمک کر
تقسیم ترے حُسن کی خیرات ہُوئی تھی

بیٹھے تھے سرِ بزم نصیؔر اُن کے قریں ہم
کل رات کی یہ بات ہے ، کل رات ہوئی تھی

---☆--☆---

ہزاروں بار تیری انجمن میں ، مَیں گیا آیا
کبھی تُو بھی یہ کہہ دے میرا دل چاہا چلا آیا

مِلا کر خاک میں مجھ کو ، بتاؤ کیا مزا آیا
تمھیں کیا مل گیا آخر ، تُمھارے ہاتھ کیا آیا

جو آیا بھی اُسے تو صرف اندازِ جفا آیا
وفا کی راہ پر کب وہ وفا ناآشنا آیا

وہ چونکے ، مجھ کو دیکھا ، اور ماتھے پر شکن آئی
مرے غم کے فسانے مَیں جہاں ذکرِ وفا آیا

اُنھیں لکھّا ہے خط مَیں نے ، نتیجہ دیکھیے کیا ہو
مرے قاصد کا دعوٰی ہے کہ بس میں اب گیا آیا

نہیں تھے وہ ، تو میخانہ تھا سُونا ، جام ویراں تھے
وہ آ پہنچے تو پھر پینے پلانے کا مزا آیا

یہ کہہ کہہ کر پلا دی مجھ کو میخانے میں ساقی نے
اَرے اب پی بھی لے ، ایسا کہاں کا پارسا آیا

نظر سے دُور ہو جاؤ ، چلو ، اُٹھو ، ہَوا کھاؤ
نصیؔر اُن کی طرف سے یہ جوابِ مدّعا آیا

---☆--☆---

کس تصوّر میں وہ کھو جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
اپنے جی میں آپ شرماتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

پاس رہ کر جو ستم ڈھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
جب چلے جائیں، تو یاد آتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

یوں ہم اپنے دل کو بہلاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
کوئے جاناں تک پہنچ جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

اب تو وہ رہنے لگے ہر وقت مجھ سے بدگمان
ہو بُرا اُن کا، جو بھڑکاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

فصلِ گُل کیا آئی ہے، دیوارِ زنداں سے اسیر
رات دن سَر اپنا ٹکراتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

ہے غنیمت چند لمحوں کے لئے مِل بیٹھنا
دوست دنیا میں بچھڑ جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

کس کو یارائے سخن، کس کو مجالِ گفتگو
آپ جب خنجر ہی لہراتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

میرے دل کی اُلجھنوں کا بھی کبھی کوئی خیال
زُلف تو وہ اپنی سلجھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

چشمِ حق آگاہ میں کیا قدر و قیمت اُن کی ہو
چند سِکّوں پر جو اِتراتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

آئنہ ہے، اور وہ ہیں، اور میرا دل نصیرؔ
اُن کی بن آئی ہے، تڑپاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

---☆--☆---

کبھی پیکاں کبھی خنجر، نظر یوں بھی ہے اور یوں بھی
وہ قاتل در پئے قلب و جگر یوں بھی ہے اور یوں بھی

گُلوں میں رنگ بن کر، چاند تاروں میں چمک بن کر
ہمارے سامنے وہ جلوہ گر یوں بھی ہے اور یوں بھی

نگاہیں پھیر لے یا مسکرا کر دیکھ اے ظالم!
ستم ہو یا کرم، تُو معتبر یوں بھی ہے اور یوں بھی

کوئی رحمت سمجھتا ہے، کوئی زحمت سمجھتا ہے
حسینوں پر زمانے کی نظر یوں بھی ہے اور یوں بھی

لکھا ہم نے مفصّل خط، بتایا ایک دنیا نے
ہمارے حال کی اُن کو خبر یوں بھی ہے اور یوں بھی

نویدِ وصل ہو، یا عُذر ہو وعدہ خلافی کا
دلوں پر اُن کی باتوں کا اثر یوں بھی ہے اور یوں بھی

حیات و موت دونوں کی حقیقت ایک ہی کہیے
مسافر کے لئے شکلِ سفر یوں بھی ہے اور یوں بھی

بُلائیں ہم اُنہیں، یا خود وہ آئیں، اختیار اُن کو
ہمارا خانۂ دل اُن کا گھر یوں بھی ہے اور یوں بھی

کبھی بہلا دیا مجھ کو، کبھی سر مستیاں دے دیں
مرے ساقی کا اندازِ نظر یوں بھی ہے اور یوں بھی

نصیرؔ اُس کا ٹھکانہ ہے نہ صحرا میں نہ گلشن میں
جو اُن کے دَر سے اُٹھا، در بہ در یوں بھی ہے اور یوں بھی

---☆--☆---

لاکھ ڈُھونڈا ، مگر نہیں ملتا
کوئی بھی ہم سفر نہیں ملتا

ہو نظر تو کدھر نہیں ملتا
وہ کہاں جلوہ گر نہیں ملتا

وہ بڑا بدنصیب ہے جس کو
آپ کا سنگِ در نہیں ملتا

ہم بھی اُس سے کبھی نہیں ملتے
ہم سے کوئی اگر نہیں ملتا

کھو گیا ہو جو راہِ اُلفت میں
وہ کہیں عمر بھر نہیں ملتا

گھر سے نکلے تو وہ نہ آیا ہاتھ
اب جو پلٹے تو گھر نہیں ملتا

عشق میں ترکِ جُستجو ہے حرام
نہ ملے وہ ' اگر نہیں ملتا

ہم نہ بُھولے سے بھی اُسے بھولے
جو ہمیں بُھول کر نہیں ملتا

ہائے مُرغِ چمن کی تاراجی
دُور تک کوئی پر نہیں ملتا

اُس کو چل پھر کے ڈُھونڈنے والو!
وہ سرِ رہ گُزر نہیں ملتا

کس سے اَسرارِ معرفت کہیے
کوئی بالغ نظر نہیں ملتا

جُستجو ہو اگر ٹھکانے کی
کون کہتا ہے ' گھر نہیں ملتا

جلوۂ ذات سے جو خالی ہو
کوئی ایسا بشر نہیں ملتا

غم کی برسات میں سُنا ہے نصیؔر !
چاکِ زخمِ جگر نہیں ملتا

---☆--☆---

خزاں جو آئی ، بہاروں کا حال کیا ہو گا
نظر نواز نظاروں کا حال کیا ہو گا

نکل گئے ہیں ترے شہر سے ضرور ، مگر
ترے فریب کے ماروں کا حال کیا ہو گا

تمہاری مانگ کی افشاں پہ پڑ گئی جو نظر
کوئی بتائے ، ستاروں کا حال کیا ہو گا

حریمِ ناز میں جا کر جو بیٹھ جاؤ گے
تمہارے سجدہ گزاروں کا حال کیا ہو گا

گُلوں کے چاکِ گریباں کو دیکھ ، اور نہ پُوچھ
کہ اُن کے سینہ فگاروں کو حال کیا ہو گا

خرامِ ناز سے مطلب ، تری بلا جانے
کہ ہم شکستہ مزاروں کا حال کیا ہو گا

تُمہارے ہوتے کلی چُپ ہے ، گُل گریبان چاک
تمہارے بعد بہاروں کا حال کیا ہو گا

وہ موج ، جس سے سفینوں کے دل لرزتے ہیں
بپھر گئی تو کناروں کا حال کیا ہو گا

کِھلا ہے غنچۂ دل ، نیم باز آنکھوں سے
تری نظر کے اشاروں کا حال کیا ہو گا

کسی کو سامنے اُس کے نہیں مجالِ سخن
نصیؔر ! حشر میں یاروں کا حال کیا ہو گا

---☆--☆---

رقصِ بسمل کے مناظر بھی ہیں کیا کیا ، دیکھیں
دل بہل جائے گا دیکھیں ، وہ تماشا دیکھیں

ہنستے دیکھا ہے جسے کل ، اُسے روتا دیکھیں
آج اُٹھتا ہوا خوشیوں کا جنازا دیکھیں

نور و ظلمت کی دو رنگی کے تماشے ہیں بہت
ہم نمائش گہِ ایجاد میں کیا کیا دیکھیں

میری وارفتگیِ شوق پہ تنقید بجا
آج تک آپ نے اُس کو نہیں دیکھا دیکھیں

آپ کے ساتھ عیادت کو نہ آئے کوئی
آپ بیمارِ غمِ عشق کو تنہا دیکھیں

اپنی آنکھوں میں ہے اک غیرتِ یوسف کا جمال
دیکھ کر اُس کو کسی اور کو اب کیا دیکھیں

میں تو اک پیکرِ ناچیز ہوں سر تا بہ قدم
مجھ کو کیا دیکھنا ، آپ اپنا سراپا دیکھیں

آپ تو اپنے ہی پندار کے زندانی ہیں
آپ دنیا سے بہت دُور ہیں ، دنیا دیکھیں

ایک مدّت سے نصیؔر اُن کے تمنّائی تھے
وقت آیا ہے کہ انجامِ تمنّا دیکھیں

---☆--☆---

بہت کچھ ہم نے دیکھا ، دیکھنے کو　　رہا دنیا میں اب کیا دیکھنے کو
مَیں خود اک قدِّ آدم آئنہ ہُوں　　ترا اپنا سراپا دیکھنے کو
کہاں ساحل پہ موجوں کا تبسّم　　اُنہیں آتا ہے دریا دیکھنے کو
نکل آئے فلک پر چاند سُورج　　ترا نقشِ کفِ پا دیکھنے کو
دمِ آخر کروں گا راز اِفشا　　مجھے آپ آئیں تنہا دیکھنے کو
مریضِ غم کا مَنکا ڈھل چکا ہے　　چلو ، اب رہ گیا کیا دیکھنے کو
تجھے دیکھے نہ کیوں سارا زمانہ　　کہاں ملتا ہے تجھ سا دیکھنے کو
مجھے اُٹھ اُٹھ کے سب محفل نے دیکھا　　وہی ظالم نہ اُٹّھا دیکھنے کو
حریمِ ناز سے باہر وہ آئیں　　کھڑی ہے ایک دنیا دیکھنے کو
ترا ثانی سُنا ہم نے ، نہ دیکھا　　زمانہ ہم نے دیکھا ، دیکھنے کو
بس اِس کے بعد تو راہِ عدم ہے　　یہی باقی ہر رَستا دیکھنے کو
اِدھر دَم دے دیا بیمارِ غم نے　　اُدھر آیا مسیحا دیکھنے کو

نصیؔر ! اُن کی گلی میں کیوں گئے تھے
یہی ، اپنا تماشا دیکھنے کو ؟

---☆---☆---

سب پہ احسان ہے ساقی ترے میخانے کا
نشّہ ہر رند کو ہے ایک ہی پیمانے کا

لطف کر، ظلم سے قابو میں نہیں آنے کا
لوگ دیکھیں نہ تماشا ترے دیوانے کا

مدّعا کس پہ عیاں ہو مِرے افسانے کا
راز ہوں مَیں، نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

تابشِ حُسن سے یہ رنگ ہے میخانے کا
دل دھڑکتا ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا

چشمِ ساقی ہے اُدھر اور مِرا دل ہے اِدھر
آج ٹکراؤ ہے پیمانے سے پیمانے کا

اپنی ہی آگ میں جلنے کا مزا ہے کچھ اور
حوصلہ شمع سے بڑھ کر نہیں پروانے کا

واعظِ شہر نے کیوں بیعتِ ساقی کر لی
اُس نے تو عہد کیا تھا مجھے بہکانے کا

زاہد و رِند میں ایسی کوئی دوری تو نہیں
فاصلہ ہے، تو چھلکتے ہوئے پیمانے کا

بات بے بات اُٹھا دیتا ہے اِک چھیڑ نئی
پڑ گیا ہے اُسے چسکا مجھے تڑپانے کا

بات کہتا ہے کچھ ایسی کہ نہ سمجھے کوئی
یہ بھی اک غور طلب رنگ ہے دیوانے کا

شیخ صاحب کبھی اپنوں کی طرح آ کے پئیں
مرتبہ غیر پہ کُھلتا نہیں میخانے کا

پیرِ میخانہ ! تری ایک نظر کافی ہے
مَیں طلبگار نہ شیشے کا نہ پیمانے کا

چشمِ ساقی کی توجّہ تھی، کہ آڑے آئی
قصد واعظ نے کیا تھا مجھے بہکانے کا

ایک دو جام سے کیا پیاس بجھے گی ساقی !
سلسلہ ٹوٹ نہ جائے کہیں پیمانے کا

وہ بہار آئی نصیرؔ اور وہ اُٹھے بادل
بات ساغر کی چلے، ذکر ہو میخانے کا

---☆--☆---

گُل و شبنم کے رُوپ میں ہوتے — مسکراتے جو آپ ، ہم روتے
عمر گزری ہے رات دن روتے — داغِ دل اور کس طرح دھوتے
تم مرے پاس جب نہیں ہوتے — یاد کرتا ہوں جاگتے سوتے
عالمِ نزع دیکھنے کا تھا — کاش ایسے میں آپ بھی ہوتے
بس اِسی ڈر سے کی پسند وفا — کاٹنا تھا وہی ، جو ہم بوتے
عشق نے رہنمائی کی ، ورنہ — ہم کہیں ، اور وہ کہیں ہوتے
دل کو یوں اُس نگاہ نے چھیڑا — میری آنکھوں کے کُھل گئے "سوتے"
بے وفا تو کسی کو ہونا تھا — تُم نہ ہوتے اگر ، تو ہم ہوتے
جو کرے وہ بُھرے ، مَثَل یُوں ہے — غیر کے ہم گناہ کیوں ڈھوتے
اُن کے دَم سے ہے عاشقی کا وجود — وہ نہ ہوتے ، تو ہم کہاں ہوتے

ہجر کی شب کہاں قرار ، نصیرؔ !
چین کی نیند کس طرح سوتے

---☆--☆---

وفاداروں کو ساز آیا نہیں ہے — جفاؤں سے وہ باز آیا نہیں ہے
رہیں سب کی نگاہیں آئنوں تک — نظر آئینہ ساز آیا نہیں ہے
مقدّر میں مرے خَم آئے ، لیکن — خمِ زلفِ دراز آیا نہیں ہے
بجز میرے ، تمھاری انجمن میں — کوئی دانائے راز آیا نہیں ہے
پگھلتے ہیں مِرے نالوں سے پتّھر — تِرے دل میں گداز آیا نہیں ہے
ابھی محفل میں ہیں خوابیدہ فتنے — ابھی وہ فتنہ ساز آیا نہیں ہے
پرکھ سکتے نہیں وہ دوست دشمن — شعورِ امتیاز آیا نہیں ہے

نصیرؔ اُس انجمن میں کیا ہو رونق
جہاں وہ سروِ ناز آیا نہیں ہے

---☆--☆---
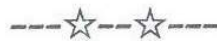
کوئی اِس دشتِ وفا میں نہ چلا میرے بعد
ذرّے ذرّے پہ مِرا نقش رہا میرے بعد

یوں نہ پھر ہو گا کوئی نغمہ سرا میرے بعد
اور ہی ہو گی گلستان کی ہَوا میرے بعد

اِس طرح کون اسیرِ خمِ کاکُل ہو گا
کس کو راس آئے گی زنداں کی فضا میرے بعد

پھر نہ پابندِ وفا ہو گا کوئی مجھ جیسا
رکھّے رہ جائیں گے آدابِ وفا میرے بعد

مَیں نے تو زہر بھرے جام محبّت میں پیئے
دیکھیئے کس کو شرف ہو یہ عطا میرے بعد

دستِ رنگیں پہ ترے کس کا لہو چمکے گا
رنگ لانے سے رہا ' رنگِ حنا میرے بعد

چشم و ابرو کے اشارات کُھلیں گے کس پر
کون سمجھے گا یہ غمزہ ' یہ ادا میرے بعد

راہ سُنسان ' مکاں خستہ ' مکیں افسردہ
کیسا ویران ہُوا شہرِ وفا میرے بعد

مجھ سا کوئی بھی نہیں تیرے وفاداروں میں
اُڑ کے رہ جائے گا یہ رنگِ وفا میرے بعد

میں ہی اک واقفِ آدابِ محبّت ہوں نصیؔر
مِل کے ڈھونڈیں گے مجھے اہلِ وفا میرے بعد

---☆--☆---

نظر اُٹھی جدھر بھی ' ہم نے اُن کو جلوہ گر دیکھا
بہ قلبِ مطمئن دیکھا ' بہ چشمِ معتبر دیکھا

نہ ہم کو دیکھ لے کوئی یہ اطمینان کر دیکھا
اُنہیں دیکھا ' مگر پہلے اِدھر دیکھا ' اُدھر دیکھا

ستم جھیلے ' سمیٹے غم ' لگا دی جان کی بازی
جو ہم سے ہو سکا راہِ وفا میں ہم نے کر دیکھا

وہی ہوں جلوہ ساماں جس طرف واعظ! نظر اُٹھے
اُنہی کو جب نہیں دیکھا تو پھر کیا اپنا سر دیکھنا

عجب سودا ہے بازارِ جہاں میں دل کا سودا بھی
منافع کم نظر آیا ' خسارا بیشتر دیکھا

ہماری وحشتِ دِل کی نہ پوچھے داستاں کوئی
گئے ہیں بعد میں صحرا کی جانب ' پہلے گھر دیکھا

ہمیشہ احترامِ جلوہ میں جُھکتی رہیں آنکھیں
کبھی ہم نے نظر بھر کر نہ اُن کو عمر بھر دیکھا

جو کل تک دُور تھے ' وہ آج اپنے پاس بیٹھے ہیں
نصیؔر ! اخلاص کی باتوں کا ہم نے یہ اثر دیکھا

---☆--☆---

قسمت سے جو اُن کا رُخِ تاباں نظر آئے
کیوں وجد کے عالم میں نہ انساں نظر آئے

عارض ترے ' بالائے زنخداں نظر آئے
اِک رِحل پہ دو دو ہمیں قرآں نظر آئے

آئینہ بہ کف ، جلوہ بہ داماں نظر آئے
ذرّے جو قریبِ درِ جاناں نظر آئے

ظاہر میں جو خاموش سے اِنساں نظر آئے
باطن میں وہی فتنۂ دوراں نظر آئے

کچھ ایسے بھی اِس دَور میں انساں نظر آئے
کیا کچھ تھے ' مگر بے سروساماں نظر آئے

ممکن ہے توجّہ بھی ' نوازش بھی ' کرم بھی
اُن سے کوئی ملنے کا تو امکاں نظر آئے

فُرقت میں جو سائے کی طرح ساتھ رہے ہیں
قُربت میں وہی لمحے گریزاں نظر آئے

قسمت مری برگشتہ ہے ' وحشت مری فطرت
گلشن کو بھی دیکھوں تو بیاباں نظر آئے

بڑھ بڑھ کے بہاروں نے قدم چُوم لیے ہیں
جس راہ گزر میں وہ خراماں نظر آئے

اللہ کرے تُو نظر آئے نہ پریشاں
آئے تو تری زُلف پریشاں نظر آئے

وہ شوخ جب آیا تو پھر اِس شان سے آیا
جو صاحبِ خانہ تھے ' وہ مہماں نظر آئے

کل تک نہ قدم گھر سے نکالا تھا جنھوں نے
دَر دَر پہ نصیؔر آج وہ انساں نظر آئے

---☆--☆---

کئی پہنچے ترے دَر تک ، کئی دیوار تک پہنچے
بس اِک ہم تھے کہ تیری جستجو میں دار تک پہنچے

تماشا بن گئے ، سُولی چڑھے ، تلوار تک پہنچے
پہنچنے والے لیکن جلوہ گاہِ یار تک پہنچے

حسینوں کے یہاں اِنکار ہے اقرار سے پہلے
نہیں کی رَمز جو سمجھے ، وہ خُوئے یار تک پہنچے

مقدّر پر ہمیں غیروں کے اکثر رشک آتا ہے
کہ ہم دَر تک نہ پہنچے اور وہ دربار تک پہنچے

مسیحا بن گئے ، لیکن مسیحائی بھی کی تم نے؟
کبھی بیمار کو پوچھا ؟ کبھی بیمار تک پہنچے؟

اذیّت آشنا ہونا پڑا یوں دشتِ ہستی میں
مرے تلووں کے چھالے بڑھ کے نوکِ خار تک پہنچے

جنابِ شیخ نے پیمانہ رَد کرنا نہیں سیکھا
ہزاروں بار یہ توبہ سے استغفار تک پہنچے

سُنا جب یہ کہ اُن کی گفتگو موتی لُٹاتی ہے
بھکاری بن کے ہم بھی اُس دُرِ دُر بار تک پہنچے

کبھی نامہ لکھا تو خود ہی لکھ کر ، چاک کر ڈالا
کہاں کا نامہ بَر ، کیوں کوئی میرے یار تک پہنچے

نرالی چال دیوانوں کی تھی راہِ تمنّا میں
چلے ، چل کر رُکے ، رُک کر چلے ، دلدار تک پہنچے

نصیرؔ ! ایسا نہ ہو دشتِ وفا کی دُھوپ سے ڈر کر
محبّت سر چُھپانے ، سایۂ دیوار تک پہنچے

---☆--☆---

ڈر گیا ، اور کانپ کانپ گیا
مَیں کسی کی نظر کو بھانپ گیا

ہجر میں یہ نفَس کی آمد و شُد
ایک سانپ آیا ، ایک سانپ گیا

غُنچہ و گُل کا دیکھ کر انجام
دل گلستاں میں کانپ کانپ گیا

بے کفن لاش تھی مسافر کی
آ کے طوفانِ گرد ، ڈھانپ گیا

جس کو کل آستیں میں پالا تھا
آج ڈس کر مجھے وہ سانپ ”گیا“

میرے اُن کے معاملات کا رُخ
اک نظر میں زمانہ بھانپ گیا

اپنے دشمن کو اب تو پہچانیں
دیکھیے دیکھیے ، وہ سانپ گیا

عرصۂ شوق میں نصیرؔ اکثر
اِتنا دَوڑا ہُوں مَیں ، کہ ہانپ گیا

---☆--☆---

اُداس گُل ہیں، کوئی تازگی چمن میں نہیں
جو وہ نہیں ہیں تو رونق ہی انجمن میں نہیں

مذاقِ شکوہ مرے عشق کے چلن میں نہیں
دہن میں رہ کے بھی، گویا زباں دہن میں نہیں

مری نظر نے ترے حُسن میں جو دیکھا ہے
وہ بانکپن کسی مہ وَش کے بانکپن میں نہیں

بِکھر بِکھر کے سمٹتی ہے زُلف اُس رُخ پر
ابھی ہے چاند گہن میں، ابھی گہن میں نہیں

شعورِ عشق جگر کاٹتا ہے پتّھر کا
شعارِ تیشہ زنی دستِ کوہکن میں نہیں

ہمارا تذکرہ کس بزم کی نہیں رونق؟
ہر انجمن میں ہمیں ہیں، کس انجمن میں نہیں

اسیرِ زُلف! ابھی دامنِ فراق نہ چھوڑ
سَحَر کا تار ابھی شب کے پیرہن میں نہیں

جو تیری چشمِ تغافل میں پائی جاتی ہے
خدا گواہ! وہ تلخی مئے کُہَن میں نہیں

غبارِ راہِ وفا بن کے اُڑ گئی ہو گی
کہیں تو ہے، مری میّت اگر کفن میں نہیں

کسی کے عشق نے یُوں در بہ در کیا ہم کو
ہماری خاک بھی اب دامنِ وطن میں نہیں

نصیؔر! ڈوبتے تارے کو کس نے یاد کیا
جو انجمن میں نہیں ہے، وہ انجمن میں نہیں

---☆--☆---

دیر سے ترسے ہُوئے ہیں ایک پیمانے کو ہم
کیا عجب اک گھونٹ میں پی جائیں میخانے کو ہم

کیا محبّت میں سُنائیں اپنے افسانے کو ہم
چین سے جینے کو وہ، دُکھ سہ کے مر جانے کو ہم

اپنے جلووں سے ہمیں حیراں بناتے جایئے
آئے ہیں اِس بزم میں آئینہ بن جانے کو ہم

اُٹھ گئے یارانِ محفل، مٹ گئیں دلچسپیاں
رہ گئے ماضی کا ہر افسانہ دُہرانے کو ہم

جو زباں سے بات کہنی تھی، نگاہوں نے کہی
شرحِ اجمالِ کرم کہتے ہیں، شرمانے کو ہم

وحشتِ دل کے مطابق وسعتِ صحرا کہاں
کیا نظر میں لائیں ایسے ویسے ویرانے کو ہم

تم تو کچھ سُننے سے پہلے ہی خفا ہونے لگے
وہ تو آئے تھے فقط اک بات سمجھانے کو ہم

ہم نِباہیں دوستی، وہ دشمنی کرتے رہیں
بھاڑ میں ڈالیں اُٹھا کر ایسے یارانے کو ہم

دل مِٹا، ایماں گیا، رُسوا ہُوئے، باتیں سُنیں
آئے تھے کیا آپ کی محفل میں لُٹ جانے کو ہم؟

کس ادا سے کہہ رہے ہیں وہ مرے اصرار پر
رُک نہیں سکتے، مگر آ جائیں گے آنے کو ہم

دل پھر اپنا دل ہے، یہ دھڑکن عذابِ جاں سہی
اپنے پہلو میں لیے بیٹھے ہیں دیوانے کو ہم

لے اُڑیں صحرا کی جانب وحشتوں کی آندھیاں
گھر سے نکلے تھے گلستاں کی طرف جانے کو ہم

خیر سے ہم نے بھی دیکھی ہے بہت دنیا نصیؔر!
جانتے پہچانتے ہیں اپنے، بیگانے کو ہم

رند مل مل کے گلے روئے ہیں پیمانے سے
جب مری لاش اُٹھائی گئی میخانے سے

یک بہ یک اور بھڑک اُٹھتا ہے سمجھانے سے
کوئی کیا بات کرے آپ کے دیوانے سے

ہم تو کیا پیتے پلاتے سرِ میخانہ، مگر
دل لگی ہوتی رہی پھول سے، پیمانے سے

ذکرِ اللہ سے خالی ہے ترا خانۂ دل
کیا ملے گا تجھے اللہ کے گھر جانے سے

میں نے روکا نہیں مسجد سے تجھے اے زاہد
روک سکتا نہیں تُو بھی مجھے میخانے سے

پا لیا آپ کو، اقرارِ محبّت نہ کریں
بن گئی بات مری آپ کے شرمانے سے

باغباں! پھُونک، مگر شرط یہ ہے گلشن میں
آگ پھولوں پہ نہ برسے مرے خسخانے سے

شیخ کے ساتھ یہ رندوں پہ قیامت ٹُوٹی
پینے والے بھی نکالے گئے میخانے سے

ترکِ ثابت قدَمی ایک قیامت ہو گی
اور گھِر جاؤ گے آلام میں گھبرانے سے

توبہ ٹوٹے گی ضرور آج کسی اُونچے کی
یہ جھلکتا ہے چھلکتے ہوئے پیمانے سے

بات سنتے جو نصؔیر آپ تو اِک بات بھی تھی
بات سُنتے نہیں، کیا فائدہ سمجھانے سے

---☆--☆---

تجدیدِ حیات ہو گئی ہے / اُن سے مری بات ہو گئی ہے
فطرت ہوئی خود شناس جب سے / آئینۂ ذات ہو گئی ہے
انساں ! تری اِن سہولتوں سے / دشوار حیات ہو گئی ہے
آیا ہے شباب جب سے اُن پر / کچھ اور ہی بات ہو گئی ہے
اُلٹی ہی پڑیں جفا کی چالیں / اکثر اُنھیں مات ہو گئی ہے
دل جب سے نہیں رہا ہمارا / ہر غم سے نجات ہو گئی ہے
بڑھنے لگے گیسوؤں کے سائے / لگتا ہے کہ رات ہو گئی ہے
اب تیرِ نظر نہ آزماؤ / ناکام یہ گھات ہو گئی ہے
وہ لوٹ کے پھر اِدھر نہ آئے / شاید کوئی بات ہو گئی ہے

رُودادِ ستم نصیرؔ ! کب تک
سو جاؤ کہ رات ہو گئی ہے

---☆--☆---

دیکھیں وہ آ کے میرا تماشا خدا کرے / میرے جُنوں میں رنگ وہ پیدا خدا کرے
تم پر جفا کرے ، کوئی تم سا خدا کرے / کچھ اور ہو نہ ہو ، مگر ایسا خدا کرے
لے اِنتقام کوئی ہمارا خدا کرے / تم سے بھی ہو وفا کا تقاضا ، خدا کرے
دل ہے مُلول ، اور نگاہیں اُداس ہیں / مِل جائے کاش ! تیرا سہارا خدا کرے
مَیں نے کہا ، کہ مجھ پہ کبھی مہرباں تو ہوں / ہنس کر کہا ، خیال ہے اچھّا "خدا کرے"
وہ مِل گئے ، نگاہ مِلی ، دل سے دل مِلا / اب اِس کرم کے بعد کہو ، کیا خدا کرے
دُنیا سجائی ، ہم کو بنایا ، مِٹا دیا / دیکھیں اب آگے اور بھی کیا کیا خدا کرے

دل کو یقیں ہے اُن کی ملاقات کا نصیرؔ
اب دیکھیے کرم وہ کریں ، یا خدا کرے

---☆--☆---

نہ اُٹھے حجاب سارے، مرے اُن کے درمیاں سے
ہوئیں بارشیں کرم کی، اُسی وقت آسماں سے

جو بیاں ہو اُن سے قاصد! تو ذرا سنبھل سنبھل کر
کبھی کچھ کہا نظر سے، کبھی کچھ کہا زباں سے

یہ فریب ہے مثالی، کہ ہیں دونوں ہاتھ خالی
جو لپٹ کے رو دیے ہم ترے سنگِ آستاں سے

کسے صبر کا ہو یارا کہ اُلٹ چلی ہے قسمت
اُنہیں اضطراب ہو گا، مرے غم کی داستاں سے

مجھے ساتھ ساتھ رکھّا اِسی دن کے واسطے کیا؟
مجھے مِل سکا نہ کچھ بھی، مری عُمرِ رائیگاں سے

کہیں بن نہ جائیں اک دن، یہی تیلیاں قفس کی
نظر آ رہے ہیں اب تو، مجھے وہ بھی بدگماں سے

مری بات تُو جو مانے، تو یہ چھوڑ دے بہانے
نہ چُھڑائیں اب وہ دامن، مرے دستِ ناتواں سے

ابھی حوصلے نکالو، ابھی اور کچھ ستا لو
جو گرے ہیں چند تنکے، مری شاخِ آشیاں سے

وہ نہ پاسکیں گے منزل، اُنہیں کچھ نہ ہو گا حاصل
جو نہیں سے بات بگڑی، وہ سنوار ایک ہاں سے

وہ حسین دورِ ماضی، کسی طرح لوٹ آتا
تُمھیں پھر پتہ چلے گا، جو ہم اُٹھ گئے جہاں سے

جو بچھڑ گئے ہیں قصدًا، سرِراہ کارواں سے
میرا سینہ پھٹ رہا ہے غمِ یادِ رفتگاں سے

اُسے جانتی ہے دنیا، اُسے مانتا ہے عالم
جو نصیّر کو لگن ہے، ترے سنگِ آستاں سے

---☆--☆---

چارۂ دردِ جگر سرکار رہنے دیجیے — عُمر بھر اپنا مجھے بیمار رہنے دیجیے

آنکھ پُر نم، وا لبِ گفتار رہنے دیجیے — اعتبارِ گرمیٔ بازار رہنے دیجیے

ذہن اپنا مطلعِ انوار رہنے دیجیے — رات دن محوِ جمالِ یار رہنے دیجیے

قُرب کی یہ آخری صورت نہ مجھ سے چھینیے — در سے اُٹھوایا، پسِ دیوار رہنے دیجیے

آپ مجھ سے اب نہ سُنیے گا کبھی کوئی گِلہ — ہو گیا جو ہو گیا، اِس بار رہنے دیجیے

جو گزرنی تھی وہ گزری، جو ستم تھا ہو چکا — چھوڑیے اِس بات کو، سرکار ! رہنے دیجیے

آپ کے ہر حکم کی تعمیل میرا فرض ہے — اِس قدر تاکید، یہ اصرار رہنے دیجیے

یا مرے غم کا مداوا کیجیے بندہ نواز! — یا تباہی پر مجھے مختار رہنے دیجیے

آپ کی قسمت سکوں، میرا مقدّر اضطراب — آپ سو جائیں، مجھے بیدار رہنے دیجیے

میرے اظہارِ تمنّا پر یہ کیسی برہمی — بندہ پرور! چھوڑیے، سرکار! رہنے دیجیے

کیوں مٹاتے ہیں نصیؔر آپ اِس طرح داغِ جگر
غم کے باقی کچھ نہ کچھ آثار رہنے دیجیے

---☆---☆---

پھرا کر اپنے رُخ کو پھیر میں چلمن کے بیٹھے ہیں
وہ سچ مُچ ہم سے ناخوش ہو گئے، یا بن کے بیٹھے ہیں

غضب کیا ہے جو ہم کوچے میں اُس پُرفن کے بیٹھے ہیں
کسی کو کیا غرض، مالک ہیں اپنے من کے بیٹھے ہیں

الٰہی ! خیر دل کی، جان کی، چشمِ تماشا کی
بَلا کی شان سے محفل میں وہ بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

بٹھا کر پاس اُس نے دُور دل سے کر دیا ہم کو
یہ کیا معلوم تھا پہلو میں ہم دشمن کے بیٹھے ہیں

جنھوں نے جیتے جی مجھ سے نہ میرا حال تک پوچھا
وہی اب سر جُھکائے سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

کہاں ایسا مقدّر تھا کہ ہوتا یہ شرف حاصل
عنایت ہے کہ سائے میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

یہ میری بزم ہے آئینہ بندی عہدِ ماضی کی
یہاں مِل جُل کے کچھ ساتھی مرے بچپن کے بیٹھے ہیں

ستم صیّاد کا برحق، زباں اپنی، بیاں اپنا
قفس میں ہیں، مگر قصّے لئے گلشن کے بیٹھے ہیں

حیات و موت ہیں دونوں ترے کوچے سے وابستہ
جنازہ بن کے اُٹھیں گے، تمنّا بن کے بیٹھے ہیں

نصیر ! اُن کو کوئی پہچان لے، یہ غیر ممکن ہے
کچھ ایسا رُوپ بدلا ہے، کچھ ایسے بن کے بیٹھے ہیں

---☆--☆---

دیدۂ تر میں کہاں پھر شبِ غم رُکتے ہیں
اشک اک بار جو چل نکلیں، تو کم رُکتے ہیں

آ کے چل دیتے ہیں، مسجد میں یہ کم رُکتے ہیں
میکدے ہی میں بس اب شیخِ حرم رُکتے ہیں

دشمنوں پر بھی وہی جُود و سخا کا عالم
اپنی بخشش سے کہیں اہلِ کرم رُکتے ہیں

جیسے پاؤں میں کوئی ڈال رہا ہو زنجیر
جانے یہ کس کی گلی ہے کہ قدم رُکتے ہیں

آ ہی جاتا ہے خیال آپ کی رُسوائی کا
نالے آ آ کے لبوں تک شبِ غم رُکتے ہیں

اک ترا ذکر کہ سرخَم ہے عقیدت سے مرا
اک ترا نام کہ ہیبت سے قلم رُکتے ہیں

وہ تو ہم رُک گئے کیا سوچ کے، معلوم نہیں
برملا کہنے سے ورنہ کہیں ہم رُکتے ہیں

گرچہ رُکنے کی نہیں اب کوئی صورت باقی
پھر بھی تُو روکے تو ہم تیری قسم، رُکتے ہیں

حضرتِ دل سے نصیر آج یہ کہنا ہے ہمیں
آپ اُس بزم میں جاتے ہیں، تو ہم رُکتے ہیں

---☆--☆---

شوق سے اُس کی گلی میں جاؤ تو
حضرتِ دل ! ہو گیا پتھراؤ تو

حُرمتِ مے بے پیے سمجھاؤ تو
شیخ صاحب ! میکدے میں آؤ تو

ڈھونڈتی ہے اپنی قسمت کی لکیر
ہم بھی دیکھیں ، ہاتھ اِدھر تم لاؤ تو

دو گھڑی کی بات ہے ، تکرار کیا
دو گھڑی کو تم مرے گھر آؤ تو

ہو ہی جائیں گے وہ آخر مہرباں
باتوں باتوں میں اُنہیں بہلاؤ تو

دشت کے کانٹو ! لہو پینا ، مگر
کچھ دنوں تلوے مرے سہلاؤ تو

پھر چلا لینا نظر کے تیر تم
دل کے بھر لینے دو پہلے گھاؤ تو

شوخیوں سے ، ناز سے ، انداز سے
ہم بہک جائیں گے ، تم بہکاؤ تو

گفتگو میں پیار کے دو بول تھے
پھر وہی فقرہ ذرا دہراؤ تو

چل نہ دیں دیوارِ زنداں توڑ کر
وحشیوں کو بیڑیاں پہناؤ تو

میری قسمت کے نکل جائیں گے بَل
اپنی زُلفوں کو ذرا سُلجھاؤ تو

جا رہا ہے وہ جنازہ عشق کا
مار ڈالا ہے جسے ، دفناؤ تو

تا بہ کے اُن سے توجّہ کی طلب
نامناسب ہی رہا برتاؤ تو

جا رہا ہوں میں نصیؔر اُن کی طرف
درمیاں میں پڑ گئے اُلجھاؤ تو

---☆--☆---

ہم کو ہے مطلوب ہر دم خیر خواہی آپ کی ‏ ‏ ‏ تا ابد قائم رہے ہر آن شاہی آپ کی
پردۂ معصومیت میں قتلِ عاشق بیدریغ ‏ ‏ ‏ اللہ اللہ یہ ادائے بے گناہی آپ کی
ختم ہی کردیں گے مجھ کو آخرالامر ایک دن ‏ ‏ ‏ یہ تغافل آپ کا ، یہ کم نگاہی آپ کی
آفتِ دل ، آفتِ جاں ، دشمنِ ایمان و دیں ‏ ‏ ‏ یہ ادا و ناز ، یہ کافر نگاہی آپ کی
یہ وفاداری جہاں میں کم ملے گی آپ کو ‏ ‏ ‏ ہم نے جس انداز سے الفت نباہی آپ کی
آپ نے حق میں ہمارے کی بُرائی عُمر بھر ‏ ‏ ‏ عافیت حق سے ہمیشہ ہم نے چاہی آپ کی
حضرتِ دل ! یہ ارادہ اور یہ حُسنِ طلب ‏ ‏ ‏ لاج رکھّے گا محبّت میں خدا ہی آپ کی
آپ ایسے ہیں کہ اپنوں کو سمجھتے ہی نہیں ‏ ‏ ‏ ہم نے کر دیکھی ہے برسوں خیرخواہی آپ کی
لُوٹ لیتی ہے نصیؔر بےنوا کو عشق میں ‏ ‏ ‏ دلربائی ، کج ادائی ، کج کلاہی آپ کی

کیا کریں شکوہ کسی کا ہم محبّت میں نصیؔر
اپنے ہاتھوں ہم نے جب اپنی تباہی آپ کی

---☆--☆---

یہ زمانہ یہ دَور کچھ بھی نہیں ‏ ‏ ‏ اِک تماشا ہے اور کچھ بھی نہیں
اِک ادا ہے بس اور کچھ بھی نہیں ‏ ‏ ‏ یہ جفائیں یہ جَور کچھ بھی نہیں
اِک تری آرزو سے ہے آباد ‏ ‏ ‏ ورنہ اِس دل میں اور کچھ بھی نہیں
عشق ، رسم و رواج کیا جانے ‏ ‏ ‏ یہ طریقے یہ طَور کچھ بھی نہیں
وہ ہمارے ہم اُن کے ہو جائیں ‏ ‏ ‏ بات اِتنی ہے اور کچھ بھی نہیں
جلنے والوں کو صرف جلنا ہے ‏ ‏ ‏ اُن کی قسمت میں اور کچھ بھی نہیں
چشمِ ساقی کا فیض ہے سب کچھ ‏ ‏ ‏ جام و ساغر کا دَور کچھ بھی نہیں
دونوں عالم میں بس تُمھی تم ہو ‏ ‏ ‏ دونوں عالم میں اور کچھ بھی نہیں
آئنہ خانۂ وجود و عدم ‏ ‏ ‏ دیکھئے جب بغَور ! کچھ بھی نہیں

اے نصیؔر ! انتظار کا عالم
اک قیامت ہے اور کچھ بھی نہیں

---☆--☆---

ستم پر شرطِ خاموشی بھی اُس نے ناگہاں رکھ دی
کہ اِک تلوار، اپنے اور میرے درمیاں رکھ دی

یہ پوچھا تھا کہ مجھ سے جنسِ دل لے کر کہاں رکھ دی
بس اِتنی بات پر ہی کاٹ کر اُس نے زباں رکھ دی

پتہ چلتا نہیں، اور آگ لگ جاتی ہے تن من میں
خدا جانے، کسی نے غم کی چنگاری کہاں رکھ دی

چڑھاوے چڑھ رہے تھے تُربتِ بُلبل پہ پھولوں کے
مگر ہم تھے کہ ہم نے لا کے شاخِ آشیاں رکھ دی

بتاؤ ! کیا کیا تم نے مِرا دل چھین کر مجھ سے
یہ ایسی شَے نہیں تھی جو یہاں رکھ دی، وہاں رکھ دی

ادا ہوتے رہیں گے اُن کے دَر پر عُمر بھر سجدے
مَشیّت نے مری قسمت میں خاکِ آستاں رکھ دی

شریکِ بزم تھا واعظ تو سامانِ ضیافت میں
ذرا سی ہنس کے ساقی نے بہ طورِ امتحاں رکھ دی

بہار آنے پہ گلشن تک رسائی جب ہوئی مشکل
قفس کی تیلیوں پر ہی بِنائے آشیاں رکھ دی

صبا نے احترامِ جذبِ دل کا پاس یُوں رکھّا
اُٹھا کر لاش بلبل کی گُلوں کے درمیاں رکھ دی

مرا دل چھید کر آنکھیں جُھکا لیں اُس ستمگر نے
کہوں اب کیا کہ اُس نے تیر برسا کر کماں رکھ دی

زمانہ کیا کہے گا آپ کو، اِس بدگمانی پر
مری تصویر بھی دیکھی، تو ہو کر بدگماں رکھ دی

مرے حرفِ تمنّا پر چڑھائے حاشیے کیا کیا
ذرا سی بات تھی، تم نے بنا کر داستاں رکھ دی

جو آیا بتکدے میں، اُس نے سجدوں پر کیے سجدے
الٰہی! تُو نے کیا شے اِن بُتوں کے درمیاں رکھ دی

تنے ہیں تیر مژگاں کے، کھنچے ہیں اُن کے دو اَبرو
کماں کے ساتھ ہی اک اور قدرت نے کماں رکھ دی

نصیؔر اب کس سے شکوہ کیجیے، یہ شکر کی جا ہے
بہاروں کی طلب تھی، اُس نے قسمت میں خزاں رکھ دی

---☆--☆---

آج مل کر بھی اُن سے نہ کچھ بات کی ہائے مجبوریاں میرے حالات کی
صبح کو بخش دی ' جو بچی رات کی یہ عنایت ہے پیرِ خرابات کی
تیز تر کیوں نہ ہو شعلۂ آرزو ہجر کی رات ' پھر وہ بھی برسات کی
اللہ اللہ مجازِ حقیقت نُما وہ بشر ہے ' کہ تصویر ہے ذات کی
وہ جو خود دار ہے ' مَیں بُرا کیوں کہوں اِس صِفَت میں جھلک ہے مری ذات کی
حاصِلِ زندگی ' عشق کا ماحَصَل چند گھڑیاں وہ اُن سے ملاقات کی
شکر کر ' اُس کا شکوہ نصؔیر اب نہ کر کل وہ آیا ' مخاطب ہُوا ' بات کی
اے نصؔیر ! اُن کو اپنا بنا لیں گے ہم
کوئی صورت تو نکلے ملاقات کی

---☆--☆---

مرنا جینا ایک ہے اُس بلبلِ ناشاد کا جس کو اک اک موڑ پر خطرہ رہے صیّاد کا
پُوچھتے ہو حال کیا اِس خانماں برباد کا باغباں کی مہربانی ہے ' کرم صیّاد کا
انعقادِ بزم ہو یا اہتمامِ ذکر ہو اک طریقہ یہ بھی ہے بچھڑے ہُوؤں کی یاد کا
حشر ہے یہ حشر ' بندہ بن ' خدا کو یاد کر یہ دُعا کا وقت ہے ' موقع نہیں بیداد کا
اب تو اے صیّاد! تیرے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی برق نے پُھونکا نشیمن بُلبلِ ناشاد کا
زیرِ لب یہ مسکرا کر دیکھنا میری طرف ایک پہلو یہ بھی ہے ' ظالم تری بیداد کا
آنسوؤں کے تار سے چاکِ گریباں تک نصؔیر
سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے اُن کی یاد کا

---☆--☆---

داغ ہیں دل میں ، ہار پھولوں کا　　آؤ ! دیکھو مزار پھولوں کا
عارضی ہے نکھار پھولوں کا　　کچھ نہیں اعتبار پھولوں کا
بڑھ گیا اعتبار پھولوں کا　　تم نے پہنا جو ہار پھولوں کا
ہے چمن میں خزاں کی یہ سازش　　مُنھ نہ دیکھے بہار ، پھولوں کا
اُن کی کانٹوں میں زندگی گزری　　تھا بہت جن کو پیار پھولوں کا
وہ نہیں تو چمن ہے ویرانہ　　جمگھٹا ہو ہزار ، پھولوں کا
ہمقفس چھیڑتے ہیں کیوں مجھ سے　　تذکرہ بار بار پھولوں کا
مسکرائے نہ تھے کہ مُرجھائے　　ہائے ، انجامِ کار پھولوں کا
جب چمن میں خزاں کا ڈیرا ہو　　کیا چلے کاروبار پھولوں کا
دیکھتے دیکھتے خزاں آئی　　چھِن گیا اقتدار پھولوں کا
اور کیا جلوۂ بہارِ چمن　　اک تماشا ہے چار پھولوں کا

یُوں کھلا ہے نصیؔر داغِ جگر
جیسے ہو تاجدار پھولوں کا

---☆--☆---

جہانِ دیدہ و دل اب لُٹا معلوم ہوتا ہے
نظر کی اوٹ میں کوئی چُھپا معلوم ہوتا ہے

طبیبوں کو مرا دُکھ لا دوا معلوم ہوتا ہے
مگر اب تم بتاؤ ' تم کو کیا معلوم ہوتا ہے

جگر میں دَرد پہلے سے سِوا معلوم ہوتا ہے
دہانِ زخم اب کُھلنے لگا معلوم ہوتا ہے

چھپا بیٹھا ہے آخر کون میرے سازِ ہستی میں
بہر پردہ کوئی صرفِ نوا معلوم ہوتا ہے

نمودِ زندگی کے رُوپ میں رنگِ قضا نکھرا
ستم بھی آپ کا کتنا بِھلا معلوم ہوتا ہے

جمالِ یار! تُو نے دل پہ قابو پا لیا آخر
ترا جادُو بڑا چلتا ہُوا معلوم ہوتا ہے

جدھر نظریں اُٹھاؤ ایک عالَم ہے تحیّر کا
جسے دیکھو' وہی اِک نقش سا معلوم ہوتا ہے

ترا جو لفظ بھی مُنہ سے نکل جائے مرے حق میں
مجھے وہ اپنی قسمت کا لکھا معلوم ہوتا ہے

پھر آ پہنچا ہُوں اُس در پر جہاں لُوٹا گیا تھا میں
مرا رہزن ہی مجھ کو رہنما معلوم ہوتا ہے

اُسی کو دیکھتے ہی دَم پہ بن جاتی ہے محفل میں
وہی جو زندگی کا آسرا معلوم ہوتا ہے

تڑپنا ' لَوٹنا ' رونا ' مچلنا اُن کے قدموں پر
یہ عالَم سارے عالَم سے جُدا معلوم ہوتا ہے

اگر دیکھو تو رشکِ صد گلستاں ہے جمال اُن کا
جو سوچو تو جُنوں کا سلسلا معلوم ہوتا ہے

نصیؔر اُن کی پرستش آپ ہی تنہا نہیں کرتے
زمانہ اُن کی صورت پر فدا معلوم ہوتا ہے

---☆--☆---

بہار آئی ، بہار آنے کے دن ہیں
یہی تو پھول ، پیمانے کے دن ہیں

کسی پر اب شباب آنے کے دن ہیں
لُٹا کر دل کو تڑپانے کے دن ہیں

جوانی ، اور پھر اُن کی جوانی
نگاہوں میں سما جانے کے دن ہیں

ابھی تو حُسن کا نشّہ چڑھا ہے
ابھی تو اُن کے اترانے کے دن ہیں

مرا دل بھی لئے جا ساتھ قاصد!
یہ تحفہ اُن کو پہنچانے کے دن ہیں

گیا ساقی اُلٹ کر جام و ساغر
گراں رندوں پہ میخانے کے دن ہیں

ابھی مجھ سے نہیں وہ بے تکلّف
ابھی کچھ اور شرمانے کے دن ہیں

جواں تم ہو ، جواں ہم ہیں ، جواں دل
تڑپنے اور تڑپانے کے دن ہیں

حیا و حُسن ہیں شانہ بہ شانہ
کسی کے زلف سُلجھانے کے دن ہیں

ابھی بُھولی نہیں ہے مجھ کو وحشت
ابھی قسمت میں ویرانے کے دن ہیں

اُنہیں ناز و ادا سے کون روکے
وہ اِٹھلائیں ، کہ اِٹھلانے کے دن ہیں

نصیرؔ اب فصلِ گُل آئی ، سنبھلیے
گریباں چاک ہو جانے کے دن ہیں

---☆--☆---

اک حشر ہے اے دل! وہ ہوئے چیں بہ جبیں تو
ٹھہری نہ ترے پاؤں کے نیچے جو زمیں تو

کہنے کو تو کہہ دُوں گا ملیں گے وہ کہیں تو
آیا نہ اُنہیں میری محبّت کا یقیں تو

گلشن میں، بیاباں میں اُسے ڈھونڈ رہا ہُوں
مِل جائے گا اک دن دلِ گُم گشتہ کہیں تو

اب اور وہ کیا حال مرا پوچھ رہے ہیں
باتیں مری تفصیل سے قاصد نے کہیں تو

مَیں جب بھی یہ کہتا ہوں ستم مجھ پہ ہوئے ہیں
وہ صاف مکر جاتے ہیں کہتے ہیں نہیں تو

مانا کہ فلک درپئے آزار رہا ہے
شامل نظر آئی ترے کوچے کی زمیں، تو؟

جو بات مجھے کہنی ہے، تم ہی سے کہوں گا
میرے لئے سب کچھ ہو زمانے میں تُمہیں تو

آئے ہیں تری انجمنِ ناز میں پھر ہم
ٹُوٹی تھی کبھی برقِ ستم ہم پہ یہیں تو

اب روک لے چلتی ہوئی تلوار کو قاتل!
اب کون رہا، رہ گئے بس ایک ہمیں تو

ہر چند نظر میں کوئی منزل نہیں پھر بھی
پہنچائے گی یہ گردشِ ایام کہیں تو

در پردہ جو تڑپائے ہُوئے ہے دلِ عالم
ڈھونڈیں گے نصیؔر اُس کو، ملے گا وہ کہیں تو

---☆--☆---

آغوشِ جُنوں میں جا رہا ہوں
ہر غم سے نجات پا رہا ہوں

وہ ناؤ مجھی کو لے کے ڈُوبی
جس ناؤ کا ناخدا رہا ہوں

گلشن میں کھٹک رہے تھے کانٹے
صحرا میں سکون پا رہا ہوں

وہ مجھ سے کہاں چُھپیں گے جا کر
میں خود ہی نظر چُرا رہا ہوں

پوچھو نہ عذابِ راہِ منزل
کانٹوں سے گزر کے جا رہا ہوں

اِس درجہ تو بے رُخی نہ برتو
رودادِ وفا سُنا رہا ہوں

مطلب نہیں اور کچھ وفا سے
آئینہ اُنہیں دِکھا رہا ہوں

قدموں سے لپٹ رہے ہیں رَستے
اے منزلِ شوق ! آ رہا ہوں

محفل میں تری بُرا ہوں مَیں ہی
اچھّا ہے کہ اُٹھ کے جا رہا ہوں

اک آپ ، کہ میرے ہو نہ پائے
اِک میں ہوں ، کہ آپ کا رہا ہوں

کیا شے تھی نصیؔر وحشتِ دل
مَیں خود سے دِنوں خفا رہا ہوں

---☆--☆---

شُعورِ غم ہے ' مگر شکوۂ ستم تو نہیں
وہ اور ہوگا کوئی بیقرار ' ہم تو نہیں

یہ اور بات ہے سب معترض ہیں ' ہم تو نہیں
مگر ستم تو ستم ہی ہُوا ' کرم تو نہیں

زمینِ جُرأتِ دیوانگی پہ لرزی ہے
وفا کی راہ میں لرزاں مرے قدم تو نہیں

جُدا ہُوا ہے تو پھر جان کی امان نہ دے
ترے بغیر جئیں ' ہم میں اِتنا دَم تو نہیں

نظر اُٹھاؤ کہ ہر سو ہیں منتظر لاکھوں
تمہارے لُطف کے اُمّیدوار کم تو نہیں

یہ اور بات ' کہ ممنون ہُوں ' دعا گو ہُوں
کرم کسی کا بہ اندازۂ ستم تو نہیں

تری نگاہ میں ہے جستجو کا اک انداز
تلاش جس کی رہی ہے تجھے ' وہ ہم تو نہیں؟

فضول اپنے پرائے کو اعتراض ہُوا
محبّت آپ سے ' ایسا کوئی ستم تو نہیں

بلا کی نامۂ اعمال پر ہے گُل کاری
کسی کی ہو گی عبارت ' مرا قلم تو نہیں

یہ اور بات کہ میں ہی زباں سے کچھ نہ کہوں
مگر حضور ستم میں کسی سے کم تو نہیں

ہر ایک ساغرِ مے کا حساب ہے اے شیخ !
شراب ہے ، کوئی ڈوبی ہُوئی رقم تو نہیں

نصیؔر ! کس لئے آنکھیں بھر آئیں دنیا کی
ہمارے اشک ہیں یہ ' داستانِ غم تو نہیں

---☆---☆---

مری زندگی تو فراق ہے وہ ازل سے دل میں مکیں سہی
وہ نگاہِ شوق سے دُور ہیں، رگِ جاں سے لاکھ قریں سہی

ہمیں جان دینی ہے ایک دن وہ کسی طرح، وہ کہیں سہی
ہمیں آپ کھینچیے دار پر جو نہیں کوئی، تو ہمیں سہی

غمِ زندگی سے فرار کیا یہ سکون کیوں، یہ قرار کیا
غمِ زندگی بھی ہے زندگی، جو نہیں خوشی تو نہیں سہی

سرِ طُور ہو، سرِ حشر ہو، ہمیں اِنتظار قبول ہے
وہ کبھی ملیں، وہ کہیں ملیں، وہ کبھی سہی، وہ کہیں سہی

نہ ہو، اُن پہ جو مرا بس نہیں کہ یہ عاشقی ہے ہوس نہیں
میں اُنہی کا تھا، مَیں اُنہی کا ہوں، وہ مرے نہیں تو نہیں سہی

مجھے بیٹھنے کی جگہ ملے، مری آرزو کا بھرم رہے
تری انجمن میں اگر نہیں، تری انجمن کے قریں سہی

ترے واسطے ہے یہ وقف سر، رہے تاابد ترا سنگِ در
کوئی سجدہ ریز نہ ہو سکے تو نہ ہو، مری ہی جبیں سہی

مری زندگی کا نقیب ہے، نہیں دُور مجھ سے قریب ہے
مجھے اُس کا غم تو نصیب ہے وہ اگر نہیں، تو نہیں سہی

جو ہو فیصلہ وہ سُنایئے، اِسے حشر پر نہ اُٹھایئے
جو کریں گے آپ ستم وہاں، وہ ابھی سہی، وہ یہیں سہی

اُسے دیکھنے کی جو لَو لگی تو نصیؔر دیکھ ہی لیں گے ہم
وہ ہزار آنکھ سے دُور ہو، وہ ہزار پردہ نشیں سہی

---☆--☆---

کُھلی جو آنکھ ' چمن تھا ' نہ آشیانہ تھا
قفس میں اپنے مقدّر کا آب و دانہ تھا

وہ دل اُڑایا جو اخلاص میں یگانہ تھا
نگاہِ یار ! بَلا کا ترا نشانہ تھا

رفیق کوئی نہ تھا ' بے وفا زمانہ تھا
تمہیں تو یُوں نہ مرے غم پہ مسکرانہ تھا

جہاں تُو نغمہ سَرا ہے وہیں پہ اے بُلبل!
کبھی چمن میں ہمارا بھی آشیانہ تھا

یہ کیا کہ غیر کو بھی درمیان لے آئے
خود آزماتے ' اگر مجھ کو آزمانا تھا

اُڑا دیئے مرے ہوش و حواس ساقی نے
نظر شراب نہیں تھی ' شراب خانہ تھا

جو آج غیروں سے مل کر ہوئے ہیں بیگانے
وہ مہربان تھے ہم پر بھی ' اک زمانہ تھا

کہا وفا ' تو کہا ' اِس کی کیا ضرورت ہے
کہا خُلوص کہا ، وہ تو اک بہانہ تھا

یہ دَور اُن کے مرے درمیاں بھی گزرا ہے
خُوشی کے دن تھے ' محبّت تھی ' دوستانہ تھا

یہ کُوئے یار ہے منزل بھی اور مقتل بھی
نصیؔر ! سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا تھا

---☆--☆---

پھیکی ہے فضا ' رنگ نیا مانگ رہے ہیں
آدابِ چمن ' خُونِ وفا مانگ رہے ہیں

اُس بُت سے وفاؤں کا صِلا مانگ رہے ہیں
اب تک جو کسی کو نہ مِلا ' مانگ رہے ہیں

سب کوچۂ جنّت کے طلبگار ہیں ' لیکن
ہم کوچۂ جاناں کی ہَوا مانگ رہے ہیں

کیوں بیٹھے ہیں مُنعم ترے دروازے پہ جم کر
پُوچھے تو کوئی اِن سے ' یہ کیا مانگ رہے ہیں

ہر بندہ ہے دنیا میں اِسی در کا بھکاری
اللہ سے سب شاہ و گدا مانگ رہے ہیں

ہے دھوم گلستاں میں اب اُن دیدہ وروں کی
کانٹوں سے جو پھولوں کی رِدا مانگ رہے ہیں

جو اُن کے پَر و بال کی پرواز بڑھا دے
مرغانِ چمن ایسی فضا مانگ رہے ہیں

ہم بھی ہیں نصیؔر اُن کی تجلّی کے بھکاری
آئینۂ ہستی پہ جِلا مانگ رہے ہیں

---☆--☆---

کام اُس کا نہ کسی ڈھب سے، نہ تیور سے چلا
کوئی تھامے ہوئے دل آج ترے در سے چلا

لے کے دل اُس نے اُلٹ دی ہے بساطِ اُلفت
چال اپنی بھی چلا وہ، تو مِرے گھر سے چلا

چشمِ ساقی نے پلائی تو کہیں بات بنی
کام مے کش کا نہ شیشے سے، نہ ساغر سے چلا

آ بھی جا! ورنہ یہ بیمارِ شبِ ہجر نہیں
قبر میں جا کے یہ ٹھہرے گا، جو بستر سے چلا

کس لئے دل کو رہِ شوق کا ساتھی نہ کہوں
ہر قدم ساتھ دیا، میرے برابر سے چلا

بات تھی اُس کی کہ کلیوں کے چٹکنے کا سماں
رنگ و آہنگ کا جھونکا سا گُلِ تر سے چلا

لکھ گیا حالِ جنوں شہر کی دیواروں پر
اک وہ فوّارہ لہو کا جو مِرے سَر سے چلا

قیس و فرہاد ہوں، یا وامق و عذرا، اب تک
نام جس کا بھی چلا، عشق کے دفتر سے چلا

راہِ اُلفت میں کسی بُت سے توقّع ہے فضُول
کھا گیا چوٹ وہ، ٹکرا کے جو پتّھر سے چلا

راستے مہکے، در و بام پہ رونق آئی
موجۂ بادِ سحَر بن کے کوئی گھر سے چلا

عشق کی راہ میں منزل ہے تو تسلیم و نیاز
دو قدم چل نہ سکا، چال جو دلبر سے چلا

میرے گھر پر بھی نصیؔر آج کوئی آیا ہے
بات قسمت سے بنی، کام مقدّر سے چلا

✡

یہ تمکنتِ حُسن کی بانی ، نہیں رُکتی ‏ روکے سے کسی کے بھی ، جوانی نہیں رُکتی
تدبیر سے ، آفت ہے جو آنی ، نہیں رُکتی ‏ تنکوں سے تو دریا کی روانی نہیں رُکتی
جاتے ہو تو پھر گریۂ پیہم سے نہ ٹوکو ‏ کچھ بھی ہو ، مِری اشک فشانی نہیں رُکتی
جو نقش ہے دنیا میں وہ مائل بہ فنا ہے ‏ ہو کیسی ہی مضبوط نشانی ، نہیں رُکتی
اُس وقت تک اُٹھیں گے یہ طوفان برابر ‏ جب تک مِرے اشکوں کی روانی نہیں رُکتی
اب صبح کے تاروں کی کرن پھوٹ رہی ہے ‏ روکو بھی تو اب رات سُہانی نہیں رُکتی
کر دیتی ہے ماحول کو مجبورِ سماعت ‏ چل نکلے اگر دل کی کہانی ، نہیں رُکتی
کہہ دو کہ جنازے پہ مِرے آ کے نہ روئیں ‏ وہ روئے تو پھر مرثیہ خوانی نہیں رُکتی

یہ آگ ہے ، بھڑکے گی نصیؔر اور زیادہ
اب تو یہ مِری شعلہ بیانی نہیں رُکتی

---☆--☆---

✡

حُسن کو جب جلال آتا ہے ‏ آئنوں پر زوال آتا ہے
جو بھی صاحب جمال آتا ہے ‏ آپ اپنی مثال آتا ہے
لُطف ہو ، لاگ ہو ، لگاوٹ ہو ‏ حُسن کو ہر کمال آتا ہے
آپ کو کیا ، کوئی مَرے کہ جیئے ‏ آپ کو کب خیال آتا ہے
مسکراتی ہے دیکھ کر دُنیا ‏ جب کسی پر زوال آتا ہے
تم کبھی مہربان تھے ہم پر ‏ دل میں اکثر خیال آتا ہے
ہے وہ اک نغمہ قُلقُلِ مینا ‏ محتسب تک کو حال آتا ہے
کج ادائی ، ادا سہی ، لیکن ‏ دل کے شیشے میں بال آتا ہے

دل لگاتے نصیؔر دنیا سے
عاقبت کا خیال آتا ہے

---☆--☆---

آہ میں یہ اثر چاہتا ہوں — اُن کو پیشِ نظر چاہتا ہوں
گفتگو مختصر چاہتا ہوں — اُن سے مِلنا مگر چاہتا ہوں
ایک دو بار کیا گھر پہ آئے — یہ کرم عُمر بھر چاہتا ہوں
جو مرے دل کو کُندن بنا دے — ایک ایسی نظر چاہتا ہوں
تیرے پانے کو اے میری منزل! — زندگی بھر سفر چاہتا ہوں
تُو مجھے اپنے دل میں جگہ دے — سَر چُھپانے کو گھر چاہتا ہوں
ایک آنسو ، مری داستاں ہو — بس یہی چشمِ تر ! چاہتا ہوں
اپنا اپنا مذاقِ طلب ہے — خوب سے خوب تر چاہتا ہوں

جو خبر ہو نصیرؔ اُس طرف کی
وہ خبر معتبر چاہتا ہوں

---☆--☆---

عجب ہے شبِ غم کے ماروں کی دُنیا — لرزتی ہے جن سے ستاروں کی دُنیا
یہ بزمِ بُتاں ہے نظاروں کی دُنیا — اداؤں کی بستی ، اشاروں کی دُنیا
صبا نے کیے چاک پُھولوں کے دامن — جو دیکھی ترے دل فگاروں کی دُنیا
ہمارے لئے ہے ، تمہارے لئے ہے — خزاں کا زمانہ ، بہاروں کی دُنیا
اِنہیں کس کی پروا ، اِنہیں کس سے مطلب — الگ سب سے ہے بادہ خواروں کی دُنیا
جگر چاک ، دل چاک ، نم ناک آنکھیں — یہ ہے آپ کے بیقراروں کی دُنیا
چُنی ہے اِس انداز سے اُس نے افشاں — جبیں بن گئی چاند تاروں کی دُنیا
جدھر سے گزرتے ہیں دیوانے تیرے — قدم چُومتی ہے بہاروں کی دُنیا
ہمیں ہے فقیری میں شاہی میسّر — کہاں ہم ، کہاں تاجداروں کی دُنیا

نصیرؔ ! اُس کو اللہ آباد رکھّے
اُجاڑی ہے جس نے ، ہزاروں کی دُنیا

---☆--☆---

پریشاں ہوں کیا بال و پر کے لئے ہوئے قید ہم عُمر بھر کے لئے
نہیں کچھ سکونِ نظر کے لئے بہت جائزے بحر و بر کے "لئے"
کہاں ضبطِ مستی ، کہاں ہا و ہُو محبّت نہیں شور و شر کے لئے
خدا کے لئے غم میں آہیں نہ بھر تڑپتا رہے گا اثر کے لئے
تمہارے تبسّم کی ایک اِک ادا قیامت ہے اہلِ نظر کے لئے
کہاں جا رہے ہو سرِ شام تم قدم آج اُٹھّے کدھر کے لئے
سکونِ دل و جاں لٹاتا رہا فقط اک سکونِ نظر کے لئے
مِلا میری فطرت کو دیوانہ پن ترے حُسنِ دیوانہ گر کے لئے
کہاں میری جانب توجّہ تری اِدھر کے لئے ہے ، اُدھر کے لئے
محبّت میں ہم تا دمِ واپسیں ترستے رہے چارہ گر کے لئے
قفس ، دام ، صیّاد ، گُل چیں ، خزاں نصیرؔ ! اِتنے غم مُشتِ پر کے لئے؟

نصیرؔ اُن کا غم محترم ہے مجھے
یہ سودا ہے بس میرے سر کے لئے

---☆--☆---

جب مُسافر خوگرِ رنجِ سفر ہو جائے گا
جو قدم اُٹھے گا اُس کا ، معتبر ہو جائے گا

دو دلوں میں کوئی سمجھوتہ اگر ہو جائے گا
تا بہ منزل طے بہ آسانی سفر ہو جائے گا

جب مذاقِ دید بڑھ کر پختہ تر ہو جائے گا
آئنے میں رُونما آئینہ گر ہو جائے گا

خود اُٹھا دو پردۂ دَر تُم ، اِسی میں خیر ہے
ورنہ دیوانہ تمہارا پردہ در ہو جائے گا

جس گھڑی وہ مائلِ لطف و کرم ہو جائیں گے
دل ہمارا کاسۂ دریُوزہ گر ہو جائے گا

غم ملا ، حسرت گھٹی ، ارماں مٹے ، ہم لُٹ گئے
کیا خبر تھی ، دل کا سودا دردِ سر ہو جائے گا

اُس نظر کا ہر اشارہ تیر سے کچھ کم نہیں
تیر بھی ایسا ، اِدھر سے جو اُدھر ہو جائے گا

سُنتے رہتے ہیں وہ تیرا حالِ دل اکثر نصیؔر
اب یہ افسانہ یقیناً معتبر ہو جائے گا

---☆--☆---

وعدہ ہو ہزار دوستی کا
پھر بھی ہے بھروسہ کیا کسی کا

انجام بُرا ہے دشمنی کا
نیکی سے جواب دے ، بدی کا

کیا حالِ مریضِ غم سنائیں
رخصت بھی وہ ہو چکا کبھی کا

کرتا ہوں میں اعتماد تم پر
لو ! ہاتھ بڑھاؤ دوستی کا

قاتل ہو ، جفا کہ شامِ فُرقت
چرچا تو رہے گا آپ ہی کا

کیا بات تھی تیری محفلوں کی
وہ دَور کہاں ہما ہمی کا

تُو ہے ، نہ وہ تیری مہربانی
اب فائدہ کیا ہے زندگی کا

مارے کہ جِلائے ، اُس کی مرضی
بندہ تو نصیؔر ہے اُسی کا

---☆--☆---

سائل پہ کرم طراز ہو جا — اے حُسن ! گدا نواز ہو جا
یوں گردِ رہِ نیاز ہو جا — گُم گشتۂ شہرِ راز ہو جا
آئینۂ شرحِ ناز ہو جا — اے پردہ نشیں ! مجاز ہو جا
سر تا بہ قدم نیاز ہو جا — محمود نہ بن ، ایاز ہو جا
یہ خواب نوازیاں کہاں تک — اے دیدۂ ناز ! باز ہو جا
اِتنی تو اُبھر سیاہئ غم! — عنوانِ شبِ دراز ہو جا
پردہ ہے یہ فرقِ عبد و معبود — بیگانۂ امتیاز ہو جا
حق گو ہے اگر، ثبوت بھی دے — جا ! دار پہ سرفراز ہو جا
دل میں بھڑکا کر آتشِ غم — آہن کی طرح گداز ہو جا
نین اُن سے مِلا کے دیکھ اے دل — کونین سے بے نیاز ہو جا

کوچے میں نصیرؔ اُن کے جا کر
سُلطانِ سریرِ ناز ہو جا

---☆--☆---

میں ہُوں پابندِ رسمِ ادب ' کیا کہوں — اپنی بربادیوں کا سبب کیا کہوں
پوچھتے ہیں وہ مجھ سے مرا حالِ دل — یہ بتائے کوئی ' اُن سے اب کیا کہوں
ماجرائے وفا ہے قیامت نُما — جو کہا ' اُتنا کافی ہے ' سب کیا کہوں
آپ ہی کو سُنانا تھی رُودادِ غم — آپ سُنتے نہیں ہیں ' تو اب کیا کہوں
ایک دو ہوں تو اُن کو گِنائے کوئی — مجھ پہ ٹوٹے ہیں جو جو غضب ' کیا کہوں
اُن کو ضد ہے کہ تیری سُنیں گے نہ ہم — ہائے اب کیا کروں ' ہائے اب کیا کہوں
گفتگو کی اجازت نہیں عشق میں — سی گیا ہے کوئی میرے لب ' کیا کہوں

حشر میں وہ مرے سامنے آ گئے
سوچتا ہُوں نصیرؔ ! اُن سے اب کیا کہوں

---☆--☆---

دل کسی سے اٹک نہیں سکتا
اب دوبارہ بھٹک نہیں سکتا

اُن کی مرضی نہ ہو ، تو گلشن میں
کوئی غنچہ چٹک نہیں سکتا

ضعف کا حال ہے یہ زنداں میں
سر بھی کوئی پٹک نہیں سکتا

ہیں دل و جاں ، کسی سے وابستہ
اب وہ دامن جھٹک نہیں سکتا

رکھ دو سینے پہ تم جو پھول سا ہاتھ
خارِ حسرت کھٹک نہیں سکتا

اب وہ آجائیں میری بالیں پر
دَم زیادہ اٹک نہیں سکتا

کوئی مُرجھائے گا ، کِھلے گا کوئی
غنچہ غنچہ چٹک نہیں سکتا

مستعد میرِ کارواں ہو ، اگر
کوئی رہ رَو بھٹک نہیں سکتا

اُس کو عرفانِ حق کا دعویٰ ہو
دار پر جو لٹک نہیں سکتا

ہو ملاقات کیا نصیؔر اُن سے
پاس کوئی پھٹک نہیں سکتا

---☆--☆---

بے وفائی کا گلہ ، شکوۂ بیداد نہیں
بات اِتنی ہے کہ اب طاقتِ فریاد نہیں

مجھ سے مت پوچھ ، کہ کیا تو نے کِیا ، کیا نہ کیا
اِس قدر تیرے ستم ہیں کہ مجھے یاد نہیں

تیرے کوچے کی بڑی دُھوم ہے سفّاکی میں
ذرّہ وہ کون سا ہے ، جو ستم ایجاد نہیں

بال و پر نوچ کے آزاد کیا ہے مجھ کو
یہ عنایت ہے ؟ تو ظالم مرا صیّاد نہیں

اک قیامت ہیں ، زمانے کے بدلتے تیور
کل جو آباد تھا گھر ، آج وہ آباد نہیں

حلقۂ زلف کے قیدی کا خدا ہی حافظ
یہ ہے وہ قید کہ جس کی کوئی میعاد نہیں

دُشمن و دوست نمایاں ہیں ، تری محفل میں
کوئی پابند نہیں ہے ، کوئی آزاد نہیں

بُھولے ہم دونوں ہی افسانہ محبّت کا نصیؔر !
کل اُنھیں یاد نہ تھا ، آج ہمیں یاد نہیں

---☆--☆---

دُو بہ دُو اُن سے ' رات ہو ہی گئی
شرحِ ذات و صفات ہو ہی گئی

کامیاب اُن کی گھات ہو ہی گئی
جو نہ ہونی تھی بات ' ہو ہی گئی

اُن کی آمد بنی نوید سَحَر
شبِ غم سے نجات ہو ہی گئی

اُن کو ضِد تھی کہ حالِ دل نہ کہوں
باتوں باتوں میں بات ہو ہی گئی

ہم نہ تھے غم سے ہارنے والے
مات ہونی تھی ' مات ہو ہی گئی

جو گُریزاں رہے نصیؔر! آخر
ایک دن ' اُن سے بات ہو ہی گئی

---☆--☆---
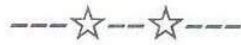
خدا شاہد کہ نُدرت آفریں ہاتھوں سے کھینچی ہے
تری تصویر جس نے اے حسیں ! ہاتھوں سے کھینچی ہے

نظر آتا ہے کیوں مسکا ہُوا سا تار تار آخر
کسی نے کیا تمہاری آستیں ' ہاتھوں سے کھینچی ہے؟

کیا یہ حشر اُس ظالم نے ارمانوں کی میّت کا
کہیں پیروں سے روندی ہے ' کہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

کہاں ہیں اُن کی اِس تصویر میں وہ ناز کے تیور
مُصوِّر! تُو نے یہ دل سے نہیں ' ہاتھوں سے کھینچی ہے

ادا سجدہ ہُوا بے ساختہ یُوں اُن کی چوکھٹ پر
کسی نے جیسے خود میری جبیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

سُلگتی ہیں نگاہیں ' دل پُھنکا ' لَو دے اُٹھیں آنکھیں
تری تصویر کس نے آتشیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ ' قابو میں کیا دل کو
مری دولت اداؤں سے نہیں ' ہاتھوں سے کھینچی ہے

کھڑے تھے دست بستہ ہم نصیؔر اُن کی حضوری میں
شبیہِ عجز محفل میں اِنہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

---☆--☆---

مائلِ لُطف ، طبیعت کبھی ایسی تو نہ تھی
آپ کو مجھ سے محبّت کبھی ایسی تو نہ تھی

آج بے وقت کدھر آپ نکل آئے ہیں
آپ کو میری ضرورت کبھی ایسی تو نہ تھی

حال پر میرے توجّہ ، مری ہر بات پہ جی
اب جو ہے مجھ پہ عنایت کبھی ایسی تو نہ تھی

اب تو ہر وقت ہی ماتھے پہ شکن رہتی ہے
آئنہ دیکھے ! صورت کبھی ایسی تو نہ تھی

کچھ تو ہے آپ کے اندازِ ستم کا باعث
آئے دن شکوہ شکایت کبھی ایسی تو نہ تھی

ہجر میں آپ نے اِک عُمر گزاری ہے نصیؔر !
بے قراری کی یہ حالت کبھی ایسی تو نہ تھی

---☆--☆---

قدم قدم پہ نظر سے ، ترے نشاں گزرے
ہم اپنے ساتھ لئے ایک کارواں گزرے

ترے بغیر جو اے میرے مہرباں ! گزرے
خدا گواہ ! وہ لمحے بہت گراں گزرے

عجیب سحر ہے ظالم کے رکھ رکھاؤ میں
جفا کرے تو وفا کا مجھے گُماں گزرے

اُنہی کے سوگ میں روتی ہے رات بھر شبنم
وہ گُل جو باغ سے بے نام و بے نشاں گزرے

تمہاری یاد میں اکثر جو ہم نے جھیلے ہیں
تمہارے دل پہ وہ صدمے ابھی کہاں گزرے

ہمارے غم کی کسی نے جھلک نہیں دیکھی
مگر وہ اشک ، جو آنکھوں سے ناگہاں گزرے

نصیؔر ! دار و رسن کا مطالبہ ہے یہی
جو اُن کی راہ سے گزرے ، وہ بے زباں گزرے

---☆--☆---

اُن کی محفل ہے ' یہاں رنگ دِکھا اور بھی کچھ
اے دلِ داد طلب ! رقص میں آ اور بھی کچھ

خون آنکھوں سے بہانا ہے پُرانا کرتب
شعبدے اُن کو ذرا کُھل کے دِکھا اور بھی کچھ

جب بھی دیکھوں ' مجھے دُشنام دیا کرتے ہو
بات آتی ہے تمھیں اِس کے سِوا اور بھی کچھ ؟

صرف پھولوں کی صباحت پہ نہیں میری نظر
کہہ گئی ہے مرے کانوں میں صبا اور بھی کچھ

مجھ کو تسلیم تری سحر بیانی قاصد !
صرف باتیں نہ بنا ' کام دِکھا اور بھی کچھ

آگ دب جائے ' ذرا سینے میں ٹھنڈک تو پڑے
مجھے کہہ لیجئے سرکار ! بُرا اور بھی کچھ

سادگی تو مرے رہزن کی یہ دیکھے کوئی
لُوٹ کر پوچھ رہا ہے کہ بچا اور بھی کچھ ؟

عام لوگوں کی زباں پر شہِ خوباں ہی نہیں
کہہ رہی ہے تجھے مخلوقِ خدا اور بھی کچھ

جب بھی ساقی نے مجھے پوچھ لیا ہنس کے نصیؔر
چُوم کر جام وہیں ' میں نے کہا "اور بھی کچھ"

---☆--☆---

خاک وعدوں پہ ڈالتے جاؤ
تم ہمیں روز ' ٹالتے جاؤ

میرے گھر آؤ تو سہی اک بار
دل کی حسرت نکالتے جاؤ

پُھول بھی ہیں چمن میں ' کانٹے بھی
دامنِ دل سنبھالتے جاؤ

عشق کرنا ' نہیں گناہ ' مگر
روگ ہے روگ ' پالتے جاؤ

بعض لوگوں کا ہے یہی دستور
سب پہ کیچڑ اُچھالتے جاؤ

شیخ صاحب ! کہاں چلے ' ٹھہرو
اپنا ساغر کھنگالتے جاؤ

ہم تمھارے ہُنر سے واقف ہیں
عیب ہم میں نکالتے جاؤ

ہو گیا خاک ' چاہنے والا
آؤ ! مٹّی تو ڈالتے جاؤ

کیا بھروسہ ہے زندگی کا نصیؔر
دل کے ارماں نکالتے جاؤ

---☆--☆---

یُوں محبّت میں شب و روز گزارے ہم نے
نام لے لے کے ترا، صدقے اُتارے ہم نے

ہم بُھلا دیں تمھیں، یہ بات بہت مشکل ہے
یاد کر رکھّے ہیں، احسان تمھارے، ہم نے

اُن پہ عائد جو ہوئے پیشِ خدا، حشر کے دن
اپنے سَر لے لیے الزام وہ سارے ہم نے

لطف تو جب ہے اُسی لہر پہ بہتے جائیں
عہد جو کچھ کیے دریا کے کنارے ہم نے

مُلتفِت ہی نہ ہُوا کوئی ہماری جانب
گو نصیرؔ آج کیے لاکھ اشارے ہم نے

---☆--☆---

اب ترے طالبِ دیدار گُزارا ہی کریں
تری تصویر، تصوّر میں اُتارا ہی کریں

التجا ہے کہ یہ زحمت وہ گوارا ہی کریں
بات کرنی نہیں آتی تو اشارا ہی کریں

خود غرض لوگ، وفادار نہیں ہو سکتے
ایسے ویسوں سے حُضور! آپ کنارا ہی کریں

قابلِ ذکر ہیں کچھ اور بھی دنیا کے حَسین
کیا ضروری ہے کہ ہم ذکر تمھارا ہی کریں

میکدے میں جو چلے آئے تو رندی بھی سہی
شیخ جی! اب یہ خرافات گوارا ہی کریں

اُس نے شکووں سے ہمیں روک دیا یہ کہہ کر
اپنی پروا نہیں، کچھ پاس ہمارا ہی کریں

وہ تو دنیا سے گیا، لَوٹ کے آنے سے رہا
اب وہ بیمارِ محبّت کو پکارا ہی کریں

قُرب ممکن نہیں محفل میں نصیرؔ، اُن کا اگر
دُور سے بیٹھ کے صُورت کا نظارا ہی کریں

---☆--☆---

طیش میں دورِ خزاں پاؤں پٹکتا ہی رہا — پھول کھلتے ہی رہے، غنچہ چٹکتا ہی رہا
گُل کی تقدیر سے وابستہ رہی ایک خلش — دیدۂ خار میں ہر دم وہ کھٹکتا ہی رہا
دل کو حاصل نہ ہوئی منزلِ آرام و سُکوں — اک مسافر تھا کہ رستے میں بھٹکتا ہی رہا
خاک بن بن کے قبا سے وہ لپٹنا میرا — جیب و داماں کو وہ ہر چند جھٹکتا ہی رہا
ایک تم تھے کہ خدائی نے سراہا تم کو — ایک مَیں تھا کہ نگاہوں میں کھٹکتا ہی رہا
رات میخانے سے پی کر ہی ٹلا واعظِ شہر — جام جب تک نہ مِلا اُس کو، مٹکتا ہی رہا
گام دو گام سے آگے تو نہ تھی محفلِ ناز — تیرا دیوانہ کھڑا پاؤں پٹکتا ہی رہا

لاکھ تدبیر نصیؔر اہلِ جہاں کر بیٹھے
غم کا گجرا مری گردن میں لٹکتا ہی رہا

---☆--☆---

لوگ دنیا میں پُراسرار نظر آتے ہیں — ہو کے مجبور بھی، مختار نظر آتے ہیں
شوخ، طرّار، طرح دار نظر آتے ہیں — وہ بھی کیا کیا دمِ گُفتار نظر آتے ہیں
سر بہ کف اُن کے خریدار نظر آتے ہیں — لوگ سر دینے پہ تیّار نظر آتے ہیں
اُن کو انگڑائی پہ انگڑائی چلی آتی ہے — میرے لُٹ جانے کے آثار نظر آتے ہیں
ترک ہے محفلِ احباب میں آنا جانا — آج کل سب سے وہ بیزار نظر آتے ہیں
اب جگر میں نہ کوئی پھانس، نہ دل میں ہے خلش — اُجڑے اُجڑے سے یہ بازار نظر آتے ہیں
کوئی پوچھے، تو یہی ایک پتہ مِلتا ہے — اُن کے عُشّاق سرِ دار نظر آتے ہیں
اب تو پردے کا یہ عالم کہ الٰہی توبہ — صرف دن بھر میں وہ اک بار نظر آتے ہیں
بات ہے اُن کی مری، کام ہے کیا اوروں کا — لوگ کیوں بیچ میں دیوار نظر آتے ہیں
در پہ خورشیدِ سحر بہرِ سلام آیا ہے — خوابِ راحت سے وہ بیدار نظر آتے ہیں

اللہ اللہ نصیؔر اُن کی تجلّی کا اثر
ذرّے، آئینۂ اسرار نظر آتے ہیں

---☆--☆---

کہہ گیا اُن سے اپنے دھیان میں کیا　　سادگی تھی مرے بیان میں کیا
خون کے سحرکار چند آنسو　　رنگ بھرتے ہیں داستان میں کیا
اک تصوّر سے اُس کے ہے روشن　　ورنہ رکھّا ہے آسمان میں کیا
آج کے آدمی سے ظاہر ہے　　آدمیّت ہے اِس جہان میں کیا
معتبر اُن کی ہر ادا ٹھہری　　منفرد ہیں وہ آن بان میں کیا
زندگی آپ سے عبارت تھی　　اب دھرا ہے ہماری جان میں کیا
کیوں نہ پہنچے گا بامِ جاناں تک　　مُرغِ دل پست ہے اُڑان میں کیا؟
قصّۂ غم وہ کیوں نہیں سُنتے　　کچھ کمی ہے مرے بیان میں کیا؟
میرا اُن کا یہ فاصلہ تو نہ تھا　　آ گئے لوگ درمیان میں کیا
دفعتاً آپ ہو گئے برہم　　پھونک ماری کسی نے کان میں کیا؟
مجھ سے تم بات کیوں نہیں کرتے　　خار پیوست ہیں زبان میں کیا؟

ہو گئیں خاک حسرتیں دل کی
اے نصیرؔ اب ہے اِس مکان میں کیا

---☆--☆---

دَورِ لالہ زار تک ہے
یہ سماں ' بہار تک ہے

گردنوں میں یہ تناؤ
صِرف اقتدار تک ہے

کس پہ ، کس لیے ، پڑے کب
یہ خدا کی مار تک ہے

پھانس لے مجھے کہ چھوڑے
حُسنِ دل شکار تک ہے

میری مان لے ، نہ مانے
یہ مزاجِ یار تک ہے

اعتبار آدمی کا
اپنے اعتبار تک ہے

وہ خدا کرے نہ آئیں
لُطف ، انتظار تک ہے

مَیں کہاں ہُوں دیکھ لو گے
تیرگی ، غُبار تک ہے

میل جول آج کل کا
حدِّ کاروبار تک ہے

سچ کا ہولناک رستہ
کربلا سے دار تک ہے

ماجرا تو کہہ سناؤں
بات اعتبار تک ہے

اے نصیر ! دوڑ اپنی
آستانِ یار تک ہے

---☆--☆---

دل کی دھڑکن کہ جاں سے آتی ہے
اُن کی خُوشبو ، کہاں سے آتی ہے

حدِّ اوہام سے گزر کے کُھلا
خوش یقینی ، گُماں سے آتی ہے

جرأتِ بندگیِّ ربِّ جلیل
بُت شکن کی اذاں سے آتی ہے

ایسی طاقت کہ جو نہ ہو تسخیر
دل میں عزمِ جواں سے آتی ہے

اُن کی آواز میرے کانوں میں
آ رہی ہے ، جہاں سے آتی ہے

سَر کو توفیق سجدہ کرنے کی
یار کے آستاں سے آتی ہے

آدمیّت وہاں نہیں ہوتی
کِبر کی بُو جہاں سے آتی ہے

وقت کیسا قیامتی ہے آج
دھوپ اب سائباں سے آتی ہے

رات پڑتے ہی کچھ نہیں کُھلتا
یادِ جاناں کہاں سے آتی ہے

آدمی میں جمالیاتی حِس
قُربتِ مہ وشاں سے آتی ہے

دو قدم چل کے تم نہیں آتے
چاندنی آسماں سے آتی ہے

زندگی میں نصیؔر ! آسانی
ترکِ سُود و زیاں سے آتی ہے

یاد فن کے اساتذہ کی نصیؔر
تیرے طرزِ بیاں سے آتی ہے

---☆--☆---

اُجڑ گیا ہے چمن ' لوگ دلفگار چلے
کوئی صبا سے کہو اب نہ بار بار چلے

یہ کون سیر کا ارماں لئے چمن سے گیا
کہ بادِ صبح کے جھونکے بھی سوگوار چلے

یہ کیا کہ کوئی بھی رویا نہ یاد کرکے اُنہیں
وہ چند پھول جو حُسنِ چمن نکھار چلے

نقاب اُٹھا ! کہ پڑے اہلِ درد میں ہلچل
نظر ملا ! کہ چھری دل کے آر پار چلے

خوشا کہ در پہ ترے سَر جُھکا لیا ہم نے
یہ ایک قرضِ جبیں تھا جسے اُتار چلے

کہے جو حق وہ کرے کیوں مآلِ حق سے گریز
کوئی چلے نہ چلے ہم تو سُوئے دار چلے

اب اِس کے بعد چمن جانے یا صبا جانے
گزارنے تھے ہمیں چار دن ' گزار چلے

پلٹ کے دیکھا نہ ایک بار کارواں نے ہمیں
گرے پڑوں کی طرح ہم پسِ غُبار چلے

جو اُن کی یاد میں چمکے کبھی سرِ مژگاں
وہ چار اشک مری عاقبت سنوار چلے

کسی کی یاد سے تسکینِ جاں ہے وابستہ
کسی کا ذکر چلے اور بار بار چلے

تمہاری بزم سے تاثیر اُٹھ گئی شاید
بہ حالِ زار ہم آئے ، بہ حالِ زار چلے

غریبِ شہر کی میّت کے ساتھ روتا کون
مرا سلام ہو اُن پر ، جو اشکبار چلے

قفس میں روز دکھاتا ہے آشیاں صیّاد
نصیؔر آگ لگا دوں جو اختیار چلے

---☆--☆---

کہہ دو ہٹ جائیں میری راہوں سے
کیا غرض مجھ کو کج کلاہوں سے

اتفاقاً مرا دلِ مضطر
بچ گیا آپ کی نگاہوں سے

شیشہ و جام کی ضرورت کیا
تم پلاؤ اگر نگاہوں سے

سوزِ غم نے جلا دیا دل کو
جل گیا رات دن کی آہوں سے

رحمتیں اُس کی دیکھ کر انساں
باز آتا نہیں گناہوں سے

کانپتے ہیں دل و جگر دونوں
آپ سے، آپ کی نگاہوں سے

غم کی راہیں سفر کا حصّہ ہیں
کیا بچے کوئی غم کی راہوں سے

جن سے لُوٹا تھا تم نے دل میرا
دیکھ لو پھر اُنہیں نگاہوں سے

ہم پریشان ہیں محبّت میں
خیر خواہی سے، خیر خواہوں سے

وہ کہیں کا نہیں خدا کی قسم
گر گیا جو تری نگاہوں سے

مَیں سوالی ہُوں اے نصیؔر اُن کا
کام کیا مجھ کو بادشاہوں سے

---☆--☆---

مری نظر سے مکمّل بہار گزری ہے
کہ مسکراتی ہُوئی شکلِ یار گزری ہے

غم و الم کے، اذیّت کے، کرب زاروں میں
تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار گزری ہے

نَفَس نَفَس پہ چُبھن تھی قدم قدم پہ خلش
تمام عُمر سرِ نوکِ خار گزری ہے

قفس میں حال نہ پوچھا صبا نے آ کے کبھی
مرے قریب سے بیگانہ وار گزری ہے

سکونِ دل نہ میسّر ہُوا زمانے میں
نصیؔر! زیست بڑی بے قرار گزری ہے

---☆--☆---

اُن کے جلووں نے عجب رنگ جما رکھّا ہے　　بزمِ کونین کو دیوانہ بنا رکھّا ہے
نبض ساکت ہُوئی، دَم کھِنچ کے لبوں پر آیا　　اب جو آؤ بھی تو بیمار میں کیا رکھّا ہے
شاید آ پہنچیں دمِ نزع وہ بالیں پہ مری　　مَلَکُ الموت کو باتوں میں لگا رکھّا ہے
اب تو پردے سے نکل چاندسی صورت والے!　　شبِ فرقت نے اک اندھیر مچا رکھّا ہے
تیرے اندازِ نظر دیکھنے آ جاتا ہُوں　　ورنہ میرے لئے میخانے میں کیا رکھّا ہے
آئنہ حُسن میں تحلیل نہ ہو جائے کہیں　　تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھّا ہے
تیرے قُرباں، تری اُس یاد کے لمحے پہ نثار　　جس نے شب بھر مجھے مصروفِ دُعا رکھّا ہے

کیا نصؔیر آنکھ اُٹھے ساغر و مِینا کی طرف
اُن کی آنکھوں نے مجھے مست بنا رکھّا ہے

---☆--☆---

ہر طرف سے جھانکتا ہے رُوئے جانانہ مجھے　　محفلِ ہستی ہے گویا آئنہ خانہ مجھے
اِک قیامت ڈھائے گا دنیا سے اُٹھ جانا مِرا　　یاد کرکے روئیں گے یارانِ میخانہ مجھے
دل ملاتے بھی نہیں دامن چھڑاتے بھی نہیں　　تم نے آخر کیوں بنا رکھّا ہے دیوانہ مجھے
یا کمالِ قُرب ہو یا انتہائے بُعد ہو　　یا نِبھانا ساتھ یا پھر بُھول ہی جانا مجھے
اُنگلیاں شب زادگانِ شہر کی اُٹھنے لگیں　　میرے ساقی! دے ذرا قندیلِ میخانہ مجھے
تُو ہی بتلا اِس تعلّق کو بھلا کیا نام دوں　　ساری دنیا کہہ رہی ہے تیرا دیوانہ مجھے

جس کے سنّاٹے ہوں میری خامشی سے ہم کلام
کاش مل جائے نصؔیر اِک ایسا ویرانہ مجھے

---☆--☆---

کسی کافر کو نہ دیں دار کو اپنا کرنا
ایک لمحے کے لئے یار کو اپنا کرنا

عشق میں قُرب کا ارمان بھی کیا ارماں ہے
سائے کو چھوڑنا ' دیوار کو اپنا کرنا

ہمیں بھولی نہیں اب تک وہ وفا کی چالیں
یاد ہے اُس بُتِ عیّار کو اپنا کرنا

کرچیاں چُننا سدا اپنے انا پیکر کی
اپنے ٹُوٹے ہُوئے پندار کو اپنا کرنا

نازِ بے جا نہ اُٹھانا کسی اہلِ زر کے
کسی مفلس کے دلِ زار کو اپنا کرنا

اُس کی بانہوں کے سہارے کی تمنّا ' جیسے
دھوپ میں سایۂ دیوار کو اپنا کرنا

تو ہی وہ یُوسفِ دوراں ہے کہ آتا ہے جسے
اِک جھلک میں بھرے بازار کو اپنا کرنا

اپنے ہو کر بھی یہ اپنے نہیں بنتے ' اپنے
ہو سکے تو دلِ اغیار کو اپنا کرنا

وہ تو اِک بات تھی' ہم جس پہ اڑے بیٹھے ہیں
ورنہ آتا ہے ہمیں یار کو اپنا کرنا

دل کے بدلے میں جو دل مانگے تو پھر' بسم اللہ
جنسِ اُلفت کے خریدار کو اپنا کرنا

پاکبازوں کا بہا لے گیا زُعمِ تقویٰ
یہ ترا مجھ سے گنہگار کو اپنا کرنا

لاکھ اندھوں کی خجالت سے کہیں بہتر ہے
صرف ایک دیدۂ بیدار کو اپنا کرنا

غمِ فرقت میں تڑپنا ہے مقدّر اپنا
اپنی قسمت میں کہاں یار کو اپنا کرنا

روزمرّہ کا یہ ہے کھیل نصیؔر اُن کے لئے
ایک دو باتوں میں دو چار کو اپنا کرنا

---☆---☆---

ہم گوہرِ وفا کی کہاں جُستجو کریں
تم ہی نہ دل ملاؤ تو کیا آرزو کریں

کیوں اپنے من میں ڈوب کے پالیں نہ ہم تجھے
بے سُود کیوں تلاش تری چار سُو کریں

بڑھ ہی نہ جائے اور کہیں حُسن کا غرور
بہتر ہے آئنے کو نہ وہ رُوبرو کریں

تم بھی تو دو وفا کا ہمیں کچھ نہ کچھ صلہ
کب تک تمہارے واسطے دل کو لہو کریں

یکتائی کا خیال ہے ، ورنہ حضور کو
اپنی مجال کیا جو مخاطب بہ تُو کریں

بیدار مے کشوں میں کریں تازہ ولولہ
آؤ کہ میکدے میں ذرا ہا و ہُو کریں

الفاظ جیسے چھوڑ رہے ہوں زباں کا ساتھ
دل ہی نہ مانتا ہو تو کیا گفتگو کریں

ہوتی نہیں نماز ادا اہلِ عشق کی
جب تک نہ اپنے خونِ جگر سے وضو کریں

پہنچے ہیں وہ نصیؔر عیادت کو وقتِ مرگ
احباب میرے مجھ کو ذرا قبلہ رُو کریں

---☆--☆---

Scanned BY: Muhammad Shawal, Faran Nizami
دستِ نظر

دستِ نظر

اُردو غزلیات

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

بااہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

غزل اُس نے چھیڑی ' مجھے ساز دینا
ذرا عُمرِ رفتہ کو آواز دینا

(صفیؔ لکھنوی مرحوم)

اِسی باعث قلم سے وصف کرتے ہیں رقم تیرا
نہایت پُر خطا ہیں، نام لیں کس منہ سے ہم تیرا

یہ ماضی، حال، مستقبل فقط کہنے کو ہیں میرے
ازل تیرا، ابد تیرا، یہ موجود و عدم تیرا

الٰہ العالمیں تو ہے، بشر تیرے، مَلک تیرے
زمیں تیری، فلک تیرا، عرب تیرا، عجم تیرا

بجز تیرے نہیں کوئی بھی میرا دین و دنیا میں
دو عالم میں سہارا ہے مجھے تیری قسم، تیرا

کسی کے حُسنِ نادیدہ کی جانب اک اشارہ ہے
گلستاں میں یہ اک جھونکا نسیمِ صبح دم تیرا

ترے ہونے کو ثابت کر رہا ہے جھومنا اِس کا
زمیں پر ہے شجر کے رُوپ میں جُنباں عَلَم تیرا

بھلا مایوس کیوں لوٹے نصیؔرِ بے نوا یا رب!
کُھلا ہے جب گدا و شاہ پر بابِ کرم تیرا

جب تک یہ سلسلہ رہے شام و پگاہ کا
ڈوبے نہ آفتاب ترے عزّ و جاہ کا

آتا نہیں پسند اُسے خلد کا سماں
خاکہ ہے جس نظر میں تری گردِ راہ کا

قلب و نظر کے فیصلے دو ٹوک ہو گئے
کیا پوچھنا ہے آپ کی پہلی نگاہ کا

مجھ ذرّۂ حقیر کو بخشا یہ مرتبہ
فیضان دیکھیے مرے عاجز پناہ کا

قلبِ حزیں کی اور ہو کیا قدر و منزلت
یہ بھی ہُوا شکار تری دامگاہ کا

یا رب نصیؔر کی ہے تہِ دل سے یہ دُعا
اقبال اوج پر ہو مرے کج کُلاہ کا

جو وہ تُو نہ رہا تو وہ بات گئی جو وہ بات گئی تو مزا نہ رہا
وہ اُمنگ کہاں ' وہ ترنگ کہاں ' وہ مزاجِ وفا و جفا نہ رہا
شب و روز کہیں بھی الگ نہ ہوا ' شب و روز کہاں وہ مِلا نہ رہا
رگِ جاں سے ہماری قریب رہا ' رگِ جاں سے ہماری جُدا نہ رہا
کسی شکل میں بھی' کسی رنگ میں بھی' کسی رُوپ میں بھی' کسی ڈھنگ میں بھی
وہ ہماری نظر سے چُھپا تو مگر وہ ہماری نظر سے چُھپا نہ رہا
تھی خزاں کے لباس میں کس کی نظر کہ جھلتی گئی ہے تمام شجر
کسی شاخ پہ تازہ کلی نہ رہی ' کوئی پتّہ چمن میں ہرا نہ رہا
ترے ظلم و ستم ہوئے مجھ پہ جو کم تو یہ حال مرا ہے قدم بہ قدم
وہ تڑپ نہ رہی ' وہ جلن نہ رہی ' غم و درد میں اب وہ مزا نہ رہا
بہے اشک وفورِ ملال میں جب ' کھلے راز تمام ' ہوا یہ غضب
کوئی بات کسی سے چھپی نہ رہی ' کوئی حال کسی سے چُھپا نہ رہا
دمِ دید ہزار حواس گئے ' رہے دُور ہی دُور کہ پاس گئے
ہمیں دیکھنا تھا اُنہیں دیکھ لیا ' کوئی بیچ میں پردہ رہا نہ رہا
مِرے دم سے تھے نقش و نگارِ جنوں ' مرے بعد کہاں وہ بہارِ جنوں
کسی خار کی نوک پہ کیا ہو تری ' کوئی دشت میں آبلہ پا نہ رہا
مرے پاس جو آ بھی گیا ہے کبھی ' تو یہ ڈھنگ رہے تو یہ شکل رہی
وہ ذرا نہ کُھلا ' وہ ذرا نہ کِھلا ' وہ ذرا نہ تھما ' وہ ذرا نہ رہا

کیے تیری نگاہ نے جس پہ کرم ' رہا دونوں جہان میں اُس کا بھرم
جسے تیرے غضب نے تباہ کیا ' کہیں اُس کا بھرم بخدا نہ رہا
جو نصیؔر ہم اُن سے قریب ہوئے ' تو حیات کے رنگ عجیب ہوئے
غمِ ہجر میں اور ہی کچھ تھی خلش ' وہ خلش نہ رہی وہ مزا نہ رہا

❁

جو بچھڑا، تھا وہ پیارا مل گیا ہے
خدا رکھے ' دوبارا مِل گیا ہے
اُن آنکھوں کا اشارا مِل گیا ہے
مِرے دل کو سہارا مِل گیا ہے
خُدا ہے ناخدا بحرِ وفا میں
سفینے کو کنارا مِل گیا ہے
ہوئی پوری مِرے دل کی تمنّا
مجھے بھی دَر تمہارا مِل گیا ہے
لرزتی ہے شبِ غم کی سیاہی
مِری آنکھوں کو تارا مِل گیا ہے
سُلگ اُٹّھا ہے کیا کیا داغِ حسرت
مِرے دل کو شرارا مِل گیا ہے
چُھپا تھا گیسوئے پُر خم میں اُن کے
دلِ مضطر ہمارا "مِل گیا ہے"
نصیؔر اک روز وہ بھی آ ملیں گے
مرا اُن کا ستارا "مِل گیا ہے"

❁

الٰہی ! مطمئن ہوں گے نہ اب گلشن میں ہم کب تک
فضائے رنگ و بُو کے یہ کرشمے دم بدم کب تک

تمہیں کہہ دو، ہمیں رہنا ہے محرومِ کرم کب تک
بھروسہ کیا ہے اِس دُنیا میں، تم کب تک ہو، ہم کب تک

ہمیں چکرائیں گے دیر و حرم کے پیچ و خم کب تک
یونہی پھرتے رہیں گے اِن گزر گاہوں میں ہم کب تک

محبّت مطمئن ہے صبر کے مضبوط حلقے میں
مگر اب کیا کہیں، جاری رہے رسمِ ستم کب تک

مآلِ کار، دل کو ہے گرفتارِ بلا ہونا
کوئی سُلجھائے گا آخر تری زُلفوں کے خم کب تک

ہمارا تذکرہ بھی شاملِ تاریخ ہونا ہے
مگر دیکھیں کہ چلتا ہے مؤرّخ کا قلم کب تک

ہَوس کو چھوڑ دے، شانِ قناعت خود میں پیدا کر
غمِ سُود و زیاں کیوں، اور فکرِ بیش و کم کب تک

کیا ہے وعدہ آنے کا، مگر اب یہ خبر کس کو
وہ کب آئیں ہمارے گھر، وہ فرمائیں کرم کب تک

مرے پیمانۂ فکر و نظر کا ذکر ہو ساقی!
رہے گی میکدے میں داستانِ جامِ جم کب تک

کوئی تسکینِ دل کی شکل اب نکلی، نہ جب نکلی
نصیؔر آخر محبّت میں پریشاں ہوں گے ہم کب تک

❁

وقت، جب انقلاب مانگے گا
ہر نفَس کا حساب مانگے گا

مجھ کو پینی تھی چشمِ ساقی سے
لوگ سمجھے، شراب مانگے گا

کیجیے اُن پہ مت ہجومِ نگاہ
اُن کا چہرہ نقاب مانگے گا

آپ اپنے ہیں وہ تماشائی
کون، کس سے حساب مانگے گا

جام زاہد کے پاس ہے اب تک
پھر یہ خانہ خراب "مانگے گا"

آدمی وہ ہَوس کا پُتلا ہے
زندگی بھر شباب مانگے گا

چشمِ ساقی نصیؔر اُٹھے تو سہی
پارسا بھی شراب مانگے گا

آئینہ تیرا ، چمن ہو جیسے
تُو ہی تُو عکس فگن ہو جیسے

دَورِ حاضر کا چلن ہو جیسے
حیلہ سازی ترا فن ہو جیسے

غیر سے بات کا ڈھب تو دیکھو
اِس طرف رُوئے سخن ہو جیسے

رات یُوں ہم کو نظر آئے تم
چاند کی پہلی کرن ہو جیسے

بات میں لوچ ، نگاہوں میں لچک
ہر ادا اُن کی ، دُلہن ہو جیسے

دل کا یہ حال ہے مایوسی میں
کوئی غُربت میں مگن ہو جیسے

ہے فلک کب سے مُسلّط ہم پر
سایۂ پیرِ کُہن ہو جیسے

یوں مہکتی ہے صبا گلشن میں
تیری خوشبوئے بدن ہو جیسے

ایسی درماندہ ہے دل کی دھڑکن
تیرے لہجے کی تھکن ہو جیسے

اِسی طرح کھنچ کے چلا آیا ہُوں
تم سے کچھ خاص لگن ہو جیسے

اِس قدر گردشِ دوراں کا خیال
آپ ہی کا وہ چلن ہو جیسے

آپ تو بیٹھے ہیں یُوں جم کے نصیرؔ
اُن کا کوچہ ہی وطن ہو جیسے

زمانے کے سب پیچ و خَم جانتے ہیں
نہیں جانتے تم ' جو ہم جانتے ہیں

تمھیں کیا خبر ' جو گزرتی ہے ہم پر
جو ہم پر گزرتی ہے ' ہم جانتے ہیں

نہ مَے سے ' نہ ہیں بے خبر لُطفِ مَے سے
یہ سب رازِ شیخِ حرم جانتے ہیں

نہ پہچاننے میں تو اک مصلحت ہے
مرا نام وہ کم سے کم جانتے ہیں

دمِ میکشی ' لاکھ اِغماض برتیں
ہمیں واعظِ محترم جانتے ہیں

مآلِ محبّت پہ تکرار کیسی
نہ تم جانتے ہو نہ ہم جانتے ہیں

اُنہیں میرے اچھے بُرے کی خبر ہے
وہ سب کچھ خدا کی قَسم جانتے ہیں

حقیقت تو یہ ہے ' ہم اہلِ وفا کو
بہت جان کر بھی وہ کم جانتے ہیں

اک اک سانس ہے صَوت و آہنگِ ہستی
ہم اِس ساز کے زِیر و بم جانتے ہیں

تمہارے اشارے ہیں معلوم ہم کو
تمہارے تقاضوں کو ہم جانتے ہیں

وہ کتنے ہیں معصوم کتنے ہیں ظالم
نصیرؔ! آپ کیا جانیں ' ہم جانتے ہیں

نام لے کر ترا ، مرا کوئی
کر گیا عرضِ مدّعا کوئی

کیا بتائے ؟ کہے تو کیا کوئی
غم کی ہوتی ہے انتہا کوئی؟

باتوں باتوں میں لے اُڑا کوئی
دل کا ملتا نہیں پتا کوئی

تیری آہٹ سمجھ کے دل چونکا
آئی کانوں میں جب صدا کوئی

اِک قیامت ہے تیری انگڑائی
ٹُوٹ جائے نہ آئنا کوئی

تیری باتوں کے تھے ہزار جواب
احتراماً ہی چُپ رہا کوئی

دیر سے میکدے میں بیٹھے ہو
شیخ جی ! جام بھی مِلا کوئی؟

موت کو بھی گلے لگائیں لوگ
ہو جو اِس میں تری ادا کوئی

غم سے بڑھ کر ہے عرضِ غم پہ سُکوت
کچھ تو کہتا بُرا بھلا کوئی

سب نہیں ہیں نصیؔر بیگانے
مل ہی جائے گا آشنا کوئی

❁

تُو اگر بے نقاب ہو جائے
جُستجو ، کامیاب ہو جائے

عکس پڑ جائے جو ترے رُخ کا
آفتاب ، آفتاب ہو جائے

دیکھ لے اک نظر اگر ساقی
سادہ پانی شراب ہو جائے

چھوڑ دوں مَیں اگر تمہارا دَر
میری مٹّی خراب ہو جائے

ہاتھ رکھ دو جو تم مِرے دل پر
درد کا سدِّ باب ہو جائے

اُن کی آنکھیں جو آئیں گردش میں
رُو نما انقلاب ہو جائے

شرحِ عشق و وفا لکھے جو نصیؔر
اچھّی خاصی کتاب ہو جائے

❁

سکوں ملے نہ ملے یا قرار ہو کہ نہ ہو
چمن کی خیر الٰہی ! بہار ہو کہ نہ ہو

ہم اُس کے یار ہیں ' وہ اپنا یار ہو کہ نہ ہو
ہمیں تو اُس سے ہے پیار ' اُس کو پیار ہو کہ نہ ہو

اَٹی ہوئی ہیں تلوُّن کی دُھول سے نظریں
کھنچے کھنچے تو ہو ' دل میں غبار ہو کہ نہ ہو

مجھے ہے تم سے محبّت ' مجھے ہے تم پہ یقیں
مری قَسَم کا تمھیں اعتبار ہو کہ نہ ہو

تجھے تو اپنی ستم رانیوں سے مطلب ہے
تری بلا سے کسی کو قرار ہو کہ نہ ہو

ہمارے دل کے ہو مالک تمھیں دو عالَم میں
تمہارے دل پہ ہمیں اختیار ہو کہ نہ ہو

اب آ گئے ہو ' تو کچھ دیر میرے پاس رہو
یہ اتّفاقِ حَسیں بار بار ہو کہ نہ ہو

گُلوں کے حال پہ شبنم ضرور روئے گی
وہ آنکھ میرے لیے اشکبار ہو کہ نہ ہو

نصیؔر ! شمع تو جلتی رہے گی محفل میں
بَلا سے کوئی پتنگا نثار ہو کہ نہ ہو

❁

عشقِ بے پایاں کا حاصل اور ہے
شوقِ منزل اور ، منزل اور ہے

دے کے دل اُن کو یہ مشکل اور ہے
روز کہتے ہیں ، کوئی دل اور ہے؟

عقل والے اپنی اپنی راہ لیں
اُن کے دیوانے کی منزل اور ہے

کیا عجب محشر میں یہ کہنا پڑے
وہ نہیں ہیں ، میرا قاتل اور ہے

ناخدا ! تُو نے کہاں پہنچا دیا
یہ تو ہے منجدھار ، ساحل اور ہے

ہجر سے چھوٹے تو زلفوں میں پھنسے
اک بلا اب سَر پہ نازل اور ہے

حضرتِ واعظ ! یہاں سے جائیے
میکدے میں رنگِ محفل اور ہے

آئنے کو دیکھ کر شرمائے کیوں
کیا کوئی مدِّ مقابل ، اور ہے؟

آپ کو ضد ہے تو پھر یُوں ہی سہی
آج سے اب اپنی منزل اور ہے

تم سے پھر جائے ، یہ ممکن ہی نہیں
غیر کا ہو گا ، مِرا دل اور ہے

اگلے لوگوں کی کہاں باتیں نصیرؔ!
اب زمانہ اور ، محفل اور ہے

دل میں شُعلے سے اُٹھے آہِ رسا سے پہلے
آتشِ عشق بھڑک اُٹھّی ، ہَوا سے پہلے

غنچۂ موج ہے ، گردابِ بلا سے پہلے
مسکرا دیتے ہیں وہ ، مجھ پہ جفا سے پہلے

عشق ، اور اُس بُتِ کافر کا ، الٰہی ! توبہ
نام بھی اُس کا اگر لو ، تو خُدا سے پہلے

رازِ ہستی کو سمجھنا نہیں کارِ آساں
نہ کُھلا ہے نہ کُھلے گا یہ قضا سے پہلے

رُخ سے پہلے ، تری زُلفوں پہ نظر جاتی ہے
واسطہ پڑتا ہے اِس کالی بلا سے ، پہلے

اُن کو چاہو تو ذرا سوچ سمجھ کر چاہو
ظلم ڈھاتے ہیں وہ الطاف و عطا سے پہلے

چارہ گر ! ہے یہ ترا حرفِ تسلّی تہ دار
تُو نے جینے کی دُعا دی ہے ، دوا سے پہلے

اُن کے اِس طرزِ عمل نے مجھے ڈالا شک میں
دیر تک چُپ وہ رہے ، عہدِ وفا سے پہلے

حشر میں چشمِ ندامت سے بنا کام نصیؔر
اشک پر اشک بہے عُذرِ خطا سے پہلے

رنگ پر آئے جُنوں، خلق میں افسانہ بنوں
تم جو دیوانہ کہو مجھ کو، تو دیوانہ بنوں

بے خودی میرا قرینہ ہو، کہ فرزانہ بنوں
کوئی صورت ہو، مگر اُن سے نہ بیگانہ بنوں

غم کی رُوداد بنوں، درد کا افسانہ بنوں
تم بتاؤ جو محبّت میں تو مَیں کیا نہ بنوں

بادۂ حُسن وہ چھلکائیں تو گلشن میں ذرا
ہر گُلِ تر کی تمنّا ہے کہ پیمانہ بنوں

مجھ کو مدّت سے یہ ارماں ہے کہ اُلٹیں وہ نقاب
دولتِ حُسنِ خدا داد کا نذرانہ بنوں

سوز نے شمع کے مانند جلا رکھّا ہے
پَر بھی مِل جائیں تو مَیں شمع سے پروانہ بنوں

وہ تو سَو رنگِ جُنوں بخش گئے مجھ کو نصیرؔ
اب یہ مجھ پر ہے کہ دیوانہ بنوں یا نہ بنوں

❁

عافیت دُور رہی فطرتِ انسانی سے
بچ سکا کون زمانے میں پریشانی سے

اک سماں بندھ گیا جلووں کی فراوانی سے
آئنہ تکنے لگا مُنہ ترا، حیرانی سے

کیوں نہ اے دستِ جُنوں تیری بلائیں لے لُوں
خوش ہُوا کوئی، مری چاک گریبانی سے

مسکراتا ہی رہا حرفِ تمنّا سُن کر
ٹال دی اُس نے مری بات، کس آسانی سے

شیخ جی ! بادۂ سرجوش کی یہ تعریفیں
بات جب ہے کہ وضو بھی ہو اِسی پانی سے

اُن کا آنا ہی نظر آتا ہے دشوار مجھے
موت کا کیا ہے، وہ آجائے گی آسانی سے

اُس کا بندہ ہُوں کہ ہے دائم و باقی جو سدا
لاکھ فانی ہُوں، تعلّق تو ہے لافانی سے

ہم نے مانا کہ ہے دُشوار تمہارا مِلنا
ہاتھ آتے نہیں ہم لوگ بھی آسانی سے

تاجدارانِ جہاں، جُھک کے مِلا کرتے ہیں
یہ شرف ہم کو مِلا ہے تری دربانی سے

علم، جاں سوزی و جاں کاہی و جاں کاوی ہے
ہاتھ آتی ہے جہالت ہی، تن آسانی سے

حُبِّ دیں، عشقِ نبی، خوفِ خدا، جس میں نہ ہو
ہم تو باز آئے نصیرؔ ایسی مُسلمانی سے

ہمارے نام خط آیا تو ہوتا ہمیں یُوں اُس نے بہلایا تو ہوتا
کبھی یہ تذکرہ آیا تو ہوتا جو دل لینا تھا ' فرمایا تو ہوتا
کچھ آدابِ وفا بھی آ ہی جاتے کسی پر دل ترا آیا تو ہوتا
مرا صبر و تحمّل دیکھنے کو کبھی مجھ پر ستم ڈھایا تو ہوتا
سر آنکھوں پر تجھے قاصد بٹھاتے کوئی اچھّی خبر لایا تو ہوتا
ٹھہرتے ہم کہاں دشتِ بلا میں کہیں بھی نام کو سایا تو ہوتا
ثنا خواں غیر ہے کاکُل کا تیری اِسے پھانسی پہ لٹکایا تو ہوتا
یقیناً مہرباں ہوتے وہ ہم پر کسی نے اُن کو سمجھایا تو ہوتا
نصیؔر اُس انجمن میں ہم بھی جاتے
کسی نے ہم کو بُلوایا تو ہوتا

❁

جب اچانک مجھے یاد آپ کی آجاتی ہے دل کی دنیا میں عجب حشر اُٹھا جاتی ہے
جب وہ خوشبوئے بدن لاتی ہے بادِ سحری میری اُمّید کے غنچوں کو کھِلا جاتی ہے
تھرتھرا اُٹھتے ہیں سُن سُن کے شبِ غم' تارے آسماں تک مرے نالوں کی صدا جاتی ہے
لمحہ بھر کو جو ذرا چین سے سو جاتا ہُوں آپ کی یاد مجھے آ کے ستا جاتی ہے
فصلِ گُل ہوتی ہے دو روز کی مہمان' مگر آ کے گلشن میں نئی دھوم مچا جاتی ہے
اب نہیں کوئی ضرورت کسی قاصد کی نصیؔر
لے کے پیغام مرا آہِ رسا جاتی ہے

❁

غیر کو دیکھ کے غیرت سے پگھل جاؤں گا
صورتِ شمع تری بزم میں جل جاؤں گا

وہ بلاتے ہی رہیں مَیں تو مچل جاؤں گا
اُن کی محفل میں نہ آج اور نہ کل جاؤں گا

اِتنا بھولا نہیں، باتوں سے بہل جاؤں گا
وہ سمجھتے ہیں کہ ٹالیں گے تو ٹل جاؤں گا

آسرا مجھ سے یہ کہتا ہے کہ پھُوٹے گی سحر
غم کا کہنا ہے اندھیرے میں نِگل جاؤں گا

آپ کیوں اتنے پریشاں ہیں جنابِ ناصح
ٹھوکریں کھا کے زمانے کی سنبھل جاؤں گا

گلشنِ دہر کا اِک برگِ خزاں دیدہ ہُوں
خاک ہو جاؤں گا، سَڑ جاؤں گا، گَل جاؤں گا

آپ پھرتے ہیں اگر قول سے بیشک پھر جائیں
مَیں تو ایسا نہیں جو بات بدل جاؤں گا

ہے ارادہ تو مرا کوچۂ جاناں کا نصیؔر
دل نہ مانا، تو کہیں اور نکل جاؤں گا

❁

بہ صد خلوص، بہ صد افتخار گزری ہے
وہ زندگی، جو سرِ کُوئے یار گزری ہے

گلوں کا رنگ لیے شکلِ یار گزری ہے
مری نظر سے مکمّل بہار گزری ہے

غم والم کے، اذیّت کے، کرب زاروں میں
تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار گزری ہے

نَفَس نَفَس میں چُبھن تھی، قدم قدم پہ خلش
تمام عُمر سرِ نوکِ خار گزری ہے

قفس میں حال نہ پوچھا صبا نے آ کے کبھی
مرے قریب سے بیگانہ وار گزری ہے

سُکونِ دل نہ میسّر ہُوا زمانے میں
ہماری زیست بڑی بے قرار گزری ہے

وہ ایک بار جدھر سے گزر گئے ہیں نصیؔر!
ہزار بار اُدھر سے بہار گزری ہے

❁

آپ اِس طرح تو ہوش اُڑایا نہ کیجیے
یُوں بن سنور کے سامنے آیا نہ کیجیے

یا سَر پہ آدمی کو بٹھایا نہ کیجیے
یا پھر نظر سے اُس کو گرایا نہ کیجیے

یُوں مَدھ بھری نگاہ اُٹھایا نہ کیجیے
پینا حرام ہے تو پلایا نہ کیجیے

کہیئے تو آپ محو ہیں کس کے خیال میں
ہم سے تو دل کی بات چُھپایا نہ کیجیے

تیغِ ستم سے کام جو لینا تھا ' لے چکے
اہلِ وفا کا یُوں تو صَفایا نہ کیجیے

ہم آپ کے ' گھر آپ کا ' آئیں ہزار بار
لیکن کسی کی بات میں آیا نہ کیجیے

اُٹھ جائیں گے ہم آپ کی محفل سے آپ ہی
دُشمن کے رُوبرو تو بٹھایا نہ کیجیے

دل دُور ہوں تو ہاتھ مِلانے سے فائدہ؟
رسماً کسی سے ہاتھ ملایا نہ کیجیے

محروم ہوں لطافتِ فطرت سے جو نصیؔر
اُن بے حِسوں کو شعر سُنایا نہ کیجیے

مہرباں تھا جو روز و شب ، کوئی
اُس کو لے آئے کاش اب کوئی

چشمِ ساقی میں التفات نہیں
اب کہاں جائے تشنہ لب کوئی

ہوتی آئی ہے یہ زمانے میں
کام آیا کسی کے کب کوئی

تذکرہ اہلِ دل کا چل نکلا
چھیڑتا میری بات اب کوئی

یُوں ہیں خاموش عرضِ حال پہ وہ
سی کے بیٹھا ہو جیسے لب کوئی

اُن سے مِل ! بات کر ! نگاہ مِلا
دل لُٹانے کا ہو سبب کوئی

ہم سے وہ چل چکے بہت چالیں
چال ہم بھی چلیں گے اب کوئی

آپ کو جب کسی کی چاہ نہیں
کیوں کرے آپ کی طلب کوئی

میکدہ ہے ، شراب پی ، زاہد !
سیکھ لے زندگی کا ڈھب کوئی

اُن پہ کہنے کو لوگ مرتے ہیں
جان دیتا ہے اپنی کب کوئی

بے وفا بھی رہے ، خفا بھی رہے
آپ بھی ہیں بڑے عجب کوئی

آپ آتے ، کوئی پیام آتا
یُوں بسر ہوتی اپنی شب کوئی

جاں بلب ہے نصیرِؔ سوختہ جاں
کاش لے آئے اُن کو اب کوئی

اپنوں کے ستم ' اُن کی جفا یاد کریں گے
ہم جرمِ محبّت کی سزا یاد کریں گے

تُو آ گئی ' آنا تھا جنھیں وہ نہیں آئے
ہم بھی تجھے کیا کیا نہ صبا یاد کریں گے

مَیں نے دمِ رُخصت جو کہا " بُھول نہ جانا"
یہ سُن کے رُکے' اور کہا " یاد کریں گے"

اب حرفِ تسلّی کا تکلّف نہ کریں وہ
جو دل سے بُھلا بیٹھے' وہ کیا یاد کریں گے

ہم بُھول کے اب نام بھی لیں گے نہ وفا کا
وہ چوٹ لگی ہے کہ سدا یاد کریں گے

ہم چشمِ تصوّر میں سجا لیں گے وہ آنکھیں
یوں پینے پلانے کا مزا یاد کریں گے

یاروں پہ نصیؔر آپ دل و جاں سے فدا تھے
وہ پِھر گئے سب' آپ بھی کیا یاد کریں گے

سینکڑوں بے قرار پھرتے ہیں
طالبِ وصلِ یار پھرتے ہیں

اُن کے مشتاق ' اُن کے دیوانے
ہر طرف بے شمار پھرتے ہیں

دُھوم بھی ہے ' دُہائی بھی اُن کی
کر کے سولہ سنگھار پھرتے ہیں

پُھول کیا سر اُٹھا کے بات کریں
باغ میں گُل عِذار پھرتے ہیں

نام سُن کر مرا وہ کہنے لگے
ایسے ویسے ہزار پھرتے ہیں

مجھ کو ہو خاک اعتبار اُن پر
قول سے بار بار پھرتے ہیں

چاند سورج ہیں اُن کے وارفتہ
رات دن ' بے قرار پھرتے ہیں

اُن کے کُوچے میں ایک آدھ نہیں
پاسباں ' تین چار ' پھرتے ہیں

جلوۂ یار کی تمنّا میں
لوگ دیوانہ وار پھرتے ہیں

اُن کی محفل سے لُوٹنے والے
لُوٹ کر ہر بہار پھرتے ہیں

یہ ہے توہینِ میکدہ ' ساقی !
تشنہ لب ' میگسار پھرتے ہیں

اے نصیؔر اُن کی چاہ میں لاکھوں
کھو کے صبر و قرار پھرتے ہیں

یوں وہ محفل میں بصد شان بنے بیٹھے ہیں
میرا دل اور مری جان بنے بیٹھے ہیں

اُن کی صورت نکھر آئی پسِ زینت کیا کیا
دیدۂ خَلق کا ارمان بنے بیٹھے ہیں

جن کو آداب تک آتے نہیں دربانی کے
آج اُس در پہ وہ دربان بنے بیٹھے ہیں

مجھ کو دیکھا تو غضب ناک ہوئے' ٹوٹ پڑے
کیا خبر تھی کہ وہ طوفان بنے بیٹھے ہیں

جو ہیں سلطان' وہ پھرتے ہیں گداؤں کی طرح
جو گداگر ہیں' وہ سلطان بنے بیٹھے ہیں

محفلِ ناز میں بلوا بھی لیا ہے مجھ کو
اور پھر مجھ سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں

اہلِ دل پر نہ وہ غصّہ ہے' نہ وہ قہر و ستم
خیر سے آج وہ انسان بنے بیٹھے ہیں

دیکھتے ہی نہیں قصدًا وہ ہماری جانب
جان کر ہم سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں

اے نصیؔر اُن کو سرِ بزم ذرا دیکھو تو
اِک تماشا کا وہ عنوان بنے بیٹھے ہیں

ہم اپنی طرف اُن کی نظر دیکھ رہے ہیں
حیرت ہے کہ وہ آج اِدھر دیکھ رہے ہیں

محفل میں نہیں اور کوئی شغل ہمارا
ہم آپ کے اندازِ نظر دیکھ رہے ہیں

نیرنگیِ عالم کا یہ عالم' ارے توبہ
کیا کہیے' جو ہم شام و سحر دیکھ رہے ہیں

ہم کو نظر آتا نہیں کچھ اور کہیں بھی
جلوے ترے تا حدِّ نظر دیکھ رہے ہیں

بیٹھا ہُوا چُپ چاپ یہ مَیں دیکھ رہا ہُوں
دُزدیدہ نظر سے وہ اِدھر دیکھ رہے ہیں

وہ لوگ ! اپنے گریباں میں بھی جھانکیں
جو لوگ مِرے عیب و ہُنر دیکھ رہے ہیں

ٹھان لی مَیں نے بھی ساقی! یہیں مر جانے کی
کتنی دلکش ہیں فضائیں ترے میخانے کی

واہ کیا خوب نشانی ہے یہ میخانے کی
دل میں تصویر کھنچی رہتی ہے پیمانے کی

صَرفِ غم، خاک بسر، چاک گریباں، مضطر
قابلِ رحم ہے صورت ترے دیوانے کی

چاند بدلی میں جو دیکھا تو مجھے یاد آیا
اِس میں بھی ایک جھلک ہے ترے شرمانے کی

یاد آتی ہیں کسی کی وہ نشیلی آنکھیں
دیکھ کر شکل چھلکتے ہوئے پیمانے کی

نزع کے وقت مبادا کوئی الزام آ جائے
اِس گھڑی آپ نہ تکلیف کریں آنے کی

تُو سلامت رہے، گلشن کی بہاریں دیکھے
یہ دُعا ہے دمِ آخر ترے دیوانے کی

رندِ بد مست کی توبہ بھی کوئی توبہ ہے
ٹُوٹ جائے گی چھلک دیکھ کے پیمانے کی

مَیں وہ ذرّہ ہُوں، جو ہے مہرِ علی سے روشن
کس قدر مجھ پہ عنایت مرے مولا نے ''کی''

آگ کا رزق ہے وہ سوختہ قسمت بھی نصیؔر!
شمع تصویر ہے جلتے ہوئے پروانے کی

❁

مرگِ اہلِ وفا کی بات نہ چھیڑ
اُس گلی کی ہَوا کی بات نہ چھیڑ

خُونِ جذبات کے حوالے سے
اُن کے رنگِ حنا کی بات نہ چھیڑ

یاد رکھ اُن کی بزم کے آداب
بھُول کر مدّعا کی بات نہ چھیڑ

منّتِ غیر سے تو موت بھلی
ڈُوب جا، ناخدا کی بات نہ چھیڑ

رہروِ عشق! راہ لگ اپنی
راہزن، رہنما کی بات نہ چھیڑ

خُود پسندی شعار ہے اُن کا
تُو بُتوں سے خُدا کی بات نہ چھیڑ

منزلِ شوق ہے نصیؔر کٹھن
راہِ صبر آزما کی بات نہ چھیڑ

❁

نالۂ دل سوز سے یا آہِ دامن گیر سے
راہ پر لے آئے ہم اُن کو کسی تدبیر سے

مسکرا کر دیکھتے ہو کس لیے تم بار بار
چھیڑتے ہو کیوں مرے دل کو نظر کے تیر سے

مَیں یہ سمجھوں دولتِ کونین حاصل ہوگئی
اُن کا دامن ہاتھ آجائے اگر تقدیر سے

ختم پابندی ہوئی جب قیدِ بے میعاد کی
خود بخود گرنے لگیں کڑیاں مری زنجیر سے

اک ذرا اہلِ بصیرت یہ مُعَمّا حل کریں
ہم سے ہے گردش، کہ ہم ہیں گردشِ تقدیر سے

آپ نے چھیڑا تو جاگ اُٹھا ہمارا ذوقِ دل
عشق نے انگڑائیاں لیں حُسن کی تاثیر سے

مَیں ہُوں دیوانہ، مگر آزاد اِن جھگڑوں سے ہُوں
کون اُلجھے بیڑیوں سے، طوق سے، زنجیر سے

اے نصیؔر اب اِس سے بڑھ کر اور کیا درکار ہو
میرے دل کو ہے تعلّق حُسنِ عالمگیر سے

محبّت بیج غم کے بو رہی ہے
دگر گوں دل کی حالت ہو رہی ہے

تباہی دل کی مجھ سے پوچھتے ہو؟
ابھی تک خاک سی اُڑ تو رہی ہے

کسے معلوم پھُولوں کا مقدّر
سَحَر خنداں ہے، شبنم رو رہی ہے

نہ چھیڑ اے زخمۂ غم! سازِ دل کو
تمنّاؤں کی دُنیا سو رہی ہے

وہ جب ہاریں گے، جب ہاریں گے بازی
ابھی تو مات مجھ کو ہو رہی ہے

تصوّر میں کسی کے عمر گزری
کسی کی آرزو دل کو رہی ہے

محبّت میں نصیؔر اُلجھن پہ اُلجھن
کبھی اُن کو، کبھی ہم کو "رہی ہے"

محفل سے اُن کی سینکڑوں پی کر نکل گئے
مجھ سے ملی جو آنکھ، تو تیور بدل گئے
وہ ایسی قاتلانہ اداؤں میں ڈھل گئے
زخمی کیا جو دل تو کلیجہ مسل گئے
کچھ اِس طرح وہ ہم سے بھی تیور بدل گئے
ارمان و آرزو کے جنازے نکل گئے
قسمت پھری، تو پھر گئے احباب اِس طرح
دیکھا مجھے، تو دُور سے رستہ بدل گئے
کیا شمعِ انجمن پہ جلانے کا اتّہام
جلنا ہی تھا نصیب میں، پروانے جل گئے
دل ہم سے لے کے اُن کی نگاہیں بدل گئیں
دھوکا دیا، فریب کیا، چال چل گئے
تھکنے لگے جو پاؤں تو یُوں راہ طے ہوئی
اُس انجمن میں اہلِ وفا سر کے بل گئے
اُس آستانِ ناز کا جب تذکرہ ہُوا
میری جبینِ شوق میں سجدے مچل گئے
اُن کا جمال دیکھ کے، دیکھا جو اے نصیؔر!
قلب و نگاہ حُسن کے سانچے میں ڈھل گئے

❁

تُو ہی سچّا نظر نہیں آتا
ورنہ کیا کیا نظر نہیں آتا

جو ہے جیسا ، نظر نہیں آتا
اصل چہرہ نظر نہیں آتا

طور بھی ہے ، وہی تجلّی بھی
کوئی موسیٰ نظر نہیں آتا

قطرہ جس وقت محوِ دریا ہو
اُس کو دریا نظر نہیں آتا

کوئی کیا آئے گا نظر تجھ سا
کوئی مجھ سا نظر نہیں آتا

غالبًا وہ ابھی نہیں گزرے
حشر برپا نظر نہیں آتا

مہرباں مجھ پہ آپ بھی ہوں گے
مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا

رہنماؤں کے شہر جس میں ہُوں
کوئی رَستا نظر نہیں آتا

پسِ پردا کی بات کرتے ہیں
سر پردا نظر نہیں آتا

خود بُرا ہو جو فطرتًا تو اُسے
کوئی اچھا نظر نہیں آتا

آپ اک انجمن ہو جس کا وجود
وہ اکیلا نظر نہیں آتا

کس کو بھیجوں نصیرؔ اُن کی طرف
کوئی جاتا نظر نہیں آتا

اب جُنوں میں مری ایسی کوئی تصویر بھی ہو
ہتھکڑی ہاتھ میں ہو، پاؤں میں زنجیر بھی ہو

مَیں نے دیکھا ہے اُنھیں اپنی طرف بڑھتے ہوئے
کاش، جو خواب ہے، اُس کی وہی تعبیر بھی ہو

صرف تقدیر پہ انسان بھروسہ نہ کرے
حُسنِ نیّت بھی ہو، کوشش بھی ہو، تدبیر بھی ہو

جو کہا تم نے وہ تقدیر کا لکّھا نکلا
مَیں تو کہتا ہوں کہ تم واقفِ تقدیر بھی ہو

مجھ سے وہ کہتے ہیں اب تجھ کو نہ بیٹھے دیکھوں
دُور ہو دَر سے مِرے، بھاگ بھی جا، تیر بھی ہو

یہ جو صورت ہو، تو کچھ فرق کی باتیں نکلیں
سامنے آپ بھی ہوں، آپ کی تصویر بھی ہو

جب کہیں جا کے کوئی تاج محل بنتا ہے
شوقِ تعمیر بھی ہو، قدرتِ تعمیر بھی ہو

آنے جانے کی ہمیں ضد ہے نہ انکار، مگر
اُن کی محفل میں کسی کی کوئی توقیر بھی ہو

آپ کیا صرف کماں کھینچ کے اِتراتے ہیں
لُطف تو جب ہے کہ چلّے میں کوئی تیر بھی ہو

ایسی صورت میں نہیں ترکِ تعلّق ممکن
تم مِری رُوح بھی ہو، تم مِری تقدیر بھی ہو

ہم سزاوارِ جفا عشق میں ہر دم ہیں نصیرؔ!
یہ ضروری تو نہیں ہے، کوئی تقصیر بھی ہو

فلک نشان بنے ، عرش گیر کہلائے
وہ ایک آہ ، جو دل کی سفیر کہلائے

وہ خوش نصیب ، جو اُن کے فقیر کہلائے
جہاں میں صاحبِ تاج و سریر کہلائے

وہ سر بلند ہُوئے ، جو جُھکے ترے دَر پر
اُنہیں وقار مِلا ، جو حقیر کہلائے

سمٹ گئے جو تری زلف کی سیاہی میں
وہ تیرہ بخت ہی روشن ضمیر کہلائے

وہ اِک نظر ، جو دلوں کا سکون بن نہ سکی
کمال ہے کہ وہی بے نظیر کہلائے

دبی زباں سے بھی شکوہ کریں تو ہم گستاخ
وہ لاکھ ظلم کرے ، اک شریر کہلائے

وہی رہے ہیں رُسوم و قیود سے آزاد
جو تیری زُلفِ رسا کے اسیر کہلائے

وہ اک نگاہ ، حیا سے اگر جُھکے تو کماں
جفا کے زَعم میں اُٹھے تو تیر کہلائے

خدا کا شکر ، زمانے کی قدر دانی ہے
جوان بھی نہ ہُوئے تھے کہ پیر کہلائے

ہم اُن کے نُور کی ادنیٰ سی اک تجلّی ہیں
جو علم و فقر کے مہرِ منیر کہلائے

وہ مُردہ دل ہیں ، جنہیں عشق میں ہے جان عزیز
جو اپنی جان پہ کھیلے ، نصیؔر کہلائے

❁

یہ مقدّر کا لکھا ہے، اب یہ کٹ سکتا نہیں
راہ سے اُن کی، ہمارا پاؤں ہٹ سکتا نہیں

دیکھ کر رنگِ چمن آنسو بہانے چاہئیں
کیا ہمارا خُونِ دل پھولوں میں بٹ سکتا نہیں

کیسی کیسی محفلیں تھیں، کیسے کیسے لوگ تھے
وہ سُنہرا دَورِ ماضی کیا پلٹ سکتا نہیں؟

دم قدم کے ساتھ رہتی ہے زمانے کی ہَوا
اُن کے قدموں سے کوئی ذرّہ لپٹ سکتا نہیں

وہ جفا جُو، مَیں وفا پیشہ، محبّت نامراد
اُن کے میرے درمیاں سودا یہ پَٹ سکتا نہیں

آئنے میں بے حجابانہ سما جاتا ہے تُو
بے تکلّف میری بانہوں میں سِمَٹ سکتا نہیں؟

دوست ہوگا، رَٹ لگی ہے جس کو تیرے نام کی
کوئی دُشمن یُوں کسی کا نام رَٹ سکتا نہیں

چارہ گر! تجھ کو یہ خبطِ چارہ سازی ہے عبث
بڑھ تو سکتا ہے یہ دل کا دَرد، گھٹ سکتا نہیں

دل کے ذرّے منتشر ہو کر ملے ہیں خاک میں
جو بکھر جائے، وہ شیرازہ سِمَٹ سکتا نہیں

حاسدانِ تیرہ باطن سے کوئی کہہ دے نصیؔر
علم کا رُتبہ بڑھا کرتا ہے، گھٹ سکتا نہیں

اِسے اب راہ پر لانا پڑے گا
دلِ ناداں کو سمجھانا پڑے گا

ہمارے گھر اُنہیں آنا پڑے گا
یہ وعدہ اُن کو فرمانا پڑے گا

قریبِ کعبہ بُت خانہ پڑے گا
ہمیں رَستے میں رُک جانا پڑے گا

وفا کے معرکے یُوں سر نہ ہوں گے
پہاڑوں سے بھی ٹکرانا پڑے گا

اُٹھا لے نقدِ ایماں دے کے زاہد!
بہت ارزاں یہ پیمانہ پڑے گا

وہ آئیں یا نہ آئیں شامِ وعدہ
دلِ مُضطر کو بہلانا پڑے گا

مرا مَنشا ابھی سمجھے نہیں وہ
ابھی کچھ دیر سمجھانا پڑے گا

وفا میں تلخیاں ہیں حضرتِ دل!
مگر یہ زہر تو کھانا پڑے گا

مَرے تھے اُن پہ جینے کے لئے ہم
خبر کیا تھی کہ مر جانا پڑے گا

نصیؔر اُس نے بُلا بھیجا ہے تم کو
وہاں تک اب تمہیں جانا پڑے گا

چھوٹ کر ہاتھ سے گرنا مرے پیمانے کا
بادہ نوشوں میں ہے اک حادثہ میخانے کا

مِل گیا سوز مرے قلب کو پروانے کا
لطف اب آئے گا اُس شمع پہ جل جانے کا

لوگ آغاز کریں تو ، ترے افسانے کا
کون کہتا ہے مجھے ہوش نہیں آنے کا

آپ کا نام لیا اور جھکا لی گردن
مشغلہ اب ہے یہی آپ کے دیوانے کا

کیا لگائے کوئی قیمت مرے ٹوٹے دل کی
کوئی پُرساں نہیں چٹخے ہوئے پیمانے کا

بے پیے عالمِ مستی میں رہا کرتا ہوں
میری ہستی بھی عجب راز ہے میخانے کا

بُجھ گئی ، نُور سے بے نُور ہوئی محفل میں
صبح دم شمع نے ماتم کیا پروانے کا

آج ساقی نے پلا دی ہے کچھ ایسی مجھ کو
ہر طرف عکس نظر آتا ہے میخانے کا

اُس نے دیکھا مجھے ، پھر دیکھ کے تیور بدلے
یہ نیا ڈھنگ نکالا مرے تڑپانے کا

یاد رکھ اے دلِ پُر شوق! یہ اک بات مری
دامن اُن کا جو چھُٹا ، پھر نہیں ہاتھ آنے کا

کوئی مونس نہیں ، ساتھی نہیں ، غمخوار نہیں
سخت دشمن ہے زمانہ ترے دیوانے کا

ہم بھی دیکھیں گے نصؔیر آپ کی توبہ ہے کہاں
چل گیا وار جو چلتے ہوئے پیمانے کا

چین سے جینے کی کچھ تدبیر کرنی ہی پڑی
اُن سے وابستہ مجھے تقدیر کرنی ہی پڑی

تیری رحمت کی مجھے تشہیر کرنی ہی پڑی
بندگی میں زحمتِ تقصیر کرنی ہی پڑی

دے کے دل اب اور کیا باقی تھا تحفے کے لیے
اُن پہ قرباں جان کی جاگیر کرنی ہی پڑی

بادہ نوشی میں بھی لازم تھا حَرم کا احترام
مَے کدے میں شیخ کی توقیر کرنی ہی پڑی

عشق کیا ہے؟ عاشقی کیا ہے؟ وفا کیا چیز ہے؟
ہم کو ہر اجمال کی تفسیر کرنی ہی پڑی

جان دینے کے لیے بیتاب تھا بیمارِ غم
آپ کی خاطر مگر تاخیر کرنی ہی پڑی

تجھ کو دعوٰی تھا کوئی مدِّ مقابل ہی نہیں
سامنے تیرے، تری تصویر کرنی ہی پڑی

میرے اشکوں کی روانی تھی بڑی ہنگامہ خیز
نُوح کے طُوفان سے تعبیر کرنی ہی پڑی

سرگزشتِ غم میں خونِ دل کی رنگت دیکھ لی؟
تم نہ سُنتے تھے، مجھے تحریر کرنی ہی پڑی

بڑھ گیا جب دردِ دل حرفِ تسلّی سے نصیؔر
چارہ گر کو دوسری تدبیر کرنی ہی پڑی

جُنوں ہے ' رنج سامانی بہت ہے
محبّت میں پریشانی بہت ہے

ستم کی مجھ پہ ارزانی بہت ہے
مری قدر اُس نے پہچانی بہت ہے

مری عرضِ طلب پر ہیں وہ چُپ چُپ
یقیں کم ' اور حیرانی بہت ہے

کبھی وہ خیر سے آئیں مرے گھر
گھڑی بھر کی بھی مہمانی بہت ہے

جو تم بچھڑے ' اُمڈ آئیں گی آنکھیں
طبیعت میری طُوفانی بہت ہے

نہ جانے بات کیا ہے اُن میں ایسی
خدائی اُن کی دیوانی بہت ہے

خُدا ' واعظ پہ ڈالے کوئی مشکل
اِسے ذوقِ تن آسانی بہت ہے

مجھے دیکھا ' تو برجستہ وہ بولے
یہ صورت جانی پہچانی بہت ہے

کہا اُس نے مرے اشعار سُن کر
نصیّر ترے شعروں میں جولانی بہت ہے

بہت دُشوار ہے اُن تک پہنچنا
نصیّر اُن کی نگہبانی بہت ہے

زندگی مطمئن ہے ہماری ، خلفشاروں سے اللہ بچائے
جن دیاروں میں عنقا سکوں ہو، اُن دیاروں سے اللہ بچائے

دوست کم اور دشمن زیادہ ، گلعذاروں سے اللہ بچائے
ویسے پُرکار، ظاہر میں سادہ، ایسے پیاروں سے اللہ بچائے

مَیں چلا تو ہُوں اُس انجمن میں، فتنہ کاروں سے اللہ بچائے
روکتے ٹوکتے ہیں یہ سب کو، پہرہ داروں سے اللہ بچائے

کیا کہا جاسکے اُس نظر کو ، اور پھر اُس نظر کے اثر کو
نفع سمجھیں جو دل کے ضرر کو، اُن اشاروں سے اللہ بچائے

ہم فقیروں کو اُن کی طلب کیا ، ملنے جُلنے کا آخر سبب کیا
لُطف کیا، اُن کا غیظ و غضب کیا، شہریاروں سے اللہ بچائے

ہر صدا میں نہاں تیر و نشتر ، ہر ادا ایک پوشیدہ خنجر
وار چُھپ چُھپ کے کرتے ہیں اکثر، پردہ داروں سے اللہ بچائے

وقت پر کام آتے نہیں ہیں، اپنے وعدے نبھاتے نہیں ہیں
خودنُما ، خودنگر، خودغرض ہیں، مجھ کو یاروں سے اللہ بچائے

ایک دھوکا ہے اِن کا سہارا ، دُور سے کیجیے بس نظارہ
ظلمتِ ہجر میں یہ بلا ہیں، چاند تاروں سے اللہ بچائے

فتنہ جُو، فتنہ گر، فتنہ ساماں ، دشمنِ جان و بدخواہِ ایماں
رَندوتے جارہے ہیں یہ میداں، شہسواروں سے اللہ بچائے

مُطمئن ہے نصیؔر اپنی ہستی ، ہرقدم پر سفر کی ہے مستی
دشت کیا راستہ اُس کا روکے، جس کو خاروں سے اللہ بچائے

دلِ حزیں کو تری یاد سے بچا نہ سکے
ہزار بار بُھلایا ' مگر بُھلا نہ سکے
بُجھے بُجھے سے رہے دل میں' جگمگا نہ سکے
یہ داغہائے تمنّا ' فروغ پا نہ سکے
زبانِ اشک سے حالِ دل اُن کو کہنا تھا
ہم اُن کے سامنے آنسو مگر بہا نہ سکے
نکل سکی نہ ملاقات کی کوئی صورت
ہمیں بلا نہ سکے اور خود وہ آ نہ سکے
تمام عمر پُھنکے ہیں ہمارے قلب و جگر
تمھیں نے آگ لگائی، تمھیں بُجھا نہ سکے
چُھری کو ہاتھ میں لے کر ہزار بار اُٹھے
نصؔیر! دل کے وہ ٹکڑے مگر اُڑا نہ سکے

❁

ہمارا اور کوئی غم گسار بھی تو نہیں
تری قسم کا مگر اعتبار بھی تو نہیں
جفا پسند نہیں ' ناگوار بھی تو نہیں
ستم تو یہ ہے کہ تو شرمسار بھی تو نہیں
تری نگاہ کو آخر کہاں تلاش کروں
رُکی نہ دل میں' مگر آر پار بھی تو نہیں
کسی غریب پہ آنسو بہائے کون یہاں
یہ بے کسی ہے کہ شمعِ مزار بھی تو نہیں
ہزار بار پکارا اُسے محبّت میں
جواب اُس نے دیا ایک بار بھی تو نہیں
وہ آئے ہیں' نہ تبسّم بلب' نہ زلف بدوش
خزاں اگر یہ نہیں ہے' بہار بھی تو نہیں
نہیں ہے ہجر میں تسکین کی کوئی صورت
قرار ڈھونڈ رہا ہُوں' قرار بھی تو نہیں
تلاش پھر ہے مری' آج کیوں زمانے کو
نشانِ قبر کہاں' اب غبار بھی تو نہیں
جدا ہُوا ' تو دل و جاں میں حشر برپا ہے
وہ ایک شخص' جسے مجھ سے پیار بھی تو نہیں
کہاں پہ جا کے کریں کُنجِ عافیت کی تلاش
نصؔیر! جائے سکوں کُوئے یار بھی تو نہیں

❁

کیا اوج پائیں اور ترے آستاں سے ہم
آگے نکل گئے ہیں حدِ آسماں سے ہم

جو درخورِ نگاہِ عنایت بنا سکے
حرفِ طلب میں حُسن وہ لائیں کہاں سے ہم

کیا غم اگر وہ جانِ وفا سرد مہر ہے
سوزِ دُروں میں کم نہیں برقِ تپاں سے ہم

مِل جائے ایک جام شرابِ جمال کا
کچھ اور چاہتے نہیں پیرِ مُغاں سے ہم

دُھونی رَمائے ایک زمانہ گزر گیا
جائیں کہاں اب اُٹھ کے ترے آستاں سے ہم

وہ آفتابِ حُسن ہو یوں دل پہ جلوہ ریز
اُٹھ جائیں مثلِ پردۂ شب' درمیاں سے ہم

بخشے نصیؔر دل کو وہ قاتل ہزار زخم
ڈرتے نہیں جراحتِ تیغ و سناں سے ہم

پھر وہ جانے کے بعد یاد آیا
ہوش آنے کے بعد یاد آیا

دل لگی ' دردِ دل سے کم تو نہیں
دل لگانے کے بعد یاد آیا

اک قیامت تھا اُن کا بھولا پن
آزمانے کے بعد یاد آیا

قُرب نے غم بُھلا دیا تھا مجھے
اُن کے جانے کے بعد یاد آیا

جیت جانے میں کبر کا ڈر تھا
مات کھانے کے بعد یاد آیا

نہ سُنانا تھا حالِ دل اُن کو
کچھ سُنانے کے بعد یاد آیا

شیخ صاحب کا احترام ہمیں
مَے پلانے کے بعد یاد آیا

شکر صد شکر ، پھر نصیؔر اُنہیں
بھول جانے کے بعد یاد آیا

جسے پہلو میں رہ کر درد حاصل ہو نہیں سکتا
اُسے دل کون کہہ سکتا ہے، وہ دل ہو نہیں سکتا

وہ بندہ، جس کو عرفاں اپنا حاصل ہو نہیں سکتا
کبھی خاصانِ حق کی صف میں شامل ہو نہیں سکتا

زمین و آسماں کا فرق ہے دونوں کی فطرت میں
کوئی ذرّہ چمک کر ماہِ کامل ہو نہیں سکتا

محبّت میں تو بس دیوانگی ہی کام آتی ہے
یہاں جو عقل دوڑائے، وہ عاقل ہو نہیں سکتا

پہنچتے ہیں پہنچنے والے اُس کوچے میں مر مر کر
کوئی جنّت میں قبل از مرگ داخل ہو نہیں سکتا

نہیں جب اذنِ سجدہ ہی تو یہ تسلیم کیوں کر ہو
مرا سر تیرے سنگِ در کے قابل ہو نہیں سکتا

مرا دل اور تم کو بھول جائے، غیر ممکن ہے
تمہاری یاد سے دم بھر بھی غافل ہو نہیں سکتا

مرا ایمان ہے اُن پر، مجھے اُن سے محبّت ہے
مرا جذبہ، مرا ایمان، باطل ہو نہیں سکتا

نزاکت کے سبب خنجر اُٹھانا بار ہو جس کو
وہ قاتل بن نہیں سکتا، وہ قاتل ہو نہیں سکتا

اُڑائے دُھول کوئی چاند پر، کب دُھول پڑتی ہے
کسی کے کہنے سے ذی علم، جاہل ہو نہیں سکتا

مرے داغِ تمنّا کا ذرا سا عکس ہے شاید
کسی کے عارضِ دلکش پہ یہ تِل ہو نہیں سکتا

نہ ہو وارفتہ جو اُس جانِ خوبی پر دل و جاں سے
وہ عاشق بن نہیں سکتا، وہ بسمل ہو نہیں سکتا

ہمیں منظور مر جانا، اگر اُن کا اشارا ہو
یہ کام آسان ہو سکتا ہے، مشکل ہو نہیں سکتا

جو رونق آج ہے، وہ آج ہے، کل ہو نہیں سکتی
ہمارے بعد پھر یہ رنگِ محفل ہو نہیں سکتا

مراحل کچھ بھی ہوں ہر دم سفر سے کام ہے اِس کو
مسافر بے نیازِ راہ و منزل ہو نہیں سکتا

نصیؔر! اب کھیلنا ہے بحرِ غم کے تیز دھارے سے
سفینہ زیست کا ممنونِ ساحل ہو نہیں سکتا

❁

شبیہِ گُل ہوئی اِس خارزار کی صورت
وہ آئے گھر میں ہمارے بہار کی صورت

سَماں ہے قہر کا ' یا ہے یہ پیار کی صورت
کھٹک رہی ہے تری یاد ' خار کی صورت

جنوں ' ملال ' ستم ' انتظار کی صورت
نظر میں اب ہے اِنہی تین چار کی صورت

خزاں کا رُوپ نظر آئے گا چمن میں تُمھیں
قریب سے کبھی دیکھو بہار کی صورت

دل اپنا گیسُوئے جاناں میں اِس طرح اُلجھا
نکل سکی نہ کوئی بھی فرار کی صورت

یہ کون سوختہ ساماں ہے خاک کا پیوند؟
بُجھی بُجھی سی ہے شمعِ مزار کی صورت

بنے ہوئے ہیں سَپید و سیاہ کے مالک
وہ رُخ بدلتے ہیں لیل و نہار کی صورت

جو ہنس رہے ہیں مرے دل کی بیقراری پر
نصیب اُنہیں بھی نہیں ہے قرار کی صورت

دُھواں دُھواں ہے نظر ' یا اُڑا اُڑا خاکہ
بدل کے رہ گئی تصویرِ یار کی صورت

اُٹھاؤ پردہ ' نگاہوں کے سامنے آؤ
گراں نصیؔر کو ہے انتظار کی صورت

نہ دوستی سے تعلّق ' نہ دشمنی سے غرض
تمہارے بندۂ الفت کو کیا کسی سے غرض

ترے خیال میں کھوئے ہوئے ہیں جو خود کو
نہ موت کی اُنہیں پروا ' نہ زندگی سے غرض

ہے ایک نُورِ مجسّم ہمارے پیشِ نظر
رہی نہ آبی و خاکی ' نہ آتشی سے غرض

جہانِ عشق کے سیّارے اور ہی کچھ ہیں
نہ ماہ و مہر ' نہ مرّیخ و مشتری سے غرض

نصیؔر! وصف ہے مقصود اُس حسین کا مجھے
نہ شعر گوئی کا دعوٰی ' نہ شاعری سے غرض

جن کو بسنا تھا ترے شہر میں' بَستے ہی رہے
دوست تو خوش ہوئے' بدخواہ کلَستے ہی رہے

لوگ اُس کوچے کی مٹّی کو ترستے ہی رہے
اور اک ہم تھے' کہ مَر کھپ کے بھی بَستے ہی رہے

ایک وہ ہیں کہ ہُوئے جن کو سہارے حاصل
ایک ہم ہیں کہ سہارے کو ترستے ہی رہے

زُلف ہو' موجِ تبسّم ہو کہ ہو چینِ جبیں
مجھ کو ہر وقت شکنجوں میں وہ کستے ہی رہے

ہم کو اپنوں سے اذیّت کے سوا کچھ نہ ملا
آستیں میں جو پلے سانپ' وہ ڈستے ہی رہے

قدر و قیمت کا ہماری کسے اندازہ ہُوا
ہم ہیں وہ جنس' جو بازار میں سَستے ہی رہے

آپ وہ برق تھے' چمکے تو کڑاکا نکلا
ہم تھے وہ اَبر' کہ چُپ چاپ برستے ہی رہے

جن کی تقدیر نہ منزل تھی' نہ منزل کا نشاں
ہر قدم پر ہمیں درپیش وہ رَستے ہی رہے

اُن کی محفل میں رہا ہم پہ عجب کیفِ نیاز
وہ گرجتے ہی رہے' اَشک برستے ہی رہے

آتشِ دل سے فراغت نہ مِلی ہم کو نصیؔر
غم کے شعلوں میں شب و روز جھُلستے ہی رہے

❁

ستم کہیے کرم کہیے وفا کہیے جفا کہیے
عجب اُن کی ادائیں ہیں جو کہیے بھی تو کیا کہیے

ہوائے کُوئے جاناں کو نسیمِ جانفزا کہیے
جمالِ رُوئے جاناں کو بہارِ دلکشا کہیے

جو ہے خورشید سا مکھڑا تو ہیں وَاللَّیل سی زلفیں
اُسے شمس الضّحیٰ کہیے اِسے لیلِ سجیٰ کہیے

کلام اپنا مؤثّر ہے بیاں اپنا مؤقّر ہے
خدا کی دین ہے یہ بھی، اِسے فضلِ خدا کہیے

زہے قسمت کہ آ بیٹھے وہ ہم سے بات کرنے کو
نہ کہیے حالِ دردِ دل جو ایسے میں تو کیا کہیے

تمہارے منہ سے جو نکلے ہمیں تسلیم ہے سب کچھ
جزاکَ اللہ عفاکَ اللہ بُرا کہیے بھلا کہیے

حریمِ ناز تک اپنی رسائی ہو نہیں سکتی
اِسے کوتاہیِ تقدیر کی اک انتہا کہیے

پڑے جو کوہ پر تو وہ بھی ہو اپنی جگہ رقصاں
تمہاری چشمِ میگوں کو بلا کی فتنہ زا کہیے

پئے مشقِ خرامِ ناز اِدھر بھی وہ جو آ نکلیں
نظر سے چومیے جلوے، زباں سے مرحبا کہیے

علاجِ جانِ مضطر ہے، دوائے دردِ الفت ہے
تری خاکِ کفِ پا کو اب اِس صورت میں کیا کہیے

سُنیں گے حضرتِ دل! آپ کی باتیں وہ محفل میں
ذرا چلیے، ذرا ملیے، ذرا کُھلیے ذرا کہیے

کسی سے بات کوئی کہنے سُننے کا مزا جب ہے
جو سُنیے برملا سُنیے جو کہیے بَرمَلا کہیے

نہ اب وہ بات کرتے ہیں، نہ اب وہ بات سُنتے ہیں
جو سُنیے بھی تو کیا سُنیے جو کہیے بھی تو کیا کہیے

نصیؔر! اللہ کے در سے جو مانگا مَیں نے پایا ہے
مجھے مسکیں گدا کہیے اُسے حاجت روا کہیے

مضامیں ذہن میں آتے چلے جاتے ہیں برجستہ
نصیؔر! اشعار لاتعداد کہیے برمَلا کہیے

تنہا نہ پی شراب ' ہمیں بھی پلا کے پی
اے پینے والے! ہم سے نگاہیں لڑا کے پی

رحمت کا آسرا ہے تو ہر غم پہ چھا کے پی
بے خوف ہو کے جام اُٹھا ' مسکرا کے پی

میخانہ تیرا ' جام ترا ' رِند بھی ترے
ساقی! مزا تو جب ہے' کہ سب کو پِلا کے پی

ساغر اُٹھا تو ہر غمِ دُنیا کو بھول جا
پینے کا وقت آئے تو کچھ گُنگنا کے پی

شاید نہ کوئی اور جُھکے تیرے سامنے
زاہد! ذرا صُراحی کی گردن جھُکا کے پی

ساغر ہے صرف رندِ تُنک ظرف کے لئے
اے مَے پرست! خُم کبھی مُنہ سے لگا کے پی

پینے میں احتیاط کا پہلو بھی چاہیے
مخلوق کو نہ اپنا تماشا دِکھا کے پی

اے بادہ کش! وہ آج نظر سے پلائیں گے
ساغر کو پھینک' آنکھوں سے آنکھیں مِلا کے پی

آدابِ مَے کشی کے تقاضے سمجھ ' نصیؔر!
ساغر اُٹھا کے اور نگاہیں جَما کے پی

❁

سُہانی ہیں راتیں' تو دن پیارے پیارے
جیے جا رہا ہُوں کِسی کے سہارے

وہ آئے تو دم بھر کو رُک کر سِدھارے
رہے دل کے ارمان دل ہی میں سارے

سُنا ہے' وہ مہمان ہوں گے ہمارے
بس اب کیا ہے اپنے بھی وارے نیارے

وفا و جفا میں برابر ہے بازی
نہ وہ ہم سے جیتے' نہ ہم اُن سے ہارے

دمکتی رہی اُن کے ماتھے پہ افشاں
اُنہیں دیکھتے ہی رہے چاند تارے

ہمیں جانتے ہیں' کہ گزرے ہیں کیونکر
وہ دن تم سے جو دُور رہ کر گزارے

اِدھر تذکرے ہیں' اُدھر تذکرے ہیں
ہمارے تمہارے ' تمہارے ہمارے

نہ چھیڑیں مجھے بڑھ کے دریا کی موجیں
چلا جا رہا ہُوں کنارے کنارے

وہ پُر نُور ' مَیں ذرّہٗ بے حقیقت
زمیں پر اُترتے نہیں چاند تارے

نہیں حشر سے کم نصیؔر اُن کی آمد
پھر اُس پر غضب ہیں نظر کے اشارے

اک قیامت بن گئی ہے آشنائی آپ کی
خون کے آنسو رُلاتی ہے جُدائی آپ کی

در حقیقت آپ ہیں وہ پیکرِ حُسن و جمال
جان سے دل سے، ہوئی شیدا خدائی آپ کی

دیکھتے ہی دیکھتے اُڑنے لگے حضرت کے ہوش
ہم نے جب تصویر ناصح کو دکھائی آپ کی

سیر کرنے اُن کے کوچے میں گئے تھے ایک دن
کچھ خبر اے حضرتِ دل! پھر نہ آئی آپ کی

اور اِس بے چارگی کا ہو بھی سکتا کیا علاج
رو دیے ہم دیکھ کر بے اعتنائی آپ کی

ضعف میں چلنا تو کیا اُٹھنا بھی تھا اپنا محال
وہ تو بس ہم کو محبّت کھینچ لائی آپ کی

فیض پاتا ہے نصیؔر اُس سنگِ در سے اک جہاں
کیوں رہے ناکام آخر جبّہ سائی آپ کی

حال سے واقف ہونے لگا ہے اپنا بھی، بیگانہ بھی
اب تو زباں پر آکے رہے گا تیرا مرا افسانہ بھی

کہہ تو رہے ہو جوش میں آکر ضدّی بھی، دیوانہ بھی
مَیں ہُوں وہی جو تم پہ فدا تھا، تم نے مجھے پہچانا بھی؟

شاید کوئی ایسا ویسا سحر کیا ہے ساقی نے
چکّر میں ہیں ساغر و مینا، گردش میں میخانہ بھی

آنے کا وعدہ تو کیا تھا شاید تم کو یاد نہیں
قول کی سچّائی تو یہی ہے کہ کہنا بھی اور آنا بھی

بزم کی باتیں کس کو سُنائیں کون سُنے گا، کیا کہیے
لرزاں لرزاں شمع کی لَو ہے، شُعلہ بہ جاں پروانہ بھی

خیر ہو یارب! بادہ کشی سے کس نے توبہ کر لی ہے
خُم حیرت میں، مینا چُپ ہے، گُم صُم ہے پیمانہ بھی

تیری آمد فصلِ بہاراں، تیرا جانا دَورِ خزاں
دل کی ہستی بھی ہے تماشا، گلشن بھی، ویرانہ بھی

قہر و غضب کی موج وہ اُٹھّی، ساقی! تیری آنکھوں میں
دل ڈُوبا تو ہاتھ سے اپنے چھُوٹ گیا پیمانہ بھی

میری توبہ رنگ یہ لائی، سارا زمانہ حیراں ہے
شیشہ ٹُوٹا، ساغر اُلٹا، بند ہُوا میخانہ بھی

وہ ہیں نصیؔر اِس شان سے بیٹھے ناز و ادا کی مَسنَد پر
اُن کی صورت دیکھ رہا ہے اپنا بھی، بیگانہ بھی

زمانے بھر کو تو صُورت دکھائی جاتی ہے
ہمارے نام پہ چلمن گرائی جاتی ہے

طبیعت اُن کی اَداؤں پہ آئی جاتی ہے
اِسی لیے تو قیامت اُٹھائی جاتی ہے

یہ مَے کشی سہی، توبہ کو اِس سے عار نہیں
حلال ہے، جو نظر سے پلائی جاتی ہے

طُلوعِ مہر کی تمہید ہے شَفَق کی نمود
کرن کرن مرے دل میں سمائی جاتی ہے

یہ کون زُلف بکھیرے خیال میں آیا
کہ میرے ذہن پہ بدلی سی چھائی جاتی ہے

وفا کی راہ میں تھک کر نہ بیٹھ جا ظالم!
اب آئی جاتی ہے منزل، اب آئی جاتی ہے

پیامِ یار تو ہوتا ہے اور کچھ، لیکن
ہمیں کچھ اور کہانی سُنائی جاتی ہے

ابھی اسیروں میں تھا تذکرہ رہائی کا
تبھی تو قید کی مدّت بڑھائی جاتی ہے

یہ اُن کا در ہے، یہاں بندگی میں ہے اخلاص
بڑے خلوص سے گردن جُھکائی جاتی ہے

نصیّر! اُن کی گلی سے یہ کون مَر کے اُٹھا
یہ کس غریب کی میّت اُٹھائی جاتی ہے

❁

شبِ فرقت کا اختتام نہیں
صبحِ روشن ہمارے نام نہیں

کس طرف رحمتِ تمام نہیں
کوئی تخصیصِ خاص و عام نہیں

چشمِ ساقی کی ایک گردش ہے
رقص میں میکدے کی شام نہیں

اُن کی جانب سے میرے نام اب تک
کوئی نامہ نہیں، پیام نہیں

میری تقدیر خام کار سہی
جذبۂ آرزو تو خام نہیں

تشنگی میں مری کلام بجا
فیضِ ساقی میں کچھ کلام نہیں

آستاں تک ترے رسائی ہو
اِتنا اونچا مرا مقام نہیں

ہے یہ رندوں کا قولِ مُفتیٰ بہ
دستِ ساقی سے مے حرام نہیں

جُز نصیّر اک چراغِ دہلیؒ کے
مَیں کسی شخص کا غلام نہیں

ہم کش مکش یہ شام و سحر دیکھتے رہے
اُن کی نگاہ ' اپنا جگر دیکھتے رہے

اہلِ نظر کی بزم میں ہم بیٹھ کر خموش
دل میں تجلّیوں کا گزر دیکھتے رہے

کُھل کر رہے گی راہِ سلام و پیام بھی
ہم مُستقل کسی کو اگر دیکھتے رہے

گزری تمام رات ترے انتظار میں
نیرنگیٔ قضا و قدر دیکھتے رہے

یہ دل کا وسوسہ تھا کہ آہٹ کسی کی تھی
ہم بار بار جانبِ در دیکھتے رہے

وہ آفتابِ حُسن رہا مرکزِ نگاہ
تھا دیکھنا محال ' مگر دیکھتے رہے

لے کر ہمیں نہ ساتھ چلے اہلِ کارواں
ہم تھے کہ گردِ راہگزر دیکھتے رہے

مثلِ صبا نصیؔر گُزر بھی گیا کوئی
اک آپ ہیں ' نہ جانے کدھر دیکھتے رہے

❁

ظلم ہم پر ہر آن ہوتے ہیں
رات دن امتحان ہوتے ہیں

آپ سے کیا کوئی توقّع ہو
آپ کب مہربان ہوتے ہیں

حُسن کی سادگی کا کیا کہنا
عشق پر سَو گمان ہوتے ہیں

کوئی اِن کو مٹا نہیں سکتا
غم کے ایسے نشان ہوتے ہیں

دیکھنے میں ہیں عشق و حُسن جُدا
اصل میں ایک جان ہوتے ہیں

ظلم سہتے ہیں ' کچھ نہیں کہتے
اہلِ دل بے زبان ہوتے ہیں

دیدہ و دل کی آبرو ' آنسو
غم کے یہ ترجمان ہوتے ہیں

آپ کو بے وفا کہا کس نے
آپ کیوں بدگمان ہوتے ہیں

بَرق تنکے وہی جلاتی ہے
جو نشیمن کی جان ہوتے ہیں

اِتنا آساں نہیں ہے عشق ' نصیؔر !
اِس میں سَو امتحان ہوتے ہیں

نہ کوئی گُل ہے نہ گلشن میں خار باقی ہے — نہ آشیاں ہے، نہ بانگِ ہزار باقی ہے
وہ ابتدائے محبّت کی صورتیں نہ رہیں — فقط سلام سَرِ رہگزار باقی ہے
ابھی ہے کس لئے مجھ کو تلاشِ امن وسکوں — ابھی تو گردشِ لیل و نہار باقی ہے
نہ چھیڑ وعدۂ جنّت کا ذکر اے واعظ! — اُمیدِ سایۂ دیوارِ یار باقی ہے
کوئی بھی دل کی علامت نہیں ہے پہلو میں — مقامِ دل کا بس اک اعتبار باقی ہے
جُنوں میں یہ مرے دستِ جُنوں کی فیّاضی — نہ جیب ہے، نہ گریباں کا تار باقی ہے

سوالِ وصل پہ وہ دے چکے ہیں صاف جواب
عبث نصیؔر تجھے انتظار باقی ہے

❁

دیوانۂ منزل جب رستے میں بھٹکتا ہے — کچھ مُنہ سے نہیں کہتا سَر اپنا پٹکتا ہے
جس وقت کوئی غنچہ گلشن میں چٹکتا ہے — گُل چیں کی نگاہوں میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
حق گو کا تو شیوہ ہے حق بات پہ کٹ مرنا — سُولی سے نہیں ڈرتا، سُولی پہ لٹکتا ہے
ہم رِند نہ آئیں گے واعظ تری باتوں میں — کیوں ہم سے اُلجھتا ہے، کیوں ہم سے اٹکتا ہے
برسوں وہ نہیں آتے مہمان مرے بن کر — روزانہ کسی کے گھر کون آ کے پھٹکتا ہے
دُنیائے تمنّا میں کیوں حشر نہ ہو برپا — ہم ہاتھ بڑھاتے ہیں، دامن وہ جھٹکتا ہے
صحرائے محبّت میں اِس دل کا خدا حافظ — تنہا جو مسافر ہو، اکثر وہ بھٹکتا ہے
اُن تیز نگاہوں کی تاثیر نہ کچھ پوچھو — رہ رہ کے مرے دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
تنظیمِ گلستاں ہے فطرت کے اُصولوں پر — ہر پُھول مہکتا ہے، ہر خار کھٹکتا ہے

دیکھو تو نصیؔر آخر، شاید کوئی ارماں ہو
یہ کون درِ دل پر سَر اپنا پٹکتا ہے

اُس طرف شمشیرِ بُرّاں قبضۂ قاتل میں ہے
اِس طرف قربان ہو جانے کی حسرت دل میں ہے

اُن کی حسرت، اُن کا ارماں، اُن کی اُلفت، اُن کا غم
کیا بتائیں، کیا کہیں، کیا کیا ہمارے دل میں ہے

آرزوئے دید بھی ہے، گفتگو کا شوق بھی
صورتِ موسیٰ عجب وارفتگی سی دل میں ہے

رازِ الفت کے دلِ بیدرد پا سکتا نہیں
یہ وہی دل جانتا ہے درد بھی جس دل میں ہے

وہ حریمِ ناز کا پردہ اُٹھائیں تو سہی
اُن کو آنکھوں پر بٹھا لیں یہ تمنّا دل میں ہے

میرے اُس کے درمیاں حائل نہیں دیر و حرم
جس سے مَیں نے دل لگایا ہے، وہ میرے دِل میں ہے

اُن کی محفل میں تو ہو ہی جائے گا اک دن گزر
وہ ہمیں دل میں جگہ دیں، یہ ہمارے دل میں ہے

دل کی باتیں پوچھنے کی ضد ہے آخر کس لیے
دل ہی دل میں خود سمجھ لو، جو ہمارے دل میں

اور باقی آرزوئیں مِل گئیں سب خاک میں
اک تمہاری آرزو ہے، جو ابھی تک دل میں ہے

اُن کے جلووں سے مزیّن دونوں آنکھیں ہیں مری
اُن کا خاکہ، اُن کا نقشہ، اُن کی صورت، دل میں ہے

اُن سے آنکھیں کیا مِلیں، اپنی تو شامت آ گئی
ایک پیکاں ہے جگر میں، ایک پیکاں دل میں ہے

اب کہاں گنجائشِ وہمِ دُوئی باقی رہی
جستجو جس کی ہمیں تھی، وہ ہمارے دل میں ہے

آپ سے کچھ کہہ کے ہم کس واسطے ہوں منفعل
آپ سب کچھ جانتے ہیں، جو ہمارے دل میں ہے

اُس کی آنکھوں سے لڑیں اِتنی کہاں آنکھوں میں تاب
اُس کے دل سے دل ملے، جرأت کہاں یہ دل میں ہے

یاس و حرماں، درد و غم، حُزن و الم، رنج و محن
اک مکمّل انجمن گویا ہمارے دل میں ہے

یادِ ساقی نے عطا کر دِیں عجب کیفیّتیں
ایک میخانے کا میخانہ ہمارے دل میں ہے

اے نصیرؔ اِس قافیے کی وسعتیں تو دیکھیے
دونوں عالم کی سمائی ایک لفظِ ”دل“ میں ہے

❁

غزل بقیدِ یک قافیۂ دل

یُوں جمالِ رُوئے جاناں شمعِ خلوت خانہ تھا
دل ہمارا غرقِ آتش صورتِ پروانہ تھا

اک جمالِ بے تکیُّف جلوۂ جانانہ تھا
آنکھ جس جانب اُٹھی، ہر ذرّہ حیرت خانہ تھا

سوز سے خالی جگر تھا، غم سے دل بیگانہ تھا
عشق میں ہم نے وہ دیکھا جو کبھی دیکھا نہ تھا

جب حقیقت سے اُٹھا پردہ تو یہ عُقدہ کُھلا
خواب تھا وہمِ دُوئی، زَعمِ خودی، افسانہ تھا

وصل میں گنجائشِ اغیار اِتنی بھی نہ تھی
چشم و گوش و ہوش ہر اپنا وہاں بیگانہ تھا

لے کے ہم سے دین و دل، عقل و خرد بولا کوئی
یہ تو راہ و رسمِ الفت کا فقط بیعانہ تھا

خانۂ لیلیٰ میں تھے جنّت کے اسبابِ نشاط
قیس کے حصّے میں تاحدِّنظر ویرانہ تھا

زندگی کے ہمسفر تھے نزع میں بھی دل کے پاس
بے کسی تھی، یاس تھی، ارمان تھے، کیا کیا نہ تھا

وہ بھی کیا دن تھے کہ پیرِ میکدہ کے عشق میں
یہ جبینِ شوق تھی، سنگِ درِ میخانہ تھا

فیصلہ دیتے ہوئے وہ بڑھ گئے حد سے نصیّر
میں سزاوارِ سزا تو تھا، مگر اِتنا نہ تھا

میکدے کا نظام تم سے ہے
شیشہ تم سے ہے، جام تم سے ہے

صبح تم سے ہے، شام تم سے ہے
ہر طرح کا نظام تم سے ہے

سب کو سوز و گداز تم نے دیا
عشق کا فیضِ عام تم سے ہے

مَیں زمانے کے رُوبرو چپ ہوں
بے تکلّف کلام تم سے ہے

خالِ مشکیں بھی، زلفِ پیچاں بھی
دانہ تم سے ہے، دام تم سے ہے

مہرِ انور میں ہے تمہاری ضیا
حُسنِ ماہِ تمام تم سے ہے

تم ہو بنیاد دونوں عالم کی
دو جہاں کا قیام تم سے ہے

ہم تمہارے ہیں، تم ہمارے ہو
ہم کو عشق دوام تم سے ہے

اب کسی کو نصیرؔ کیا جانے
اب تو جو کچھ ہے کام تم سے ہے

نہ رہی وہ بزمِ عشرت، نہ وہ عیشِ جاودانا
تری اک نظر نے لُوٹا، مری عمر کا خزانا

نہ کہیں کا تُو نے چھوڑا، مُجھے گردشِ زمانا
نہیں ڈھونڈنے سے مِلتا، کہیں اب کوئی ٹھکانا

مرے بدنصیب دل کو، نہ مِلا کہیں ٹھکانا
نہ حریمِ لالہ و گُل، نہ قفس نہ آشیانا

یہی عینِ بندگی ہے، یہی رمزِ عارفانہ
ترے آستاں پہ جانا، ترے در پہ سر جُھکانا

مرا آخری سہارا تو یہ قُرب ہے تمہارا
جسے آسرا دیا ہے، اُسے یُوں نہ چھوڑ جانا

نہ یہ قُربتیں، نہ جلوے، نہ وہ روز و شب میّسر
جسے ڈھونڈتی ہیں نظریں، وہ گزر گیا زمانہ

ترے سنگِ در سے مجھ کو، یہ مِلی ہے سربلندی
مرا تاجِ سروری ہے، تری خاک آستانا

مرے ساتھ تُو رہے گا تو زمانہ کیا کہے گا
مری اِک یہی تمنّا، اُسے اک یہی بہانا

یہ وفاؤں کا صلہ ہے، یہ کرم کی انتہا ہے
مجھے اُس نے اپنا سمجھا، مجھے اُس نے اپنا جانا

نہیں اُن کی ذات سے کچھ، مجھے اے نصیؔر نسبت
مَیں گُلِ خزاں رسیدہ، وہ بہارِ جاودانا

❁

فلک پہ تیر چلانا بھی مجھ کو آتا ہے
فُغاں سے حشر اُٹھانا بھی مجھ کو آتا ہے

خفا جو ہو تو منانا بھی مجھ کو آتا ہے
کسی کو راہ پہ لانا بھی مجھ کو آتا ہے

جو بس چلے تو بُھلانا بھی مجھ کو آتا ہے
کبھی پلٹ کے نہ آنا بھی مجھ کو آتا ہے

ترے فراق میں جو اشک پی لیے مَیں نے
اُنہیں مِژہ پہ سجانا بھی مجھ کو آتا ہے

الٰہی خیر، کہا اُس نے کس کے بارے میں
نظر سے اپنی گرانا بھی مجھ کو آتا ہے

نقاب اُلٹ کے بہ صد برہمی کہا اُس نے
بپھر کے سامنے آنا بھی مجھ کو آتا ہے

تجلّیِ رُخِ جاناں کا آئنہ ہُوں نصیؔر
دل و نگاہ پہ چھانا بھی مجھ کو آتا ہے

یہ بات دل سے کہوں گا فقط زباں سے نہیں
کوئی ملال مجھے جورِ دوستاں سے نہیں

قفس نصیب کو اب ربط گلستاں سے نہیں
زمینِ گُل سے نہیں شاخِ آشیاں سے نہیں

ملال ہے تو عدو کی شکایتوں کا اُنہیں
وہ غم زدہ ہیں مگر میری داستاں سے نہیں

کبھی تو آیئے دو گام چل کے بندہ نواز!
مکان دُور مرا آپ کے مکاں سے نہیں

سوالِ وصل پہ مبہم سا یہ جواب مِلا
نگاہ سے تو کہی "ہاں" مگر زباں سے "نہیں"

ہمارے سَر پہ اب الزامِ بے رُخی کیسا
وہاں سے بات اُٹھائی گئی، یہاں سے نہیں

جو سُن سکو تو مکمّل ہمارا حال سنو
ہم ابتدا سے سُنائیں گے، درمیاں سے نہیں

ہے تیری مانگ کی افشاں سے زندگی روشن
یہ اِن فلک کے ستاروں سے، کہکشاں سے نہیں

ملال ہے تو فقط عرضِ غم پہ ظالم کو
گرفتہ دل وہ مری گرمیِ فغاں سے نہیں

نصیرؔ اپنا تعلّق اُس آستاں سے ہے
جو اپنے رُتبے میں کم ہفت آسماں سے نہیں

بڑھا مقتل میں جب خنجر کی جانب ہاتھ قاتل کا
یہ دل ہی جانتا ہے حوصلہ کیا تھا مرے دل کا

چلا تھا شکوۂ بیداد کرنے اُن کی آنکھوں سے
کِیا اک جُنبشِ تیرِ مِژہ نے فیصلہ دل کا

نظر آتے نہیں آثار تک اب خانۂ دل کے
غموں نے یوں بدل کر رکھ دیا نقشہ مرے دل کا

تمنّاؤں نے اپنی راہ لی رُخصت ہوئے ارماں
عجب عالَم ہے اب اُجڑے ہوئے کاشانۂ دل کا

تُمھی سے آس تھی دل کو تُمھی دل کے مخالف ہو
خدا ہی اب نگہباں ہے مرے ٹوٹے ہوئے دل کا

تمھارے دل سے مِل کر اب مرا دل ہے تمھارا دل
نہیں ممکن تعلّق اِس طرح دل سے کسی دل کا

محبّت میں وہ تڑپائیں، ستم ڈھائیں، سزائیں دیں
مگر ٹوٹے نہ یا رب حوصلہ ٹوٹے ہوئے دل کا

چھپایا اُن سے ہم نے لاکھ اپنا حالِ غم لیکن
اچانک کہہ دیا اشکوں نے بہہ کر ماجرا دل کا

بہر مضموں، بہر بندش، بہر عالَم، بہر صورت
نصیؔرِ دل گرفتہ نے نبھایا قافیہ دل کا

❁

غزل بقیدِ یک قافیہ

شوقِ دیدار پردہ دَر نہ ہُوا
مطمئن جذبۂ نظر نہ ہُوا

جو نہ ہونا تھا ، عمر بھر نہ ہُوا
نخلِ اُمّید بارور نہ ہُوا

اہلِ دل کی وفا شعاری کا
اُس جفا جُو پہ کچھ اثر نہ ہُوا

ہم ہوئے لاکھ سب سے بیگانے
وہ نہ اپنا ہُوا مگر ، نہ ہُوا

منزلِ عشق تھی کٹھن ایسی
کوئی بھی میرا ہم سفر نہ ہُوا

جس طرف انتظار میں ہم تھے
اُس طرف آپ کا گُزر نہ ہُوا

خانۂ دل تھا غیر سے خالی
پھر بھی وہ شوخ جلوہ گر نہ ہُوا

ہائے افسوس میری چاہت کا
اُن کو احساس عمر بھر نہ ہُوا

خاکِ پروانہ ہو گئی برباد
کوئی پُرساں دمِ سَحَر نہ ہُوا

میرے حالات سے نصیؔر اب تک
با خبر ، کوئی بے خبر نہ ہُوا

❁

منزلِ شوق میں ایسا بھی مقام آتا ہے ۔۔۔ کہ جہاں صِرف جُنوں راہ میں کام آتا ہے
جب تصوّر میں چھلکتا ہُوا جام آتا ہے ۔۔۔ لب پہ بے ساختہ ساقی ترا نام آتا ہے
ایک تم ہو کہ جو بچھڑے تو نہ لَوٹے، ورنہ ۔۔۔ ہر کوئی لَوٹ کے گھر کو سرِ شام آتا ہے
زلفِ گیتی کی اداؤں میں کشش ہے ایسی ۔۔۔ مُرغِ دل ٹوٹ کے خود ہی تہِ دام آتا ہے
اِس کا مطلب یہ ہُوا پھولوں سے اُلفت ہے اُنہیں ۔۔۔ خطِ گلزار[1] میں، ہر خط مرے نام آتا ہے

بے رُخی اُن کی نصیؔر اب تو یہاں تک پہنچی
نہ سلام آتا ہے کوئی، نہ پیام آتا ہے

[1] فنِ کتابت میں خطاطی کا ایک اُسلوب

❁

ہو کر وہ جواں، بدل گیا ہے ۔۔۔ واللہ! غزل میں ڈھل گیا ہے
کیا آئے گا وہ، جو کل گیا ہے ۔۔۔ اپنا تو دماغ چل گیا ہے
رہزن کا عذاب ٹل گیا ہے ۔۔۔ رَستہ ہی مرا بدل گیا ہے
سائے میں جو آ گیا ہمارے ۔۔۔ سانچے میں جُنوں کے ڈھل گیا ہے
یہ کس نے کہا کہ حشر اٹھا ۔۔۔ دیوانہ ترا مچل گیا ہے
چھیڑی تھی وفا کی بات مَیں نے ۔۔۔ احباب کا رُخ بدل گیا ہے
تابندہ ہُوا ہے داغ دل کا ۔۔۔ کعبے میں چراغ جل گیا ہے
اُس پر ہیں عذاب آخرت میں ۔۔۔ دُنیا سے جو بے عمل گیا ہے
الزام غلط ہے شمع کے سَر ۔۔۔ پروانہ تو آپ جل گیا ہے

دنیا میں نصیؔر میرے دل کو
ٹھوکر وہ لگی، سنبھل گیا ہے

بہلتے کس جگہ ، جی اپنا بہلانے کہاں جاتے
تری چوکھٹ سے اُٹھ کر تیرے دیوانے کہاں جاتے

نہ واعظ سے کوئی رشتہ ' نہ زاہد سے شناسائی
اگر ملتے نہ رندوں کو تو پیمانے کہاں جاتے

خدا کا شکر ' شمعِ رُخ لیے آئے وہ محفل میں
جو پردے میں چھُپے رہتے تو پروانے کہاں جاتے

اگر ہوتی نہ شامل رسمِ دنیا میں یہ زحمت بھی
کسی بے کس کی میّت لوگ دفنانے کہاں جاتے

اگر کچھ اور بھی گردش میں رہتے دیدۂ ساقی
نہیں معلوم چکّر کھا کے میخانے کہاں جاتے

خدا آباد رکھّے سلسلہ اِس تیری نسبت کا
وگرنہ ہم بھری دنیا میں پہچانے کہاں جاتے

نصیرؔ اچھّا ہوا در مِل گیا اُن کا ہمیں ' ورنہ
کہاں رُکتے ' کہاں تھمتے ' خدا جانے کہاں جاتے

محبّت کا یہی معیار ہو گا   جو سَر دے گا ' وہی سردار ہو گا

گلہ برحق سہی ' بے کار ہو گا   وہ ظالم برسرِ پیکار ہو گا

فلک جب درپئے آزار ہو گا   نشیمن ، شاخِ گُل پَر بار ہو گا

کسے معلوم تھا یہ غم کا عالَم   ہمارے ہی گلے کا ہار ہو گا

اُسی پر تیر برسیں گے جفا کے   وفا کا جو علَم بردار ہو گا

تمہاری آنکھ کیوں رہتی ہے پُرنم   تمہیں شاید کسی سے پیار ہو گا

سُنا ہے ' چل بسا کل رات کوئی   یقیناً وہ ترا بیمار ہو گا

سہارا دے گا وہ کیوں کر کسی کو   جو خود گرتی ہوئی دیوار ہو گا

ذرا کِھلنے تو دو داغِ تمنّا   ہمارا دل گُل و گُلزار ہو گا

کرم کی التجا بے کار اے دل!   ارے ناداں ! ستم ہر بار ہو گا

نصیؔر اب بھی یہی مَیں کہہ رہا ہُوں
وہ مِل جائیں ' تو بیڑا پار ہو گا

❁

جو مجھ کو دیتے رہے دھمکیاں جلانے کی
منائیں خیر وہ آج اپنے آشیانے کی

نہ پوچھ مجھ سے بُرے وقت کے نشیب و فراز
مری نگاہ میں ہیں کروٹیں زمانے کی

بھلا ہو بادِ خزاں تیرے چار جھونکوں کا
"جھکی تو پھر نہ اُٹھی شاخ آشیانے کی"

ملے گا آپ کی ہر بات کا جواب یہیں
مگر اُٹھایئے پہلے قسم ، نہ جانے کی

مدد کا وقت ہے پھر اے مذاقِ خود مَنَشی
کہ کوششیں ہیں مجھے راہ پر لگانے کی

سحابِ فَصل ! برس اور ہم پہ کُھل کے برس
کہ بجلیوں کو تو عادت ہے مُسکرانے کی

مرا کہا جو نہیں مانتے ، نہ مانو تم
سبق پڑھائیں گی خود ٹھوکریں زمانے کی

نگاہ ، قول پہ ہو مُرتکز ، نہ قائل پر
کہے کوئی بھی ، مگر بات ہو ٹھکانے کی

خدا بچائے سرِ بزم آج واعظ سے
اِسے ہے مُفت میں عادت زباں چلانے کی

کھڑے ہیں کس لیے احباب یُوں سرِ بالیں
نکالتے کوئی صورت اُنہیں بُلانے کی

نہیں ہیں غم سے یہ اَطفالِ اشک ہی منسوب
کہ آہِ سَرد بھی ہے فرد اِس گھرانے کی

وہ دَور کیا تھا کہ شِیر و شکر تھے ہم تم بھی
غضب ہُوا کہ نظر کھا گئی زمانے کی

چمن کی سوچ یہاں تک بھی آ گئی تھی نصیرؔ !
کہ شاخ ہی نہ رہے میرے آشیانے کی

اشک آنکھوں میں آئے جاتے ہیں
ہم یہ موتی لُٹائے جاتے ہیں

چوٹ پر چوٹ کھائے جاتے ہیں
پھر بھی ہم مُسکرائے جاتے ہیں

وہ تو ساقی ہیں، میں ہُوں بادہ گُسار
پی رہا ہُوں ، پلائے جاتے ہیں

یہ تمہاری گلی ہے ، یا مَقتل
روز لاشے اُٹھائے جاتے ہیں

سُن لیا وعظ ، حضرتِ ناصح !
کیوں مرے کان کھائے جاتے ہیں

جن میں ہے کچھ رَمَق شرافت کی
ایسے کچھ لوگ پائے جاتے ہیں

بے بُلائے کہیں نہ جائیں کبھی
ہم کسی کے بُلائے ، جاتے ہیں

ذکر میرا ہے، غیر سے ہے خطاب
یُوں بھی قصّے سنائے جاتے ہیں

چار و ناچار دیکھنا ہوں گے
جو تماشے دکھائے جاتے ہیں

ہو گا اک دن کرم ، نصؔیر پہ بھی
ایسے آثار پائے جاتے ہیں

❁

دل میں ہلچل ہے بپا ' جان پہ بن آئی ہے
اب ترے ہجر میں یہ انجمن آرائی ہے

وہ کسی اور کو دل دینے پہ تیّار نہیں
تیرا شیدائی تو بس ' تیرا ہی شیدائی ہے

نہ کوئی حال کا پُرساں ' نہ شناسا ' نہ رفیق
مجھ کو تقدیر، یہ کس موڑ پہ لے آئی ہے؟

ہوش میں آئے ' تو کچھ منہ سے کہے ' کیا گزری
تیرے جلووں میں ابھی محو ' تماشائی ہے

شاخِ گل خار بہ کف ' داغ بہ دل ہے لالہ
دستِ فطرت کی یہ کیسی چمن آرائی ہے

عشق میں ایسے مقامات کئی بار آئے
دل بھی ڈوبا ہے مرا ' آنکھ بھی بھر آئی ہے

دل اُڑانے کے سب اسباب ملے ہیں اُن کو
ناز ہے ' غمزہ ہے ' انداز ہے ' رعنائی ہے

داغِ دل ' صورتِ خورشیدِ سَحَر ' ہے روشن
کتنا تابندہ چراغِ شبِ تنہائی ہے

اک قیامت ہے کہ ظالم ! تری انگڑائی ہے
اِک تری یاد ہے ' مَیں ہُوں ' شبِ تنہائی ہے

مدّتوں بعد وہ آئے ہیں گلستاں میں نصیؔر!
مدّتوں بعد گلستاں میں بہار آئی ہے

جو گرا وہ پستیوں میں، تو غُبار تک نہ اُٹّھا
وہ اَلَم نصیب جس سے غمِ یار تک نہ اُٹّھا

کوئی مَوجۂ تبسّم، لب یار تک نہ اُٹّھا
وہ نزاکتوں کا عالم، کہ یہ بار تک نہ اُٹّھا

درِ یار ہے وہ منزل، کہ ہے زندگی کا حاصل
وہ قدم ہی کیا اُٹھا جو، درِ یار تک نہ اُٹّھا

وہ تو ایک منچلا تھا، کہ زباں پہ راز لایا
کوئی فتنہ پھر انا کا، کبھی دار تک نہ اُٹّھا

کہیں شاخ سرنگوں ہے، کہیں برگِ گُل، زبوں ہے
جو خزاں کی زد میں آیا، وہ بہار تک نہ اُٹّھا

کوئی آرزو تو کیوں کر، کہیں اپنا سر اُٹھاتی
ترے بارِ غم سے دَب کر، دلِ زار تک نہ اُٹّھا

وہ دبا پڑا ہے اب تک، تہِ گردِ راہِ غُربت
وہی بد نصیب لاشہ، جو مزار تک نہ اُٹّھا

جو سَحر ہُوئی نمایاں، تو ہزاروں دَرد جاگے
کوئی غم کی نیند سو کر، شبِ تار تک نہ اُٹّھا

مجھے خاک میں مِلایا، یہ تری سِتم ظریفی
یہ مری نیاز مندی، کہ غبار تک نہ اُٹّھا

یہ بہار کا زمانہ، یہ نصیؔر حالِ گلشن
گُلِ تر کی بات چھوڑو، سرِ خار تک نہ اُٹّھا

رُودادِ قفس یاد نہ اندازِ فغاں یاد
جو بیت گئی بیت گئی اب وہ کہاں یاد

ہر غنچہ و گُل میں ترے جلووں کے شگوفے
ہر سُو تری یادیں ہیں، یہاں یاد، وہاں یاد

تم بھول گئے مجھ کو تو کیا اِس میں تعجّب
اِس دَور میں کرتا ہے کسے، کون، کہاں یاد

کس نام نے رس گھول دیا کام و دہن میں
کرتی ہے کسے منہ میں زباں رقصِ کُناں یاد

کافی تھی تباہی کے لیے گردشِ دوراں
تم ایسے میں کیوں آ گئے اے جانِ جہاں! یاد

بھولا نہیں اب تک مجھے وہ گریۂ پیہم
تم کو بھی تو ہو گا وہ بچھڑنے کا سماں یاد

اپنے سے رقابت کا یہ عالَم ہے کہ توبہ
ہم بھول گئے خود کو وہ، آئے ہیں جہاں یاد

ماضی کے دریچے سے کبھی جھانک کے دیکھو
شاید تمہیں آ جائے مرا نام و نشاں یاد

اِک توں ای تے ہیں میریاں آساں دا سہارا
فیر یاد کراں کینوں جے تینوں نہ کراں یاد

لہجے میں ہو اخلاص تو دو بول بہت ہیں
انسان کو رہتی ہے محبّت کی زباں یاد

مَیں نے بھی گُہر ایسے چُنے کانِ سخن سے
اُمّید ہے رکھّیں گے مجھے اہلِ زباں یاد

قُربت میں نصیر آج یہ کیا خدشۂ دُوری
بہتر ہے نہ کر فصلِ بہاراں میں خزاں یاد

مُجھ پہ اب اُن کا التفات نہیں
وہ محبّت نہیں ' وہ بات نہیں

آپ ہم سے بھی بات چیت کریں
اِس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں

صرف چاہا تمھیں مرے دل نے
اور تو کوئی خاص بات نہیں

آپ کی بات کا تو کیا کہنا
ہاں ! مری بات کوئی بات نہیں

یاد کرتے تو ایک بات بھی تھی
بُھول جانا تو کوئی بات نہیں

خامشی میں ہزار باتیں ہیں
گفتگو میں تو کوئی بات نہیں

اک تعلّق تو ہے اُنہیں مجھ سے
بے رُخی ایسی کوئی بات نہیں

غمزہ ' شوخی ' جفا ' دل آزاری
آپ میں اور کوئی بات نہیں؟

غم نہ کر میری خستہ حالی کا
عشق ہے ' اور کوئی بات نہیں

وہ جو چاہیں نواز دیں ہم کو
اُن کے نزدیک کوئی بات نہیں

دل مِلائے کوئی ' تو بات بنے
آنکھ ملنا تو کوئی بات نہیں

بن گئی میری جان پر ' لیکن
آپ کہتے ہیں ' کوئی بات نہیں

تُجھ سے ناراض ' اور وہ ' توبہ
اے نصیؔر ! ایسی کوئی بات نہیں

❁

بقیدِ یک قافیہ

مری زیست پُر مُسرّت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
کوئی بہتری کی صورت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

مجھے حُسن نے ستایا، مجھے عشق نے مٹایا
کسی اور کی یہ حالت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

وہ جو بے رُخی کبھی تھی وہی بے رُخی ہے اب تک
مرے حال پر عنایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

وہ جو حکم دیں بجا ہے مرا ہر سخن خطا ہے
اُنہیں میری رُو رعایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

جو ہے گردشوں نے گھیرا تو نصیب ہے یہ میرا
مجھے آپ سے شکایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

ترے در سے بھی نباہے درِ غیر کو بھی چاہے
مرے سر کو یہ اجازت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

ترا نام تک بُھلا دوں تری یاد تک مٹا دوں
مجھے اِس طرح کی جرأت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

مَیں یہ جانتے ہوئے بھی تری انجمن میں آیا
کہ تجھے مری ضرورت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

تو اگر نظر مِلائے مرا دم نکل ہی جائے
تجھے دیکھنے کی ہمّت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

جو گِلہ کیا ہے تم سے تو سمجھ کے تم کو اپنا
مجھے غیر سے شکایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

ترا حُسن ہے یگانہ، ترے ساتھ ہے زمانہ
مرے ساتھ میری قسمت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

یہ کرم ہے دوستوں کا جو وہ کہہ رہے ہیں سب سے
کہ نصیؔر پر عنایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہو گی

عجیب منظرِ بالائے بام ہوتا ہے
جب آشکار وہ ماہِ تمام ہوتا ہے

ہراسِ شب، اثرِ ضعف، خوفِ راہزناں
مسافروں پہ گراں وقتِ شام ہوتا ہے

بس اک نگاہ پہ ہے دل کا فیصلہ موقوف
بس اک نگاہ میں قصّہ تمام ہوتا ہے

جب اپنے گھر پہ بلاتا ہُوں مَیں کبھی اُن کو
اُنہیں ضرور کوئی خاص کام ہوتا ہے

جواب دے نہیں سکتی زبانِ شوق مری
کچھ اِس ادا سے کوئی ہمکلام ہوتا ہے

رہِ جنوں میں لپٹتے ہیں پاؤں سے کانٹے
بہ ہر قدم یہ مرا احترام ہوتا ہے

نظر نظر پہ سرِ بزم ہے نظر اُن کی
نظر نظر میں سلام و پیام ہوتا ہے

نصیؔر اہلِ وفا کے بڑے مراتب ہیں
بہت بلند وفا کا مقام ہوتا ہے

مرے ہوش یُوں جو جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
وہ نظر سے مَے پلاتے تو کچھ اور بات ہوتی

ہوئیں جلوہ گر بہاریں کھِلے گُل چمن میں، لیکن
وہ جو آ کے مسکراتے تو کچھ اور بات ہوتی

مرا انجمن میں جانا کوئی اور رنگ لاتا
مجھے خود جو وہ بلاتے تو کچھ اور بات ہوتی

اُنہیں کیا یہ بات سُوجھی مجھے کس لیے مٹایا
غمِ آرزو مٹاتے تو کچھ اور بات ہوتی

دمِ نزع لے کے پہنچا ہے پیام اُن کا قاصد
وہ جو آپ چل کے آتے تو کچھ اور بات ہوتی

کئی بار ہاتھ مجھ سے وہ مِلا چکے ہیں، لیکن
جو نصیؔر دل مِلاتے تو کچھ اور بات ہوتی

حال دل کا جتا کے دیکھ لیا
خلق کو آزما کے دیکھ لیا

بڑھ گئی اور میری بیتابی
آپ نے مسکرا کے دیکھ لیا؟

کوئی اپنا نہیں زمانے میں
ہر طرح آزما کے دیکھ لیا

خاک ہو کر لپٹ گیا کوئی
تم نے دامن چھُڑا کے دیکھ لیا؟

دلِ وحشی رہا نہ قابُو میں
کیوں ہمیں مسکرا کے دیکھ لیا

بے نتیجہ رہی یہ کوشش بھی
ربط اُن سے بڑھا کے دیکھ لیا

کوئی شے بھی تو لازوال نہیں
بزمِ ہستی میں آ کے دیکھ لیا

کس قدر آج خود بھی ہو بے چین
اہلِ دل کو ، ستا کے دیکھ لیا

وہ نہ آئے نصیؔر میرے گھر
چشمِ حسرت بچھا کے دیکھ لیا

جان کے درپے، مگر بن کر مسیحا بیٹھنا
اک قیامت بن گیا ہے اُن کا اُٹھنا بیٹھنا

بیٹھے بیٹھے ہی اُٹھا دیتے ہیں فتنے سینکڑوں
آپ کس سے سیکھ کر بیٹھے ہیں، ایسا بیٹھنا

منزلِ الفت کے راہی کو فقط چلنے سے کام
چل پڑے جب یہ مسافر، پھر کہاں کا بیٹھنا

اہلِ محفل کے لیے مَیں نیشِ عقرب تو نہیں
کیوں گزرتا ہے گراں میرا وہاں جا بیٹھنا

اُن کے دیوانے کی آمد کا پتا دیتا ہے صاف
کچھ بگولوں کا بیاباں میں یہ اُٹھنا بیٹھنا

بھول سکتا ہی نہیں کوئی یہ منظر، یہ سماں
اُن کا وہ پہلو سے اُٹھنا اور دل کا بیٹھنا

تلخیاں باتوں میں، لہجے میں تپش، برہم مزاج
ہو جہاں توہین رہ رہ کر، وہاں کیا بیٹھنا

اُن کے اِس طرزِ تلوّن پر ہے دُنیا دَم بخود
جا و بے جا کہہ گزرنا، جل کے اُٹھنا بیٹھنا

آدمیّت کے تقاضے، رنگ لاتے ہیں ضُرور
کام آتا ہے کسی دن، سب میں اُٹھنا بیٹھنا

رفتہ رفتہ اُٹھ گئے خود، جو اُٹھاتے تھے مجھے
کوچۂ جاناں میں آخر کام آیا، بیٹھنا

ہجر کی شب ایسی صورت ہو تو نیند آئے کسے
دردِ دل اُٹھ کر اُٹھائے جب، تو کیسا بیٹھنا

شمع سے بس اک یہی ہم نے سبق سیکھا نصیؔر!
بزم در آغوش رہنا اور تنہا بیٹھنا

بہار آئی، تو کُھل کر کام میخانے بھی آئیں گے
چلے گا دَور، مَے چھلکے گی، پیمانے بھی آئیں گے

لبوں پر حشر میں وحشت کے افسانے بھی آئیں گے
دلوں کا حال کہنے، اُن کے دیوانے بھی آئیں گے

نہیں بے کار، جو آنسو بہاتی ہیں مری آنکھیں
کسی دن کام یہ بے ربط افسانے بھی آئیں گے

تواضع آج ہو گی اہتماماً بزمِ ساقی میں
فقط مَے ہی نہیں آئے گی، پیمانے بھی آئیں گے

کسی کی پُرفسوں باتوں سے تم، دھوکا نہ کھا جانا
سرِ محفل فقط کہنے کو دیوانے بھی آئیں گے

جہاں اپنے علاوہ دُوسرا کوئی نہیں ہو گا
کسی کی جستجو میں ایسے ویرانے بھی آئیں گے

بچائے کس طرح دامن کوئی عشقِ مجازی سے
حریمِ حُسن کے رَستے میں بُت خانے بھی آئیں گے

تمھارے سامنے اِس واسطے میری زباں چُپ ہے
بیانِ شوق میں، کچھ دل کے افسانے بھی آئیں گے

یہ عالم ایک دن ہو گا ترے بیمارِ اُلفت کا
عیادت کے لیے اپنے بھی، بیگانے بھی آئیں گے

جو گردِ شوق بن کر اُن کے دامن سے لپٹ جائیں
نصیؔر اُن کی گلی میں ایسے دیوانے بھی آئیں گے

❁

چھین لیں دل وہ مرا، فکر اُدھر ہے تو یہی
اُن کا منشائے نظر کوئی اگر ہے، تو یہی

وہ ضرور آئیں گے، گزریں گے اِدھر سے اک دن
مجھ کو اُمّید سرِ راہگزر ہے، تو یہی

اُن کا دیدار کہیں ہو، وہ کہیں مِل جائیں
رات دن کوئی تقاضائے نظر ہے، تو یہی

اُن سے اظہارِ تمنّا تو نہیں ہے مشکل
وہ کہیں رُوٹھ نہ جائیں مجھے ڈر ہے، تو یہی

تیری نسبت، ترا ارماں، تری حسرت، تری یاد
اب مرے پاس کوئی زادِ سفر ہے، تو یہی

مَیں ترے در سے کہیں اور نہیں جا سکتا
سَر ٹِکانے کے لیے بس کوئی در ہے، تو یہی

میرے افکار کا محور ہے نصیؔر اُن کا جمال
مرکزِ دائرۂ فکر و نظر ہے تو یہی

اک اک ادا تھی قہر کے تیور لیے ہوئے
نکلے جو وہ حجاب سے خنجر لیے ہوئے

ہم لے اُڑے ہیں اُن کی جھلک اک نگاہ میں
بیٹھے رہیں نقاب وہ رُخ پر لیے ہوئے

اُن کا جما ناز ہے خنجر درآستیں
اُن کی شمیمِ زلف ہے نشتر لیے ہوئے

ڈسنے لگی ہے اب شبِ فرقت کی تیرگی
آجاؤ صبحِ رُوئے مُنوّر لیے ہوئے

ہر گام پر ہے اک نئی اُلجھن کا سامنا
ہم آئے ہیں عجیب مقدّر لیے ہوئے

جس دم چمن میں آئے وہ بن کر عُروسِ ناز
حاضر ہوئی بہار، گُلِ تر لیے ہوئے

دیکھے تو کوئی اُن کی یہ طفلانہ دھمکیاں
مجھ کو ڈرا رہے ہیں وہ خنجر لیے ہوئے

اُس کے طفیل بخش دے یا رب! نصیؔر کو
پہنچا جو کربلا میں بہتّر لیے ہوئے

❁

ابھی وہ خوش، ابھی ناخوش، کرم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی
تصرّف اُن کا مجھ پر بیش و کم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

تری قُربت ہو، یا دُوری ہو، غم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی
مرا دل تختۂ مشقِ ستم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

نقابِ رُخ اُلٹ دیں یا نہ اُلٹیں وہ تہِ گردوں
مہِ کامل کی تابش اُن سے کم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

کبھی ہے دام کا پھندا، کبھی زنجیر کا حلقہ
برائے مرغِ دل زلفوں کا خم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

محبّت پر ہو، یا ترکِ محبّت پر ہو آمادہ
ہمارا سَر تہِ تیغِ الم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

وہ اپنے ہاتھ سے مارے کہ ہم فرقت سے مر جائیں
ہمارے سامنے راہِ عدم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

کبھی جاتا ہُوں مَیں آگے، کبھی پیچھے پلٹتا ہُوں
جُنوں کی راہ میں میرا قدم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

کُھلے گا جب ہمارا دفترِ اعمالِ نیک و بد
خدا سے حشر میں کہہ دیں گے ہم، یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

میسّر ہو نہ ہو محفل میں بادہ ہم کو ساقی سے
ہمارے واسطے وہ محترم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

یہ غزلیں اور یہ نعتیں نصیؔر، انعامِ قدرت ہے
سرِ قرطاس جُنبش میں قلم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

❁

تُجھ سا نہ تھا کوئی ، نہ کوئی ہے حسیں کہیں
تُو بے مثال ہے ترا ثانی نہیں کہیں

اپنا ، جُنوں میں مدِّ مقابل نہیں کہیں
دامن کہیں ہے ، جیب کہیں ، آستیں کہیں

زاہد کے سامنے ہو جو وہ نازنیں کہیں
دل ہو کہیں حضور کا ، دنیا و دیں کہیں

اک تیرے آستاں پہ جُھکی ہے ہزار بار
ورنہ کہاں جُھکی ہے ہماری جبیں کہیں

دل کا لگاؤ ، دل کی لگی ، دل لگی نہیں
ایسا نہ ہو کہ دل ہی لُٹا دیں ہمیں کہیں

کیا کہیے کس طرف گئے جلوے بکھیر کر
وہ سامنے تو تھے ابھی میرے یہیں کہیں

گزرے گی اب تو کوچۂ جاناں میں زندگی
رہنا پڑے گا اب ہمیں جا کر وہیں کہیں

دل سے تو ہیں قریب جو آنکھوں سے دُور ہیں
موجود آس پاس ہیں وہ بالیقیں کہیں

نظروں کی اور بات ہے دل کی ہے اور بات
باتیں جو میرے دل میں ہیں اب تک نہیں کہیں

اے تازہ واردانِ چمن ! ہوشیار باش
بجلی چمک رہی ہے چمن کے قریں کہیں

میرا ضمیر اپنی جگہ پر ہے مطمئن
اپنا سمجھ کے اُن سے جو باتیں کہیں ، کہیں

دل نے بہت کہا کہ تمھیں مہرباں کہوں
اِس ڈر سے چُپ رہا کہ نہ کہہ دو نہیں ، کہیں

آتے ہی ہم تو کوچۂ جاناں میں لُٹ گئے
دل کھو گیا نصیؔر ہمارا یہیں کہیں

مجھ کو بھی سودا ہُوا ہے اُس ستم ایجاد کا
اے مذاقِ جوشِ وحشت! وقت ہے امداد کا

جمگھٹا ہے میرے غم خانے میں ہر اُفتاد کا
درد کا ، غم کا ، الم کا ، آہ کا ، فریاد کا

اب تو اے صیّاد تیرے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی
اُٹھ گیا گلشن سے بستر بلبلِ ناشاد کا

دے چکا دل آپ کو، اب تابِ سرتابی نہیں
ہر طرح پابند ہُوں مَیں آپ کے ارشاد کا

حُسن والوں کو نزاکت کی ادائیں بخش کر
رکھ دیا قدرت نے سینے میں جگر فولاد کا

کیا کسی وحشی نے رکھّے ہیں قدم پہلے پہل
شور زنداں میں یہ کیسا ہے، مبارک باد کا

جب خزاں کے ہاتھ سے لُوٹا گیا رنگِ چمن
کوئی بھی پُرساں نہ نکلا بلبلِ ناشاد کا

مسکرا کر دیکھنا مجھ کو بہ صد حُسنِ کرم
ایک پہلو یہ بھی ہے ظالم! تری بیداد کا

مل گئی دادِ وفا اُس بانیِ بیداد سے
ہم کو طے کرنا پڑا ہر مرحلہ بیداد کا

اُن کا روحانی تعاون مجھ کو حاصل ہے نصیؔر!
نام لیوا ہُوں دل و جاں سے شہِ بغداد کا

مسکرانے کا ہُنر سیکھ گئے تُم ایسا
ہم نے دیکھا نہیں پھولوں میں تبسُّم ایسا

ساکھ کھو دیتا ہے یاروں کی، تصادُم ایسا
کیوں کہو ہم کو بُرا ، اور سُنو تُم ایسا

مجھ کو خود اپنی حقیقت کی خبر تک نہ ہوئی
رات دن تیرے تصوّر میں رہا گُم ایسا

جیسے غنچوں کے چٹکنے کی صدا گلشن میں
مِل گیا ہے اُنھیں اندازِ تکلُّم ایسا

موج کس دُھوم سے بپھری مری کشتی کے لیے
اِس سے پہلے کبھی اُٹھّا نہ تلاطُم ایسا

جان پر حکم ہے، دل پر ہے حکومت اُن کی
اُن کو اللہ نے بخشا ہے تحکُّم ایسا

دل کا آئینہ سلامت نہ رہا محفل میں
ہو گیا اُن کی نگاہوں سے تصادُم ایسا

میں پیے جاؤں، پیے جاؤں، پیوں اور پیوں
کوئی ساغر، کوئی مِینا ہو، کوئی خُم ایسا

گردِ غم چہرے پہ مَل لیتے ہیں اہلِ اُلفت
کہیں دیکھا نہ سُنا ہم نے تیمّم ایسا

حُسن سے اُس کے، چکا چوند ہوئی آنکھوں میں
ہے اگر کوئی ، تو لاؤ تہِ انجم "ایسا"

وہ جفا کار و ستم پیشہ سہی ، پھر بھی نصیؔر!
لوگ کہتے رہیں ، لیکن نہ کہو تُم ایسا

جب وہ محوِ خرام ہوتے ہیں
مُلتفِت خاص و عام ہوتے ہیں

صبح ہوتے ہیں ، شام ہوتے ہیں
تذکرے تیرے ، عام ہوتے ہیں

مَیں زمانے کو بھول جاتا ہُوں
آپ ، جب ہمکلام ہوتے ہیں

قیس اپنی جگہ ، ہم اپنی جگہ
اپنے اپنے مقام ہوتے ہیں

جو جھگڑتے ہیں عشق والوں سے
وہ اَلَدُّ الْخِصام ہوتے ہیں

پستیوں پر بھی ہو نظر جن کی
وہی عالی مقام ہوتے ہیں

تُو سلامت رہے ، ترے ہاتھوں
ہم غریبوں کے کام ہوتے ہیں

موت جس وقت آ پہنچتی ہے
سارے قصّے تمام ہوتے ہیں

بزمِ ساقی میں اور کیا واعظ!
رند ہوتے ہیں ، جام ہوتے ہیں

قُرب میں فاصلے بڑھے اِتنے
دُور سے اب سلام ہوتے ہیں

مسجدِ عشق میں نصیؔر ! چلو
حُسن والے ، امام ہوتے ہیں

❁

راستے، صاف بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اہلِ دل گیت یہ گاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آنکھ رہ رہ کے اُٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

پھُول، شبنم سے نہاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
سَرو بھی جھومتے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کے دیوانوں کو سُوجھی ہے یہی ہوش کی بات
شمع، محفل میں جلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

رہگزر میں نظر آتا ہے قیامت کا سماں
فتنے اُٹھ اُٹھ کے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کاش تعبیر بھی آ جائے کسی روز نظر
آئے دن خواب یہ آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کی آمد کی ہے اِک دُھوم صبا کے دَم سے
غنچے یہ شور مچاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کہکشاں، راہگزر، چاند ستارے، قِندیل
سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

آج تو میری طرف مَست ہَوا کے جھونکے
یہ خبر دُور سے لاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کے جلووں سے نِکھر جاتی ہے گھر کی رونق
میری تقدیر جگاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دل کو جلووں کی طلب، آنکھ ہے مشتاقِ جمال
دیکھیے، مجھ کو بُلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

مجھ کو بہلانے کی خاطر، مری تسکیں کے لیے
یہ خبر لوگ اُڑاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کی آمد کے پیامی ہیں صبا کے جھونکے
پھُول شاخوں کو ہلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

صبر کی تاب کہاں، حُسنِ جہاں تاب کہاں
لوگ اب ہوش سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

چاند تاروں میں نصیّر آج بڑی ہلچل ہے
یہی آثار بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اُن کے رُخ پر نگاہ کر بیٹھے
ہم بھی خود کو تباہ کر بیٹھے

وہ تباہی خرید لیتا ہے
اُن سے جو رسم و راہ کر بیٹھے

میرا افسانہ اہلِ دل سُن کر
برملا ایک آہ کر بیٹھے

اور ہے بات ہم سے اَوروں کی
آپ کیوں اشتباہ کر بیٹھے

دل محبّت میں کس کی سُنتا ہے
ہم کسے انتباہ کر بیٹھے

ہے ستمگر وہ غیرتِ یُوسف
اور ہم ہیں کہ چاہ کر بیٹھے

تھا مخالف جو اے نصیؔر ! اپنا
ہم اُسی کو گواہ کر بیٹھے

❁

جمالِ یار تا حدِّ نظر، دیکھا نہیں جاتا
نظر اُٹھنے کو اُٹھتی ہے، مگر دیکھا نہیں جاتا

سرِ محفل عدُو کا شور و شر دیکھا نہیں جاتا؟
اِدھر کیا دیکھتے ہو تُم، اُدھر دیکھا نہیں جاتا؟

پشیماں تجھ کو اے بیدادگر ! دیکھا نہیں جاتا
اِسی باعث تو آہوں میں اَثر دیکھا نہیں جاتا

بدل دی گردشِ دَوراں نے صُورت، خانۂ دل کی
ہُوا ہے ایسا بے رونق یہ گھر، دیکھا نہیں جاتا

مِرے دل میں مِرے داغِ تمنّا کی جھلک دیکھو
چراغِ طور روشن ہے، مگر دیکھا نہیں جاتا

جو بزمِ ناز میں آیا تھا کل مجروح کرنے کو
اُسی سے اب مرا زخمِ جگر دیکھا نہیں جاتا

قلم اُس نے کیا، احسان ہے اُس کا، عنایت ہے
وبالِ دوش ہو جائے تو سَر دیکھا نہیں جاتا

دو عالم کے علاوہ کوئی عالَم اور ہے شاید
اِن آئینوں میں وہ آئینہ گر، دیکھا نہیں جاتا

نظر بڑھتی ہے، لیکن اشک رستہ روک لیتے ہیں
دمِ رخصت اُنہیں اے چشمِ تر! دیکھا نہیں جاتا

نصیؔر اُس شوخ کو دل میں بُلا کر شوق سے دیکھو
نظارہ یُوں سہی، ویسے اگر دیکھا نہیں جاتا

دل جلانے کی بات کرتے ہو　　تم ستانے کی بات کرتے ہو
میرے حق میں تمھیں یہ کیا سُوجھی　　آزمانے کی بات کرتے ہو؟
اے اسیرو! قفس کی دنیا میں　　آشیانے کی بات کرتے ہو
عشق والوں کی قدر اور تمھیں　　کیوں بنانے کی بات کرتے ہو
کچھ عجب سی تمھاری باتیں ہیں　　جی چھڑانے کی بات کرتے ہو
غم نصیبوں سے اپنے، تم ناحق　　مُسکرانے کی بات کرتے ہو
اشک روکے ہیں میرے دیدۂ تر　　تم' بہانے کی بات کرتے ہو
تم ہمیشہ وفا شعاروں سے　　دل دُکھانے کی بات کرتے ہو
آؤ جاؤ گے تم نہ میرے گھر　　آنے جانے کی بات کرتے ہو

اِس زمانے میں اے نصیؔر وفا!
کس زمانے کی بات کرتے ہو؟

❁

کوئی بھی اِس میں قرینہ نہیں وفا کے لیے　　ہزار جائزے ہم نے تری ادا کے لیے
حجاب کا یہ تکلّف' اِک آشنا کے لیے　　نظر کے سامنے آجاؤ' اب خدا کے لیے
یہ انتخاب عجب تھا مزاجِ فطرت کا　　چُنا' تو ایک مِرا دل تری جفا کے لیے
تری نگاہ کی جُنبش میں ہے مسیحائی　　نظر اُٹھا' کبھی بیمار کی شِفا کے لیے
سفینہ غرق نہ ہو پائے موجِ طُوفاں میں　　مدد خدا کی ضروری ہے' ناخدا کے لیے
یہی ہُوا' کہ پریشان و شرمسار ہیں ہم　　گئے تھے بزم میں کیوں عرضِ مدّعا کے لیے

وہ مُنفعل ہیں ستم پر' مُعاف بھی کر دو
نصیؔر! بات بڑھاؤ نہ اب خدا کے لیے

اُن کا جلوہ جو عام ہو جائے
حشر برپا تمام ہو جائے

مُسکرا کر جو دیکھ لیں وہ مجھے
غم کا قصّہ تمام ہو جائے

یا تو آئیں نہ وہ خیالوں میں
یا سلام و پیام ہو جائے

تم جو ساغر اُچھال دو کوئی
مَے کشی ، رسمِ عام ہو جائے

دیکھ لیں کاش وہ مری جانب
کام بن جائے ، کام ہو جائے

ذرّہ ذرّہ بنے اِک آئینہ
جلوۂ یار عام ہو جائے

چشمِ ساقی سے پی ! مِلا کر آنکھ
تشنہ کامی تمام ہو جائے

کاش اِس صبحِ زندگی کی نصیؔر !
کُوئے جاناں میں شام ہو جائے

مَیں اُس کا ، وہ میرا ہو　　کاش کبھی تو ایسا ہو
تیرے غم کا سودا ہو　　مہنگا ہو یا سَستا ہو
دیکھوں تو مَیں ، تم کیا ہو　　میری طرف بھی مکھڑا ہو
اپنے پَرائے ، سب اُس کے　　دیکھیے وہ اب کس کا ہو
اُن کا سراپا ایسا ہے　　جیسے مَیں نے دیکھا ہو
ایک طرف دل ہو جائے　　اُن کا ہو ، یا میرا ہو
جانچ پَرکھ ہے اوروں کی　　یہ بھی سوچا ، خود کیا ہو؟
شبنم کیا ہے گلشن میں　　جیسے کوئی روتا ہو
لُطف نہیں ، بیداد سہی　　ایک نہ ایک تماشا ہو
اُس کا مقدّر کیا کہنا　　جس نے اُن کو دیکھا ہو
رُوپ ہیں دونوں آنسو کے　　قطرہ ہو ، یا دریا ہو
وہ یہ اکثر کہتے ہیں　　ہم سب کچھ ہیں ، تم کیا ہو
کیسی دنیا ، کس کا غم　　اُس کو کیا ، جو اُن کا ہو
مانا ہے تم کو سب نے　　تم داتا ، جگ داتا ہو
جینا مرنا دو دن میں　　کیا جانیں کس دن ، کیا ہو
ہم جُھوٹے ، تُو سچّا ہے　　تیرا دل کیوں مَیلا ہو
کیا دیکھا اُن کو ، جس نے　　دیکھا دیکھی ، دیکھا ہو

آنی جانی دنیا ہے
کوئی نصیؔر اب کس کا ہو

پھر بہار آ گئی ' رہتا ہے پریشاں کافی
تیرے وحشی کو نہیں صحنِ گلستاں کافی

روشنی کا ہے یہی ہجر میں ساماں کافی
اِس اندھیرے میں ہے اشکِ سرِ مژگاں کافی

علم پختہ ہے ' نہ اللہ کا عرفاں کافی
یُوں تو ہر سُو نظر آتے ہیں مُسلماں ' کافی

گُل کِھلے خُوب اذیّت کے سرِ دشتِ جنُوں
میرے تلووں میں چُبھے خارِ مُغیلاں کافی

دام و صیّاد کا کھٹکا ہے قیامت ' ورنہ
ذوقِ پرواز کو ہے کُنجِ گلستاں کافی

اب تو ہر وقت وہ رہتے ہیں نظر میں ' دل میں
ورنہ تھے پہلے پہل مجھ سے گریزاں کافی

بے کسی اور اُداسی کے اندھیرے نہ ڈھلے
چاندنی روئی سرِ گورِ غریباں کافی

اَب ہے احساس اُنہیں بھی مری بربادی کا
سُن رہا ہُوں کہ وہ خود بھی ہیں پریشاں کافی

آنکھ ہو حُسن کی خُوگر ' یہی بینائی ہے
چشمِ یعقوب کو تھے یُوسفِ کنعاں کافی

دوستو ! آؤ بس اب فکر کریں ساحل کی
ہو چکا تذکرۂ کشتی و طوفاں کافی

میرے ہر جُرمِ تمنّا پہ سزا دے مجھ کو
اِس سے پہلے بھی ہیں مجھ پر ترے احساں کافی

مُنتظر دیر سے ہُوں ' مان بھی جا ' سامنے آ
ہو چکا پردہ اب اے جلوۂ جاناں! کافی

ترے ایماں کا نصیؔر اب تو خدا حافظ ہے
گرد پھرتے ہیں ترے دُشمنِ ایماں ' کافی

❁

آئے دن مِل کے بچھڑتے ہو، ادا اچھّی ہے
چاہنا ہی جو خطا ہے، تو سزا اچھّی ہے

صبحِ غم اچھّی نہ یہ شامِ بلا اچھّی ہے
موت دونوں سے یقیناً، بخدا، اچھّی ہے

سب دواؤں سے یہی ایک دوا اچھّی ہے
اُن کے کوچے میں جو آ جائے قضا، اچھّی ہے

تُو نہ ہو پاس تو دل اِس سے بہل جائے گا
تُو بھی اچھّا، تری تصویر بھی کیا اچھّی ہے

جب کہا ہم نے کہ ہم سے یہ تکلّف کیسا
نیچی نظروں سے کہا اُس نے، "حیا اچھّی ہے"

بعد مدّت کے ترے ہاتھ سے پینے کو مِلی
اور اے ساقیِ میخانہ پلا! "اچھّی ہے"

اُن کے در سے جو ملے بھیک، وہ سب سے بہتر
اُن کے در پر جو صدا ہو، وہ صدا اچھّی ہے

لے چلو آج مجھے کوچۂ جاناں کی طرف
موسم اچھّا ہے، رُت اچھّی ہے، فضا اچھّی ہے

مَیں یہ کہتا ہُوں، مری آہِ رسا سے ڈریے
وہ یہ کہتے ہیں، کہ یہ تیز ہَوا اچھّی ہے

مسکرائے، جو نظر آئی شبیہِ یُوسُف
مَیں نے پُوچھا کہ یہ کیسی ہے، کہا "اچھّی ہے"

اِتنی گستاخ کہ رہتی ہے ترے سر پہ سوار
زُلف کہتے ہیں جسے لوگ، بلا اچھّی ہے

اچھّے اچھّوں کی ادائیں ہیں نگاہوں میں نصیرؔ!
اُن کا کیا کہنا ادا جن کی سِوا اچھّی ہے

❁

وہ دن بھی ہے آنے والا
تڑپے گا ، تڑپانے والا

پھر ہے کسی پر آنے والا
دل ہے قیامت ڈھانے والا

دیکھ رہا ہے غور سے اُن کو
آنے والا ، جانے والا

مَیں نہ ہٹوں گا دَر سے تیرے
بہکائے ، بہکانے والا

بزم میں اُن کی مَیں ہی مَیں ہُوں
چوٹ جگر پر کھانے والا

سانس کا رشتہ ٹُوٹ رہا ہے
کب آئے گا آنے والا

اُن کی بَلا سے ، اُن کو کیا غم
مٹ جائے مٹ جانے والا

آنکھوں سے دل میں دَر آیا
وہ کم گو ، شرمانے والا

بھُول کر آیا پھر نہ اِدھر کو
بات بنا کر جانے والا

کاش نصیؔر کوئی مِل جاتا
راہ پر اُس کو لانے والا

❋

جن پر بھی ترے کرم رہیں گے
دُنیا میں وہ محتشم رہیں گے

ہر دم ترے ہمقدم رہیں گے
کوئی نہ رہے گا ، ہم رہیں گے

منزل کے لیے سفر سلامت
ہر گام پہ تازہ دَم رہیں گے

اُلجھے سے رہیں گے ہم ہمیشہ
زُلفوں میں تمھاری خَم رہیں گے

اللہ سُدھارے قاصدوں کو
جائیں گے جہاں بھی ، جم رہیں گے

دو گھونٹ میں کیا مضائقہ ہے
وہ شیخ ہیں ، محترم رہیں گے

کیوں جائیں اُس آستاں سے ہم لوگ
نزدیک تو کم سے کم رہیں گے

نسبت یہ نصیؔر ہے ازل سے
ہم خاکِ درِ حرم رہیں گے

ہر ادا دُشمنِ دل، حُسن بھی، رعنائی بھی
اور پھر اُس پہ غضب ہے تری انگڑائی بھی

اِک قیامت سے نہ کم تھی شبِ تنہائی بھی
ہم تو سو جاتے، مگر نیند ہمیں آئی بھی؟

دوستوں سے جو پڑا کام تو معلوم ہُوا
کام آتی نہیں برسوں کی شناسائی بھی

ایک دل کے لیے اُلفت میں ہیں کتنے تحفے
دَرد بھی، رنج بھی، آزار بھی، تنہائی بھی

ہم نے تو پھُولتے پھَلتے نہ کسی کو دیکھا
کشتِ غم ہے، یہ کسی کو کہیں راس آئی بھی؟

کیوں نہ شک ہو مجھے ساقی تری فیّاضی پر
چشمِ مخمور سے مجھ کو کبھی پلوائی بھی؟

کھینچیے دار پہ خود آپ سرِ عام مجھے
ہو جو ایسا، تو ہے منظور یہ رسوائی بھی

کس تکلّف سے کِیا اُس نے تماشا اپنا
کس توجّہ سے ہوئی انجمن آرائی بھی

اُن کے جلووں کو سرِ طُور چمکنا ہی پڑا
کتنی رکھتا ہے کشش ایک تماشائی بھی

مَیں تو اُٹھ جاؤں گا محفل سے، مگر یاد رہے
میری رسوائی سے ہوگی تری رسوائی بھی

غیر تو غیر، جَل اُٹّھے ترے اپنے بھی نصیّر!
بن گئی ایک مصیبت تری یکتائی بھی

آرزو یہ تھی کہ ہم یُوں اُن کا پیکر دیکھتے
رُوبرو لا کر اُنھیں، اُن کو برابر دیکھتے

دے دیا دل، کیا کیا ہم پہلے تیور دیکھتے
آزماتے، جانچتے، اُن کو پرکھ کر دیکھتے

آنکھ والے دیکھتے ہیں دیکھنے کی چیز کو
آپ کو ہم دیکھتے یا آپ کا گھر دیکھتے؟

عین ممکن تھا کہ ہو جاتا خود اپنے سے بگاڑ
اک نظر تو آئینہ تم بن سنور کر دیکھتے

وادیِ کُہسار میں رونق تمھارے دم سے تھی
دیکھنے والے تمھارے، خاک پتّھر دیکھتے

زندگی ہم نے گزاری پیرِ میخانہ کے ساتھ
خُم، سبو، شیشہ، صراحی، جام و ساغر دیکھتے

موت برحق ہے، مگر اپنی سی کوشش چاہیے
تم سے جو ممکن تھا اے چارہ گرو! کر دیکھتے

محفلِ اغیار تھی، وہ تھے، غضب تھا، قہر تھا
وقت گزرا اِس طرح اُن کو برابر دیکھتے

حضرتِ زاہد بھی ساقی سے مِلا لیتے جو آنکھ
ڈگمگاتا زُہد، توبہ نذرِ ساغر دیکھتے

دُور سے کیا ہو سکے گا اُن کو اندازہ نصیرؔ
میرا عالَم وہ مرے نزدیک آ کر دیکھتے

سکون مِل نہ سکا ' بارِ غم اُٹھا نہ سکے
تمہارے ہو رہے ' اپنا تُمھیں بنا نہ سکے

سحابِ آہ کچھ اِس طرح چھایا اشکوں پر
شبِ فراق یہ تارے بھی جگمگا نہ سکے

بہار کیسی ' خزاں سے اگر ہراساں ہو
کلی وہ کیا ' جو گلستاں میں مسکرا نہ سکے

نظر نظر ترا جلوہ ' نَفَس نَفَس تری یاد
تجھے بُھلانا بھی چاہا تو ہم بُھلا نہ سکے

وہ حرفِ راز ' جو دل خُون کر گیا اپنا
کبھی وہ سُن نہ سکے ' ہم کبھی سُنا نہ سکے

رہے گا یاد یہ طرزِ کرم اَحِبّا کا
مجھے مٹا تو دیا ' غم مرا مٹا نہ سکے

نہیں یہ غم کہ نظر تم نے پھیر لی ہم سے
بس اِک یہ غم ہے کہ تم ' ہم کو آزما نہ سکے

رہِ وفا میں مرے ہمسفر ہوئے ہیں نصیؔر
وہ اجنبی ' جو قدم سے قدم مِلا نہ سکے

❁

دل ایسے میں بہل جائے گا، دیوانے بہت سے ہیں
سرِ محشر ہمارے جانے پہچانے بہت سے ہیں

تمھیں کس بات کا غم ہے جو دیوانے بہت سے ہیں
ابھی موجود اِس دنیا میں ویرانے بہت سے ہیں

سجی ہے محفلِ ساقی، لگی ہے بھیڑ رندوں کی
شمار آساں نہیں، گردش میں پیمانے بہت سے ہیں

کھٹکتا ہے مرا ہی اک ٹھکانا چشمِ گردوں کو
چمن میں اور بھی تو ایسے کاشانے بہت سے ہیں

غرض مے سے نہیں، کچھ واسطہ ہے چشمِ ساقی سے
خدا کی اِس زمیں پر ورنہ میخانے بہت سے ہیں

بہار آئی ہے، آؤ، یہ تماشا دیکھ لیں ہم بھی
جگہ صحرا میں کم ہے، اور دیوانے بہت سے ہیں

ستائے، دل دُکھائے، قہر ڈھائے آسماں، لیکن
کہیں بھی جا پڑیں گے لوگ، ویرانے بہت سے ہیں

کہیں عنوان ہے یُوسف، کہیں عنوان ہے موسیٰ
ترے جلووں کے اِس دنیا میں افسانے بہت سے ہیں

سنبھل کر پاؤں رکھ اِس وادیِ پُر خار میں اے دل!
زمانے میں یگانے کم ہیں، بیگانے بہت سے ہیں

ذرا چل پھر کے دیکھو تو نصیر اُن کی جہاں گیری
وہ ایسے ہیں کہ ہر سُو اُن کے دیوانے بہت سے ہیں

اگر ہنستا ہُوا سیرِ چمن کو وہ نگار آئے
کِھلیں کلیاں، فضا نکھرے، خزاں جائے، بہار آئے

مرا غم اُن سے کہنے کے لیے بے اختیار آئے
زباں خاموش تھی، آنکھوں میں آنسو بار بار آئے

یہ کب چاہا تھا مَیں نے، اِس طرح دَورِ بہار آئے
طلب پھولوں کی تھی، لیکن مرے دامن میں خار آئے

مزا جب ہے اُنھیں یُوں یاد میری بار بار آئے
نہ اِس پہلو قرار آئے نہ اُس پہلو قرار آئے

ترے کوچے میں جا کر آخری بازی بھی ہار آئے
مگر اِتنا ہُوا، اک بوجھ تھا دل پر، اُتار آئے

ہمارا دل، تمہارا وعدۂ فردا برابر ہیں
نہ تم کو اعتبار آیا، نہ ہم کو اعتبار آئے

یہ دیکھا حشر ہم نے اُس گلی میں آنے جانے کا
گئے تھے مسکراتے اور واپس اشکبار آئے

جنابِ شیخ میخانے سے نکلے آدمی ہو کر
وہی انسان بنتا ہے یہاں جو بار بار آئے

غضب ہے، اچھّی صُورت دیکھ کر دل کا اٹک جانا
قیامت ہے طبیعت جب کہیں بے اختیار آئے

نصیّر ادنیٰ اشارہ ہو جو چشمِ مستِ ساقی کا
لُنڈھے بادہ، چلیں ساغر، گھٹا اُٹھّے، بہار آئے

❁

خرابِ گردشِ دوراں ہی رہتے اک زمانے تک
اگر قسمت نہ لے آتی تمہارے آستانے تک

عیادت کو چلے آئیں وہ شاید جان جانے تک
بہر صُورت ہمیں جینا پڑے گا اُن کے آنے تک

پھنسے ہم سادگی سے دامِ ہمشکلِ نشیمن میں
یہی ہے داستاں اپنی قفس سے آشیانے تک

فراقِ دوست بھی طُرفہ کرم ہے، گر کوئی سمجھے
ہے تصویرِ وفا میں رنگ، حالِ دل سنانے تک

میری ہی ذات سے قائم ہے یہ ہنگامۂ ہستی
رہے گی گردشِ چرخِ کہن میرے مٹانے تک

بہاروں میں بھی دل کو ایک دھڑکا سا رہا ہر دم
بچھا تھا ہر روش پر دام میرے آشیانے تک

یہی محرومیاں ہیں، زندگی جن سے عبارت ہے
جیے جاتے ہیں اہلِ دل مقدّر آزمانے تک

غنیمت ہے کہ اب تک بات ہونٹوں تک نہیں آئی
چلے بھی آؤ! ورنہ بات پہنچے گی زمانے تک

نگاہیں در پہ، کان آہٹ پہ، دھڑکن تیز، لب ساکت
نہیں معلوم دل کا کیا بنے قاصد کے آنے تک

نصیؔر اُس بزم میں جب قیس کے قصّے کا ذکر آیا
وفا کے سلسلے جوڑے گئے میرے فسانے تک

محبّت ناز ہے، یہ ناز کب ہر دل سے اُٹھتا ہے
یہ وہ سنگِ گراں ہے جو بڑی مشکل سے اُٹھتا ہے

لگی میں عشق کی، شعلہ کوئی مشکل سے اُٹھتا ہے
جلن رہتی ہے، آنکھوں میں، دھواں سا دل سے اُٹھتا ہے

تری نظروں سے گر کر جب کوئی محفل سے اُٹھتا ہے
بڑی دِقّت، بڑی زحمت، بڑی مشکل سے اُٹھتا ہے

جو آ کر بیٹھتا ہے، بیٹھ کر وہ پھر نہیں اُٹھتا
جو اُٹھتا ہے تو بس فتنہ تری محفل سے اُٹھتا ہے

مَنا کر ہی تمھیں دم لیں گے، یہ طے کر لیا ہم نے
تمھاری ناخوشی کا بوجھ کس کے دل سے اُٹھتا ہے

یہ عالم ہے ترے بیمارِ اُلفت کی نقاہت کا
اشارے کے لیے اب ہاتھ بھی مشکل سے اُٹھتا ہے

ضرورت ہے تو گردابِ بلا میں عافیت ڈھونڈو
کہ اب طوفان اکثر دامنِ ساحل سے اُٹھتا ہے

محبّت کا سفر بے انتہا آساں سہی، لیکن
جو گر پڑتا ہے رَستے میں، وہ پھر مشکل سے اُٹھتا ہے

تری محفل کسی کو جیتے جی اُٹھنے نہیں دیتی
وہ ہے زندہ جنازہ جو تری محفل سے اُٹھتا ہے

ترا بیمار کیا آ کر سُنائے تجھ کو حال اپنا
زباں مشکل سے چلتی ہے، قدم مشکل سے اُٹھتا ہے

یہ کس دیوانۂ عشق و وفا نے راہ طے کر لی
سلامی کو بگولہ گردشِ منزل سے اُٹھتا ہے

تمنّا تو نصیؔر اُس بزم میں جانے کی ہے، لیکن
سُنا ہے جو وہاں بیٹھے، بڑی مشکل سے اُٹھتا ہے

آئے کچھ اِس ادا سے وہ خنجر نکال کے
رنگ اُڑ گئے ہمارے جواب و سوال کے

پھر اُس ستم نصیب کے پلّے میں کیا رہا
چھوڑا ہے جس کو آپ نے مطلب نکال کے

تشبیہ دیں تو کیسے خرامِ صبا سے ہم
انداز ہی جُدا ہیں تری چال ڈھال کے

کہتی ہے چپکے چپکے یہ اُن کی نگاہِ شوخ
تحفے میں ہم بھی پیش کریں دل نکال کے

قربان عقل و ہوش تری چشمِ ناز پر
دنیا و دیں نثار ترے خدّ و خال کے

تا وقتِ مرگ مجھ کو نہ بھولیں گے وہ کبھی
لمحات جو گزر گئے قُربِ جمال کے

ٹھہرو کہ تم پہ جان بھی قربان ہو مری
کیوں جا رہے ہو مجھ کو کشاکش میں ڈال کے

ہم بھی نصیؔر دامنِ رحمت میں چھان کر
پیتے ہیں خُوب ساغر و مِینا اُچھال کے

یا رب سُنائیں ہم کسے اب مدّعائے دل
کوئی نہیں جہاں میں حاجت روائے دل

کیا کہیے بحرِ شوق میں اب ماجرائے دل
دل ہے سفینہ اور وہ ہیں ناخدائے دل

آئینۂ حیات کی تکمیل کے لیے
لازم ہے کائنات میں صدق و صفائے دل

دل اور درد دونوں میں اک ربطِ خاص ہے
دل آشنائے درد ہے، درد آشنائے دل

ہر ٹیس جس کی تیری طرف مُلتفِت کرے
یا رب! وہ درد چاہیے مجھ کو برائے دل

دنیائے دل کا حال نہ پوچھو فراق میں
مصروفِ انتظار ہیں صبح و مسائے دل

صد ہا اُٹھائیں دل کی بدولت صُعوبتیں
دیکھو نصیؔر اور ابھی کیا کیا دِکھائے دل

جواں ہو کر بدلتے جا رہے ہیں — وہ رعنائی میں ڈھلتے جا رہے ہیں
مرے پیچھے پڑے جو ہاتھ دھو کر — وہ خود اب ہاتھ مَلتے جا رہے ہیں
نہیں بس چل سکا کانٹوں پہ جن کا — وہ پھولوں کو مسلتے جا رہے ہیں
خدا ہی اب سنبھالے تو سنبھالے — وہ ہاتھوں سے نکلتے جا رہے ہیں
مری خاموشیوں پر ہنسنے والو ! — مِرے تیور بدلتے جا رہے ہیں
مری نظروں کی زد میں ہیں مخالف — کہاں بچ کر نکلتے جا رہے ہیں
نہیں، جھوٹے نہیں ہیں تیرے وعدے — بس اِتنا ہے کہ ٹلتے جا رہے ہیں
جو کل تک تھے مری آنکھوں کی ٹھنڈک — وہی اب مجھ سے جلتے جا رہے ہیں
خدا گلزار رکھّے اُن کے پاؤں — جو میرے ساتھ چلتے جا رہے ہیں
نظر کو ہے تلاشِ عہدِ ماضی — کہ اب منظر بدلتے جا رہے ہیں

یہ کس کا ہے نصیرؔ زار پر ہاتھ
کہ طوفاں سر سے ٹلتے جا رہے ہیں

آپ ٹھہریں تو کہیں ، رات کی رات
کیوں کہیں اور ، یہیں رات کی رات

ہے جو وہ ماہ جبیں رات کی رات
آسماں ہے ، زمیں رات کی رات

میرے گھر کو کبھی اپنا سمجھو
کبھی رہ جاؤ یہیں رات کی رات

ہے جہاں رشک سے جانا مشکل
تم پہنچتے ہو وہیں رات کی رات

کاش وہ میرا مقدّر ہوتے
زندگی بھر جو نہیں "رات کی رات"

صاف کہتی ہیں یہ بوجھل پلکیں
رہ کے آئے ہو کہیں ، رات کی رات

صبح کو اور سماں ہوتا ہے
شمع رہتی ہے حسیں رات کی رات

میری آنکھوں سے بہت دُور رہا
وہ مرا زُہرہ جبیں رات کی رات

تیرے کوچے سے کہاں جائیں گے
ہم کو رہنے دے یہیں رات کی رات

اُن کی محفل سے نہ اُٹھّے گا نصیر
اب تو یہ خاک نشیں ، رات کی رات

❁

آج ہم وقفِ نگاہِ نازِ جاناں ہو گئے
جان و دل سے اُس بتِ کافر پہ قُرباں ہو گئے

اپنے ہاتھوں سے جو دی بیمار کو تم نے دوا
جس قدر دکھ درد تھے اُن سب کے درماں ہو گئے

سیر کرنے کے لیے گلشن میں آئے تو اُنہیں
دیکھتے ہی سرنگوں سروِ گلستاں ہو گئے

چشمِ پُرفن ، خالِ مشکیں ، زلفِ پیچاں ، الغرض
اِک گرفتاریِ دل کے کتنے ساماں ہو گئے

سایۂ نعلین اُن کا رشکِ صد ظلِّ ہُما
مورِ بے مایہ تھے ہم ، رشکِ سُلیماں ہو گئے

ہو سکے مجھ سے ادا کیا اِس کرم کا شکریہ
خیر سے وہ آج میرے گھر میں مہماں ہو گئے

کیا کہوں مَیں اپنی بے تابی کا عالم اے نصیر
جب وہ میری داستاں سُن کر پریشاں ہو گئے

اندوہِ عشق ، ایک زمانے کی بات ہے
یہ بات کیا کسی سے چھپانے کی بات ہے

دل کو جلانے ' دل کو ستانے کی بات ہے
اچھّا تمھی کہو ! یہ ٹھکانے کی بات ہے ؟

ناراض ہیں جو وہ ' تو منا لیں گے ہم اُنھیں
بس ایک بار آنکھ ملانے کی بات ہے

لہجے میں آنچ ' حرف میں حِدّت ' نَفَس میں سوز
ہر بات اُن کی 'دل کو جلانے کی بات ہے

تم بے وفا نہیں ہو ' تو اچھّا ہمیں سہی
ایسی بھی کیا یہ بات بڑھانے کی بات ہے

وہ دل کا حال سُنتے رہے پہلے ' اور پھر
ہنس کر کہا ' یہ گزرے زمانے کی بات ہے

میخانے میں طلب نہیں جامِ شراب کی
ساقی سے اب تو آنکھ ملانے کی بات ہے

ناکامیِ وفا پہ اُڑاتے ہو تم ہنسی
اے دوستو ! یہ رونے رُلانے کی بات ہے

بس ایک مَیں ' کہ مُجھ کو بُھلایا گیا نصیّر
اُن کی زباں پہ ورنہ زمانے کی بات ہے

بات دیکھی یہ فقط آپ کے دیوانوں میں
کُود پڑتے ہیں مچلتے ہوئے طوفانوں میں

سامنے آ کے جو وہ شرم سے رُوپوش ہوئے
ایک ہل چل سی مچا دی مرے ارمانوں میں

اللہ اللہ یہ ترے حُسنِ فسوں گر کی کشش
بُت بھی سجدے کو ہیں بے تاب صنم خانوں میں

ہنس کے چھیڑے نہ کوئی آپ کے دیوانوں کو
یہ قیامت لیے بیٹھے ہیں گریبانوں میں

مئے گلرنگ کا اک جام ہمیں بھی ہو عطا
ہم بھی ہیں ساقیِ دوراں! ترے مستانوں میں

منقلب ہو گئے حالات بیک چشم زدن
کل یگانے جو تھے وہ آج ہیں بیگانوں میں

مَبداءِ فیض نے بخشی وہ مجھے طبعِ رسا
نام اپنا بھی نصیؔر اب ہے سخندانوں میں

❁

چاہیے اُن کی نظر، میری نظر کاٹنے کو
ہیرا درکار ہے ہیرے کا جگر کاٹنے کو

وقتِ دیدار، نقابِ رُخِ جاناں، ناحق
آ پڑی سلسلۂ تارِ نظر کاٹنے کو

تم مرے ساتھ نہیں ہو تو کوئی لطف نہیں
یوں تو کٹ جاتے ہیں یہ شام و سحر، کاٹنے کو

جوشِ وحشت میں ہر اک شے ہُوئی مجھ سے بیزار
دَوڑتا ہے مرا اُجڑا ہُوا گھر، کاٹنے کو

آج صیّاد گلستاں میں غضب ڈھائے گا
قینچیاں ساتھ لیے پھرتا ہے پَر کاٹنے کو

کون کہتا ہے کہ موجوں نے تھپیڑے مارے
ناؤ چکرائی تھی دریا میں بھنور کاٹنے کو

بھیس بدلے ہُوئے رہبر کا وہ رہزن ہی سہی
چاہیے ساتھ کوئی راہِ سفر کاٹنے کو

کوچۂ یار میں سایہ جو نظر آیا ہے
ہم بھی آ بیٹھے ہیں دوچار پہر، کاٹنے کو

عشق وہ کوہِ گراں ہے کہ الٰہی! توبہ
حوصلہ چاہیے پتّھر کا جگر کاٹنے کو

وہ نہیں ہیں تو یہ گلشن بھی بیاباں ہے نصیؔر
اپنا مُنہ کھولے ہے اک اک گُلِ تر "کاٹنے کو"

درحقیقت ہے وہ پناہوں میں آ گیا جو تری نگاہوں میں
جب سے دیکھی ہے آپ کی صورت کوئی جچتا نہیں نگاہوں میں
ہر نَفَس اہلِ عشق کا گزرا درد میں، غم میں، دُکھ میں، آہوں میں
ہم سے کارِ ثواب ہو نہ سکا عمر ساری کٹی گناہوں میں
اُن کے چہرے پہ آ گئی زردی کچھ اثر تو ہے اپنی آہوں میں
خواب ہے، وہم ہے، فسانہ ہے رنگِ دنیا مری نگاہوں میں
پائی جاتی ہے جو فقیروں میں بات کب ہے، وہ بادشاہوں میں
اے نصیّر اب یہی تمنّا ہے
کوئی پھرتا رہے نگاہوں میں

❁

لڑاتے ہیں نظر اُن سے جو ہوتے ہیں نظر والے محبّت کرتے ہیں دنیا میں دل والے، جگر والے
ہمیں ذوقِ نظر نے کر دیا اِس راز سے واقف اشاروں میں پرکھتے ہیں زمانے کو نظر والے
کوئی تم سا نہ دیکھا، یُوں تو دیکھے ہم نے دنیا میں بہت جادو نظر والے، بہت جادو اثر والے
تمہاری انجمن میں اور کس کو حوصلہ یہ ہے وہی دل پیش کرتے ہیں جو ہوتے ہیں جگر والے
سب اپنے اپنے زندانِ ہوس کے مستقل قیدی زمیں والے، یہ زر والے، یہ در والے یہ گھر والے
ہُنر مندانِ اُلفت ہیں بہت کم اِس زمانے میں جہاں میں یُوں تو لاکھوں ہم نے دیکھے ہیں ہُنر والے
نصیّر اُن کی طرف سے یہ ہمیں تاکید ہوتی ہے
"سنبھل کر بیٹھیے محفل میں بیٹھے ہیں نظر والے"

❁

وعدے وفا کے اور قرینے جفا کے یُوں
کیوں کر بدل گئے وہ نگاہیں مِلا کے یُوں

پہلو میں اب پلٹ کے نہ آئے گا دل مرا
انداز لے اُڑے ہیں کسی دلربا کے یُوں

مطلب یہ ہے کہ اَور بھی حیراں ہو چشمِ شوق
پردے میں چھپ گیا ہے کوئی مسکرا کے یُوں

گیسوئے یار چُھو کے گلستاں میں آئی ہے
مہکے ہُوئے نہ تھے کبھی جھونکے صبا کے یُوں

جیسے کہ مَیں غریب ، کوئی آدمی نہیں
احباب دُور دُور ہیں دامن بچا کے یُوں

ہم کو بلایا ، پاس بٹھایا ، اُٹھا دیا
رُسوا کیا ہے آپ نے گھر پر بُلا کے یُوں

ہو گا نہ اب قرار میسّر کبھی مجھے
اِک بات کہہ گئے ہیں وہ آنکھیں مِلا کے یُوں

دیکھیں گے اب نصیؔر قیامت کے روز ہم
جاتے ہیں کس طرف کو وہ دامن بچا کے یُوں

ستاتے ہیں دلِ ناشاد کو پھر شاد کرتے ہیں
کرم کے رُوپ میں وہ آئے دن بیداد کرتے ہیں

پسِ مُردن جو ہیں آسودۂ خاک اُن کے کوچے میں
وہ اب کیوں اُن کی مٹّی اِس طرح برباد کرتے ہیں

دل اُن کا ، جان اُن کی ، جو کہیں ، تیّار ہیں قاصد!
ذرا تم پوچھ لو اُن سے ، وہ کیا ارشاد کرتے ہیں

یہ خنجر آزمائی اور تم ؟ توبہ ارے توبہ
چلو ، چھوڑو ، ہٹو ، یہ کام تو جلّاد کرتے ہیں

رہی گنجائش اپنی اب نہ مسجد میں ، نہ مندر میں
اُٹھو! اپنا الگ اِک میکدہ آباد کرتے ہیں

یہ مانا ہو گئی ہے مُستقل دُوری ، مگر اب تک
وہ ہم کو یاد کرتے ہیں ، ہم اُن کو یاد کرتے ہیں

نصیؔر اچھا ہُوا جو کچھ ہُوا دنیائے اُلفت میں
مِرے احباب کیا ذکرِ دلِ ناشاد کرتے ہیں

سوز بخشا حشر ڈھا کر چل دیے　　آگ وہ دل میں لگا کر چل دیے

حُسن کے شعلوں سے بعدِ مرگ وہ　　میری میّت کو جلا کر چل دیے

اک جھلک میں آپ نے یہ کیا کیا　　مجھ کو دیوانہ بنا کر چل دیے

اُن کے وعدے تو بہت کچھ تھے، مگر　　خاک میں سب کو مِلا کر چل دیے

میرے عرضِ مدّعا پر آج وہ　　روٹھ کر، دامن بچا کر چل دیے

جب وہ آئے ہر قدم پر راہ میں　　سینکڑوں فتنے جگا کر چل دیے

اُن کے اِس انداز کو اب کیا کہوں　　چاند سی صورت دِکھا کر چل دیے

خرمنِ اُمّید جل کر رہ گیا　　دل پہ وہ بجلی گرا کر چل دیے

آئے جب وہ، دیکھ کر تربت مری　　ہنس دیے، ٹھوکر لگا کر چل دیے

راہ میں بیٹھے جو دیکھا اے نصیّر
مجھ سے وہ دامن بچا کر چل دیے

اگر آلامِ ہجراں کم نہ ہوں گے
یہی ہو گا کہ اک دن، ہم نہ ہوں گے

جئیں گے کس طرح اہلِ محبّت
اگر اُن کے ستم پیہم نہ ہوں گے

چراغاں ہو گا صحنِ گلستاں میں
بہاریں ہوں گی، لیکن ہم نہ ہوں گے

کیا ہے خونِ دل سے جن کو روشن
وہ یادوں کے دیئے مدّھم نہ ہوں گے

ستائے گی ہماری یاد اُن کو
مگر بزمِ جہاں، میں ہم نہ ہوں گے

ترا قامت اُٹھائے گا جو فتنے
قیامت سے وہ فتنے کم نہ ہوں گے

یہی صُورت رہی تو دیکھ لینا
کبھی اک دوسرے کے ہم نہ ہوں گے

کہاں زندانیوں کا پھر ٹھکانہ
اگر اُن گیسوؤں کے خم نہ ہوں گے

نہ چھوٹے اے نصیؔر اب یار کا غم
یہ غم چھوٹا تو کیا کیا غم نہ ہوں گے

❁

ویسے تو سب ہی کو شیطان سے ڈر لگتا ہے
مجھ کو اِس دَور کے انساں سے ڈر لگتا ہے

جس کے ہر لفظ میں پوشیدہ ہو نشتر کی چُبھن
ایسے ہر صاحبِ احسان سے ڈر لگتا ہے

غمِ کونین پریشاں نہیں کرتا اِتنا
جس قدر زُلفِ پریشان سے ڈر لگتا ہے

کل گلی سے کوئی درویش یہ کہتے گزرا
کسی قیصر سے نہ سُلطان سے ڈر لگتا ہے

جن سے منسوب ہُوں مَیں، اُن پہ نہ حرف آئے کوئی
نام لیتا ہُوں تو پہچان سے ڈر لگتا ہے

جو نگاہوں سے حقیقت کو بھی کر دے اوجھل
اُس دِکھاوے کی ہر اک شان سے ڈر لگتا ہے

جن میں جُرأت ہو، اُترتے ہیں وہ میداں میں نصیؔر
خاک اُتریں، جنہیں میدان سے ڈر لگتا ہے

❁

قدم قدم پہ جو صدمے اُٹھا نہیں سکتے ۔۔۔ کبھی وہ منزلِ مقصود پا نہیں سکتے
ہو باغباں ہی اگر معترض چمن میں تو ہم ۔۔۔ بنائیں بھی تو نشیمن بنا نہیں سکتے
کیے ہیں ضبط بہ تدبیر آہِ سوزاں کو ۔۔۔ ہم اپنا خرمنِ ہستی جلا نہیں سکتے
گزر چکی ہے جو ہم پر، سُنائیں کیا تم کو ۔۔۔ وہ حادثے ہیں کہ لفظوں میں لا نہیں سکتے
اُنھیں کہو کہ لحد میں وہ جا کے سو جائیں ۔۔۔ جو ظلم و جور کی دیوار ڈھا نہیں سکتے
وہ خام کار ہیں اِس کار گاہِ عالم میں ۔۔۔ غموں کا بوجھ جو ہنس کر اُٹھا نہیں سکتے
یہ روزِ حشر ہے' انصاف کا ہے راج یہاں ۔۔۔ تم آج ہم سے نگاہیں مِلا نہیں سکتے

ہمارے دل کو اُڑا کر وہ لے گئے کیوں کر
نصیّر! ہم یہ کہانی سُنا نہیں سکتے

❁

حاجت دُعا کی ہے نہ ضرورت دوا کی ہے ۔۔۔ ہونا وہی ہے اب' جو مشیّت خدا کی ہے
مَیں نے کہا کہ تم سے شکایت جفا کی ہے ۔۔۔ بولے کہ صبر کر! یہی مرضی خدا کی ہے
دل کو بچا سکے گا کوئی آپ سے کہاں ۔۔۔ سج دھج کمال کی ہے' تو شوخی بَلا کی ہے
یہ ظلم' یہ ستم' یہ تباہی' یہ اِبتلا ۔۔۔ مٹّی خراب عشق میں اہلِ وفا کی ہے
کیا اُس نے کچّی نیند سے اُٹھ کر جھڑک دیا ۔۔۔ رفتار کیوں رُکی رُکی بادِ صبا کی ہے
لایا ہے رنگ میرا لہو اُن کے ہاتھ میں ۔۔۔ دنیا سمجھ رہی ہے کہ شوخی حنا کی ہے

سورج بھی ہے نظر میں مری لیکن اے نصیّر
کچھ اور بات اُن کے رُخِ پُر ضیا کی ہے

❁

محفل کا یہ انداز، کہاں وہ ہیں، کہاں مَیں
دنیا کو خبر ہو گی، جو کھولوں گا زباں مَیں

چاہو تو ہم آہنگ کروں دل سے زباں مَیں
کچھ عرض کروں، جان کی پاؤں جو اماں مَیں

حالاتِ غمِ عشق، نہیں ذِکر کے قابل
سُنتے ہیں اگر آپ، تو کرتا ہُوں بیاں مَیں

ذرّے کو بھی خورشید سے نسبت سہی، پھر بھی
سچ بات مگر یہ ہے، کہاں آپ، کہاں مَیں

بھُولے سے بھی انگڑائی اب آتی نہیں مجھ کو
اے چشمِ زمانہ کبھی ہوتا تھا جواں مَیں

سُنتا ہُوں بڑی دیر سے ساقی کی بُرائی
اب کھینچوں گا واعظ! تری گُدّی سے زباں مَیں

سائے کی طرح ساتھ نظر آؤں گا، سرکار!
جاتا ہے کہاں مجھ کو، جہاں آپ، وہاں مَیں

اب خود ہی نصؔیر اُٹھ کے چلا جاؤں تو اچھا
اِس انجمنِ ناز میں ہُوں بارِ گراں، مَیں

کہتے ہیں، اُن کو بُت نہ کہوں مَیں، خدا کہوں
پھر ضد یہ ہے کہ کُھل کے کہوں، برملا کہوں

تم سے تھی اک اُمید سو وہ بھی نہیں رہی
اب کس کو مہربان کہوں، با وفا کہوں

گردوں خلاف، بخت مخالف، وہ بدگماں
کس سے یہ دل کا حال کہوں اور کیا کہوں

اُمیدِ لطف ہو تو ہلاؤں زبان بھی
گر جان کی امان ملے، مدّعا کہوں

پہلو میں رات دن ہے قیامت سی اک بپا
آفت کہوں، عذاب کہوں، دل کو کیا کہوں

نسبت ہے مجھ کو مہرِ علی شاہ سے نصؔیر!
ذرّے کو آفتاب سے کیوں کر جُدا کہوں

عشق آسان بہت ہے، مگر آساں بھی نہیں
یہ ہے وہ درد کہ جس کا کوئی درماں بھی نہیں

نخوتِ حُسن بجا، تمکنتِ ناز دُرست
بات بے بات اُلجھنا ترے شایاں بھی نہیں

میری توقیرِ طلب کا ہے زمانہ قائل
مَیں وہ سائل ہُوں کہ شرمندۂ احساں بھی نہیں

جان پر کھیل رہی ہے تری خاطر دنیا
کھیل آساں ہے، مگر اِس قدر آساں بھی نہیں

داغِ حسرت سے منوّر تھا کبھی دل میرا
اب تو روشن یہ چراغِ تہِ داماں بھی نہیں

زندگی دیدۂ بیدار میں ہے اور ہی شے
خوابِ راحت بھی نہیں، خوابِ پریشاں بھی نہیں

دستِ وحشت نے تباہی سی مچا رکھّی ہے
بات دامن پہ نہیں ختم، گریباں بھی نہیں

جلوۂ مہر کی صورت ہے نصؔیر اُن کا جمال
سامنے بھی وہ ہیں دیدار کا امکاں بھی نہیں

بیتاب ہیں، ششدر ہیں، پریشان بہت ہیں
کیوں کر نہ ہوں، دل ایک ہے، ارمان بہت ہیں

کیوں یاد نہ رکھّوں تجھے اے دشمنِ پنہاں!
آخر مرے سر پر ترے احسان بہت ہیں

ڈھونڈو تو کوئی کام کا بندہ نہیں مِلتا
کہنے کو تو اِس دَور میں انسان بہت ہیں

اللہ اِسے پار لگائے تو لگائے
کشتی مری کمزور ہے، طوفان بہت ہے

دیکھیں تجھے، یہ ہوش، کہاں اہلِ نظر کو
تصویر تری دیکھ کے حیران بہت ہیں

ارمانوں کی اک بھیڑ لگی رہتی ہے دن رات
دل تنگ نہیں، خیر سے مہمان بہت ہیں

یُوں ملتے ہیں، جیسے نہ کوئی جان نہ پہچان
دانستہ نصؔیر آج وہ انجان بہت ہیں

ہر نفَس اک بھوک ہے، اک پیاس ہے ۔۔۔ زندگی ، افلاس ہی افلاس ہے
آ گئے ہیں وہ عیادت کو مری ۔۔۔ درد و غم کا اب کسے احساس ہے
تم خفا ہو کر نہ یُوں دیکھا کرو ۔۔۔ دل کا آئینہ بہت حسّاس ہے
اُن کا پانا، اُن سے مِلنا ، اُن کی دُھن ۔۔۔ واہمہ ، ہے وہم ہے ، وسواس ہے
وہ رہیں آمادۂ جَور و جفا ۔۔۔ ہم کو تو اُن سے کرم کی آس ہے
کھِنچتی رہتی ہے تصویرِ جمال ۔۔۔ ہر نظر میری بڑی عکّاس ہے

اے نصیؔر اہلِ نظر دیکھیں ذرا
داغِ دل ہے ، یا چراغِ یاس ہے؟

❁

لگی تھی دل میں، بالآخر زباں تک آ پہنچی ۔۔۔ کہاں کی آگ تھی، لیکن کہاں تک آ پہنچی
ہوائے شوق ، مری خاک کو اُڑا لائی ۔۔۔ بچھڑ گئی تھی ، مگر کارواں تک آ پہنچی
وہ ہم سے رُوٹھ گئے اور بے سبب رُوٹھے ۔۔۔ خدا کی شان کہ نوبت یہاں تک آ پہنچی
یقیں تو نہیں مجھ کو تری جفا کا ، مگر ۔۔۔ یہ اک خلش مرے وہم و گماں تک آ پہنچی
ہم اُن سے رازِ تمنّا بیان کر ہی گئے ۔۔۔ جو بات دل کی تھی آخر زباں تک آ پہنچی
لگی ہے آگ جو گُلشن میں آتشِ گُل سے ۔۔۔ الٰہی خیر! مرے آشیاں تک آ پہنچی

وہ خود پہنچ نہ سکا ، ہاں نصیؔر کی میّت
ترے دیار ، ترے آستاں تک آ پہنچی

❁

مجھ میں انداز ہے سُلطانی کا یہ صلہ آپ کی دربانی کا
مشکلوں سے جو نبٹنا چاہو مُنہ نہ دیکھو کبھی آسانی کا
زلفِ برہم سے تری مِلتا ہے سلسلہ میری پریشانی کا
فرطِ غم سے ہیں بیاباں آنکھیں دُور تک نام نہیں پانی کا
بِنتِ تہذیب برہنہ سَر ہے قحط ہے غیرتِ انسانی کا
ہائے جب عشق کیا تھا تم سے اُف، وہ عالم مری نادانی کا
ہے نصیّر اُن کی گدائی بہتر
مَیں تو قائل نہیں سُلطانی کا

❁

تُو سفینے کا نگہباں ہو، یہ امکاں ہی نہیں ناخدا! تجھ کو تو اندازۂ طوفاں ہی نہیں
جوشِ وحشت میں کوئی چین کا ساماں ہی نہیں پُرزے پُرزے ہُوا دامن بھی، گریباں ہی نہیں
اُنگلیاں ہم پہ اُٹھاتا ہے زمانہ سارا ہم تری راہ میں سرگشتہ و حیراں ہی نہیں
حُسن کی ایک جھلک دیکھ کے یہ حال ہُوا سربسجدہ ہیں ملک بھی، فقط انساں ہی نہیں
مطمئن ہو کے جیے خاک محبّت میں کوئی جب توجّہ ہی نہیں، لُطف کا امکاں ہی نہیں
ایسی رنجش تو نہیں ہے کہ مٹائے نہ مٹے بات اِتنی ہے کہ وہ شخص پشیماں ہی نہیں
چشمِ بد دُور، مبارک ہو یہ احساسِ کمال آپ برتر ہیں فرشتوں سے، ہم انساں ہی نہیں
وہ بھی ہیں، اپنے بھی، بیگانے بھی، یہ دل بھی نصیّر
مجھ سے برگشتہ فقط گردشِ دوراں ہی نہیں

❁

لوگ لکھتے رہے ظلمت کے فسانے کیا کیا
پھر گئے آنکھوں میں تاریک زمانے کیا کیا

آج جب از سرِ نو ہم نے سجائی محفل
یاد آئے ہمیں کچھ دوست پرانے کیا کیا

فکرِ اسباب و وسائل میں یہ انساں گُم ہے
سوچتا رہتا ہے ہر وقت نہ جانے کیا کیا

اب اگر کوئی نہ سمجھا تو قصور اُس کا ہے
میرے اشکوں نے کہے غم کے فسانے کیا کیا

اِس کا دل توڑ دیا، اُس کا جگر چھید لیا
چشمِ بد دُور، اُڑاتے ہو نشانے کیا کیا

سوچ لیتی ہے محبّت بھی ہزاروں رستے
اُن سے ملنے کے نکلتے ہیں بہانے کیا کیا

کُھل گئی ہم پہ بھی دنیا کی حقیقت آخر
ہم نے بھی دیکھ لیے خواب سُہانے کیا کیا

وہ بہ تاکید بُلاتے ہیں، خدا خیر کرے
سامنے سب کے وہ کہہ جائیں نہ جانے کیا کیا

اک نیا سوز، نیا کیف ملا مجھ کو نصیؔر
سازِ دل چھیڑ گیا آج ترانے کیا کیا

دن ڈھلا، شام ہوئی، چاند ستارے نکلے
تم نے وعدہ تو کیا، گھر سے نہ پیارے! نکلے

دوست جتنے تھے، وہ دشمن مرے سارے نکلے
دم بھرا میرا، طرفدار تمھارے نکلے

اور پھر اور ہیں، اوروں کا گِلہ کیا کرنا
ہم نے پرکھا جو تمھیں، تم نہ ہمارے نکلے

غم و آلام کے ماروں کا بہت تھا چرچا
وہ بھی کم بخت، ترے عشق کے مارے نکلے

وائے قسمت کہ نہ راس آئی محبّت ہم کو
ہائے تقدیر کہ وہ بھی نہ ہمارے نکلے

جیتے جی ہم نہ ہلے اپنے ٹھکانے سے نصیؔر
اُن کے کُوچے سے جنازے ہی ہمارے نکلے

سَر کے بل آؤں، مگر آپ اشارا تو کریں
اپنی محفل میں کبھی مجھ کو گوارا تو کریں

دمِ آخر ہے، کوئی کام ہمارا تو کریں
اور کیا کرنا ہے "اللہ کو پیارا" تو کریں

ایک طوفان جو اُٹھا ہے وہ دب جائے گا
دوست میرے، مرے دشمن سے کنارا تو کریں

مجھ کو تسلیم ہے بے تابیٔ دل کا شکوہ
آئینے میں کبھی آپ اپنا نظارا تو کریں

مَیں نے آنکھوں میں کئی خواب سجا رکھے ہیں
میرے گھر آنے کی زحمت وہ گوارا تو کریں

سامنے سب کے، ذرا میری طرف رُوئے سُخن!
لوگ جیتی ہوئی بازی کبھی ہارا تو کریں

کون کہتا ہے کہ مَیں اُڑ کے نہ پہنچوں گا نصیؔر
وہ بُلائیں تو، بُلانے کا اشارا تو کریں

جسے تیری زُلفوں کے خَم یاد آئے
اُسے پھر نہ دیر و حرم یاد آئے

وہیں ماہ و انجم کی تابانیاں تھیں
جہاں تیرے نقشِ قدم یاد آئے

بڑھی اور شامِ الم کی اُداسی
جو گیسو ترے دمبدم یاد آئے

بہر حال اُن سے رہا اک تعلّق
ستم یاد آئے، کرم یاد آئے

ہو جس کی نظر میں وجود ایک منزل
اُسے کیسے راہِ عدم یاد آئے

نصیؔر! اپنی رُوداد جب ہم نے دیکھی
گھنی زُلف کے پیچ و خَم یاد آئے

دُھوم ہے شش جہات پھولوں کی
دیکھیے کائنات پھولوں کی

دُور ہو جب چمن میں کانٹوں کا
کون کرتا ہے بات پھولوں کی

اپنے سائے میں خار پالتے ہیں
کتنی اُونچی ہے ذات پھولوں کی

اِن کی جا رُوب کش ہے بادِ بہار
آسماں ہے قنات پھولوں کی

ذکر کانٹوں کا ، آپ کی فطرت
ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی

خار کی زندگی ، اذیّت ، درد
رنگ ، خوشبو ، حیات پھولوں کی

اپنی تفسیر ہے خود اِن کا وُجود
کیا گناؤں صفات پھولوں کی

دُھوپ اُن پر ، تو شبنم اِن کے لیے
دن ہے کانٹوں کا ، رات پھولوں کی

کتنی یادوں کے نقش چھوڑ گئی
مختصر سی حیات پھولوں کی

آ گئی ہے عُروسِ فصلِ بہار
اب چلے گی برات پھولوں کی

کِھل اُٹھا ہے نصیرؔ دل میں چمن
چھیڑ دی کس نے بات پھولوں کی

❁

الٰہی ! کیا محبت میں یہ شکلِ امتحاں رکھ دی
کسک دل میں، جلن آنکھوں میں، ہونٹوں پر فغاں رکھ دی

بہار آئی تو کچھ اہلِ قفس نے فرطِ حسرت سے
فضائے آتشِ گُل پر بِنائے آشیاں رکھ دی

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیسا خواب ہے یا رب !
مری دُنیا زمین و آسماں کے درمیاں رکھ دی

خدا جانے مرے بارے میں اُن کو کیا خیال آیا
اُٹھے، اُٹھ کر اُٹھائی، اور اُٹھا کر داستاں رکھ دی

نہیں معلوم کیا منظور ہے خلّاقِ ہستی کو
مری فطرت کے شانوں پر اساسِ دو جہاں رکھ دی

مرے ذوقِ جراحت پر قیامت سی اک آ ٹوٹی
جب اُس نے تیر پھینکے، اور جھنجلا کر کماں رکھ دی

خدا کا نام لے کر منہ اندھیرے اور پی واعظ!
صراحی کیوں اُٹھا کر طاق پر وقتِ اذاں رکھ دی

مذاقِ گُفتگو بخشا تو پھر یہ کیسی بندش ہے
خدا نے کس لیے بتّیس دانتوں میں زباں رکھ دی

مری بربادیوں کا کچھ دنوں تو تذکرہ رہتا
چمن والو! ابھی سے کیوں بُھلا کر داستاں رکھ دی

فلک سے رحمتیں نازل ہوں افشاں چُننے والوں پر
کسی کی مانگ میں جیسے کہ لا کر کہکشاں رکھ دی

نصیؔر ! اُن کے اِس اندازِ کرم نے مار ہی ڈالا
سُنے اوروں کے افسانے، ہماری داستاں رکھ دی

اُس ستم گر سے جس کی یاری ہے
اُس کی قسمت میں آہ و زاری ہے

بُنِ ہر مُو سے خون جاری ہے
دل پہ جو زخم ہے وہ کاری ہے

دل کو لاحق ہے غم انوکھا سا
آج کی رات سخت بھاری ہے

ہے دگرگوں مریض کا عالم
چارہ سازوں پہ یاس طاری ہے

دل ٹھہرتا نہیں گھڑی بھر کو
کس قیامت کی بیقراری ہے

دل اُڑا کر وہ پھر مِلے نہ مجھے
یہ انوکھی وفا شعاری ہے

جان مانگے تو جان بھی حاضر
جان کیا جانِ جاں سے پیاری ہے؟

جلوے چلمن سے چھنتے رہتے ہیں
واہ کیا شانِ پردہ داری ہے

ہم بھی بیٹھیں گے تان کر سینہ
آج اُس بت کی چاند ماری ہے

پھر وہی دل میں ہے چُبھن پیدا
پھر وہی عزمِ شعلہ باری ہے

دل پہ اُلفت میں اختیار کسے
یہ تو اک امرِ اضطراری ہے

بعد مرنے کے لوگ ہیں آزاد
رُستگاری ہی رُستگاری ہے

بے نقاب آ گئے نصیرؔ جو وہ
ساری محفل پہ وجد طاری ہے

❁

پسِ توبہ کوئی دیکھے کہ میخانے پہ کیا گزری
صراحی کیوں شکستہ دل ہے ' پیمانے پہ کیا گزری
ہمیں تو ہر گھڑی وہ بزمِ رنداں یاد آتی ہے
خدا جانے ہمارے بعد میخانے پہ کیا گزری
بڑی محنت سے مَیں نے چار تنکے چُن کے رکھّے تھے
مگر اب کیا بتاؤں میرے خسخانے پہ کیا گزری
نثارِ شمع ہو جانا تو پروانے کی فطرت ہے
کوئی کیوں شمع سے پوچھے کہ پروانے پہ کیا گزری
سنا بھی یا نہیں اُس نے ' ذرا جلدی بتا قاصد
ہُوا کیا میرے افسانے کا ' افسانے پہ کیا گزری
کریں گے تبصرہ کیا ہوش والے میری ہستی پر
یہ دیوانہ سمجھتا ہے کہ دیوانے پہ کیا گزری
نصؔیر! احساس کی دولت کہاں ہر اک کو ملتی ہے
یہ کعبہ ہی سمجھ سکتا ہے ' بُتخانے پہ کیا گزری

جس طرف بزم میں وہ آنکھ اُٹھا دیتے ہیں
دلِ عشاق میں ہلچل سی مچا دیتے ہیں

جام و مینا ہی پہ موقوف نہیں اُن کا کرم
موج میں آئیں تو آنکھوں سے پلا دیتے ہیں

مسلکِ فقر کے وارث ہیں حقیقت میں وہی
گالیاں سُن کے بھی جو لوگ دُعا دیتے ہیں

کوئی بیٹھے تو سہی اہلِ نظر میں جا کر
دل کو اک آن میں آئینہ بنا دیتے ہیں

حالِ دل اُس نے جو پوچھا تو بھر آئے آنسو
نرم الفاظ بھی زخموں کو ہوا دیتے ہیں

تُو نے دیکھا کہ ترے ہجر میں رونے والے
ہنستے ماحول میں اک آگ لگا دیتے ہیں

ایک لغزش پہ ہمیں جنّتِ ارضی بخشی
دیکھنا یہ ہے کہ اِس بار وہ کیا دیتے ہیں

خود شناسی بھی ہے تعلیم فنا کا حصّہ
کون کہتا ہے کہ ہم درسِ انا دیتے ہیں

وجہ بربادیِ دل کوئی اگر پوچھتا ہے
رونے والے تری تصویر دکھا دیتے ہیں

اب یہی شغل ہے دن رات محبت میں نصیؔر
اشک بیتے ہوئے لمحوں کو صدا دیتے ہیں

ہم سا بھی ہو گا جہاں میں کوئی ناداں جاناں ... بے رُخی کو بھی جو سمجھے ترا احساں جاناں
جب بھی کرتی ہے مرے دل کو پریشاں دنیا ... یاد آتی ہے تری زلفِ پریشاں جاناں
مَیں تری پہلی نظر کو نہیں بھولا اب تک ... آج بھی دل میں ہے پیوست وہ پیکاں جاناں
ہمسُخن ہو کبھی آئینے سے باہر آ کر ... اے مری روح! مرے عکسِ گریزاں جاناں
دشت گلرنگ ہے کس آبلہ پا کے خوں سے ... کر گیا کون بیاباں کو گلستاں جاناں
مجھ سے باندھے تھے بنا کر جو ستاروں کو گواہ ... کر دیے تُو نے فراموش وہ پیماں جاناں
کبھی آتے ہوئے دیکھوں تجھے اپنے گھر میں ... کاش پورا ہو مرے دل کا یہ ارماں جاناں
اک مسافر کو ترے شہر میں موت آئی تھی ... شہر سے دُور نہیں گورِ غریباں جاناں
یہ ترا حُسن ' یہ کافر سی ادائیں تیری ... کون رہ سکتا ہے ایسے میں مُسلماں جاناں
کیوں تجھے ٹُوٹ کے چاہے نہ خدائی ساری ... کون ہے تیرے سوا یُوسفِ دوراں جاناں
نغمہ و شعر مرے ذوق کا حصّہ تو نہ تھے ... تیری آنکھوں نے بنایا ہے غزل خواں جاناں
جاں بہ لب' خاک بسر' آہ بہ دل' خانہ بدوش ... مجھ سا کوئی بھی نہ ہو بے سر و ساماں جاناں
یہ تو پوچھ اُس سے کہ جس پر یہ بلا گزری ہے ... کیا خبر تجھ کو کہ کیا ہے شبِ ہجراں جاناں
وہ تو اِک نام تمہارا تھا کہ آڑے آیا ... ورنہ دَھر لیتی مجھے گردشِ دوراں جاناں
یہ وہ نسبت ہے جو ٹوٹی ہے' نہ ٹوٹے گی کبھی ... مَیں ترا خاک نشیں ' تُو مرا سُلطاں جاناں
کیا تماشا ہو کہ خاموش کھڑی ہو دُنیا ... میں چلوں حشر میں کہتے ہوئے جاناں جاناں

در پہ حاضر ہے ترے ' آج نصیؔر عاصی
تیرا مُجرم ' ترا شرمندۂ احساں جاناں

جب تک جہاں میں گردشِ چرخِ کُہن رہے
تاباں ترے جمال سے یہ انجمن رہے

زیبا ہے سروری تمھیں خُوبانِ دہر کی
زیرِ نگیں تمھارے زمین و زَمن رہے

یہ ناز ' یہ ادا ' یہ کرشمے ' یہ دلبری
قائم ہمیشہ تجھ میں یہی بانکپن رہے

اوجِ کمال پر ہو ترا نیّرِ جمال
جب تک زمیں پہ گُنبدِ چرخِ کُہن رہے

دنیا کے میکدے میں تھے پیمانہ تہی
محرومِ لُطفِ ساقیِ پیماں شکن رہے

گزرے نصیؔر عُمرِ رواں اِس ادا کے ساتھ
دریائے ذوق و شوق ترا موجزن رہے

❀

زُلف کی اوٹ سے چمکے وہ جبیں تھوڑی سی
دیکھ لُوں کاش جھلک مَیں بھی کہیں تھوڑی سی

میکدہ دُور ہے' مسجد کے قریں' تھوڑی سی
میرے ساقی ہو عطا مجھ کو یہیں تھوڑی سی

ناخوشی کم ہو' تو ہوتا ہے خوشی کا دھوکا
جھلکیاں ''ہاں'' کی دِکھاتی ہے ''نہیں'' تھوڑی سی

پھر مرے سامنے ' آ اور حجابات اُٹھا
زحمتِ جلوہ پھر اے پردہ نشیں ! تھوڑی سی

اُن کی ہر بات پہ میرا سرِ تسلیم ہے خم
ہر اشارے پہ جُھکاتا ہُوں جبیں تھوڑی سی

مَیں یہ سمجھوں کہ مجھے مِل گئی جنّت میں جگہ
اُن کے کُوچے میں جو مِل جائے زمیں تھوڑی سی

صحنِ گلشن ہے' گُل و لالہ ہیں پیمانہ بہ دست
مِل کے پی لیتے ہیں اب آ وَ یہیں' تھوڑی سی

اُن کی قُربت کا وہ لمحہ ہی بہت ہے مجھ کو
گفتگو اُن سے ہُوئی تھی جو کہیں تھوڑی سی

ساقیِ بزم ! اِدھر بھی ہو اُچٹتی سی نظر
ہے طلب مے کی، زیادہ تو نہیں ''تھوڑی سی''

یُوں بھی وہ ایک قیامت ہے دل و جاں کے لیے
جانے کیا ہو' جو مروّت ہو کہیں تھوڑی سی

عاقبت کوچۂ جاناں سے ہے وابستہ نصیؔر!
یار سے ہم نے بھی مانگی ہے زمیں' تھوڑی سی

تیرگی میں اک ستارا چاہیے — مجھ کو داغِ غم تمہارا چاہیے

چشمِ ساقی کا اشارا چاہیے — بے سہارا ہُوں ' سہارا چاہیے

ناخدا ! طوفان جانے اور تُو — میری کشتی کو کنارا چاہیے

ہم تمہارے واسطے ہیں بیقرار — پاس تم کو بھی ہمارا چاہیے

خودشناسی جن کے مسلک میں نہیں — ایسے لوگوں سے کنارا چاہیے

جان سے جانا ' نہیں مردانگی — عشق میں جینے کا یارا چاہیے

اب نصیؔر اُٹھ کر نہ جائے گا کہیں
بس اُسے تو در تمہارا چاہیے

زمانہ گریۂ پیہم سے ڈر ہی جاتا ہے — کبھی تو سَر سے یہ پانی گزر ہی جاتا ہے

وفورِ شوق میں جی سے گزر ہی جاتا ہے — حَسیں ہو شکل' تو انسان مر ہی جاتا ہے

وہ کُشتگانِ محبّت ہیں ہم کہ اپنا غُبار — جِدھر وہ ہوتے ہیں' اُڑ کر اُدھر ہی جاتا ہے

مِرے بدن میں لگاتا ہے آگ سی واعظ — جلی کٹی یہ کوئی بات کر ہی جاتا ہے

وہ بے وفا ہے' مگر سنگ دل نہیں پھر بھی — مرے ملال سے چہرہ اُتر ہی جاتا ہے

رُلا گئی مجھے ترکِ تعلّقات کی بات — یہ مرحلہ ہو تو انسان ڈر ہی جاتا ہے

نگاہِ ناز کی زد سے کوئی بچا ہی نہیں — یہ تیر وہ ہے کہ دل میں اُتر ہی جاتا ہے

گزار دیتے ہیں ہنس کر گزارنے والے
نصیؔر ! وقت کا کیا ہے' گزر ہی جاتا ہے

کسی کو ہجر تڑپائے تمھیں کیا
جیے کوئی ، کہ مر جائے تمھیں کیا

قیامت بھی اگر آئے تمھیں کیا
کوئی سُولی پہ چڑھ جائے تمھیں کیا

تمھاری جلوہ سامانی سلامت !
زمانے پر غضب آئے تمھیں کیا

بہ صد ناز و ادا گیسو بکھیرو
اندھیرا ہر طرف چھائے تمھیں کیا

محبّت کو نہ تم سمجھو نہ جانو
محبّت ہم کو تڑپائے تمھیں کیا

تمھارا مشغلہ مشقِ تغافل
کسی کے دَم پہ بن جائے تمھیں کیا

حریمِ ناز میں بیٹھے رہو تم
زمانہ ٹھوکریں کھائے تمھیں کیا

زمانے بھر کی چھانی خاک ہم نے
اِدھر بھی ہم چلے آئے تمھیں کیا؟

تمھیں محفل سجا لینے سے مطلب
کوئی آئے کوئی جائے تمھیں کیا

نصیؔر آہ و فغاں سے باز آؤ
سمجھتے ہوں گے ہمسائے تمھیں کیا

❁

چمن سے نکلے ' تو صحرا میں آئے دیوانے
جو اِن کے دل میں ہے' یہ جانیں یا خدا جانے

گُزر رہی ہے جو مجھ پر' وہ کوئی کیا جانے
زباں کُھلی ' تو بنائیں گے لوگ افسانے

نہیں ہیں اشک' مرے دل کے ترجمان ہیں یہ
مچل رہے ہیں مری چشمِ تر میں افسانے

جو خیر چاہیں پلٹ جائیں ' حضرتِ ناصح
بڑے کہیں کے یہ آئے ہیں مجھ کو سمجھانے

زمانہ ہو گیا توبہ کیے ہوئے ، لیکن
نظر میں جھُومتے رہتے ہیں اب بھی میخانے

خود اپنی آگ میں جلتے ' تو ایک بات بھی تھی
پَرائی آگ میں جلتے ہیں آ کے پروانے

تمام حشر کا میدان ہم نے چھان لیا
نہ یار دوست' نہ چہرے وہ جانے پہچانے

نظر میں اُن کی رہے قبر کا اندھیرا بھی
تجلّیوں سے سجائیں جو اپنے کاشانے

وہ اور ہیں جنہیں مِلتی ہے قُرب کی عزّت
ہم آئے تھے ترے کُوچے میں ٹھوکریں کھانے

مقابل آ کے نگاہیں نہ اُٹھ سکیں اُس کی
نصیرؔ ! آیا تھا اک شخص تیر برسانے

❁

ہم پیکرِ جاناں کی دل پر تصویر اُتارا کرتے ہیں
دُنیائے محبّت میں دونوں، یُوں وقت گزارا کرتے ہیں

فُرقت میں یہ قُربت کا عالَم، ہر وقت نظارا کرتے ہیں
تم ذکر ہمارا کرتے ہو، ہم ذکر تمہارا کرتے ہیں

ہاں، اُن کی طلب میں جب بھی ملے، جو کچھ بھی ملے، سر آنکھوں پر
دُکھ، دَرد، مُصیبت، غم، صدمہ، ہر چیز گوارا کرتے ہیں

اُس دامِ بَلا کے حلقوں میں، دل ہے کہ اُلجھتا رہتا ہے
وہ سامنے رکھ کر آئینہ، جب زُلف سنوارا کرتے ہیں

فُرقت کا مداوا آج نہ کل، بس وعدۂ فردا آئے دن
مرنے کا سبب بن کر گویا، جینے کا اشارا کرتے ہیں

گھنگھور گھٹاؤں کا موسم کوئل کی یہ کُو کُو پیہم
ساون کی چھما چھم جھڑیوں میں، ہم تم کو پکارا کرتے ہیں

یہ عشق و وفا کی دُنیا ہے، ہم عشق و وفا کی دُنیا میں
کرتے ہیں بسر انگاروں پر، کانٹوں میں گزارا کرتے ہیں

دل پر ہی فقط موقوف نہیں، ہر شَے پہ تصرُّف ہے اُن کا
کونین کا رُخ پھر جاتا ہے، جس دَم وہ اشارا کرتے ہیں

جو ہم سے خفا، ہم اُن پہ فدا، یہ پِیت کی دیکھی رِیت نئی
ہم اُن کے سبب دیوانے ہیں، جو ہم سے کنارا کرتے ہیں

اُلفت بھی انوکھی بازی ہے، چال اِس کی نصیؔر اُلٹی پُلٹی
وہ ہار کے جیتا کرتے ہیں، ہم جیت کے ہارا کرتے ہیں

❁

حقیقت اور ہی کچھ ہے، مگر ہم کیا سمجھتے ہیں
جو اپنا ہو نہیں سکتا، اُسے اپنا سمجھتے ہیں

یہ درسِ اوّلیں مجھ کو مِلا اپنے بزرگوں سے
بہت چھوٹے ہیں وہ، اوروں کو جو چھوٹا سمجھتے ہیں

نہ جانے کیوں ہماری اُن کی اک پل بھی نہیں بنتی
جو اپنا قبلۂ دل، دولتِ دنیا سمجھتے ہیں

اُمیدِ التفاتِ دوستاں نے راز یہ کھولا
ہم اُن کو کیا سمجھتے تھے، وہ ہم کو کیا سمجھتے ہیں

بہ ہر دَم ایک نادیدہ مَعیّت سے مُشرّف ہُوں
غلط فہمی ہے اُن کی، جو مجھے تنہا سمجھتے ہیں

اُن اہلِ فقر کی اِس شانِ استغنا کا کیا کہنا
جو تاجِ خُسروی کو خاکِ زیرِ پا سمجھتے ہیں

کسی کے حرفِ حق کا ہو سکے قائل تُو اے واعظ!
ترے حق میں اِسے ہم کوششِ بے جا سمجھتے ہیں

خدا و مصطفٰی سے ہٹ کے، وہ ہیں سخت دھوکے میں
جو اپنی ذات کو تنقید سے بالا سمجھتے ہیں

بُرے، اچھوں کو بھی اچھا نہیں گردانتے، لیکن
جو اچھے ہیں، بُرے لوگوں کو بھی اچھا سمجھتے ہیں

اِسی کے دَم سے رونق ہے نصیؔر اِس بزمِ عالَم میں
جمالِ یار کو ہم انجمن آرا سمجھتے ہیں

ملنے کی خوشی تھی تو بچھڑ جانے کا غم بھی
دُنیائے محبّت میں کوئی چیز تھے ہم بھی

کم ہو گی کسی دن یہ تری مشقِ ستم بھی ؟
اے حُسنِ ستم کیش! کبھی مجھ پہ کرم بھی

وہ لُطفِ مجسّم بھی ، سراپائے ستم بھی
سب رُوپ اُسی کے ہیں، خدا بھی ہے، صنم بھی

اچھا ہے مرے دل کو وہ لے جائیں اُڑا کر
کم بخت کسی طَور سے یہ دَرد ہو کم بھی

کہتے ہیں کہ کیا آئیں، ترا گھر ہے بہت دُور
دُشوار ہیں اِس راہ میں دو چار قدم بھی

دل دامِ محبّت میں گرفتار ہُوا ہے
ہیں حلقۂ زنجیر تری زُلف کے خَم بھی

ساقی! تری اِس وسعتِ اَخلاق پہ قرباں
اک گوشے میں بیٹھے ہیں یہاں شیخِ حرم بھی

اب آپ کی باتوں پہ یقیں آئے تو کیوں کر
ہیں حرفِ غلط آپ کے وعدے بھی، قَسَم بھی

ہے جامِ سفالیں ہی مرے واسطے اچھا
منظور نہیں دل کے عِوَض ساغرِ جَم بھی

کہتے ہیں نصؔیر اہلِ نظر دیکھ کے مجھ کو
اِس گُزرے زمانے میں غنیمت ہے یہ دَم بھی

اذیّت ، درد ، دُکھ ہوتے ہیں کانٹے
نہ جانے لوگ کیوں بوتے ہیں کانٹے

گُلوں کی گود میں سوتے ہیں کانٹے
مئے شبنم سے منہ دھوتے ہیں کانٹے

چمن کو دیکھیے ہر زاویے سے
کہیں گُل ہیں ، کہیں ہوتے ہیں کانٹے

کسی کی راہ میں کانٹے جو بوئیں
وہ اپنی راہ میں بوتے ہیں کانٹے

گُلوں کی مُسکراہٹ پر نہ جاؤ
پسِ منظر چھپے ہوتے ہیں کانٹے

سَجا کر نوک پر شبنم کی بُوندیں
دِکھاوے کے لیے روتے ہیں کانٹے

خوشی میں جو کِھلیں غنچوں کی صُورت
وہ غم میں سُوکھ کر ہوتے ہیں کانٹے

ہمیں کیا "آپ جانیں غیر جانے"
وہی کاٹیں گے ، جو بوتے ہیں کانٹے

گُلوں کے ذِکر میں رہتے ہیں شامل
نہیں معلوم ، کیا ہوتے ہیں کانٹے

یہی ہے اِن کے افسانے کی سُرخی
لہو پی کر لہو روتے ہیں کانٹے

نصیؔر اِن حاسدوں پر کیا تعجب
جہاں گُل ہو ، وہاں ہوتے ہیں کانٹے

❁

رنگ چڑھنے لگا اِن پر بھی صنم خانوں کا
اب تو اللہ نگہباں ہے مُسلمانوں کا

فصلِ گُل آتے ہی یہ رنگ ہے دیوانوں کا
ہوش باقی نہ رہا اِن کو گریبانوں کا

حُسن بڑھ جائے نہ کیوں خیر سے ویرانوں کا
اب تو ڈیرا ہے یہیں آپ کے دیوانوں کا

کیوں نظر آتے ہیں ہر گام پہ اُلجھے اُلجھے
حال پوچھے تو کوئی اُن کے پریشانوں کا

جنگ ہر حال میں اک فتنۂ دوراں ہی رہی
خُون بہتا ہی رہا مفت میں انسانوں کا

یُوں بے مشقِ خرام آپ کہاں آ پہنچے
دیکھیے ! دیکھیے ! دل شہر ہے ارمانوں کا

جب ہوئی دیدۂ ساقی کو ذرا سی گردش
جَم سکا رنگ نہ چلتے ہوئے پیمانوں کا

یہ ترا رنگِ حنا بھی ہے قیامت ظالم
خُون ہے دل کا، لہو ہے مرے ارمانوں کا

انجمن تک یہ کسی طور نہ جانے دیں گے
ہم نے رُخ بھانپ لیا اُن کے نگہبانوں کا

رازِ میخانہ کبھی اِس پہ نہ کُھلنے پائے
شیخ سے بچ ! کہ یہ کچّا ہے بہت کانوں کا

آگ ٹھنڈک ہو، یہ اللہ کی قدرت ہے نصیؔر
شمع جلتی ہے تو دل بڑھتا ہے پروانوں کا

کیا دل مِرا نہیں تھا تمھارا ' جواب دو
برباد کیوں کیا ہے؟ خدا را جواب دو

کیا تم نہیں ہمارا سہارا ' جواب دو
آنکھیں مِلاؤ ' ہم کو ہمارا جواب دو

کل سے مراد صبحِ قیامت سہی ' مگر
اب تم کہاں مِلو گے دوبارا ' جواب دو

چہرہ اُداس ' اشک رواں ' دل ہے بےسکوں
میرا قصور ہے کہ تمھارا؟ جواب دو

دیکھا جو شرمسار ' اُلٹ دی بساطِ شوق
یُوں تم سے کوئی جیت کے ہارا؟ جواب دو

مَیں ہو گیا تباہ تمھارے ہی سامنے
کیوں کر لیا یہ تم نے گوارا؟ جواب دو

تم ناخدا تھے ' اور تلاطُم سے آشنا
کشتی کو کیوں مِلا نہ کنارا؟ جواب دو

شام آئی ' شب گزر گئی ' آخر سَحَر ہوئی
تم نے کہاں یہ وقت گزارا جواب دو

لو تم کو بھی بلانے لگے ہیں نصیّر وہ
بولو ارادہ کیا ہے تمھارا ' جواب دو

❁

اپنے سَر کیوں غیر کا احسان لو
خود پرکھ لو ' مجھ کو تم ' پہچان لو

تم پہ صدقے ' جان لو ' ایمان لو
ہاں ' مگر ہم کو تو اپنا جان لو

جانتے تو ہو ' ہمیں پہچان لو
مان لو ! کہنا ہمارا مان لو

ہم تمھارے تھے ' تمھارے ہی رہے
تم کبھی اپنا ہمیں گردان لو

اَشک اُمڈ آئے ہیں اُن کے رُوبرو
آ گئے بے وقت کے مہمان ''لو''

ہو سکے تم سے ' تو سُن لو ایک بات
یہ نہیں کہتا کہ ''میری مان لو''

وہ سرِ بالیں نہ آئیں گے نصیّر!
وقت آ پہنچا ہے ' لمبی تان لو

❁

چپکے چپکے یہ مری گھات میں کون آتا ہے
تم نہیں ہو، تو کہو رات میں کون آتا ہے

ہم نہ آئیں تو خرابات میں کون آتا ہے
اور پھر ایسی گھنی رات میں کون آتا ہے

یہ مری سادہ دلی ہے کہ مِٹا ہوں تجھ پر
اے ستم پیشہ! تری بات میں کون آتا ہے

چشمِ دیدار طلب! جانچ، پرکھ، دیکھ، سمجھ
سامنے تیرے، حجابات میں کون آتا ہے

کُنجِ وحشت میں کہاں پُرسشِ احوال کی بات
دن میں آیا نہ کوئی، رات میں کون آتا ہے

سانس کی سینے میں آمد ہے، کہ اُن کی آہٹ
دیکھنا! دل کے مضافات میں کون آتا ہے

مِل گیا اُن کو نہ آنے کا یہ حیلہ اچھا
گھر سے باہر بھری برسات میں کون آتا ہے

کون مانے گا کہ جنّت تری جاگیر ہوئی
چھوڑ واعظ! تری اِس بات میں کون آتا ہے؟

دل میں تُو، ذہن میں تُو، فکر تری، ذکر ترا
جز ترے، اور خیالات میں کون آتا ہے

مِٹ گیا نقشِ دُوئی عکسِ تجلّی سے نصیرؔ
اب نظر آئینۂ ذات میں کون آتا ہے

❁

تمھیں اپنا بنانا چاہتا ہوں
مقدّر آزمانا چاہتا ہوں

یہی بس اک مقامِ عافیت ہے
ترے دل میں ٹھکانا چاہتا ہوں

تصوّر شرط ہے، آؤ نہ آؤ
مگر مَیں تو بلانا چاہتا ہوں

وہی بیگانہ مجھ سے ہو رہا ہے
جسے اپنا بنانا چاہتا ہوں

مآلِ دل پہ بھر آئی ہیں آنکھیں
اگر مَیں مُسکرانا چاہتا ہوں

کبھی دانستہ مَیں کانٹوں سے اُلجھا
کبھی دامن بچانا چاہتا ہوں

حیاتِ جاوداں آتی ہے آڑے
جو مَیں خود کو مِٹانا چاہتا ہوں

خدا محفوظ رکھّے ناخدا سے
بس اب مَیں ڈوب جانا چاہتا ہوں

نصیرؔ آیا ہوں جس محفل سے اُٹھ کر
اُسی محفل میں جانا چاہتا ہوں

چمکتے ہیں جو داغِ دل وُہ مٹ جایا نہیں کرتے
اُمنگوں کے دیئے اُلفت میں کجلایا نہیں کرتے

اُسی دل کش ادا سے سامنے آیا نہیں کرتے
تم اب کیوں مُسکرا کر پھول برسایا نہیں کرتے

وہ اِک ہم ہیں جنہیں عرضِ وفا پر بھی حیا آئے
وہ اِک تم ہو جفاؤں سے بھی شرمایا نہیں کرتے

بہارِ جاوداں حاصل ہے میرے دل کے داغوں کو
یہ وہ گُل ہیں خزاں میں بھی جو مُرجھایا نہیں کرتے

تم اپنے چاہنے والوں کو تسکیں دو، تسلّی دو
کرم کرتے ہیں چاہت میں، ستم ڈھایا نہیں کرتے

مُلاقاتیں نہ ہوں، اِتنا تعلّق تو رہے باقی
کوئی پیغام ہی آئے جو خود آیا نہیں کرتے

تمہارے وعدۂ فردا کا مجھ کو اعتبار آیا
سُنا ہے تم کبھی جھوٹی قَسَم کھایا نہیں کرتے

جمی ہے محفلِ احباب، یہ گھڑیاں غنیمت ہیں
خدا شاہد یہ لمحے بار بار آیا نہیں کرتے

جنابِ شیخ سے ہے مختلف اپنی قدَح نوشی
کہ ہم پی کر بہک جاتے ہیں، بہکایا نہیں کرتے

نصیؔر اِس کوچۂ اُلفت میں رُسوائی بھی ہوتی ہے
مصیبت آپڑے سر پر تو گھبرایا نہیں کرتے

جو دُور ہو تم تو لحہ لحہ، غضب میں ہے اِضطراب میں ہے
ابھی مقدّر میں گردشیں ہیں، ابھی سِتارا عذاب میں ہے

لڑکپن اب ہو چکا ہے رُخصت، کوئی جہانِ شباب میں ہے
تجلّیاں ہیں کہ بے محابا، ہزار چہرہ نقاب میں ہے

نہیں ہے تیری مثال ساقی! یہ تجھ میں دیکھا کمال ساقی
عجیب کیف و سُرور و مستی، تری نظر کی شراب میں ہے

نظر کو ہے وہ مقام حاصل کہ ہر جگہ ہے جمالِ کامل
نہ اُن کا جلوہ نقاب میں تھا، نہ اُن کا جلوہ نقاب میں ہے

فریب خوردہ سہی نگاہیں، کُھلی ہیں، اِن پر خرد کی راہیں
خراب حالی کا دَور دَورہ جو تھا جہانِ خراب میں، ہے

اُس انجمن کی فضا میں رہ کر، سُکون کیوں کر رہے میسّر
ابھی تو وہ آزما رہا ہے، ابھی تو یہ دل عتاب میں ہے

بہیں جو اشکِ فراق وحسرت، تڑپ کے رہ جائے ساری خلقت
غضب کا طوفانِ دَردِ پنہاں، ہماری چشمِ پُر آب میں ہے

تری وہ پہلی نظر کا چرکا، تعلّق اُس سے ہے عُمر بھر کا
بڑے مزے کی خلش ہے دل میں، بڑا مزا اضطراب میں ہے

وفا کی راہوں سے ہٹ گئے وہ، جفا کی جانب پلٹ گئے وہ
نصیؔر اب کس شمار میں ہے، نصیؔر اب کس حساب میں ہے

وہ تو بس وعدۂ دیدار سے بہلانا تھا
ہم کو آنا تھا یقیں، اُن کو مُکر جانا تھا

تم نہیں آئے تو پھر اور کسے آنا تھا
مَیں تھا، یا شمع تھی، یا بزم میں پروانا تھا

کیا ہُوا دل جو مٹا، ہم کو نہ پچھتانا تھا
حُسن والوں سے بڑی دیر کا یارانا تھا

لاکھ ٹھکرایا ہمیں تُو نے، مگر ہم نہ ٹلے
ترے قدموں سے الگ ہو کے کہاں جانا تھا

جن سے نیکی کی توقّع ہو وہی نام دھریں
ایک یہ وقت بھی قسمت میں مری آنا تھا

برہمی ترکِ تعلّق کا بہانہ تو نہ ہو
وہ تو نادان ابھی ہیں، اُنہیں سمجھنا تھا

نزع کے وقت تو دُشمن بھی چلے آتے ہیں
ایسے عالم میں تو ظالم تجھے آ جانا تھا

حُسن سے عشق کی باتیں بھی ہوئی تھیں اک دن
ہم نے اُس شوخ کو، اُس نے ہمیں پہچانا تھا

شکوۂ جَور بھی ہے سلسلۂ راز و نیاز
ہم کو ہونا تھا پشیماں، اُنہیں شرمانا تھا

بے سبب ترکِ تعلّق کا بڑا رنج ہُوا
لاکھ رنجش سہی، اک عُمر کا یارانا تھا

عُمر جب بیت چلی تو یہ کُھلا راز نصیؔر!
حُسن ناراض نہ تھا، عشق کو تڑپانا تھا

خود فریبی ہی سہی ، یُوں دل کو بہلاتا ہوں مَیں
قصّۂ غم کون سُنتا ہے ، کہے جاتا ہوں میں

جب بھی تنہائی کے سنّاٹوں سے گھبراتا ہوں مَیں
بس تمہاری بزم میں اُٹھ کر چلا آتا ہوں مَیں

دولتِ کونین سے دل کو غنی پاتا ہوں مَیں
اُن کا صدقہ مِل رہا ہے ، جن کا کھلاتا ہوں مَیں

مجھ کو تو مضبوط اک عہدِ وفا درکار ہے
آپ سمجھے ریت کی دیوار چُنواتا ہوں مَیں

باتوں باتوں میں گُزر جاتی ہے غم کی رات یُوں
مجھ کو سمجھاتا ہے دل ، تو دل کو سمجھاتا ہوں مَیں

فکر تو یہ ہے کہ آپ اِس شوق میں رُسوا نہ ہوں
ظُلم مجھ پر آپ فرماتے ہیں ، شرماتا ہوں مَیں

حضرتِ واعظ کا مجھ جیسے سے مشکل ہے نباہ
ایسے ویسے بے تُکے لوگوں سے کتراتا ہوں مَیں

یہ تو وہ جانے کہ جس کے دل پہ بیتی ہو کبھی
آپ برہم ہیں ، تو محفل سے چلا جاتا ہوں مَیں

یہ کسی کی زُلفِ شبگوں کا تصرّف ہے نصیؔر
جب کہیں جاتا ہُوں محفل میں ، تو چھا جاتا ہُوں مَیں

❁

جو آستاں سے ترے لَو لگائے بیٹھے ہیں
خدا گواہ ' وہ دنیا پہ چھائے بیٹھے ہیں

چمک رہی ہے جبینیں ترے فقیروں کی
تجلّیات کے سہرے سجائے بیٹھے ہیں

خدا کے واسطے اب کھول اُن پہ بابِ عطا
جو دیر سے تری چوکھٹ پہ آئے بیٹھے ہیں

جلائے گی اُنھیں اب کیا چمن میں برقِ فلک
جو آشیانۂ ہستی جلائے بیٹھے ہیں

بڑے بڑوں کے سَروں سے اُتر رہا ہے خُمار
وہ آج خیر سے محفل پہ چھائے بیٹھے ہیں

جہاں بھی جایئے اُن کے ستم کا چرچا ہے
وہ ساری خلق میں طوفاں اُٹھائے بیٹھے ہیں

مجال ہے جو کوئی لب ہِلے سرِ محفل
وہ ایک ایک کو آنکھیں دِکھائے بیٹھے ہیں

یہ ایک ہم ہیں کہ اپنوں کے دل نہ جیت سکے
وہ دشمنوں کو بھی اپنا بنائے بیٹھے ہیں

اجل بھی ہم کو اُٹھانے پہ اب نہیں قادر
یہاں ہم آج کسی کے بٹھائے بیٹھے ہیں

وفا کے نام پہ ' دشمن کا امتحاں بھی سہی
کہ دوستوں کو تو ہم آزمائے بیٹھے ہیں

نصیؔر! ہم میں تو اپنوں کی کوئی بات نہیں
کرم ہے اُن کا ' جو اپنا بنائے بیٹھے ہیں

❁

آفت ہے شبِ غم کی سیاہی کا اثر بھی
دُھندلے سے نظر آتے ہیں انوارِ سَحَر بھی

دل ہی نہیں ' تصویر ہے غم کی مرا گھر بھی
حالات کا آئینہ ہیں دیوار بھی ' در بھی

ہاں ' صدقِ طلب آپ ہی تمہیدِ کرم ہے
نکلے جو دُعا دل سے تو کرتی ہے اثر بھی

ہم بھی ہیں طلب گار ' تری بزم سلامت
ساقی! ترے قربان ' کوئی جام اِدھر بھی

مانا کہ حیا آنکھ مِلانے نہیں دیتی
ممکن نہیں کیا ایک عنایت کی نظر بھی؟

اے دوست! کرم تو نہیں یہ وعدہ کرم کا
کہتا ہے اگر مُنہ سے کوئی بات تو کر بھی

صورت ہی نصیؔر ایسی طرح دار مِلی ہے
ہم ہی نہیں ' تکتے ہیں اُنھیں شمس و قمر بھی

ہر اک منظر اب تو سرابوں جیسا لگتا ہے
اِس صحرا کے آگے بھی اک صحرا لگتا ہے

اُجڑی گلیاں، ویراں منظر، سہمے سہمے لوگ
تم ہی بتاؤ کام یہ آخر کس کا لگتا ہے

خُوگرِ ظلم وستم پر اُن کے لطف کی یہ برکھا
رُت ہی بدل جائے گی اب تو ایسا لگتا ہے

سورج نگری، چاند بسیرا، تاروں کا مسکن
میرا گھر اُن کے آنے پر کیا کیا لگتا ہے

واصلِ حق مظہر بن جاتا ہے ذاتِ حق کا
جب قطرہ دریا میں پہنچے، دریا لگتا ہے

پہلے تنہائی کی ناگن ڈستی ہے برسوں
پھر جاکر دل کے آنگن میں میلا لگتا ہے

کوئی کہے کچھ، ہم تو برابر آئیں جائیں گے
اُن کی گلی میں آنا جانا اچھا لگتا ہے

میری رسوائی کی عالمگیر ہے یہ تحریک
یہ منصوبہ مجھ کو سوچا سمجھا لگتا ہے

ایک اکائی ایسی جس میں گُم سارے اعداد
سب میں بیٹھ کے بھی وہ ظالم تنہا لگتا ہے

سَر کو جھُکا کے آؤ نیچے دروازوں سے تم
سَر نہ جھُکایا جائے تو دروازا لگتا ہے

اہلِ نفاق بدل لیتے ہیں حسبِ ضرورت رُوپ
آئنہ جس کے سامنے آئے، اُس کا لگتا ہے

قطروں کا مرہونِ منّت دریاؤں کا شور
قطروں ہی کے بَل پر دریا، دریا لگتا ہے

اپنی مٹّی سے رغبت فطرت ہے مسافر کی
پانی ساحل کے پہلو سے جا جا لگتا ہے

دل پر اپنوں نے کچھ زخم لگائے ہیں ایسے
اپنا کسی کو کہنے میں اب ڈر سا لگتا ہے

کتنے ظلم کے سُورج نکلے، چمکے، ڈوب گئے
تُو تو نصیؔر کسی کے زیرِ سایا لگتا ہے

❁

دشت میں آئے تو جیتے جی نہ دیوانے گئے
یہ وہیں ٹھہرے، زمانے بھر میں افسانے گئے

شیخ جی چوری چھپے کل رات، میخانے گئے
اِس قدر چہرہ تھا نورانی کہ پہچانے گئے

بے وفا پھر بھی رہے، خود سر ہی گردانے گئے
اُس نے جو کچھ بھی کہا، ہم نے سُنا، مانے گئے

حضرتِ ناصح کی دانائی کا چرچا تھا بہت
ہائے نادانی، کہ دیوانے کو سمجھانے گئے

ایک میں تھا جس کو بزمِ ناز میں روکا گیا
بات تو یوں ہے، وہاں سب جانے پہچانے، گئے

دوستوں نے زندگی بھر جو بھی کرنا تھا، کیا
یہ بھی کیا کم ہے، لحد تک ہم کو پہنچانے گئے

رہروِ راہِ طلب نے ٹھوکریں کھائیں بہت
آپ کے نقشِ قدم مشکل سے پہچانے گئے

بُو الہوس چلتے بنے جب بزم میں آئے نصیرؔ
شُکر کی جا ہے، یگانے آئے، بیگانے گئے

❁

آئے ہیں ہم سے پہلے کچھ انسان اور بھی
صحرا میں اُڑ رہے ہیں گریبان اور بھی

شکوے کے بعد دل ہے پریشان اور بھی
آفت میں آگئی ہے مری جان اور بھی

کہتے ہیں دل میں آ کے کسی کی نظر کے تیر
آئیں گے اِس مکان میں مہمان اور بھی

تہذیبِ نو نے سحر جگائے کچھ اِس طرح
برباد ہو کے رہ گئے انسان اور بھی

بہتر ہے گیسوؤں سے نہ ہو اُن کی چھیڑ چھاڑ
سُلجھائیں گے تو ہوں گے پریشان اور بھی

اُن کا خیال، برقِ سکوں سوز بن گیا
دِل میں مچل گئے مرے ارمان اور بھی

کانٹوں سے ہی نہیں ہیں گلوں کو شکایتیں
گلچیں ہے ایک باعثِ ہیجان اور بھی

تم نے تو بخش دی ہے نئی زندگی مجھے
ہو جائے اک نگاہ کا احسان اور بھی

مَیں ہی نہیں نصیرؔ فدا اُس کے حُسن پر
میری طرح فدا ہیں کچھ انسان اور بھی

❁

آج میخانے میں نیّت مری بھرجانے دے
بادۂ ناب کے ساقی مجھے پیمانے دے

کس کو معلوم کہ کل کون رہے گا زندہ
آج رِندوں کو ذرا پی کے بہک جانے دے

دیکھ اے دل! کہ نہ آنچ آئے وفا پر کوئی
جو بھی آتی ہے مصیبت مرے سَر' آنے دے

تجھ سے بھی دست و گریباں کبھی ہوگا واعظ!
وحشیٔ عشق کو رنگ اور ذرا لانے دے

اے مرے دستِ جنوں! بڑھ کے اُلٹ دے پردہ
حُسن شرمانے پہ مائل ہے تو شرمانے دے

ایک دو جام سے کیا پیاس بُجھے گی ساقی!
مَے پلاتا ہے تو ایسے کئی پیمانے دے

عشق ہے عشق' نصیؔر اُن سے شکایت کیسی
وہ جو تڑپانے پہ آمادہ ہیں' تڑپانے دے

❁

عشق میں اُن کے طَور کیا کہیے
لطف کہیے کہ جَور کیا کہیے

بزمِ ساقی کے طَور کیا کہیے
جام و ساغر کا دَور کیا کہیے

جیسے دو جام رقص کرتے ہوں
اُن کی آنکھوں کو اور کیا کہیے

اُن سے ہم بھی کہیں گے کچھ، لیکن
سوچتے ہیں بغور، کیا کہیے

ہے خلافِ اصولِ اہلِ وفا
عشق میں اُن کے جَور کیا کہیے

مختصر یہ کہ بن گئی دَم پر
اب محبّت میں اور کیا کہیے

عشق میں فکر غور ہے دل کو
ہر گھڑی فکر غور کیا کہیے

جیسے کوئی شراب کا دریا
وہ جوانی کا دَور کیا کہیے

بن گئے وہ بھی میرے دشمنِ جاں
اپنی قسمت کو اور کیا کہیے

اے نصیؔر اُن سے دل اٹک جانا
اک قیامت ہے اور کیا کہیے

گِر گئے جو تری نگاہوں سے
کام دن رات اُنہیں ہے آہوں سے

کہہ دو ہٹ جائیں میری راہوں سے
کیا غرض مجھ کو کج کلاہوں سے

اتّفاقاً مرا دلِ مضطر
بچ گیا آپ کی نگاہوں سے

شیشہ و جام کی ضرورت کیا
تم پلا دو اگر نگاہوں سے

سوزِ غم نے جلا دیا دل کو
جل گیا ' رات دن کی آہوں سے

حضرتِ دل نکل نہیں سکتے
عشق کی پیچ دار راہوں سے

رحمتیں اُس کی دیکھ کر انساں
باز آتا نہیں گناہوں سے

کانپتے ہیں دل و جگر دونوں
آپ سے ' آپ کی نگاہوں سے

غم کی راہیں سفر کا حصّہ ہیں
کیا بچے کوئی غم کی راہوں سے

جن سے لُوٹا تھا تم نے میرا دل
دیکھ لو پھر اُنھی نگاہوں سے

ہم پریشان ہیں محبّت میں
خیر خواہی سے ' خیر خواہوں سے

وہ کہیں کا نہیں خدا کی قَسم
گِر گیا جو تری نگاہوں سے

مَیں سوالی ہُوں اے نصیؔر اُن کا
کام کیا مجھ کو بادشاہوں سے

سبُو اُٹھا کہ شبِ ماہتاب ہے ساقی
خُروشِ بربط و چنگ و رَباب ہے ساقی

پلا شراب کہ عہدِ شباب ہے ساقی
ہر اک گناہ میں غلطاں ثواب ہے ساقی

بچی کھچی ہی سہی ، ہم پہ بھی کرم فرما
زمانہ در سے ترے فیض یاب ہے ساقی

گدائے خاک نشیں کو جو بخش دے شاہی
ترا وہ در ہے، وہ تیری جناب ہے ساقی

وہ جام دے کہ ہر اک شے سے بے خبر کر دے
کہ اب تو ہوش میں رہنا عذاب ہے ساقی

عطائے بادہ میں تعجیل کر کہ عمرِ رواں
عِناں گُسستہ و پا در رکاب ہے ساقی

کرم میں دیر نہ فرما کہ یہ شبِ ہستی
بقدرِ فُرصتِ رقصِ حَباب ہے ساقی

شراب جھوم کے دے، جام چُوم چُوم کے دے
کسی کی پیاس بُجھانا ثواب ہے ساقی

خیال چاہیئے ہم سے بھی بادہ خواروں کا
کہ قطرے قطرے کا آخر حساب ہے ساقی

حجاب کیسا ، تغافل ہے کیوں ، نظر تو اُٹھا
کہ عہدِ مستی و دَور شباب ہے ساقی

وہ جس نے پی ہو تری میگسار آنکھوں سے
وہ بے نیازِ عذاب و ثواب ہے ساقی

تری گلی ہے وہ اک منبعِ فروغ و ضیا
کہ ذرّہ ذرّہ جہاں آفتاب ہے ساقی

جو زلف میں ہو تو زینت، جو دل میں ہو تو خلش
بہ ظاہر ایک ہی شے پیچ و تاب ہے ساقی

ہر ایک قطرہ ہے آئینہ دارِ رنگِ نشاط
ترا کرم وہ برستا سحاب ہے ساقی

نگاہ جم نہ سکی اِس لئے مظاہر پر
وفورِ جلوہ تو خود اک حجاب ہے ساقی

اِسے بھی بادۂ حُبِّ نبیؐ عطا کردے
نصیرؔ ، خاکِ درِ بُوترابؓ ہے ساقی

سکوں لُوٹ کر پھر ستانے لگے ہیں — نہ جانے وہ کیوں یاد آنے لگے ہیں

گئی کم سِنی ، ہوش آنے لگے ہیں — وہ ہر بات ہم سے چھپانے لگے ہیں

ہیں مخمور آنکھوں پہ زلفوں کے سائے — سرِ میکدہ ابر چھانے لگے ہیں

ذرا صبر ، اے غنچۂ ناشگفتہ! — کہ وہ خیر سے مُسکرانے لگے ہیں

جنہیں زندگی بھر نہ آنے کی ضد تھی — اَب آجائیں ، میّت اُٹھانے لگے ہیں

خدا را کوئی اُن سے اِتنا تو پوچھے — وہ کیوں آنکھ ہم سے چُرانے لگے ہیں

اُنہیں تو نہ یُوں بزم سے تم اُٹھاتے — جنہیں بیٹھنے میں زمانے لگے ہیں

رہی عمر بھر جن کی تصویر دل میں — تصوّر میں آکر ستانے لگے ہیں

سُنا ہے مری ضد میں کچھ ننگِ ہستی — تری بزم میں آنے جانے لگے ہیں

قضا نے بھی پایا نہ اُن کا ٹھکانا — ترے ہاتھ سے جو ٹھکانے لگے ہیں

نہ جانے وہ اِک لمحۂ قُرب کیا تھا — تعاقُب میں جس کے زمانے ''لگے ہیں''

جو ہنستے تھے کل تک مری بے بسی پر — وہ خود آج آنسو بہانے لگے ہیں

بہت بے سکوں ہے نصیّر آج کوئی
ترے اشک بھی رنگ لانے لگے ہیں

❁

یاد اب اُن کو مری ذات رہی ہے کہ نہیں
وہ جو پہلے تھی کبھی بات، رہی ہے کہ نہیں

بے وفائی تری، دن رات رہی ہے کہ نہیں
یہ بھی منجملۂ آفات رہی ہے کہ نہیں

اب جو ممکن نہیں، وہ بات رہی ہے کہ نہیں
سال ہا سال مُلاقات رہی ہے کہ نہیں؟

اُن کی محفل میں ذرا دیکھ تو جا کر اے دل!
اب وہ پہلی سی مدارات رہی ہے کہ نہیں

عالمِ شوق میں یہ کس کو پتہ چلتا ہے
دن رہا ہے کہ نہیں، رات رہی ہے کہ نہیں

اُن سے ممکن ہو ملاقات، تو یہ بات کُھلے
ہم پہ وہ چشمِ عنایات رہی ہے کہ نہیں

یاد ہے اے دلِ پُر شوق وہ اشکوں کی جھڑی
رنج و آزار کی برسات رہی ہے کہ نہیں؟

بات بے بات نصیؔر اُن کا خفا ہو جانا
ذہن میں آپ کے یہ بات رہی ہے کہ نہیں؟

شاد رکھیے، عذاب میں رکھیے
مجھ کو بھی انتخاب میں رکھیے

عکسِ ساقی، شراب میں رکھیے
ماہتاب، آفتاب میں رکھیے

آپ کے جو ستم بھی ہوں باقی
سب وہ میرے حساب میں رکھیے

اُڑ نہ جائیں حواس دُنیا کے
آپ جلوے نقاب میں رکھیے

کہہ رہا ہے یہ زندگی کا سفر
پاؤں ہر دم رکاب میں رکھیے

آپ رکھیے نگاہ میں مجھ کو
چاہے حالِ خراب میں رکھیے

مستحق ہے اسی سلوک کا وہ
غیر کو رُعب داب میں رکھیے

وہ سمجھ لیں نصیؔر دل کی بات
اپنے فقرے خطاب میں رکھیے

راہِ دشوار کو آسان بنا کر چلئے
شوقِ منزل ہے، تو پھر ہوش میں آ کر چلئے

ہجر کی راہ میں یہ فرض ادا کر چلئے
اپنی پلکوں پہ چراغوں کو سجا کر چلئے

روشنی ہو، تو چمک اُٹھتی ہے ہر راہِ سیا
دو قدم چلئے، مگر شمع جلا کر چلئے

خار ہی خار زمانے میں نظر آتے ہیں
اپنے دامن کو بُرائی سے بچا کر چلئے

آپ کی سُست رَوی آپ کو لے بیٹھے گی
دُور منزل ہے، ذرا پاؤں اُٹھا کر چلئے

بندشیں توڑتے چلئے، کہ سفر آساں ہو
سامنے آئے جو دیوار، گرا کر چلئے

غم کے ماروں کا تو اللہ نگہباں ہے، مگر
اب جو آپ آ ہی گئے ہیں، تو دُعا کر چلئے

جادۂ شوق میں لغزش سے ہے بچنا لازم
دل مچلتا ہو، مگر پاؤں جما کر چلئے

دشمن و دوست کی پہچان ضروری ہے نصیرؔ
ایسوں ویسوں سے ذرا خود کو بچا کر چلئے

❁

ترے ستم کے لئے جس کا انتخاب نہیں
وہ امتحانِ محبّت میں کامیاب نہیں

نگاہِ غور سے دیکھیں تو میکدے والے
ہمارا جام ہے گردش میں، آفتاب نہیں

وہ سب کی سُنتے ہیں، سب کو جواب دیتے ہیں
مرے سوال کا لیکن کوئی جواب نہیں

خدا گواہ کہ اہلِ نظر کے مَسلک میں
شرابِ حُسن سے بہتر کوئی شراب نہیں

اب اس مقام پہ لے آئی ہے تری الفت
وہ اُلجھنیں، وہ اذیّت، وہ اضطراب نہیں

نگاہ جم گئی اِس چہرۂ کتابی پر
اب اِس کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

کب اُن کی یاد میں بیتابیاں نہیں دل کو
کب اُن کے ہجر میں مٹّی مری خراب نہیں

نصیرؔ! میکدۂ زندگی میں لُطف ہی کیا
شریکِ جام جو وہ رشکِ ماہتاب نہیں

قلبِ مضطر کے اشارے اور ہیں
اب ارادے ہی ہمارے اور ہیں

نقش کچھ دل پر اُتارے اور ہیں
تم تو ہو، تم سے بھی پیارے اور ہیں

اہلِ دل سے موجِ غم بچھڑا کرے
ٹوٹنے والے کنارے اور ہیں

اُن کے دیوانوں کی باتیں، العجب!
اصطلاحیں، استعارے اور ہیں

غم کی بازی جان دے کر جیت لی
ہم کہاں ہارے ہیں، ہارے اور ہیں

ہم نے جانا اور مانا ہے تمھیں
وہ بھی ہیں، جن کے سہارے اور ہیں

بندہ پرور! اِس طرف بھی اک نظر
بزم میں کچھ غم کے مارے اور ہیں

غیر کی باتوں میں اتنا ہیر پھیر
تذکرہ تیرا ہے، پیارے اور ہیں

اے مقدّر! کس قدر غم رہ گئے
آشنا کتنے ہمارے اور ہیں

وہ نہیں، جن پر گماں تم کو ہُوا
چاہنے والے تمھارے اور ہیں

خیر تو ہے، کیوں نصیرؔ آیا نہیں
آپ کی محفل میں سارے اور ''ہیں''

❁

مانا کہ وہ باوفا نہیں ہے | پھر بھی دل کا بُرا نہیں ہے
بُت خوش ہیں، خدا خفا نہیں ہے | اب کیوں کہوں کیا ہے، کیا نہیں ہے
تیری سی کہیں ادا نہیں ہے | جو تُو ہے وہ دُوسرا نہیں ہے
دُنیا نے سُنا ہمارا قصّہ | تم بھی سُن لو، سُنا نہیں ہے؟
وحشت کا مذاق اُڑانے والو! | دیوانہ کوئی ملا نہیں ہے
کچھ کچھ وہ خفا خفا ہیں مجھ سے | سمجھوتہ ابھی ہُوا نہیں ہے
پُوچھا، تمہیں مجھ سے ہے محبّت | شرما کے یہی کہا "نہیں ہے"
فتنے کے سوا تری گلی میں | جو بیٹھ گیا، اُٹھا نہیں ہے
سب کچھ ہے، ترے کرم کے صدقے | دامن میں ہمارے کیا نہیں ہے
نکلے ہیں تلاش میں کسی کی | اپنا بھی جنہیں پتا نہیں ہے
دَم بھرتے ہو میری دوستی کا | اچھّا! کہہ دو، بُرا نہیں ہے

کیوں جھک کے ملے نصیؔر اُن سے
اِتنا تو گرا پڑا نہیں ہے

❁

ٹکڑے ٹکڑے، ریزے ریزے تُو شوق سے اے قاتل کر دے
منظور ہمیں ہے تیری خوشی، برباد ہمارا دل کر دے
یُوں راہِ جُنوں طے ہو یا رب! آسان ہر اک مُشکل کر دے
ہر سانس کو شمعِ راہ بنا، ہر ذرّے کو منزل کر دے
اللہ کی قدرت کا سِکّہ ہر موجِ رواں پر جاری ہے
جس کو چاہے طوفاں کر دے، جس کو چاہے ساحل کر دے
وہ چاہے، تو مُشتِ خاک بنے، یا آئینۂ ادراک بنے
یہ اُس کی عنایت، اُس کا کرم، انوار کا مرکز دل کر دے
درکار ہے عہدِ اُلفت میں افسانۂ دل کو رنگینی
اے دل کی لگی! ہر آنسو میں کچھ خُونِ جگر شامل کر دے
ہنگامۂ عالَم کیا ساقی! محشر بھی مجھے چونکا نہ سکے
ساغر نہ اُٹھا، آنکھوں سے پِلا، مدہوش نہ کر، غافل کر دے
عقبٰی کی طلب، دُنیا کی ہوس، اک طولِ اَمل، اک حرص و ہوا
بس ایک دُعا ہے صبح و مسا اُس در کے مجھے قابل کر دے
تاریخِ وفا و حسرت کی تکمیل اگر ہے پیشِ نظر
کہہ دو یہ مؤرّخ سے جا کر، کچھ حال مرا شامل کر دے
طوفاں کے تھپیڑے کھاتا ہُوں گرداب بلا میں ہے کشتی
اے بحرِ کرم! یُوں موج میں آ، ہر موجِ بلا ساحل کر دے

اب حشر میں کیا مُنہ کھولیں ہم ، کیا بات کریں ، کیا بولیں ہم
خُون اُس نے کیا ، حق یا ناحق یہ فیصلہ خود قاتل کر دے

ایں واعظِ شہر از حرص و رِیا دیگر نہ خروشیدے بے جا
یک بار گرش صیّادِ قضا ، زنجیریِ دردِ دل کر دے

ہے عشق نصیؔر اک طُرفہ بلا ، ہم نے تو یہی عالَم دیکھا
محفل کو بنا دے ویرانہ ، ویرانے کو محفل کردے

اگر تیرا اشارہ اے نگاہِ یار ہو جائے
تو دن پھر جائیں میرے ، اور بیڑا پار ہو جائے

توجّہ سے تری محروم اگر بیمار ہو جائے
دوا بےسُود ہو جائے ، دُعا بے کار ہو جائے

جُدائی کا تصوّر تک نہ ہو ، وہ پیار ہو جائے
جبینِ شوق جذبِ آستانِ یار ہو جائے

جو تم آؤ تو کلیاں مسکرائیں ، پھُول کھِل اُٹّھیں
بہار انگڑائیاں توڑے ، چمن بیدار ہو جائے

قیامت ہے ، کرشمہ ہے ، نگاہِ یار کی جنبش
کوئی مدہوش ہو جائے ، کوئی ہشیا ر ہو جائے

ہماری زندگی کا آسرا سوزِ محبّت ہے
سکوں مِل جائے تو جینا ہمیں دُشوار ہو جائے

ابھی جلدی ہی کیا ہے مَیں ابھی زندہ سلامت ہوں
تم آنا جب ، کہ جب ، مَیّت مری تیّار ہو جائے

عدو جب بزم میں ہو اپنا ہونا کب مناسب ہے
کہیں ایسا نہ ہو باتیں بڑھیں ، تکرار ہو جائے

یہ پیمانہ نہیں ، ساقی سے پیمانِ محبّت ہے
جسے اقرار ہو ٹھہرے ، جسے انکار ہو ”جائے“

نصیؔر اب تو سفینہ ڈُوبنے کو ہے کوئی دَم میں
وہ آجائیں تو شاید اپنا بیڑا پار ہو جائے

برق کی اک موج سی لہرائی تھی
کیا قیامت آپ کی انگڑائی تھی

چلتے چلتے مَیں نے ٹھوکر کھائی تھی
یا مرے قدموں میں منزل آئی تھی

حُسنِ یوسف، جس کا چرچا ہے بہت
دیدۂ یعقوب کی بینائی تھی

تھی جوانی چڑھتے دریا کی طرح
لہر اک اُٹھّی تھی، مجھ تک آئی تھی

آپ یہ تیرِ نظر سے پُوچھیے
زخمِ دل میں کس قدر گہرائی تھی

ہجر کی شب کا نہ پوچھو مرحلہ
تم نہ تھے، مَیں تھا، شبِ تنہائی تھی

تم اُدھر مجھ سے بگڑ کر چلے دیے
اور اِدھر دَم پر مرے بن آئی تھی

توڑتے ہو وعدہ کس منہ سے تم آج
تم نے تو شاید قَسم بھی کھائی تھی

میری توبہ سے ہوئی ساقی کو ضد
ورنہ یُوں اُس نے کبھی پلوائی تھی؟

میرے جیتے جی کبھی موڑا نہ مُنہ
ہجر کی شب ' کیا کوئی ہر جائی تھی

حلقۂ گیسو میں ہم اُلجھے رہے
آپ نے زنجیر کیوں پہنائی تھی

یاد رکھوں گا نصیؔر اُس دن کو مَیں
حُسن پر جس دن طبیعت آئی تھی

دَم بخود ہے مرے فسانے پر — کیوں نہ آئے ہنسی زمانے پر
دل رہا حُسن کے نشانے پر — تیر آتے رہے ٹھکانے پر
جال ڈالیں گے وہ زمانے پر — زُلف لہرا رہے ہیں شانے پر
جاؤں مَیں کیوں کر اُن کی محفل میں — معترض ہیں وہ آنے جانے پر
غم مجھے مِل گیا ' عَدو کو خُوشی — مُہر ہوتی ہے دانے دانے پر
سرفرازی کی آرزو ہے اگر — سر جُھکا اُن کے آستانے پر
ہوش کر ' بندۂ ہَوا و ہوس ! — زیست ہے موت کے دہانے پر
اب ہے یہ عالم اسیرِ قفس — گر چلے ہیں نئے پُرانے ''پر''

چل گیا ہے نصیؔر اُن کا فُسوں
ہیں وہ چھائے ہوئے زمانے پر

کسی کو تجھ سے بڑھ کر جلوہ ساماں کون دیکھے گا
تجھے دیکھے گی دنیا ، ماہِ تاباں کون دیکھے گا

اُسے دیکھا سرِ دار و رسن ہم نے تو سر دے کر
ہمارے بعد دیکھیں، رُوئے جاناں کون دیکھے گا

مری میّت کو کاندھا آج اگر وہ دے نہیں سکتے
تو کل جا کر بھلا گورِ غریباں کون دیکھے گا

سُکوتِ بام و در، آثارِ وحشت، رنجِ تنہائی
بھری دُنیا میں ہم سا خانہ ویراں کون دیکھے گا

ارے واعظ! حسابِ حشر سے ایسا بھی کیا ڈرنا
وہ بخشش پر تُلے تو فردِ عصیاں کون دیکھے گا

سُنو زِندانیو! ضبطِ جنُوں عہدِ خزاں تک ہے
بہار آئی تو پھر دیوارِ زنداں کون دیکھے گا

جہاں میں اور بھی ہوں گے تمہارے دیکھنے والے
مگر میری طرح تم کو مری جاں کون دیکھے گا

رہے گا یہ تحیُّر تادمِ آرائشِ گیسو
پھر اس کے بعد آئینے کو حیراں کون دیکھے گا

تمھی کو دل دیا تم ہی سے اِس دل کو اُمیدیں ہیں
اگر دیکھا نہ تم نے، دل کے ارماں کون دیکھے گا

کھڑا ہوں منتظر در پر نصیرؔ اُن کی اجازت کا
اشارا مل گیا تو سُوئے درباں کون دیکھے گا

نصیرؔ اِس دَور میں پھر بھی غنیمت ہے وجود اپنا
ہمارے بعد ہم جیسا سُخن داں کون دیکھے گا

گزر جائے ہماری عُمر پیمانے کے چکّر میں
خدا مشغول رکھے اُن کے میخانے کے چکّر میں

مبادا دھجّیاں چُنتے پھرو جیب و گریباں کی
نہ پڑنا اُن کے دیوانے کو سمجھانے کے چکّر میں

کرشمہ کوئی دکھلا کر رہے گی گردشِ دوراں
کہ ہے تاریخ پھر سے خود کو دہرانے کے چکّر میں

گوارا تھا نہ میخانے کا جن کو نام تک لینا
سُنا ہے آج کل وہ بھی ہیں میخانے کے چکّر میں

ہمیں پیرانہ سالی میں بھی پیری سے تامّل ہے
جوانی میں بھی تم ہو پیر بن جانے کے چکّر میں

کہاں واعظ، کہاں یہ مُنہ اندھیرے قصدِ میخانہ
یہ حضرت بھی ہیں شاید پینے پلوانے کے چکّر میں

اثر ہو خاک مجھ پر شیخ کی تسبیح رانی کا
کہ مُرغِ دیدہ ور آتا نہیں دانے کے چکّر میں

یہ دنیا آنی جانی ہے، یہاں ہر آن رہتا ہے
کوئی آنے کے چکّر میں، کوئی جانے کے چکّر میں

زہے قسمت نہ چھُوٹا مجھ سے میخانے کا دروازہ
رہا ہر چند واعظ مجھ کو بہکانے کے چکّر میں

وہ آ پہنچے تو پھر کیا تھا بدن میں رُوح لوٹ آئی
مری میّت کو تھے احباب دفنانے کے چکّر میں

تم اِس دنیا میں بس دنیا کے ہو کر ہی نہ رہ جانا
نہ کھو دینا کہیں خود کو، اِسے پانے کے چکّر میں

الٰہی! آبرو رکھنا تم اپنے سادہ بندوں کی
کہ بے پیرے بھی ہیں کچھ پیر بن جانے کے چکّر میں

مشائخ، مولوی، حُفّاظ، مفتی، نعت خواں، قاری
یہ سب برطانیہ جاتے ہیں نذرانے کے چکّر میں

سمجھ پایا نہ میری مَے کشی کے راز کو واعظ
رہا کم بخت مجھ کو راہ پر لانے کے چکّر میں

جو سمجھیں رشتۂ انسانیت کو آخری رشتہ
نہیں پڑتے کبھی وہ اپنے بیگانے کے چکّر میں

کوئی دیکھے نصیؔر! اپنی یہ طُولِ عُمر کی خواہش
کہ جینا چاہتے ہیں اُن پہ مرجانے کے چکّر میں

ظلم کر دے نہ ترا مائلِ فریاد مجھے
اِسقدر بھی نہ ستا او ستم ایجاد مجھے

رات پڑتی ہے تو آتا ہے کوئی یاد مجھے
تُو نے رکھّا نہ کہیں کا دلِ ناشاد مجھے

جو خوشی آپ کی وہ میری خوشی بسم اللہ
آپ کرتے ہیں تو کر دیجیے برباد مجھے

پوچھتے کیا ہو مرا حالِ پریشاں مجھ سے
ایسا کھویا ہوں کہ کچھ بھی نہ رہا یاد مجھے

رکھ سکے کون بھلا ہاتھ کسی کے منہ پر
لوگ کہتے ہیں ترا کُشتۂ بیداد مجھے

مَیں قفس ہی سے گلستان کا نظارا کرلُوں
اِتنی رُخصت نہیں دیتا مرا صیّاد مجھے

کس لیے قتل کا الزام کسی اور کو دوں
شوق خودلے کے گیا جانبِ جلّاد مجھے

بھول جاؤں میں زمانے کوتری چاہت میں
یاد تیری رہے اللہ کرے یاد مجھے

مال و زر چیز ہی کیا ، جاں بھی فدا کر دیتا
کیا کہوں ، کیوں نہ کیا آپ نے ارشاد مجھے

لینے دیجے ابھی اِس دل کو اسیری کے مزے
ابھی کیجے نہ خَمِ زلف سے آزاد مجھے

اُس کی یادوں سے نصؔیر آج بھی دل ہے آباد
بھول کر بھی نہ کیا جس نے کبھی یاد مجھے

بس یہی سوچ کے پہروں نہ رہا ہوش مجھے
کر دیا ہو نہ کہیں تُو نے فراموش مجھے

تیری آنکھوں کا یہ میخانہ سلامت ساقی
مست رکھتا ہے ترا بادۂ سرجوش مجھے

ہچکیاں موت کی آنے لگیں اب تو آجا
اور کچھ دیر میں شاید نہ رہے ہوش مجھے

کب کا رسوا مرے اعمال مجھے کر دیتے
میری قسمت کہ ملا تجھ سا خطا پوش مجھے

کس کی آہٹ سے یہ سویا ہوا دل جاگ اُٹھا
کر دیا کس کی صدا نے ہمہ تن گوش مجھے

یاد کرتا رہا تسبیح کے دانوں پہ جسے
کر دیا ہے اُسی ظالم نے فراموش مجھے

ایک دو جام سے نیّت مری بھر جاتی تھی
تری آنکھوں نے بنایا ہے بلانوش مجھے

جیتے جی مجھ کو سمجھتے تھے جو اک بارِ گراں
قبر تک لے کے گئے وہ بھی سرِ دوش مجھے

مجھ پہ کھُلنے نہیں دیتا وہ حقیقت میری
حَجلۂ ذات میں رکھتا ہے وہ رُوپوش مجھے

صحبتِ میکدہ یاد آئے گی سب کو برسوں
نام لے لے کے مرا روئیں گے مے نوش مجھے

بُوئے گُل مانگنے آئے مِرے ہونٹوں سے مہک
چومنے کو ترے مل جائیں جو پاپوش مجھے

زندگی کے غم و آلام کا مارا تھا میں
ماں کی آغوش لگی قبر کی آغوش مجھے

دے بھی سکتا ہوں نصیؔر اینٹ کا پتھّر سے جواب
وہ تو رکھّا ہے مرے ظرف نے خاموش مجھے

کوئی کرتا ہے نصیؔر آج بھی مجبورِ فُغاں
وہ تو رکھّا ہے مرے ظرف نے خاموش مجھے

عہد پختہ کیا رندوں نے یہ پیمانے سے
خاک ہو جائیں گے نکلیں گے نہ میخانے سے

میرے ساقی ہو عطا مجھ کو بھی پیمانے سے
فیض پاتا ہے زمانہ ترے میخانے سے

کر ہی لیتا کبھی پینے سے مَیں توبہ، لیکن
باز آتی نہیں آنکھیں تری ، پلوانے سے

مجھ سے پوچھے کوئی کیا مجھ پہ جنوں میں گزری
قیس و فرہاد کے قصّے تو ہیں افسانے سے

پیرِ میخانہ سلامت رہے تیری نسبت
بات بن جائے گی اپنی، ترا کہلانے سے

واعظِ شہر کی توبہ نہ کہیں ٹوٹی ہو
آج ھُو حق کی صدا آتی ہے میخانے سے

رند کے ظرف پہ ساقی کی نظر رہتی ہے
اِسے چُلّو سے پلا دی، اُسے پیمانے سے

کون یہ آگ لگا دیتا ہے، معلوم نہیں
روز اُٹھتا ہے دُھواں سا مرے کاشانے سے

شکوۂ ترکِ ملاقات بجا ہے، لیکن
جس نے پی ہو وہ نکلتا نہیں میخانے سے

اِس سے بہتر نہ ملے فرشِ سکینت شاید
ہم پکاریں گے اُنہیں بیٹھ کے ویرانے سے

بے سہارا ہوں، بڑھاپے میں کہاں جاؤں نصیؔر
اب جنازہ ہی اُٹھے گا مِرا میخانے سے

ہر بول اُس کا رُوح کے آزار چاٹ لے
جس کی زبان خاکِ درِ یار چاٹ لے

گُل چیں نہ پا سکا کبھی جوہر پہ دسترس
مشکل ہے کوئی پھول کی مہکار چاٹ لے

ملتا ہے اور تشنگیِ راہرو کو چین
پانی جو آبلے کا کوئی خار چاٹ لے

رہتا ہے زلفِ یار تری چھاؤں میں یہ دل
جب تیز دھوپ سایۂ اشجار چاٹ لے

مِٹتا نہیں کسی سے بھی رسوائیوں کا داغ
کس کی مجال، سُرخیِ اخبار چاٹ لے

مِل پائے ایسے قاتلِ شاطر کا کیا ثبوت
جو قتل کر کے خنجرِ خونخوار چاٹ لے

ایسے میں کیا پٹے کوئی سودا سرِ دکاں
بائع جب اُٹھ کے مغزِ خریدار چاٹ لے

اے خوش قدم! ذرا نظرِ بد سے ہوشیار
ایسا نہ ہو کہ شوخیِ رفتار چاٹ لے

اِس خوف سے وہ رکھتے ہیں زلفیں لپیٹ کر
افعی کہیں نہ زلف کا رُخسار چاٹ لے

واعظ کی بات دل میں جو اُترے تو کس طرح
جب کان اُس کی کثرتِ گفتار چاٹ لے

اِترائیے نہ شوکتِ فانی پہ اِس قدر
دیمک کہیں نہ کرسیِ سرکار چاٹ لے

منکر جو ہو نصیؔر کے فضل و کمال کا
کہہ دو اُسے، نوشتۂ دیوار چاٹ لے

(نوٹ: ایک شاعر صاحب نے امتحان کے طور پر اِس زمین میں ایک مصرع کہہ کر بھیجا کہ اگر نصیؔر صاحب اس میں پانچ شعر بھی کہہ دیں تو میں اِنہیں اُستاد مان جاؤں گا۔ مَیں نے بارہ اشعار کہہ کر بھیج دیے اور ساتھ لکھ بھیجا کہ آپ مجھے اُستاد اب بھی نہ مانیں، بلکہ اساتذۂ فن کے زمرۂ تلامذہ ہی میں رہنے دیں۔ غزل کہہ کر بھیج رہا ہوں۔ (نصیؔر)

Scanned BY: Muhammad Shawal, Faran Nizami
آغوشِ حیرت

(فارسی رُباعیات)

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

بااہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

بالا تر از اَدراک و بیانی یا رب
پیدائی و از دیدہ نہانی یا رب
فکرِ ہمہ از نہایتت حیرانست
در امکانیم و لامکانی یا رب

❁

اے حسنِ تو بے مثیل و ذاتت عالی
موجودِ بلا قید ، ز ماہ و سالی
عالم بہ تو سرخوش و تو غائب ز میاں
آفاق ز تو پُراست و جایت خالی

❁

یا رب بہ حریمِ فضلِ خود راہم دِہ
فرمانِ پذیرائیِ درگاہم دِہ
سرمایۂ درد و سوز ارزانی کن
با گوہرِ اشک دولتِ آہم دِہ

❁

یا رب بود انعامِ تو جاں را شامل
مائیم بہ دھر زانچہ کردیم، خجل
ہرچند کہ جرمِ ماست طوفاں طوفاں
صد شکر کہ عفوِ تست ، ساحل ساحل

❁

اَنْوَارُكَ فِی الدُّجیٰ دَلِیْلُ الْخَیْرَات
اَلْطَافُكَ لِلْعَبْدِ سَحَابُ الْبَرَكَات
لَم نَدْرِ سِوَاكَ مُونِساً فِی الْبَلْویٰ
مَنْ غَیرُكَ فِی الْوَریٰ مُجِیْبُ الدَّاعَوَات

آں ذاتِ مُمَجَّد و مجید و امجد
موصوف بوصفِ لم یَلِد، لم یُولَد
خواہی کہ روی بہ نورِ ایماں ز جہاں
از شرک برآ و قُل ! ھُوَ اللّٰہُ احد

اے خالقِ جنّ و اِنس! اے ربِّ جہاں
پیدا و نہانِ من بہ تو جملہ عیاں
از پنجۂ ظالماں بدہ راہِ نجات
یا راحم و ارحم و رحیم و رحماں

اے صاحبِ اسمِ پاک! مَن یَّنصُرُنی
دل ریش و سینہ چاک، مَن یَّنصُرُنی
دستم اگر از فضل نہ گیری ربّی
من یَّنصُرُنی سِوَاک ! من یَّنصُرُنی

اے نشو و نُما دِہِ نَبات ! ادرکنی
اے دافعِ کُلِّ مشکلات ! ادرکنی
اے مُبدِء و اے مُعید و اے نافع وضار
اے خالقِ موت والحیات ! ادرکنی

اے باقیِ دائمُ البقا ! ادرکنی
اے از حدِ ادراک وَرٰی ! ادرکنی
اے قاضیِ حاجاتِ خلائق ! اُنصُر
اے فالقِ حَبّ والنّوٰی ! ادرکنی

اے مُنجیٔ خَلق و مبتلی ! ادرکنی
اے عُقدہ کشائے ہر ولی ! ادرکنی
مسجودِ محمد اے خدائے حسنین
اے خالقِ مرتضٰی علی ! ادرکنی

نعت

اے تاجورِ سریرِ امکاں مددے
سالارِ اُمَم ' حبیبِ یزداں مددے
از عرصۂ دہر رستخیزے پیداست
اے مونسِ جانِ دردمنداں مددے

تُو انسبِ اوصاف و جلیلُ النّسب
خِلقت بہ تو منسوب و توحق مُنتَسَب
اے جوہرت انوارِ کمالاتِ وُجود!
از فطرتِ سامی و سَنِیُّ الحَسب

❁

آں ختمِ رُسل امیرِ ایوانِ وُجود
دارائے سریرِ حُسن و سلطانِ وُجود
از بابِ کتابِ آفرینش پُرسی
آں نامِ محمّد است عنوانِ وُجود

❁

جانِ گُل و لالہ و سمن آمدہ ای
بہرِ آرائشِ چمن آمدہ ای
نوریّ و مشَکَّل بہ وُجودِ بشری
روحی و مُبدَّل بہ بدن آمدہ ای

❁

در فطرتِ خود رحمت و نوریں بدنی
تزئینِ بہارِ عشق ، جانِ چمنی
حسنِ رُخت آبروئے لولاکَ لَما
اے صلِّ علیٰ رسُولِ مکّی مدَنی

❁

دانائے مغیباتِ وُجود و عَدَمی
سر تا پا نوری و مبارَک قدَمی
اے سیّدِ ابرار و امینِ اسرار
معراج مقامی و ملائک خدَمی

❁

اے نورِ خدا! چہ باخدا آمدہ ای
باشانِ جمالِ کبریا آمدہ ای
آئینۂ پیکرت صمد اظہار است
حق جلوہ و عبدِ حق نُما آمدہ ای

❁

در گُلکدۂ دہر بہار از دَمِ تست
رونق بہ رخِ حیات ز آب و نمِ تست
اے راحتِ آشفتہ دلاں صلِّ علیٰ
سرمایۂ تسکینِ دلِ ما غمِ تست

❁

نے بر سرِ اخلاص و وفا می نازم
چوں اہلِ دُوَل نہ بر ریا می نازم
بارے دانی کہ بر چہا نازم ہست
بر لطفِ حبیبِ کبریا می نازم

❁

تو والیِ آلائی و مولیٰ النّعمی
بر ذروۂ علیائی و اعلیٰ الہمی
فیضت نخلِ وُجود را برگ و بر است
بر گلشنِ ایجاد سحابِ کرمی

❁

مدّاحیِ ذات! مدحِ شاہِ اُمَم است
جانِ حَسَنات! مدحِ شاہِ اُمَم است
اے جوہرِ نُطق! اکتسابِ خیرے
توقیرِ حیات! مدحِ شاہِ اُمَم است

❁

بخشندہ بفردوس نَـعِیـمَ الاُکُـل
مَنْ لِلْمُتَحَیِّرِینَ ھادِی السُّبُلِ
خیرُ البشر آبروئے خیر الامم است
طُوبٰی لِمَنِ اقْتَدٰی اِمامَ الرّسُلِ

❁

نورِ رُخِ عالم است مُنشَق از تو
پیداست فروغِ حُسنِ مطلق از تو
بُو از گُل و گُل از گِل و گِل از پےِ گُل
عالم ز تو و تو ز حق و حق از تو

❁

مناقب

مخدومِ صحابۂ نبی بالتّحقیق
انکار کنندہ اش لئیم و زندیق
بِنتش چو گُہر بہ سلکِ ازواجِ رسُول
بنگر بنگر بہ شانِ صدّیقِ عتیق

تائیدِ خدا ، گواہِ شانِ عُمر است
انوارِ نبی در دل و جانِ عُمر است
ابلیس جبلّتاں گریزند از من
ز آندم کہ سرم بر آستانِ عُمر است

بیخود شدم از مئے ولائے عثماں
مثلِ آباستم فدائے عثماں
اربابِ حیا رسند بر رمزِ نصیرؔ
آبِ رُخِ دین است حیائے عثماں

در مصحفِ حق آیتِ دین است علی
بر چرخِ عطا مہرِ مُبین است علی
گوید چہ نصیرؔ از علوِّ قدرش
در بزمِ وِلا صدر نشین است علی

جاں وقفِ رہِ دیں بنمود است علی
در حضرتِ حق سر بسجود است علی
ابریست بہ کشت زارِ امّت باراں
دریائے کرم، مخزنِ جود است علی

❁

فقر است ہمہ لطف و عطائے حیدر
شاہنشاہیست زیرِ پائے حیدر
مارا نبود باک ز ہولِ محشر
داریم بدل نقشِ ولائے حیدر

❁

گر جمعِ روافض است نزدِ تو مرید
ہم خارجیاں را شُمر از بطنِ پلید
ایمانِ من است حُبِّ آل و اصحاب
لعنت بہ سرِ یزید و اتباعِ یزید

❁

زینت دہِ بزمِ ثقلین است علی
دشمن فگنِ بدر و حُنین است علی
آں بابِ علومِ نبوی صلِّ علیٰ
سرمایۂ حُسنِ حَسنَین است علی

❁

گلدستۂ بُستانِ شبابِ حیدر
سرچشمۂ عظمتِ جنابِ حیدر
شانِ حَسَنین ، نورِ چشمانِ بتول
مہتابِ حیدر ، آفتابِ حیدر

❁

آں سیّدۃُ النّسا بہ عصمت تنہا
مخدومہ بہ کائناتِ مرد و زن ہا
اُمِ حَسَنَین و بِنتِ خیرالبشر است
زَہرا ، رضی اللہ تعالیٰ عنہا

❁

تکمیلِ ولایت ، ز کمالِ حیدر
تابِ رخِ دین است جمالِ حیدر
کونین ز جلوہ ہائے ایشاں پُر نور
گلزارِ محمد است آلِ حیدر

❁

فیضِ شہِ انس و جاں علی ہجویریست
سرحلقۂ عارفاں علی ہجویریست
شد مرقدش اعتکاف گاہِ خواجہ
مخدومِ خواجگاں علی ہجویریست

❁

نورِ نظرِ حیدر و شاہِ زَمَنی
محبوبِ تاجدارِ مکّی مدنی
لختِ جگرِ فاطمہ اے حضرتِ غوث!
سروِ چمنستانِ حُسین و حَسَنی

چوں موجِ قبولِ ازلی می آید
سالک بہ درِ غوثِ جلی می آید
آں تاجورِ فقر و امیرِ بغداد
از گلشنِ او بُوئے علی می آید

چوں سائلِ آستانِ عبدالقادر
قسمت رسدم ز خوانِ عبدالقادر
گفتا قدمم بہ گردنِ اقطاب است
سُبحانَ اللہ ! شانِ عبدالقادر

درکسوتِ خسروی فقیر آمدہ ای
سرخیلِ مشائخِ کبیر آمدہ ای
عبدالقادر ! بہ بحقِّ جدًّا الحَسَنَین
دستم بر گیر ! دستگیر آمدہ ای

ہر جلوۂ حُسنِ اُو بہار آئین است
ذاتش ہمہ فیض و شرف و تمکین است
خورشیدِ جہانِ چشتیاں را پُرسی؟
آں خواجۂ خواجگاں معین الدّین است

❁

آں منفردِ زماں بہ خوش ادراکی
نور آئینہ بود در لباسِ خاکی
مُسترشدِ خواجہ، مُرشدِ گنجِ شکر
قطبُ الدّیں بختیار اَوشی کاکی

❁

در پاکپتن یک آفتابِ دگر است
کز نسلِ خجستۂ جنابِ عُمر است
گرچرخ بہ تلخ کامیم بست کمر
غم نیست مرا کہ شیخ، گنجِ شکر است

❁

درویشی و فقر و کج کلاہی دارد
زیبائی و دارائی و شاہی دارد
کم یافت کسے ز اولیائے اُمّت
آں رُتبہ کہ محبوبِ الٰہی دارد

❁

باچرخ رسیدست دماغِ دہلی
پُرشد ز شرابِ اُو ایاغِ دہلی
من بندۂ حضرتِ نصیرالدّینم
افروختہ پیرِ من! چراغِ دہلی

❁

اقلیم حقائق بودش زیرِ نگیں
در اہلِ طلب کلیم سینائے یقیں
آں مہرِ سپہرِ معرفت پیر سیال
قطبُ الاقطاب خواجۂ شمسُ الدّیں

❁

تنویرِ رسولِ انس و جاں مہرِ علی
سرمایۂ صاحب نظراں مہرِ علی
در پیکرِ عشق گرمئ سوزِ الست
عارف ، درویش ،نکتہ داں مہرِ علی

❁

اے مطربِ خوش نوا بیا بسم اللہ
با سازِ طرب فزا بیا بسم اللہ
اِمشب در بزم دردمنداں جمعند
با نغمۂ دلکشا بیا بسم اللہ

❁

از شوقِ جمال در گدازم ، چہ کنم
گر جاں بہ رُخِ دوست نہ بازم، چہ کنم
در کُلبۂ مشتِ خاک طوفانِ بہار
یارب بہ کجا روم، چہ سازم، چہ کنم

از روزِ طرب فزا شبِ غم خوشتر
و ز خندۂ لب دیدۂ پُرنم خوشتر
زخمیکہ رسد بر دِلت از ناوکِ دوست
ز آبِ خِضَر و مرتبۂ جم خوشتر

مُتفرّقات

آنکس کہ رحیقِ حکمتش در جام است
داند پسِ آلام بسے آرام است
ایں رمز شناختیم ز آغازِ حیات
در عالم ہر خزاں بہار انجام است

آرائشِ سرو و سمن و لالہ کنم
چوں ابر بہ گردِ گلستاں ہالہ کنم
آنگہ کہ شوی ز لوحِ چشمم غائب
درِ تیرگیِ شبِ سیہ ، نالہ کنم

بر لوحِ بقا حرفِ ثباتش بینم
پیرایۂ اسماء و صفاتش بینم
آسودہ عزلتم دریں غوغا ہا
رنگِ چمن آرائیِ ذاتش بینم

❁

بے دیدنِ حُسنِ مہ جبیناں چہ کنم
گرجاں ندہم بر رُخِ ایناں چہ کنم
از بہرِ نظر دیدۂ بینا دادند
بینم نہ اگر رُوئے حسیناں چہ کنم

❁

پیکر ز سرشتِ آفتابت دادند
وز چشمۂ رنگ و نور آبت دادند
درکتمِ عدم بہ خواب رفتی عُمرے
تا احسنِ تقویم خطابت دادند

❁

تمکینِ ادب بہ ہرزہ گاماں ندہند
ذوقِ طلبِ عشق بہ خاماں ندہند
گر دیر گزیں شوی و گر کعبہ نشیں
سرِ مستیِ عارفاں بہ عاماں ندہند

❁

جُز حرفِ طَمَع کس نکند گفتارے
در ہمنفسانت نہ بَوَد غم خوارے
ہر چند کہ گشتیم و بدیدیم بسے
بے لوث نہ دیدیم بدُنیا یارے

چوں طرزِ حیاتِ تست ناکامی ہا
با پختگیٔ نیرزدت خامی ہا
چوں موج بخویش تا بکے پیچیدن
اے قطرہ ! نشاطِ قُلزم آشامی ہا

حظِّ نفس است کائناتِ من و تُو
ہم سلسلۂ صوم و صلٰوتِ من و تُو
باز آ ز اندیشۂ بہشت و دوزخ
موقوف بہ فضل است نجاتِ من و تُو

خود بے خبریم و رہنمائے دگراں
خود غرقۂ موج و ناخدائے دگراں
نیرنگِ آگہی تماشا دارد
بیگانہ ز خویش و آشنائے دگراں

در راہِ وفا پای نہادن مشکل
بر جلوۂ تو چشم گشادن مشکل
دشواری ہا بہ مردن و زیستن است
در عشقِ تو جاں بردن و دادن مشکل

دردیست بہ جاں کہ صبر درمانش بہ
شوریست بہ سر، عقل نگہبانش بہ
رمزیست مرا بہ دل کہ ضبطش اَولیٰ
سوزیست بہ سینہ ام کہ کتمانش بہ

راہے نگذشتم کہ غبارِ تو نداشت
رنگی نگر فتم کہ بہارِ تو نداشت
جامے نکشیدم کہ بیادِ تو نبود
شوقے نخریدم کہ عیارِ تو نداشت

زیں مذہبیانِ خودسر و تفرقہ خُو
آئینِ مُروّت و دلِ صاف مجُو
گر عُمرِ قلم بہ کارِ دیں گردد صرف
زائل نہ شود سیاہی از باطنِ اُو

سرمایۂ راحت و قرارم باشی
نقدِ طرب و نگاہدارم باشی
خواہم ز خدا تا نَفَسِ باز پسیں
من یارِ تو باشم و تو یارم باشی

❁

شام و سحر از بہرِ وفا غم خُوردم
از دیدہ وراں سبق بدیں ساں بُردم
در مستیٔ عشقِ تُو بسر کرد م عُمر
سر بر سرِ خاکِ تو نہادم، مُردم

❁

صد میکدہ قرباں بہ نگاہِ ساقی
کُحلِ بصر است گردِ راہِ ساقی
از کاہشِ روزگار ایمن باشند
رندانِ الست در پناہِ ساقی

❁

عمرے بہوائے تو کشیدم آہے
امّا بہ نظارہ ات نہ بُردم راہے
ہر داغِ دل اندازِ بہاراں دارد
ایں گُلکدہ را بیں بہ نگاہے، گاہے

❁

غیرت دہِ مہر آمدہ رُوئے یارم
ہر لحظہ کشد عشق بہ سُوئے یارم
از لطفِ تُو اے موجِ نسیمِ سحری!
سرمست کند نکہتِ مُوئے یارم

❁

فرحت ز قُدومِ تو بسے می آید
وز گُفتنِ تو بُوئے کسے می آید
اے قاصدِ فرخندہ ! روانت خوش باد
بر غم زدہ فریاد رسے می آید

❁

گر شیخ ترا بہ حق شعاری بخشند
ما را بہ جزائے شرمساری بخشند
ایں سُبحہ شماریِ تو ناید بہ شمار
آنجا کہ بجوشِ بے شماری بخشند

❁

لذّت کشِ ناوک و سنانست ہنوز
وز کاکل و چشم قصّہ خوانست ہنوز
از پیری و ضُعفِ من میندیش و بگو
از حُسنِ بتاں کہ دل جوانست ہنوز

❁

معراجِ نگاہِ فقر کاشانۂ تست
سرمستیِ جاوید بہ پیمانۂ تست
تا چند بہ قصدِ امتحاں رُوپوشی
اے شمعِ جمال! خلق پروانۂ تست

❁

نے موج و نہ قطرہ و نہ یم خواہد ماند
نے تاج و سریر و نے علم خواہد ماند
آخر پسِ ہا و ہو ئے ایں بزمِ وجود
خاموشیِ صحرائے عدم خواہد ماند

❁

واعظ کہ ز راہِ دیں عناں تافتہ است
و ز بےخردی دروغ ہا بافتہ است
بارے بخلوصِ آدمیّت گوید
از صُنعِ ایزدی خبر یافتہ است

❁

ہر صاحبِ عزم در طلب مردے ہست
کاندر رہِ او چہا چہا گردے ہست
دانی کہ چرا نہادہ ام دست بدل
یعنی کہ مرا مرا مرا دردے ہست

❁

یک ربطِ نہاں بہ دردمنداں شافیست
دُوری ز حریمِ دوست ناانصافیست
چوں موج مقلّدِ رمِ یک دگریم
مائیم و حضورِ بحر ما را کافیست

❁

آوارۂ دشتِ الم و فریادم
ہر عیش بہ ہجرانِ تو رفت از یادم
ویرانہ ام آباد کُن از جلوۂ خویش
بے رُوئے تو اے راحتِ جاں! بربادم

❁

وارفتۂ حُسنت نظرے نیست کہ نیست
آشفتۂ رُویت بشرے نیست کہ نیست
بیگانہ ز عشقت نتواں یافت دلے
دیوانۂ زلفِ تو سرے نیست کہ نیست

❁

زاں روز کہ دل بہ کاکلت دربند است
حقّا کہ بہ ہر جور و جفا خورسند است
از تلخیِ اُو تنگ نہ گردد ہرگز
دشنام ازاں لعلِ لبانش قند است

❁

صوفی کہ بہ زَعمِ قلبِ آگاہ خوش است
واعظ بہ اُمیدِ اُجرت از شاہ خوش است
چوں ہر دو نیند در خورِ صُحبت و فیض
رندی کن و گوشہ گیر کایں راہ خوش است

پروازِ پرِ مگس بہ بامت چہ رسد
بیدستگہے بہ دَورِ جامت چہ رسد
چشمِ نازت بہ شاہبازاں افتد
گنجشکِ فرومایہ بہ دامت چہ رسد

گر جامِ طرب نیست بدستم ، مستم
تا شیشۂ اسباب شکستم ، مستم
اے خواجہ! بہ نیک و بدِ من خُردہ مگیر
در خویش نگر، من آنچہ ہستم، مستم

پیرے دیدم نشستہ خاموش بہ راہ
در حُسنِ بُتاں نہفتہ می کرد نگاہ
گفتم دل با ظواہر آویختہ ای
بر گفت کہ بنگرم شئونات اللہ

اے پیکِ صبا چہ خوش ادا می آئی
چوں موجِ بہار نغمہ زا می آئی
از بُوئے تو مغزِ جاں معطّر گردید
آہستہ بگو کہ از کجا می آئی

❁

سر مستیِ عشق را جہانے دگر است
ویں دُرِّ گراں بہا زِ کانے دگر است
جاں برکف و دل بے خطر و سر تہِ تیغ
دیوانۂ دوست را نشانے دگر است

❁

تا دل ز قُیودِ غیر مُطلَق نہ شود
با پاکانِ جناب ملحق نہ شود
بارے شویندش ار بآبِ زمزم
اطلاقِ صفا بر اُو مُحقّق نہ شود

❁

بر گیر بہ منزلِ حقیقت راہے
ہر کوہِ مجاز است در آنجا کاہے
تا چند ہوس طرازیٔ اہلِ جہاں
دردے، سوزے، غمے، فغانے، آہے

❁

در فرصتِ چند روزہ بے باک شدیم
ہم در تگ و پُوئے زیست چالاک شدیم
آخر برسیدیم بہ بویرانۂ گور
از خاک بدر آمدہ در خاک شدیم

❁

فریاد و فغان و آہ سامانِ من است
ویں اشکِ وفا بہارِ دامانِ من است
از عقل مگو کہ ہست دامِ تزویر
از عشق بگو کہ عشق ایمانِ من است

❁

خونِ رگِ فکر را بہ جولاں کردی
شمعِ دلِ مُردہ را فروزاں کردی
مرغِ سخنم کہ بود لب بستہ ز غم
آں را ز تبسّمے غزلخواں کردی

❁

ہر شب ز غمت کار بہ آہے دارم
بنگر کہ چساں حالِ تباہے دارم
اے آنکہ بہ حسنِ تُست چشمِ مہ و مہر
از جلوہ ات اُمّیدِ نگاہے دارم

❁

بیدستگہے ز گردشِ چرخِ کبود
بر صاحبِ مال عرضِ حاجات نمود
ہنگامِ سخن ولے چو سویش نگریست
تن شعلۂ نفرت و جبیں پُرچیں بود

❁

در عشقِ بُتے، لالہ رخے ' گلبدنے
فارغ گشتم ز عیشِ ہر انجمنے
با ساغر و مے کار نہ دارم کہ شدم
پیمانہ کشِ نگاہِ پیماں شکنے

❁

گر راہ سوئے دوست نہ بُردی، مُردی
ور دیدہ بہ ما سوا سپُردی ، مُردی
دل بند بہ جلوۂ نگارِ وحدت
درکثرت اگر پائے فشردی ، مُردی

❁

ہستم ز جماعتِ مروّت ورزاں
جاں برکفِ جلّاد فروشم ارزاں
زیں خوف کہ از کُشتنِ من دست کشد
رفتم بہ درِ نگار لرزاں لرزاں

❁

توصیفِ جمالِ حق ثنائے حُسن است
زیبائی ہا بہ ہر ادائے حُسن است
کارم نہ فتاد با خدایانِ جہاں
نازم کہ خدائے من خدائے حُسن است

❁

اے آنکہ بہ نقدِ سیم و زر مغروری
وز بادۂ عیش، روز و شب مخموری
ترسم کہ ز انقلابِ ایں چرخِ کبود
از پائے در افتی ار ہمہ فغفوری

❁

بے ذوقِ خود آگہی طلب بے کار است
رمزیست کہ فاش بر اُولی الابصار است
آں نورِ ازل کہ گم شدہ است از کفِ تو
دریاب بہ دل کہ دل حریمِ یار است

❁

در پیش و پسِ یقین و شک قیدے نیست
بر بودنِ ہر دو مشترک قیدے نیست
آویزشِ مرگ و زیست در اَعراض است
از خاک وگرنہ تا بہ فلک قیدے نیست

❁

مرغِ دلِ من کہ شخصِ دیدن ہوس است
عُمریست کہ اُو بہ قیدِ تن در قفس است
بارے اگر از تصوّرِ عیش آسود
افسوس کہ فرصتش ہمیں یک نفس است

❁

اے قطرہ! ادب، حُضورِیم نزدیک است
وے موج! بہ خود مناز، خم نزدیک است
اے بے خبر از تلاطُم آبادِ وُجُود
ہشیار! کہ لطمۂ عدم نزدیک است

❁

در بزمِ جہاں کہ پُر ضیائے حُسن است
اخلاصِ نگاہ، اقتضائے حُسن است
در چشمِ تقدّس و آگہانِ معنٰی
ہر چشم زدن، سجدہ برائے حُسن است

❁

با بے ادباں شرحِ ادب خیرہ سریست
در بے بصراں ژاژ و ہدر ذکرِ پریست
ہر فن را در خور آمد استعدادے
بر بے ہُنراں عرضِ ہُنر بے ہُنریست

❁

گفتم کہ بہ مُنتہائے حُسنی صنما
با قامت و رُخ ، بلائے حُسنی صنما
گفتا بخدا کہ بندہ ام چوں دگراں
گفتم، نَے نَے خدائے حُسنی صنما

❁

چوں موجِ نسیم غمگسارم باشی
وجہِ تسکینِ جانِ زارم باشی
اے وقتِ خنک کہ من نشینم با تو
اے ساعتِ خوش کہ در کنارم باشی

❁

اے آنکہ بہ پیرایۂ ہستی ، ہستی
دارد صد رنگِ خود پرستی ، ہستی
نورِ ہستی ز نیستی بر خیزد
از ہستیِ خویش گر بِرَستی ، ہستی

❁

بر منظرِ عامے ، ز خرامے ، گامے
با زلفِ سِیہ باہتمامے ، دامے
دانی کہ چراست چشمِ مَردم بہ فلک
یعنی کہ بیا بر سرِ بامے بامے

❁

ساقی گُل و سبزہ جلوہ باراں آمد
جشنِ طرب و عیدِ نگاراں آمد
پیمانہ بدست بہرِ استقبالش
برخیز ، کہ ابرِ نو بہاراں آمد

❁

ہر چند شوی انجمن افروزِ مجاز
آہنگِ تو باشد ہمہ داؤد اعجاز
پیش آیدت آں روز کہ از وحشتِ او
مینائے گلوئے تو نیارد آواز

❁

اے آنکہ ز ہجر در عذابم کردی
چشمِ بے خواب را پُرآبم کردی
تیرِ نظر آنچناں فگندی سویم
آوارہ و مجنون و خرابم کردی

❁

موجِ نفس است کاضطرابے دارد
در قُلزمِ جسم ، پیچ و تابے دارد
غافل منشیں ز رفتن و آمدنش
عنوانے دارد ، انتسابے دارد

❁

در راہِ وفا تیز مَپُو ' دَم درکش
ناز از ورقِ سینہ بِشُو ، دَم درکش
در محفلِ اربابِ خرد لاف مزن
تا آنکہ نگویند بگُو ، دَم درکش

❁

فردوسِ دلش بہارِ نازِ دگر است
آئینۂ جلوۂ نیازِ دگر است
اے شاہِ گدانواز! ہنگامِ کرم
ہشدار کہ درویش بہ نازِ دگر است

❁

بر بندلب اے خود سرِ تلقیں آغاز
با مصدرِ فہم و ہوش، ایں پندِ دراز
یعنی کہ دہی بادِ صبا را اے کور!
از کم نظریِّ عقل ، درسِ پرواز

❁

خلق است ز حق مَورِدِ الطافِ عَمیم
کیشِ عُرَفا بہ راحت و غم ، تسلیم
اے شکوہ طرازِ بیش و کم! ہرزہ منال
عینِ کرم است آنچہ آید ز کریم

❁

اے بلبلِ خوش ادا کہ جانِ چمنی
سرگرمِ نوا بہ شاخِ سرو و سمنی
پروردۂ نازی ، چہ شناسی غم را
پُرس از غُربا رنجِ غریبُ الوطنی

ناداری و فقرِ اُوست برہانِ کرم
رنگِ زردش بہارِ دامانِ کرم
اے مُمسکِ دُوں! گدائے پُرتمکیں را
تہدید مکن کہ ہست مہمانِ کرم

ہنگامِ طرب سرکش و مغرور مشو
وز راہِ ادب پا مکش و دُور مشو
روزے بروی ہمچو غریباں تہِ خاک
ایں دارِ فنا ست ، ہرزہ مسرور مشو

بر ہر کہ رہِ قناعت آساں باشد
فارغ ز نیازِ میر و سلطاں باشد
ذہنِ خود دار و طبعِ مُستغنی را
ترکِ احساں ، کمالِ احساں باشد

در گردشِ نُقطہ ، داستانے گُم شد
در راہ گزار ، کاروانے گُم شد
صد مہر بہ جستجوئے کُنہِ ذرّات
مثلِ انجم در آسمانے گُم شد

❁

اے جلوہ ات آئینِ بہارِ ہستی
منّت کشِ موجۂ خرامت ، مستی
دل را ، ز کفم ربودی و با صد ناز
در سلسلۂ کاکُلِ پیچاں بستی

❁

بے چارہ و غم خوردہ و پیرم ساقی
در بندِ شکستگی اسیرم ساقی
بے بال و پرِ مے نہ پرد طائرِ جاں
یک جامِ دگر دِہ کہ میرم ساقی

❁

حرفے گویم بہ نوجوانانِ نکو
گر اشرافند سر نہ پیچند ازو
پاسِ شرم است داخلِ حلقۂ چشم
مُوئے مژہ راست ابرواں، حدِّ نمو

❁

حسنت ز این و آں جدا می بینم
در رُوئے تو آیاتِ خدا می بینم
دیدارِ تو منتہائے اہلِ نظر است
المنّۃُ لِلّٰہ ترا می بینم

❁

خواہانِ وصالِ تست جاناں دلِ من
دائم بہ خیالِ تست جاناں دلِ من
گر جلوہ دہی و گر نشینی بہ حجاب
مشاقِ جمالِ تست جاناں دلِ من

❁

اے موجِ نسیمِ صبحگاہاں مددے
وے پیکِ سبک خرامِ جاناں مددے
کارم با بختِ واژگوں افتادہ است
اے ہمّتِ پیرِ مے فروشاں مددے

❁

فیضِ دمِ اربابِ وفا می خواہم
واماندہ و بیکسم دُعا می خواہم
دل تنگ شدم ز وسعتِ کون و مکاں
در دیدۂ التفات جا می خواہم

❁

رفتم بہ کنارِ آب بہرِ تسکیں
دل تنگ ز جورِ دوستانِ پُرکیں
امّا دیدم کہ فوجِ امواج زِ من
می رفت گریز پا و ہم چیں بہ جبیں

❁

بے تاب و جگر سوختہ و رنجُورم
وز شومیِ بختِ نا رسا مجبُورم
خواہم کہ جبیں بہ خاکِ پاکت سایم
امّا چہ کنم ، کز آستانت دُورم

❁

ہر اہلِ خرد بے خود و دیوانہ شدے
بے پردہ اگر جلوۂ جانانہ شدے
گر نشّۂ مے نصیبِ عاماں بودے
ہر ہشیارے نثارِ میخانہ شدے

❁

تا کے گلہ مندیِ بلیّات و فتن
از گردشِ ایّام کہ باشد ایمن
آہنگِ نواخت کردہ آں دستِ عطا
اے سائلِ کم نگاہ ! دامن دامن

❁

از رنگ و صفا رُوکشِ دُرِّ عدنی
غیرت دہِ صد لالہ بہ نازک بدنی
رعنائیٔ طوبیٰ بہ قدت گُل ریز است
اے سروِ خراماں ! ز کدامیں چمنی

❁

دانی کہ چساں دل ز ترنّم لرزد
چوں لفظ کہ از جوشِ تکلّم لرزد
ترسد کہ رُبایدش ز جا دیدۂ شوق
در جامِ لبت موجِ تبسّم لرزد

❁

جز غم بہ دلِ خود نہ سپردم چیزے
جز خونِ دلِ خویش نہ خوردم چیزے
زیں کارگہِ زیست کہ نامش دنیاست
بسیار اندوختم نہ بُردم چیزے

❁

بر ما رہِ وصلِ خویش مسدود مکن
سرمستِ فسونِ بود و نابود مکن
یا شانِ وُجودِ بے عدم ما را دہ
یا مرگِ دوام بخش و موجود مکن

❁

نازاں بہ رہِ عزمِ مصمّم گذریم
گردِ ہوس و حرص و ہوا کم گذریم
ہمّت نتواں گماشت بر بود و نبود
برخیز کہ از سرِ دو عالم گذریم

از فیصلۂ قضا پس و پیش مکن
دل را زنجیریٔ کم و بیش مکن
چیزے کہ رسیدنیست ناچار رسد
در رزق ضیاعِ ہمّتِ خویش مکن

دانیم بہ خار و خس بہاراں بودن
ہمتائے نوالِ ابرو باراں بودن
ما تاجورِ مُلکِ وفائیم نصیؔر
سلطانیِ ما بندۂ یاراں بودن

از فقر قلمروِ معانی یابی
گنجینۂ اسرارِ نہانی یابی
گر صحبتِ عارفاں گزینی بجہاں
لاریب حیاتِ جاودانی یابی

نسلِ ابرار باشد از طبعِ سلیم
آئینۂ اسلاف بہ اخلاقِ عظیم
ہر قطرہ کہ ریخت ز ابرِ نیساں گہریست
اولادِ کریم باشد اولادِ کریم

جاں برغمِ فرقتت فدا می کردم
وز بہرِ وصالِ تو دعا می کردم
گر پردۂ شام ہم نبودے حائل
ایں محشرِ اشک را چہا می کردم

دی آمدہ از درم برہمن صنمے
آشوبِ مجسّم و قیامت ستمے
یک لمحہ نشست و بہرِ رفتن برخاست
گفتم بہ دو چشمِ تر کہ امشب، کرمے

از غنچہ لبے سخن شنیدن ندہند
کوثر بدنے بما رسیدن ندہند
آں چہرہ کہ شاہکارِ کلکِ ازل است
فریاد زِ مفتیاں کہ دیدن ندہند

خود دار و خود آگاہ زِ فیضِ نظر اند
دامن کشِ دل ز آتشِ سیم و زر اند
درویشاں را بہ چشمِ کم نتواں دید
ملجائے سلاطینِ مرصّع کمر اند

❁

اے ماہ وشے، لالہ رُخے، شمشادے
رفتی و دلم در تپشِ فریادے
گفتی کہ زیادِ تو نہ مانم غافل
اے وعدہ فراموش! نکردی یادے

❁

شادابیٔ گلشنِ حیات از یمِ اُو
ہر تارِحیات، پُرفشاں از دمِ اُو
اے خالقِ انہار و سحاب و قُلزم
سیرابم کن ز چشمۂ زمزمِ اُو

❁

تاکے بفریبِ غیر چوں خیرہ سراں
باشی بخیالِ دوست ہر سُو نگراں
داری اگر آرزوئے حُسنِ مطلق
در خود نگر اے محوِ گُمانِ دگراں

❁

یا از سرِ آشتی بہ سویم گاہے
یا از رہِ مرحمت بہ کامم جاہے
ور بر سرِ کینہ ای بیا بسم اللہ
زجرے ، خشمے ، ملامتے ، دشنامے

بر شہرِ خود آگہاں گذر باید کرد
برطلعتِ اہلِ دل نظر باید کرد
تا آئنۂ دل نہ شود زنگ آلود
از صحبتِ ناجنس حذر باید کرد

از سینہ غبارِ درد رُفتن نتواں
ایں مشک بنافِ دل نہفتن نتواں
آں بہ کہ بپاسِ آبرویت میرم
رُودادِ غمت بہ خلق گُفتن نتواں

اے تُرک کہ از بزم بہ مستی رفتی
جانہا سرِفتراک ببستی رفتی
باکس ننشستی و نہ گفتی حرفے
دلہائے ندیماں بشکستی ، رفتی

گر مرجعِ اہلِ جذب و ہمّت باشی
در موقفِ عارفانِ اُمّت باشی
سرگرمِ آگہیت می باید بود
تا خلوتیِ حریمِ وحدت باشی

از بے بصری ہوس پرستیم ہمہ
خود را بہ فریبِ عقل بستیم ہمہ
گر چادرِ ناموس کشند از بر ما
شرمندہ شویم زانچہ ہستیم ہمہ

روحِ چمنی ، چمن نواز آمدہ ای
دامانِ وجود را طراز آمدہ ای
از لطف گہے بہ نونیازاں پرداز
اے آنکہ بہ صد ہزار ناز آمدہ ای

آں شعلۂ رخسار الٰہی توبہ
واں نرگسِ بیمار الٰہی توبہ
یک غمزۂ او کاسۂ تقویٰ شکند
از دیدۂ مے خوار الٰہی توبہ

مے نوشی ، امرِ اتّفاقی ساقی
خیزد ز نوائے شوق، ساقی ساقی
دریافتم ایں نکتہ ز رندانِ الست
میخانہ و مے فانی و باقی ' ساقی

❁

اے ماہ کہ دل ز آتشِ غم سوختہ ای
چشمِ عالَم بہ حُسنِ خود دوختہ ای
نا رفتہ گہے بمکتبِ عشوہ و ناز
ایں دلبری آخر از کہ آموختہ ای؟

❁

بیمارِ غمت شکستگیہا دارد
با دامنِ شوق بستگیہا دارد
از مژدۂ وصل چارہ سازی فرما
کز دستِ فراق خستگیہا دارد

❁

در عشقِ تو ام طائرِ زیرِ دامے
گاہے ز نگاہِ تو نہ جُستم کامے
تارِ جانم گسستہ از صبر و شکیب
اے ساقیِ میخانہ ! خدا را جامے

❁

از کس ہوسِ عنایتے نیست مرا
جز ذکرِ وفا حکایتے نیست مرا
سرگشتۂ بختِ واژگونِ خویشم
از اہلِ جہاں شکایتے نیست مرا

❁

با خلقِ خدا لطفِ فراواں مَردیست
باخستہ دلاں زحمتِ درماں مَردیست
مَردی نبود بہ زیرِ دستاں زورے
بامور ، توجّہِ سُلیماں مَردیست

❁

سجّادۂ ما ، رہنِ شراب اَولٰی تر
وز مکر و ریاست اجتناب اَولٰی تر
واعظ چہ زنی طعنہ بلا نوشاں را
رنداں در عاشقی خراب اَولٰی تر

❁

آں ولولۂ حسن پرستی گم شد
واں شورِ ہوسناکی و مستی گم شد
ہم دَورِ شباب آمد و لاحاصل رفت
فریاد کہ سرمایۂ ہستی گم شد

❁

ہر لحظ بہ من خاستہ جنگِ چشمت
آخر نہ نرہیدم از خدنگِ چشمت
آں بادہ کہ دست و پائے بر ناشکند
مشکل کہ شود حریفِ رنگ چشمت

❁

دلدادۂ رنگِ اعتبارِ خویشم
وارفتۂ جلوۂ بہارِ خویشم
اے میرِ چمن ز سادہ لوحی بر من
دامے مفگن کہ من شکارِ خویشم

❁

خودبیں نرسد بہ ذوقِ نظّارگیم
با لالہ رُخاں خوش است بیچارگیم
اے شیخ تُرا مبارک ایں گوشۂ زہد
من شہرۂ آفاق بہ آوارگیم

❁

از طاقِ خرد عینکِ تحقیق بیار
وز متن و شروح بابِ تطبیق بیار
بر خوان و فصولِ ہنر آموز، ولے
ما را قدحِ بادۂ توفیق بیار

❁

گر دلبرِ با وفاست خود می آید
ور محرم و آشناست خود می آید
بنشین و مَرَو نصیؔر از خانۂ خویش
گر شاہ و گر گداست خود می آید

❁

بے نورِ یقیں بہ وہم حیراں شدہ ایم
در گردِ بیکسی پریشاں شدہ ایم
گشتیم ز علّتُ العِلَل رُوگرداں
چوں سایہ ز اصلِ خود گریزاں شدہ ایم

❁

افرادِ ملّت اند بے ربطِ وِفاق
بگرفتہ رہِ کدورت و بغض و نفاق
تنویرِ یقیں ز فرقہ بندی گُم شد
دادند عروسِ شرم را ہر سہ طلاق

❁

از روزِ طرب فزا ، شبِ غم خوشتر
وز خندۂ لب ، دیدۂ پُرنم خوشتر
زخمے کہ رسد بر دلت از ناوکِ دوست
ز آبِ خِضَر و مرتبۂ جم خوشتر

❁

در گلکدۂ دہر جوانے دیدم
ماہے بہ سرِ سروِ روانے دیدم
دی تیرِ کشیدہ قدِ رعنایش بود
امروز خمیدہ چوں کمانے دیدم

اے ہرزہ روِ طریقِ انعام و عتاب
اخلاصِ عمل ، سکونِ خاطر دریاب
ایں در بدری دلیلِ نا پختگی است
تا بر سرِ گردش است، خام است کباب

با غمزدۂ دہر پناہِ تو بس است
ما را در دیدہ گردِ راہِ تو بس است
ساقی ! ندہی بہ ما اگر بادہ ، مدہ
سرمستیِ صہبائے نگاہِ تو بس است

گاہے بر جادۂ وفا باید زد
خاموشی تا بکے ، نوا باید زد
در بحرِ وجود تا سرِ ساحلِ زیست
پیوستہ چو موج دست و پا باید زد

با درد و غم آشنایم ایدل ایدل
وز عیش و طرب جُدایم ایدل ایدل
در عشقِ پری رُخاں شدم خانہ بدوش
از دستِ تو در بلایم ایدل ایدل

اے آفتِ جاں بہ دیں شکست آوردی
شورے بہ مزاجِ حق پرست آوردی
با ایں ہمہ ہوش زاہدِ منکر را
از نیم نگاہِ خویش ، مست آوردی

مطلوبِ نگاہِ من سراپا ناز است
در جلوہ فروشی از ہمہ ممتاز است
من دیدہ ز دیدنش چرا سازم بند
چوں دیدۂ لالہ ہم بدیدن باز است

از موعِظَت آہنگِ رباب اَولیٰ تر
وز زہد فروشی مئے ناب اَولیٰ تر
چشمے کہ بہ شب بہرِ ریا بیدار است
آں بے بصراست، محوِ خواب اَولیٰ تر

ایں تاب وتوانِ من، زمن نیست، از وست
ویں لفظ و بیانِ من، زمن نیست، از وست
اے دیدہ وراں! خُردہ مگیرید بمن
پیدا و نہانِ من، زمن نیست، از وست

❁

دیدم، چہ؟ بتے، کجا؟ برہ، کے؟ سرِ شام
می رفت، چساں؟ مست، چہ در دستش؟ جام
بنواخت، کرا؟ مرا، بہ چند؟ از حرفے
سُودم، چہ؟ جبیں، برچہ؟ بخاک از انعام

❁

از بسکہ بہ زیرِ فلکِ وحشت سیر
آشوبِ نبردہاست در کعبہ و دیر
منشائے تو یا رب ز خلائق مخفیست
آغازِ جہاں پذیرد انجام بخیر

❁

چوں موجِ طرب در دلِ من آمدہ ای
یا رُوح کہ در سوادِ تن آمدہ ای
رنگ رُخِ گُل شکستی از گرمیِ حُسن
نظّارہ گداز در چمن آمدہ ای

❁

تا رازِ جنوں علمِ کتابے نرسد
پہنائیِ بحر را سرابے نرسد
از مرتبۂ اے دار چہ داند منبر
ذرّہ بہ فروغِ آفتابے نرسد

❁

از لطف اگر دیدہ گُشائی ساقی
بخشی ز غمِ دھر رہائی ساقی
بزم است خراب بے تو باایں ہمہ رنگ
ما چشم بہ راھیم بیائی ساقی

❁

افزودہ نشاطِ روح و غم کاستہ بہ
راحت کدہ ام ز نغمہ پیراستہ بہ
برہم مزن از رفتنِ خود رامش و رنگ
کایں بزمِ طرب ازرُخت آراستہ بہ

❁

بے رُوح چو نقشِ ِگل نمی باید زیست
افسردہ و مضمحل نمی باید زیست
با حُسنِ مسیحا نَفَساں در عالم
بیگانہ ز دردِ دل نمی باید زیست

❁

در دیدۂ صاحب نظراں زندہ مباد
واندر صدفِ وجود تابندہ مباد
آں دل کہ ز نالہ ہائے شب محروم است
آں تودۂ گِل بہ ہیچ ارزندہ مباد

❁

اے آنکہ بہ لافِ اتّقا می شوری
دادند ترا زور ، بما بے زوری
ہرچند بہ چشمِ خلق صاحب نظری
گر پرتوِ حُسن برنتابی ، کوری

❁

ساقی برخیز جامِ مے گردانیم
باگردشِ جام حرفِ مستی رانیم
چوں عاقبتِ حیات پیری و غم است
ایّامِ شباب را غنیمت دانیم

❁

ہرچند کہ از دہر تعب می بینم
در حسنِ تو سامانِ طرب می بینم
اے میکدۂ زیست نثارِ رُویت!
مستی بہ دوچشمِ تو عجب می بینم

❁

با چنگ و رباب ہم نوائی خوشتر
درسے ز کتابِ آشنائی خوشتر
مے خوردنِ رنداں بخلوصِ نیّت
از نخوتِ زُہّادِ ریائی خوشتر

❁

اے خوردہ فریبِ رنگِ طاؤسِ خیال
ہشدار کہ ذہنِ تست مانوسِ خیال
تا چند بہ دامِ ھرزہ اندیشی ہا
نیرنگیِ عالم است فانوسِ خیال

❁

از کم نظری بہ من حریفانہ مخند
گر رفعتِ افکار ترا نیست پسند
دلدادۂ ہر پست نگاہے نشوم
معیارِ مُحبّتم بلند است بلند

❁

اے راہیِ تیزپا و منزل آگاہ
آہستہ ، بہ احترامِ اربابِ نگاہ
ہم گوہرِ اشک بر سرِ خاکم ریز
یادم گسترد خوش بساطے در راہ

❁

گر مفتیِ قسمتِ خلائق باشی
ور حافظِ دفترِ دقائق باشی
مشکل، کہ رسی بہ کُنہِ صنّاعیِ ذات
گیرم ، بلقبِ ابوالحقائق باشی

❁

از بہرِ معاش حیلہ‌سازی تا کے
در بزمِ جہاں ہوس‌طرازی تا کے
تاچند بہ نقشِ ماسوا شیفتگی
با لُعبتِ ِگل چو طفل، بازی تا کے

❁

در گوشِ خرد نماند یارا ، خاموش
مجلس دگر از وعظ میارا ، خاموش
از تلخیِ تلقینِ تو بیزار شدم
اے واعظِ خود مست خدا را ، خاموش

❁

تارِ نظرم ز جلوہ ات بافتہ بہ
وز نخلِ تمنّا ثمرے یافتہ بہ
اے شبنمِ جاں! مرو بہ چندیں زُودی
خورشید کرم بہ خانہ ام تافتہ بہ

❁

بارے فطرت چناں بنازم آورد
کز طعنۂ خلق بے نیازم آورد
پس رفتن خواستم کہ یادت ناگاہ
دامانِ دِلم کشید و بازم آورد

❁

گیرم ، بہ حرم شراب خوردن بدتر
زاں سُبحۂ تزویر شمردن بدتر
از بہرِ دوناں، بر درِ دُوناں رفتن
از تشنگی و گُرسنہ مُردن بدتر

❁

تنہایم و یارِ باوفایم کس نیست
ہرکس بہ کسے و آشنایم کس نیست
آہنگِ ہزار نغمہ در سازِ من است
افسوس کہ محرمِ نوایم کس نیست

گر ایں روشِ عطا است ما شاء اللہ
وراِیں صلۂ وفاست ما شاء اللہ
من بر سرِ دوستیؔ و تُو بر سرِ قتل
نزدت اگر ایں رواست ما شاء اللہ

❁

ابر آمد و اہتمامِ مے اَولیٰ تر
امروز صدائے چنگ و نَے اَولیٰ تر
گردد اگر ایں مسافتِ عمرِ دو روز
با گردشِ جامِ شوق طے اَولیٰ تر

❁

باطل از دار و گیرِ حق می لرزد
چوں خستہ دلے کہ از قلق می لرزد
برباد مدہ خدمتِ اربابِ نیاز
کز دِل شکنی ہفت طبق می لرزد

❁

از سایۂ ما جلوہ فدایاں بری
بہرِ دگراں ابرِ بہارِ کرمی
حوری کہ بشر، ہیچ ندانم چونی
طاؤسِ بہشتی کہ غزالِ حرمی

❁

در بزمِ جہاں اہلِ صفا را دریاب
جمعیّتِ اربابِ وفا را دریاب
دیدن نتواں خود آگہے در پسِ ما
در دہر غنیمتیم ما را دریاب

❁

با دیدۂ نمناک بہ غم خورسندیم
پیمانِ ترا بہ جان و دل پابندیم
دردِ ہجرت ز راحت آید خوشتر
مائیم کہ با رنج و الم می خندیم

از شوق اسیرِ تست جان و دلِ من
اندوہ پذیرِ تست جان و دلِ من
زیں بیش حدیثِ درد را شرحے نیست
جاناں! نخچیرِ تست جان و دلِ من

ہر خیرہ سریکہ راہِ میخانہ نیافت
جامے نزد و حضورِ پیمانہ نیافت
زاغیست کہ سرگرمیِ شہباز نداشت
دیویست کہ رونقِ پریخانہ نیافت

از آتشِ دل شعلہ بہ کاشانہ بزن
حق مست شوو نعرۂ مستانہ بزن
بر بندلبِ خود بہ تجلّی گہِ دوست
با اہلِ سخن حرفِ حریفانہ بزن

یک روز بہ آغوشِ فنا خواہی رفت
خاموش بتابوتِ رضا خواہی رفت
در عالم اگر شانِ سکندر داری
بے چارہ و محتاج و گدا خواہی رفت

از منّتِ خویش بامرادم مکنید
یاراں! ممنونِ برگ و زادم مکنید
بارے دارید گر سرِ امدادم
بر من کرم اینست کہ یادم مکنید

در ہجر بہ اُمّیدِ وصالِ تو خوشم
در حسرتِ دیدارِ جمالِ تو خوشم
دستم نرسد اگر ز کوتاہیِ بخت
زلفِ تو دراز، درخیالِ تو خوشم

آفاق معطّر است از گیسُویت
پیماں بستہ است مشک با ہر مُویت
آں لمحۂ عیش کے بود روزیِ من
پروانہ بہ شمع و من بگردِ رُویت

در عشق چو شمع گر گدازی ، مَردی
سوزی پروانہ وار و سازی ، مَردی
با دلبری است دلنوازی ، مَردی
گر با ہمہ ناز در نیازی ، مَردی

بد نیست اثر پذیرِ صُحبت ز نکو
ایں عقدہ تواں گشود از ناخن و مُو
ہرچند دو جزوِ بدنِ حسّاسند
امّا اثرِ حِس نہ پذیرند ازو

آنجا کہ ظہورِ جُود بر ہر قدم است
شرمِ قدرت مذاقِ اہلِ ہمم است
از چہرۂ ابر قطرہ ہا می ریزد
ایں طرزِ حیا مُظہرِ شانِ کرم است

گر پارۂ نانِ خشک در خانہ خوری
بِہ زانکہ بخوانِ غیر شاہانہ خوری
زنہار مَبَر بہ اغنیا حاجتِ رزق
تاکسبِ حلالِ خویش مردانہ خوری

در دل خلشِ سوزِ نہانے دارد
وز جلوۂ بے نشاں نشانے دارد
جُز دوست نباشد اکتفایش بہ کسے
وارفتۂ آں باش کہ آنے دارد

با ایں ہمہ ناز میلِ اربابِ نیاز
دیدیم درونِ دلت ایں طُرفہ گداز
اے ذرّہ نواز! طُورِ چشمت روشن
وے قامتِ ناز! عُمرِ زلفِ تو دراز

گر پاک دل و پاک نگاہی، کم خور
ور عافیتِ وجود خواہی ، کم خور
از پُرشکمی روح و بدن در تعب است
گر طالبِ انوارِ الٰہی، کم خور

در دل ہوسِ ماہِ تماے دارم
وز دستِ بُتے حسرتِ جامے دارم
زاہد اگر است مست صہبائے طُہور
من آرزوئے آبِ حرامے دارم

اے نقدِ گراں مایۂ گنجِ ہستی
از چینِ جبینِ تو شکنجِ ہستی
ذوقِ طلب آسودگیم بخشیدہ است
شادم بہ غمِ عشق ز رنجِ ہستی

❁

ہر قطرہ بہ بحر چوں گہر کے بالد
خاکستر صورتِ شرر کے بالد
فرق است در ارتقائے ہر موجودے
موئے مژگاں چو موئے سر کے بالد

❁

با ہر کہ فقیرِتست اے بندہ نواز
وز خویش اسیرِ تست اے بندہ نواز
ایں طرزِ تسلسلِ تغافل تاچند
ایں بندہ نصیؔرِ تست اے بندہ نواز

❁

اظہارِ غم است ماجرائے دلِ من
گفتارِ غم است ماجرائے دلِ من
چشمِ تحقیق گر گشائی اے دوست
طومارِ غم است ماجرائے دلِ من

❁

در یوزہ گری شعار آخر تا کے
آویزشِ روز گار آخر تا کے
طُورے از مشتِ خاکِ خُود پیدا کُن
ایں جلوۂ مستعار آخر تا کے

ہر چند بہ زَعمِ خویش چابک دستیم
حقّا کہ بہ اعتبارِ معنیٰ پستیم
صد حیف بہ کم نگاہیِ ما کہ چہ موج
غافل ز افتادِ خویش بالا جَستیم

ہر فکرِ رسا شکستہ بال است اینجا
تمہیدِ خردجنوں مآل است اینجا
اے جنبشِ لب! ادب بوقتِ گفتار
ہر عیب خلاصۂ کمال است اینجا

تاثیرِ نوائے دل جرس را ندہند
حُسنِ گُل و لالہ خار و خس را ندہند
بر ہر موجود مُہرِ حکمی ثبت است
اقبالِ ہما پرِ مگس را ندہند

از بادہ کند رُوئے منوّر ساقی
دیدیم عجب مستیٔ مَے در ساقی
رنداں شدہ سرمست چو ناگہ برخاست
میخانہ بہ رُخ، دست بہ ساغر ساقی

❁

تا دل مئے زندگی چشاں خواہد بود
در وے ہوسِ زُہرہ وشاں خواہد بود
تا ہست بہ اجزائے وجُودم رَمَقے
عیش و طرب و عظمت و شاں خواہد بود

❁

با مجلسیاں بادہ پرستی تا کے
ویں رندی و مے نوشی و مستی تا کے
از خوابِ گراں خیز کہ کارے بکنی
غافل بجہاں فُرصتِ ہستی تا کے

❁

سرمایۂ فقر است ز شاہی خوشتر
در دہر آزارِ کس نخواہی ، خوشتر
عاریست گر از شکستِ رنگِ دلہا
زاں کج کلہیست بے کلاہی خوشتر

❁

ہر چند بہ کارِ نیک بُردیم نہ رہ
کردیم تلَف عُمرِ گرامی بہ گُنہ
ما را نہ پسند ند خجل در محشر
از شرمِ حضوریِ کِرامِ بَرَرَہ

❁

اخلاص و وفا و مہر، جانِ ادب است
شایانِ نگاہِ فقر، شانِ ادب است
سیرِ اقطاب در جہانِ معنیٰ
پروازِ غبارِ آستانِ ادب است

❁

بر خاکِ وفا جبیں نسودم آنجا
بختِ خود را نیازمودم آنجا
چوں سر تہِ تیغِ اہلِ دل آوردند
اے وائے بمن کہ من نبودم آنجا

❁

اے جلوۂ روئے تو دوائے دلِ من
خاکِ درِ تست مدّعائے دلِ من
عُمرے بگریستم برائے دلِ تو
یک بار تبسّمے برائے دلِ من

❁

گر ذوقِ سلیم باشدت راہنمون
کس را نکنی بہ مشربِ اُو مطعون
در دَیر برہمن است و زاہد بہ حرم
کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْن

❁

دارد دل و جانِ من ہوائے کُویت
ایماں کشدم بہ حلقۂ گیسویت
بر کشتۂ ناز التفاتِ پنہاں
اے دیدۂ آفاق بحُسنِ رُویت

❁

ما غربتیاں کہ ہم وطن آمدہ ایم
ہمدرس ز مکتبِ سخن آمدہ ایم
گر فرقِ صلاحیّتِ فطری نبود
چوں خار وسمن ز یک چمن آمدہ ایم

❁

اے دل عمریست کز غمت نالانم
از وصلِ بتاں نمی کنی درمانم
ناحق چہ تسلّیم دہی شام و سحر
اے خانہ بر انداز! ترا می دانم

❁

اے ساقیِ مستاں! چہ مبارک لقبی
در غمکدۂ دہر نویدِ طربی
رندانِ قدح پرست از چشمِ تو مست
ماراست بناز و غمزہ ات بوالعجبی

ہر چند کہ سازِ عیش را زمزمہ ہاست
جمعیّتِ دل ، خاصۂ اربابِ صفاست
عاریست ز رنگ و نور پروازِ غبار
صد موجِ خرام در دمِ بادِ صباست

ہر چند سزد بہ ذاتِ بحتش تنزیہہ
امّا بہ خواص کردہ اند ایں تنبیہ
تنزیہہ عبارت است از حیرتِ محض
اینجا پوئیدن است راہِ تشبیہ

یا رب بہ رہِ طلب صفا خواہم و بس
دل را فارغ ز ماسوا خواہم و بس
من بہرِ تو در گذشتم از کون و مکاں
اے مایۂ جاں! ز تُو تُرا خواہم و بس

از جوہرِ حُسنِ خلق تلقیں چہ کنم
بر خامیٔ پند و وعظ تحسیں چہ کنم
در خرقۂ سالوس چو خود را بنہفت
واعظ بود ار لائقِ نفریں چہ کنم

❀

اے خاکِ تو نازِ حضرتِ انسانی
جنباں بہ سرت چترِ علوُّ الشأنی!
یک وضعِ خمیدگی ز دربا برہاند
نازد بر سجدۂ درت ، پیشانی

❀

بر اوجِ طرب در غمِ پستی مَے نوش
داری طلبِ راحتِ ہستی ، مَے نوش
با ساقی استوار کن عہدِ وفا
از ہوش بروں گرد و ز مستی ، مَے نوش

❀

گر مہ نظر و مہر نگاہی، مخروش
ور بر شرفِ سطوت و جاہی ، مخروش
در پردۂ پستیست بلندی پنہاں
توقیرِ سُکوت گر بخواہی ، مخروش

❀

یک غمزۂ آں ماہ لقا ما را بس
یک پرتوِ خورشیدِادا ما را بس
ایں دفترِ تحقیق خدارا بر بند
افسانۂ آں زلفِ رسا ما را بس

❁

گیرم ، کہ بہ علم و فن کمالے دارد
با جبّہ و دستار جمالے دارد
مُنعم کند از میکدہ و پیرِ مغاں
واعظ چہ قدر ہرزہ خیالے دارد

❁

با داغِ ہزار آرزو آمدہ ام
ہرچند کہ با زشتیِ رُو آمدہ ام
آئینۂ رحمتی ، مرانم از پیش
سویم بنگر کہ سوئے تُو آمدہ ام

❁

گلزار و بہار و ابر و باد است بیا
اسبابِ طرب حسبِ مُراد است بیا
اے نازِ حیات و مایۂ بزمِ نشاط!
دل سوختۂ آتشِ یاد است ، بیا

❁

دل صاف کن آئینہ جبینی اینست
خیرے بگزیں مشربِ دینی اینست
با خلق نشستن و بحق پیوستن
در مسلکِ ما گوشہ نشینی اینست

❁

تُو شمعی و قلبِ دہر پروانۂ تست
عالم پئے یک نگاہ دیوانۂ تست
درویشم و جُز دعا ندارم چیزے
گامے بر دار ، خانہ ام خانۂ تست

❁

در مسجد و محراب فغانے داری
صد فتنہ برانگیزی و شانے داری
بر گریۂ تو خَلقِ خدا می خندد
اے واعظِ مسکیں! چہ بیانے داری

❁

شمشاد قد و لالہ رخ و سیم تنی
مانندِ نسیمِ صبح ، نازک بدنی
القصّہ کُنم حدیثِ حُسنت کوتاہ
سر تا بقدم بہارِ گُل پیرہنی

❁

بر مطلعِ دل موجِ ضیا می بینم
آنرا بہ صد اطوار و ادا می بینم
فطرت عجب آہنگِ نگاہم بخشید
در پردہ تجلّیِ خدا می بینم

❁

دلدادۂ صُحبتِ مے و جام خوشم
از تلخیِ دہر آتش آشام خوشم
پشتارۂ زہدِ خشک برداشتنت
من در میخانہ رندِ بدنام خوشم

❁

از بسکہ بہ کار گاہِ دانش ہیچم
ہر جدول حسرت است و حیرت زِ پیچم
در سلسلۂ بود و نبودِ عالم
عمریست کہ چوں زلف بخود می پیچم

❁

سرمایۂ نقاشِ خیال آمدہ ای
با روئے حسیں بدرِ کمال آمدہ ای
خواہم کہ تُرا مُرشدِ خوباں خوانم
در جلوہ گری قطبِ جمال آمدہ ای

❁

ہر آئنہ رُو بجلوہ غمّازِ تو بود
ہر پیکرِ حُسن ، مصرعِ نازِ تو بود
یاراں مفتوں شدند بر نغمۂ چنگ
تحقیق چو رُو نمود ، آوازِ تو بود

❁

سر مستِ نشّۂ شرابم بگذار
آشفتۂ آوازِ ربابم بگذار
بگذر ز منِ رندِ الست اے واعظ!
آوارہ و بدنام و خرابم بگذار

❁

یا رب زِ الم چاک گریبانم من
وز کشمکشِ زیست پریشانم من
دانم بہ یقیں مرا نوازی فردا
امروز عنایتے کہ حیرانم من

❁

گیرم کہ حریفِ حشم و جاہ نیَم
ہم در خورِ جلوہ ہائے درگاہ نیَم
از بہرِ خدا دُور مرانم از خویش
آخر ز غلامانِ تو اے شاہ نیَم؟

❁

اے جلوہ ات اہتمامِ ہر انجمنے
آنگہ کہ نباشدم مجالِ سُخنے
تا نذرِ تغافل نشوم وقتِ شناخت
از طوقِ سگاں بہ گردنم کن رَسَنے

❁

یا رب بہ رُخم نشاں ز حیرت گردے
تا در رہِ عشق و سوز باشم فردے
ہر کس بہ درت نشستہ از بہرِ مراد
بے چارہ نصیؔر بہرِ دردے، دردے

❁

معصومِ زماں نیم کہ بخشند مرا
ذُوالنّونِ جہاں نیم کہ بخشند مرا
بخشند اگر ز فضل چیزے دگر است
شائستۂ آں نیم کہ بخشند مرا

❁

قطعات

اَلا اے زر پرستے ، ناصوابے
نباشد سعیِ تو بیش از سرابے
بہ تحریصِ زر و سیم میازار
کہ دارم فطرتِ عشق انتسابے

❁

بروں آرم ز دل سوزِ نہاں را
کہ بر گردانم اطوارِ جہاں را
ز شورِ نعرۂ مستانۂ خویش
برقص آرم زمین و آسماں را

❁

بوحدت امتیازِ ما و تُو نیست
بہ عینیّت حباب و آبجو نیست
جزائے بندگی آزادی آمد
کہ گُل جُز اجتماعِ رنگ و بُو نیست

❁

پریشانم ، پریشانم چہ گویم
ز وحشتہا پَر افشانم چہ گویم
بہ اہلِ انجمن ذوقِ نوا نیست
ز شعر و نغمہ حیرانم ، چہ گویم

❁

ترا فطرت اگر بخشید ذوقے
بہ گردن نہ ز سوزِ عشق طوقے
نہادی چوں قدم در راہِ الفت
گذر از امتیازِ تحت و فوقے

❁

بدوستی ہوس آلودگی ہویدا شُد
چہ انقلاب در آئینِ عشق برپا شد
دلے ز دودۂ زنگِ غرض نماند بدھر
رفیقِ مخلص و بے لوث ، بالِ عنقا شد

❁

چو از مستی گرایم طوفِ جاں را
تہِ پرواز دارم لامکاں را
منم آں طائرِ لاہوت سیرے
کہ نارد در نظر ہفت آسماں را

❁

یک روز بہ آغوشِ فنا خواہی رفت
خاموش بتابوتِ رِضا خواہی رفت
در عالم اگر شانِ سکندر داری
بے چارہ ومحتاج و گدا خواہی رفت

❁

به عبرت بیں جہانِ بے بقا را
تپد ہر موج پیچاکِ فنا را
بدہ در قبضۂ دستِ قناعت
عنانِ توسنِ حرص و ہوا را

❁

دلِ مارا کہ از درد آشنا کرد
ز بندِ بے غمی اُو را رہا کرد
ز شوخیہائے چشمِ فتنہ ساماں
بہ اقلیمِ دلم شورے بپا کرد

❁

بہ فکرِ دائم در احتسابے
کنم در اخذِ معنٰے اکتسابے
نہ پیچد بر لبم موجِ تبسّم
کہ دارم حسرتِ چشمِ پُر آبے

❁

ز عقلِ کُل چنیں کردم سوالے
کہ اے دانائے اسرارِ خدائی
چہ کارے سخت تردیدی بہ عالم
بگفت آہستہ ، پاسِ آشنائی

❁

زعشق است اہتمامِ بزمِ عالم
ازو ہنگامہ ہائے صبح و شام است
کسے کو عشق را ناپختہ گوید
خمیرِ فطرتِ اُو ناتمام است

❁

بگردِ حُسن گردیدن بیاموز
نیاز و شوق ورزیدن بیاموز
اگر آموختی دیدن ز فطرت
زمن جز دوست نادیدن بیاموز

❁

دو سنگے از قناعت بر شکم بہ
غِنا از شیوۂ اہلِ کرم بہ
مرا پیرِ مغاں ایں نکتہ آموخت
کہ کُنجِ عافیت از ملکِ جم بہ

❁

ز لاہوت آمد اینجا طائرِ من
بہ گلزارِ جہاں شیریں نوایم
شدم از اشکِ خوں آغشتہ داماں
کہ بر شاخِ وفا تنہا سرایم

❁

در جامِ دہر بادۂ صدق و صفا نماند
رسمِ وفا بماند و دلِ آشنا نماند
گم شد زبندگاں روشِ بندہ پروری
گوئی خلوص در دلِ خلقِ خدا نماند

❁

سراپا غرقِ دریائے شہود اند
ازاں آرائشِ بزمِ وجود اند
بنہ بر خاکِ پاکِ شاں جبینے
کہ دانایانِ رمزِ ہست و بود اند

❁

بگیر ایں نکتہ از رندِ خرابات
اَلا اے واعظِ منبر نشینے!
کہ شور انگیزئ وعظت نماند
بہ سوزِ نالۂ درد آفرینے

❁

بدستِ او سکون و حرکتِ من
ز خود نبود اگر دانم کہ جُنبم
جز از دستِ نسیمِ اختیارش
چو برگ و شاخ نتوانم کہ جُنبم

❁

گرفتم کز جہانِ رنگ و بُویم
ہمہ خلوت نشینِ کاخِ ہُویم
سرایت کردہ در من جلوۂ دوست
سراپائے بہارِ حُسنِ اُویم

❁

مکان و لا مکان و زیر و بم نیست
کہ آنجا امتیازِ بیش و کم نیست
دلے دارند مقبولانِ اُمّت
حریفِ وسعتِ او جامِ جم نیست

❁

نباشی چوں حریصِ دولت و مال
اگر مفلس‌تریں باشی ، امیری
و گر مستی بذوقِ خدمتِ، خَلق
بیا گر قیصرِ وقتی ، فقیری

❁

بہ پیشِ دوست بے برگ و نوایم
بہ چشمِ آشنا نا آشنایم
ز جورِ دشمناں آزردہ‌ام نیست
کہ من از دستِ خویشاں در بلایم

❁

بروئے حُسن حجاب و حیا نمی بینم
بہ عشق جز اثرِ اِبتلا نمی بینم
فروغِ ہیچ جبیں نیست نقشِ الّا اللہ
دریں صنمکدہ جز ماسوا نمی بینم

❀

روشن از شعلۂ صہباست چراغِ ہستی
جز بمیخانہ نیابیم سراغِ ہستی
از نم بادۂ پُرجوش بہ بزمِ رنداں
ہست شادابی و گل ریزیِ باغِ ہستی

❀

مئے عشق است در جام و سبُویم
بگلشن آب و تابِ رنگ و بُویم
چہ شد اے حاسدِ برگشتہ روزے
اگر در چشمِ تو بے آبرُویم

❀

گرفتم ، بودِ من موجِ سرابیست
نشاطِ ہستیم رقصِ حبابیست
مثالِ ذرّۂ غلطاں بہ خاکم
ولیکن نسبتم با آفتابیست

❀

سحر بر من نمودہ است انکشافے
فقیرے ، حق پرستے ، سینہ صافے
کہ خوں از دیدۂ انجم چکاند
خدنگِ نالۂ گردوں شگافے

❁

چہ پُرسی از کجا و کیستم من
بقدرِ مدِّ آہے زیستم من
حَباب آسا بروئے بحر خیزم
چومی گویم کہ ہستم ، نیستم من

❁

شرارے جَستہ ام از آتشِ شوق
بہارِ گلشنِ بے رنگ و بُویم
بگوشِ جاں شنودن نالۂ من
کہ آوازِ شکستِ آرزویم

❁

نداری گر متاعِ شورشِ دل
برو اے خار! بیرونِ چمن باش
گر آوردی بہ بزمِ ما دو اشکے
نشیں برچشم و شمعِ انجمن باش

❁

تراود مستیٔ عشق از سبُویم
چو نے صد نغمہ پیچد در گلُویم
ندیدم ہیچ دمسازے دریں دشت
کہ با وے شرحِ دردِ خویش گویم

❁

عروجِ فکرِ انسانی کجا شد
سُرورِ ذوقِ ایمانی کجا شد
نمی بینم بدلہا گرمیٔ عشق
مسلماناں ! مسلمانی کجا شد

❁

الٰہی بندہ ام مولائیم بخش
گدایم ، شوکتِ دارائیم بخش
نہاں در سینہ می دارم تپش ہا
بہ شورِ انجمن ' تنہائیم بخش

❁

بس است آگاہیِ منزل گواہم
نہ پنداری کہ من گُم کردہ راہم
ادب! اے منکرِ اربابِ معنیٰ
''کہ من پروردۂ فیضِ نگاہم''

❁

نہ خواہم جامِ زرّیں از شرابے
نہ دیہیے ، نہ قصرِ برق تابے
مرا ایں بس کہ یزدانم عطا کرد
طفیلِ روحِ پاکاں ، ذوقِ نابے

☆☆☆☆

رُباعیات

المدحیہ فی حضرت القادریہ

هوالــــقادر

الرُّباعیاتُ المدحیّہ فی حضرۃِ القادریّہ

(فارسی رُباعیات کا دوسرا مجموعہ)

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشینِ نصیرِ مِلّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری
سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

اے حافظِ شرع و دیں ! عبدالقادرؒ
وے نائبِ مُرسَلیں ! عبدالقادرؒ
وادی بہ قُلوبِ مُردگاں تازہ حیات
بر وعظِ تو آفریں ! عبدالقادرؒ

ترویجِ سُنَن ، نظامِ عبدالقادرؒ
شرحِ قُرآں ، کلامِ عبدالقادرؒ
ہر بندۂ حق رسیدہ وارفتۂ[1] اُو
ہر اہلِ نظر ، غلامِ عبدالقادرؒ

---

۱ عاشق و شیدا

بر منبر ، بُو تُرابؓ ، عبدالقادرؒ
یک پیرِ رُسُل[1] خطاب ، عبدالقادرؒ
سرکوبِ[2] ہر یزید ، مانندِ حُسینؓ
طُغیاں[3] را سَدِّ باب ، عبدالقادرؒ

---

۱ رسولوں جیسے خطاب والا
۲ کچلنے والا
۳ سرکشی، نافرمانی

از خوفِ حُسام[1] شیخ عبدالقادرؒ
وز رُعبِ کلامِ شیخ عبدالقادرؒ
لرزد دلِ اہلِ شرک و اہلِ بدعت
از ہیبتِ نامِ شیخ عبدالقادرؒ

۱: تلوار۔

لاہُوت[1] مکاں ، مکانِ عبدالقادرؓ
توحید بیاں ، بیانِ عبدالقادرؓ
زا میزشِ نَفَس پاک ہر مَنطُوقش[2]
الہام زَبانؔ[3] ، زَبانِ عبدالقادرؓ

چوں عبدِ الٰہ مَست ، عبدالقادرؓ
دریا بر شِرک بَست ، عبدالقادرؓ
با نعرۂ توحید ، بہ ضربِ اِلّا
بُت خانہ و بُت شِکَست ، عبدالقادرؓ

۱ ذاتِ الٰہی کا عالَم جس میں سالک کو مقامِ فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے
۲ منطوق ، کلام، گفتگو
۳ زاء کی زبر اور پیش دونوں سے درست ہے۔البتہ ایران والے زاء پر زبر سے بولتے ہیں۔جو زیادہ فصیح ہے۔

کُن گوہرِ جاں نثارِ عبدالقادرؓ
شَو خاک ، بہ رہ گزارِ عبدالقادرؓ
سیراب زمینِ دل کُن اے تشنۂ علم!
از اَبرِ عُلُوم بارِ عبدالقادرؓ

در علم و تُقیٰ ھُمالِؔ[1] عبدالقادرؓ
وندر سِیَر و خِصالِ عبدالقادرؓ
القصّہ در اولیائے اُمّت بہ جہاں
کس دیدہ نہ شُد مثالِ عبدالقادرؓ

۱ : ھُمال اور ھَمال، ھاء کی پیش اور زبر دونوں طریقہ سے پڑھنا درست ہے بمعنی شریک۔

مُحیّ و مُمِدِّ دین، عبدالقادرؒ
آں نازشِ صالحین، عبدالقادرؒ
حق مَنطِق و حق نُطوق[1] و حق را مُنطِق[2]
حق عَون و حق مُعین، عبدالقادرؒ

۱: نُطوق۔ گفتگو
۲: مُنطِق۔ گفتگو کرانے والا۔

در وعظ و خُطَب شَہیر، عبدالقادرؒ
بر کشفِ غِطا[1] قدیر، عبدالقادرؒ
ایں بانگ نہ شد بلند از بے پیرے
پیراں گفتند، پیر، عبدالقادرؒ

۱: غِطا غین کی زیر کے ساتھ معنی پردہ، حجاب۔

زینُ[1] المتورّعین، عبدالقادرؒ
کہفُ[2] المتوسّلین، عبدالقادرؒ
قُطّاعِ[3] طریق را دلیلِ توبہ
آں ہادیِ[4] ضالّین، عبدالقادرؒ

۱ پرہیزگاروں کی زینت ۲ اہلِ نسبت کی پناہ
۳ ڈاکو ۴ گمراہوں کو ہدایت دینے والا

تبلیغ رواج، شیخ عبدالقادرؒ
بے قدح[1] و لجاج[2]، شیخ عبدالقادرؒ
بیماریِ شرک و علّتِ بدعت را
مشہور علاج، شیخ عبدالقادرؒ

۱: قدح۔ قاف کی زبر اور دال ساکن۔ عیب نکالنا، الزام لگانا۔
۲: لجاج لام کے زبر اور جیم کے زبر کے ساتھ۔ معنی ضد سے جھگڑنا۔

ھو القادر

پرسی ز عُلومِ شیخ عبدالقادرؒ
وز فیضِ عُمومِ شیخ عبدالقادرؒ
از عالمِ دیگر اَست زیں عالَم نیست
علم و معلومِ شیخ عبدالقادرؒ

از وعظِ فصیحِ شیخ عبدالقادرؒ
وز حرفِ ملیحِ شیخ عبدالقادرؒ
در خَلقِ خدا شد انقلابے برپا
از قولِ صحیحِ شیخ عبدالقادرؒ

آں ناطقِ با دلیل، عبدالقادرؒ
در طائفۂ[1] بے عدیل، عبدالقادرؒ
عیسیٰ دَم و یُوسف رُخ و داوَد آواز
صاحب روشِ[2] خلیل، عبدالقادرؒ

حق جوہر و حق ضمیر، عبدالقادرؒ
حق حامی و حق ظہیر[1]، عبدالقادرؒ
حق مِظہر[2] و حق مُظہِر[3] و حق را مَظہَر
حق ناصر و حق نصیر، عبدالقادرؒ

---

[1] گروہ، مراد گروہِ اولیاء
[2] رفتار، طریقہ، انداز

[1] : ظَہیر۔ ظاء کی زبر کے ساتھ معنی محافظ، مددگار۔
[2] : مِظہَر۔ میم کی زیر اور ہاء کی زبر کے ساتھ معنی ظاہر کرنے کا آلہ۔
[3] : مُظہِر۔ میم کی پیش اور ہاء کی زیر کے ساتھ معنی ظاہر کرنے والا۔

آں اکملِ کاملین، عبدالقادرؒ
واں اصدقِ صادقین، عبدالقادرؒ
ممتاز بہ بزمِ اہلِ صبر و تقویٰ
سر حلقۂ شاکرین، عبدالقادرؒ

خو گیر بہ نثر و نظمِ عبدالقادرؒ
باشد کہ رسی بہ عزمِ عبدالقادرؒ
اے ہرزہ دَوِ[1] دشتِ شکوک و شبہات!
یک بار بیا بہ بزمِ عبدالقادرؒ

۱۔ ہرزہ دَو۔ اِدھر اُدھر بے ہودہ دوڑنے والا

بنہ گوش بہ فرمودۂ عبدالقادرؒ
عالی ست بسے دُودۂ[1] عبدالقادرؒ
بہتر ز ہزار دفترِ افلاطوں
حرفے حِکَمِ[2] اندودۂ[3] عبدالقادرؒ

منشورِ ھُدیٰ، نصابِ عبدالقادرؒ
مختارِ کُتُب، کتابِ عبدالقادرؒ
درسے ز فتوح و غنیہ بر خوان و بگیر
محروم مرو ز بابِ عبدالقادرؒ

۱: خاندان
۲: ، حاء کی زیر اور کاف کے زبر کے ساتھ حکمت کی جمع ہے۔
۳: بھرا ہوا

هو القادر

گُل[1] شُد از نظم و نثرِ عبدالقادرؒ
صَعب[2] است عبورِ جسرِ[3] عبدالقادرؒ
صف بستہ چو قُدسیانِ بیتُ المعمور
اقطاب، بہ گردِ قصرِ عبدالقادرؒ

۱ گل شدن (ظاہر ہونا)، گُل شد (ظاہر ہوا)
۲ مشکل
۳ پُل

ہر غمزدہ را نوید، عبدالقادرؒ
ولیاں را صُبحِ عید، عبدالقادرؒ
ہر نفخۂ[1] وعظِ اُوست قُوتِ[2] جاں ہا
قُفلِ[3] دِل را کلید[4]، عبدالقادرؒ

۱ پھونک
۲ غذا
۳ تالا
۴ چابی

با علم، ز خُود پوشیٔ عبدالقادرؒ
وز خوفِ دُروں جوشیٔ عبدالقادرؒ
لُکنت بہ زبا نند بہ منبر فُصحا
از ہیبتِ خاموشیٔ عبدالقادرؒ

شاہِ شاہان، شیخ عبدالقادرؒ
قُدسی دربان، شیخ عبدالقادرؒ
از مرتبۂ عُلومش از من پُرسی؟
شیخِ ہمہ دان، شیخ عبدالقادرؒ

با وعظ و کتابِ شیخ عبدالقادرؒ
ذوقے در بابِ شیخ عبدالقادرؒ
صد شکر کہ دارم اندریں دَورِ فِتَن
نسبت بہ جنابِ شیخ عبدالقادرؒ

مُدّے[1] ز حسابِ شیخ عبدالقادرؒ
حرفے ز کتابِ شیخ عبدالقادرؒ
از بابِ نبیؐ گرفت شیخ آنچہ گرفت
ولیاں از بابِ شیخ عبدالقادرؒ

۱: مُدّ میم کے پیش اور دال کی شَدّ کے ساتھ معنی ہے ایک پیمانہ جس کی مقدار اہلِ حجاز کے نزدیک 1/3 اور اہلِ عراق کے نزدیک 2 رِطل ہے مُراد ہے تھوڑا سا۔

صد لات[1] ز قِمعِ[2] شیخ عبدالقادرؒ
ظُلمات ز لَمعِ شیخ عبدالقادرؒ
بس تیرہ دُروناں[3] کہ رسیدند بہ نُور
از پرتوِ شمعِ شیخ عبدالقادرؒ

۱: لات بت کا نام ہے۔
۲: قِمع معنی ہے مغلوب اور ذلیل کرنا یا سَر کی چوٹی پر مارنا۔
۳: تیرہ دُروناں۔ سیاہ دِل، اندر کے اندھیرے والے۔

ولیاں را تاج، شیخ عبدالقادرؒ
نبیاں مِنہاجؔ[1]، شیخ عبدالقادرؒ
قرآن و حدیث و حکمت و عرفاں را
بحرِ موّاجؔ[2]، شیخ عبدالقادرؒ

۱: راستہ
۲: میم کے زبر اور واؤ کی شدّ زبر کے ساتھ معنی زیادہ موج مارنے والا۔

این صولتِ[1] مستبینِ[2] عبدالقادرؒ
وین کثرتِ کاتبینِ عبدالقادرؒ
اُو محوِ بیاں بہ منبر و رفتہ ز ہوش
ہر فرد ز سامعینِ عبدالقادرؒ

۱ غلبہ، رعب
۲ واضح، آشکار

بشنو سُخن از دہانِ عبدالقادرؒ
چیزے بخر[1] از دُکانِ عبدالقادرؒ
در جُحر[2] خزیدہ[3] ای چو مُوشِ اعمیٰ[4]
اے بے خبر از جہانِ عبدالقادرؒ

۱ خریدن سے امر، تُو خرید
۲ سُوراخ، بِل
۳ خزیدن، گھسنا
۴ مُوشِ اعمیٰ، اندھا چوہا

تخمِ[1] توحید کاشت[2] ، عبدالقادرؒ
زیں گُونہ علَم[3] فراشت[4] ، عبدالقادرؒ
القصّہ بہ عہدِ خویش در خُوبی ہا
ہمتا[5] بہ جہاں نہ داشت ، عبدالقادرؒ

۱ بیج ۲ بویا
۳ جھنڈا ۴ بلند کیا
۵ مثل، نظیر

ہر جا کہ شُدہ ظُہُورِ عبدالقادرؒ
رخشید زمیں ، ز نُورِ عبدالقادرؒ
بس قریۂ مُردگاں ز شرکِ مُہلک
شُد زندہ ز یک مُرُورِ[1] عبدالقادرؒ

۱ گزرنا، گزر

در علم ، ز یکتائیِ عبدالقادرؒ
وز قدرتِ بالائیِ عبدالقادرؒ
در مُردہ دِلاں حیاتِ نو گشت پدید
ز انفاسِ مسیحائیِ عبدالقادرؒ

۱ ظاہر
۲ سانس

از مَوعِظت و بیانِ عبدالقادرؒ
وز نُطقِ مِنَ اللّسانِ عبدالقادرؒ
ہر دم مُتوکّلم در جُملہ اُمُور
بر خالق و مُستعانِ عبدالقادرؒ

۱ جس سے مدد مانگی جائے، مراد اللہ تعالیٰ

حق مُدرِک و حق شناس، عبدالقادرؒ
خوش صُورت و خُوش لباس، عبدالقادرؒ
بر مسندِ درسگاہ و بر منبرِ وعظ
یک ضَیغَمِ بے ہراس، عبدالقادرؒ

۱ سمجھنے والا
۲ شیر
۳ نڈر

حق بندہ و حق نُما ست ، عبدالقادرؒ
بر جادۂ مصطفیٰ ست ، عبدالقادرؒ
در بزمِ اُولِی الاَمر اَمیر است ھَمو
سرخیلِ اُولِی النُّہیٰ ست ، عبدالقادرؒ

۱ اچھے کام کا حکم دینے والے
۲ ہم اُو کا مخفف، وہی
۳ بُرے کاموں سے روکنے والے

ھو القادر

مردِ حق انتساب ، عبدالقادرؒ
شاہِ کیواں[1] جناب ، عبدالقادرؒ
عِلم و شعر و خطابت و میداں را
آں ابنِ ابُوترُاب ، عبدالقادرؒ

1. ایک ستارے کا نام، مراد بلندی، یعنی کیواں جیسی اونچی بارگاہ والا۔ نیز ساتواں آسمان

مَنشُورِ[1] ھُدٰی ، نوِشتِ[2] عبدالقادرؒ
اِثباتِ حق ، سَرِشتِ[3] عبدالقادرؒ
تعلیمِ اَحادِیث ، نِشاطٰ[4] آبادش
درسِ قرُآں ، بہشتِ عبدالقادرؒ

1. فرمان ، تحریر و توقیع
2. تحریر
3. فطرت
4. خوشی منانے کا مقام

ناموسِ شریعت است عبدالقادرؒ
گُلزارِ حقیقت است عبدالقادرؒ
ہر سلسلۂ فقر تہِ فرمانش
سُلطانِ طریقت است عبدالقادرؒ

خوُگیر بہ اِتباعِ عبدالقادرؒ
شو مُقتبَس[1] از شعاعِ عبدالقادرؒ
زیرا کہ رسد بہ مصطفیٰ و بہ خدا
مُنقادؔ[2] و مُستَطاعِ[3] عبدالقادرؒ

1: شو مُقتبس، روشنی لے
2: مُنقاد۔ میم کی پیش کے ساتھ معنی اطاعت گزار و فرمانبردار۔
3: مُستطاع۔ تابع، فرماں بردار۔

در دیں ز سُخن رانیٔ عبدالقادرؒ
وز گُفتۂ عرفانیٔ عبدالقادرؒ
در حرصِ شکم مباش و خور لقمۂ نور
از لنگرِ رُوحانیٔ عبدالقادرؒ

اعلیٰ ، افضل ، کبیر ، عبدالقادرؒ
سُلطان ، غنی ، امیر ، عبدالقادرؒ
علاّمہ ، خطیب ، شیخ ، مُفتی ، زاہد
دُرویش ، فقیر ، پیر ، عبدالقادرؒ

اندر سُخنِ شگرفِ[1] عبدالقادرؒ
دفتر ہا گُم ، بہ حرفِ عبدالقادرؒ
اُفتادہ چو ذرّہ وُسعتِ ارض و سما
در گوشۂ پاک ظرفِ عبدالقادرؒ

لَرزد دلِ یَم ز موجِ عبدالقادرؒ
فوجِ غیبی ست فوجِ عبدالقادرؒ
از فرش مجُو صراحتِ مرتبۂ آش
از عرش بپرس اَوجِ عبدالقادرؒ

---

[1] عُمدہ، عجیب

محمود صفات، شیخ عبدالقادرؒ
ہم عارفِ ذات، شیخ عبدالقادرؒ
مخدومُ الاولیاء و تاجُ الفُقَرا
سرخیلِ[1] ھُدَات[2]، شیخ عبدالقادرؒ

[1] سربراہ
[2] ہادی کی جمع، ہدایت دینے والے

فرد است و فرید، ذاتِ عبدالقادرؒ
از حصر[1] برُوں صفاتِ عبدالقادرؒ
از وہم و قیاسِ من و تُو بالا تر
پہنائیِ[2] کائناتِ عبدالقادرؒ

[1] احاطہ، شمار
[2] وُسعت

در صبر بہ ایُّوبیِ عبدالقادرؒ
در گریہ بہ یعقُوبیِ عبدالقادرؒ
فائز نہ شدہ کسے زِ صاحب نظراں
بر مَنصَبِ محبوبیِ عبدالقادرؒ

آئینۂ حق نُماست، عبدالقادرؒ
پَروَردۂ مصطفیٰ ست، عبدالقادرؒ
در بارگہش قدم گدایانہ بِنِہ
شاھَنشَہِ اولیاست، عبدالقادرؒ

پیدا بہ جہاں سَطوَتِ[1] عبدالقادرؒ
بر جملہ قوی حُجّتِ عبدالقادرؒ
در کشورِ فقر، شاہِ اورنگ نشیں
کس نیست بہ جُز حضرتِ عبدالقادرؒ

۱ : سَطوَت : جلال وغلبہ

بر بابِ ادب مقامِ عبدالقادرؒ
ہر صبح و مَسا اَمامِ[1] عبدالقادرؒ
اِجلالِ درش بیں کہ صفِ جنّ و مَلک
اِستادہ بہ احترامِ عبدالقادرؒ

۱ سامنے یعنی آگے یہ خلف (پیچھے) کی ضد ہے۔

پُرسی دَرَجاتِ شیخ عبدالقادرؒ
خواہی ز صِفاتِ شیخ عبدالقادرؒ
قُطبیّتِ کُبریٰ ز حَسَن[1] تا مہدیؑ[2]
مخصوص بہ ذاتِ شیخ عبدالقادرؒ

۱ : مراد گیارہویں امام حضرت حَسَن عسکریؒ
۲ : مراد حضرت امام مہدیؑ

سر کردہ ولی ست، شیخ عبدالقادرؒ
شیخ ازلی ست، شیخ عبدالقادرؒ
ابنِ حَسَنؓ و سِبطِ حُسینؓ و زہراؓ
فرزندِ علیؓ ست، شیخ عبدالقادرؒ

تا ذُروَۂ[1] آسمانِ عبدالقادرؒ
تا منزلِ کاروانِ عبدالقادرؒ
گر قطبِ جہاں کس است ور غوثِ زماں
ہرگز نہ رسد بہ شانِ عبدالقادرؒ

بوسند ہمہ تُرابِ عبدالقادرؒ
خم گشتہ بہ پیشِ بابِ عبدالقادرؒ
سر حلقۂ ہر طریق آید بہ نیاز
ہر سلسلہ فیض یابِ عبدالقادرؒ

[1] ذال اور واؤ کی زبر اور ذال کی زیر کے ساتھ بھی معنی ہر چیز کا بلند حصّہ، چوٹی۔

زیں دبدبہ و وَقارِ عبدالقادرؒ
ویں نُدرتِ[1] رہ گزارِ عبدالقادرؒ
صد مہر و دو صد ماہ و ہزاراں انجم
سَر[2] بر زَنَد از غبارِ عبدالقادرؒ

پُرسی ز غلامِ شیخ عبدالقادرؒ
تشریحِ مقامِ شیخ عبدالقادرؒ
سجّادہ نشینانِ حُسینؓ و حَسَنؓ اند
آبائے کِرامِ شیخ عبدالقادرؒ

[1]: بے مثالی
[2]: سر بر زند ، سر اُٹھاتا ہے

پُرسی ز نژادِ[1] شیخ عبدالقادرؒ
وز مولِد و زادِ[2] شیخ عبدالقادرؒ
فرزندِ بزرگِ بُوالحسن[3]، یعنی حسنؓ
جدُّ الاجدادِ شیخ عبدالقادرؒ

[1] نُون اور زائے فارسی کی زَبَر کے ساتھ معنی اصل اور نسب
[2] مولد وزاد، جائے پیدائش اور خاندان
[3] حضرت علیؓ کی کنیت

در حُسن و جمال، شیخ عبدالقادرؒ
بے مثل و مثال، شیخ عبدالقادرؒ
در علم و مشاہدات و صحو و تمکین[1]
بر اوجِ کمال، شیخ عبدالقادرؒ

[1]: صحو و تمکین۔ صوفیاء کی اصطلاح میں دو مقامات۔ ہوش وحواس اور مکمل بیداری و برقراری۔

نامد پیرے مثیلِ عبدالقادرؒ
ہمرتبہ و عدیلِ عبدالقادرؒ
بُرہاں بہ وجودِ خویش آمد ذاتش
عبدالقادرؒ دلیلِ عبدالقادرؒ

بُوبکرؓ صفاست، شیخ عبدالقادرؒ
فاروقؓ اداست، شیخ عبدالقادرؒ
دلبندِ نبیؐ و وارثِ علمِ علیؓ
عثمانؓ حیاست، شیخ عبدالقادرؒ

سرمایۂ اَوّلین ، عبدالقادرؒ
پیرایۂ[1] واصلین ، عبدالقادرؒ
در مرتبہ آں شیخِ شیوخِ[2] عالَم
سرتاجِ آخرین ، عبدالقادرؒ

۱ زینت، سنگھار
۲ شیخ کی جمع

در محضرِ[1] حق ، وکیل ، عبدالقادرؒ
اَللّٰھی[3] بے عدیل[5] ، عبدالقادرؒ
در زمرۂ[2] کاملانِ اُمّت ، اکمل[4]
اجمل[6] از ہر جمیل ، عبدالقادرؒ

۱ حاضر ہونے کی جگہ
۲ گروہ، جماعت
۳ اللہ والا
۴ سب سے زیادہ کامل
۵ بے مثال
۶ سب سے زیادہ حسین

ابنِ حسنؓ و حسینؓ ، عبدالقادرؒ
شہزادہ زِ جانبین[1] ، عبدالقادرؒ
خاصانِ خدا و واصلانِ حق را
محبوب چو نورِ عین[2] ، عبدالقادرؒ

۱ دونوں طرف سے یعنی حسینی و حسنی
۲ آنکھ

پیرِ روشن ضمیر ، عبدالقادرؒ
عبدِ ربِّ قدیر ، عبدالقادرؒ
در جُود و سخا مظہرِ نِعْمَ المولیٰ
شرحِ نِعْمَ النّصیر ، عبدالقادرؒ

پُورِ[1] شہِ مَشرِقین ، عبدالقادرؒ
زہراؓ را نُورِ عَین ، عبدالقادرؒ
از مادر و از پدر نجیبُ الاَطراف[2]
آلِ حسنؓ و حُسینؓ ، عبدالقادرؒ

۱ بیٹا ' فرزند
۲ وہ سیدزادہ جو ماں باپ دونوں کی طرف سے سیّد ہو۔ علمائے نسب کے نزدیک اُسے یک طرفہ سیادت والے سیّد سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت شیخؒ چوں کہ ماں کی طرف سے حسینی اور باپ کی طرف سے حسنی سیّد تھے۔ اسلئے نجیب الطرفین سیّد کہلائے۔ نجیب الاطراف میں نسب کے علاوہ حسب (کمالاتِ ذاتیہ) بھی شامل ہے۔ لہذا نجیب الطرفین اور نجیبُ الاطراف کے معنٰی ایک ہی ہیں۔

آگاہ زِ ہَر سبیل ، عبدالقادرؒ
عبدِ ربِّ جلیل ، عبدالقادرؒ
دُزداں از صِدقِ اُو بحق پیوستند
گُمرہاں را دلیل[1] ، عبدالقادرؒ

۱ راہنما

خالی از لاف ، شیخ عبدالقادرؒ
شیخِ دل صاف ، شیخ عبدالقادرؒ
در حیطۂ[1] تحریر نیاید وصفش
عالی اوصاف ، شیخ عبدالقادرؒ

۱ دائرہ ' احاطہ

با مَسکنَت و خُشُوعِ[1] عبدالقادرؒ
در سجدہ و در رُکوعِ عبدالقادرؒ
مشکل کہ کسے رسیدہ باشد زِ کِبار
با جُوعِ[2] بحق رُجوعِ عبدالقادرؒ

۱ خوف ' مُراداللہ کا ڈر
۲ بھوک

خورشید نمطؔ ضیائے عبدالقادرؒ
حاوی چو فلک ردائے عبدالقادرؒ
در حلقۂ عاشقانِ حُسنِ مطلق
خالی ست نصیرؔ جائے عبدالقادرؒ

۱ نون اور میم کی زبر کے ساتھ معنی طریقہ، روش۔

تاجِ عزّت، سُجُودِ عبدالقادرؒ
معراجِ ادب، قُعُودؔ عبدالقادرؒ
دیدی بہ نماز اگر نُزُولشؔ بہ زمیں
تا عرش نِگر! صُعُودؔ عبدالقادرؒ

۱ بیٹھ جانا ۲ اُترنا، نیچے آنا
۳ اُوپر جانا، چڑھنا

آں راہ برِ جلیل، عبدالقادرؒ
واں گوہرِ ارضِ جیلؔ، عبدالقادرؒ
سیرابیٔ تشنگانِ دشتِ حق را
چوں کوثر و سلسبیل، عبدالقادرؒ

۱ جیل لفظ گیل کا معرب ہے، ایران کے ایک مشہور صوبے کا نام جیلان و گیلان ایک ہی صوبے کے دو نام ہیں۔ اسی صوبۂ جیل میں واقع بشتیر نامی گاؤں حضرت شیخؒ کی ولادت گاہ ہے۔ (نصیرؔ)

تا اوجِ مقامِ فردؔ عبدالقادرؒ
تا سَقفؔ لاجوردؔ عبدالقادرؒ
اینست بہ پیراں سُخَنِ مُفتیٰؔ بہ
پیرے نہ رسد بہ گردِ عبدالقادرؒ

۱ تنہا، بے مثل
۲ چھت
۳ نیلا، مراد آسمان
۴ وہ بات جس پر سب نے اتفاق کیا ہو

در خلق و خُلق عظیم، عبدالقادرؓ
مانندِ حسنؓ کریم، عبدالقادرؓ
بر اہلِ ستم برقِ خدائے قہار
با غمزدگاں رحیم، عبدالقادرؓ

قُدسی افواج، شیخ عبدالقادرؓ
شمسِ وہّاج[1]، شیخ عبدالقادرؓ
در استغنا ز ما سِوَی اللہ غنی
با حق محتاج، شیخ عبدالقادرؓ

۱: وہّاج واو کی زبر اور ھاء کی شد زبر کے ساتھ زیادہ چمکنے والا، تیز بھڑکنے والا۔

ثقلین[1] بہ بندِ شیخ عبدالقادرؓ
شد گردِ سمندِ[2] شیخ عبدالقادرؓ
جاں ہا شدہ فرشِ راہ بہرِ تقدیم
دل ہا بہ کمندِ شیخ عبدالقادرؓ

یُوسف رُخ و مہ جبین، عبدالقادرؓ
اندر دِل ہا مکین، عبدالقادرؓ
با نازِ حُسینؓ، نازنینِ عالَم
با حُسنِ حسنؓ، حسین، عبدالقادرؓ

۱: مراد جن وانس
۲: گھوڑا

نامد به جہاں شبیہِ عبدالقادرؒ
مانندِ دلِ نبیہِ[1] عبدالقادرؒ
گر جلوۂ حُسنِ ذات دیدن خواہی
بنگر به رُخِ وَجیہِ عبدالقادرؒ

ایں رُتبه و جاہِ شیخ عبدالقادرؒ
ویں فیضِ نگاہِ شیخ عبدالقادرؒ
صد طُور و دو صد ہزار خورشید به کف
یک ذرّۂ راہِ شیخ عبدالقادرؒ

۱: نبیہ : خود آگاہ اور دوسروں کو آگاہی دینے والا۔

آں عارضِ جلوه بارِ عبدالقادرؒ
واں لِحیۂ[1] با وَقارِ عبدالقادرؒ
قُرباں به شباہتِ حَسَنؓ، حُسنِ جہاں
جان و دلِ ما، نثارِ عبدالقادرؒ

از چہرۂ مه پارۂ عبدالقادرؒ
وز نرگسِ میخوارۂ عبدالقادرؒ
بر ما درِ فردوس، بِگو! نکشایند
شادیم به نظّارۂ عبدالقادرؒ

۱ لام کی زیر اور یاء کی زبر کے ساتھ معنی داڑھی

در رُتبہ کبیر، پیر عبدالقادرؒ
قُلزُمِ توقیر[1]، پیر عبدالقادرؒ
اورنگ نشینِ فقر و اَقطابؑ خدم[2]
پیراں را پیر، پیر عبدالقادرؒ

از عِزّو عُلائے شیخ عبدالقادرؒ
و ز مدح و ثنائے شیخ عبدالقادرؒ
آراستہ بزمِ اہلِ دل از یادش
ہر سُو غوغائے شیخ عبدالقادرؒ

۱ قلزم توقیر، سمندر کے وقار والا، مراد کثرتِ وقار
۲ اقطاب خدم، جہان کے قُطبوں کو خدمت میں رکھنے والا

معمور شد از حُضورِ عبدالقادرؒ
بس قریۂ جاں ز نُورِ عبدالقادرؒ
مانندِ محمدؐ است در خیلِ رُسُل
در اہلِ صَفا ظُہُورِ عبدالقادرؒ

از منزلتِ علیِّ عبدالقادرؒ
وز حق رَوِیِ جَلیِّ عبدالقادرؒ
آیاتِ جلالت و طہارت پیدا
از ناصیۂ سَنِیِّ[1] عبدالقادرؒ

۱ سین کی زبر اور نون کی زیر کے ساتھ معنی بلند مرتبہ۔

هو القادر

مردانِ خدا، گروہِ عبدالقادرؒ
چوں کاہ بہ پیشِ کوہِ عبدالقادرؒ
جنّ و ملک و انس چہ حور و چہ پری
بینی ہمہ جا شکوہِ عبدالقادرؒ

از روئے حسنؓ نمائے عبدالقادرؒ
وز حسنِ خرد ربائے عبدالقادرؒ
شوریست بہ آلِ حسنؓ و آلِ حسینؓ
از نعرۂ مرحبائے عبدالقادرؒ

در چار جہت فروغِ عبدالقادرؒ
بے ریب[1] و مری نبوغ[2] عبدالقادرؒ
ہرگز نہ رسد بہ زلّہ[3] خوارانِ درش
طعمِ[4] زبدے[5] بہ دوغِ[6] عبدالقادرؒ

ثابت بہ جہاں، ثبوتِ[1] عبدالقادرؒ
بیروں ز عدد نعوتِ[2] عبدالقادرؒ
دیدارِ تجلّیاتِ ذاتِ صمد است
پرسی تو اگر ز قوتِ[3] عبدالقادرؒ

---

۱ ریب و مری، شک و شبہ
۲ ذہانت، طباعی
۳ زلّہ خوار، بچا ہوا کھانا کھانے والے
۴ ذائقہ، مزا
۵ مکھن
۶ لسی، چھاچھ

۱ صداقت، دلیل
۲ نعت کی جمع، تعریفیں
۳ غذا

عبدِ حق انتساب ، عبدالقادرؒ
عالیؔ و علی جناب ، عبدالقادرؒ
نارد صَدَفِ[۱] وجود مثلش گہرے
در پیراں لا جواب ، عبدالقادرؒ

---

۱ سیپ

در حشر زِ بے وقارِ عبدالقادرؒ
زیں گونہ جُدا ، قطارِ عبدالقادرؒ
بینند خزاں رسیدگانِ اعمال
در روزِ جزا ، بہارِ عبدالقادرؒ

بہرِ قُربِ خُدائے عبدالقادرؒ
جُستند نشانِ پائے عبدالقادرؒ
در رُتبہ رسید کس نہ از مُنتہیاں[۱]
تا نُقطۂ ابتدائے عبدالقادرؒ

---

۱ درجہ ولایت کی انتہا پر پہنچا ہوا گروہِ اولیاء

با وضعِ[۱] قیام نازِ عبدالقادرؒ
در سجدہ بہ آں نیازِ عبدالقادرؒ
مشکل کہ رسد کسے بہ زُہدِ صد سال
با رکعتِ یک نمازِ عبدالقادرؒ

---

۱ روشِ انداز

ھو القادر

ہیں شمسِ ۱ رُخِ صفائے عبدالقادرؒ
ویں شَعشَعَۂ ۲ از خدائے عبدالقادرؒ
اے زاہدِ خُلد ناز! چشمے بکشا
بر چہرۂ دلکشائے عبدالقادرؒ

۱ سورج
۲ سورج کی کرنیں مُراد روشنی

از غیرؔ ۱ کنارہ جُوست ، عبدالقادرؒ
اُمّت را آبرُوست ، عبدالقادرؒ
بر خود مَکُنیدَش از رَہِ جہل ، قیاس
فائز بہ مقامِ ھُوست ، عبدالقادرؒ

۱ مُراد غیر اللہ

یک ذرّہ ، ز ارمُغانِ ۱ عبدالقادرؒ
یک پارۂ ناں ، ز خوانِ عبدالقادرؒ
بُوئے عجبے ز مُلکِ بالا دارد
یک سَیر ، بہ گُلستانِ عبدالقادرؒ

۱ تحفہ ، سوغات

شہکارِ آب و طِین ۱ ، عبدالقادرؒ
صُبحِ فتحِ مُبین ، عبدالقادرؒ
در رَزم ۲ ، مُعینِ ۳ حق بہ پیشِ باطل
در بزم نصیرِ ۴ دِین ، عبدالقادرؒ

۱ پانی اور کیچڑ (مراد تخلیق کا شہکار)
۲ میدانِ جنگ
۳ حق کا مددگار
۴ دیں کی نصرت کرنے والا

آں شیخِ علیؓ وقار، عبدالقادرؒ
واں چیدۂ کردگار، عبدالقادرؒ
یک آمدنش ربود آثارِ خزاں
باغِ دیں را بہار، عبدالقادرؒ

رُشدِ[1] ازلی نصیب عبدالقادرؒ
منزل در کفِ غریب[2] عبدالقادرؒ
اے سالکِ خوش مآل[3] مردانہ بیا
گمراہ نہ شد عقیب[4] عبدالقادرؒ

۱ ہدایت
۲ مسافر
۳ خوش مآل، اچھا انجام
۴ پیرو، پیچھے چلنے والا

آں پیکِ[1] نوید، شیخ عبدالقادرؒ
با صبحِ جدید، شیخ عبدالقادرؒ
از مطلعِ حق چو آفتابِ برحق
گردید پدید، شیخ عبدالقادرؒ

۱ قاصد

از راہِ تُقیٰ[1] فقیر، عبدالقادرؒ
وز روئے غنا امیر، عبدالقادرؒ
از دستِ تصرفش چہ گویم با تو
ولیاں را دستگیر، عبدالقادرؒ

۱: تاء کی پیش کے ساتھ معنی پرہیزگاری۔

وارفتۂ نامِ شیخ عبدالقادرؒ
شیدائے کلامِ شیخ عبدالقادرؒ
از غُنیۂ[1] و از فُتُوح[2] بر خواں کہ شوی
واقف ز مقامِ شیخ عبدالقادرؒ

[1]: غنیۃ الطالبین، حضرت شیخؒ کی تالیف
[2]: فُتوحُ الغیب، حضرت شیخؒ کے خطبات کا مجموعہ

دارد نَسَبِ شریف، عبدالقادرؒ
مانندِ سَلَف، عفیف[1]، عبدالقادرؒ
در بَذل و عطا مثالِ ابرِ نیساں[2]
چوں موجِ صبا لطیف، عبدالقادرؒ

[1] پاک دامن
[2] جولائی' ساتواں جو تقریباً ساون کا مہینہ بنتا ہے قدیم علمائے موسمیات کے نزدیک کھل کر برسنے کے علاوہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت اس کے قطرات سے صدف میں زیادہ موتی بنتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

چوں طبعِ حق آمادۂ عبدالقادرؒ
تقسیم کُند بادۂ عبدالقادرؒ
جُز شیخ محال، تا نشیند دِگرے
بر مسندِ سجّادۂ عبدالقادرؒ

در علم بحق دانیِ عبدالقادرؒ
در فقر چو سُلطانیِ عبدالقادرؒ
دیدند و نہ بینند نصیرؔ اہلِ نظر
در بزمِ جہاں، ثانیِ عبدالقادرؒ

هر قلبِ مقام آگہِ عبدالقادرؒ
پیچید بہ خاکِ رہِ عبدالقادرؒ
یک روز پدید گشت با جلوۂ حق
از مطلعِ گیلاں ، مہِ عبدالقادرؒ

محبوبِ وَرای ، حبیبِ عبدالقادرؒ
فخرِ اُدَبا ، ادیبِ عبدالقادرؒ
مَبعُود[1] ز فضلِ حق ، بعیدِ حُبَّش
در قُربِ خُدا ، قریبِ عبدالقادرؒ

[1]: دُور کیا ہوا

در مُلک و رَواجِ شیخ عبدالقادرؒ
در باج[1] و خَراجِ شیخ عبدالقادرؒ
عبدالقادرؒ نہ بُود محتاجِ شہاں
شاہاں محتاجِ شیخ عبدالقادرؒ

دِیں یاوَر و خضرِ راہ ، عبدالقادرؒ
یزداں را جلوہ گاہ ، عبدالقادرؒ
در مملکتِ[1] ولایت و فقر ، نصیرؔ
سُلطانِ جہاں پناہ ، عبدالقادرؒ

[1]: باج وخراج دونوں کے معنیٰ وہ ٹیکس جو حکومت عوام سے لیتی ہے

[1]: سلطنت' بادشاہی' لام کی پیش اور زیر دونوں طرف سے دُرست ہے

بے رغبت و بے رِضائے عبدالقادرؒ
بے بوسۂ نقشِ پائے عبدالقادرؒ
بر مَسندِ اولیا محال است جلُوس[۱]
بے واسطۂ عطائے عبدالقادرؒ

۱ بیٹھنا

از فیضِ سُلوکِ[۱] راہِ عبدالقادرؒ
وز عاطِفتِ[۲] نگاہِ عبدالقادرؒ
بر آمدہ چوں عُروس[۳]، خیلِ[۴] اقطاب
از حَجلۂ[۵] خانقاہِ عبدالقادرؒ

۱ چلنا ۲ مہربانی
۳ دولہا یا دُلہن ۴ جماعت
۵ دولہا یا دُلہن کی چھپر کٹ، بننے سنورنے کا کمرہ

شہبازِ بلند بام، عبدالقادرؒ
محبوبِ ربُّ الانام، عبدالقادرؒ
در منزلِ قُربِ ذات، جمعِ خاصاں
شد مُقتدی و اِمام، عبدالقادرؒ

شاہِ اورنگِ[۱] ناز، عبدالقادرؒ
در جُودِ اَیادِی[۲] دراز، عبدالقادرؒ
محتاج و فقیر و بے نوارا، درمان[۳]
سُلطانِ گدا نواز، عبدالقادرؒ

۱ تخت
۲ ید کی جمع (ہاتھ)
۳ علاج، چارہ

در حفظِ خدا، دیارِ عبدالقادرؒ
مصئوںؔ[1] ز عدو حصارِ عبدالقادرؒ
برتر ز غمِ جہاں، جہانِ طرَبَش
بے خوفِ خزاں، بہارِ عبدالقادرؒ

۱ بچایا ہوا، حفاظت کیا ہوا

بر بابِ خدا رسانِ عبدالقادرؒ
بر عتبۂ[1] حق نشانِ عبدالقادرؒ
خوشتر ز تملّقاتِ[2] اہلِ دنیا
یک بوسہ بر آستانِ عبدالقادرؒ

۱: عَتَبَہ عین، تاء اور باء کی زبر کے ساتھ معنی چوکھٹ یا سیڑھی کا زینہ۔
۲: خوشامدیں

از حُسنِ نظر نوازِ عبدالقادرؒ
وز فطرتِ پاکبازِ عبدالقادرؒ
شوریست بہ کائناتِ خوباں برپا
از قامتِ سرو نازِ عبدالقادرؒ

جوئندہ دمِ[1] وصالِ عبدالقادرؒ
گیرندہ بہ کف، نعالِ[2] عبدالقادرؒ
آرد بہ نظر نہ مژدۂ[3] رضواں[4] را
یک منتظرِ تعالَ[5] عبدالقادرؒ

۱ وقت
۲ جوتے
۳ خوشخبری
۴ دروازۂ جنت کا نواب (گیٹ کیپر)
۵ بلانے کے لئے فعل امر کا صیغہ، یعنی آ

سائل بہ درِ ھُدائے عبدالقادرؒ
جا رُوب[1] کشِ سرائے عبدالقادرؒ
اے خواجہ[2]! مزن خندہ بہ دلقِ[3] کُہنَش
شاہے ست بہ دل، گدائے عبدالقادرؒ

۱ جھاڑو دینے والا
۲ مالدار آدمی
۳ پرانی گدڑی

ہر دل کہ شود ذبیحِ عبدالقادرؒ
وز حُبِّ دُرُوں مدیحِ[1] عبدالقادرؒ
القصّہ ہر آں دیدہ کہ باشد بینا
بیند بہ رُخِ صبیحِ[2] عبدالقادرؒ

۱: مدیح معنی تعریف یا تعریف کرنے والا۔
۲: صبیح معنی خوبصورت۔

خواہد چو بحقّ صبرِ عبدالقادرؒ
رَشحے[1] یابد ز اَبرِ عبدالقادرؒ
بینی روزے کہ از جہانِ ارواح
فیضے رَسدش ز قبرِ عبدالقادرؒ

۱: رَشحہ۔ راء کی زبر شین ساکن اور حاء کی زبر کے ساتھ معنی تھوڑا سا پانی جو کسی چیز یا جگہ کو تَر کرے لیکن اتنا نہ ہو کہ قطروں کی صورت میں ٹپک سکے۔

شو بندۂ بارگاہِ عبدالقادرؒ
دریاب[1] گہے نگاہِ عبدالقادرؒ
خواہی شَوَدَت عیاں وَرائے[2] افلاک
کُن سُرمہ ز خاکِ راہِ عبدالقادرؒ

۱ حاصل کر۔
۲ آسمانوں کے اوپر۔

ھو القادر

اے منکر و بدگمانِ عبدالقادرؒ
رَو! پُرس ز عارفانِ عبدالقادرؒ
پاک است ز کِذب، قُدسگاہِ دَہَنش
ناطق بالحق، لسانِ عبدالقادرؒ

اے مُنکرِ بدمآلِ[1] عبدالقادرؒ
بینی تو کُجا جمالِ عبدالقادرؒ
آگاہ نہ اِی ز حالِ خود ہم، تا حال
واقف چہ شوی ز حالِ عبدالقادرؒ

[1] بُرے انجام والا

اے حاسد و خُردہ گیرِ[1] عبدالقادرؒ
آری ز کُجا نظیرِ[2] عبدالقادرؒ
خاکِ جَسَدَش[3] لطیف مثلِ ارواح
وز نُورِ نبیؐ، خمیرِ[4] عبدالقادرؒ

[1] خُردہ گرفتن: عیب لگانا، تنقید کرنا
[2] مثال [3] جسم
[4] گُندھا ہوا آٹا، مراد خاک و خون کی آمیزش سے رحمِ مادر میں تیار ہونے والے انسانی جسم کی ابتدائی حالت (نصیر)

ورزی[1] تا کے خلافِ عبدالقادرؒ
یکچند[2] نگر طوافِ عبدالقادرؒ
اُو محو بہ طَوفِ[3] ذات در خلوتِ جاں
صد کعبہ بہ کف مَطافِ[4] عبدالقادرؒ

[1] خلاف ورزیدن، مخالفت کرنا
[2] ذرا
[3] پھرنا، طواف کرنا
[4] پھرنے/ چکر لگانے کی جگہ

اے مُنکرِ کج ادائے عبدالقادرؒ
از جہل کُنی اِبائے[1] عبدالقادرؒ
بس زورقِ[2] ناتواں کہ آرد بہ کِنار
مَلّاحیِ یک دُعائے عبدالقادرؒ

[1] : اِباء۔ہمزہ کی زیر کے ساتھ معنی انکار کرنا، نافرمانی کرنا۔
[2] : زَوَرَق۔زاء اور راء کی زبر کے ساتھ معنی چھوٹی کشتی۔

دَرّدْ[1] صفِ کیں خدنگِ عبدالقادرؒ
با بدعت و شرک، جنگِ عبدالقادرؒ
پیدا ز جمالِ اُوست حُسنِ نبَوِی
رنگِ علَوِی ست رنگِ عبدالقادرؒ

[1] پھاڑ دے، چیر ڈالے۔

باز آ باز آ ز شَینِ[1] عبدالقادرؒ
ہیں گُرزِ[2] اَلِف بہ بَینِ[3] عبدالقادرؒ
بَلعَدْ[4] چو عصائے مُوسَوِی مُنکرِ را
بنگر بہ دہانِ عَینِ عبدالقادرؒ

[1] عیب لگانا بُرائی کرنا
[2] لوہے کی موٹی سلاخ آلۂ ضرب
[3] درمیان
[4] بلعیدن (نگلنا) بلعَد مضارع (نگلتا ہے)

مَرْدُودِ جہاں، مَرِیدِ[1] عبدالقادرؒ
مغضوبِ خُدا، عَنِیدِ[2] عبدالقادرؒ
حقّا کہ ز یُمنِ[3] شیخ از رحمتِ حق
محروم نہ شد مُریدِ عبدالقادرؒ

[1] : مَرِید میم کی زبر کے ساتھ معنی سرکش باغی، شریر اور منکر۔
[2] : عَنید کا معنی مخالفت کرنے والا اور حق سے تجاوز کرنے والا۔
[3] : یُمن۔یاء کی پیش کے ساتھ معنی برکت یا مُبارکی۔

اے دُشمنِ نامِ شیخ عبدالقادرؒ
بنگر بہ مقامِ شیخ عبدالقادرؒ
بہتر ز ہزار سلسبیل و کوثر
یک جُرعہ ز جامِ شیخ عبدالقادرؒ

اے جاحِدِ[1] بد ضمیرِ عبدالقادرؒ
شو زود پناہ گیرِ عبدالقادرؒ
مجروح شود ز نسلِ تُو صد ہا پُشت
آید ز کماں چو تیرِ عبدالقادرؒ

۱؎ انکار کرنے والا

از عزمِ عَدُو شکارِ عبدالقادرؒ
وز غُصّۂ قہر بارِ عبدالقادرؒ
ترسند نصیرؔ جملہ ابلیس رگاں
از بُرِّشِ[1] ذُوالفقارِ عبدالقادرؒ

۱؎ کاٹ

غافل منشیں ز رنجِ عبدالقادرؒ
از شیخ کُند شِکَنجِ[1] عبدالقادرؒ
بر درگہِ عالیشِ فقیرانہ بیا
تا بہرہ[2] بَری ز گنجِ عبدالقادرؒ

۱؎: سلوٹ، مُراد ماتھے کی شکن
۲؎: حصّہ

هو القادر

خطاب بہ حاسدِ شیخؒ

بینی بہ رُخِ چو بدرِ عبدالقادرؒ
یابی خبرے ز صدرِ عبدالقادرؒ
اے نسل بہ نسل سِفلۂ[1] و خوار و دَنی[2]
مشکل کہ کُنی تُو قدرِ عبدالقادرؒ

[1]: سین کی زیر اور فاء ساکن معنی گھٹیا۔
[2]: کمینہ

از جلوۂ یک نمودِ[1] عبدالقادرؒ
ترساں، لرزاں، حَسُودِ[2] عبدالقادرؒ
وز نُور رمید[3] و مثلِ خفّاش[4] خزید[5]
در قعرِ[6] ظُلَمِ[7] جحُودِ[8] عبدالقادرؒ

[1] ظہور، شان و شوکت
[2] زیادہ حسد کرنے والا
[3] بھاگ گیا
[4] چمگادڑ
[5] گھس گیا، چھپ گیا
[6] گڑھا
[7] ظلمت کی جمع، اندھیرے
[8] زیادہ انکار کرنے والا

التماس بدرگاہِ ربُّ النّاس

از خمکدۂ اَلَستِ[1] عبدالقادرؒ
وز بادۂ چشمِ مستِ عبدالقادرؒ
تُو مُعطی و شیخِ ما ست ابنِ قاسمؐ
یارب! چیزے ز دستِ عبدالقادرؒ

[1]: اَلَستِ روزِ میثاق اللہ تعالیٰ کے سوال اور بندوں کے جوابِ بندگی دینے کی طرف اشارہ ہے۔

دُعا بحضور ربُّ الاعلیٰ

دانی! کہ منم گدائے عبدالقادرؒ
دارم در سر ہوائے[1] عبدالقادرؒ
اے مُقتدِر[2] و قدیر و اے قادرِ کُل!
آمرز[3] مرا برائے عبدالقادرؒ

[1] آرزو، اشتیاق۔
[2] اقتدار رکھنے والا۔
[3] بخش دے

در خاکِ دیارِ شیخ عبدالقادرؒ
نزدیکِ مزارِ شیخ عبدالقادرؒ
خوش تر ز حیاتِ جاودانِ خضر است
مُردن بہ جِوارِ[1] شیخ عبدالقادرؒ

یارب ! بہ جنابِ شیخ عبدالقادرؒ
وز نسبتِ بابِ شیخ عبدالقادرؒ
بخشی بہ حسابِ دیگراں خَلقے را
مارا ، بہ حسابِ شیخ عبدالقادرؒ

[1] جِوار جیم کی زیر کے ساتھ معنی پڑوس یا امان وذمہ داری۔

یاربّ

از بہرِ مقام و جاہِ عبدالقادرؒ
وز خدمتِ بارگاہِ عبدالقادرؒ
ایں بندۂ مُستوجِب[1] عُقُوبت[2] را
آمُرز[3] تو اے الٰہِ عبدالقادرؒ

موجے ز یمِ سینۂ عبدالقادرؒ
خیرات ز گنجینۂ عبدالقادرؒ
یارب بہ درت آمدہ با حالِ تباہ
یک بندۂ دیرینۂ عبدالقادرؒ

[1] لائق، مستحق
[2] عذاب
[3] بخش دے

یا رب ! بہ فقیرِ شیخ عبدالقادرؒ
بر یک در گیرِ شیخ عبدالقادرؒ
رحمے ، بہ نیازمندِ پیرِ حسنی
لُطفے ، بہ نصیرِ شیخ عبدالقادرؒ

یارب بہ صفائے کُوئے عبدالقادرؒ
بخشی بہ شمیمِ[1] مُوئے عبدالقادرؒ
گر فاش کُنی حسابِ من روزِ جزا
شرمندہ شوم بہ رُوئے عبدالقادرؒ

[1] عمدہ ہوا ، خوشبو۔

سر خوش بہ ہوائے شیخ عبدالقادرؒ
مرہونِ عطائے شیخ عبدالقادرؒ
گفتی کہ تُو کیستی چہ عنواں داری؟
بنویس ! گدائے شیخ عبدالقادرؒ

سوگند[1] بہ جاہِ شیخ عبدالقادرؒ
ہستم بہ پناہِ شیخ عبدالقادرؒ
ایں کثرتِ سیم و زر تُرا باد و مرا
کافی ست نگاہِ شیخ عبدالقادرؒ

[1]: قسم

پروانہ صفت بہ داغِ عبدالقادرؒ
مُردن بہ سرِ چراغِ عبدالقادرؒ
خوشتر ز ہزار سیر و نظّارۂ خُلد
یک بار نظر بہ باغِ عبدالقادرؒ

یا رب پئے آلِ شیخ عبدالقادرؒ
و ز جاہ و جلالِ شیخ عبدالقادرؒ
شائستۂ[1] آں کُن کہ نشینم روزے
در صفِّ نعالِ[2] شیخ عبدالقادرؒ

۱: لائق
۲: جوتے

یک جُرعہ[1] ز آبجُوئے عبدالقادرؒ
یک لحظہ گذر ز کُوئے عبدالقادرؒ
بہتر ز ہزار سالہ طاعاتِ ریا
یک بار نگاہ، سُوئے عبدالقادرؒ

۱: گھونٹ

از بارگہِ شریفِ عبدالقادرؒ
و ز مائدۂ[1] لطیفِ[2] عبدالقادرؒ
نارد بہ نگاہ نعمتِ کون و مکاں
قانع شدہ با رَغیفِ[3] عبدالقادرؒ

۱: دسترخوان
۲: پاک،صاف سُتھرا
۳: روٹی

ھو القادر

هستیم ز عاشقانِ عبدالقادرؒ
در خانہ خوریم نانِ عبدالقادرؒ
اے خواجہ بہ زعمِ خواجگی غرّہ مباش
ما نیز از چاکرانِ عبدالقادرؒ

جامے زِ خُمِ[1] نِشاطِ عبدالقادرؒ
قُرصے[2] نُزُلے[3] از بِساطِ[4] عبدالقادرؒ
از تمکنتِ[5] سَریرِ[6] شاہی اَولیٰ
رقصے بہ درِ رِباطِ[7] عبدالقادرؒ

۱ مٹکا
۲ ٹکیا، مراد روٹی
۳ ضیافت، دعوت
۴ دسترخوان
۵ وقار
۶ تخت
۷ سرائے

بینم خد و خالِ شیخ عبدالقادرؒ
غرقم بہ جمالِ شیخ عبدالقادرؒ
اے خواجہ! میار ذکرِ دنیا بہ میاں
محوم بہ خیالِ شیخ عبدالقادرؒ

مائیم بہ جاں پیرَوِ[1] عبدالقادرؒ
وز حلقۂ قرباں شَوِ عبدالقادرؒ
از پیش بگیر ایں ہمہ انبارِ عطا
گیریم نہ با یک جَوِ عبدالقادرؒ

۱ پیچھے چلنے والا

اے زُمرۂ عاشِقین عبدالقادرؒ
وے طائفۂ متین عبدالقادرؒ
جوئید ز مُستعانِ برحق، عونے
زیرا کہ خدا، مُعین عبدالقادرؒ

مائیم بہ جاں فقیرِ عبدالقادرؒ
سائل بہ درِ کبیرِ عبدالقادرؒ
تمکین سریر اگر بہ شاہاں دادند
ما را شرفِ حَصیرِ[1] عبدالقادرؒ

---

۱ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی۔

یک جامِ خُنک[1] ز نیلِ[2] عبدالقادرؒ
قِطمیرے[3] از نَخیلِ[4] عبدالقادرؒ
اُفتد نظرم چہ بر کثیرِ دنیا
کافی ست مرا قلیلِ عبدالقادرؒ

---

۱ ٹھنڈا ۲ دریا کا نام
۳ کھجور کی گٹھلی پر ایک باریک چھلکا ۴ کھجور کا درخت، یا مطلق درخت

از نسبتِ اُستوارِ[1] عبدالقادرؒ
وز منزلت و وقارِ عبدالقادرؒ
مارا شمرند[2] روزِ محشر اے کاش
بے واسطہ[3] در شمارِ عبدالقادرؒ

---

۱ مضبوط
۲ گنیں، شمار کریں
۳ براہِ راست

ھو القادر

دارم سرِ حسّانئ عبدالقادرؒ
با نغمۂ دربانئ عبدالقادرؒ
اے کاش برُومند شوم روزِ جزا[1]
از نسبتِ جیلانئ عبدالقادرؒ

1. نفع مند

از خاطرِ[1] خُوش نہادِ[2] عبدالقادرؒ
یا رب! نہ رَوَم ز یادِ عبدالقادرؒ
اُو از آب و اَجداد مَرا آقائے
من بندۂ خانہ زادِ[3] عبدالقادرؒ

1. طبیعت 2. فطرت، اصل (خوش نہاد: اچھی اصل)
3. گھر میں پیدا ہونے والا غلام، موروثی غلام

بینیم رُخِ نکوئے[1] عبدالقادرؒ
ما ہم بُوئیم[2]، بُوئے عبدالقادرؒ
لِلّٰہ بیار مژدۂ اِذنِ حضُور[3]
اے پیکِ[4] صبا! ز کُوئے عبدالقادرؒ

1. حسین، خوبصورت
2. سونگھیں (بوئیدن سے مضارع واحد متکلم صیغہ)
3. حاضری 4. قاصد

خُوردیم مئے ز تاکِ[1] عبدالقادرؒ
گشتیم فدا بہ خاکِ عبدالقادرؒ
خیزیم ز کُنجِ[2] قبر اِن شاءَ اللہ
با نعرۂ نامِ پاکِ عبدالقادرؒ

1. انگور کی بیل، دانہ انگور کے رس سے شراب بنتی ہے
2. کونہ، گوشہ

مائیم و بہ جاں وِلائے[1] عبدالقادرؓ
مائیم و بہ سر ہوائے عبدالقادرؓ
مائیم و بہ دل جلالتِ غوثِ جلی
مائیم و بہ لب ثنائے عبدالقادرؓ

۱: وِلا واؤ کی زیر کے ساتھ دوستی اور محبت جو مسلسل کی جائے۔

خیزد ز دلم صدائے عبدالقادرؓ
بادا سرِ من فدائے عبدالقادرؓ
دادند اگر تُرا ز گنجِ زر و سیم
دادند مرا وِلائے[1] عبدالقادرؓ

---

۱ محبت

جاں دادہ بہ نقشِ پائے عبدالقادرؓ
دل باختہ[1] در ہوائے[2] عبدالقادرؓ
دارم بہ دل از وِلائے شیخ آنچہ نصیرؔ
داند بخدا، خدائے عبدالقادرؓ

---

۱ عاشق
۲ محبت

خورسندیِ تو پسندِ عبدالقادرؓ
آزردگیت گزندِ عبدالقادرؓ
ایمن شو و شادزی کہ ہرگز نرسد
خوفے بہ نیاز مندِ عبدالقادرؓ

هو القادر

جُرم و گُنہم نہ دید، عبدالقادرؒ
بنواخت[1] مَرا مزید، عبدالقادرؒ
در چاہِ بلا قریب بُود اُفتادن
ناگہ بہ سَرم[2] رسید، عبدالقادرؒ

۱ نوازا
۲ بہ سر رسید، سر پر پہنچ گئے

سوگند بہ کردگارِ عبدالقادرؒ
ہستم در انتظارِ عبدالقادرؒ
جانے کہ مرا دہند در حشر نصیرؔ
من باز کُنم نثارِ عبدالقادرؒ

در حلقۂ عاشقانِ عبدالقادرؒ
رقصیم بر آستانِ عبدالقادرؒ
بِبرِ نسَبی نہ داد مارا ذوقے
گشتیم زِ دَفِ[1] زنانِ عبدالقادرؒ

۱ بغداد شریف میں سلسلۂ قادریہ کی ایک جماعت ہر روز درگاہِ غوثیہ میں دف وغیرہ بجا کر رقص کرتی ہے۔ جسے رقص درویش بھی کہتے ہیں۔ یہ روایت کئی سو سال سے وہاں جاری ہے۔ رباعی میں اُسی روایت کی طرف اشارہ ہے

از مِنّتِ آستانِ عبدالقادرؒ
وز مَسلکِ بے گُمانِ[1] عبدالقادرؒ
شادیم کہ دادہ ایم دستِ نسبت
در دستِ واصلانِ عبدالقادرؒ

۱ یقینی

از بارگہِ اَطہرِ[1] عبدالقادرؒ
وز مائدۂ[2] خوشترِ عبدالقادرؒ
اے کُہنہ حریصِ لذّتِ مَطبخ[3] ہا!
یک لُقمہ خُور از لنگرِ[4] عبدالقادرؒ

۱ زیادہ پاک ۲ دسترخوان ۳ باورچی خانہ
۴ یہ لفظ فارسی کا ہے اور لُغت میں خانقاہوں کے زائرین کی طعام گاہ کے معنٰی میں مستعمل ہے

در عشق ہلاکِ شیخ عبدالقادرؒ
گردِ درِ پاکِ شیخ عبدالقادرؒ
آرد نہ شہانِ وقت را در خاطر
اُفتادہ بہ خاکِ شیخ عبدالقادرؒ

ساغر کَش و میخوارۂ عبدالقادرؒ
در عاشقی آوارۂ[1] عبدالقادرؒ
یارب زِ درت کجا رود کاسہ بہ دست
ایں بندۂ بیچارۂ عبدالقادرؒ

۱ بے وطن، گم شدہ، پریشان

شُد رُوئے دلم بہ سُوئے عبدالقادرؒ
میرم در آرزوئے عبدالقادرؒ
بر من چہ کُشایند درِ خُلد نصیرؔ
مشکل کہ روم ز کُوئے عبدالقادرؒ

رُو کردہ بہ سُوئے رُوئے عبدالقادرؒ
لب بستہ در آرزوئے عبدالقادرؒ
بر خاک فتادہ ام بہ اُمّیدِ دوگزؔ
اے مرگ بیا! بکُوئے عبدالقادرؒ

ا: دفن کی جگہ، قبر

یک بار بیا بہ بابِ عبدالقادرؒ
عالی ست بسے جنابِ عبدالقادرؒ
بس تیرہ زمینِ دل کہ شد بُقعۂؔ نُور
از پرَتوِ آفتابِ عبدالقادرؒ

ا: ٹکڑا۔

آں کس کہ زِیَدؔ برائے عبدالقادرؒ
وانکس کہ شود گدائے عبدالقادرؒ
بیگانہ صِفَت بہ خَلق اُفتد نظرش
ہر کس کہ شُد آشنائے عبدالقادرؒ

ا: زید۔ زیستن مصدر سے صیغۂ مضارع۔ زندگی گزارے۔

از چشمِ کرم مآبِ عبدالقادرؒ
نوشید گہے شرابِ عبدالقادرؒ
از کاسۂؔ وصل یاد آرد ہر دم
دل ہست مگر خرابِؔ عبدالقادرؒ

ا قصیدہ غوثیہ کے مطلع کی طرف اشارہ
۲ مست

یک نعرہ، بیادگارِ عبدالقادرؒ
یک نغمہ، در انتظارِ عبدالقادرؒ
خواہی کہ رسی بہ منزلِ قُربتِ ذات
یک سجدہ، بہ رہ گُزارِ عبدالقادرؒ

شو داخلِ مے کشانِ عبدالقادرؒ
یک بار بنگر! بہ شانِ عبدالقادرؒ
تا چند بہ پیشِ سر کشاں رُسوائی
رو! باش زسر خُوشانِ[1] عبدالقادرؒ

۱؎ نشے کی وہ حالت جس میں ہلکا سرور رہے اور پینے والا بدمست نہ ہونے پائے

کُن سُرمہ ز گردِ رَخشِ[1] عبدالقادرؒ
لَعلے[2] گیر از بَدخشِ[3] عبدالقادرؒ
گیرم کہ تُرا نیست بہ چیزے حاجت
مَحروم مَرو زِ بَخشِ[4] عبدالقادرؒ

۱؎ گھوڑا ۲؎ موتی
۳؎ بدخشان کا مخفف، یہاں کے موتی مشہور ہیں۔ ہندوستان و خراسان کے درمیان ایک علاقے کا نام
۴؎ حصہ، ٹکڑا، تقسیم

بخشد ثَمرِ تازہ عبدالقادرؒ
بابِ کَرَم آوازہ عبدالقادرؒ
تا حال کسے نہ رفت و تُو ہم نہ روی
محروم ز دروازہ عبدالقادرؒ

آں مُرشدِ خُوش نہادِ[1]، عبدالقادرؒ
داد آنچہ ز لُطف داد، عبدالقادرؒ
بنداست بہ ما گر درِ شاہاں، غم نیست
بر ما درِ خود کُشاد، عبدالقادرؒ

---

۱ فطرت، عادت، طریقہ

خطاب بہ شاہانِ دنیا

اے شاہ! بِنگر! جنابِ عبدالقادرؒ
بر تاج بِنہ! تُرابِ عبدالقادرؒ
تُو شاہِ دو خِطّہ، آں شہنشاہِ دو کون[1]
آ! مثلِ گدا بہ بابِ عبدالقادرؒ

---

۱ دونوں جہاں

از رحمتِ مُستعانِ[1] عبدالقادرؒ
وز لُطفِ بے کرانِ[2] عبدالقادرؒ
باشیم بہ روزِ حشر اِن شاءاللہ
در سایۂ سائبانِ عبدالقادرؒ

---

۱ جس سے مدد مانگی جائے، مُراد اللہ تعالیٰ
۲ بے انتہا

اے عاشقِ باوفائے عبدالقادرؒ
پیرے مگُزیں[1]! سِوائے عبدالقادرؒ
چوں خضر تُرا دِہند گر عُمرِ دراز
تا مرگ بگو! ثنائے عبدالقادرؒ

---

۱ اختیار نہ کر

رُو کردہ بہ سُوئے بابِ عبدالقادرؒ
خالص شدہ با جنابِ عبدالقادرؒ
گر تشنہ زند بانگ کہ شیئاً لِلّٰہ
بارد بروَے سحابِؔ عبدالقادرؒ

ترس از فُقَرائے شیخ عبدالقادرؒ
مستانِ وِلائے شیخ عبدالقادرؒ
حقّا کہ دِلِ عرش بریں جُنباند
یک آہِ گدائے شیخ عبدالقادرؒ

ل بادل

داریم ثنا خوانی عبدالقادرؒ
بینیم سُلیمانیؔ عبدالقادرؒ
گشتیم غنی ز تکیہ و مَسنَد ما
مستیم بہ دربانی عبدالقادرؒ

مُردیم بہ اشتیاقِ عبدالقادرؒ
سوزد دِلِ ما، فراقِ عبدالقادرؒ
یارب مددے کہ فوجِ اسلام عناد
برہم نہ زند عراقِ عبدالقادرؒ

ل بادشاہی

هو القادر

آراستہ با نیازِ عبدالقادرؒ
محمود صفت ، ایازِ عبدالقادرؒ
تُو بندۂ ایں جہان و ما اُخرِ ویاں[1]
تُو از دنیا و مازِ عبدالقادرؒ

۱ مراد عالمِ آخرت

اے زائرِ بارگاہِ عبدالقادرؒ
ہیں طُرفگی[1] پناہِ عبدالقادرؒ
دُزد[2] آمد و بر رُتبۂ اَقطاب رسید
از جُنبشِ یک نگاہِ عبدالقادرؒ

۱ عجیب پن
۲: چور

از حق بطلب ، دُنُوِّ[1] عبدالقادرؒ
تا گُل[2] شُدَت ، سُمُوِّ[3] عبدالقادرؒ
بیہودہ سُخَن زنی چہ از قعرِ حضیض[4]
اے بے خبر از عُلُوِّ عبدالقادرؒ

۱: دُنُوّ، دال اور نون کی پیش کے ساتھ معنی قرب، نزدیکی
۲: گُل شُدن : ظاہر ہونا
۳: سین اور میم کی پیش کے ساتھ معنی بلند ہونا، اونچا ہونا۔ مراد بلندی
۴: قعرِ حضیض' قاف کی زبر آگے حاء کی زبر کے ساتھ معنی بہت گہرا کنواں پھر اُس کی بھی نچلی تہہ

مملوُّ[1] شدہ از نقیعِ[2] عبدالقادرؒ
سرخوش ز مئے نفیعِ[3] عبدالقادرؒ
صد شکر کہ داخلیم ما قادریاں
در سلسلۂ رفیعِ عبدالقادرؒ

۱: پُر : بھرا ہوا
۲: اَلنّقیع کھجور اور کشمش سے تیار شدہ شربت یا ٹھنڈا میٹھا پانی۔
۳: اَلنّفیع وَالنّفیعۃ، فائدہ، منفعت

از حُجّتِ لا زائلِ عبدالقادرؒ
مردود نہ شُد ، قائلِ عبدالقادرؒ
از غیب کُنند منش پُر ز مُراد
خالی نہ رَوَد سائلِ عبدالقادرؒ

۱ حُجّتِ لا زائل، ایسی دلیل جو کبھی زائل نہ ہو سکے

پس خُوردہ خُورانِ خوانِ عبدالقادرؒ
وز مُنتظرانِ نانِ عبدالقادرؒ
لرزد دلِ شیرانِ ببَر در بیشہ
از دبدبۂ سگانِ عبدالقادرؒ

۱ : جنگل

چیزے نہ سَتَد ز ننگِ عبدالقادرؒ
رنگے عجب است رنگِ عبدالقادرؒ
قانع بہ گلیم و بادشاہِ بے تاج
در خانۂ خود ملنگِ عبدالقادرؒ

۱ : سَتَدن، لینا، نہ سَتَد مضارع، نہیں لیتا
۲ : شرم۔
۳ : گدڑی۔
۴ : یہ فارسی کا لفظ ہے بمعنی آزاد منش، قیدِ رسُوم سے آزاد ۔

بر خلقتِ پاک زادِ عبدالقادرؒ
برقامتِ خوش نہادِ عبدالقادرؒ
باشد کہ شوی مُشرّف از دیدارش
می نال دِلا بہ یادِ عبدالقادرؒ

۱ پیدائش
۲ اصل
۳ طریقہ، اصل
۴ می نال، روتا رہ

از چہرۂ ہمچو ماہِ عبدالقادرؒ
وز چشمِ جہاں پناہِ عبدالقادرؒ
لعنت بہ مئے دَنِیؔ[1] کہ جامے زدہ ایم
از خُمکدۂ نگاہِ عبدالقادرؒ

[1]: دَنِی دال کی زبر اور نون کی زیر کے ساتھ معنی خفیف، گھٹیا اور پست فطرت۔

التجا بحضورِ باری تعالیٰ

دارم بہ گُلُو زمامِؔ[1] عبدالقادرؒ
خورسند شوم ز نامِ عبدالقادرؒ
در عفوِ تُو و اُمیدِ من دُوری نیست
تُو قادر و من غلامِ عبدالقادرؒ

[1] ڈور، رسّی

گویم بخدائے شیخ عبدالقادرؒ
نازم بہ وِلائے شیخ عبدالقادرؒ
چوں تنگ شود زمینِ محشر بر من
اُفتم در پائے شیخ عبدالقادرؒ

در حِفظِ خدا، دیارِ عبدالقادرؒ
مَصئُوںؔ[1] ز عَدُو حِصارِ عبدالقادرؒ
برتر ز غمِ جہاں، جہانِ طَرَب بَش
بے خوفِ خزاں، بہارِ عبدالقادرؒ

[1] بچایا ہوا، حفاظت کیا ہوا

اے سالکِ[1] دلدادۂ عبدالقادرؒ
پائے مکش از جادۂ عبدالقادرؒ
یک جُرعۂ[2] نوش زکاساتِ وصال[3]
بنگر چہ کُند بادۂ عبدالقادرؒ

۱: راستہ چلنے والا۔ اصطلاحِ صوفیاء میں وہ شخص جو قربِ الٰہی کا طالب ہو
۲: گھونٹ
۳: کاساتِ وصال، وصل کے پیالے۔ شیخؒ کے مشہور قصیدہ سقانی الحب کی طرف اشارہ

از نورِ علومِ شیخ عبدالقادرؒ
وز دفعِ ہمومِ[1] شیخ عبدالقادرؒ
در چشمِ بلاد محترم شد بغداد
از فیضِ قدومِ شیخ عبدالقادرؒ

۱ اندیشے، پریشانیاں

در مُلکِ صفا، صفی ست عبدالقادرؒ
پورِ[1] حسنؓ و علیؓ ست عبدالقادرؒ
در راہِ عمل اگر ضعیفیم چہ باک
با فضلِ خدا قوی ست عبدالقادرؒ

۱: پور۔ بیٹا

شُد مقتدیٔ ھُدائے عبدالقادرؒ
دارد بہ زباں ثنائے عبدالقادرؒ
از شیخ بہ دل کسیکہ دارد حبّے
بخشد اُو را خدائے عبدالقادرؒ

چوں سائلِ آستانِ عبدالقادرؒ
قسمت رَسَدم ز خوانِ عبدالقادرؒ
گفتا قدَمَم بہ گردنِ اَقطاب است
سُبحانَ اللہ ! شانِ عبدالقادرؒ

از یُمنِ تصرُّفاتِ عبدالقادرؒ
وز لُطفِ توَجُّہاتِ عبدالقادرؒ
باید ز نصیرؔ گر تُرا نام و نشاں
بنگر ! بہ رُباعیاتِ[1] عبدالقادرؒ

[1] مراد وہ رباعیات جو میں نے حضرت شیخؒ کی مدح میں کہی ہیں۔ (نصیرؔ)

بحوالۂ علم حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ؒ

در عِلم ، کلیمِ طُورِ عبدالقادرؒ
تاجُ العُلَماء ، پُورِ[1] عبدالقادرؒ
باشد وَلَدِ نَبِیہ[2] سِرٌّ[3] لِاَبِیہٖ
در مہرؒ علی ، ظُہُورِ عبدالقادرؒ

[1]: بیٹا۔
[2]: نامور، جو عظیم صلاحیتوں کے سبب مشہور ہو۔
[3]: مشہور مقولہ "الولد سرٌّ لِابیہ" کی طرف اشارہ کہ بیٹا باپ کا راز یعنی اُسکی ذات وصفات کا مظہر ہوتا ہے۔

بحوالۂ حضرتِ پیر مہر علی شاہؒ

تلمیذِ[1] علیؓ ، دبیرِ[2] عبدالقادرؒ
در گولڑہ یک سفیرِ عبدالقادرؒ
از بہرِ تحفُّظِ شریعت در ھند
شُد مہرؒ علی ، وزیرِ عبدالقادرؒ

[1]: شاگرد
[2]: منشی

بحوالۂ حضرتِ گولڑوی رح

در عِلم و عمل مَظہرِ عبدالقادرؒ
در گولڑہ آں دلبرِ عبدالقادرؒ
با مِہر[1] بیا تو[2] بر درِ مہر علی
تا زُود رسی تا[3] درِ عبدالقادرؒ

۱ محبت
۲ تاکہ
۳ تک

بحوالۂ حضرت بابُو جی گولڑوی رح

آں نازشِ دُودمانِ[1] عبدالقادرؒ
چوں مہر علی ازانِ[2] عبدالقادرؒ
بابُو جی رح غلامِ مُحیِ الدّین آمد
در گولڑہ ترجُمانِ عبدالقادرؒ

۱: خاندان۔
۲: میں سے۔

وارفتہ و سودائیِ عبدالقادرؒ
شیدا و تمنّائیِ عبدالقادرؒ
مائیم زِ خیلِ بندگانش اے دوست
مستِ مئے مولائیِ عبدالقادرؒ

مستیز[1]! بہ فاقہ مستِ عبدالقادرؒ
بالا منشیں، ز پستِ عبدالقادرؒ
اے خواجہ! میا بجوشِ تخویف[2] کہ ہست
بر پُشتِ نصیرؔ، دستِ عبدالقادرؒ

۱ مت لڑ
۲ ڈرانا، خوف دلانا

عرشِ ناز

مجموعۂ کلام

(فارسی، اُردو، پنجابی، پوربی، سرائیکی)

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

بااہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر

بہ فطرتے کہ ادب گاہِ جوہرِ نسبی ست — ثنائے اہلِ کرم جُرمِ مدّعا طلبی ست

بہ دل غمے ز تغافل شعاریت دارم — گماں مبَر کہ فغانم فغانِ بے سببی ست

چہ آورم خبرے از تجلّیِ رُخِ دوست — ز کاکلش بہ نگاہم ہجومِ تیرہ شبی ست

نصیبِ اہلِ وِلا ہست رنگہائے نشاط — بگلشن از عجمیم و بہارِ ما عربی ست

کریم، اہلِ طلب را مُعزّز انگارد — کہ سر بلندیِ موج احترامِ تشنہ لبی ست

چہ شد گر آمدہ بانگِ اناالحق از منصور — کہ قطرہ مدّعیِ ذاتِ خود ز یَم نسبی ست

بہ کربلا نگر اندازِ بے نیازی ہا — کہ آلِ ساقیِ کوثر بہ دردِ تشنہ لبی ست

بہ مُصحفِ رخِ او چشمِ شوق نگشایم — درازدستیِ مژگاں بجلوہ بے ادبی ست

بدستگاہِ کمالش نصیؔر کس نرسد
ہر آنکہ معتکفِ آستانِ آلِ نبی ست

❁

اے دل! مدام بندہ آں شہر یار باش — بے غم ز گردشِ فلکِ کج مدار باش

ہرگز مپیچ گردنِ تسلیم ز امرِ دوست — چوں کوہ در طریقِ رِضا اُستوار باش

بے سوزِ عشق، زیست بود شمعِ بے فروغ — پروانہ وار مردِ محبّت شعار باش

لوحِ جبینِ خویش بہ خاکِ درش بِسائے — با روزگار ہمدم و با بخت یار باش

دل را بہ دامِ گیسوئے جاناں اسیر کن — وز بندِ راہ و رسمِ جہاں رستگار باش

از عشقِ دوست قطع مکن رشتۂ اُمید — آسودہ از ہجومِ غمِ روزگار باش

اے دل کنوں کہ بارِ امانت گرفتہ ای — محنت بہ جانِ خویش کش و بُرد بار باش

سر در رہش فدا کن و دل بر رُخش نثار — خون از جگر چکان و بچشم اشکبار باش

تا دُرد نوشِ ساقیِ کوثر شدی نصیؔر
سرشارِ بادۂ کرمِ کردگار باش

پئے کرم بہ زبانِ نگہ سوال کنم
دمے بہ چشمِ کرم بیں کہ عرضِ حال کنم

نہادہ ام بہ درِ عشق تا جبینِ نیاز
سرِ غُرور بہ راہِ تو پائمال کنم

شبِ فراقِ تو بنگر چہ سہمگینم کرد
ز بیمِ ہجر فغاں در شبِ وصال کنم

بود کہ روزِ جزا باعثِ نجات شود
ہمیں خیال کہ خود را سگت خیال کنم

تُو خود ز صُورتِ من حالِ زارِ دل دریاب
چہ آورم بہ زبان و چہ عرضِ حال کنم

شبِ دراز و غمِ ہجر و خوں فشانئ چشم
بہ سازِ ایں ہمہ ، نظّارۂ جمال کنم

نصیؔر دستِ طلب کے کنم بہ خَلق دراز
من التجا بہ خداوندِ لایزال کنم

ہر آنکہ اُو بہ کوچۂ اہلِ وفا رسد
حقّا بہ زیرِ سایۂ لُطفِ خدا رسد

اغیار شاد کام شوند از مئے نشاط
خالی شود ز بادہ چو ساغر' بما رسد

دل تنگ از حوادثِ عالم مشو چنیں
روزے بود کہ شاہدِ فرخندہ پا رسد

چوں چشمِ التفات کند سُوئے دیگراں
باشد کہ گاہ گوشۂ چشمے بما رسد

زاہد بہ راہِ الفتِ یزداں قدم نہاد
بینم ' بہ راہِ عشقِ بتاں تا کجا رسد

در آرزوئے قُرب' سلاطیں شدند خاک
مشکل کہ نزدِ بار گہش ہر گدا رسد

مائیم و راہِ پُر خطرِ عاشقی نصیؔر
یا یارِ بے وفا رسد و یا قضا رسد

بر درِ خوباں نظامے دیگر است | انتظام و اہتمامے دیگر است
خاک بر سر، چاک داماں، دیدہ تر | در محبّت ننگ و نامے دیگر است
السّلام اے مفتی و قاضی و شیخ | مسجدِ ما را امامے دیگر است
زاہداں در کعبہ ما در میکدہ | ہر گروہے را مقامے دیگر است
بر رُخِ روشن عجب زلفِ سیاہ | ایں زمیں را صبح و شامے دیگر است
بادشاہانِ جمال و حُسن را | ہر زماں، ہر دم غلامے دیگر است
در حریمِ جلوہ گاہِ دلبراں | ہدیہ و نذر و سلامے دیگر است

ہاں شرابِ عشقِ خوباں را نصیؔر
شیشہ و ساقی و جامے دیگر است

❁

بیا ! ز نُورِ طلعتش کنیم اکتساب ہا | کہ ذرّہ ہا ز پرتوش حریفِ آفتاب ہا
بحُسنِ یار کن نظر، ز غیر باش بے خبر | ز ایں گزر، ز آں گزر کہ این و آں حجاب ہا
برو بدامنِ یقیں، کنارِ دلربا گزیں | بر افگند ز رُوئے ایں حجاب ہا نقاب ہا
ہزار نالہ میشود ز تارِ دل ہمی رود | چو نالہا کہ می بُود ز چنگہا رُباب ہا
نگارِ مہ جبینِ ما، کرم بہ عاشقاں نُما | مکن ستم، مکن جفا، بدل نماند تاب ہا
دوا ز وصل کن صنم، نمک مپاش بر دلم | کہ ساخت آتشِ الم، ز سینہ ام کباب ہا
بہ عاشقانِ خستہ دم، بہ صحنِ باغ نِہ قدم | فگن ز چہرہ اے صنم حجاب ہا نقاب ہا
کجا روم ز کوئے تو، منم اسیرِ مُوئے تو | کہ حل شود ز رُوئے تو سوال ہا، جواب ہا
ز اُو اُمید کے شود کہ گوش بر سخن نہد | کہ گفتگو بر او بود چو نقش ہا بر آب ہا
ز چشمِ من ز فرطِ غم رود دُخاں دمبدم | چو میشود بلند ہم ز آب ہا حباب ہا

نصیؔر رَو براہِ دیں، گزر ز قیدِ آن و ایں
کہ ہست جملہ ایں زمیں، چو بر زمیں سراب ہا

چہ شد گر نازِ دارائی شہنشاہِ عجم دارد
کہ شامِ ما غریباں خندہ ہا بر صبحِ جم دارد

تُو اے مزدورِ جنّت سرِّ تقصیرم نمی دانی
بہ قدرِ جُرم، چشمِ رحمتش نازِ کرم دارد

ہر آنکس می شناسد جوہرِ تخلقِ انساں را
کہ در یادِ رُخِ کوثر جبیناں دیدہ نم دارد

نشانِ دوست از ما خاکساراں پُرسی اے سالک!
کہ آگاہی ز منزل دیدۂ نقشِ قدم دارد

ازیں کج گردناں باور مکن لافِ حضُوری را
مقیمِ آستانش سر ز بارِ لُطف خم دارد

بہ ہنگامِ ضعیفی می رسد نصرت ز یزدانش
ضعیفاں را کسے کو وقتِ قدرت محترم دارد

تماشا کن بہر منظر، چو خواہی حُسنِ مُطلق را
کہ عشق از دَیر ربطِ یک پرستی تا حرم دارد

توئی قسّامِ رحمت یا محمّد چوں سرِ محشر
کرم پروَدۂ چشمت ز محرومی چہ غم دارد

بیا با شوق در بزمِ نصیؔر اے تشنۂ مستی
کہ اُو در قحطِ خُوش ذوقی وجودے مُغتنم دارد

کرد تاراج دلم فتنہ نگاہے عجبے
شعلہ رُوئے عجبے، غیرتِ ماہے عجبے

باہمہ نامہ سیاہی نہ ہراسم از حشر
رحمتِ شافعِ حشر است پناہے عجبے

رُوئے تابانِ تُو در پردۂ گیسوئے سیاہ
بہ شبِ تار درخشانیٔ ماہے عجبے

رہزنِ حُسن رباید دل و دیں ہوش و خرد
گاہ گاہے سرِ راہے بہ نگاہے عجبے

نقدِ جاں باختہ و راہِ بلا می گیرند
ہست عُشّاقِ ترا رسمے و راہے عجبے

خواستم رازِ دلم فاش نہ گردد، لیکن
اشک بر عاشقیم ہست گواہے عجبے

ذرّۂ کوچۂ آں شاہِ مدینہ بودن
اے نصیؔر از پئے ما شوکت و جاہے عجبے

چوں جان و دل بہ درت صرفۂ نیاز کنم — بہ اوجِ اخترِ طالع ہزار ناز کنم

سرِ نیاز کہ خم از سرِ نیاز کنم — ز خاکِ پائے تو خواہم کہ سرفراز کنم

خوشا شبے کہ در آئی بہ کُلبہ ام چوں ماہ — خوشا دمے کہ بہ روئے تو دیدہ باز کنم

ز بوسۂ قدمت در ثواب کم باشد — تمام عمر اگر صرف در نماز کنم

نظر بہ جانبِ طوبیٰ مرا کجا اُفتد — کہ من نگہ بہ قدِ یارِ دلنواز کنم

ہزار نعمتِ دُنیا اگر مرا بخشند — نثارِ گوشۂ آں چشمِ نیم باز کنم

من از ہجومِ خیالِ مسلسلِ زلفش
نصیرؔ سلسلۂ شوق را دراز کنم

اے سروِ نازنینے اے تُرکِ بے نیازے — شورے زدی بعالم با قامتِ درازے

دستے دہد چو بختم بوسم ز فرطِ شوقت — پائے سگانِ کویت با صد ہزار نازے

آخر چرا نپرسی گاہے منِ حزیں را — دارم بر آستانت دائم سرِ نیازے

سُنبل سرِ ارادت آرد بپائے نازت — آئی اگر بہ گلشن با کاکُلِ درازے

دل بُرد با نگاہے از دستِ عشقبازاں — آں شاہِ کج کلاہے، آں ماہِ دلنوازے

تا از گدازِ ہستی راہے بخویش یابم — بستم چو شمعِ محفل احرامِ سوز و سازے

بے حاصل است قتلم با تیغ و تیر و خنجر — کارم تمام کردی با چشمِ نیم بازے

بارے نصیرؔ خواہی گر در جہاں سعادت
کُن بیعتِ ارادت بر دستِ پاکبازے

گر بر سرِ بالینم یک جلوہ بفرمائی
صد بار شوم قرباں اے پیکرِ زیبائی!

بلبل بہ گُل و قمری با سرو بہ بستانست
تو ہم کرمے فرما با نازِ دل آرائی

جانم بلب آمد ہم از حسرتِ دیدارت
نے طاقتِ غم دارم نے تابِ شکیبائی

مانندِ گدا گردم پیرامنِ کوئے تو
باشد کہ بر آوازم از خانہ بروں آئی

باز آ کہ گزشت از حد آزارِ فراقِ تو
درمانِ دلم فرما ز اعجازِ مسیحائی

اے ماہ چہ میدانی دردِ منِ آشفتہ
دانم کہ ندیدستی شامِ غمِ تنہائی

کن صرفِ دلِ اغیار اندازِ تغافل را
ما خاک شدیم اے گُل تو محوِ خود آرائی

یا رب بنما راہے از منزلِ پیدایم
بگزشت ہمہ عمرم در بادیہ پیمائی

لِلّٰہ نگاہے کُن اے یارِ پری رُویم
گردید نصیؔرِ تُو دیوانہ و سودائی

دل بُرد ز دستِ من مہ رُوئے فسوں کارے
دل سوز دل افروزے' دلدارِ دل آزارے

در معرضِ حُسنِ تو مثلِ خس و خاشاکیم
اے گُلکدۂ خُوبی! یک چشمِ کرم ، بارے

از پرتوِ رخسارت ' وز جلوۂ انوارت
ہر ذرّہ ضیا ریزے' ہر دشت چمن زارے

در چشمِ فسوں سازت' ہشیاری و سرشاری
اے مہوشِ طنّازے! اے دلبرِ عیّارے

ہوش و خردم بُردی' مفتونِ خُودم کردی
با چشمِ سیہ مستے ' با طُرّۂ طرّارے

تُو ایزدی ، ستّاری یک جلوۂ غفّاری
بر حالِ منِ رندے' سرمستِ سیہ کارے

با ایں کہ نصیؔر آمد کم کوش و تہی دامن
یا رب نظرے فرما بر حالِ منِ زارے

آں گل قبائے ما چو سوارِ سمند شد — شورے ز خلق رفت کہ آتش بلند شد
جاں گشتہ در فراقِ تو بیزار از جہاں — دل از جُنونِ عشقِ تو صحرا پسند شد
گیسو بہ دوش رفت چو صیّادِ ما بباغ — صد مُرغِ دل پرید و اسیرِ کمند شد
عیسیٰ دمی، تُو از پےِ بے چارگاں بیا! — اے دُوریَ تو باعثِ درد و گزند شد
اے مہ! جمالِ کُلبۂ تاریکِ پستِ من — از پائے تُو چو طارمِ اخضر بلند شد
تا دیدہ ام جمالِ تُو اے دل پسندِ من! — ہر چیز در دو دیدۂ من نا پسند شد
ناصح فرو گزار دلم را و راہ گیر — پندش مدہ کہ کار فرا تر ز پند شد
ایں بندۂ حقیر بود یا کہ آسماں — ہر آنکہ خاکِ پائے تُو شد، سر بلند شد
شیرینیٔ دہانِ تُو ریزد شکر بہ گوش — حرفیکہ با زبانِ تُو پیوست، قند شد

یارم چو شمعِ محفلِ اغیار شد، نصیرؔ
ناگہ دلم بر آتشِ غیرت سپند شد

❁

بہار آمد و سازِ بہار باید و نیست
فغاں کہ گُلبدنے در کنار باید و نیست

مرا کہ غنچۂ پژمُردہ ام بہ شاخِ وجود
ہوائے باغِ جہاں سازگار باید و نیست

بجامِ بخت مے از تیرگی نباید و ہست
بہ کامِ دل قدَحِ جلوہ بار باید و نیست

بحُسنِ غالیہ بیزاں مشو فریفتہ دل
کہ ایں گروہ ، مروّت شعار باید و نیست

کنوں کہ دلبرِ من آمد و بہار آمد
کنارِ کِشت و لبِ جوئبار باید و نیست

حدیثِ عشق کہ شرحش دہد بہ غمّازی
بہ اشکِ چشم مرا اختیار باید و نیست

بسے گزشت کہ در عالَمِ خراب، مرا
بہ دوستی دلِ صاف از غبار باید و نیست

شکستہ رنگیٔ بختم ببیں کہ وقتِ بہار
بہ نخلِ زندگیم برگ و بار باید و نیست

دریں چمن کہ پُراست ازخروشِ زاغ و زغن
نوائے طوطی و بانگِ ہزار باید و نیست

بسانِ پارۂ سیماب لرزہ ہا دارد
ہزار حیف کہ دل را قرار باید و نیست

صبا بپائے محبّاں رساں ز خاکِ نصؔیر
کہ تُربتش بہ سرِ رہگزار باید و نیست

مہِ من! بیادِ رُویت ز دو دیدہ خُوں فشانم
تُو بیا! دَمے ببالیں کہ رود ز شوق جانم

شدہ ام چو ذرّہ حیراں بہوائے دوست رقصاں
نہ بہ پستیٔ زمینم نہ بر اوجِ آسمانم

نہ قبائے فقر خواہم، نہ شکوہِ مُلکِ دارا
بہ اُمیدِ یک نگاہت چو گدا برآستانم

ہمہ رہرواں بمنزل من و دردِ خستہ پائی
کرم اے بہارِ رحمت کہ نحیف و ناتوانم

نہ روَم بداد بخشے ز مصائبِ جفایت
سرِ خود نہم بپایت کہ زخیلِ بندگانم

اگر از درم برانی نخرد کسم بچیزے
مفشاں ز دامن اے جاں کہ غبارِ آستانم

زنوائے من شبِ غم بفغاں رسد جہانے
دلِ سرد شعلہ گیرد ز تجلّیٔ بیانم

دو ہزار مُلکِ عشرت بدھند اگر نہ گیرم
کہ بہ ذوقِ بے نوائی بہ غمِ تُو شادمانم

ز رہِ گدا نوازی بہ نصیؔرِ زار چشمے
کہ جُز آستانِ پاکت بخدا درے ندانم

نشستہ ام بہ سرِ راہ و در تو راہے نیست
فُغاں، کہ بر منِ مسکیں تُرا نگاہے نیست

اُمیدِ جلوہ ز دیر و حرم مدار اے دل
کہ حُسنِ دوست مقیّد بجلوہ گاہے نیست

چہ لاف می زنی از رازِ آں حریمِ وفا
تُرا کہ بر درِ اربابِ شوق راہے نیست

بہ جُرمِ ناکسی ام ز آستانِ خویش مراں
بخاکِ تو کہ مرا جُز درت پناہے نیست

بہ اوجِ طالعِ رندانِ با خدا نازم
کہ ہیچ فرد ازیں قوم کم نگاہے نیست

مکُن بہ خستگیم اشتباہِ رنگِ ہَوا
کہ مرغِ ہمّتِ من صیدِ دامگاہے نیست

کجا نشاط و کجا خندہائے بزمِ نشاط
متاعِ خانۂ بے چارگاں جُز آہے نیست

جُزا ایں کہ لب نکشایند و خونِ دل نوشند
بلا کشانِ وفا را دگر گناہے نیست

برنگِ کج کُلَہاں پا منہ بہ بزمِ نصیؔر
کہ اُو ز حلقہ بگوشانِ کج کُلاہے نیست

سرِ شوقم اگر در پائے آں سروِ رواں بُودے
دلِ غمدیدۂ من رُو کشِ باغِ جناں بُودے

زہے قسمت کہ اُو بخشید جامِ عیش در محفل
وگرنہ ذوقِ مے نوشی نصیبِ دشمنان بُودے

نہ کاہیدے ز بحرِ لُطف و جُودِ پیرِ میخانہ
اگر یک جُرعۂ صہبا بہ کامِ تشنگاں بُودے

ستم از بیکسی کاندر جہاں یارے نمی دارم
نہ تنہا بُودمے' بامن اگر اُو مہرباں بُودے

برائے جاں سپاری رفتمے خود کاشکے آں دَم
چو تیغِ تیز قاتل بر گُلوئے کُشتگاں بُودے

بحمد اللہ بہ محفل دورِ جامِ مے بہ من آمد
وگرنہ شکوۂ بد قسمتی با آسماں بُودے

نگوں گشتے ز اوجِ بختِ اُو مہر و مہ و انجم
نصیؔر ار خاکِ پائے آں شہِ عرش آستاں بُودے

عقل را بے خود ز نازِ نرگسِ مستانہ کن
اے نگاہِ دلنشیں! ما را ز ما بیگانہ کن

جلوہ کن بر منظرِ دلہا بنازِ دلبری
عالمے را اے پری از عشوہ اے دیوانہ کن

گر ہمی خواہی کہ باشی ہمدمِ پیرِ مغاں
صحبتِ رنداں گُزین و خدمتِ میخانہ کن

بگزر از پرہیز و بگزار ایں ہمہ تزویر را
ہمچو مستاں عہد و پیماں با مَے و پیمانہ کن

بعد ازاں ممکن شود نظّارۂ آں شمعِ ناز
خویش را اوّل بسوزِ عاشقی پروانہ کن

جاں بیک ساغر نمی نیرزد اے نصیؔرِ مے پرست!
خویش را مستِ نگاہِ مُرشدِ میخانہ کن

دیدہ و دل بر تو قُرباں ہمچناں — اے مرا تُو آفتِ جاں ہمچناں
کارواں منزل بہ منزل می رود — من بہ گردِ ناقہ گریاں ہمچناں
اے ستمگر! غرقِ خوں شد عالمے — تیغِ ابروئے تو عُریاں ہمچناں
گرچہ راندی آشکار از دل مرا — دارمت در سینہ پنہاں ہمچناں
از غمِ دل آنچہ گفتم اے صبا — پیشِ آں گلچہرہ بر خواں ہمچناں
عالمے آباد و شاد از دستِ تُو — من ز دستت خانہ ویراں ہمچناں
گرچہ دادم خرمنِ ہستی بباد — ہستم از آتش بجاناں ہمچناں
گاو و خر را جامہ از دیبا و خز — مردِ دانا چاک داماں ہمچناں
مَصرفے دارد پرِ مور و مگس — خونِ انساں است ارزاں ہمچناں
گرچہ یوسف رفت و ہم بازارِ مصر — بُوئے عشق آید ز کنعاں ہمچناں

اے نصیؔر از شکوہ ہا بر بند لب
ہست بر تو لطفِ جاناں ہمچناں

❁

ہزاراں دل و جاں گرفتاری داری — چہ خوش طرزِ رفتار اے یار داری
چو واللیل کاکل ، چو خورشید طلعت — چو محراب ابروئے خمدار داری
بہ گیسو چہ زنجیر ، زنجیرِ مُحکم — بہ ابرو چہ شمشیرِ خونخوار داری
ز من گو صبا یک پیامِ محبّت — بہ درگاہِ حسنش اگر بار داری
چہ افزایدم قدر در بارگاہت — چو من بندۂ خویش بسیار داری
یکے حشر ساماں ، یکے گل بداماں — چہ رفتار داری ، چہ رخسار داری

نصیؔرے کہ با جورِ تو خُو گرفتہ
عجب عاشقِ ناز بردار داری

دلِ دیوانہ را در حلقۂ زلفِ دو تا کردی
کرم کردی، عطا کردی، روا کردی، بجا کردی

نگاہِ نازِ خود سُوئے رقیب اے دلربا کردی
بہ نخچیرے غلط انداختی، تیرے خطا کردی

نقابِ حُسن را بر دشمناں از لطف وا کردی
کشیدی آستیں بر رُخ ز مشتاقاں حیا کردی

نہ الفت را گرامی داشتی نَے اہلِ الفت را
چرا آخر ستم با عاشقانِ خود روا کردی

رسانیدی شمیمِ زلفِ اُو را تا مشامِ من
چہ احساں بر منِ مہجور اے موجِ صبا کردی

نگاہِ رحمتت آخر سبق بُرد از غضب یا رب
گنہ کردم، کرم کردی، خطا کردم، عطا کردی

بہ درگاہِ تو یا رب چوں نصیؔرِ شرمسار آمد
عیُوبش از کرم پوشاندی وحاجت روا کردی

فتنہ بپاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو
عینِ قیامت آمدہ آں قدِ دلربائے تو

برقِ نظارۂ جہاں دیدۂ سُرمہ سائے تو
سُرمۂ چشمِ عاشقاں ذرّۂ خاکِ پائے تو

جاں نہ بود خُور رائے تو، سر نہ سزد بپائے تو
غرقۂ آبِ خجلتم تا چہ کنم فدائے تو

ہست دلے بہ پہلو ام کُشتۂ غمزہ ہائے تو
عُمر تمام کردہ ام در ہوسِ لقائے تو

من بہ رہت فتادہ ام، ہوش زدست دادہ ام
بندہ ام و نہادہ ام، سر بہ درِ سرائے تو

زندگیٔ عیاں تُوئی، راحتِ عاشقاں تُوئی
آبِ حیات می چکد از لبِ خندہ زائے تو

ہر طرفے کہ می روی خسروِ نازنینِ من
خیلِ بُتاں چو بندگاں می رود از قفائے تو

صُبحِ اُمیدِ عاشقاں از رُخِ تو کند طلوع
مطلعِ حُسنِ سرمدی طلعتِ جانفزائے تو

بہرِ خدا مراں مرا شاہ تُوئی و من گدا
از درِ تو رود کُجا بادشہا! گدائے تو

گرمِ طوافِ کوئے تو مہرِ منیر ذرّہ وار
سر بہ خمیدن آردش عارضِ حق نُمائے تو

چشمِ عطا ہے خدا شاہِ غریب پرورم!
ہست نصیؔرِ بے نوا بندۂ بے نوائے تو

با ہمہ ناز و دلبری پاسِ وفا نمی کنی
اے بُتِ فتنہ گر چرا خوفِ خدا نمی کنی

در رہ انتظارِ تُو چشم سفید کردہ ایم
یُوسفِ دل نوازِ ما چشم بما نمی کنی

در تپشِ فراقِ تُو سوختہ دل شدیم و تُو
ہیچ گہے گزر بما مثلِ صبا نمی کنی

اے کہ تغافلِ تُو ہست گلشنِ زیست را خزاں
خوار و زبوں شویم ما گر تُو عطا نمی کنی

از پےِ انتظارِ تو بر سرِ رہ گزارِ تو
عُمر گزشت و خویش را جلوہ نما نمی کنی

جاں بلب اے طبیبِ دل در غمِ ہجر شد نصیؔر
دردِ فراق دادہ ای از چہ دوا نمی کنی

ساقیا در گردش آور جام را
ہاں ! جوابے ، گردشِ ایّام را

پائے خود مانُوس کن با خار و سنگ
خوش بنہ در راہِ الفت گام را

گشت دل دیوانہ و زنجیر کرد
گیسوئے آں یارِ گُل اندام را

پُختہ اے باید بہ راہِ عاشقی
بر نہ تابد عشق ، طبعِ خام را

چوں تُرا جوئیم در ہر خاص و عام
خاص پنداریم ما ہر عام را

من برائے دانہ کے اُفتم بہ دام
از رہم صیّاد بر چیں دام را

نامہ بر ! سوزِ دلم ہمراہ گیر
گر بہ اُو از من بَری پیغام را

آخر از لوحِ ضمیرِ خود نصیؔر
محو کردم حرفِ ننگ و نام را

رُوئے یارِ خود بنگر اصلِ مدّعا اینست
از خدا طلب اُو را حاصلِ دعا اینست

نسخہَ زمن بشنو در رہِ محبّت دَو
خاکِ پائے جاناں شو رازِ کیمیا اینست

در حریمِ یکتائی ماسوٰی نمی گنجد
دل ز غیر خالی کن ترکِ ماسوٰی اینست

در عیوبِ خود بیند چشم از جہاں بندد
عیبِ دیگراں پوشد بندہَ خدا اینست

خوشہَ وفا چیند راہِ آشنا بیند
مردِ خوش ادا این و پیکرِ وفا اینست

ہر چہ از خدا آید دم مزن مکن شکوہ
خم جبینِ خود گرداں شیوہَ رضا اینست

سلطنت اگر خواہی باش بندہَ شاہے
زیرِ دامنش بنشیں ظلِّ صد ہُما اینست

در محبّتِ جاناں اے نصیؔر تُو یکسر
خویش را فنا گرداں معنیَ بقا اینست

عجب لذّت تماشائے تو دارد
جہانِ دل تمنّائے تو دارد

ز حیرت پا بہ گِل ہر سروِ بُستاں
چہ رفعت قدِّ زیبائے تو دارد

عرق ریز است جامِ مے ز خجلت
چہ مستی چشمِ شہلائے تو دارد

معطّر شد مشامِ جاں ز بُوئے
کہ گیسوئے دلآرائے تو دارد

خوشا آں دل کہ باشد محوِ یادت
خوشا آں سر کہ سودائے تو دارد

نباشد سہل ترکِ آرزویت
دلم ہر دم تقاضائے تو دارد

نصیؔرِ کشتۂ تیغِ فراقت
بہ دل حسرت زلیخائے تو دارد

خبرے گرت بہ مشامِ جاں ز مقامِ عشق و وفا رسد
بخُدا نگاہِ تو از فنا جِہَد و بہ مُلکِ بقا رسد

بہ چساں ز خود مَنَشی رسم بحریم بزمِ جلالِ اُو
بہ ہزار حیلۂ جستجو بدریکہ پیکِ صبا رسد

ہمہ سر بہ جیبِ تَحیُّرم کہ شوم دوچارِ حقیقتے
پئے حلِّ عقدۂ ہستیم نظرے کجاست کہ تا رسد

اَثرے گرفتہ ازیں سخن کہ من از خمیر ہمیں گِلَم
چہ شود پیامِ مروّتے اگر از شہے بہ گدا رسد

تو گراں محیطِ حقیقتی ز فریبِ مدحِ جہاں گزر
ز سبک سری غلط است اگر چو غبار سر بہ ہوا رسد

بہ نشیں براہِ خود آگہاں بہ اُمیدِ چشمِ عنایتے
بود آنکہ آمدہ دلت ز نگاہِ شاں بہ جِلا رسد

چہ کشی نصیؔر غمِ طلب بہ نشیں بہ زاویۂ ادب
ہمہ جا اگر نہ رسیدہ ای، سخنِ خُوشت ہمہ جا رسد

چہ گویمت دوش آمد از در چہ عشوہ ریزے چہ فتنہ کارے
رفیق جوئے، شفیق خوئے، دقیق موئے، حسیں نگارے

بلند ہوشے، سپند جوشے، ادا فروشے چمن بدوشے
شگفتہ کامے، خجستہ نامے، کرشمہ دامے، فریب کارے

بجلوہ شاہے، بچہرہ ماہے، جواں نگاہے، جہاں پناہے
بہ لب عقیقے بہ دل رقیقے بہ خُو خلیقے، بہ رخ بہارے

چو گفتمش اے دو دیدہ قرباں مگر ربودی تو راحتِ جاں
بگفت از راہِ بے نیازی دریں نداریم اختیارے

بگفتمش ایں چہ شد کہ یکسر نماند در شورشِ حیاتم
بہ لب نوائے، بہ سر ہوائے، بہ سینہ آہے، بہ دل قرارے

اگر چہ دامن کشید از من ولے فتادم بپائے نازش
بگفتمش، زحمتِ علاجے، تبسّم کرد و گفت، آرے

اگر تُو خواہی ز سازِ ہستی، رسی بہ آہنگِ نغمۂ کُن
الاپ در وجدگاہِ عالم نی دھا نی دھا پا ما گا ما گا رے

شدم فلاطونِ خود پرستی کجا است آں بے خودی و مستی
کرم کن اے پیرِ مَے فروشاں! گدائے کُو یَت نصیّر زارے

❀

وارفتگی و مستی در عہدِ شباب اَولیٰ
در دورِ گُل و لالہ دورِ مئے ناب اَولیٰ

اے زاہدِ ظاہر بیں! بیہودہ چہ می لافی
از زُہدِ ریا باشد یک جُرعہ شراب اَولیٰ

من رندِ سیہ مستم وعظِ تو نمی فہمم
از موعظہ و تلقیں آہنگِ رَباب اَولیٰ

در میکدۂ ہستی رقصیم ز سر مستی
کایں عُمرِ گرانمایہ وقفِ مئے ناب اَولیٰ

از خرقۂ سالوسے، و ز سُبحۂ تزویرے
مِینا و قَدَح بہتر، طاؤس و رَباب اَولیٰ

ازچشمِ وفا کیشاں اے دوست چہ پوشی رُو
کز دیدۂ نا محرم ایں شرم و حجاب اَولیٰ

ہر ذرّہ براہِ اُو دارد خبر از منزل
در چشمِ حقیقت بیں، حرفے ز کتاب اَولیٰ

در بزمِ سخن سنجاں بے علم مزن حرفے
بے طاقتِ دانائی ناگفتہ جواب اَولیٰ

آں چشم کہ می بیند جز چہرۂ جانانہ
محرومِ نظر خوش تر، آسودہ بخواب اَولیٰ

از بزمِ ریاکاراں بگزشت نصیّر آساں
ایں رندِ خراباتی بدنام و خراب اَولیٰ

(در زمینِ حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ)

اے کہ نامت بر زبانِ ما غریباں ہر دمے
وے کہ یادت مُونسِ ہر بیدلے در ہر غمے

از جمالِ رُوئے تُو جمعیّتِ صد جان و دل
و ز پریشانیِّ زلفِ تُو، پریشاں عالمے

از خطا شرمندہ ام لطفے بفرما اے کریم!
رشحۂ ابرِ کرم، موجے نہ کاہد از یمے

ساقیم آں بادہ اندر کاسۂ جاں ریختہ
در نگاہِ مستِ من شُد چُوں حزف جامِ جمے

خود بگو چُوں عُرضہ دارم بر تُو حالِ شوقِ دل
نامۂ من تنگ دامن، نامہ بر نا محرمے

ناوکِ تُو چُوں کہ باشد چارۂ زخمِ جگر
اے خوشا صیدیکہ از تیرِ تُو یابد مرہمے

جاں بلب آمد نصیؔر از فرقتِ دلدارِ خویش
زندگی یابد اگر بیند رُخِ آں ہمدمے

(درزمینِ حضرت خواجہ حافظؔ شیرازیؒ)

دیدۂ ماہ ہرزہ گردِ جلوۂ گلزار نیست
خود گلستانیم ما را با گلستاں کار نیست

در نگاہِ ما نگنجد عشوۂ رنگِ دوئی
ماسوا را در دلِ وحدت پرستاں بار نیست

حُسنِ کامل بے نیاز از منّتِ مشاطگیست
کاملاں را احتیاجِ جُبّہ و دستار نیست

قدرِ گُل بلبل بداند، قدرِ جوہر جوہری
در نگاہِ زاغ و کرگس وَقعتِ گلزار نیست

دانہ را آخر بہ ہمّت می کشد مورِ ضعیف
ہیچ کارے پیشِ اربابِ ہمم دشوار نیست

درزمینِ طوطیٔ ہند حضرت امیر خسروؒ

خار و خس را ہم کند سیراب ابرِ نو بہار
رحمتِ حق محض بہرِ مردِ خوش کردار نیست

چشمِ بلبل لائقِ دیدارِ رُوئے گل بود
ہر نظر شائستۂ دیدِ جمالِ یار نیست

از زباں گویا تر است آرے نگاہِ کاملاں
اہلِ معنیٰ را بہ محفل حاجتِ گفتار نیست

ہر کہ اُو گل شد مپندارش چو طُوطی رازداں
ہر کہ پیماید قوافی رومی و عطّار نیست

بر نہ تابی جلوہ اش، عکسِ جمالش را بیاب
چوں بہ احمد گم شدی' دیدِ اَحَد دشوار نیست

کافرِ عشقم بہ قولِ حضرتِ خسرو' نصیّر
''ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زُنّار نیست''

غنی شدیم ز جاہ و جلالِ شاہانہ
بس است فخرِ غلامیِّ پیرِ میخانہ

بہ پیشِ چشمِ تو ہیچ است جام و پیمانہ
نثارِ نیم نگاہت ہزار میخانہ

تُو ہمچو شمع فروزاں عِذار افروزی
بہ گِردِ رُوئے تو گردم مثالِ فرزانہ

خرد حجاب و جنون است باریابِ حضور!
اگر تو واقفِ رمزی' مباش فرزانہ

زِ حُسنِ تُست نمایاں جمال و جلوۂ حق
حدیثِ شمس و قمر پیشِ رُویت افسانہ

ہزار فتنہ ز موجِ خرامت انگیزی
بہ صحنِ گُلکدہ مخرام بیش مستانہ

ز چشمِ غیر نہاں باش و دلبرانہ در آ
بہ انتظار گہِ چشم' بے حجابانہ

جنونِ ہوش و خرد را ز مغز بیروں کن
بپائے یار بنہ عقل و ہوش نذرانہ

براہِ میکدہ یاراں کنید تدفینم
زہے نصیب شوم خاکِ راہِ میخانہ

مراں ز بارگہِ خویشتن مرا ہرگز
کہ آمدم بہ درِ تُو نیازمندانہ

نصیّر فاش مگو حرفِ راز در محفل
کہ بس بلند شدی در طریقِ رندانہ

(در زمینِ حضرت مولنا جامیؒ)

اگر است در دولت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
بحریم جلوۂ خود نشیں کہ ترا ازو خبرے رسد

شبِ تار و گریۂ مستقل منم و کشاکشِ زخمِ دل
بہ امید آنکہ ستارہ اے سرِ مطلعِ سحرے رسد

خبرے نیامدہ از قفس ز مآلِ طوطیِ خوش نفس
مگر اہتمامِ گزندِ اُو بہ غبارِ مُشتِ پرے رسد

مئے جستجو نہ چشیدہ ای بہ تجسّسے نہ خمیدہ ای
تُو بہ فہمِ خود چہ رسیدہ ای کہ بہ کُنہِ تو دگرے رسد

بہ نگاہِ پُر ہوسانِ تن چہ تمیزِ آدم و اہرمن
پئے امتحاں بہ عیارِ فن مگر آنکہ دیدہ ورے رسد

چہ کشی مذلّتِ مُبہمے بہ تلاشِ کوثر و زمزمے
بدہش ز گریۂ شب، نمے کہ بہ نخلِ دل ثمرے رسد

مدد اے کرشمۂ آرزو کہ نصیؔر در رہِ جُستجو
نفَسے کشد، سخنے زند، قدمے نہد، بہ درے رسد

(در زمینِ حضرتِ میرزا عبدالقادر بیدؔل)

❁

چہ سخن رسید ز شورِ دل بہ لبانِ زمزمہ سازِ من
کہ بہ خلق رفتہ قیامتے زنوائے سینہ گدازِ من

چہ طلسمِ حیرتِ مُطلقم، چہ فسونِ عقلِ مُجرّدی
نہ بمن رسد تگ و تازِ تو نہ بتو رسد تگ و تازِ من

مخروش پیشِ من ایں قدر بہ غرورِ نعمتِ سیم و زر
کہ بلندیٔ سرِ آسماں نرسد بہ گردِ نیازِ من

نہ من آنچناں کہ بتو رسم نہ تو آنچناں کہ بمن رسی
تو و بزمِ عشرت و عافیت من و نالہ ہائے درازِ من

شدہ ام زجلوۂ دوست پُر پس ازیں مرا ہمہ اُو شُمر
کہ شرارِ برقِ حقیقتش ہمہ سوخت طُورِ مجازِ من

عبث است ذکرِ مئے دَنی بگزار ایں ہمہ پُرفنی
بنشیں کہ یک دو قدَح زنی ز نگاہِ بادہ نوازِ من

(در زمینِ حضرتِ بیدؔل)

❁

بہ قضائے مفتیٔ رنگ و بُو بہ کرشمہ ہا ہمہ کردہ خُو — چہ تو و چہ جلوۂ نازِ تُو چہ من و چہ رنگِ نیازِ من

نہ نِہم بہ عظمتِ آسماں سرِ مُحتشَم بہ درِ خساں — کہ نداد درسِ تملّقم ز ازل معلّمِ نازِ من

بہ سُرورِ دیدۂ سُرمگیں ، نگہے کرشمہ در آستیں — بہ خَمِ دو کاکلِ عنبریں، کرم اے شکستہ نوازِ من

نہ روم بہ مسجد اگر کشاں زجنوں سری غلطم مخواں — بہ دریکہ خَم شود آسماں چہ ،بساطِ پُشتِ نمازِ من

چہ کنم نصیّر بہ ناکساں نَظَرِ ہوس پئے آب و ناں
کہ ہزار مرحمت و کرم بنمودہ میرِ حجازِ من

بہ آہنگِ میرزا بیدلؒ

تَعالیَ اللہ چہ زیبا بر سرِ محفل نَشَستَستَش — تو گوئی جان و ایمان و دلِ عالم بد ستستش

جنوں درکارِ خود ہشیار از فیضِ نگاہِ اُو — خرد رم خوردۂ جامِ رحیقِ چشمِ مستستش

کجا اغیار و اعدا ' خویش را بیگانہ می بینم — کہ از پیوستنش بس وحشت افزا تر گَسستَستَش

ز یادِ خود مدہ آوارۂ دشتِ محبّت را — بجانِ تو کہ یادِ تو متاعِ بُود و ہستستش

دلِ عاشق در آشوبِ ملامت آنچناں ماند — کہ صیّاد است و از ناوک زبُوں صیدے بہ شَستستش

خِضر در سبزۂ خطّش بہارِ زندگی جوید — مسیحا نیم جاں در یادِ لعلِ مے پرستستش

ز افسوں کاریٔ مہر و عتابش سخت حیرانم — کہ از وے در جہانِ دل گُشادِ کار و بستستش

چہ دریا بند ایں صورت پرستاں ذوقِ آں رندے — کہ مثلِ موج صد وارفتگی ہا در شکستستش

نہ وارَستست از پیکانِ چشمِ مستِ اُو صیدے — ز دامِ طُرّۂ پُرخم کرا یارائے جستستش

جہانِ اہلِ دل از جلوۂ رخسارِ اُو روشن
نگاہِ گُل رُخاں مخمورِ چشمِ مے پرستستش

نہ گنجد در بیاں ہا رفعتِ آں مردِ حق مستے
کہ شان و شوکتِ آفاقیاں در دیدہ پستستش

بہ چشمِ کم مبیں ہرگز نصِؔیر دردِ ساماں را
کہ شامِ زندگی روشن تر از صبحِ الستستش

(بہ آہنگِ میرزا عبدالقادر بیدلؔ)

❁

سرِ لوحِ مصحفِ رُخ کُشا کہ بہارِ صبح دمیدہ ای
کرمے کہ یُوسفِ رحمتیٰ نظرے کہ دولتِ دیدہ ای

ہوسِ نیازِ ہر آستاں نہ کشد بہ ہرزہ گدائیم
بہ غبارِ راہِ تو قانعم تو اگر ز من ببریدہ ای

پر و بالِ سعیٔ عبث مزن بہ عبورِ بامِ الُوہیت
بوفائے حقِّ عبودیت کہ بہ فکرِ سگ نرسیدہ ای

نفسے بمشقِ خود آگہی نظرے گُشا و بخود نگر
کہ امینِ جلوۂ سرمدی کہ بہارِ حُسنِ ندیدہ ای

چہ بلا ربودۂ غیرتی کہ بجذبِ پُر اثرِ نفَس
تب و تابِ جوہرِ رنگ و بُو ز دماغِ غُنچہ کشیدہ ای

ستم است ایں روشِ جنون کہ زخود فریبیٔ پُر فُسوں
نظرے بہ اُو نہ گشودی و نفَسے ز خود نرمیدہ ای

نہ بچشمِ تو اثرِ نمے، نہ بسینہ ات خلشِ غمے
چہ تشخّصی چہ تعیّنی کہ بداغِ دل نہ تپیدہ ای

غمِ چشم و کاکلِ این و آں پئے تست جائے ندامتے
تو کہ جیبِ ہستیٔ خویش را بجنونِ خود ندریدہ ای

چہ قدر بخواہشِ ماسوا، رمِ تست ہرزگی آشنا
کہ دلِ تو طُورِ تجلّی و تو بہ طوفِ کعبہ دویدہ ای

عجب است قصّۂ غفلتت کہ بہرزہ شورشِ ما و من
بحضورِ سمعِ قبولیت سخنے ز خود نشنیدہ ای

قِدَم و حدُوثِ تو پُر زیاں، عدم و وجودِ تو ہمعناں
تُو اگر بیادِ نگاہِ اُو قدَحِ جُنوں نہ کشیدہ ای

طرب اے نصِؔیر ابوالبیاں چہ شوی فسردہ ز ابلہاں
کہ تو در نگاہِ چمن دلاں ہمہ جلوہ ای، ہمہ دیدہ ای

(بہ طرزِ حضرت بیدلؔ)

چہ دلے کہ مستِ طرب نشد ز دو چشمِ بادہ بجامِ تو
چہ قیامت است کہ سرنزد ز خرامِ فتنہ بہ گامِ تو

خمِ زلفِ تست مرا اماں، سرِ کُوئے تست بہارِ جاں
نروم بہ طُورِ تجلّیے ز درت، بہ عظمتِ نامِ تو

زفسوں خرامیٔ خود خجل ہمہ غرقِ حسرتِ دیدنت
خبرے کہ کرد بہ آہواں ز بہارِ موجِ خرامِ تو

بمقامِ صُلح رسیم گے، تو بہ زہد و من بہوائے مے
بتاملے مژہ باز کن چہ جوابِ من، چہ سلامِ تو

چہ بساطِ ذرّۂ ناتواں، چو سمندِ اخضرِ آسماں
بہ فُسوں عنانیٔ کہکشاں نرسد بہ گردِ خرامِ تو

دلِ من بہ نشۂ معنوی شدہ مستِ بادۂ سرمدی
تو کجا و یادِ من از کجا دو جہاں فدائے پیامِ تو

اگر از تو مہر بُریدہ ام و گر از درت برمیدہ ام
کرمے بمن کہ رسیدہ ام بحریمِ رحمتِ عامِ تو

تو و مشقِ زینت و آئنہ پسِ پردہ باہمہ آبرو
من و چشم و کوئے ملامتے بہ اُمیدِ جلوۂ بامِ تو

خم و [illegible] سطحیم چہ زنم دم از عُمقِ آگہی
قمرِ سپہرِ تقدّسی، چہ رسم بہ عرشِ مقامِ تو

بہ درِ خزانکدۂ جنوں چو بہارِ یادِ تو پا نہد
بخدا کہ صبحِ طرب دمد بہ دیارِ وحشیِ رامِ تو

چہ کنم جز اینکہ جبیں نہم بہ غبارِ راہِ تصوّرت
لبِ خشک و رحمتِ موجِ یم، منِ تیرہ بخت و پیامِ تو

چہ گُلی بہ گُلکدۂ صُور بہ جمالِ غمزۂ ناز و فر
کہ زباں خورد خمِ گردشے بہ طوافِ کعبۂ نامِ تو

تب و تابِ سینہ بجُوں رسد، دو جہاں بدامِ فُسوں رسد
دلِ عاشقے بجُنوں رسد ز تبسّمِ لبِ بامِ تو

لبِ تست معبدِ رنگ و بُو، رُخِ تست کعبۂ آبرو
چہ کنم اگر نہ جُنوں کنم منِ پر شکستہ بہ دامِ تو

شدہ غرقِ زورقِ آرزو بہ ہجومِ لُجّۂ جُستجو
کرم اے نصیؔرِ شکستگاں! کہ نصیؔرِ خستہ غلامِ تو

با چہ ناز اے سروِ زیبا با چہ رفتار آمدی
رونقِ گلہائے شکستی چوں بہ گلزار آمدی

صید خواہی کرد صدہا مُرغِ دل اے نازنیں!
در گلستاں با کمندِ زلفِ خمدار آمدی

چوں تو اندر خانہ بودی خانہ بر انداختی
یک جہاں دیوانہ کردی چوں ببازار آمدی

وردِ دل شُد راحتِ جاں اے بُتِ عیسٰی نَفَس! | از کرم چوں بر سرِ بالینِ بیمار آمدی
وا نمودی حُسنِ خود در جلوہ ہائے رنگ رنگ | گاہ بر منبر شدی گہ بر سرِ دار آمدی
لالہ گشتہ پا بہ گِل، گُل از رُخت ماندہ خجل | اے سرت گردم! بایں خوبی بہ گُلزار آمدی
یاورم آمد کہ عُمرِ رفتہ ہم آید بباز | تا تو یارِ بے وفا در خانۂ یار آمدی
از غمِ عشقِ بُتاں آزاد بودی در جہاں | اے دلِ ناداں! بزُلفش خود گرفتار آمدی

کارِ مرداں روشنی و گرمی است آرے نصیؔر
بزمِ یاراں گرم کردی چوں بہ گفتار آمدی

کارِ مرداں روشنی و گرمی است۔ یہ مصرع حضرت مولنا رومی کا ہے
(در زمینِ حضرت شیخ عبد القدّوس گنگوھی)

عاشقاں را عزّ و شانے دیگر است | شوکت و اجلال و آنے دیگر است
آنکہ کردہ صیدِ خود مرغِ دلم | آں کماں ابرو جوانے دیگر است
داستانِ دل ز دل دلبر مپرس | داستانش، داستانے دیگر است
می شویم افسردہ از کربِ فراق | گلشنِ ما را خزانے دیگر است
اے کہ بینی بر لبم موجِ نشاط | در دلم آہ و فغانے دیگر است
نے گزر آنجا گمان و وہم را | محوِ حُسنت را جہانے دیگر است
تُو قدم بنہی گر از راہِ کرم | ایں زمیں ہم آسمانے دیگر است
سادہ دلہا را کند غارت ز حُسن | رہزنِ ایں رہ جوانے دیگر است
شد مکانِ دل خمِ زلفِ بُتاں | ہر مکینے را مکانے دیگر است
از دکانِ جو جو فروشاں جَو طلب | دُرِّ معنیٰ از دکانے دیگر است

در طریقِ جُستجوئے بے نشاں　　　بے نشاں گشتن نشانے دیگر است
زہد و تقویٰ، حسن و خوبی، علم و عشق　　　مہرِ[1] ما را آسمانے دیگر است

بہرِ تفہیمِ کلامِ ما نصیؔر
نکتہ سنجے، نکتہ دانے دیگر است

نمبر(1) حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی طرف ایک لطیف اشارہ

خمسہ بر غزلِ حضرت سعدی شیرازی

بر سفر اے ماہِ زیبا می روی　　　کردہ ویراں شہرِ دل را می روی
عالمے ہمراہ و تنہا می روی　　　سروِ سیمینا بصحرا می روی
سخت بے مہری کہ بے ما مے روی

پیر و برنا بستۂ گیسوئے تو　　　مست کردہ اہلِ دل را بُوئے تو
قبلۂ دل، کعبۂ جاں کُوئے تو　　　اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو
تو کجا بہرِ تماشا مے روی

قلبِ ناشاداں ز یک حرفِ تو شاد　　　تا ابد گلزارِ حُسنت تازہ باد
اے کہ دیدارِ تو نَیلِ ہر مُراد　　　گر قدم بر چشمِ من خواہی نہاد
دیدہ بر رہ می نہم تا می روی

اے وجودت در حسیناں معتبر　　　چہرۂ تو باعثِ عیدِ نظر
آئنہ گوید کہ اے رشکِ قمر　　　گر تماشا می کنی در خود نگر
کے بخوشتر زیں تماشا می روی

تُو کہ در خوبی ز خُوباں برتری　　خود حجابِ حُسنِ خود را می دری
بے نقاب از چشمِ عالم بگذری　　رُوئے پنہاں دارد از مردم پری
تو پری رُو آشکارا می روی

جان و دل ہموارہ خاطر خواہِ تست　　ویں نصیؔرِ خستہ خاکِ راہِ تُست
ہمچو اُو صد بندۂ درگاہِ تُست　　دیدۂ سعؔدی و دل ہمراہِ تُست
تا پنداری کہ تنہا می روی

❁

خمسہ برغزلِ مولٰنا ہلالؔی اَستر آبادیؒ

از حُسنِ تو افتادہ چہ شورے بہ زمانہ　　عالم ہمہ جویائے تو اے دُرِّ یگانہ
ہر کس ز تو دارد بہ لبِ خویش فسانہ　　اے تیرِ غمت را دلِ عُشّاق نشانہ
خَلقے بتو مشغول و تو غائب زمیانہ

از دردِ تو دارم بہ دلِ خویش خزانہ　　فارغ شدہ از عزّت و ناموسِ شہانہ
فرہاد وَشم بہرِ تو شیریں زمانہ　　مجنوں صفتم در بدر و خانہ بخانہ
شاید کہ بہ بینم رُخِ لیلٰی بہ بہانہ

دیوانۂ تو ہستم و بیگانہ ز غَیرم　　مانندِ صبا بہرِ تو اے لالہ! بہ سَیرم
در ذوقِ تمنّائے تو پرّاں شدہ طَیرم　　گہ معتکفِ مسجد و گہ ساکنِ دَیرم
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

با طعنہ و تشنیع مرا نیست سروکار　　گردم پئے آں یار بہر کوچہ و بازار
باشد کہ رسم در حرمِ دوست بہ یکبار　　حاجی بہ رہِ کعبہ و من طالبِ دیدار
اُو خانہ ہمی جوید و من صاحبِ خانہ

بنگر بہ نصیؔر آں کہ شہیدِ کرمِ تُست　　آسودگیٔ اُو ز نویدِ کرمِ تُست
مایوس مگرداں کہ بعیدِ کرمِ تُست　　تقصیرِ ہلاؔلی بامیدِ کرمِ تُست
یعنی کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ

خمسہ برغزلِ ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدؔلؒ

بہ طُوفاں ہائے دریا گوہرِ غلطاں شود پیدا　　بشامِ تیرگی ہا کوکبِ رخشاں شود پیدا
پس از صد خار، برشاخے، گُلِ خنداں شود پیدا　　کجا الوانِ نعمت زیں بساط آساں شود پیدا
کہ آدم از بہشت آید بروں تا ناں شود پیدا

چرا در کسبِ آں ہردم کنی تو سعیٔ لا حاصل　　بالآخر تا کجا حرصش کنی اے مردِ لا یعقل
چنیں وش از فریبِ اُو فرومانی، چو خر در گل　　تمیزِ لذّتِ دُنیا ہم آساں نیست اے غافل
چو طفلاں خوں خوری یک عمر، تا دنداں شود پیدا

بجز ناکامی و حسرت نیابی ہیچ در دُنیا　　ازیں منزل گہِ حرص و ہوا بربند محمل را
مبادا در جہاں از الفتِ ہستی شوی رسوا　　اماں خواہ از گزندِ خلق در گرم اختلاطی ہا
کہ عقرب بیشتر در فصلِ تابستاں شود پیدا

سحابِ تیرۂ غمہا بہ گیتی آسماں آرد　　زباران حوادثِ اہل عالم را بیا زارد
بہ کشتِ جان و دِل ابرِ مصائب پے بہ پے بارد　　بنائے وحشتِ ایں کہنہ منزل، عبرتے وارد
کہ صاحبِ خانہ گر پیدا شود، مہماں شود پیدا

نصیؔر از درد و غمہائے زمانہ گشتہ ای بسمل　　ز حق رحمت طلب در گردشِ دوراں برائے دل
براہِ منزلِ حُسنِ حقیقت شَو گراں محمل　　ردیفِ بارِ دُنیا رنجِ عُقبٰی ساختن بیدؔل
ز گاو و خر نمی آید، مگر انساں شود پیدا

خمسہ بر یک غزلِ فارسی

پیکرِ اعجاز! قربانت شوم گوہرِ ممتاز! قربانت شوم
گلبنِ صد ناز! قربانت شوم اے بُتِ طنّاز! قربانت شوم
اے سراپا ناز! قربانت شوم

حُسنِ بے انباز! بنما جلوہ اے شاہِ خُوباں! باز بنما جلوہ اے
باہزاراں ناز ، بنما جلوہ اے تُو بہ ہر انداز بنما جلوہ اے
من بہ ہر انداز قربانت شوم

رُوئے خُوبِ تو پسندِ جان و دل دُوریت وجہِ گزندِ جان و دل
تارِ مُوئے تُست بندِ جان و دل حلقۂ زلفت کمندِ جان ودل
اے کمند انداز قربانت شوم

در رہت اِستادہ کاہیدم ، ولے جَبْہَ را ہر چند سائیدم ، ولے
بر کرمہائے تو نازیدم ، ولے گردِ کُویت من بگردیدم ، ولے
ایں چنیں من باز ، قربانت شوم

من نصیرؔ عاجزم ، غوثِؓ جلی! بے نوا و ناقصم ، تُو کاملی
دستِ تو دستِ نبیؐ دستِ علیؓ اے کہ پائے تو بدوشِ ہر ولی
اے بپائے ناز ، قربانت شوم

خمسہ بر غزلِ نواب آصف الدّولہ نظام حیدر آباد دکن

پیکرِ اعجاز! قربانت شوم گوہرِ ممتاز! قربانت شوم
گلبنِ صد ناز! قربانت شوم اے بُتِ طنّاز! قربانت شوم
اے سراپا ناز! قربانت شوم

حُسنِ بے انباز! بنما جلوہ اے شاہِ خُوباں! باز بنما جلوہ اے
با ہزاراں ناز ' بنما جلوہ اے تُو بہ ہر انداز بنما جلوہ اے
من بہ ہر انداز قربانت شوم

رُوئے خُوبِ تو پسندِ جان و دل دُوریت وجہِ گزندِ جان و دل
تارِ مُوئے تُست بندِ جان و دل حلقۂ زلفت کمندِ جان و دل
اے کمند انداز قربانت شوم

در رہت اِستادہ کاہیدم ' ولے جبہّ را ہر چند سائیدم ' ولے
بر کرمہائے تو نازیدم ' ولے گِردِ کُویت من بگردیدم ' ولے
ایں چنیں من باز ' قربانت شوم

من نصیّرِ عاجزم ' غوثِ جلی! بے نوا و ناقصم ' تُو کاملی
دستِ تو دستِ نبی دستِ علی اے کہ پائے تو بدوشِ ہر ولی
اے بپائے ناز ' قربانت شوم

خمسہ بر غزلِ یکے از اہلِ نسبت

با غم و دردِ محبّت سر و کارے دارم
ہست صد داغ بہ دل، باغ و بہارے دارم
عزِّ شاہی برہش گرد و غبارے دارم
قصرِ جنّت چہ کُنم کوچۂ یارے دارم
ترسِ دوزخ چہ کُنم رُوئے نگارے دارم

نقش بر لوحِ دلم شد خد و خالِ لیلیٰ
وقف شد دیدۂ شوقم بجمالِ لیلیٰ
از خودم بے خبر و محوِ خیالِ لیلیٰ
ہمچو مجنوں بہ تمنّائے وصالِ لیلیٰ
روز و شب چشم سُوئے ناقہ سوارے دارم

اُو نہاں در دل و من خانہ بخانہ جویم
پا ز سر ساختہ و راہِ محبت پویم
ہستیم نیست شدہ، عکسِ جمالِ اُویم
ہمچو منصورِ زماں فاش اناالحق گویم
شکر صد شکر کہ سر لائقِ دارے دارم

دیگراں راست بدل حسرت و داغِ جنّت
من ندارم سرِ سودا و دماغِ جنّت
نے مرا فرصتِ نار و نہ فراغِ جنّت
ہمچو زاہد نہ کنم خواہشِ باغِ جنّت
خوشتر از باغِ جناں کوچۂ یارے دارم

اے نصیؔر از دلِ من محو شدہ رنج و خوشی
دارم از خلقِ جہاں وحشت و بیگانہ وشی
روز و شب من بہ تمنّائے رسُولِ قرشی
می رَوَم، نالہ کنم مثلِ بلالِ حبشی
شوقِ پابوسیٔ آں ناقہ سوارے دارم

❁

خطاب بہ مُسلمِ فرنگی منش

اے مُسلم از افرنگ و ز بدمذہبیاں خیز　　با جذبۂ حُبّ نبوی نعرہ زناں خیز
اے زندہ دل از محفلِ افسردہ دلاں خیز　　تا چند بہ خاکِ درِ دُونانِ جہاں، خیز
گر صلح نہ ورزند بہ شمشیر و سناں خیز

در سینۂ تو جلوۂ یک ذات نہانست　　از چشمکِ تو کون ومکاں لرزہ بہ جانست
از قوّتِ بازوئے تو شورے بہ جہانست　　ہر طفلِ دبستانِ تو مردِ ہمہ دانست
در شوقِ طوافِ حرمِ حق نگراں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از وضعِ فرنگی چوں زناں مستِ خرامی　　بر شیوۂ اسلاف کنی تند کلامی
اے وائے بہ بیگانہ شدی ناصر و حامی　　بر پُشت نہادی روشِ رومی و جامی
با بالِ یقیں از قفسِ وہم و گماں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

گفتارِ عبث مشغلۂ روز و شبِ تُست　　در نقلِ سخن ہائے متیں بستہ لبِ تُست
مردودِ خرد شیوۂ ترکِ ادبِ تُست　　برگشتہ ز اسلاف طریقِ طلبِ تُست
از آتشِ آفاتِ تردُّد، چو دُخاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

در عہدِ سَلَف مؤمنِ دل صاف تُو بودی | بر چرخِ ستم نیّرِ انصاف تُو بودی
آئینۂ حق بینیِ اسلاف تُو بودی | القصّہ کہ مجموعۂ اوصاف تُو بودی

اکنوں چہ شُدت اے خلفِ زندہ دلاں! خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بر خیز! کہ بر تُو دگراں خندہ زنانند | ہشیار! کہ در راہِ تو اشرار نہانند
زنہار! تُرا تا بہ تملّق نہ نشانند | بیدار! کہ در حقِّ تو سر گرمِ زیانند

اے قافلہ سالارِ خرد! قافلہ راں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از بحرِ طلب گوہرِ عرفاں بہ کف آوَر | اے مردِ خدا! ہمّتِ مرداں بہ کف آوَر
اے بندۂ زر! مایۂ اِیقاں بہ کف آوَر | فقرِ عمر و بوذر و سلماں بہ کف آوَر

با نقدِ نظر در طلبِ حق ملشاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

میراثِ پیمبر زر و دینار دِرم نیست | اے مُنعِمِ دیں! درخورِ تو حرصِ نِعَم نیست
شایانِ تو محتاجیِ اربابِ کرم نیست | شائستۂ ذاتِ تو بہ جز دُرِّ حِکَم نیست

اے بندۂ تن! خیز پئے راحتِ جاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بے حُرمتیِ دیں ز کج اندیشیِ ذاتت | مجروح دلِ ملّتِ بیضا ز صفاتت
لرزاں بہ رہِ ذوقِ یقیں پائے ثباتت | بے گور و کفن مُردنِ تُو بہ ز حیاتت

اے شیر! ز رُوباہ مزا جانِ جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

ایماں طلبی ، از روشِ دہر حذر کن   بر بے ہنری غرّہ مشو! کسبِ ہنر کن
خاکِ رہِ اربابِ نظر کُحلِ بصر کن   دامانِ نظر پُر ز تجلّائے نظر کن

اے بلبلِ لب بستہ! دمے زمزمہ خواں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

دوشِ تو ز تقدیسِ امانت تہِ بارے   خارِ چمنت رُوکشِ صد رنگِ بہارے
شمس و قمر از شعلۂ تو جستہ شرارے   افلاک بہ راہت اثرِ گرد و غبارے

با عزمِ مصمّم پئے تسخیرِ جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

اے کم نظر آں عفّت و تطہیر کجا شد   آں نُورِ یقیں در حقِ تقدیر کجا شد
فریادِ سحر ، نالۂ شبگیر کجا شد   آں دبدبہ و صولت و توقیر کجا شد

اے شعلۂ سیّالِ عمل ! شعلہ بہ جاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

برائے ذوقِ دانشورانِ علم و فن

خوش است کاکُل و چشم و دو ابروئے دلبر — یکے کمند و دُوُم نرگس و سِوُم خنجر
بود برائے دلم — یکے بلا و دُوُم فتنہ و سِوُم محشر
بہ چشمِ اہلِ وفا — یکے قشنگ و دُوُم دلکش و سِوُم خوشتر
چہ ہست بہرِ زناں — یکے حیا و دُوُم عصمت و سِوُم چادر
بہ شرعِ مصطفوی — یکے طراز و دُوُم زینت و سِوُم زیور
برائے مرد بود — یکے جہاد و دُوُم نُصرت و سِوُم کشور
چہ خواہد از مرداں — یکے حُنین و دُوُم خندق و سِوُم خیبر
طلب کند ز سپاہ — یکے حسین و دُوُم جعفر و سِوُم حیدر
بہ رزمِ تیر و سناں — یکے شجیع و دُوُم اشجع و سِوُم صفدر
ز جنگ جُو خواہد — یکے خروج و دُوُم طاقت و سِوُم لشکر
دہد بہ اہلِ وفا — یکے شعور و دُوُم جرأت و سِوُم رہبر
بہ غازیاں باشد — یکے سلاح و دُوُم مِغفر و سِوُم مَعبر
بود بچشمِ عدو — یکے خدنگ و دُوُم دشنہ و سِوُم نشتر
فرو برد در دل — یکے نگاہ و دُوُم قربت و سِوُم دلبر
بیاد می آرد — یکے شراب و دُوُم ساقی و سِوُم ساغر
بہ چشمِ میخواراں — یکے عقیق و دُوُم لولوء و سِوُم گوہر
بہ حُسن می باشد — یکے حَسین و دُوُم احسن و سِوُم بہتر
بہ دیدۂ بُلبُل — یکے بہار و دُوُم جلوہ و سِوُم منظر

زرُوئے جوہرِ خویش یکے نظیف و دُوُم انظف و سِوُم اطہر
چہ ہست در تخلیق یکے زُلال و دُوُم زمزم و سِوُم کوثر
بہ نزدِ تشنہ لباں یکے معاد و دُوُم مرکز و سِوُم محور
برائے اُمتیاں یکے کتاب و دُوُم سنّت و سِوُم سرور
نصیؔر! در عرصات یکے معین و دُوُم شافع و سِوُم یاور

نوٹ: ہر شعر کا مصرعِ اوّل سابقہ شعر کے دوسرے مصرع کے الفاظ یکے، دوم اور سوم چھوڑ کر باقی ماندہ الفاظ کے مرکّبِ عاطفہ سے تشکیل پاتا ہے اور نظم کے آخر تک یہ تسلسل برقرار رہتا ہے (نصیؔر)

قلمرو نعت

کے نامور شاعر اور میرے کرم فرما بزرگ دوست جناب حافظ مظہر الدین مظہؔر کی یاد میں۔

مظہر الدّیں ، نعت گوئے نامور
محرمِ رمزِ سخن ، عالی نظر

سینہ اش عشقِ نبی را جلوہ گاہ
آں حق آگاہ و معارف دستگاہ

کرد بالا در ادب معیارِ نعت
اشک ہایش غازۂ رُخسارِ نعت

داشت کیفِ نعت خوانی مُستقِل
نعرہ زن با دردمندی ہائے دل

آں ہمہ سوز و ہمہ ذوق و سُرور
جانِ اُو سرمایہ اندوزِ حضور

دامنش از اشکہا ہموارہ تر
ذکر و فکرش مِدحتِ خیرالبشر

در نگاہِ اُو جمالِ مُصطفٰے
ذہنِ اُو محوِ خیالِ مُصطفٰے

شادماں اندر ثنائے شاہِ دیں
بُود مقصودش رضائے شاہِ دیں

دیدمش در یادِ احمد نعرہ زن
ہم بہ تنہائی و ہم در انجمن

منقطع بود از علائق رشتہ اش
گشتہ از اربابِ ثروت دستکش

داشت عجز و انکسارِ برملا
با غلامانِ رسُولِ مُجتبٰی

چشمِ لُطف از فقر جاہاں داشتے
اجتناب از کج کلاہاں داشتے

ربط با رُومیؔ و جامیؔ بیش داشت
مِدحتِ محبوبِ داور ، کیش داشت

بود مظہرؔ بلبلِ بُستانِ عشق
ہر سہ دیوانش بہ نعت ایمانِ عشق

نامِ اُو لافانی از آثارِ نعت
چہرہ اش تابندہ از انوارِ نعت

لُطفِ ختم المرسلیں را مظہرے
لامعاتِ سینۂ اُو خاورے

السّلام اے آستاں بوسِ رسُول
السّلام اے واردِ بابِ قبُول

بخوانندۂ کتاب بابِ جبریل

مجموعۂ نعت جناب حافظ مظہر الدّین مظہرؔ

اے نکتہ ورے ، سخن شناسے
از من بہ پذیر التماسے

کز جادۂ منصفی نہ لغزی
صاحب نظری بہ فکر نغزی

ذہنِ تو دقیقہ یابِ معنیٰ
فکرِ تو کلیدِ بابِ معنیٰ

بس مرتبۂ سخن بلند است
کاں خاصۂ طبعِ ارجمند است

ہر ذہنِ رسا و طبعِ وقّاد
در اخذِ نِکات باشد استاد

اندازِ سخن نوائے راز است
چوں تندیٔ مے جگر گداز است

در مُردہ و زندہ گر بدانی
فرقِ سخن است و بے زبانی

قدرِ سخن و سخن طرازاں
داند نگہِ ادب نوازاں

مظہرؔ کہ بہ ذوق و شوق فرد است
در راہِ ادب یگانہ مرد است

آں حق نگرے و حق پسندے
درویش نواز ، درد مندے

پیشِ فقرا نیاز کیش است
با کج کلہاں ، بہ ناز بیش است

رغبت بہ سکندراں ندارد
نفرت ز قلندراں ندارد

شعرش را پایہ ایست عالی
آہنگ ز جذبۂ بلالی

کیفیّتِ نغمہ ہائے شیریں
دیدم بہ کلامِ مظہر الدّیں

در معرضِ فکر و فن امینم
شرحے دہمت ازانچہ بینم

آں طرفہ سخنور و ادیب است
دیوانۂ جلوۂ حبیب است

مِدحت گرِ خاتَمُ النّبیّیں
سلطانِ وجود ، ہادیِ دیں

آں کو بہ رُسُل امام و سرور — ہم شافعِ اُمّتاں بہ محشر
ممتاز بہ شانِ حق نمائی — آں بندہ کہ می کند خدائی
ہم شمعِ جمالِ بزمِ امکاں — ہم خلوتیِ حریمِ یزداں
سرتاجِ پیمبراں ، حق آگاہ — دانائے رموزِ لی مع اللہ
شاہیکہ جلیلۃُ القدوم است — ذاتیکہ مدینۃُ العلوم است
یارب ! نگرم چہ طُرفہ منظر — بابِ جبریل و دستِ مظہر
آں را بہ حریمِ لطف جا دِہ — خیرات ز خوانِ مصطفٰے دِہ

دارد بہ نصیؔر رسم و راہے
با آں ہمہ احتشام و جاہے

❁

یہ اشعار میں نے

محترم ڈاکٹر سبطِ حسن رضوی کی ایک فارسی تصنیف کی تقریب رُونمائی کے موقع پر کہے' یہ تقریب راولپنڈی میں مطابق 1970ء میں منعقد ہوئی ۔ اس وقت میری عمر 21 سال تھی ۔ اس محفل میں دیگر دانشوروں اور اہلِ زبان حضرات کے علاوہ مصوّرِ جذبات جناب جوش ملیح آبادی مرحوم اور ملک کے نامور نعت گو شاعر جناب حافظ مظہر الدین مرحوم بھی جلوہ افروز تھے ۔ ان سب حضرات نے اِن اشعار پر مجھے خوب کھل کر کے داد دی اور حقِ سخن فہمی ادا کیا۔ (نصیؔر)

سہل با شد خامہ بر قرطاسِ تبیاں داشتن — مشکل است امّا طبیعت را بجولاں داشتن
نُوعروسِ فکر را دادن قبائے زر نگار — سلسبیلِ نُطق را سر جوشِ طوفاں داشتن
اِمتیازِ اہلِ ہمّت چیست از دُوں ہمّتاں — رایَتِ دانش بدستِ فکر جُنباں داشتن
گوہِ معنٰی بر آوردن ز دریائے خرد — سینہ را گنجینۂ دُر ہائے غلطاں داشتن
طُوطیِ لب را بسازِ گفتگو دادن سرود — عندلیبِ مُہر بر لب را غزل خواں داشتن
خسروِ آفاقِ حکمت را نگوں آوردن است — خاورِ ادراک را اندر گریباں داشتن
ریختن ز انفاس گوہر ہائے عرفاں در کلام — زیرِ لب مثلِ صدف لؤلؤ و مرجاں داشتن

آختن شمشیرِ حق در رزمگاہِ کُفر و دیں
وقتِ حق گوئی زباں را تیغِ عُریاں داشتن

از پۓ سوزیدنِ خسخانۂ باطل اساس
تابشِ برق و نگاہِ شعلہ ساماں داشتن

اقتباس از شعلہ رُویاں در ہجومِ تیرگی
توبۂ ژولیدہ را بر طاقِ نسیاں داشتن

رشتۂ اُلفت گُسستن یکسر از زُہّادِ خشک
با مَے و ساقی و مُطرب عہد و پیماں داشتن

با فغانے کائناتِ عقل را دادن بباد
آتشِ عشقِ بتاں در سینہ پنہاں داشتن

نرم تن بودن بہ اہلِ دیں ز انفاسِ نسیم
در نبردِ کُفر صد محشر بداماں داشتن

اکتسابِ فیضِ گویائی ز پیرانِ سخن
اِرتباطِ علم با خیلِ جواناں داشتن

امتحانِ فکر کردن بر عیارِ مصطفٰے
عقل را پابندِ ارشاداتِ قرآں داشتن

اوّل از قعرِ زمیں برخاستن با عزمِ نَو
باز گامے بر سرِ برجیس و کیواں داشتن

صحبتِ اہلِ حرم ورزیدن ' امّا گاہ گاہ
از وسیعُ المشربی چشمے بہ رنداں داشتن

با علی دل بستن و رفتن بہ منہاجِ حسین
در رگِ جاں گرمیٔ خونِ شہیداں داشتن

سُوئے اربابِ وفا دیدن بہ آدابِ نیاز
حلقۂ اہلِ محبّت را فروزاں داشتن

در حضورِ داورِ گیتی بوقتِ التجا
قلب سوزاں، جسم لرزاں چشم گریاں داشتن

در ہجومِ مُلحدانِ عصر و زندیقانِ وقت
باخدا بودن ' نظر بر دین و ایماں داشتن

لازم آمد بہرِ تخلیقِ مضامینِ بلند
طبعِ نیکاں، عقلِ خاصاں، اصلِ پاکاں داشتن

ڈکٹر سبطِ حسن رضوی کہ دمسازِ من است
خوش بود ذکرِ کتابش را بعنوان داشتن

شہسوارِ عرصۂ فکر ' آں ادیبِ نامور
چوں انیسؔ اُو را روا باشد بچشماں داشتن

جملہ اوصافِ نکوئی در نہادش مستتر
می سزد اُو را قدم بر طُورِ عرفاں داشتن

مظہر الدّینم بہ رضوی شد تعارف را سبب
باشد اینجا ذکرِ اُو حرزِ دل و جاں داشتن

ہست اعجازِ نگاہِ حیدرِ گردوں جناب
ابرِ دانش را ز کلکِ فکر باراں داشتن

نیستی از حلقۂ اربابِ دانش اے نصیرؔ
برتو واجب خویش راچوں عقل پنہاں داشتن

غزل بہ عنوانِ یادِ ماضی

نکل چکے ہیں خرد کی حدوں سے دیوانے
اب اہلِ ہوش سے کہہ دو نہ آئیں سمجھانے

بساطِ بزم اُلٹ کر کہاں گیا ساقی
فضا خموش ، سُبُو چُپ ، اُداس پیمانے

یہ کس کے غم نے دلوں کا قرار لُوٹ لیا
یہ کس کی یاد میں سر پھوڑتے ہیں دیوانے

بھری بہار کا منظر ابھی نگاہ میں تھا
مِری نگاہ کو کیا ہو گیا خدا جانے

ہے کون بر لبِ ساحل ، کہ پیشوائی کو
قدم اٹھائے بہ اندازِ موج ، دریا نے

تمام شہر میں اک درد آشنا نہ مِلا
بسائے اِس لئے اہلِ جُنوں نے ویرانے

نہ اب وہ جلوۂ یُوسف نہ مصر کا بازار
نہ اب وہ حُسن کے تیور ، نہ اب وہ دیوانے

نہ حرفِ حق ، نہ وہ منصور کی زباں ، نہ وہ دار
نہ کربلا ، نہ وہ کٹتے سَروں کے نذرانے

نہ بایزید ، نہ شبلی ، نہ اَب جنید کوئی
نہ اَب وہ سوز ، نہ آہیں ، نہ ہا وَ ہُو خانے

خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی
نہ سلسلے نہ وہ قصّے نہ اب وہ افسانے

نہ قدرداں ، نہ کوئی ہم زباں ، نہ انساں دوست
فضائے شہر سے بہتر ہیں اب تو ویرانے

بدل گئے ہیں تقاضے مزاجِ وقت کے ساتھ
نہ وہ شراب ، نہ ساقی ، نہ اَب وہ میخانے

تمام بند جنوں توڑ بھی گیا ، لیکن
اَنا کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں فرزانے

یہ انقلاب کہاں آسماں نے دیکھا تھا
اُلجھ رہے ہیں غمِ زندگی سے دیوانے

ہر ایک اپنے ہی سُود و زیاں کی فکر میں ہے
کوئی تو ہو ، جو مرے دل کا درد پہچانے

ترا وجود غنیمت ہے پھر بھی اے ساقی!
کہ ہو گئے ہیں پھر آباد آج میخانے

وہی ہجوم ، وہی رونقیں ، وہی میکش
وہی نشہ ، وہی مستی ، وہی طرب خانے

جبیں کو در پہ ترے رکھ دیا یہی کہہ کر
یہ جانے اور ترا سنگِ آستاں جانے

اُٹھیں گے پی کے تری مے نواز آنکھوں سے
یہ طے کیئے ہوئے بیٹھے ہیں آج دیوانے

ہے تیری ذات وہ اک شمعِ انجمن افروز
کہ جس کی لَو پہ لپکتے رہیں گے پروانے

کوئی نشاط کا ساماں، کوئی طرب کی سبیل
لگی ہیں پھر سرِ میخانہ بدلیاں چھانے

تُو بولتا ہے تو چلتی ہے نبضِ میخانہ
تُو دیکھتا ہے تو کرتے ہیں رقص پیمانے

یہ مستیاں نہیں جام و سُبو کے حصّے میں
تری نگاہ سے پیتے ہیں تیرے دیوانے

نصیؔر! اشک تو پلکوں پہ سب نے دیکھ لیے
گزر رہی ہے جو دل پر، وہ کوئی کیا جانے

بہاریہ

حسیں، جمیل و شرگیں جبینِ لالہ زار ہے
فضا فضا ادا ادا طلسمِ زر نگار ہے

طلسمِ زر نگار پر جمی ہوئی ہے ہر نظر
زہے جمالِ معتبر شباب ہے، نکھار ہے

جمال ہے فسوں ادا شبابِ سحر بر ملا
نفس نفس ہے دل فدا نظر نظر نثار ہے

نظر نظر کی جستجو، قدم قدم پہ سُرخرو
نشاطِ کیفِ رنگ و بُو، سکون ہے قرار ہے

سکونِ دل قرارِ جاں میں رنگ ہیں عجب عجب
کہ دیکھ دیکھ کر جنہیں سحر بھی شرمسار ہے

روش روش پہ صف بہ صف کھلے ہیں پھول ہر طرف
شجر شجر ہے زر بکف کلی کلی بہار ہے

یہ چاندنی وہ نسترن یہ روشنی وہ بانکپن
ہر ایک نور پیرہن غریب دل شکار ہے

نہ ہوش ہے اکاس میں نہ سرو ہیں حواس میں
ہرے ہرے لباس میں جہانِ سبزہ زار ہے

نہال صورتِ عروس ہیں شریکِ سر خوشی
مزے اڑاؤں کیوں نہ میں رواں ہر آبشار ہے

یہ قمریوں کے ولولے یہ چہچہے یہ قہقہے
یہ خوش سماں یہ زمزمے نظامِ کردگار ہے

جگہ جگہ خود آپ ہی رواں ہے جُوئے شِیر بھی
نہ کوہ کَن یہاں کوئی نہ کوئی کوہسار ہے

فنا فنا ملال و غم ،کدورتوں کے سر قلم
نہ گرد شاملِ قدم نہ راہ پُر غبار ہے

زہے مذاقِ سوزِ دل، زہے کمالِ آب و گل
زہے مزاجِ مشتعل شرر فشاں چنار ہے

چنار میں یہ سوزِ تن یہ آتش آفریں لگن
شعاعِ مہر خندہ زن قطار در قطار ہے

بڑھی ہوئی ہیں فرحتیں، مِٹی ہوئی ہیں کُلفتیں
یہ رونقیں یہ نُزہتیں سحاب مشک بار ہے

خزاں پہ اوس پڑ گئی ، لُٹی مِٹی ، اُجڑ گئی
بہار دستِ قدرتِ خدا کا شاہکار ہے

ہے بُوئے گُل طرب فزا ہے جوشِ مُل کی انتہا
بیا بیا کہ ساقیا ترا ہی انتظار ہے

ترنگ ہے اُمنگ میں اُمنگ ہے ترنگ میں
صدا رَباب و چنگ میں سکوں سے ہمکنار ہے

یہ مطربانِ خوش گلو ، یہ دلنواز آبِ جو
بہ قدرِ شوق و آرزو نوا بلب ہزار ہے

تہِ فلک زمین پر سجی ہے بزم طرفہ تر
عیاں نہاں اِدھر اُدھر تمام نور و نار ہے

اِس انجمن کی روح تُو تجھی سے اِس کی آبرو
ترے ہی دم سے چار سُو بہار ہے وقار ہے

چراغ کی ضیا تُہی ضیا کی ہر ادا تُہی
دلوں کا مدّعا تُہی ، تجھے ہر اختیار ہے

تجھے ہیں اختیار سب، دلوں میں ہے تری طلب
زمانے بھر میں روز و شب تُہی تو جلوہ کار ہے

شعور تُو شباب تُو سُرور تُو شراب تُو
اگر ہو بے نقاب تُو، تو برق ہے شرار ہے

یہ برق یہ شرار کیا عطا تری ، کرم ترا
فرازِ طور ریزہ ریزہ ہو کے پُر وقار ہے

قدح میں آب کچھ نہیں، سبو کا خواب کچھ نہیں
شرابِ ناب کچھ نہیں، کسے یہ ساز گار ہے

سوالِ مے غلط غلط، خیالِ مے غلط غلط
جمالِ مے غلط غلط ،جمالِ مے ، خمار ہے

نہ کم زیادہ چاہیے نہ سادہ سادہ چاہئے
وہ روحِ بادہ چاہئے جو روحِ حُسنِ یار ہے

نہیں نہیں کا طول ضد، نہیں کی ہے فضول ضد
نہیں کی بے حصول ضد، نہیں کا لفظ خار ہے

نظر ملا، ملا نظر کہ روح کو سکوں ملے
مجھے پلا، مجھے پلا کہ دل کو اضطرار ہے

بسا بھی دے مکانِ دل، عطا ہو لطفِ مستقل
بہت زیادہ مضمحل، مشامِ جانِ زار ہے

نظر ملے نظر سے جب، تو میں کہوں بصد ادب
یہی ہیں میرے روز و شب، یہی مری پکار ہے

دل و نظر پہ چھائے جا، لنڈھائے جا، لنڈھائے جا
پلائے جا، پلائے جا، بہار ہے، بہار ہے

ورق ورق ورق، ورق یہی ہے اب مرا سبق
نہ یہ الم نہ وہ قلق، نہ کوئی خلفشار ہے

مدام یوں پیوں گا میں، یہ چاکِ دل سیوں گا میں
پیوں گا میں جیوں گا میں یہی مرا شعار ہے

سَحر کا سِحر بھی مجھے اسیرِ دام کیوں کرے
غرض نہیں فرار سے کہاں رہِ فرار ہے

گرفتِ فطرتِ حسیں کوئی مذاق تو نہیں
عجب جنوں ہے دلنشیں عجیب دُھن سوار ہے

قدم اٹھاؤں کس طرح نکل کے جاؤں کس طرح
رہائی پاؤں کس طرح کہ عشق اک حصار ہے

یہ مہ وشی، یہ چاندنی، یہ سادگی، یہ دلبری
یہ نازکی، یہ تازگی، نشاطِ روز گار ہے

یہ شبنم اور تابشیں یہ تابشوں سے رونقیں
برس رہی ہیں نکہتیں پھوار ہی پھوار ہے

سرورِ جاں ہے بُوئے گُل نشاطِ دل ہے رنگِ مُل
سرورِ گُل نشاطِ گُل نفس نفس کا تار ہے

نفس نفس کے تار کی ہے دم بہ دم صدا یہی
گواہ ہے کلی کلی بہار پائدار ہے

اِدھر اُدھر یہاں وہاں نئے ہیں ڈھب نیا سماں
کمالِ فنِ باغباں نظامِ شاخسار ہے

خزاں کی فتنہ جُو ہوا چلے تو باغ میں ذرا
ہر ایک موجِ فصلِ گُل، ادائے ذُوالفقار ہے

یہ اہتمامِ انجمن، یہ انصرامِ انجمن
یہ صبح و شامِ انجمن، خوشی کا اشتہار ہے

نمائشوں کی دل کشی نہ کائنات گِن سکی
گِنے گا کیا بھلا کوئی عبث غمِ شمار ہے

زمانہ دیکھ دیکھ کر ہُوا ہے محوِ بام و در
ہر ایک سمت رونقیں ہیں رنگ ہے، نکھار ہے

ہے میرے ذوق و شوق کی تمام زندگی یہی
مرے لیے یہ زندگی حسین و خوشگوار ہے

یہ جتنے رخ ہیں جلوہ گر دوام اِنہیں ہے سر بہ سر
کسی کو ہو نہ ہو مگر، مجھے تو اعتبار ہے

گُماں کے غم سے کوئی شکوک میں رہے کوئی
نصیرؔ کچھ کہے کوئی بہار، پھر بہار ہے

قصیدۂ رزمیہ در مدحِ عراق

ہوسکتا ہے بعض لوگوں کو صدر صدّام سے کسی قسم کا اختلاف ہو، مگر میں نے یہ اشعار صرف اس لئے کہے تھے کہ اُس وقت صدر صدّام نے امریکہ کے مقابلے میں ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ اُن کی اس جرأت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بغداد شریف، کربلائے معلّی اور نجف اشرف میں مدفون ہستیوں کی اہمیّت اجاگر کرنے کی کوشش کی کیونکہ سرزمینِ عراق ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرجع بھی ہے۔ صدر صدام کے لئے صدر صدام کے لئے تحسینی کلمات و جذبات محض سرزمینِ عراق سے اُن کی نسبت کا نتیجہ ہیں

طلوعِ مہر سے دامانِ شب ہُوا زر تار
مگر ہے بار نگاہوں پہ صبح کا اَخبار

ورق ورق پہ جمی سُرخیاں لہو کی ہیں
سیاہ پوش ہر اک سطر مثلِ ماتم دار

جھلک ہے گرتے ہوئے آنسوؤں کی لفظوں میں
ہر ایک حرفِ کشیدہ بنا لہو کی پھُوار

اجل گرفتہ کی گردن میں جیسے طوقِ رَسن
یہ دائرے ہیں کہ حلقے بہ دیدۂ بیمار

کوئی بتاؤ سحر اِس قدر اداس ہے کیوں
کوئی تو بولے کہ کیا مجھ کو ہوگیا یکبار

صدا یہ آئی کہ شاید سُنی نہیں تو نے
جو رزم گہہ سے چلی آ رہی ہے چیخ، پکار

چمک رہی ہے غریبوں کے سر پہ برقِ ستم
خدا بنے ہوئے بیٹھے ہیں آج دنیا دار

بنے امیر ضعیفوں کو لُوٹ کر ظالم
کہ سَر اُٹھاتا ہے تنکوں کے سر پہ شعلۂ نار

بہم گلے سے ملے ہیں یہود و آلِ سعود
خدا کی شان کہ یکجا ہیں آج لیل و نہار

وہ شہر جن کی ہوائیں تھیں کل حیات افزا
بنے ہوئے ہیں وہی آج بیکسی کا مزار

حُسین ہوں کہ وہ پیرانِ پیر ہوں کہ علی
وہ کربلا ہو کہ بغداد یا نجف کا دیار

حیات میں بھی رہے موردِ غم و آلام
بموں کی زد میں پسِ زیست بھی ہیں اِن کے مزار

عراق! اے چمنستانِ اولیائے کِبار
تری زمین کے ذرّے ہیں رُوکشِ اقمار

سلام تجھ پہ ہو اے مادرِ زمینِ فرات
کہ تیری کوکھ نے پیدا کیے بڑے شہکار

ہیں تیری خاک میں مدفون کتنی تہذیبیں
تری نگاہ سے گزر رہے ہیں سینکڑوں ادوار

میں اِس لیے تری عظمت کو بھیجتا ہوں سلام
کہ تُو ہے مولدِ اقطاب و مدفنِ اخیار

وہ آفتاب تری گود میں ہیں خوابیدہ
ضیا نواز رہی جن کی ذات، سلسلہ وار

ہوئی حیات بسر جن کی علم و عرفاں میں
جو یادِ حق میں رہے بِالعَشِیِ و الِابکار

ائمّہ و علماء و مشائخ و فُقہاء
عوارف و صُلحاء و عوابد و ابرار

حُسین و کاظم و عبّاس و حیدر و مُسلم
ابو حنیفہ و حلّاج و یوسف و قصّار

جنید و سِقطی و معروف و ادھم و احمد
شہاب و شبلی و پیرانِ پیر قطبِ مدار

لکھے ہیں کِلکِ بقا نے ترے نقوشِ جلی
مٹا سکے گا نہ دستِ ستم ترے آثار

خدا کرے کہ نہ اُجڑیں تری بھری گلیاں
خدا کرے کبھی سُونے نہ ہوں ترے بازار

نہ چُھو سکے ترا دامن کسی یزید کا ہاتھ
سدا حُسین رہے تیرے گِرد مثلِ حصار

کسی شگفتہ کلی کو بُری نظر نہ لگے
نصیب ہو تجھے بچّوں کا یہ بھرا گھر بار

خدا کرے کہ سلامت رہے ترا ہر شہر
بموں کی زد میں نہ آئیں ترے در و دیوار

سُکھی رہیں ترے اپنے، دُکھی رہیں دشمن
جمی رہے تری محفل، سجا رہے دربار

خود اپنی آگ میں جل کر ہی راکھ ہو جائے
نہ کارگر ترے دشمن کا تجھ پہ ہو کوئی وار

وہ مردِ حق، وہ جری، نام جس کا ہے صدّام
وہ آسمانِ شجاعت کا مہرِ پُر انوار

جو آفتاب کی صورت طلوع ہوتے ہیں
ہمیشہ رہتی ہیں تنہائیاں اُنہیں کا شعار

ہجومِ غیر سے سورج کو اِس لئے نہیں ربط
کہ ہے وہ اپنے ہجومِ وجود سے دو چار

جو تُو زمیں پہ، تو سورج فلک پہ ہے تنہا
نہیں یہ امر کسی کی نظر میں باعثِ عار

تُو رہ گیا ہے اکیلا اگر، تو غم کیا ہے
قوی ہیں نصرتِ حق سے ترے یمین و یسار

یہ مصلحت ہے کہ ہے امتحانِ فطرتِ گُل — کہ اِس کے پہلو میں رکھا گیا ہے لشکرِ خار

عظیم لوگوں کے ہوتے ہیں امتحاں بھی عظیم — صلاحیت کے مطابق دیے گئے کردار

ہزار کانٹوں پہ بھاری ہے ایک ریشۂ گُل — نہیں ہے فتح کا کثرت پہ صرف دارومدار

زباں درازیٔ اعداء سے مضمحل مت ہو — کہ چوٹ کھاتے ہیں پتھر کی باثمر اشجار

حسد، دلیل ہے محسود کے مدارج کی — عیاں نمودِ خزاں سے ہُوا وجودِ بہار

نہ ہوں صفات تو ممکن نہیں حسد کا عمل — کُھلا حسد سے کہ ہیں خفیہ معترف، اغیار

دعائیں تیرے لیے کر رہاں ہوں مدّت سے — مَیں روز پڑھ کے وَمِن شَرِ حَاسِدٍ سو بار

ہوئے ہیں ذہن منوّر ترے تصوّر سے — ترے خیال نے دل کر دیے گُل و گُلزار

ترا وجود غنیمت ہے دوستوں کے لئے — ترا وجود ہے دشمن کے سر پر اک تلوار

ہوئے ہیں آج صف آرا جو مل کے حق کے خلاف — فرنگیوں پہ خدا کا غضب، خدا کی مار

ترے جلال سے خائف ہُوا ترا دشمن — لرز اُٹھا تری تدبیر سے دلِ اشرار

خدا کے قہر کی تصویر ہے غضب تیرا — ہوئے ہیں ایک تری ضرب سے کئی، فی النّار

نہ ہو ملول مصائب کے گُھپ اندھیرے میں — سحر کرے گا شبِ غم کی خالق الاسحار

جگا رہی ہے مسلماں کی خُفتہ غیرت کو — تری نوا، تری لشکر کشی، تری للکار

تمیزِ امر ضروری ہے حق و باطل میں — یہی مقامِ تدبّر ہے یا اُولی الاَبصار

رہا نہ دین تو کیوں کر رہیں گے دنیا میں — یہ سُبحہ اور مُصلّیٰ، یہ مسجدیں، یہ مزار

ہے اہلِ دیں سے تعاون، علامتِ ایماں — نہیں ہے کفر سے کچھ کم، حمایتِ کُفّار

دلیل سورۂ توبہ کی روشن آیت ہے — کہا خدا نے نبی سے کہ جَاهِدِ الْکُفّار

کٹھن نہیں کسی دشمن سے دوستی کرنا — علاج کیا ہو، جو بن جائیں دوست ہی غدّار

جو کام آئے اَڑے وقت میں، وہ ہے ساتھی — ثبوت ہے مرے دعوٰی کا اِذْ هُمَا فِی الْغَار

وہ کم نظر ہیں جو طاقت کا ساتھ دیتے ہیں
وہ مرد ہیں کہ جو کہتے ہیں حرفِ حق سرِ دار

خبر ہو خاک اُنہیں حرفِ حق کے اِعلا کی
وہ خود فروش، جو ہیں ابنِ درہم و دینار

بنامِ امن جو خَلقِ خدا کے قاتل ہیں
معاف کر نہیں سکتا اُنہیں صحیفہ نگار

یہ بات سچ ہے کہ تیری نبرد کاری نے
نکال دی ہے دماغوں سے بادِ استکبار

بہ زَعمِ خویش سمجھتے تھے جو خُدا خود کو
اُتر رہا ہے خدائی کا اُن کے سر سے خمار

نہ ہو اُداس فلسطیں کی اے فَسُردہ زمیں!
کہ آرہا ہے تری سَمت کاروانِ بہار

خدا ہی ہے کہ جو دے فتح حق کو، باطل پر
کہ اک طرف ہیں مسلماں تو اک طرف فُجّار

حسد کی آگ میں جلتے رہیں یُونہی حاسد
خدا کرے کہ بڑھے اور تیرا عزّ و وقار

نَفَس نَفَس میں رہے حُبِّ مصطفیٰ کی مہک
دُعا یہی ہے کہ ہو خاتمہ معَ الاَبرار

خدا کرے تری قسمت میں ہو نویدِ ظفر
طفیلِ سیّدِ کونین و آلِہِ الاَطہار

ترے سخن سے بھی صدّامیت جھلکتی ہے
نصیؔر! تجھکو مبارک! یہ جراَتِ اظہار

(25رجب1411ھ مطابق11فروری1991ء)

آزاد نظم

یاد ہے اب تک مجھے وہ زندگی کی سرد شام
ادھ جلے پیڑوں کے پیچھے چاند گہنایا ہُوا
سرد برفیلی ہَوا
پیڑ، جیسے تھرتھراتے جسم
اور ہر جھونکے پہ اُکھڑی اُکھڑی سانسوں کا گماں
اک قیامت کا سماں!

اِس فضا پر چھا گیا!
اور پھر اک بار وہ سرما کا سورج
تیز کرنوں کو جِلو میں لے کے نکلا شرق سے
لحظہ لحظہ سرخ لاوے کی طرح
پھیلتا' بڑھتا ہوا!
کونپلیں پھوٹیں تو دُلہن کی طرح سجنے لگا ہر شاخسار
ہر روش پر اک بہار
کاروانِ شوق اک منزل پر آ کر رُک گیا!
چُپکے چُپکے پھر وہی برفیلی راتوں کے قدم
وادیوں نے کوہساروں نے سُنی اُن کی دھمک
یُورشِ دورِ خزاں کو بادوباراں کی کُمک
اور پھر آنکھوں نے دیکھا
پتّہ پتّہ ٹُوٹ کر بکھرا ہُوا ہے خاک پر
پھول مُرجھانے لگے
ننگی شاخوں نے فضا کو اور ویراں کر دیا
سرد راتیں اور اُس کے بعد چمکیلی سحر
موسمِ گُل اور پھر فصلِ خزاں
زندگی کے رازِ سربستہ کی ہیں مُہلک خبر!

(واضح ہو کہ یہ نظم بعض احباب کے اصرار پر کہی گئی ورنہ ع
مانبودیم بدیں مرتبہ راضی غالبؔ)

(نصیؔر)

عظمتِ عقلِ انسانی

اے خرد! صبحِ ادب، فخرِ سخن، نازِ قلم　　غازۂ چہرۂ قرطاس و نگارِ عالم
فخرِ اسکندر و دارا و کے و خسرو و جم　　ناقد و نکتہ ور و مدرکِ اسرارِ قِدَم
شوق کو رنگ دیا، ذوق نکھارا تُو نے
گیسوئے لیلئ فطرت کو سنوارا تُو نے

تیرے دم سے ہے گلستانِ تخیّل میں بہار　　تیرے جلوے سے ہوئے دشت و بیاباں گلزار
تجھ سے ہے زمزمہ و نغمہ و گلبانگِ ہزار　　تُو نہ ہو جلوہ فروزاں تو ہے انساں بیکار
کون ایسا ہے کہ جس پر ترا احسان نہیں
تجھ سے پھر جائے جو انسان، وہ انسان نہیں

علمِ دیں، علمِ یقیں، علمِ فلک، علمِ کتاب　　موجِ گُل، موجِ صبا، موجِ طرب، موجِ شراب
ذوقِ دل، ذوقِ نظر، ذوقِ طلب، ذوقِ شباب　　حسنِ ظن، حسنِ گماں، حسنِ بیاں، حسنِ خطاب
اِن کے اسرار بتائے تو بتائے تُو نے
یہ حجابات اُٹھائے تو اُٹھائے تُو نے

تیرا ظاہر ترے باطن کی طرح ہے بے داغ　　جستجو سے تری ملتا ہے حقیقت کا سُراغ
تو جلاتی ہے جہالت کے اندھیروں میں چراغ　　تیرا ممنونِ عنایات ہے انساں کا دماغ
رازِ سربستہ بہ صد ناز و ادا کھول دیئے
تُو نے انسان پہ دَرہائے بقا کھول دیئے

بزمِ غم، بزمِ طرب، بزمِ فنا، بزمِ بقا
رنگِ گُل رنگِ چمن، رنگِ وفا، رنگِ جفا

صدقِ دل، صدقِ طلب، صدقِ نظر، صدقِ دعا
تیرے ہی دم سے اِن الفاظ کو مفہوم ملا

حضرتِ حق میں بہ جُز تیرے نیازیں بے سُود
تُو نہ یاور ہو تو مومن کی نمازیں بے سُود

شاعر و فلسفی و شاہ و حکیم و قاضی
حافظ و محتسب میر و خطیب و قاری

مطرب و ساقی و سلطان و گدا و صوفی
مفتی و حاکم و استاد و ادیب و ہادی

سب ترے لطف و عنایات سے فرزانے ہیں
تُو اگر اِن سے بچھڑ جائے، یہ دیوانے ہیں

یہ ترنّم، یہ تکلّم، یہ تبسّم، یہ سُرور
یہ تجسّس، یہ تفحّص یہ تفکّر، یہ شعور

یہ فلک بوس عمارات، یہ ایواں، یہ قُصور
یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ قوافی، یہ بُحور

بابِ ادراک ہر انسان پہ وا کرتی ہے
قلب کو دولتِ احساس عطا کرتی ہے

جھولیاں گوہرِ اسرار سے بھر دیتی ہے
ذہن کو راستہ، دیوار کو در دیتی ہے

طائرِ فکر کو الفاظ کے پر دیتی ہے
تُو غنی بندۂ محتاج کو کر دیتی ہے

تُو تفکّر ہے، تدبّر ہے، ذہانت تُو ہے
ہم کو خالق سے ملی ہے جو امانت، تُو ہے

تُو زماں اور مکاں، گردشِ دوراں تُو ہے
دیدۂ مہرِ ضیا بار میں رخشاں تُو ہے

زیورِ نازِ بتاں زینتِ خوباں تُو ہے
جامِ لبریز میں رقصندہ و رقصاں تُو ہے

چرخ درباں ہے، ترے در پہ زمیں جھکتی ہے
تیری سرکار میں شاہوں کی جبیں جھکتی ہے

تجھ سے ہی اہل تدبّر کی فراست کا بھرم　　　تیرے ہی دم سے ہے دارائیِ اربابِ قلم
صفحۂ دہر پہ ہیں تیری عنایات رقم　　　عالمِ غیب کا جُنباں ہے ترے سر پہ عَلَم

بات بنتی ہے ترے فیض سے انسانوں کی
سانس رکتی ہے ترے نام سے طوفانوں کی

تجھ سے ملتی ہے اساطیر سے انساں کو نجات　　　تُو عطا کرتی ہے گنجینۂ اسرار و نِکات
پردۂ غیب تو ہے اک ترے خیمے کی قنات　　　تجھ سے کھلتا ہے درِ بارگہِ ذات و صفات

کوئی مشکل ہو تُو آسان بنا دیتی ہے
حد یہ ہے، کفر کو ایمان بنا دیتی ہے

غالبؔ و مومنؔ و فردوسیؔ و میرؔ و سعدیؔ　　　حافظؔ و رومیؔ و عطّارؔ و جنید و شبلی
خسروؔ و جامیؔ و خیّامؔ و انیسؔ و عرفیؔ　　　آدم و یونس و یحیٰی و نبی اور ولی

اِن کی گفتار کی پرواز کی سرحد تُو ہے
غایتِ جنبشِ لب ہائے محمد تُو ہے

تُو یقیں اصل و ذکا محور و ادراک اساس　　　حافظِ مصحفِ حق، سنّت و اجماع و قیاس
نکتہ داں، نکتہ ور و نکتہ رس و نکتہ شناس　　　تجھ سے انسان کو ہے شادی وغم کا احساس

ملکِ انصاف وصداقت میں ہے شاہی تیری
ہر عدالت میں ہے مقبول گواہی تیری

سردی و گرمی و شیرینی و تلخیؔ و عسل　　　گلشن و وادی وصحرا وتل و دشت وجبل
تُو ہے تہذیب وتمدّن میں ترقّی کا عمل　　　مشتری، زُہرہ و ناہید و ثریّا و زُحَل

اُٹھ گیا پردۂ تاریکِ شب آسا تجھ سے
ذہنِ انساں پہ ہوا نور کا تڑکا تجھ سے

ہیں ترے تابعِ فرماں، حرکات و سکنات | تیرے ہی دم سے شعورِ حسنات و برکات
تجھ سے مضبوط اساسِ در و دیوارِ حیات | منحصر تیری بلندی پہ عروجِ درجات

تیری قوّت کی ادا اہلِ نظر جان گئے
تیرا لوہا مَلک و ارض و سما مان گئے

ہے عباراتِ پریشاں کی تجھی سے تطبیق | تیری عفّت سے مزیّن ہے کلامِ صدّیق
تجھ سے بے بہرہ اگر ہوتو ہے انساں زندیق | قصرِ اخلاق ہے تُو اور بِنائے تخلیق

تجھ سے ساغر مئے افکار کے ہم بھرتے ہیں
عرش والے ترے اجلال کا دم بھرتے ہیں

تیری تحریک کے محتاج ہیں عرفان و شعور | تیرے پردوں میں ہے سازِ طربِ جم مستوُر
تیری شادابیٔ افکار سے انساں مسرور | تیری ٹھوکر میں ہے جامِ جم و تاجِ فغفوُر

کس کی آہٹ تھی، جو یہ دشت وجَبَل کانپ گئے
کس کی تکبیر سے لات اور ہُبَل کانپ گئے

دشنہ و ناوک و تیر و و تیغ و قلم | نیزہ و خنجر و گرز و طبل و جاہ و حشم
منجنیق و زرہ و جوشن و شمشیر و عَلَم | ترکش و خود و خدنگ و سِپر و ماتم و غم

اِن سے تُو نے صفِ پیکار میں جب کام لیا
ضرب وہ آئی کہ دشمن نے جگر تھام لیا

برق نے پائی ہے تھوڑی سی روانی تیری | قُمریوں میں روشِ زمزمہ خوانی تیری
معتبر تا بہ فلک سحر بیانی تیری | ہم تو کیا، بات فرشتوں نے بھی مانی تیری

ساری دنیا میں جہالت کا بسیرا ہو جائے
تُو جو اُٹھ جائے تو عالم میں اندھیرا ہو جائے

نورِ مہتاب ہے' دریا کی روانی تُو ہے
شوق کا حُسن ہے' جذبوں کی جوانی تُو ہے
عزّت و عظمتِ انساں کی نشانی تُو ہے
سچ ہے' تعمیر و ترقّی کی کہانی تُو ہے
عقل پلّے ہو یہی ایک ہے بس کام کی بات
یہی ایماں کا خُلاصہ' یہی اسلام کی بات

بہ سلسلۂ گُلبدنی

قارئین! آپ میری اس نظم کو بہ اعتبارِ موضوع اور اُسلوبِ بیاں میرے عام رنگِ سخن سے قطعی مختلف پائیں گے اِس امر کی وضاحت ضروری ہے۔ ہُوا یوں کہ جنابِ جوشؔ ملیح آبادی کی نظم ''گُلبدنی'' کی بڑی دھوم تھی ایک دن دورانِ ملاقات یہ نظم سننے کا اتفاق ہوا دیگر احباب بھی موجود تھے۔ جنابِ جوشؔ کا اندازِ بیاں' لکھنوی زبان کا رکھ رکھاؤ اور پھر اُن کے پڑھنے کا انداز' بڑا ہی لطف آیا۔ یہ غالباً 1971ء یا 72ء کی بات ہے۔ احباب نے فرمائش کی کہ میں بھی اِسی انداز میں کچھ کہوں۔ ہر چند یہ میرا مذاق نہ تھا مگر

ع اصرارِ احبّا ناطق تھا' ناچار اِس راہ پڑا جانا

چنانچہ اپنی اِس نظم کو جوشؔ صاحب کی گلبدنی کا ہم مزاج بنانے کے لئے مجبوراً مجھے خود کو اُس بے باکانہ اور رندانہ لب و لہجے سے آشنا کرنا پڑا' جو جنابِ جوشؔ کی نظم کی خصوصیّت ہے' نظم لکھنے کا مقصد احباب کی تکمیلِ فرمائش تھی' نہ کہ جنابِ جوشؔ کی قدرتِ کلام اور زبان دانی کا مقابلہ' اُمّید ہے کہ پڑھنے والے اِس نظم گلبدنی کو اِنہی معروضات کی روشنی میں دیکھیں گے ۔

نصیؔر

کیا حُسن کا شہکار وہ اللہُ غنی ہے
قامت میں دل آویزیٔ سروِ چمَنی ہے
سر تا بہ قدم موجۂ شیریں سخنی ہے
دو شیزۂ کہسار و غزالِ خُتَنی ہے
دانتوں کی چمک رُو کشِ دُرِّ عدَنی ہے
کیا گل بدَنی ، گُل بدَنی ، گُل بدَنی ہے

شانوں پہ ہیں گیسو کہ گھٹائیں ہیں مُعنبر — لب کیفِ تکلّم سے چھلکتے ہوئے ساغر
پیشانیِ ضَو بار کہ ہے ماہِ منوّر — ابرو ہیں کماں رنگ، مِژہ ناوکِ خود سر

مُکھڑے پہ ہے جو خال، عقیقِ یَمَنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

اَنفاس کی خوشبو ہے کہ مہکا ہُوا گلشن — زلفوں کی گھنی چھاؤں کہ اُمڈا ہُوا ساون
جھکتی سی نگاہیں ہیں اُبھرتا ہوا جوبن — بَجتے ہوئے پنڈے کے وہ ہر تار کی جُھن جُھن

چہرہ جو گلابی تو قبا نارَوَنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

قامت کا خَم و چَم ہے کہ دجلے کی روانی — نقشِ کفِ پا، رُو کشِ صد تاجِ کیانی
زلفوں کے سِیَہ ابر کی وہ عطر فشانی — گُل رنگ پسینے میں ہے غرقاب جوانی

جو بُوند ہے ماتھے پہ وہ ہیرے کی کَنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

انداز ہیں اعجاز، کرشمہ ہیں ادائیں — سُلجھائے جو گیسو تو اُلجھتی ہیں گھٹائیں
کلیوں کی چٹک، لیتی ہے لہجے کی بلائیں — مل جائے جو ہم کو تو کلیجے سے لگائیں

دل میں ہے یہی بات جو مدّت سے ٹھنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

غمزے ہیں کہ آفت ہیں، اشارے ہیں کہ طوفاں — باتیں ہیں کہ گھاتیں ہیں، تبسّم کہ گلستاں
شوخی ہے کہ بجلی ہے، خموشی ہے کہ پیکاں — چہرے پہ تجلّی ہے کہ ہے ماہِ زمستاں

سانسوں میں وہ لپٹیں ہیں کہ جانوں پہ بنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

تیور ہیں کہ تلوار ' ادائیں ہیں کہ خنجر
عشوے ہیں کہ نیزے ہیں' نگاہیں ہیں کہ نشتر
پلکیں ہیں کہ شب خُوں پہ کمر بستہ ہے لشکر
یہ چینِ جبیں ہے کہ عُقُوبت گہِ محشر

قامت ہے کہ نیزہ ہے' نظر ہے کہ اَنی ہے
کیا گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ہے

ماتھے پہ پھبن' پھول سے ہونٹوں پہ تبسّم
رخسار کے دریا میں ہے جلووں کا تلاطُم
افکار میں نُدرت ہے تو لفظوں میں ترنُّم
لہجے میں تحمُّل ہے تو باتوں میں تحکُّم

مہکائے ہوئے بزم کو عنبر دَہَنی ہے
کیا گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ہے

یہ مانگ میں افشاں ہے کہ رخشندہ ستارے
اُٹھتا ہوا جوبن ہے کہ مُڑتے ہوئے دھارے
تابندہ خَد و خال کے رقصندہ شرارے
جُھبیدہ لَٹیں ہیں کہ چکاروں کے طرارے

ساون کی سیہ رات ہے یا زلف گھنی ہے
کیا گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ہے

چلتی ہے تو مِل جاتی ہیں راہوں کو زبانیں
چھٹکاتی ہے جب زلف' برس پڑتی ہیں تانیں
آتی ہے جماہی تو درکتی ہیں چٹانیں
انگڑائی جو لیتی ہے' کڑکتی ہیں کمانیں

ابرو میں لیے جذبۂ ناوک فِگَنی ہے
کیا گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ہے

وہ قہر سے دیکھے تو سمندر کو سُکھا دے
چاہے تو اداؤں سے پہاڑوں کو ہِلا دے
شوخی پہ جو اُترے تو دو عالم کو نچا دے
کیوں خانۂ عُشّاق کو پل بھر میں نہ ڈھا دے

کعبے میں جسے حوصلۂ نقب زنی ہے
کیا گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ، گُل بَدَنی ہے

ہر بول میں ہے بادۂ گُل گُوں کی روانی
ہر مَوجۂ اَنفاس میں ہے زمزمہ خوانی
خوں ریز اشارے ہیں تو قاتل ہے جوانی
ہے جِھیل سی آنکھوں میں چمکتا ہُوا پانی

وہ شعلہ ہے جلوت میں تو خلوت میں بَنی ہے
کیا گُل بَدَنی، گُل بَدَنی، گُل بَدَنی ہے

شوخی میں بھرے دولتِ دیرینۂ قُطبَین
چوٹی میں لپیٹے شبِ رعنائیِ دارَین
اُلٹے ہوئے گھونگٹ تو اُتارے ہوئے نَعلَین
وہ بِنتِ قمر آ گئی ، لے داورِ کونَین!

یہ دینِ مقدّس ہے یہ دنیائے دَنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بَدَنی، گُل بَدَنی ہے

غُنچے کا دِکھاتی ہے سماں تنگ دہانی
نُطق ایسا کہ بِپھرے ہوئے دریا کی روانی
اندازِ تخاطب میں غرورِ ہمہ دانی
الفاظ میں ہیں گوہرِ صد رنگِ معانی

اِن کا جو نہ قائل ہو وہ گردن زَدَنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بَدَنی، گُل بَدَنی ہے

اُٹھتا نہیں گھونگٹ کی طرف دستِ حنائی
ہر انگ لجاتا ہے دمِ چہرہ کُشائی
نظروں کی گرانی سے مُڑکتی ہے کلائی
حاصل ہے جسے اِس درِ دولت کی گدائی

وہ خسروِ آفاق کے مانند غنی ہے
کیا گُل بدنی، گُل بَدَنی، گُل بَدَنی ہے

سِن ہے جو تروتازہ تو رخسار ہیں شاداب
جِلد اِتنی ملائم کہ خَجِل قاقُم و سنجاب
پلکوں کے جھپکنے میں ہے آمادگیٔ خواب
نظروں میں جواہر ہیں تو آنکھوں میں ہے گرداب

شبنم کی دُلائی سی شبستاں میں تنی ہے
کیا گُل بَدَنی، گُل بَدَنی، گُل بَدَنی ہے

سرشار مناظر ہیں، جنوں خیز ہوائیں
قاتل ہے تبسّم تو قیامت ہیں ادائیں
پہلو میں ہے وہ شوخ، معطّر ہیں فضائیں
اِس وقت کہ گھرتی چلی آتی ہیں گھٹائیں

ساغر کو پٹک دوں تو یہ ایماں شکنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

دیکھو اُسے ہنگامِ برافگندہ نقابی
اک مُصحفِ تابندہ ہے یا رُوئے کتابی
نغمہ ہے نظر، آنکھ کے ڈورے ہیں رَبابی
کلیوں کی مہک جسم میں، مُکھڑا ہے گُلابی

یہ شکل و شباہت نہ بنے گی، نہ بَنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

آہنگِ جوانی پہ سماوات ہیں رقصاں
آواز ہے اک نغمہ، تو لہجہ گُلِ خنداں
بنیادِ دو عالم ہے اشارات سے لرزاں
مَسقط دلِ عُشّاق کا ہے چاہِ زنخداں

وہ مَوجۂ تابندگیٔ سیم تنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

تھم جائے وہیں، دیکھے اگر گردشِ دوراں
ہو واعظِ بے چارہ بھی انگشت بدنداں
الحاد کے زانُو پہ ہے سویا ہُوا ایماں
اعلانِ خدائی ہے لبِ کفر پہ غلطاں

اب آئے جسے ولولۂ بُت شکنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

کچھ غم نہیں اُلفت میں جو دن رات کراہیں
چبھتی رہیں سینے میں وہ بے باک نگاہیں
دُھن ہے کہ گلے میں رہیں وہ پھول سی بانہیں
کیونکر نہ نصیؔر اُس بتِ نو خیز کو چاہیں

رگ رگ میں رچی عاشقی و برہمنی ہے
کیا گُل بدَنی، گُل بدَنی، گُل بدَنی ہے

❁

پنجابی غزل

مینوں تیرے فراق نے مار سٹیا آجا آجا او جانِ بہار آجا
ایہناں ساہواں دا نہیں اتبار کوئی تینوں وینح تے لاں اک وار آجا

مالا تیرے پریم دی گل پاکے تیرے رہ وچ سیس نوا بیٹھی
تیرے اون دی خوشی وچ اجے توڑی بیٹھی کرنی آں ہار سنگار آجا

تینوں لِکھ لِکھ چِٹھیاں پاونی آں دل چیر کے پِئی دکھاونی آں
چنّا ! دُوریاں نوں ہن تے دور کر کے ساری عمر دے لئی اِکّو وار آجا

تیری دید نوں اکھیاں ترس گیاں لکّھاں بدلیاں غم دیاں برس گیاں
تینوں قسم ہے اپنیاں غفلتاں دی میرے کول مِرے غم خوار آجا

آتش ہجر دی بدن پئی ساڑدی اے میریاں وسدیاں جھوکاں اجاڑدی اے
دو ترِن ہچکیاں رہ گیاں موت وچوں ہُن تے جِین دے نئیں آثار آجا

آکے کدی تے پچھ دل اوسدے توں جیہدی آس دی دنیا توں لُٹ لئی اے
کَنّی لمّی اے رات جدائیاں دی مِرے مہربان دلدار آجا

سدا حُسن دے بدّل گجدے نئیں سدا ظلم دے واجے وجدے نئیں
میریا جگ توں سوہنیا محبوبا ہے نصیؔر ڈاہڈا بے قرار آجا

غزل پنجابی بہ زبانِ پوربی

ہم کا دکھائی ' دیت ہے ایسی رُوپ کی اگیا ساجن ماں
جھونس رہا ہے تن من ہمرا نیر بھر آئے انکھین ماں

دُور بھئے ہیں جب سے ساجن آگ لگی ہے تن من ماں
پورب پچھم اُتّر دَکھّن ڈھونڈ پھری مَیں بن بن ماں

یاد ستاوے پردیسی کی دل لوٹت انگاروں پر
ساتھ پیا ہمرا جب ناہیں اگیا بارو گلشن ماں

درشن کی پیاسی ہے نجریا ترسن اکھاں دیکھن کا
ہم سے روٹھے مُنھ کو چھپائے بیٹھے ہو کیوں چلمن ماں

ایک تمہاری آس پہ ساجن سگرے بندھن توڑے ہیں
اپنا کر کے راکھیو موہے آن پڑی ہوں چرنن ماں

چَھٹ جائیں یہ غم کے اندھیرے گھٹ جائیں یہ درد گھنے
چاند سا مکھڑا لے کر تم جو آ نکلو مورے آنگن ماں

جیون آگ بگولا ہردے آس نہ اپنے پاس کوئی
تیری پریت کی مایہ ہے کچھ ' اور نہیں مجھ نردھن ماں

ڈال گلے میں پیت کی مالا خود ہے نصیؔر اب متوالا
چتون میں جادُو کا جتن ہے رس کے بھرے تورے نینن ماں

آ پُنلا باغ بہاراں وے

بزبانِ سرائیکی

آ پُنلا باغ بہاراں وے
مَیں گھول گھتی لکھ واراں وے

رِم جھم ، رِم جھم بُو نداں برسن — دید تری نوں اکھیاں ترسن
مَیں روواں تے آہیں ماراں وے — آ پُنلا باغ بہاراں وے
مَیں گھول گھتی لکھ واراں وے

اوہ پُر کیف ترانے بُھل گئے — مے خانے ، پیمانے بُھل گئے
سب وِسریم مینگھ ملہاراں وے — آ پُنلا باغ بہاراں وے
مَیں گھول گھتی لکھ واراں وے

تیرے باجھ بہار نہ کوئی — غم بھتے غم خوار نہ کوئی
ہتھ جوڑ مَیں عرض گزاراں وے — آ پُنلا باغ بہاراں وے
مَیں گھول گھتی لکھ واراں وے

گلشن ، باغ ، ویرانے مَینوں — اپنے وی بیگانے مَینوں
بِن تیرے مَیں کِس کاراں وے — آ پُنلا باغ بہاراں وے
مَیں گھول گھتی لکھ واراں وے

دِلڑی غرق غماں وچ ہوئی — راہ نصیرؔ نوں دَس جا کوئی
ہِک جندڑی تے درد ہزاراں وے — آ پُنلا باغ بہاراں وے
مَیں گھول گھتی لکھ واراں وے

❁

غزل در زمینِ خواجہ حافؔظ شیرازی

خدا دِہَد بہ صبا اجرِ خدمتِ پرواز
کہ آوُرد خبر از دلربائے مُلکِ حجاز

دعا کنند اسیرانِ سُنبلِ جَعدش
کہ باد تا بہ ابد عُمرِ زلفِ یار دراز

مرو مرو پسِ مرگم تُو از سرِ بالیں
بیا بیا کہ درِ چشمِ شوق دارم باز

زہے نصیب تُو سلطان و من گدائے درت
ہزار شکر منم بندہ و تو بندہ نواز

زیارتِ رُخِ ساقی بمیکدہ خوشتر
ز بانگِ واعظِ خام و ز شیخِ شُعبدہ باز

مکن مقابلۂ حُسنِ اُو بحُسنِ کسے
کہ ہست دلبرم از جملہ دلبراں ممتاز

سلامِ من بہ گروہے کہ بے زمان و مکاں
بہ طاقِ ابروئے جاناں ادا کنند نماز

سر از لحد بدر آرند بہرِ پا بوسی
گہے گُزر بہ سرِ کُشتہ گانِ غمزہ و ناز

حُضورِ دل طلبی ، با شکستگی خُو کن
تُو خلق را چہ فریبی بسجدہ ہائے دراز

سِپَندوار تپَم روز و شب بہ آتشِ ہجر
نہ ہمدمے نہ رفیقے نہ مُونس و دم ساز

میار جنسِ دُوئی بر دکانِ یکتائی
مبیں ز شرک نگاہی بحُسنِ بے انباز

بہ بامِ حُسنِ حقیقت کجا رسد نظرش
گذشت ہر کہ نہ از پُلِ صراطِ عشقِ مجاز

بزیرِ خاک، برنگِ عُروس خوابیدند
فُغاں کہ ہیچ نیابم ز رفتگاں آواز

بیا بہ دُردیٔ پیرِ مُغاں قناعت کن
کنارہ گیر ز حلوا خورانِ مطبخِ آز

بہ شکرِ آنکہ شدی کاملُ النّصاب چو بدر
بدِہ بہ قاسیہ قلباں زکوٰۃِ سوز و گداز

طریقِ اہلِ ادب نیست سرکشی کردن
تُو شمع وار در آتش بسوز و سرفراز

قبول کن ز رہِ لطف آنچہ آوردیم
کہ مفلسیم و نداریم جُز متاعِ نیاز

رسید بر درِ تُو با ہزار حسرتِ دل
مَراں نصیؔرِ حزیں را ز آستانۂ ناز

غرض تتبّعِ طرز است در غزل ، ورنہ
کُجا نصیؔر و کُجا شعرِ حافظِ شیرازؒ

پنجابی دے غزلیہ چوبر گے

سُورج عمر تے آس دا ڈُب چلیا کردا اجے وی نہیں سوہنا یار گلّاں
لوک بولیاں ماردے ہر ویلے ' کٹّن چھاتی نوں وانگ تلوارا ' گلّاں
لیکھاں والیاں نال کیہ رِیس ساڈی ' کرے اوہناں دے نال دلدار گلّاں
آ جا ساہواں دا نہیں وساہ کوئی بوہے مار بہیے ' کریے چار گلّاں

واہ واہ ہجر فراق دی اگ ڈاڈھی ڈُھکّھن دِلاں دے نال سریر وکھرے
ڈاروں وچھڑے پنچھی جیوں ہُون زخمی ' بھکّھے تسّے تے اُتّوں اسیر وکھرے
شام پیندیاں ای ڈُب ڈُب آس جاوے، لگّن روح تے سوچ نوں تیر وکھرے
ہوندا رہوے جہان وچ ہور سب کُجھ، شالا ہون نہ ویراں تو وِیر وکھرے

پہلے وانگ پتنگ دے ڈور دے کے فیرکٹ کے پتنگ دی کار لُٹیا
دے کے مفت دلاسڑے یاریاں دے اِکّو وار تے کیہ لکّھاں وار لُٹیا
ایسا کرن دی نہیں سی اُمید جس تے اُسے آپ بن کے پہرے دار لُٹیا
کریے شکوہ نصیؔر خزاں دا کیہ ساڈے باغ نوں آپ بہار لُٹیا

تیرے داغِ فراق نُوں دل چُمّسی لکّھاں داغ قلبِ داغدار تے سہی
جاواں تیریاں اداواں دے مَیں صدقے وگڑی زلف نوں ذرا سنوار تے سہی
تینوں رب نے جے بادِ بہار کیتا ایہو کرم اِس مُشتِ غبار تے سہی
تیری تاہنگ اُڈیک نے مار سُٹیا کدے آویں ہا بھاویں مزار تے سہی

دونواں اَکھاں نے رو رو کے رہ پائے اوہدی خبر ہوا وی نہیں آئی
ایسا دل دا شہر خموش ہویا کوئی کُوک صدا وی نہیں آئی
رب نے ساہواں دی ڈور وی نہیں کھِچّی مینوں لین قضا وی نہیں آئی
اُتوں قسمت نے ہور ہنیر کیتا مُڑ کے بادِ صبا وی نہ آئی

خ خوشیاں تے ہاسیاں نال وسّیں کریں ہار سنگھار ' اللہ خوش رکھّی
کھِڑیا رہویں ہمیش گُلاب وانگوں ' سدا ویکھیں بہار ' اللہ خوش رکھّی
تکیں سُکھ تے کدی نہ دکھ ہووی ' رہوی بخت بیدار ' اللہ خوش رکھّی
ساڈے نال جو کیتی آ اوہ جانے ساڈا کیہ اے یار! اللہ خوش رکھّی

شین شرم ناہیں جیہڑی دھرت اُتّے بن بے شرم اوتھے فیر وسناں کیہ
جینوں چار ٹکیاں اُتّے مان اِنّاں واجاں مار اوہدے پچھے نسناں کیہ
گل کرے جیہڑا متھّے وٹ پا کے اُونہوں یار بنا بہتا ہسناں کیہ
جیہڑا نہیں تکدا اُنہوں کیہ تکنا ' جیہڑا نہیں پُچھدا اوہنوں دسناں کیہ

الف اج میرے دل دے شہر وچّوں نواں راہی عجیب اک آ لنگھیا
نہیں سی جان پچھان پر کیہ دسّاں کیہ کیہ دس کے ناز ' ادا لنگھیا
اوہدے طرزِ خرام دی شان نہ پُچھ پَیر دب کے وانگ صبا لنگھیا
پتہ لگ نہیں سکیا نصیرؔ اج تک بندہ لنگھیا کہ آپ خدا لنگھیا

رل کے بیٹھے آں نال تقدیر جے کر ' کردائے جی کر لیئے دو چار گلاّں
گلاّں سن کے خفا نہ توں ہوویں کر دے رہندے نے یاراں نال یار گلاّں
سچ بول ہمیشہ تے حسد نہ کر جھوٹے دعوے چھڈ ایویں نہ مار گلاّں
جہڑے حق توں چُپ نہیں وٹ سکدے کردے وانگ منصور سرِ دار گلاّں

عین عشق دی جنہاں نوں چاٹ پے گئی بھنگڑا پا کے سرِ بازار نچدے
گا کے راگ ملہار بہار سنڈھڑا جُھمر پاوندے تے پیَر مار نچدے
تک دِھن تا تھیّا تک دِھن تا تھیّا پیلاں پا پا دمِ دیدار نچدے
جہڑے جُھوٹھیاں شاناں دے نہیں بھکھے چھڈ کے خودی اگّے درِ یار نچدے

فرق حُسن تے عشق دا کُھل جاندا ' جے کر رنگِ طلوع و غُروب تکیے
عاشق رکّھے نیاز دے نال متھا ' بیٹھا لا سوہنا محبوب "تکیے"
دینا ہووے جے حُسن تے عشق نوں حق چہرہ یوسف دا وانگ یعقوب تکیے
خوبصورتی جہڑی بنائی رب نے اوہنوں خوب سراہیے تے خوب تکیے

اپنے آپ نوں جوڑ کے کون ٹُریا حُسنِ یوسف دا مان تے ناز بھن کے
عقل ہوش اُڈّے ' پے گئی بھاج ایسی ' زاہد نسیا مستیوں نماز بھن کے
اوہدے دِل نصیّر مَیں کیہ دیکھاں رسمِ ادب چھڈ ' حدِّ نیاز بھن کے
جس دے مُصحفِ رُخ دی حُدود اندر گوڈے بہندی اے زلفِ دراز بھن کے

❁

بھریانی ویہڑا میرا سجناں نال ، اَج بھریانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
ماہی مرا میرے ویہڑے وڑیا ، اُو دیکھو چن چڑھیانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
پائے پیر سجن گھر میرے ، تک تک کے من ٹھریانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
ویکھ لواں تینوں ہنڑتے آجا ، دم اکھیاں وچ اڑیانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
مُڑ مُڑ کہندا کھوہ دا بوکا ، جو ڈُبیا اوہ تریانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
دیکھ ذرا توں مُکھ ماہی دا ، رُوپ جنابوں چڑھیانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
چنگے چنگے اُوتھے پہنچے نہ ، جتھے میرا مقدّر لڑیانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
وانگ حُسین دے زندہ ہو جا ، جو ڈریا اوہ مریانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
عبدالقادر پیر دے صدقے ، ڈبدی کا ہتھ پھڑیا نی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
لوہا لکڑی نال جے لگیا ، تریاں دے سنگ تریا نی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
بن دسے گھر آیا ساجن ، ایہہ چن کدھروں چڑھیانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
یار مینوں اَج گل نال لایا ، دشمن دا دل سڑیانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی
مُکدی گل نصیر مکاواں ، اوہ جتیا میں ہریانی   ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی

خمریات

واعظ! مجھے جنّت کا طلب گار نہ کر
جو بس میں نہیں تیرے، وہ اِقرار نہ کر
گو رِندی و مستی نہیں تیرا مَسلک
ساقی کے تبرّک سے تو انکار نہ کر

❁

اُمّید سعادت کی کمر ٹُوٹ گئی
نبضِ وقتِ شگفتگی چُھوٹ گئی
ساقی نے کہا، ذرا توقّف اے رِند!
اِتنے میں جو دیکھا تو کرن پھُوٹ گئی

❁

خاکِ درِ میخانہ کا ہر ذرّہ ہے پاک
اِس خطّے پہ قُرباں ہے فضائے افلاک
تخلیق کی نس نس میں ہے صَہبا کی نمی
ہر ریشۂ زِیست میں ہے خونِ رگِ تاک

❁

ہے عشق کی مستی ہی میں دانش مستُور
دُردِ تہِ یک جام ہیں ادراک و شعور
چھینٹے ہیں شراب کے نُجوم و مہ و مہر
فیضان ہے ساقی کا یہ سب نُور و ظہُور

میخانے کا ہر ذرّہ ہے تحفہ ، سوغات
رِندیّ و سیہ مستی ہے اصلِ حَسَنات
ہر شیشہ ہے نُورِ نَظَر کاہکشاں
ہر بُوند ہے لختِ جگرِ آبِ حیات

جب محفلِ جَم ، جام سے جَم جاتی ہے
گردش سحر و شام کی تَھم جاتی ہے
جب جُھوم کے گُھونٹ گھونٹ پیتا ہُوں مَیں
تا عرش دُعا قدم قدم جاتی ہے

موجیں ٹھہریں خُنک کناروں کی طرح
قطروں کی اُڑان ہو غُباروں کی طرح
ساقی کا نشانِ پا جو دَمکے سرِ راہ
ذرّات نکھر جائیں ستاروں کی طرح

مُحتاط بھی خاکِ خُم میں دَھنستے دیکھے
مغموم بھی میخانے میں ہنستے دیکھے
رِندوں ہی پہ موقوف نہیں گردشِ جام
زُہّاد بھی اِس دام میں پھنستے دیکھے

مَے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمو
ہے شہ رگِ ہستی میں رواں خُم کا لہُو
ہر لغزشِ مستانہ ہے منزل کا نشاں
مِٹتا ہے جامِ مَے سے فرقِ من و تو

رِندوں پہ اگر بابِ کرم کُھل جائے
اک گھونٹ ہی میں راہِ حرم کُھل جائے
تُل جائے پلانے پہ جو چشمِ ساقی
ہر صُوفی و زاہد کا بھرم کُھل جائے

چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زِشت نہ خُوب
پیشانی پہ مکتوب ہیں اسرارِ قلُوب
ہے صاف ضمیری کا نشاں حق گوئی
آئینہ چُھپاتا نہیں چہرے کے عُیُوب

کیوں دیدۂ عالَم سے چُھپا کر پی لُوں
کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لُوں
ساقی! ترے قُربان، اجازت ہو اگر
میخانے کو مَیں سَر پہ اُٹھا کر پی لوں

پنجابی کلام

(در رنگ ابیات حضرت باھوؒ)

پنجابی کلام

در رنگِ ابیاتِ
حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ)

با اہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

التجا بدرگاہِ قاضی الحاجات

رب سچا تینوں دم دم سوراں کردے دُور بلائیں ھُو
مَیں کمینہ عیباں بھریا در توں نہ ٹھکرائیں ھُو
کھولیں بُوہا رحمت والا، خیر جنابوں پائیں ھُو
رورو عرض نصیؔر گزارے بیڑا بنّے لائیں ھُو

توحید

وحدت دا دریا جلالی ہر کوئی جس تھیں ڈریا ھُو
سک بھرنے دی ہر دل وچ پروَرلیاں بھانڈا بھریا ھُو
جس وی غوطہ اِس وچ لایا اوہ نصیؔر نہ مریا ھُو
اِس دریا دیاں پُٹھیاں چالاں جو ڈبیا سو تریا ھُو

رحمت کے فیصلے

رب دی مثل نہ کوئی داتا جو دیوے بے منگے ھُو
دخل نصیؔر نہ دیون دیوے جس نوں جس رنگ رنگے ھُو
جے پچھ بہوے عملاں تائیں کمبّن چنگے چنگے ھُو
جے اوہ آجاوے فضلاں تے کج دیوے لکھ ننگے ھُو

دینے والا اللہ ھے

میں لیون توں دیون والا منگّاں جھولیاں اڈ کے ھُو
آ بیٹھا میں در تیرے تے دل توں غیر نوں کڈ کے ھُو
کتھّے نصیؔر پسارے دامن بوہا تیرا چھڈ کے ھُو
در تیرے دے مانگت ربّا اُس دے سارے وڈ کے ھُو

معاملات کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے

توحید

وحدت دریا ٹھاٹھاں مارے چنگے چنگے جتوں یر کے ھُو
اُٹھّن موجاں جیویں فوجاں پیر نہ پیندا ڈر کے ھُو
سوہنی جیہا نصیرؔ نہ عاشق مُکھ تکیا جس مر کے ھُو
کئی ڈب کے جا لگے کنارے نہیں اپڑے کئی تر کے ھُو

رحمت کا بلاوا

میرا رازق غنی جہانوں مَیں بُت حرص ہوس دا ھُو
وازاں مارے دیون تائیں مَیں ہر بُوہے نس دا ھُو
جے اوہ فضل دا مینہہ وساوے رُوڑیاں تے جا وس دا ھُو
اُس دے باہجھ نصیرؔ نہ کوئی مَیں عاجز بے کس دا ھُو

التجا بحضورِ سیّدالوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہک دن مَیں پیا دل وچ رووّاں، ہتھوں جُرم خطائیں ھُو
آکھاں کملی والیا سائیاں عرضی نہ ٹھکرائیں ھُو
میں ڈبیا دریا گناہاں پیّراں توں سر تائیں ھُو
بخشش جوگا مول نہ رہیا حدّوں ودھ خطائیں ھُو
ساہواں دے مُکنڑ تھیں پہلاں آ دیدار کرائیں ھُو
پہلی رات قبروچ میری مُکھ دا نور وسائیں ھُو
کوثر پیالا پاکاں والا مینوں گُھٹ پلائیں ھُو
جد اعمال ترکڑی تُلسن جھات کرم دی پائیں ھو
مَیں ڈرساں مرے کول کھلوویں چھڈ کے دُور نہ جائیں ھُو
عمل کچّے پنیڈے لمبے ڈِگدی نوں گل لائیں ھو
رحمت والا ہتھ لمیاریں پل صراط ٹپائیں ھُو
حضرت بولے عاصی بندیا روگ نہ دل نوں لائیں ھُو
ہتھ میرا تری کنڈ تے رہسی حشر دہاڑے تائیں ھو
ہو سکّی تے سال دا پھیرا شہر مدینے پائیں ھو
بُوہا میرا نہ چھوڑیں' مرے بوہے تے آئیں جائیں ھُو
ہِلسن ہوٹھ شفاعت میرے تھیسن رد بلائیں ھو
توں کیوں رووّیں توں کیوں چیکیں میں ہاں تیرے تائیں ھُو

میں جانڑاں مرا مالک جانڑیں اینویں نہ گھبرائیں ھو
ہنڑ کی خوف نصیر مینوں میرا جیوے سِر دا سائیں ھُو

التجا بحضورِ رسولِ مجتبیٰ ﷺ

آ وڑیا ترے شہر مدینے اک غمگین سوالی ھو
کملی والیا لج پالا کریں نال اُسدے لج پالی ھو
رو رو عرض گزارے شاہا پکڑ سُنہری جالی ھو
ایہہ مانگت نہیں ٹلّن والا کاسے پا خوش حالی ھو
واسطہ پاوے زہرؓا دا کریں لگیاں دی رکھوالی ھو
حسنؓ حسینؓ دا سِر صدقہ اَج بھر دے بھانڈا خالی ھو
فقر ابوذرؓ والا بخشیں، دیویں سوز بلالی ھو
تیری شان خدایوں اُچّی، تیرا حُسن مثالی ھو
سِر تے تاج شفاعت والا، موہڈے کملی کالی ھو
کیوں نصیر نہ میں کھڑکانواں اُس دا بابِ عالی ھو
جس نوں سب توفیقاں ربّوں، جو اُمّت دا والی ھو
جھولیاں بھر بھر لوکی جاندے مَیں کیوں جانواں خالی ھو

بحضورِ شہیدِ کربلا

دس محرّم چڑھیا سورج دیندا سیک فنا دا ھُو
کی دسّاں مَیں حال نصیرؔ اُس کربل دے آقا دا ھُو
چُھپ گئے دُکھ توں چنّ تے تارے بدلیا رنگ فضا دا ھُو
خاک تے ڈِگیا گھوڑے اُتّوں جس دم چن زہراؑ دا ھُو

حسینؓ ابنِ علیؓ کے حضور

خطیبِ منبر سے خطاب

تُوں وی نِت منبر تے بہویں چھیڑ جہاد کہانڑیں ھو
نہ کوئی گل تے ایویں پھیریں پانڑیاں وچ مدھانڑیں ھو
علیؓ دے لال دی رِیساں نہ کر، گل کر کوئی سیانڑیں ھو
جے شبیرؓ جیہا کوئی لبّھی شکل تکاون آنڑیں ھو
مَیں قربان نصیرؔ اُس توں جیہدی زینبؓ قدر پچھانڑیں ھو
سینچیا جس اسلام دا بوٹا دے کے خون دا پانڑیں ھو

درمدحِ پیرانِ پیر
حضرت سیّدعبدالقادر جیلانیؒ

غوث پاکؒ توحید دا سورج چمکیا کُل جہانے ھُو
مُکی رات تے مچیاں دُھماں وچ زمین اسمانے ھُو
اکھ والا کوئی ویکھے اِس نوں نابینا کی جانے ھُو
مُونہوں ناں منّڑ والے وی من گئے اندر خانے ھُو
لکھیا حسب نسب وچ اُچّا ہر لکھیار سیانے ھُو
لال علیؓ دا چن زہراؓ دا جمیا پاک گھرانے ھُو
شکل شباہت حسنؓ حسینؓ تک تک لوک دوانے ھُو
سیرت دے وچ جھلک رسولی بولے حق زُبانے ھُو
وچ بغداد وسیرے کیتے ونڈے عِلم خزانے ھُو
وصل دے کاسے بھرنے تائیں کھول دِتے میخانے ھُو
لا الٰہ الاّ اللہ دے جد چلّے پیمانے ھُو

چھڈ گئے ہوش غزالیاں ور گے، بھُل گئے نفل دوگانے ھُو
تائب ہوئے شرک دے پاپی لگّی عقل ٹھکانے ھُو
کر کر صفت نہ اج تک رجّے اپنے تے بیگانے ھُو
وعظ فتوحُ الغیب دے پڑھ کے منیا پیر، زمانے ھُو
سودا اوہ نصیؔر اِس دا جیہڑا مِلے نہ کسی دُکانے ھُو

شانِ حضرت پیرانِ پیرؒ

اوہ پیراں دا پیر جہدا سِر مشرکاں سوٹا کھڑ کے ھُو
بہتیاں اکھیاں وچ اوہ وسدا کجھ اکھیاں وچ اڑ کے ھُو
گھٹیا رُتبہ نصیؔر نہ اُس دا سَے مر گئے سڑ سڑ کے ھُو
عبدالقادر پیر مرا جیہڑا تار دیوے ہتھ پھڑ کے ھُو

درمدحِ پیرانِ پیرؒ

نہ بُلیار تے نہ مَیں فاضل گونگی اَتے کُللّی ھُو
غوث پاکؒ دے مَیں صدقے جہدے ٹکڑے کھا کھا پلّی ھو
اِس لئی میں کوجھی بدشکلی سوہنڑیاں دے سنگ رلّی ھو
کل نصیؔر متاں ہو جاوے اگلی راہ سُکھلّی ھو

در شانِ پیرانِ پیرؒ

ہک بُڈھڑی بغداد نگر وچ روندی بیٹھ کنارے ھُو
تڑفے تے فریاداں پاوے ہتھ مِٹیاں تے مارے ھُو
ڈُب گیا میرا سہریاں والا نال براتی سارے ھُو
دجلہ دریا ٹھاٹھاں مارے کردی موت اشارے ھُو
اَچّن چیتی میراںؒ آئے کردے سیر نظارے ھُو
بُڈّھی وچ قدماں دے ڈِگ کے رووے تے عرض گزارے ھُو
کون ہووے جیہڑا موڑے میرے ڈُبّے چن تے تارے ھُو
پیر ہووے تے میراںؒ جیہا جیہڑا لاوے نہ جھوٹھے لارے ھُو
عبدالقادر ہتھ اٹھائے اگّے رب پیارے ھُو
ڈُبّی کِشتی رب دے فضلوں لگّی آن کنارے ھُو
واہ نصیؔر پُتر زہراؓ جس ڈُبّے بیڑے تارے ھُو

آج کی یاری

یاراں دی گل چھیڑ نہ یارا اج دے یار لُٹیرے ھُو
اُڈّن تون پَر تو لدے رہندے پنچھی جیوں بنیرے ھُو
جے لبھّے تے پچھّے پچھّے نہ لبھّے تے اگیرے ھُو
جانی یار نصؔیر نہ ملدے نانی یار بتیرے ھُو

سُچّے یار

جُگ جُگ جیون یار سُچیرے ویکھاں سدا اُچیرے ھُو
وِس گلیاں، کھلّن بُوہے، کدی نہ مُکّن پھیرے ھُو
رونق میلے، گلّاں باتاں، درشن شام سویرے ھُو
یاراں نال نصؔیر بہاراں یاراں باجھ ہنیرے ھُو

شبِ ہجراں

کالی رات جدائی والی غم دے گھپ ہنیرے ھُو
شالا مُکّے رات ہجر دی بولے کاگ بنیرے ھُو
اَڈیاں چا چا رستے ویکھاں رووّاں شام سویرے ھُو
سر قربان نصیّر کراں جے یار آوے گھر میرے ھُو

عیدِ جدائی

عید آئی پر یار نہ آیا خوشیاں غم نہیں کھڑیا ھُو
دسّو مینوں دارو کوئی ناگ ہجر دا لڑیا ھُو
سِک نصیّر نہ یاردی مُکّے ساہ اکھیاں وچ اڑیا ھُو
چن اسمانی کی ویکھاں اَجّ چن میرا نہیں چڑھیا ھُو

شکوۂ بے قدری

بے قدراں کچھ قدر نہ جانی کیتی خوب تسلّی ھُو
دنیا دار پچاری زر دے کُتیاں دے گل ٹلّی ھُو
ٹک ٹک اتھرو روسن اکھیاں ویکھ حویلی کلّی ھُو
کوچ نصیّر اساں جد کیتا پے جاسی تھرتھلّی ھُو

آمدِ یار

ساری عمر جدائی کٹّی دُکھاں وچ دل سڑیا ھُو
جاگ لگن دا ویلا آیا آساں دا دُدھ کڑیا ھُو
لکھ لکھ اج نصیّر مبارک رانجھا ویہڑے وڑیا ھُو
مَیں مسکین دی قسمت جاگی اوہ ویکھو چن چڑھیا ھُو

آنکھ کی حرص

چھوڑ زمانہ پچھلا ' تینوں گل سناواں اج دی ھُو
انسانی اکھ حرص دی باندی ہر پا سے پئی بھجدی ھُو
چھوڑ ہوس تے پائے کن وچ گل نصیرؔ ایہہ چج دی ھو
بھکھا ڈِھڈ تے رج وی جاوے بھکھی اکھ نہ رج دی ھُو

نسب پہ اترانے والے کمالات سے محروم

اساں اصیل بٹیرے ڈٹھے پھردے شہراں گلیاں ھُو
کہندے ساڈے جیہا نہ کوئی جے اَسی گھر ولیاں ھُو
چج دی گل نصیرؔ نہ کائی مارن ایویں گللیاں ھُو
جلوے حسبی نسبیاں والے عادت وانگ مُسلیاں ھُو

قسمت کے فیصلے

واہ قسمت جہدے سِر تے تینوں یکتائی دا تنڑیا ھُو
اوہدے جیڈ مقداراں والا مانواں نے گھٹ جنڑیا ھو
رِیس نصیرؔ کی اُسدی جیہڑا ربّوں بنڑیاں ٹھنڑیا ھو
گیاراں پُت یعقوب نبی دے' یوسف ہکّو بنڑیا ھُو

فراقِ یار

جھلّی وا وچھوڑے والی ککھ چھڈیُس نہ پلّے ھو
شالا کسے دا یار نہ وچھڑے' یار نہ تھیون کلّے ھو
اساں سہیڑے وچ جدائیاں صدمے اُتّے تھلّے ھو
یار نصیرؔ کی رُس کے ٹُریا اُجڑے شہر محلّے ھو

آرزوئے دیدار

تُس مِلّے جے مچھی جیہی پریم دے دریا تیراں ھُو
اک پھیرا ترے دردا مینوں لکھ بہشتی سیراں ھُو
مُکدی گل نصیؔر ایہہ آکھے پے پے تیریاں پیراں ھُو
رکھّیں کول تے درتے ماریں نہ پاویں وس غیراں ھُو

یار دی مرضی

بے پروا سنگ لا کے یاری ہو گئے اَسی نمانڑیں ھُو
کوئی تے بن کے غم دا بیلی خبر یار دی آنڑیں ھُو
اَسی نصیؔر ککھاں تھیں ہَولے بھاویں یار دے بھانڑیں ھُو
اساں تے اُس نوں سچ کر جانتا اوہ جانڑیں نہ جانڑیں ھُو

اپنا بنا کر رکھنے کی التماس

حُسن تے ناز دیا شہکارا رب دیاں تینوں رکھّاں ھو
مُونہوں بولیں موتی رولیں دل کھس لے گیاں اکھّاں ھو
جے نصیؔر نوں تیں چھڈیا رُل جاسی وانگوں ککھّاں ھو
اُس نوں تیرے جیہا نہ کوئی اُس جئے تینوں لکھّاں ھو

نمازِ حُضوری

کی واجب کی فرض ترے جے توں پریم نماز نہ نیتی ھُو
جنّہاں دے دل وچ یار وسے اُنہاں کدی قضا نہ کیتی ھُو
وضو ترے دا کی فیدا جد اندر لکھ پلیتی ھُو
دَسّے بھید نہ مستی دا جس بے پیمانے پیتی ھُو
جنہاں نصیؔر حضوری پائی نہیں محتاج مسیتی ھُو

فراقِ یار

چنگی بھلّی بیٹھی بیٹھی ہو گیا مینوں اج ' کے ھو
کیہڑا وچھڑیا یاد آیا ہے میں روپئی اکھیاں کج کے ھو
ویہڑا متاں مرا وس پیوے ہر اَوندا تکدی بھج کے ھو
یار نوں کون نصیؔر لے آوے نہیں تکیا میں رج کے ھو

راہِ طلب دشوار ہے

اُجڑ اُجاڑ طلب دا صحرا خبر نہ کوئی آنڑیں ھو
اِس دے حالوں راہی واقف اَن راہی نہ جانڑیں ھو
گھروں مُڑے جیہڑے بھر بھر گُتھیاں ادھ وچ مُک گئے دانڑیں ھو
عشق نصیؔر او منزل جتھے بھل گئے لکّھاں سیانڑیں ھو

نا کردہ کردہ جیسا نہیں ہوسکتا

تاریا اِکّاں نوں تقوے اک پھسّے چکڑ پلیتی ھو
اک میخانے دُھت شرابوں اک دن رات مسیتی ھو
جس نہیں پیتی اُس نہیں پیتی جس پیتی اُس پیتی ھو
اک جئی کدی نصیؔر نہ ہوندی کیتی تے اَن کیتی ھو

یاراں نال بہاراں

جے نہ آوے یار نظر کی کرناں جی کے اساں ھو
نال اُسی دے ہاسے کھیڈے خوشیاں، مزے تے چساں ھو
یار نہ آیا پیوں شالا جلد مُڑن دیاں دسّاں ھو
بِن دیدار نصیؔر نہ مُکّن دل تسّے دیاں تساں ھو

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مدینے دے نظارے بھال دا اے	مرا دل وی مرے ای نال دا اے
میں پلّا پھڑ لیا اے اُس سخی دا	جیہڑا در توں نہ خالی ٹال دا اے
جے نہیں زندہ ولی قبراں دے اندر	زمانہ ایویں دیوے بال دا اے ؟
کھلو جاناں واں طوفاناں دے اگّے	مینوں تکیہ مرے لج پال دا اے
اوہ حاضر وی اَتے ناظر وی ساڈا	نبیؐ جانڑوں اساڈے حال دا اے
مُکا دیندی اے گستاخی نبیؐ دی	اے زنگ اندر ہی اندر گال دا اے
جو الکاسب حبیبُ اللہ ہے پڑھ دا	اوہ آپے سیکدا تے بال دا اے

نصیرؔ اوہ چِت نہیں شاہاں تے دھردا
جیہڑا سائل نبیؐ دی آل دا اے

بھریانی ویہڑا میرا سجناں نال، اَج بھریانی

بھریا نی ویہڑا میرا سجناں نال، اَج بھریا نی	ماہی مرا میرے ویہڑے وڑیا، اوہ دیکھو چَن چڑھیانی
پائے پیر سجن گھر میرے، تک کے من ٹھریا نی	دیکھ لواں تینوں ہنڑ تے آ جا، دم اکھیاں وِچ اڑیانی
مُڑ مُڑ کہندا کھوہ دا بوکا، جو ڈُبیا اوہ تریا نی	دیکھ ذرا توں مکھ ماہی دا، رُوپ جنابوں چڑھیانی
چنگے چنگے اُوتھے پہنچ ناہیں سکّے، جتھّے میرا مقدر رلڑیانی	وانگ حسینؓ دے زندہ ہوجا، جو ڈریا اور مریانی
عبدالقادرؒ پیر دے صدقے، ڈبدی دا ہتھ پھڑیانی	لوہا لکڑی نال جے لگیا، تریاں دے سنگ تریانی
بِن دسّے گھر آیا ساجن، ایہہ چَن کدھروں چڑھیانی	یار مینوں اَج گل نال لایا، دشمن دا دل سڑیانی

مُکدی گل نصیرؔ مُکاواں، او جتیا میں ہریانی
ویہڑا میرا سجناں نال اَج بھریا نی

Scanned BY: Muhammad Shawal, Faran Nizami
متاعِ زیست

متاعِ زیست

متفرق کلام

(حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات)

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصؔیر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

باہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

رُباعیاتِ حمدیہ از نصیؔر

مومن ہے تو کر لے یہ عقیدہ ازبر
مُشکل میں ہے بس وہی نصیر و یاوَر
اللہ کے ساتھ مت پکار اوروں کو
لَا تَـدْعُ مَـعَ اللّٰــهِ اِلٰهًـا اٰخَـر

....

اے عاشقِ عارفانِ عالی گوھر
رکھ شیوۂ اولیائے کامل پہ نظر
فوقُ الاسباب ہو کہ تحتُ الاسباب
لَا تَـدْعُ مَـعَ اللّٰــهِ اِلٰهًـا اٰخَـر

....

رکھ صرف اعانتِ الٰہی پہ نظر
اللہ سے ہٹ کے استعانت مت کر
مشکل میں پڑے تو صرف خالق کو پکار
لَا تَـدْعُ مَـعَ اللّٰــهِ اِلٰهًـا اٰخَـر

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اُوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اُوست

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اِس نام سے ہے باقی نام و نشاں ہمارا
اقبالؔ

اِک میں ہی نہیں اُس پر قربان زمانہ ہے
جو ربِّ دوعالم کا محبوب یگانہ ہے
کل جس نے ہمیں پُل سے خود پار لگانا ہے
زہرہؓ کا وہ بابا ہے سبطینؓ کا نانا ہے
اُس ہاشمی دُولہا پر کونین کو میں واروں
جو حُسن و شمائل میں یکتائے زمانہ ہے
عزّت سے نہ مر جائیں کیوں نامِ محمد پر
ہم نے کسی دن یوں بھی دُنیا سے تو جانا ہے
آؤ درِ زہرہؓ پر پھیلائے ہوئے دامن
ہے نسل کریموں کی لجپال گھرانہ ہے
ہوں شاہِ مدینہ کی میں پشت پناہی میں
کیا اِس کی مجھے پروا دشمن جو زمانہ ہے
یہ کہہ کے درِ حق سے لی موت میں کچھ مہلت
میلاد کی آمد ہے محفل کو سجانا ہے
قربان اُس آقا پر کل حشر کے دن جس نے
اِس اُمّتِ عاصی کو کملی میں چھپانا ہے
سو بار اگر توبہ ٹوٹی بھی تو حیرت کیا
بخشش کی روایت میں توبہ تو بہانہ ہے
ہر وقت وہ ہیں میری دُنیائے تصوّر میں
اے شوق کہیں اب تو آنا ہے نہ جانا ہے

پُر نُور سی راہیں ہیں گنبد پہ نگاہیں ہیں
جلوے بھی انوکھے ہیں منظر بھی سُہانا ہے
ہم کیوں نہ کہیں اُن سے رُو دادِ الم اپنی
جب اُن کا کہا خود بھی اللہ نے مانا ہے
محرومِ کرم اِس کو رکھیئے نہ سرِ محشر
جیسا ہے نصیؔر آخر سائل تو پرانا ہے

ماہِ مدینہ ، وہ شاہ والا — ہے جس کے دَم سے جگ میں اُجالا
سب کا مُعلّم ایسا اِک اُمّی — اُستاد جس کا خود حق تعالیٰ
اُمّت میں جس کی ٹھہرا برابر — ادنیٰ سے اعلیٰ ، اعلیٰ سے ادنیٰ
ضرب سے توحید کی جس نے توڑا — شرکِ جلی کا مضبوط تالا
روتے ہوؤں کو جس نے ہنسایا — گرتے ہوؤں کو جس نے سنبھالا
جس کو عُمرؓ نے بس دے دیا دل — جانچا نہ پرکھا دیکھا نہ بھالا
پیوستہ باہم محرابِ ابرو — وہ گردِ عارض زلفوں کا ہالا
ہر لمحہ جس کا اُولیٰ سے اَولیٰ — ہر آن میں جو بالا سے بالا
دیکھا نہ اب تک چشمِ فلک نے — ایسا انوکھا ، ایسا نرالا
قربان مَیں اُس ہادی کے جس نے — بھٹکے ہوؤں کو رستے پہ ڈالا
ایمان و تقویٰ معیارِ عزّت — وجہِ فضیلت گورا نہ کالا
جاں ہا نثارت، دل ہا فدایت — صاحب کمالا ، شیریں مقالا
پُر کن ز نعمت کشکولِ سائل — مِسکیں نوازا ، دریا نوالا
اُس شاہ کا مَیں ادنیٰ گدا ہوں — عالم میں جس کا ، ہے بول بالا

کُنجِ لحد ہو پُل ہو کہ میزاں — ہر جا چلے گا تیرا حوالا
جس کو ڈبویا موجِ الم نے — ٹھوکر سے تُو نے اُس کو اُچھالا
تیرا بُلایا ، مقبولِ داوَر — مردُودِ یزداں ، تیرا نکالا
شو محوِ مدحِ زَہرا و آلش — لب را بہ ذکرِ فاسق مَیالا
پانی کے ہوتے پانی کو ترسا — دلبندِ زَہرا نازوں کا پالا
درباں جو اُلجھا بابِ نبی پر — اُس نے کہا قُم! مَیں نے کہا ! لا

تجھ کو نصیؔر اب کیا خوفِ دوزخ
پُل پر کھڑا ہے خود کملی والا

کہتے ہیں یہ زائر سے ایوان مدینے کے — سُلطانوں کے سُلطاں ہیں، سُلطان مدینے کے
تہذیب نرالی ہے، تہذیب مدینے کی — انسان انوکھے ہیں، انسان مدینے کے
اِس ارضِ مُقدس پر اِترا کے نہ چل اِتنا — آداب ارے کچھ تو پہچان مدینے کے
احرامِ زیارت کا تُو باندھ تو لے پہلے — ہو جائیں گے خود رستے آسان مدینے کے
آجاؤں کسی صورت نسبت کے تسلسل میں — درباں ہی مجھے رکھ لیں، دربان مدینے کے
اَب لَوٹ کے کیا جائیں شہرِ شہِ بطحیٰ سے — اِس فکر میں بیٹھے ہیں مہمان مدینے کے
یا رب مَیں کسی حیلے پہنچوں درِ رحمت پر — لے کر ہی نہ مر جاؤں ارمان مدینے کے
دل میں ہو بندھی جیسے اِک آس شفاعت کی — ہیں اُمّتِ عاصی پر احسان مدینے کے
ہر حکمِ نبی سمجھو تا شامِ ابد نافذ — تنسیخ سے بالا ہیں فرمان مدینے کے
کچھ پاس نہ ہو جس کو آدابِ رسالت کا — اُس شخص سے افضل ہیں حیوان مدینے کے

حاضر ہے نصیؔر آقا ! کچھ بھیک عنایت ہو
صدقے ترے گنبد پر ، قربان مدینے کے

ہو جاتے ہیں خود رستے ہموار مدینے کے
بُلواتے ہیں جب شاہِ ابرار مدینے کے

کیوں کر نہ فلک کو بھی اِس شہر پہ رشک آئے
بستے ہیں مدینے میں مختار مدینے کے

آنکھوں کو عطا ہو گا سرمایۂ بینائی
بخشیں گے جلا دل کو انوار مدینے کے

برسوں کی عبادت کا حاصل ہے ہر اک لمحہ
سَو سال پہ بھاری ہیں' دن چار مدینے کے

اِس دورِ مقدّس کی یادوں کے تصور میں
دیکھیں گے ذرا چل کر بازار مدینے کے

اے بختِ رسا خوش ہو ! بخشش کی گھڑی آئی
وہ دیکھ ! نظر آئے مینار مدینے کے

بہتر ہے کسی گُل سے کانٹا رہِ طیبہ کا
جنّت سے حسیں تر ہیں گلزار مدینے کے

اپنوں کا مقدّر ہے عرفان کی یہ دولت
غیروں پہ نہیں کھلتے اسرار مدینے کے

تم لاکھ مِٹا ڈالو دھرتی سے اِنہیں، لیکن
محفوظ ہیں ذہنوں میں آثار مدینے کے

آقا کی ثناؤں میں کٹ جائے سفر اچھا
مل جائیں اگر ساتھی دو چار مدینے کے

اے دیوِ ہوس! مجھ پر کیا زور چلے تیرا
رہتے ہیں مرے دل میں دلدار مدینے کے

پھر اُس کو نہیں رہتی حسرت کسی منظر کی
ہو جائیں جسے حاصل دیدار مدینے کے

ہے طُرفہ مزاج ان کا، دیدار علاج اِن کا
عیسیٰ سے نہ اچھے ہوں، بیمار مدینے کے

یہ آبِ نجس اُٹھوا، یہ جام و سُبو لے جا
پیتے ہیں مدینے کی' میخوار مدینے کے

اِس آس پہ بیٹھا ہوں مدّت سے نصیرؔ اب تک
شاید کبھی بُلوا لیں سرکار مدینے کے

دیکھیں شہِ بطحیٰ جو عنایت کی نظر سے
کیا کیا نہ ٹلیں آئی بلائیں مرے سر سے
صدقے تری اِس شانِ کریمی کے میں آقا
محروم نہ لوٹا کوئی سائل ترے در سے
ہے علم ترا بعدِ خدا خَلق پہ حاوی
بچ کر کوئی جائے گا کہاں تیری نظر سے
اصحاب پہ روشن تھی تری شرک سے نفرت
سجدہ نہ کیا تُجھ کو کسی نے اِسی ڈر سے

اِک وہ کہ رہا جن کو ترا دور میّسر
اِک ہم کہ ترے لمحۂ دیدار کو ترسے

خوشبو میں بسی رہتی تھیں پہروں وہ فضائیں
اِک بار گزرتے تھے وہ جس راہ گُزر سے

جس در کا ہوں پہنے ہوئے میں طوقِ غلامی
اُٹھّے تو جنازہ بھی اِلٰہی اُسی در سے

بغداد و نجف کربل و مشہد ہو کہ اجمیر
کیا سلسلۂ فیض چلا ہے ترے گھر سے

کیا عرضِ تمنّا کروں ہنگامِ حُضوری
مخفی نہیں کُچھ بھی شہِ والا کی نظر سے

جو بات زباں پر نہیں لائی گئی اب تک
ہو جائے نہ کیوں آج یہاں دیدۂ تر سے

محشر میں نصیؔر آئے ہیں وہ بہرِ شفاعت
ممکن نہیں اب ابرِ عطا کھُل کے نہ برسے

کون ہو مسند نشیں خاکِ مدینہ چھوڑ کر
خلد دیکھے کون، کُوئے شاہِ بطحیٰ چھوڑ کر

دل کی بستی اور ارمانوں کی دنیا چھوڑ کر
ہائے کیوں لَوٹے تھے ہم شہرِ مدینہ چھوڑ کر

گھر سے پہنچے اُن کے روضے پر تو ہم کو یوں لگا

جیسے آ نکلے کوئی گلشن میں، صحرا چھوڑ کر

کون نظروں پر چڑھے حُسنِ حقیقت کے سوا
کس کا منہ دیکھیں ہم اُن کا رُوئے زیبا چھوڑ کر

اللہ اللہ آمدِ سلطانِ اِنس وجاں کی شان
اِک طرف قُدسی بھی ہو جاتے تھے، رستہ چھوڑ کر

مُصطفٰی جنّت میں جائیں گے نہ اُمّت کے بغیر
جا نہیں سکتا کبھی تنکوں کو دریا چھوڑ کر

تھی نہ چاہت دل میں زَہرا کے دلاروں کی اگر
کیوں اُترتے تھے نبی، منبر سے خطبہ چھوڑ کر

رہروانِ راہِ حق تھے اور بھی لاکھوں، مگر
کوئی منزل پر نہ پہنچا، اِبنِ زَہرا ''چھوڑ کر''

اُن صحابہ کے اِس اندازِ قناعت پر سلام
اُن کی چوکھٹ پر جو آ بیٹھے تھے، کیا کیا چھوڑ کر

وہ ازل سے میرے آقا، مَیں غلام ابنِ غلام
کیوں کسی کے در پہ جاؤں، اُن کا صدقہ چھوڑ کر

خوانِ شاہی کی ہوس رکھتے نہیں اُن کے گدا
کیوں اُدھر لپکیں، وہ اِن ٹکڑوں کا چسکا چھوڑ کر

وہ سلامت اور اُن کا در سلامت تا ابد
کیوں پھریں در در، ہم اُس کوچے کا پھیرا چھوڑ کر

مَیں کہاں گھوموں، کہاں ٹھہروں، کسے دیکھا کروں
اُن کی گلیاں، اُن کی جالی، اُن کا روضہ چھوڑ کر

اتّفاقاً گر چلے جاتے وہ ساحل پر کبھی
مچھلیاں آتیں قدم لینے کو، دریا چھوڑ کر

ذہن، میں رکھیے وہ ارشادِ نبی وقتِ وصال
جا رہا ہوں سُنّت و قرآں کو یکجا چھوڑ کر

اے مسلماں! ہے یہی حکمِ خدا و مصطفٰی
فکرِ عُقبیٰ کر ہمیشہ، فکرِ دنیا چھوڑ کر

پوچھنے پھر کون آئے گا نصؔیر اُن کے سوا
جب لحد میں تجھ کو سب لوٹیں گے تنہا چھوڑ کر

کرتے نہیں ہیں وہ کبھی اہلِ عطا کا رُخ
عیدِ نظر ہو جن کے لئے مصطفیٰؐ کا رُخ

رکھّیں نگاہ میں وہ ذرا کربلا کا رُخ
جو لوگ دیکھتے ہیں ہمیشہ ہوا کا رُخ

دو دائرے ہیں ایک خطِ مستقیم کے
کعبے کی سمت اور شہِ اِنّما کا رُخ

پیشِ نگاہِ خلق ہے اللہ کی رضا
اللہ دیکھتا ہے نبیؐ کی رِضا کا رُخ

ہیں سرنگوں ادب سے فراعینِ وقت بھی　　کتنا ہے پُر جلال رسولِ خدا کا رُخ

تھا خواب میں بھی ساتھ ہجومِ تجلّیات　　دیکھا نہ جا سکا شہِؐ بدر الدُّجیٰ کا رُخ

اُڑنے لگے جو خاکِ بدن میری بعدِ مرگ　　شہرِ نبیؐ کی سمت ہو یارب ہوا کا رُخ

انساں ، یزیدیت سے نبرد آزما رہے　　اِک یہ بھی ہے مودّتِ آلِؑ عبا کا رُخ

تحویلِ قبلہ ہوگئی فوراً اُسی طرف　　دیکھا خدا نے جس طرف اُن کی رِضا کا رُخ

سمجھو کہ اُس کا نجمِ مقدّر چمک اُٹھا　　ہو جائے اُن کے در کی طرف جس گدا کا رُخ

چشمِ صحابہؓ وقفِ جمالِ نبیؐ رہی　　دیکھا پلٹ کے بھی نہ کسی مہ لقا کا رُخ

مَیں مانگتا ہوں اُن کے وسیلے سے اے نصیر
اُن کی طرف ہے اِس لئے دستِ دُعا کا رُخ

اے خسروِ خوباں ! شانِ من　　قُربانِ نگاہت ، جانِ من

انوارِ جمالت ، رزقِ نظر　　دیدارِ رُخت ، ایمانِ من

شہکارِ خدا ، مختارِ عطا　　اے تاجورِ ذی شانِ من

بر جلوۂ تو کونین فدا اے جانِ من و جانانِ من
اے ناقہ سوارِ راہِ قُبا یک روز بیا مہمانِ من
از یک قدمت آباد شود ایں غمکدۂ ویرانِ من
پیدائے من است بہ تُو ظاہر اے واقفِ ہر پنہانِ من
اے راحتِ قلبِ نصیرؔ حزیں
من بندہ و تُو سلطانِ من

اُسی کے آستاں کو عاصیوں کا مُستقر رکھّا
خُدائے پاک نے تاجِ شفاعت جس کے سر رکھّا
نہیں ہے اُن پہ کچھ مخفی خدا کے فضلِ پیہم سے
اِسی نکتے نے مجھ کو بے نیازِ نامہ بر رکھّا
تصوّر میں مرے شام و سحر رہتی ہے وہ صورت
جسے خود خالقِ صُورت نے بھی پیشِ نظر رکھّا
محمّد نام پوتے کا کیا تجویز دادا نے
لقب خَیرُ الاُمَم نے آپ کا خیرُ البشر رکھّا
زہے عزّت جب اُمّت شاہؐ کی پہنچی سرِ محشر
تو جبرائیل نے پُل پر بچھا کر اپنا پر رکھّا
خدا نے تجھ کو علمِ اوّلین و آخریں دے کر
نہ تجھ سے رابطہ توڑا، نہ تجھ کو بے خبر رکھّا
جگہ چھوڑی جو اپنے بیت میں اک سمت عیسیٰؑ کی
تو اک گوشہ پئے تدفینِ صدّیقؓ و عمرؓ رکھّا
ازل ہی میں یہ منصب کر دیے تقسیم قدرت نے
ہمیں دیوانہ ٹھہرایا تجھے دیوانہ گر رکھّا
ستاروں کی ضیا بخشی ترے اصحابؓ کو حق نے
تجھے اصحابؓ کے جھرمٹ میں مانندِ قمر رکھّا
غلامِ پنج تن تھا مَیں، نصیرؔ اللہ نے دیکھو
مری جھولی کو بھرنے سیّدہ زہراؓ کا در رکھّا

بجلوت اند و کمندے بہ مہر و مہ پیچند
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند

اقبالؔ

مناقب

بحضورِ مولیٰ علیؓ

لکھا ہے لوحِ دل پہ بخطِ جلی، علیؓ
علمِ نبیؐ کے باب، خدا کے ولی، علیؓ
مشکل کشا کا نام ہے مشکل کُشا نصیرؔ
مشکل جب آ پڑے تو پکارو علیؓ علیؓ

بحضورِ حضرت امام حسنؓ

عاقل کے دل میں قدر مرے اِس سخن کی ہے
دُنیا میں سب سے شان جدا پنج تن کی ہے
ٹھکرایا جس نے سلطنتِ شام کو نصیرؔ
وہ ذاتِ پاک صرف امامِ حسنؓ کی ہے

بحضورِ امام حسینؓ

نبیؐ کی آنکھ کے تارے، دلوں کے چین کا ذِکر
علیؓ کے لاڈلے، زہراؓ کے نُورِ عین کا ذِکر
مری زبان پہ ہر دم میں مچل رہی ہے نصیرؔ
کہ پیشِ اہلِ مودّت کرے حُسینؓ کا ذِکر

وہ جس کے نام پہ نبضِ حیات چلتی ہے
زمیں کا ذکر ہی کیا، کائنات چلتی ہے
یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ جبر کے آگے
حسینؓ بات چلائے تو بات چلتی ہے

تری گلی میں

جس دن سے پائے نسبت رکھّا تری گلی میں
دیکھا پھر اہلِ دل نے کیا کیا تری گلی میں

جب بھی کِیا ہے میں نے سجدہ تری گلی میں
خود کھنچ کے آگیا ہے کعبہ تری گلی میں

آتا نہیں ہے تب تک دل کو قرار میرے
لگتا نہیں ہے جب تک پھیرا تری گلی میں

تیری گلی کو پا کر جیسے تجھی کو پایا
محسوس ہو رہا ہے ایسا تری گلی میں

تقویٰ، ادب، قناعت، خوفِ خدا، اطاعت
بِکتا ہے آخرت کا سودا تری گلی میں

قائل نہ تھے جو کل تک افسونِ دلبری کے
پھرتے ہیں آج بن کر شیدا تیری گلی میں

اوروں کو ہوں مبارک رنگینیاں جہاں کی
ہم نے تو جو بھی دیکھا، دیکھا تری گلی میں

تُو اور تیرا جلوہ، میں اور میری حیرت
گُم سُم کھڑا ہوا ہوں تنہا تری گلی میں

تسکینِ دل کی خاطر کیا کیا نہ میں بھٹکتا
وہ تو بُرا مقدر لایا تری گلی میں

شاہ و گدا نے پائی خیرات در سے تیرے
خالی رہا ہے دامن کِس کا تری گلی میں

تیرا کرم صدائیں دیتا ہے عاصیوں کو
بہتا ہے رحمتوں کا دریا تری گلی میں

قسمت ہے اپنی اپنی پاتے ہیں پانے والے
بٹتا ہے پنجتن کا صدقہ تری گلی میں

گھومے پھرے جہاں میں در در کی خاک چھانی
اب تو لگا لیا ہے ڈیرہ تری گلی میں

جانے یہ کس نے ہر سُو آئینے رکھ دیئے ہیں
ہر رُخ سے اُٹھ رہا ہے پردا تری گلی میں

خود اُس کے منہ کی رنگت کہتی ہے رازِ نیت
چھپتا نہیں کسی کا چہرا تری گلی میں

وہ کس کا ہو سکا ہے وہ کس کا ہو سکے گا
جو ہو سکا نہ دِل سے تیرا ، تری گلی میں

اب صرف تو رہے گا اپنی گلی کی رونق
آئے گا اب نہ کوئی تجھ سا تری گلی میں

بیٹھا ہوا ہوں اب تک لیکر ترا سہارا
تجھ بِن نہیں ہے کوئی میرا، تری گلی میں

پُوچھ اُس کے دل سے جاکر کیا اُس کے دل پہ گزری
جو اِک جھلک کو تیری ترسا تری گلی میں

دل ہیں کہ لُٹ رہے ہیں سر ہیں کے جھک رہے ہیں
عالم ہے بیخودی کا کیسا تری گلی میں

قائم ہے آج تک بھی وہ رنگِ درس تیرا
مِلنا سکھا رہا ہے میلا تری گلی میں

ہو جائے چشمِ رحمت اب تو نصیؔر پر بھی
کب سے پڑا ہوا ہے آقا تری گلی میں

30 ستمبر 1995

در مدحِ پیرانِ پیر حضرت محبوبِ سبحانی الشیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہ السّامی

تری شان سب سے جدا غوثِ اعظمؓ — نہ پہنچے تجھے اولیا غوثِ اعظمؓ
جمالِ رسولِ خدا غوثِ اعظمؓ — جلالِ علیؓ مرتضٰی غوثِ اعظمؓ
مزاجِ حسینؓ ابنِ زہراؓ کے وارث — شبیہِ حسنؓ مجتبٰی غوثِ اعظمؓ
اجابت بڑھے پیشوائی کو آگے — اُٹھائیں جو دستِ دعا غوثِ اعظمؓ
نہ کیوں حل ہوں مُشکل سے مُشکل مسائل — کہ ہیں ابنِ مُشکل کُشا غوثِ اعظمؓ
رسولوں کے انداز نبیوں کے تیور — ودیعت ہوئے تجھ کو یا غوثِ اعظمؓ
زمانے کا ہر پیر زیرِ قدم ہے — ہیں ایسے جگت پیشوا غوثِ اعظمؓ
پہنچتی ہے پھر کیسے نصرت خدا کی — ذرا کہہ کے تو دیکھ یا غوثِ اعظمؓ
نہیں ہے کوئی اور سارے جہاں میں — مرا پیر تیرے سوا غوثِ اعظمؓ
ذرا جلوۂ مصطفٰےؐ مَیں بھی دیکھوں — ذرا صورت اپنی دکھا غوثِ اعظمؓ
ترا دور افسوس پایا نہ میں نے — کبھی خواب ہی میں تُو آ غوثِ اعظمؓ
نہ اُٹھے ہیں خالی نہ اُٹھیں گے خالی — ترے در سے تیرے گدا غوثِ اعظمؓ
عنایت سے بھر دیجیے میری جھولی — کرم کیجیے آج یا غوثِ اعظمؓ
مصائب کے طوفاں سے ٹکرا رہا ہوں — مَیں لے کر ترا آسرا غوثِ اعظمؓ
ہوا ہے نہ ہو گا نہ ہے اِس جہاں میں — کوئی اور تیرے سوا "غوثِ اعظمؓ"
کجا یک گدا و کجا شاہِ جیلاںؓ — کجا یک فقیر و کجا غوثِ اعظمؓ
سناؤں نہ کیوں اِن کو افسانۂ دل — کہ ہیں میرے درد آشنا غوثِ اعظمؓ
اگر اِن سے لو درسِ توحید تُم بھی — تو کر دیں تمھیں کیا سے کیا غوثِ اعظمؓ
دُرستی عقائد کی کر لو یہاں پر — کہ ہیں قبلۂ حق نُما غوثِ اعظمؓ

نصیؔر آج آیا ہے بن کر سوالی
اِسے بھی ملے بھیک یا غوثِ اعظمؓ

بحضورِ خواجۂ اجمیریؒ

امیرِ کشورِ ہندوستاں غریب نوازؒ — فروغِ انجمنِ چشتیاں غریب نوازؒ
لیے فلک نے کڑے امتحاں غریب نوازؒ — ہُوں آج اس لئے محوِ فغاں غریب نوازؒ
بہار آگئی گلزارِ فقر میں تجھ سے — تُو اہلِ چشت کی روحِ رواں غریب نوازؒ
جو غوثِ پاکؒ ہیں بغداد میں نقیبِ رسول — نبیؐ کے ہند میں ہیں ترجماں غریب نوازؒ
بڑے بڑوں سے یہی سنتے آئے ہیں کہ نہیں — ترے علاوہ کوئی بھی یہاں غریب نوازؒ
جو مَس ہوئے ترے نعلینِ پاک سے ذرّے — چمک اُٹھے صفتِ کہکشاں غریب نوازؒ
دمِ سوال لپٹ جاؤں تیرے دامن سے — سب اہلِ حشر یہ دیکھیں سماں غریب نوازؒ
پہنچ کے منزلِ مقصود ہی پہ دم لے گا — نہ رُک سکے گا ترا کارواں غریب نوازؒ
تُو بختیارؒ و فریدؒ و نظامؒ کا آقا — ترے غلام ہیں فخرِ جہاںؒ، غریب نوازؒ!
کسی نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو مَیں بولا — ولی، امیر، سخی، مہرباں، غریب نوازؒ
رہا وہ گردشِ دوراں سے عُمر بھر محفوظ — مِلا جسے ترا دارُ الاماں غریب نوازؒ
کیا ہے سب نے تری عظمتوں کو جھک کے سلام — ہے مُعترف ترا سارا جہاں غریب نوازؒ
مَیں گولڑہ میں ہوں تنہا ہجومِ درد لیے — نہ ہمنفس نہ کوئی ہمزُباں غریب نوازؒ
غمِ حیات کے مارے نہ جائیں کیوں اجمیر — دُکھوں کی دُھوپ میں ہیں سائباں غریب نوازؒ
یہی تو در ہے اُمیدوں کی آخری منزل — یہاں نہ آئیں تو جائیں کہاں غریب نوازؒ
بہت حقیر ہُوں، کم ہے بہت مری اوقات — بہت بڑا ہے ترا آستاں غریب نوازؒ
حیات یوں بھرے ماحول میں کٹی میری — دہن میں جیسے ہو تنہا زُباں غریب نوازؒ
تری ثنا میں ہیں لفظوں کی جھولیاں خالی — قبول ہو مرا عجزِ بیاں غریب نوازؒ

یہ کم ہے کیا کہ وہ پہنچا ہے اُن کی چوکھٹ تک
کہاں نصیرؔ سا عاصی، کہاں غریب نوازؒ

اشعارِ تہنیت بر بازیابیٔ سجّادگیٔ دیوان مودود مسعود پاکپتن شریف

مرکزِ دعوت و ارشاد مبارک بادا
ورثۂ مسندِ اجداد مبارک بادا

مُونست گشت نگاہِ کرمِ قطبؒ و معینؒ
التفاتِ شہِؒ بغداد مبارک بادا

للہ الحمد کہ آں عرصۂ بیداد گزشت
عدلیہ داد تُرا داد، مبارک بادا

نہ رسید آفتِ ایّام بہ شہبازِ فریدؒ
رَستَن از حیلۂ صیّاد مبارک بادا

تاجِ سجّادگیٔ گنجِ شکرؒ تا بہ ابد
بر سرِ والد و اولادِ مبارک بادا

چشتیاں خوش کہ بہ مودود سپردند نظام
از خدا نُصرت و امداد مبارک بادا

تہنیت گفت جہانے بہ ادب گاہِ فریدؒ
از نصیؔر ہمہ دل شاد مبارک بادا

تیری چادر محمد مصطفیٰ ﷺ کے در سے آئی ہے

تری چادر محمد مصطفیٰ ﷺ کے در سے آئی ہے
یہ چادر حضرتِ صدیقؓ نے سر پر اُٹھائی ہے

عُمرِ فاروقؓ، عُثمانِ غنیؓ، شیرِؓ خُدا سب نے
محبت سے یہ چادر اپنی آنکھوں سے لگائی ہے

جنابِ حضرتِ حسنینؓ و زہراؓ نے اِسے اوڑھا
یہ وہ چادر ہے جو ناموسِ آلِ مصطفائی ہے

یہ قُطب الدّینؒ، فریدالدّینؒ، نِظام الدّینؒ نے چادر
مزارِ خواجۂ مہرِ علی شاہؒ پر چڑھائی ہے

یہ وہ چادر ہے اِس کی شان و شوکت کیا بتاؤں میں
عیاں اس سے معین الدّینؒ کی شانِ دِلرُبائی ہے

تُو وہ سُلطانِ اعلیٰ شان ہے اے سیّدِ والا
کہ بڑھ کر سلطنت سے آپ کے در کی گدائی ہے

نصیؔر اِس کو فرشتے دیکھ کر حیرت سے کہتے ہیں
کہ یہ چادر مبارک دستِ قُدرت نے بنائی ہے

مَردِ خُدا حق بیں کی چادر
باوا فضلُ الدّینؒ کی چادر

سہرا حضرت محیُ الدّینؒ کا
خواجہ مُعینُ الدُینؒ کی چادر

ڈھانپے گی محشر میں سب کو
طٰہٰ اور یٰسیں کی چادر

آئے ہیں سُلطانِؒ مدینہ
لیکر خُلدِ بریں کی چادر

پیرِ طریقت مہرِ علیؒ شہ
والیٔ مُلکِ یقیں کی چادر

کر لو قبُول نِگاہِ کرم سے
اپنے نصیرُ الدّینؒ کی چادر

نبیؐ کے لال علیؓ کے پسر کی چادر ہے

اُٹھاؤ سَر پہ کہ اِک تاجور کی چادر ہے
نبیؐ کے لال علیؓ کے پسر کی چادر ہے

کرم سے جس نے بہائے ہیں چار سُو دریا
یہ ایسے سیّدِ عالی گُہر کی چادر ہے

محمّدِ عَرَبی کی ہے پاک آل کا عُرس
حسنؓ، حسینؓ کے لختِ جگر کی چادر ہے

خُدا کرے کہ رہے اِس کا سایہ سَر پہ مرے
مرے لیے تو یہی عُمر بھر کی چادر ہے

نرالی شان کے دُولہا ہیں باوا فضل الدّینؒ
کہ اِن کے دوش پہ وَلیوں کے سَر کی چادر ہے

اُٹھا رہے ہیں ملائک بہ احترام و ادب
رِدائے فضل ہے خیرُ البشرؐ کی چادر ہے

زمانے بھر کے قلندر ہیں رَقص و وَجد میں آج
کہ اُن کے شیخ وسیعُ النّظر کی چادر ہے

گُنہگار اگر ہُوں تو غم نہیں اِس کا
کہ میرے عیبوں پہ اُن کی نظر کی چادر ہے

نصیؔر عُرس ہے غوثِ جلیؒ کی آل کا آج
نظر جھکاؤ کہ زہرؓا کے گھر کی چادر ہے

ہے مہرِ علیؒ مہرِ انور کی چادر

حقیقت نُما نُورِ پیکر کی چادر
ہے مہرِ علیؒ مہرِ انور کی چادر

یہ چادر ہے محبوبِ داور کی چادر
ہے نورِ نگاہِ پیمبرؐ کی چادر

بُجھا لو چلو تشنگی آج پیاسو
ہے قسّامِ تسنیم و کوثر کی چادر

بنایا ہے خود دستِ قُدرت نے اِس کو
ہے غوثِ جلیؒ عبدِ قادر کی چادر

حقیقت، طریقت سبھی جس میں گُم ہیں
ہے اُس معرفت کے سمندر کی چادر

زمانے سے شانیں نرالی ہیں اس کی
یہ چادر ہے آلِ پیمبرؐ کی چادر

اِسی سے ہیں وابستہ سب کی اُمیدیں
چھپائے گی ہم سب کو حیدر کی چادر

نصؔیر اُن سے رکھتا ہے اُمیّد اِتنی
سُنیں گے وہ اپنے سُخن وَر کی چادر

کلیاتِ شمس تبریزیؒ سے مولانا جلال الدّین رومیؒ کی ایک غزل کے دوشعروں پر تضمین از نصیرؔ

دلِ من چناں ربودہ قدو قامتِ جوانے
سرِ بسترِ فراقم چو مریضِ نیم جانے
نہ نوائے ہمنشینے نہ صدائے مہربانے
چو نمازِ شام ہر کس بنہد چراغ و خوانے
منم و خیالِ یارے غم و نوحہ و فغانے

چو صبا اگرچہ رفتم بہ تلاشِ کاروانے
دمِ جستجو ندیدم ز گزشتگاں نشانے
نرسیدہ ام دریغا بہ لقائے آں جوانے
چو نمازِ شام ہر کس بنہد چراغ و خوانے
منم و خیالِ یارے غم و نوحہ و فغانے

بہ کہ محوِ گفتگویم ز مئے کہ در خُمارم
چو غلامِ دست بستہ بہ دریکہ در قطارم
بہ سجُود در چہ شوقم بہ قیام در چہ کارم
چو نماز می گزارم بخدا خبر ندارم
کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

ایں آہِ جگر سوزے در خلوتِ صحرا بہ
لیکن چہ کُنم کارے با انجّمنے دارم

کاش حاصل مجھے یہ رنگِ تماشا ہوتا
روز و شب سامنے تیرا رُخِ زیبا ہوتا

رونقیں آتیں ، خوشی ہوتی ، نکلتے ارماں
تم قدم رکھتے مرے گھر میں تو کیا کیا ہوتا

پھر مجھے عشق میں معذور سمجھتا ناصح
میری آنکھوں سے جو اُس نے تجھے دیکھا ہوتا

میہماں ہے کوئی دم کا یہ تمہارا بیمار
تم بھی آ جاتے جو بالیں پہ تو اچھا ہوتا

یوں نہ ٹھکراؤ اگر دے ہی دیا دل تم کو
دل تمہارا جو نہ ہوتا تو یہ کس کا ہوتا

بادِ نخوت سے تُنک ظرف رہا ، ورنہ حباب
جھانکتا اپنے گریباں میں تو دریا ہوتا

جگمگاتیں مرا آنگن وہ روپہلی کرنیں
کاش وہ چاند مرے گھر میں بھی اُترا ہوتا

ہر گھڑی اُس کی معیّت کا تصوّر ہے نصیؔر
یہ بھی ہوتا نہ مرے ساتھ تو تنہا ہوتا

❁

کھو گئے دنیا میں تم کیا فکرِ عقبیٰ چھوڑ کر
ایک دن دنیا سے اُٹھ جانا ہے دنیا چھوڑ کر

قہقہے مارو نہ دولت جمع کر کے اِس قدر
روؤ گے اُتنا ہی تم، جاؤ گے جتنا چھوڑ کر

دیدہ ور کچھ پیش رَو ایسے بھی ہیں تاریخ میں
چل بسے خود تو ، مگر پچھلوں میں جھگڑا چھوڑ کر

یہ تو کہتے ہو کہ اب کیا کیا نہیں ہے میرے پاس
یہ بھی سوچا، ایک دن جاؤ گے کیا کیا چھوڑ کر

اقربا بیزار ، دشمن تاک میں ، تم لاوَلَد
اب کہو کس کے لئے جاؤ گے اِتنا چھوڑ کر

کچھ حریص ایسے، جو کہہ دیں صاف عزرائیل سے
کیوں مریں ہم، اِس قدر بنکوں میں پیسہ چھوڑ کر

ہو گیا تھا حادثے کی نذر کل کیا اک غریب
اہلِ زر مُنہ پھیر کر گزرے، تڑپتا چھوڑ کر

مجھ پہ یہ ارشادِ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ سے کھُلا
کُل جہاں فانی ہے، اُس کا رُوئے زیبا چھوڑ کر

مسندِ پیری پہ یُوں جم کے نہ بیٹھو تم نصیؔر
کل کو اُٹھ جاؤ گے یہ سارا تماشا چھوڑ کر

منزلِ دل چھوڑ کر، شہرِ تمنّا چھوڑ کر
تیرا در جائے کہاں اب تیرا شیدا چھوڑ کر

تم نے جیسے مجھ کو اپنا کہہ کے چھوڑا دفعتاً
یُوں نہیں جاتا کسی کو کوئی اپنا چھوڑ کر

اِس جہاں سے اُس جہاں جانے میں ہے کس کو کلام
جایئے، لیکن کوئی اچھا حوالہ چھوڑ کر

تم مرے سر پر رہو، کیا جانے موت آ جائے کب
اپنے بیماروں کو جائے کیوں مسیحا چھوڑ کر

کیا مری میّت پہ آیا وہ مرا یوسف جمال
ٹُوٹ کر خلقِ خدا دوڑی، جنازہ چھوڑ کر

ایک اک کر کے مرے احباب نے چھوڑا مجھے
تم تو یُوں جاؤ نہ اے جانِ تمنّا چھوڑ کر

چاہیئے بامِ بقا تک گر رسائی اے نصیؔر
نیستی عادت بنا، ہستی کا دعویٰ چھوڑ کر

نہ تم آئے شبِ وعدہ ، پریشاں رات بھر رکھّا
دیا اُمّید کا مَیں نے جلائے تا سحر رکھّا

وہی دل چھوڑ کر مجھ کو کسی کا ہو گیا آخر
جسے نازوں سے پالا، جس کو ارمانوں سے گھر رکھّا

جبیں کو مِل گئی منزل ، مذاقِ بندگی اُبھرا
جنوں میں ڈوب کر جس دم تری چوکھٹ پہ سر رکھّا

کہاں ہر ایک تیرے درد کی خیرات کے لائق
کرم تیرا کہ تو نے مجھ کو بربادِ نظر رکھّا

غمِ دُنیا و مافیہا کو رُخصت کر دیا میں نے
ترا غم تھا جسے دل سے لگائے عُمر بھر رکھّا

سُنا ہے کُھل گئے تھے اُن کے گیسو سیرِ گلشن میں
صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھّا

یہ اُس کے فیصلے ہیں جس کے حق میں جو بھی کر ڈالے
کسی کو در دیا اپنا ، کسی کو در بدر رکھّا

کبھی گزریں تو شاید دیکھ لوں میں اک جھلک اُن کی
اِسی اُمّید پر مدفن قریبِ راہ گزر رکھّا

بھری محفل میں ناحق رازِ اُلفت کر دیا اِفشا
محبّت کا بھرم تو نے نہ کچھ اے چشمِ تر رکھّا

جو خط اَوروں کے آئے ، اُس نے دیکھے دیر تک لیکن
مرا خط ہاتھ میں لے کر اِدھر دیکھا اُدھر رکھّا

کوئی اُس طائرِ مجبور کی بے چارگی دیکھے
قفس میں بھی جسے صیّاد نے بے بال و پر رکھّا

یہ ممکن تھا ہم آجاتے خرد مندوں کی باتوں میں
خوشا قسمت کہ فطرت نے ہمیں آشفتہ سر رکھّا

سر آنکھوں پر جسے اپنے بٹھایا عُمر بھر ہم نے
اُسی ظالم نے نظروں سے گرا کر عُمر بھر رکھّا

کہاں جا کر بھلا یُوں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے
نصیؔر اچھا کیا تم نے ہمیشہ ایک در رکھّا

عنایت ہے یہ تجھ پر اے نصیؔر اُستادِ فطرت کی
کہ جو بھی لفظ رکھّا شعر میں ، مثلِ گُہر رکھّا

سُوئے گلشن وہ ترا گھر سے خراماں ہونا
سرو کا جھومنا ، غنچوں کا غزل خواں ہونا

خوبرو گرچہ ہوئے اور بھی لاکھوں ، لیکن
تجھ سے مخصوص رہا خسروِ خوباں ہونا

زندگی بھر کی تمناؤں کا ٹھہرا حاصل
سامنے تیرے مرا خاک میں پنہاں ہونا

جب لحد میں مجھے رکھیں تو خدارا تم بھی
جلوہ فرما بسرِ گورِ غریباں ہونا

گھر میں وہ آئے نہیں پاس کچھ اشکوں کے سوا
آج محسوس ہوا بے سر و ساماں ہونا

یہ تو اندر کا برے درد ہے، دُکھ ہے، غم ہے
میرے رونے پہ کہیں تم نہ پریشاں ہونا

یوں مری آنکھ سے اُس چاند کا ہونا اوجھل
ہے سہاگن کی بھری گود کا ویراں ہونا

واعظِ شہر کی تقدیر میں یارب! جنّت
میری قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا

خاک سے ہو کے، مرا خاک میں جانا مر کر
اپنے ہی گھر میں ہو جیسے مرا مہماں ہونا

دل ہزاروں کے پریشان کیے دیتا ہے
اک ترے دوش پہ زلفوں کا پریشاں ہونا

سامنے پا کے تجھے کیوں نہ مریں ہم تجھ پر
کام پروانوں کا ہے شمع پہ قرباں ہونا

تم نے دریا ہی کو دیکھا ہے اُٹھاتے طوفاں
آج دیکھو کسی قطرے کا بھی طوفاں ہونا

مُنتخب جس کو وہ فرمائے، یہ اُس کی مرضی
کارِ ہر سنگ نہیں لعلِ بدخشاں ہونا

جتنا مُشکل ہے کسی اور کو کرنا تسلیم
اتنا مشکل نہیں کافر کا مسلماں ہونا

شعر میں شرط ہے معیارِ تغزّل ورنہ
کُچھ بڑی بات نہیں صاحبِ دیواں ہونا

دے جو شاہی تجھے آواز، تو مت بھول نصیؔر
اس سے بہتر ہے گدائے شہِ جیلاںؒ ہونا

فقر کا تاج جو رکھے ہوئے ہوں سر پہ نصیؔر
ہیچ ہے اُن کے لئے وقت کا سلطاں ہونا

لُوٹے ہے دل والوں کو رنگِ تُرکانہ تیرا
دنیا دیوانی تیری ' عالَم دیوانہ تیرا

پیتے ہیں قسمت والے ساقی پیمانہ تیرا
رِندوں کی جائے سجدہ ' بابِ میخانہ تیرا

گلشن کا پتّہ پتّہ جھومے آمد پر تیری
موجوں میں ڈالے ہلچل ساحل پر جانا تیرا

دونوں عالم بھی کم ہیں تیری وُسعت کے آگے
حیرت میں ہوں یہ سُن کر' دل ہے کاشانہ تیرا

تُو ہے وہ سِرِّ مستی ' تُو ہے وہ رازِ ہستی
آساں ہے کھونا خود کو' مشکل ہے پانا تیرا

قائم ہے میرا تجھ سے چولی دامن کا رشتہ
تُو ہے جو شمعِ محفل' میں ہوں پروانہ تیرا

تُو ہے وہ جانِ عالم ، شاہِ خوبانِ عالم — خلقت متوالی تیری ، عالم مستانہ تیرا

تیرے قدموں کا بوسہ لینے کو اُٹھ بیٹھوں گا — مجھ کو کر دے گا زندہ ، مرقد پر آنا تیرا

جلوہ دِکھلا دے اب تو اپنے نصیرؔ کو تُو
بیٹھا ہے در پر تیرے کب سے دیوانہ تیرا

رِند پیتے رہیں ، چلتا رہے پیمانہ ترا۔ یونہی روزانہ ترا
پیرِ میخانہ! سلامت رہے میخانہ ترا ۔ جام و پیمانہ ترا

میری گھُٹّی میں پڑی ہے تری چاہت ساقی ۔ رہے یا رب باقی
میں ہوں عاشق ترا ، مجنوں ترا ، دیوانہ ترا ۔ یعنی مستانہ ترا

حُسنِ اعمال سے خالی سہی میرا دامن ۔ کوئی خوبی ہے نہ فن
میری بخشش کے لیے کم نہیں کہلانا ترا ۔ مجھ کو اپنانا ترا

ہم غریبوں پہ بھی پڑ جائے اگر ایک نظر ۔ گو سرِ راہ گزر
کیا بگڑ جائے گا اے مُرشدِ میخانہ ترا ۔ دل ہے شاہانہ ترا

وہ مچلنا ترے در پر ترے متوالوں کا ۔ تیرے بد حالوں کا
دیکھ لینا وہ بہ اندازِ کریمانہ ترا ۔ گاہ گاہانہ ترا

کعبہ و دیر میں محدود تجھے کیوں جانوں ۔ منحصر کیوں مانوں
کوئی ٹُوٹا ہوا دل بھی تو ہے کاشانہ ترا ۔ ہے یہ فرمانا ترا

چھین کر لے گیا زاہد کا غرورِ تقوٰی ۔ اور شعورِ تقوٰی
مجھ سے اک رندِ خرابات کو اپنانا ترا ۔ در پہ بُلوانا ترا

اُس کا معیارِ جنُوں ، صرف تری شمعِ جمال ۔ اے مرے ماہِ کمال
یعنی ہر شمع پہ مرتا نہیں پروانہ ترا ۔ ہو کے دیوانہ ترا

کیا عجب دَور تھا آغازِ محبّت کا وہ دَور ۔ صبر میرا ترا جور
اک تماشا تھا تڑپنا مرا ، تڑپانا ترا ۔ اُس پہ اِترانا ترا

آ بنا دے مرے دل کو بھی تجلّی خانہ ۔ اپنا ہی کاشانہ
منتظر کب سے ہوں اے جلوۂ جانانہ ترا ۔ مُستمندانہ ترا

دیدنی تھی ترے شیدا کی وہ مرگِ حسرت ۔ وقتِ آخر حالت
چل بسا دنیا سے کہتے ہوئے افسانہ ترا ۔ حرف و داعانہ ترا

کُفر و ایمان کے چکّر میں پڑے کیوں یہ نصیر ۔ یہ ترے در کا فقیر
دونوں گھر تیرے ہیں' کعبہ ترا' بُت خانہ ترا ۔ اپنا بیگانہ ترا

کم ہوا اُن کا غصہ کچھ ۔ خیر سے اُترا دریا کچھ
اپنوں نے آنکھیں پھیریں ۔ اب دنیا کو سمجھا کچھ
یہ معمولی بات نہیں ۔ سب کچھ ہو کے نہ ہونا کچھ
خواہ مخواہ کی تُو تُو مَیں ۔ لینا اور نہ دینا کچھ
ہم تو آپ کے اپنے ہیں ۔ ہم سے نہ رکھئے پردا کچھ
سب کو چُپ لگ جائے گی ۔ مَیں بھی اگر بول اُٹھا کچھ
آپ کو اپنی فکر تو ہے ۔ میرے لیے بھی سوچا کچھ؟
مِل جُل کر شاید کچھ ہو ۔ ہو نہ سکے گا تنہا کچھ
بزم پہ سحر سا طاری ہے ۔ پڑھ دیا اُس نے ایسا کچھ
مے' وہ بھی ہاتھوں سے ترے ۔ ساقی! اور ابھی لا کچھ
یہ اجمال تو وہ تفصیل ۔ قطرہ کچھ ہے دریا کچھ
ایک حقیقت کے ہوتے ۔ ذرّہ کچھ ہے صحرا کچھ
اب کیا مانگ رہے ہو تم ۔ مل تو گیا ہے اِتنا کچھ
تم جانو یا جانے غیر ۔ اِس میں نہیں ہے میرا کچھ
حرص کا یہ عالم توبہ ۔ اُس نے دیا ہے تھوڑا کچھ
اے زردار! مزا تب تھا ۔ دُنیا سے لے جاتا کچھ
جس نے اُن کو دیکھ لیا ۔ اُس نے اور نہ دیکھا کچھ
اُن کی چاہت میری دُھن ۔ نکلے خواہ نتیجہ کچھ

کرنے سے کچھ ہوتا ہے خود سے نہیں ہو جاتا کچھ
اُن پہ نصیرؔ نہ مرتے ہم
اِس میں ہاتھ ہے دِل کا کچھ

کھا گئے ہم بھی دھوکہ کچھ سمجھے کچھ تھے ' نکلا کچھ
لوگوں کا مت پوچھو حال محفل میں کچھ ' تنہا کچھ
یہ بھی کیا دستور ہوا کہنا کچھ تو کرنا کچھ
گردشِ وقت نے پیس دیا ہم بھی تھے ورنہ کیا کیا کچھ
آپ ہی آپ نظر آئے اور نہ ہم نے دیکھا کچھ
وہ تو مَیں نے صبر کیا مُجھ پہ ہوا ہے تھوڑا کچھ؟
وقت کے سُلطاں! ہاتھ بڑھا در سے فقیر کے لے جا کچھ
ورنہ کل پچھتائے گا دُنیا ہی میں کر جا کچھ
گزری خیر ' تم آ نکلے ورنہ مجھے ہو جاتا کچھ
اُس کا درد وہی جانے جو لگتا ہو جس کا کچھ
وہ بھی وہ ہیں مَیں بھی مَیں ہوگا آج تماشا کچھ
اور سُنو گے مجھ سے کیا کہہ تو دیا ہے اِتنا کچھ
یہ تو وقت بتائے گا ہم میں کون ہے کتنا کچھ
کر لیے لاکھ جتن سب نے پھر بھی نہ میرا بگڑا کچھ
سب کچھ اوپر والے کا میرا اور نہ تیرا کچھ
قاصد! بات ہو دو لفظی وہ نہ سمجھ لیں کچھ کا کچھ
علم وبالِ جاں نکلا کاش نہ آتا جاتا کچھ
مَیں اُن کا وہ میرے ہیں مُجھ کو نہیں اب پروا کچھ
مَیں کیا جانوں واعظ کو میرا نہیں وہ لگتا کچھ
اُن کا نصیرؔ ہُوں دیوانہ
کہتی پھرے اب دُنیا کچھ

دورۂ بھارت کے دوران لکھنؤ میں 16 مئی 2008 کو کہی گئی دو غزلیں

غزل

کاش حاصل مجھے یہ رنگِ تماشا ہوتا
روز و شب سامنے تیرا رُخِ زیبا ہوتا

رونقیں آتیں، خوشی ہوتی ' نکلتے ارماں
تم قدم رکھتے مرے گھر میں تو کیا کیا ہوتا

پھر مجھے عشق میں معذور سمجھتا ناصح
میری آنکھوں سے جو اُس نے تجھے دیکھا ہوتا

میہماں ہے کوئی دم کا یہ تمہارا بیمار
تم بھی آ جاتے جو بالیں پہ تو اچھا ہوتا

یوں نہ ٹھکراؤ اگر دے ہی دیا دل تم کو
دل تمہارا جو نہ ہوتا تو یہ کس کا ہوتا

بادِ نخوت سے تُنک ظرف رہا ' ورنہ حباب
جھانکتا اپنے گریباں میں تو دریا ہوتا

جگمگاتیں مرا آنگن وہ روپہلی کرنیں
کاش وہ چاند مرے گھر میں بھی اُترا ہوتا

ہر گھڑی اُس کی معیّت کا تصوّر ہے نصیؔر
یہ بھی ہوتا نہ مرے ساتھ تو تنہا ہوتا

خمریات

نورِ باری سے چار سُو روشن

ہستی ہے ترے کرم سے یا ربّ! ہستی
معمور تجھی سے ہے بلندی پستی
تیرے ہی نور سے ہے روشن روشن
نگری نگری ، ہر ایک بستی بستی

وحدت و کثرت

ڈھونڈا ہے اُسے خانہ بہ خانہ ہم نے
وحدت کو تو کثرت ہی سے مانا ہم نے
خُورشید کو ظُلمت نے کیا ہے ممتاز
تنزیہہ کو تشبیہہ سے جانا ہم نے

شہرِ طیبہ کا مقام

کونین ہیں اُس ذاتِ گرامی کے لیے
جھکتے ہیں مہ و مہر سلامی کے لیے
اللہ ! شہرِ طیبہ کا مقام
مامور ہیں جبریل غلامی کے لیے

آمدِ ابرِ بہار

اب دیکھیے کب تک وہ نگار آتا ہے
اُٹھی ہے گھٹا ایسی کہ پیار آتا ہے
یہ جام، یہ مِینا، یہ سُبو بادہ بہ لب
میخانہ لیے ابرِ بہار آتا ہے

چمن میں آمدِ یار

اشجار ہیں وجد میں، ہلے جاتے ہیں
شاخوں کے سرے گلے ملے جاتے ہیں
کیا ساتھ لیے اُن کو بہار آ پہنچی
خنداں ہے چمن، پھول کِھلے جاتے ہیں

رند کا قبلۂ شوق

ہر رند یہاں محوِ دعا ہوتا ہے
طاعت کا جو حق ہے، وہ ادا ہوتا ہے
میخانے میں رند کے لیے قبلۂ شوق
ساقی کا نشانِ کفِ پا ہوتا ہے

اُجڑے گلزار میں بہار

اُمید کے غُنچوں پہ نکھار آ جائے
بیتاب تمنّا کو قرار آ جائے
آ جائے جو ہنستے ہوئے وہ شوخ ادا
اُجڑے گلزار میں بہار آ جائے

میرے گھر میں اُجالا

اربابِ وفا کا بول بالا ہو گا
جینے کا اب انداز نرالا ہو گا
سنتا ہوں وہ آ رہے ہیں میری جانب
اب تو مرے گھر میں بھی اُجالا ہوگا

فضائے ہستی کی بے کیفی

کیا خاک جمے دہر میں پائے ہستی
سیلاب کی زد میں ہے بنائے ہستی
گُل، چاک جگر ہیں، دم بخود ہیں، غُنچے
بے کیف ہے کس درجہ فضائے ہستی

مقامِ گدائے درِ ساقی

تو زمزمۂ سازِ بقا ہے ساقی
جو تیرا ہوا ، اُس کا خدا ہے ساقی
سلطانِ جہانگیر جسے کہتے ہیں
وہ شخص ترے در کا گدا ہے ساقی

مست نگاہی ساقی

بادہ نہیں ، رنگینیٔ ہستی بھر دے
میرے لیے مہنگی ہو کہ سستی بھر دے
کافی ہے مجھے مست نگاہی ساقی
پیمانے میں مُسکرا کے مستی بھر دے

تابِ نظارہ کہاں

اِس راہ میں عُشّاق کے سر جاتے ہیں
اُلفت میں تری، جی سے گزر جاتے ہیں
دِیدار کی تاب تو انہیں کیا ہوتی؟
پرچھائیں تری دیکھ کے مر جاتے ہیں

صبحِ وطن یاد آئی

تزئینِ گُل و سَرو و سمن یاد آئی
کُہسار پہ سُورج کی کرن یاد آئی
شامِ غربت نے جب ستایا دل کو
تابندگیِ صبحِ وطن یاد آئی

خندۂ گل نے رُلایا

تقدیر نے کانٹے ہی فقط بوئے ہیں
ہم رات بھر آرام سے کب سوئے ہیں
پھولوں کو جو گلزار میں ہنستے دیکھا
شبنم کی طرح پھُوٹ کے ہم روئے ہیں

گل چیں کی ستم شعاری

ہرگز نہ چلن اپنا بدلنا سیکھا
ہر گام نئے قہر میں ڈھلنا سیکھا
گلچیں نے کب آدابِ گلستاں سیکھے
سیکھا بھی تو پھولوں کو مَسَلنا سیکھا

ہمارا بادہ گلگوں

توبہ کی تو جان پر بنی ہوتی ہے
جو بوند ہے ہیرے کی کَنی ہوتی ہے
پیتے ہیں جو ہم بادۂ گلگوں زاہد!
پرویزنِ رحمت کی چھنی ہوتی ہے

جام کی کرامات

میخانے میں تقدیر بدل جاتی ہے
ساعت غم و آلام کی ٹل جاتی ہے
تاروں کی چمک، گل کی مہک، چاند کی ضو
مے بن کے مرے جام میں ڈھل جاتی ہے

شرابِ کہن

جو یاد رہے ایسی نشانی دیدے
اک گھونٹ شرابِ ارغوانی دیدے
در سے ترے ٹلنے کا نہیں میں ساقی!
ہوں رِندِ کہن، مجھ کو پُرانی دیدے

ارے واعظ! تم بھی پی لو

چاکِ دلِ صد پارہ کو سی لو، سی لو
کچھ دیر تو آرام سے جی لو جی لو
اک جام پہ سو بار تأمّل واعظ!
میخانے کی سوغات ہے پی لو، پی لو

شعلوں کو ہوا دے دو

پی کر کوئی رند کب نہ بہکا ساقی
وہ پھول کہاں ہے جو نہ مہکا ساقی
ساغر میں ذرا آنکھ کی مستی بھی ملا
یہ آگ ہے اس آگ کو دہکا ساقی

اُس شوخ کی آمد

وہ شوخ، مزاج آب و گل کا اعجاز
پازیب میں ہے نغمۂ کُن کی آواز
دستِ زُہّاد میں نہ ٹھہری تسبیح
جب آیا وہ با سلسلۂ زُلفِ دراز

واعظ کو خبر کیا؟

ساقی ہمیں سوگند ہے میخانے کی
دُھن رہتی ہے ہر آن یہاں آنے کی
لٹ جاتے ہیں گردش پہ بصیرت والے
واعظ کو خبر کیا؟ ترے پیمانے کی

جامِ چشمِ ساقی

سجدہ درِ ساقی پہ کیا کرتے ہیں
رحمت کے بھروسے پہ جیا کرتے ہیں
دیتا ہے وہ انکھڑیوں سے چھلکا کے شراب
آنکھوں آنکھوں میں ہم پیا کرتے ہیں

طلسمِ ہستی

اسبابِ طرب، دید کے لائق کم ہیں
فائق نہ سمجھئے انہیں، فائق کم ہیں
اک طُرفہ تماشا ہے طِلسمِ ہستی
دھوکوں کے ہیں انبار، حقائق کم ہیں

شیرازۂ رنج وغم

دنیا کو سراسر غلط اندازہ ہے
خاموش ہیں لب، زخمِ جگر تازہ ہے
میرے لیے جمعیّتِ خاطر کیسی
ہستی رنج و الم کا شیرازہ ہے

تیری برق نگاہی

فردوس سے جا ملی ہیں راہیں تیری
سرمایۂ زندگی ہیں بانہیں تیری
چلتی ہوئی تلوار ہے تیری شوخی
گرتی ہوئی بجلی ہیں نگاہیں تیری

تم آئے جانِ من!

میخانے میں ساقی کا چلن ، کیا کہنا!
ماتھے پہ وہ زُلفوں کی شکن ، کیا کہنا!
محفل میں سمٹ آئی تھی دنیا کی بہار
ایسے میں تم آئے جانِ من! کیا کہنا

عطائے ساقی کی شہرت

رندی کو سزاوار بنا جاتا ہے
ساغر کا طلب گار بنا جاتا ہے
پھیلی ہے شہرت عطائے ساقی
جو ہے وہی میخوار بنا جاتا ہے

آبِ حیات

میخانے کا ہر ذرّہ ہے تحفہ ، سوغات
رندی و سبو مستی ہے اصلِ حسَنات
ہر شیشہ ہے نُورِ نظر کا ہکشاں
ہر بوند ہے لختِ جگرِ آبِ حیات

ساقی کا اندازِ عطا

ساغر سے مری آنکھ ملی جاتی ہے
ہر آن کلی دل کی کھِلی جاتی ہے
لہرا کے پلا رہا ہے ساقی مجھ کو
تقدیس کی بنیاد ہِلی جاتی ہے

چشمِ ساقی کی فسوں کاری

ہر رند کے سر سے موت ٹل جاتی ہے
ہر پھانس کلیجے کی نکل جاتی ہے
جادو ہے تری آنکھ کی گردِش ساقی
اک دَور میں دُنیا ہی بدل جاتی ہے

جامِ توبہ شکن

ساقی کی ادا میں بانکپن ہوتا ہے
میخانہ ہی رِندوں کا وطن ہوتا ہے
زاہد! یہاں ٹوٹے ہوئے دل جُڑتے ہیں
ہر جام یہاں توبہ شِکن ہوتا ہے

بیگانۂ احباب

میں نذرِ تب و تاب ہُوا جاتا ہوں
پابستۂ اسباب ہُوا جاتا ہوں
فرصت نہیں کاروبار ہستی سے مجھے
بیگانۂ احباب ہُوا جاتا ہوں

آئینۂ حق نما

پاکیزہ نگاہ و دلِ بے کینہ بن
پھر عالمِ اسرار کا گنجینہ بن
عرفانِ محبّت کی جِلا چاہے اگر
حق جس میں ہو جلوہ گر، وہ آئینہ بن

اک رسمِ فنا لافانی ہے

جو شے بھی ہے اس دہر میں بس آنی ہے
جو چیز یہاں آئی ہے، وہ جانی ہے
ہر پیکرِ ہستی ہے یہاں نقش بر آب
اک رسم فنا دہر میں لافانی ہے

رشتۂ اُمّید

ایّام طَرَب اک شررِ جَستہ ہیں
جو اہلِ زمانہ ہیں، جگر خستہ ہیں
وہ دل کہ جو ہو گئے ہیں ٹکڑے ٹکڑے
بس رشتۂ اُمّید سے وابستہ ہیں

نفیٔ فرقِ من و تُو

مَے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہ نُموُ
ہے شہ رگِ ہستی میں رواں خُم کا لہو
ہر لغزشِ مستانہ ہے منزل کا نشاں
مٹتا ہے جامِ مَے سے فرقِ من و تُو

فیضانِ ساقی

ہے عشق کی مَستی ہی میں دانش مستُور
دُردِ تہ یک جام ہیں اِدراک و شعُور
چھینٹے ہیں شراب کے نُجوم و مہ و مِہر
فیضان ہے ساقی کا یہ سب نُور و ظہُور

خونِ رگِ تاس

خاکِ درِ میخانہ کا ہر ذرّہ ہے پاک
اِس خطے پہ قرباں ہے فضائے افلاک
تخلیق کی نس نس میں ہے صبا کی نمی
ہر ریشۂ زیست میں ہے خونِ رگِ تاک

کُوئے جاناں کی ہوا

زُہّاد کو جنّت کی فضا راس آئی
رندوں کو مئے ہوش رُبا راس آئی
جنّت سے غرض، نہ میکدے سے مطلب
ہم کو ترے کوچے کی ہوا راس آئی

پھول کی ادائے مست

تسکیں کا سبب بادِ صبا ہوتی ہے
ہر موج کی پُر کیف فضا ہوتی ہے
ہر غنچے سے آتی ہے جوانی کی مہک
ہر پھول میں مستی کی ادا ہوتی ہے

جوانی کی انگڑائیاں

نیرنگِ تگ و تاز، جوانی لائی
آہنگِ فسوں ساز، جوانی لائی
اک سوئے ہوئے دل کو جگانے کے لیے
صد عشوہ و انداز، جوانی لائی

تمنائے حسیناں

پابند جفا ' وفا سے عاری دیکھے
فرمان عجب حُسن کے جاری دیکھے
سرمایۂ انداز و ادا لاکھ سہی
دنیا کے حَسیں دل کے بھکاری دیکھے

حال نہ پوچھو چہرہ دیکھو

ماحول پہ چھائی ہوئی آفت دیکھو
پامالیٔ گلزارِ محبّت دیکھو
پوچھو نہ مرے دل کی حقیقت مجھ سے
مُرجھائے ہوئے پھُول کی صورت دیکھو

بے خطر کود پڑا......

وارفتہ جو اُس شوخ پہ دنیا دیکھی
ہم نے بھی نظر حُسن پہ ٹھہرا دیکھی
انجامِ مُحبّت کا نہ سوچا صد حیف
بس کُود پڑے آگ میں دیکھا دیکھی

سرکارِ محبت کا فیصلہ

ہر مسئلۂ حیات حل ہوتا ہے
ہر آن مَشیّت پہ عمل ہوتا ہے
سب سے بڑی سرکار محبت ہے نصیؔر
اُس کا ہر فیصلہ اٹل ہوتا ہے

انوکھی ترغیب

دنیا میں جو انمول ہے وہ گوہر لے
دل کی آسودگی کا ساماں کر لے
رِندوں میں جو آیا ہے تو اے واعظ شہر!
اللہ کی نعمتوں سے جھولی بھر لے

گداؤں کی دُعا لیتا جا

بُوئے انفاسِ اَولیاء لیتا جا
سرمستیٔ خاصانِ خدا لیتا جا
دم بھر کے لیے ٹھہر تو میخانے میں
اے شاہ! گداؤں کی دعا لیتا جا

دورِ پامالی

بے برگ و خزاں دیدہ ہے جو ڈالی ہے
چھائی ہوئی بیرنگی و بدحالی ہے
ہے وضعِ چمن روِش روِش سے ظاہر
ہر غنچہ و گُل پہ دَورِ پامالی ہے

ہیرا پھیری

کب اہلِ جہاں سنتے ہیں میری تیری
بے کس نظر آئے تو دکھائیں شیری
اس دور کی چال کو ذرا غور سے دیکھ
چلتی ہے ہر اک بات میں ہیرا پھیری

رفعتِ میخانہ

ساقی کا جو رندوں پہ کرم ہوتا ہے
ہر ذرّہ خرابات کا ' جم ہوتا ہے
میخانے کی رِفعت پہ نظر کر زاہد!
اس در پہ سرِ آسماں کا خم ہوتا ہے

رِندی وسلطانی

ہے چشم و چراغِ حرم و دیر، شراب
ہر قطرہ ہے خونِ رگ مہرومہتاب
ہر رِند ہے سُلطانیِ عالَم کا امین
ہر مغ بچہ ' جم و جاہ و مُعلّٰی القاب

صاف ضمیری کا نشاں

چُھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خُوب
پیشانی پہ مکتوب ہیں اَسرارِ قُلوب
ہے صاف ضمیری کا نشاں حق گوئی
آئینہ چھپاتا نہیں چہرے کے عُیوب

حاصلِ عمر

احساسِ بُلند و پست ہستی ' دیدے
کچھ اور نہ دے ' خدا پرستی دیدے
وہ نشہ عطا کر کہ رہے تا دمِ زِیست
جو حاصلِ عُمر ہو ' وہ مستی دیدے

ارمان وتمنا کی سعئ رائگاں

مانُوسِ مذاقِ دل شیدا نہ ہوئے
آثارِ مَسَرّت کبھی پیدا نہ ہوئے
ارمان و تمنّا نے بہت کاوِش کی
حالاتِ سُکوں پھر بھی ہُویدا نہ ہوئے

طرفہ تماشا ہم ہیں

رنگینی و عِشرت کا سراپا ہم ہیں
افسردگی و یاس کی دنیا ہم ہیں
اللہ نے کیا چیز بنایا ہم کو
انسان نہیں ' طُرفہ تماشا ہم ہیں

فسوں کاری جام و مینا

جب بزم میں ساغر سے چھلک جاتی ہے
قطرے کی چمک تا بہ فَلک جاتی ہے
جب دَور میں آجاتے ہیں جام و مینا
یہ گردشِ ایام بہک جاتی ہے

آزارِ عشق

خود کو غم و حرماں میں نہ ڈھالے کوئی
اندوہ کے قُلزم نہ کھنگالے کوئی
سو بار جہنم میں بلا سے کُودے
پر عِشق کا آزار نہ پالے کوئی

دنیا کے عجیب کرشمے

غُنچوں کو حریفِ گُل و سوسن دیکھا
دہقان کو غارت گرِ خرمن دیکھا
یارب تری دنیا کے کرشمے ہیں عجیب
انسان کو انسان کا دشمن دیکھا

مرگِ مریضِ غم

دم بھر کو جو دِیدار نہ حاصِل ہوگا
آزُردہ و افسُردہ مِرا دل ہوگا
بالیں پہ اگر تو دمِ آخر نہ ہوا
مرنا بھی مریضِ غم کو مشکلِ ہوگا

توقیرِ بارگہِ ساقی

میخانے پہ مولیٰ کا کرم رہتا ہے
ساقی ہے پاس، دُور غم رہتا ہے
کیا کہنا ہے! اُس بارگہِ عزّت کا
جس پر سرِ افلاک بھی خَم رہتا ہے

ساغر میں قیامت

چاہا تھا سُکون، مے مجھے دی تو نے
مِینا سے ذرا سی آگ لے دی تو نے
میخانے میں جب قرار مانگا ساقی!
ساغر میں قیامت مجھے دے دی تو نے

وہ چلے جھٹک کے دامن

سینے میں تمنائے گُل و خُم نہ رہی
دل کو ہوسِ لحن و ترنُّم نہ رہی
اوجھل جو ہوا چاند سا مکھڑا اُن کا
ہونٹوں پہ مرے موجِ تبسُّم نہ رہی

خسارۂ توقف

دل میرا گُھٹا ، آس مری ٹوٹ گئی
غم نے لوٹا ، شگفتگی چھوٹ گئی
ساقی نے کہا ذرا توقُّف اے رند!
اتنے میں جو دیکھا تو کِرن پھوٹ گئی

جینے کا مزا آ جائے

تو کاش بہ صد ناز و ادا آ جائے
مجھ تک ترے دامن کی ہَوا آ جائے
تسکین و تسلّی ہو مَیَسّر دل کو
جینے کا محبّت میں مزا آ جائے

عذابِ ہجر

ہر شام شَفَق لہو میں نہلاتی ہے
ہر رات مجھے چاندنی تڑپاتی ہے
تاروں کی دمک ہجر میں ہے ایک عذاب
برچھی سی مرے دل میں اُتر جاتی ہے

گردشِ جام

کب گردشِ دَوراں میں خَلَل پڑتا ہے
ہاں چشمۂ سرخوشی اُبل پڑتا ہے
جب رُکتا ہے اپنا کاروبارِ ہستی
ساقی اُٹھتا ہے، جام چل پڑتا ہے

الھڑ محبوب سے واسطہ

ہر وقت غم و الم کے جھگڑ توبہ
زاہد ہے اُجڈ تو شیخ اکھڑ توبہ
کس طَور جلاؤں عشقِ خُوباں کے چراغ
میں سادہ مزاج اور وہ اَلھّڑ توبہ

میری طبیعت

پہچان سکا کب کوئی فطرت میری
احباب نے سمجھی نہ حقیقت میری
ہر موج ہے تاب و تبِ پیہم کا پیام
بڑھتا ہوا طوفاں ہے طبیعت میری

فرخندگی و آزردگی

کُہرے میں دبی صُبحِ پر افشاں ہم ہیں
مہتابِ شبِ فصلِ زمستاں ہم ہیں
آسودہ و فرخندہ و خنداں ہو تم
آزردہ و حیران و پریشاں ہم ہیں

نگاہوں کی ضرب کاری

ظالم ہو بڑے ، ظُلم کیا ہے تم نے
ہم کو ہنس ہنس کے جُل دیا ہے تم نے
بے ساختہ آنکھوں سے لڑا کر آنکھیں
اک وار میں دل چھین لیا ہے تم نے

نگاہوں سے قسمت بدل دینے والے

اُفتادِ غم و درد کی ٹل جائے گی
جو دل میں چُبھن ہے، وہ نِکل جائے گی
دیکھو گے جو تم چشمِ کرم سے مجھ کو
سچ مُچ مری تقدیر بدل جائے گی

ساقی سے التجائے مکرر

اُڑنے ہی کو ہے شبِ مُعطّر ساقی
آنے ہی کو ہے صبح کا لشکر ساقی
ہاں دیر نہ کر کرم میں، ہاں دیر نہ کر
ساغر ساغر اک اور ساغر ساقی

اجازت ہو اگر

کیوں دِیدۂ عالم سے چُھپا کر پی لوں
کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لوں
ساقی ترے قربان ، اجازت ہو اگر
میخانے کو میں سر پہ اُٹھا کر پی لوں

خوش نصیب میخوار

ہر اک کو یہ اِنعام کہاں ملتا ہے
یہ چین ، یہ آرام کہاں ملتا ہے
پیتے ہیں ترے ساتھ مُقدّر والے
ہاتھوں سے ترے جام کہاں ملتا ہے

یادِ شباب

تھی موج کے مانند روانی میری
اِن لالہ رُخوں نے بات مانی میری
جس پر قربان تھیں ہزاروں پریاں
اللہ! کہاں ہے وہ جوانی میری

احبابِ فراموش گار

تُو بھی ہے اُنہیں میں سے نہ یہ مانیں گے
شائِستۂ محفل نہ تجھے جانیں گے
یہ رنج و مَصائب میں تجھے یاد رہے
احباب نہ بھولے سے بھی پہچانیں گے

بتائیں کس کو؟

اب حُسن کی بیداد بتائیں کس کو
ہے داد نہ فریاد ، بتائیں کس کو
آباد کیا غیر کا گھر اُس بُت نے
ہم ہو گئے برباد بتائیں کس کو

جو بیت گئی سو بیت گئی

دن رات جو تھا حال ہمارا نہ سُنو
کیوں کر ہُوا اُلفت میں گزارا نہ سُنو
سُنتے ہی اُلٹ جائے گی دل کی دنیا
جو بیت گئی ہم پہ خدارا نہ سُنو

سادگیِ عُشّاق

مایوسیٔ تقدیر لیے پھرتے ہیں
جذبات کی زنجیر لیے پھرتے ہیں
فریاد! کہ برباد کیا ہے جس نے
اُس شوخ کی تصویر لیے پھرتے ہیں

گردشِ جام کے کرشمے

محتاط بھی خاکِ خُم میں دھنستے دیکھے
مغموم بھی میخانے میں ہنستے دیکھے
رندوں ہی پہ موقوف نہیں گردشِ جام
زُہّاد بھی اِس دام میں پھنستے دیکھے

مے کا مزا

مسلک ہی وہاں فقر و غِنا ہوتا ہے
میخانے میں شاہ ، ہر گدا ہوتا ہے
رہتی نہیں میخوار کو دنیا کی ہوس
مَے ہوتی ہے یا مَے کا مزا ہوتا ہے

نظرِ ساقی کی سحر کاری

رِندوں پہ اگر بابِ کرم کُھل جائے
اک گھونٹ ہی میں راہِ حرم کُھل جائے
تُل جائے پلانے پہ جو ساقی کی نظر
ہر صُوفی و زاہد کا بھرم کُھل جائے

درِ ساقی پہ تقدیر بدلتی ہے

سینے سے خلِش غم کی نکلتی دیکھی
بدلی غم و آلام کی ٹلتی دیکھی
انسان کی نیّت ہی نہ بدلی ساقی
تقدیر ترے در پہ بدلتی دیکھی

جب وقت پڑا

انجامِ طَرب غم ہے، نہ یہ جان سکے
سمجھے بھی مگر پھر بھی نہ ہم مان سکے
غیروں کے تغافُل کی شِکایت بے سُود
جب وقت پڑا دوست نہ پہچان سکے

فریبِ امید

طُوفان ہی وہ نہیں جو ٹل جاتا ہے
ماتم کا وہ دن نہیں جو ڈھل جاتا ہے
تسکین کی شکل ہے فریبِ اُمید
یوں بھی دلِ ناکام بہل جاتا ہے

اِک زُلفِ پریشاں مار گئی

دل لوٹ لیا ، حُسنِ ادا نے مارا
شوخی نے کبھی ، کبھی حیا نے مارا
تھم تھم کے ہوئی بارشِ تیرِ مژگاں
بکھری ہُوئی زُلفوں کی گھٹا نے مارا

وفا مشکل ہے

غم سہنا بشر کو بخدا مشکل ہے
دشمن کے لیے حرفِ دُعا مشکل ہے
آسان ہے کہنے کو محبّت ، لیکن
پابندیِ آدابِ وفا مشکل ہے

اُس کو پایا تو میں خود گم ہو گیا

بیگانۂ روزگار ہو جاؤں گا
سر رکھ کے درِ ناز پہ سو جاؤں گا
دیدار کی صورت تو نکل آنے دو
میں آپ کو پا لوں گا تو کھو جاؤں گا

درِ ساقی پہ عقدہ کشائی

میخانے کی توہین نہ کر یوں دن رات
ملتی ہے یہیں پہ آ کے انساں کو نجات
کچھ ہوش ٹھکانے ہیں ترے اے واعظ!
کھلتا ہے یہیں پہ عقدۂ ذات و صفات

ہر شے میں اُسی کا جلوہ ہے

اربابِ نظر کے لیے ہر سنگ ہے طُور
ہر شے میں اُسی کا نور، ہے اُس کا ظُہور
میخانہ و مسجد ہیں اُسی کے مظہر
بخشے اللہ تجھ کو تھوڑا سا شُعور

قرارِ دل و جاں ساقی

اک جام سے سب کا ہشِ غم جاتی ہے
بارش غم و اندوہ کی تھم جاتی ہے
ساقی! تری ہستی ہے دل و جاں کا قرار
محفل ترے آجانے سے جم جاتی ہے

بیتے دنوں کی یادیں

توبہ کے جو طَور تھے پرانے نہ رہے
وہ گوشہ نشینی کے زمانے نہ رہے
میخانے میں جب جُھوم کے ساقی آیا
زاہد کے بھی اوسان ٹھکانے نہ رہے

مے کی شفا بخشی

زاہد کی تو نیّت ہی بدل جاتی ہے
توبہ رُکتی نہیں، مچل جاتی ہے
مے سے کچھ اور فائدہ ہو کہ نہ ہو
سینوں سے کدورت تو نکل جاتی ہے

کشفِ رُموزِ ہستی

عُشّاق کے مسلک میں ہے اَلعِلمُ حجاب
عشق ایک حقیقت ہے مگر عقل ہے خواب
میخانے میں کُھلتے ہیں رموز ہستی
اربابِ مدارس ہیں فقط اہلِ کتاب

مجھے پینے سے نہ روک

مِنبر سے جو تفرقے کا اِظہار نہ ہو
میخانہ و مسجد کی یہ پیکار نہ ہو
خود پی کہ نہ پی مجھ کو تو پینے سے نہ روک
اللہ سے کر خوف گنہگار نہ ہو

روٹھا دلبر

اُس بارگہِ ناز میں جاؤں کیوں کر
آتا ہی نہیں راہ پہ لاؤں کیوں کر
دل پیش کروں کہ جاں کا نذرانہ دوں
رُوٹھے ہوئے دلبر کو مناؤں کیوں کر

جب اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے

ظُلمات میں انوار کہاں سے لاؤں
اب مصر کے بازار کہاں سے لاؤں
حیراں ہو کہ اے یُوسفِ کنعانِ سخن!
میں تیرا خریدار کہاں سے لاؤں

ایک مکالمہ

پوچھا ' کوئی تعزیر خطا باقی ہے
غارت گری حسن و ادا باقی ہے
بولے! تجھے برباد کیا ' دل توڑا
بس ختم ہوا ظلم ' جفا باقی ہے

نگاہِ سرمست کی تباہ کاریاں

حُسن اور تری برق نگاہی توبہ
ایمان کی برملا تباہی توبہ
جس پر بھی پڑی تیری نگاہِ سرمست
دل تھام کے رہ گیا ' الٰہی توبہ

ساقی! نظر ملا کے پلا

مانا کہ عجیب چیز مے ہوتی ہے
پُرکَیف صدائے صدف و نَے ہوتی ہے
میخانے کی رونقیں مُسلّم ' لیکن
ساقی کی نظر اور ہی شے ہوتی ہے

حسن یار رشکِ صد گلزار

ہر عِشوہ ' ہر انداز عجب ہوتا ہے
عُشاق کی جانوں پہ غضب ہوتا ہے
ظالم! گُلشن میں تیرا ہنستا چہرہ
شرمندگیِ گل کا سبب ہوتا ہے

تبرّکِ ساقی

زاہد مجھے جنت کا طلب گار نہ کر
جو بس میں نہیں اُس کا تُو اقرار نہ کر
مانا کہ نہیں ہے ترا مسلک ' رندی
ساقی کے تبرک سے تو انکار نہ کر

گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں

جب محفلِ جم جام سے جم جاتی ہے
گردش سحر و شام کی تھم جاتی ہے
جب جھوم کے گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں میں
تا عرش دعا قدم قدم جاتی ہے

تاثیرِ میخانہ

میخانے میں دنیا ہی بدل جاتی ہے
آفت غمِ ایّام کی ٹل جاتی ہے
اے شیخ! تری لغزشِ مستانہ سے
کچھ دیر طبیعت تو سنبھل جاتی ہے

ان حسینوں سے اللہ بچائے

اُس شوخ کی رفتار' عیاذاً باللہ
یہ حشر کے آثار' عیاذاً باللہ
آفاق کے سینے میں بپا ہے ہلچل
پازیب کی جھنکار' عیاذاً باللہ

زُلفِ دراز

تیرے قربان اے مرے پیکر ناز
روحِ عُشّاق و جانِ اربابِ نیاز
کوتاہیِ بخت سے خِجل ہو زاہد
تو آئے جو بکھرائے ہوئے زلف دراز

جینے کا حوصلہ

اِس دہر میں کیا لطف ملا، کچھ بھی نہیں
صدیوں بھی اگر کوئی جِیا، کچھ بھی نہیں
ہر حال میں ہے حوصلہ مندی لازم
بے حوصلہ جینے کا مزا کچھ بھی نہیں

سنگِ ملامت

ہے دورِ طرب، سایۂ ابر گُزراں
ہر خندہ ہے تاب و شررِ برق، یہاں
ہر سانس کو تو سنگ ملامت ہی سمجھ
ہستی ہے تری کارگہِ شیشہ گراں

گلشن کا فسانہ

مجموعۂ افکارِ زمانہ دل ہے
اجڑے ہوئے گلشن کا فسانہ دل ہے
دل پر ہیں قیامت کی بلائیں نازل
پیکانِ حوادث کا نشانہ دل ہے

انقلابِ زمانہ

در جتنے ہیں‘ دیوار بنے جاتے ہیں
جو سرو ہیں‘ وہ دار بنے جاتے ہیں
فریاد کہ گلشن کے مہکتے ہوئے پھول
آنکھوں میں مری خار بنے جاتے ہیں

منعم کو نصیحت

یوں دیدۂ حق نگر کو خیرہ نہ کرو
حرص اور حَسَدَ اپنا وطیرہ نہ کرو
مُنعِم ہو تو مُفلِس کی ضرورت سمجھو
سیم و زر و مال کو ذخیرہ نہ کرو

نگاہِ فکر و فن کا اعجاز

ذرّے کو حریفِ مہرِ انور کر دوں
صحرا کو بہشتِ رُوح پرور کر دوں
اعجازِ نگاہِ فکر و فن سے اپنی
قطرے کو وہ چمکاؤں کہ گوہر کر دوں

تاثیرِ اشعار

مسحور دل و نظر نہ کر دوں تو سہی
ادراک کو خود نگر نہ کر دوں تو سہی
محفل کو سنا کے شعر ہائے پُر کیف
کونین سے بے خبر نہ کر دوں تو سہی

ہم صدیوں کی کہانی ہیں

ماضی کی نوائے نکتہ دانی ہم ہیں
بیتی ہوئی صدیوں کی کہانی ہم ہیں
اے وقتِ رواں! گرا نہ یوں نظروں سے
گزرے ہوئے دور کی نشانی ہم ہیں

فسانہ خواں فسانہ بن گیا

ہر چند کہ دیکھا ہے زمانہ ہم نے
سمجھا نہ زمانے کا ترانہ ہم نے
آئے تھے سنانے ہم فسانہ دل کا
خود ہی کو بنا دیا فسانہ ہم نے

چمن کو دیکھئے ہر زاویے سے

حُسنِ سَمَن و لالہ پہ جو مرتے ہیں
گُل چِیں کی جفاؤں سے کہاں ڈرتے ہیں
ہر پھول کے پہلو میں چھپے ہیں کانٹے
گلزار میں ظالم بھی بسر کرتے ہیں

دستِ ساقی سے پیوں

راس آئے، نگینے کا مزا تو جب ہے
دل خوش رہے، جینے کا مزا تو جب ہے
میں ڈٹ کے پیوں اور پلائے ساقی
میخانے میں پینے کا مزا تو جب ہے

مظہرِ جمالِ احد

زُلفوں کے نثار، خال و خد کے قرباں
زیبائی و رعنائی قد کے قرباں
جلوہ ہے ترا نورِ ازل کا پرتَو
صنعت گریِ ذاتِ اَحد کے قرباں

ناصحِ ناداں

سررشتۂ حرفِ آرزو توڑ دیا
پیمانۂ ذوقِ جستجو توڑ دیا
مے کی بوند بھی مُیَسّر نہ ہوئی
صد حیف کہ ناصح نے سُبو توڑ دیا

بادۂ تطہیر

غُنچۂ دلِ مُضطر کا کھلا دے ساقی
اس حسن سراپا سے ملا دے ساقی
مل جائے مری ساقیِ کوثر سے نظر
وہ بادۂ تطہیر پلا دے ساقی

بدلی میری تقدیر ہے

بجلی سی دلِ زُہد پہ لہراتی ہے
توبہ پہ بہر گام بَلا آتی ہے
لے ڈوبی مجھے تیری توجّہ ساقی!
رِندی مری تقدیر بنی جاتی ہے

متفرق کلام

سہرے

رثائیہ اشعار برلوحِ مزار

اور متفرق اشعار

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

با اہتمام

جانشینِ نصیرِ ملّت

سیّد غلام نظام الدّین جامؔی گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
	متفرق کلام	

سہرا

بہ تقریب سعید شادی خانہ آبادی عزیزم سیّد امیر حیدر شاہ نورِ نظر سیّد ذوالفقار علی شاہ صاحب مرحوم
1981ء بمقام خان پور شریف ملتان

کرشمہ اپنے کرم کا دکھا گیا سہرا
حسیں جوان کو دُولہا بنا گیا سہرا

چمک دمک سے فضا جگمگا گیا سہرا
دل و نگاہ کی دُنیا پہ چھا گیا سہرا

یہ فیضِ پنجتنِ پاک ہے خدا شاہد
کہ رنگ و نور کے دریا بہا گیا سہرا

کرم ہے خاص مِرے غوث پاک کا دیکھو
کہ نور بن کے نظر میں سما گیا سہرا

جو سہرا باندھ کے بیٹھے امیر حیدر شاہ
کِھلی ہے دل کی کلی، کِھل کھلا گیا سہرا

اثر تو دیکھیے مہرِ علی کی نسبت کا
جہانِ مہر و وفا جگمگا گیا سہرا

ہے ذوالفقار علی شہ کی روح کتنی خوش
کہ اُن کے نورِ نظر کا کہا گیا سہرا

یہ خاندان کے ماتھے پہ ایک ٹکۂ نور
ہر ایک دل میں ستارے سجا گیا سہرا

فروغِ عزّتِ اسلاف ہر لڑی سے عیاں
نمود و نامِ اب و جد بڑھا گیا سہرا

ہجومِ گُل سے یہ نوشہ کے سر کا تاج بنا
توّجہاتِ خصوصی جو پا گیا سہرا

عیاں ہوا وہ سرِ بزم خندۂ گُل سے
وہ حرفِ راز جو مُجھ کو بتا گیا سہرا

یہ رنگ و نور کا اِک پیکرِ حَسین و جمیل
نظر میں بس کے، دلوں میں سما گیا سہرا

صدا اُٹھی کہ دکھاؤ خلوص کی تعبیر
تو اہلِ دل نے کہا،لو یہ آ گیا سہرا

لبوں پہ نورِ تبسّم دلوں میں عکسِ جمال
ہماری بزم کی رونق بڑھا گیا سہرا

ہر اک لڑی تری غیرت پہ تازیانہ ہے
بہوش باش! کہ در کھٹکھٹا گیا سہرا

وہ اپنے جامے سے باہر کبھی کے ہو جاتے
خدا کا شکر کہ بر وقت آ گیا سہرا

خدا کرے کہ نصیؔر آئے میرے شہ کو پسند
بڑھے خلوص کی رَو میں کہا گیا سہرا

سہرا

بتقریبِ شادی خانہ آبادی برادرِ عزیز سیّد غلام جلال الدّین گیلانی طال عُمرہٗ
نورِ نظر حضرت سیّد غلام معین الدّین شاہ صاحب (بڑے لالہ جی) بتاریخ :8 اپریل 1984ء

جگمگ جگمگ گولڑہ نگری باندھے ہے بنرا سہرا
سر پہ جلال الدّیں کے بندھ کر سج دھج سے چمکا سہرا

لایا ہے نوشاہ کی خاطر مژدۂ راحت زا سہرا
سب نے مل کر خوش ہو ہو کر محفل میں گایا سہرا

چاند سا مُکھڑا اور اس پر سورج کی کرنوں کا سہرا
دیکھ ذرا دولھا کی جانب، کیا دولھا ہے کیا سہرا

اللہ اللہ دیکھنے والوں نے کب دیکھا ہے پہلے
پنج تنی جلووں کی پیہم بارش سے نکھرا سہرا

خُلد کی سب حوریں جھومت ہیں، سہرے کو سب چومت ہیں
دیکھت ہیں شفقت کی نظر سے فاطمۃ الزّہرا سہرا

غوث پیا کا نور بھرا ہے چشت کے جلوے چھائے ہیں
جاوت ہیں انکھیاں بلہاری دیکھت ہے دنیا سہرا

حضرت خواجہ اجمیری کے لُطف و کرم کا مظہر ہے
آلِ نبی کی شان کو اِس عالم میں بڑھائے گا سہرا

مہرِ علی کی نگرانی ہے کیا برکھا نورانی ہے
اس بنرے پہ واری جاؤں سر پہ سجا ہے کیا سہرا

کاش وہ ہوتے اور یہ کہتے مُحی الدّیں بابو جی بھی
جھوم رہا ہے نور کے جھومر کی صورت کیسا سہرا

عبدالحق شہ فرطِ مسرّت سے دیکھت ہیں سہرے کو
قبلہ معین الدّین بھی شاداں بیٹے نے باندھا سہرا

خوش ہیں مُعین الحق بھی بے حد اور ہیں قُطب الحق فرحاں
شاد حسام الدّین بہت ہیں دیکھ کے بھائی کا سہرا

بزم میں سن کر سب یہ پُکارے خوب مضامیں ہیں تیکھے
واہ نصیرُالدّیں تُم نے کس خوبی سے لکّھا سہرا

سہرا

بر شادی خانہ آبادی برادرم سیّد غلام حسام الدّین گیلانی

باندھتا ہے بہ سرِ سیّدِ جیلاں سہرا
آج ہے بخت کی معراج پہ نازاں سہرا

گردِ نعلینِ محمدؐ کے ستارے چُن کر
بن گیا حیرتِ صد مہرِ درخشاں سہرا

پَرتوِ حُسن ہے کیا پنجتنِ پاک کی ضو
آل و اصحاب کے جلوؤں سے فروزاں سہرا

دل میں حسرت ہے یہی تیرے نمک خواروں کی
تیرے سائے میں رہے یا شہِ جیلاں سہرا

چشتیو تُم کو مبارک ہو یہ اعزاز کہ آج
دیکھنے آئے ہیں اجمیر کے سلطاں سہرا

دیکھ کر مہر علی شاہ سے نسبت اس کی
آج دُولھا کے مقدر پہ ہے قرباں سہرا

اس کے ہر تار میں انوار ہیں بابوجیؒ کے
ہے بزرگوں کی عنایات کا عنواں سہرا

گلشنِ احمدِ عطاس کے گُل سہل و حسن
جن کی آمد سے ہے گلزار بہ داماں سہرا

نظر آتا ہے کچھ ایسے کہ حُسام الدّیں کو
آج دیتا ہے سلامی کا دل و جاں سہرا

اُس پہ یعقوب نگاہاں نہ فدا ہوں کیوں کر
سر پہ باندھے جو کوئی یوسفِ دوراں سہرا

اُس پہ ہے دستِ تصرف شہِ بطحا کا نصیؔر
کون کہتا ہے کہ ہے بے سر و ساماں سہرا

سہرا

برشادیٔ پیر سیّد برکت حسین گیلانی ابنِ پیر سیّد الطاف حسین شاہ گیلانی بتاریخ 18 اپریل 1994ء

مطابق 29 ذی قعدہ 1414ھ بروز جمعرات بمقام گولڑہ شریف

باندھے ہے سر پہ دیکھو برکت حسین سہرا
ماموں الطاف جی کا یہ نُورُ العین سہرا

مہکا بہ فضلِ یزداں سر پر نوشہ کے آکر
چمکا بہ فیضِ شاہِ قابَ قوسَین سہرا

اِس کی لڑیوں میں خوشبو پنج تنی باغ کی ہے
کتنا دل کش ہے پا کر رنگِ حَسَنَین سہرا

شاہِ کونین کی ہے جب کہ توجّہ اِس پر
دیکھے نہ حیرت سے کیوں بزمِ کونَین سہرا

اپنی مقبول دعا سے رکھّیں گے دُور بلا سے
پیرانِ پیر یعنی غوثُ الثّقلَین" سہرا

اِس پر ہے سایہ افگن دستِ اجمیری خواجہ
پائے گا اِن شاء اللہ عِزِّ دارَین سہرا

جلووں کا ایک جہاں ہے رشکِ صد کاہکشاں ہے
لے کر شاہِ بطحیٰ کی گردِ نعلَین "سہرا"

نذرالدّین پیر کے ہیں آنگن میں آج خوشیاں
نانا ولایت شہ کی آنکھوں کا چَین سہرا

مہرِ علی بھی شاداں بابوجی بھی ہیں فرحاں
بیٹھا ہے سر پر باندھے برکت حُسین سہرا

سیّد حسن بھی خوش ہیں روحِ محمود شہ بھی
وجہِ خوشنودی ٹھہرا اِن کے مابَین سہرا

میرے مشتاق ماموں ہوتے گر آج زندہ
تکتے نواسے کا یہ بازیب و زَین سہرا

دُولھا دُلھن کو خوشیاں شادی کی ہوں مبارَک
ہووے نصیرؔ فرحت بخشِ زَوجَین سہرا

سہرا

برشادی خانہ آبادی
خلیل الحق نورِنظر جمیل الحق ابنِ حاجی مظہرالحق مرحوم ومغفور آف گوجرخان
بتاریخ 7 فروری بروز پیر 2005ء مطابق 20 ذی الحجہ 1425ھ
(حال مقیم بریڈفورڈ، برطانیہ، یوکے)

محمد کی عطا سے مظہرِ لُطفِ خدا سہرا
خلیل الحق کے سر پر سج رہا ہے واہ کیا سہرا

دعائے مُستجابِ مظہرالحق ہے حقیقت میں
جمیل الحق کے نورِ عین کا رنگیں ادا سہرا

ترے عمِ مکرّم شمسِ حق، طارق شکیل الحق
نہیں پھولے سماتے، دیکھتے ہیں جب ترا سہرا

عطائے شاہِ جیلاں پر یہ کیا کیا ناز کرتا ہے
مرے نوشاہ! ترا جھلملاتا، خوش نما سہرا

نظر آئیں نہ کیوں چشتی نظامی رنگتیں اِس میں
فیوضِ خواجگانِ چشت کا مظہر بنا سہرا

اسے مہرِ علی شہ پیر کے جلووں سے نسبت ہے
ہے اپنے طالعِ بیدار پر نازاں بجا سہرا

مبارک کیوں نہ دے ہر باوفا انسان دولھا کو
سجا ہے باوفا دولھا کے سر پر باوفا سہرا

دِلِ اہلِ نظر کو کیوں نہ یہ شادابیاں بخشے
ہے رنگ و نور کی برسات میں بھیگا ہوا سہرا

نہ خُلدِگوش و فردوسِ نظر ہو کس لیے محفل
سکینت زا مرے اشعار ہیں، بہجت فزا سہرا

ہوئی نوشاہ کی جب رونمائی، برسرِمجلس
پُکار اُٹھے سبھی یہ کہہ کے، کیا دولھا ہے، کیا سہرا

سرِ محفل نصیرؔ اس وقت جلوہ گر ہیں بابو جی
گواہی دے رہا ہے لہلہاتا، جھومتا سہرا

سہرا

برشادی خانہ آبادی عزیزم پیر سیّد ضیاء الحسن ضیاء گیلانی نورِ چشم گرامی قدر جناب پیر سیّد الطاف حسین شاہ گیلانی دامت برکاتہم العالیہ

بتاریخ 29 اپریل 2006ء بمطابق 30 ربیع الاوّل 1427ھ بروز ہفتہ

زیبِ جبینِ پیر ضیا ہے بن کر نور و ضیا سہرا
سبحانَ اللہ ماشاء اللہ کیا دولہا ہے کیا سہرا

مہرِ علی، محمود و ولایت تینوں بھائی شاداں ہیں
پیر الطاف کے نورِ نظر نے باندھا ہے ایسا سہرا

حسن حسینی خوشبو نے اک دھوم مچادی محفل میں
دیکھ رہی ہیں فرطِ کرم سے فاطمۃُ الزّہرا سہرا

دل کے ہوئے ہیں پورے ارماں شاد بہن ہے خوش ہے ماں
نانا مشتاق آج ہیں فرحاں دیکھ نواسے کا سہرا

پھول، گلستاں، بادِ بہاری ہر شے محوِ سرشاری
ہر سُو کیف کا عالم طاری باندھے ہے بنرا سہرا

رنگ و نور کا جشن بپا ہے پیر الطاف کے آنگن میں
جاوت ہیں اکھیاں بلہاری کیا مکھڑا ہے کیا سہرا

چاند سا چہرہ نَین غزالی، صورت ہے بھولی بھالی
بیٹھت ہے بن ٹھن کر بنرا، دیکھت ہے دنیا سہرا

اِس کی یاد رہے گی تازہ اپنوں کے دل میں برسوں
واہ نصیؔر کہا ہے کیسا مَعرِکَۃُ الآرا سہرا

سہرا بر شادی خانہ آبادی میاں محمد اعظم ولد میاں محمد اقبال (مرحوم)

9 اگست 2007ء بروز بدھ

زمانہ آئے، دیکھے پُر ضیاء اعظم کا سہرا ہے
خدا شاہد، حسیں بے انتہا اعظم کا سہرا ہے

محبت ہی محبت، خوشنما اعظم کا سہرا ہے
مسرت ہی مسرت، برملا اعظم کا سہرا ہے

الگ ہے ہر گُلِ تر کی ادا سہرے کی لڑیوں میں
زمانے بھر کے سہروں سے جدا اعظم کا سہرا ہے

نشاطِ روح بن کر ہر لڑی کیا کیا چمک اُٹھی
بہارِ خلد کا جلوہ ہے یا اعظم کا سہرا ہے

بہت مسرور ہیں سب دیکھ کر دولہا کو سہرے میں
عزیزوں کے دلوں کا مدعا اعظم کا سہرا ہے

فلک پر چاند سورج دیکھ کر شرمائے جاتے ہیں
جمالِ پنجتنؑ ہے وہ عطا اعظم کا سہرا ہے

کرم ہیں غوثِ اعظمؒ کے فضائے بزمِ شادی پر
حقیقت میں حقیقت آشنا اعظم کا سہرا ہے

بیک چشمِ کرم مہرؒ علی نے نور وہ بخشا
جوابِ آفتاب پر ضیا اعظم کا سہرا ہے

نصیؔر اسبابِ شادی کی تجلی مرحبا، لیکن
نگاہِ فکر میں روشن ادا اعظم کا سہرا ہے

سہرا

برتقریب شادی خانہ آبادی عزیزم محمد حسن بن محمد سعید وزیرآبادی حال مقیم راچڈیل (یوکے) بتاریخ 23 مارچ 2008ء مطابق 14 ربیع الاوّل 1429ھ بروز اتوار بمقام مانچسٹر

ہُوا کس شان سے نوشاہ کے زیبِ جبیں سہرا
حسن باندھے ہوئے ہے آج سر پہ کیا حسیں سہرا

کھلیں کلیاں مسرّت کی ہمیشہ اِس کے گلشن میں
سدا آباد ہو یارب طُفیلِ شاہ دیں سہرا

علی ، غوثِ جلی ، مہرِ علی کی نسبتیں اس میں
کہیں دیکھا نہ ایسا خوش نصیب و خوش تریں سہرا

سعید و طارق و جاوید و حارث اور پھر احسن
بہت خوش ہیں کہ باندھا ہے حسن نے دلنشیں سہرا

ہوئی بزمِ عروسی سب کی سب مشغولِ نظّارہ
بنا مرکز نگاہوں کا ، کہیں دولہا ، کہیں سہرا

جوابِ ماہ و خور ، رشکِ چمن،صبحِ نشاط افزا
پھبن میں دلکشی میں،حُسن میں، کیا کیا نہیں سہرا

ذرا نظریں جما کر دیکھیے چشمِ محبّت سے
سرِ نوشاہ پر چمکا ہے کیا مثلِ نگیں سہرا

نہ ٹوٹے گا مودّت کا یہ محکم باہمی رشتہ
کہ ہے زوجین کے مابین اک حبلِ متیں سہرا

اگر آداب کا پہلو نہیں موجود لڑیوں میں
جھکا جاتا ہے پھر کیوں جانبِ فرشِ زمیں سہرا

حسن کا چاند سا مکھڑا کوئی دیکھے تو محفل میں
جو تن پر خوش نُما جوڑا تو سر پر عنبریں سہرا

مبارک ہو بہر لحظہ نصیؔر اہلِ قرابت کو
حسیں محفل ، حسیں شادی ، حسیں دولہا ،حسیں سہرا

سہرا

بر شادی خانہ آبادی پیر سیّد جلال الدّین
ابن پیر سیّد صدر الدّین (مرحوم)

ہے جلوہ گر سرِ نوشہ یہ آج کیا سہرا
نبیؐ کی دَین ہے اللہ کی عطا سہرا

خُوشا نصیب کہ دُولہا بنے جلالُ الدّیں
جبیں پہ باندھ کے بیٹھے ہیں پُر ادا سہرا

خوشی سے دیکھتی ہے رُوحِ پیر صدر الدّیں
کہ اُن کے بیٹے کے سر پر ہے خُوش نما سہرا

مہک رہا ہے حسینؓ و حسنؓ کی خوشبو سے
جنابِ فاطمہ زہراؓ کی آل کا سہرا

ہے ضَو فگن شہِ جیلان و خواجۂ اجمیر
دوگونہ اوج کا حامل ہے برملا سہرا

ہے سر پہ سایۂ الطافِ پیر فضل الدّینؒ
ہے خواجہ مہرِ علیؒ شاہ کی دُعا سہرا

امین پیر نہ محفل میں ہیں رفیع الدّیں
کہ اپنے بھائی کے سَر دیکھتے بندھا سہرا

ہے رُوحِ والدۂ ماجدہ بھی کِتنی خوش
سجائے سر پہ ہے آج اُن کا لاڈلا سہرا

دِلا رہا ہے یہ منّان و پیر امین کی یاد
سُنا رہا ہے شہیدوں کا ماجرا سہرا

ہر ایک دِل میں ہے موجود یادِ پیر فِدا
ہے جِن کی حسرت و ارماں کا مُدّعا سہرا

نہ خوش ہوں کِس لئے حنّان پیر و پیرِ عطا
کہ ایک اُجڑے ہوئے گھر کی ہے ضیاء سہرا

خوشی سے پھُولے سماتے نہیں ہیں پیر اسحاق
کہ اُن کے ماموں کے بیٹے کو ہے سجا سہرا

صَد آفریں کی صدا ہے نصیؔر ہر لب پر
یہ آج تُو نے خوشی میں کہا ہے کیا سہرا

سہرا

بتقریبِ شادی خانہ آبادی سیدمسعودالحسن شاہ صاحب سرگودھا

وقارِ انجمن شادی بہارِ صد چمن سہرا
مبارک ہو تمہیں اے شاہ مسعودالحسن سہرا

رُخِ نو شاہ پر لڑیاں چمکتی ہیں مہکتی ہیں
نہایت خوبصورت ہے بفیضِ پنجتن سہرا

نوازش غوثِ اعظم کی کرم مہرِ علی کا ہے
خدا کے فضل سے ہے غیرتِ سر و سمن سہرا

دعائیں بابوجی کی جلوہ گر ہیں بزمِ شادی میں
ہے طوفاں شاہ کے بیٹے کے سر پر ضوفگن سہرا

فضائے خُلد میں صدّیق شہ مرحوم شاداں ہیں
نواسے کے رُخِ موزوں پہ ہے روحِ چمن سہرا

خدا کے فضل سے دونوں تُلے ہیں چشمِ عالم میں
اگر ہے ماہوش دولہا تو سورج کی کرن سہرا

بزرگوں کی عزیزوں کی دعائیں کارفرما ہیں
محبّت سے نہ دیکھے کیوں نگاہِ انجمن سہرا

کسی سے ہو سکے کیا تبصرہ سہرے کی لڑیوں پر
اُڑا لایا ہے گلزارِ جناں کا بانکپن سہرا

محبّت سے نصیؔر اِس شان کا سہرا لکھا تم نے
پڑھے گی شاد ہو ہو کر، خوشی کی انجمن، سہرا

سہرا

بہ تقریب سعید شادی خانہ آبادی

برخوردارم سیّد غلام نجمُ الدّین شاہ گیلانی طول عمرہٗ

مظہرِ نُورِ خُدا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا
سرورِ دیں کی عطا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

نازنین و دِلرُبا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا
واہ ! کیا رنگیں اَدا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

"اَلنِکاحُ سُنَّتِی" کے معنی و مفہوم میں
سُنّتِ خیرُ الوریٰؐ ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

غوثِ اعظمؒ کے کرم ، مہرِ علیؒ کے فیض سے
لُطفِ حق کی اِنتہا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

دیکھ کر لُطفِ نگاہِ بابُو جیؒ و لالہ جیؒ
لہلہاتا ، جھُومتا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

جامی و رُومی ، جلالُ الدّیں ، حسامُ الدّیں کے
دیدہ و دل کی ضیا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

خُوش ہیں شمسُ الدّیں ، فوّادُ الدّین و حمّادُ الدّیں مُعیں
اِن کی خوشیوں کی بِنا ، سہرا ہے نجمُ الدّین کا

دیکھنے سے اس کے ہر ناشاد دل ، دل شاد ہے
راحت و بہجت فزا سہرا ہے نجمُ الدّین کا

اس کی لڑیوں سے لڑی ہے آنکھ اہلِ شوق کی
جاں فزا و دل کُشا سہرا ہے نجمُ الدّین کا

مادرِ مشفق کی مرقد سے نصیؔر آئی صدا
واہ کیا شانِ خدا سہرا ہے نجمُ الدّین کا

سہرا

بہ تقریب سعید شادی خانہ آبادی

برخوردارم سیّد غلام مہر محی الدّین رُومیؔ گیلانی طول عمرہ

حق نے کیا سر پہ ہے رُومیؔ کے سجایا سہرا — دل میں اُترا ہے تو آنکھوں میں سمایا سہرا

خوش ہو رُومیؔ کہ ترے سر پہ سجانے کے لیے — درگہِ والیِؒ بغداد سے آیا سہرا

پڑ سکے اِس پہ نہ ہرگز کسی بدبیں کی نظر — سایۂ مہرِ علیؒ میں ہو خدایا! سہرا

خوش ہوئیں عالمِ ارواح میں دادی امّاںؒ — بوسہ دیتے ہوئے آنکھوں سے لگایا سہرا

کیا سہانا ہے سماں گھر میں جلال الدّیںؒ کے — سارے آنگن میں خوشی بن کے ہے چھایا سہرا

زمزمہ سنج ہوئے صحنِ گلستاں میں طیور — خُلد میں حُور و ملائک نے بھی گایا سہرا

نذرِ نوشاہ کی خاطر یہ سہانا موسم — گوندھ کر عنبر و کافور میں لایا سہرا

شکر صد شکر کہ دنیا میں مرے مالک نے — مُجھ کو اِس میرے بھتیجے کا دِکھایا سہرا

جس کے ہر شعر نے محفل میں سماں باندھ دیا — میری جاں! آج وہ لایا ترا تایا سہرا

مُلتمس ہے ترے دَر پر یہ نصیؔر عاصی
شاد و آباد رہے بارِ خدایا سہرا

سہرا

بر شادی خانہ آبادی پیر سیّد عطاء الحسن
ابن پیر سیّد فدا حسین شاہ (مرحوم)

حق تعالیٰ کی عطا ہے یہ عطا کا سہرا
اَللہ اَللہ پسرِ پیر فِدا کا سہرا

رنگ لائی ہے دُعا حضرتِ فضل الدّیں کی
سرِ نوشہ پہ سجا فضلِ خُدا کا سہرا

جلوہ گر بزم میں ہیں غوثِ جلیؒ ، مہرِ علیؒ
چشمِ بد دُور ! ہے کیا آلِ عبا کا سہرا

صدر الدّیں پیر کی ہے رُوح بہت ہی مسرُور
ہے سعادت کا نِشاں پیر عطا کا سہرا

مَرحبا سامنے بیٹھا ہے سنور کر دُولھا
دیکھئے لختِ دلِ غوثِ وریٰ کا سہرا

کِس قدر خُرّم و شاداں ہیں جلال و حنّان
دیکھ کر بھائی کے سر بختِ رَسا کا سہرا

شاملِ حال ہے اَجداد کا فیضِ باطن
اِسے کہتے ہیں بزرگوں کی دُعا کا سہرا

دِیدنی ہے رُخِ نوشاہ پہ جلوؤں کی بہار
ہم نے دیکھا نہیں اِس طرزِ ادا کا سہرا

تیرے شعروں سے نصیؔر آتی ہے خُوشبوئے وَفا
تو نے لِکھّا ہے یہ کس جانِ وفا کا سہرا

سہرا

کیا چاند سی صُورت دُولہا ہے کیا پیارا پیارا سہرا ہے
کیا سوہنی سی اِک مُورت ہے اور آنکھ کا تارا سہرا ہے

فِردوس سے بن کر آیا ہے اور حوریں اِس کو لائی ہیں
دو پیار بھرے دِل ملتے ہیں اُلفت کا سہارا سہرا ہے

یہ لال ہے اپنے والد کا اور پیارا ہے یہ پیاروں کا
یہ ہار ہے رِشتہ داروں کا اور ہار کا تارا سہرا ہے

مُشتاقِ نظارہ نظریں ہیں اور دید کے طالب سارے ہیں
سب دیکھ رہے ہیں سہرے کو اور وقفِ نظارہ سہرا ہے

ہیں محوِ تماشا غِلماں بھی اور محوِ حسرت رِضواں بھی
یہ چاند سا نوشہ نوشہ ہے یہ پھُول کا سہرا سہرا ہے

امّی کو سلامت ہو یہ خوشی بہنوں کو مُبارک ہو یہ خوشی
دُلہن کو مبارک دُولہا ہو دو دِل کا سہارا سہرا ہے

اُلفت کے نشّے میں چُور رہیں دِل شاد رہیں مسرُور رہیں
یہ بات نصؔیر اب میں نے سُنی ، کرتا یہ اِشارہ سہرا ہے

سہرا

بر شادیِ خانہ آبادی عزیزم حسین محی الدّین

نورِ نظرِ محبِّ مخلصِ محترم جناب ڈاکٹر طاہر القادری زید مجدہٗ

عطائے سرکارِ دو جہاں ہے، تو فضلِ ربِّ قدیر سہرا
عنایتِ خاصِ پنجتن کی، نوازشِ دستگیر سہرا

وہ آمدِ نو عروسِ بطحا، وہ عرش پر تہنیت کے نغمے
تمام دُولھوں کا شاہ دُولھا تمام سہروں کا پیر سہرا

جو قلبِ طاہر میں، ذاتِ ختم الرُّسل کی ہے شمعِ عشق روشن
اُسی سے ہے ضوء پذیر محفل، اُسی سے ہے جلوہ گیر سہرا

دُعا ہے اے سب کی سننے والے، ہمیشہ بن کر رہیں جہاں میں
مسرتوں کی نقیب شادی، محبتوں کا سفیر سہرا

نگاہِ بد سے خدا بچائے، نظر زمانے کی لگ نہ جائے
چمک رہا ہے جبینِ نوشہ پہ مثلِ بدرِ منیر سہرا

جو شاہِ اجمیر مہرباں ہیں، تو مُلتفت گنج بخش داتا
نتیجۂ لطفِ اولیاء ہے دُعائے پیرانِ پیر سہرا

ہے آج بھی سر پہ سایہ گستر تصرفِ دستِ شاہِ جیلاں
تجھے مبارک کہ ہو گا ثابت تیرے لئے دستگیر سہرا

ملی ہے جس دن سے اس کی لڑیوں کو قادری سلسلے کی نسبت
ہے غوثِ اعظم کے خاک بوسوں کی آنکھ میں بے نظیر سہرا

ہے گرچہ مرکز ہر اک نظر کا، چمک دمک اور بانکپن میں
نہیں ہے نوشہ کے رُوئے روشن کا پھر بھی عشرِ عشیر سہرا

ہزار کوئی لکھے، مگر اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے
جو اپنے جدِّ کریم کے اِک مُرید کا لکھے پیر سہرا

وکیل فائق جو طاہر القادری تو شاعر نصیر خُوش گو
بہ بیتِ نعم الوکیل شادی، بفضلِ نعم النصیر سہرا

مجھے تلمُّذ میں اپنے لیتے، ہر ایک مصرع پہ داد دیتے
بچشمِ اُستاد دیکھ لیتے اگر انیس و دبیر سہرا

جنابِ طاہر وصول کیجئے کہ آلِ زہرا کی بارگاہ سے
حسین محیِ دیں کی شادی پہ لکھ کے لایا نصیّر سہرا

رثائیہ اشعار
بر
لوحِ مزار

فضل خان مٹھیالوی خادمِ دربارِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

(تاریخِ وفات 31 مارچ 1987)

تیرِ نسبت از کمانِ دیگر است
بندۂ حق را نشانِ دیگر است

فضل خاں مٹھیالوی نیکو سرشت
باد از یزداں نصیبِ اُو بہشت

خاک بوسِ آستانِ گولڑہ
آبروئے خادمانِ گولڑہ

ربطِ خاصے داشت باغوثِ جلیؒ
آ مُریدِ حضرتِ مہرِ علیؒ

بر لبم آید نصیؔر ایں بار بار
از کرم آمرزدش آمرز گار

اشعار بر وفاتِ سیّد عبدالقادر شاہ ابنِ سیّد پیر محمود شاہؒ برادرِ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ

برس رہا ہے یہ کیوں ابرِ دیدۂ ناشاد
ستا رہی ہے مرے دل کو آج کس کی یاد

یہ کون آنکھ سے اوجھل ہوا کہ ہے اب تک
مری حیات کے لمحات کا سکوں برباد

وہ اک وجود جو تھا گھر پہ سایۂ رحمت
وہ اک نظر کہ جو تھی باعثِ حصولِ مراد

نہ کیوں بہاؤں میں اُن کے فراق میں آنسو
کہ اُن کے دم سے تھی دنیائے آرزو آباد

تھی لفظ لفظ میں جن کے دوا پئے ہر زخم
تھا جن کا حُسنِ تکلّم علاجِ ہر بیداد

نصیؔر! رشتے میں ہوتے ہیں وہ مرے ماموں
وہ ایک حافظِ قرآں وہ اک خجستہ نژاد

دعا یہ ہے کہ اُنہیں قربِ حق میسّر ہو
طفیلِ سیّدِ کونین و آلہِ الامجاد

❁

اشعار بر وفاتِ خادمِ درگاہِ مہریہ حافظ خدا دوست مرحوم

نہیں دنیا سدا رہنے کی جا' دوست
فنا ہے سب کو' وہ دشمن ہو یا دوست

یہ صدمہ موت سے کچھ کم نہیں ہے
کسی سے ہو نہ دنیا میں جدا' دوست

ادا کرتے ہیں وہ حق دوستی کا
پسِ مُردن جو دیتے ہیں دعا، دوست

لحد کی خاک سے ہو خاک امّید
کہ یہ از رُوئے فطرت ہے ہوا دوست

فقط اُن کی شفاعت ہے مسلّم
ہے جن کی ذاتِ عالی کبریا دوست

بھرم رہ جائے کل اپنا بھی شاید
کہ ہیں مہرِ علی شیخِ وفا دوست

خدا لگتی کہوں گا اے نصیؔر اب
عجب اک دوست تھے، حافظ خدا دوست

اشعار بر وفاتِ عالی گوہر سیّد سخی شاہ نوگلّی ایبٹ آباد

6 رجب 1408ھ

چلا ہے لکھنے کو کس حق نگر کی لوحِ مزار
کہ رو رہا ہے قلم رفتہ رفتہ زار و قطار

ضرور ہیں یہ کسی مردِ با خدا کے مرید
کہ اِن کی قبر پہ ہے ایک بارشِ انوار

صدا یہ آئی کہ ہیں اِن کے پیر مہرِ علی
جو اپنے وقت کے رازی تھے اور قطبِ مدار

سخی تھے دل کے، سخی شاہ نام تھا اُن کا
ازل سے آئی تھی حصّے میں طبعِ گوہر بار

دل و نظر میں سمائی وہ گولڑے کی زمیں
کہ اُن کی روح کو ملتا تھا حاضری سے قرار

ملا تھا غوثیہ لنگر میں منصبِ اِطعام
تمام عُمر رہے بن کے خادمِ دربار

ملی حیات میں شہ جی کو رفعتِ نسبت
پسِ حیات لحد کو بلندیِ کہسار

ہیں اِن صفات کے آئینہ مصطفٰی شہ بھی
جو خوش نصیب سخی شاہ کے ہیں برخوردار

نصیؔر! عفوِ معاصی نہیں بعید، اگر
زباں پہ ہو وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

کہسار: ایبٹ آباد کے قریب ایک پہاڑی پر مرحوم کی قبر ہے

برلوحِ مزار مولانا غلام نبی المعروف مولوی اتواری

عالمِ با عمل غلام نبیؒ
عبدِ جنّت محل غلام نبیؒ

یعنی اتواری مولویِ جلی
ایں لقب از جنابِ مہرِ علیؒ

تو کہ انساں تھا واقعی انساں
عشقِ ذاتِ رسولؐ میں غلطاں

اے مُریدِ حضورِ مہرِ علیؒ
تجھ پہ رحمت خدائے رحمت کی

دل میں تھی گولڑا شریف کی چاہ
تجھ پہ تھی خاص بابو جیؒ کی نگاہ

معرفت گاہِ گولڑہ اکثر
روزِ اتوار اے وفا پیکر

آیا کرتا تھا حاضری کے لیے
اپنے مُرشِد سے برکتیں لینے

اِکدن جب کرم میں جوش آیا
پیرِ مہرِ علیؒ نے فرمایا

مولوی ہو مگر ہو اتواری
کیوں نہ پھر مُشتہَر ہو اتواری

جب کوئی اہلِ علم مرتا ہے
یاد تجھ کو نصیؔر کرتا ہے

....

راقم الحروف کے اُستادِ مشفق حضرت علّامہ فتح محمد علیہ الرّحمۃ

چہ گویم در اوصافِ آں نکتہ رس | نہ دیدم چو او درجہاں ہیچ کس
خوش اخلاق و حق گو و بے لوث مرد | کہ کارے خلافِ شریعت نہ کرد
بہر علم علّامۂ دہر بود | بہ جملہ علوم و فنوں بحر بود
عقیدت ہمی داشت با ہر ولی | خصوصاً بہ درگاہِ غوثِ جلی
چودید آں رخِ مہرِ حُسن آفریں | بہ مہرِ علی داد دستِ یقیں
بر اوجِ مقامِ یقیں جائے دہ | خدایا بخلدش بریں جائے دہ

نصیؔرا نہ رفتست از یادِ ما
کہ اُو بود بے مثل اُستادِ ما

حاجی محمد امین مائی سرور مرحومہ کے بھائی

بیا سود در خاک اہلِ یقیں | پس از مرگ حاجی محمد امیں
بہ جاں آستاں بوسِ غوثِ جلی | غبارِ درِ پیر مہرِ علی
ز دل منتسب شد بہ اربابِ راز | زہے طالعِ ایں سراپا نیاز

بود روحِ او تا ابد اے نصیؔر
ز الطافِ ربُّ العلیٰ لُطف گیر

اُس کے دشمن مریں وہ زندہ ہے

غزالیِ دوراں حضرت علّامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرّحمہ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر چند رثائیہ اشعار

آنکھ ہے اشکبار ، دِل بے تاب
غم وہ ہے جس کی کوئی حد نہ حساب

لُطف کیا رہ گیا ہے جینے میں
ایک ماتم بپا ہے سینے میں

سانس چلتی ہوئی کٹاری ہے
آمد و شد میں ضرب کاری ہے

دِل ہے ویران اور آنکھ اُجاڑ
ہم پہ ٹوٹا ہے رنج و غم کا پہاڑ

ایک تارا چمک کے ٹوٹ گیا
کون تھا وہ جو ہم سے چھوٹ گیا

علم کا تاجدار تھا وہ شخص
نازشِ روزگار تھا وہ شخص

اُس کے دم سے تھا علم و فن کو قرار
رازیٔ وقت و صاحب کردار

ایک مجموعۂ صفات انساں
پیکرِ عظمت و ثبات انساں

کیا بتائیں وہ کیا تھا ، کیسا تھا
سارے اوصاف کا خلاصہ تھا

جو طریقت میں پیرِ قادری تھا
ہاں وہ احمد سعید کاظمی تھا

برق کی طرح حق رسندہ ہے
اُس کے دشمن مریں ، وہ زندہ ہے

برلوحِ مزار سیّد امام شاہؒ بخاری مہر آباد شریف

عالم و فاضل و محققِ دیں
زاہد و متقی و گوشہ نشیں

عاملِ سنتِ رسولِ خدا
پیروِ اولیاءِ اہلِ صفا

در دلش بود حُبِّ مہر علی
آئینہ دارِ عشقِ غوثِ جلی

بود مردِ کنارہ کش ز جہاں
عاشقِ ذاتِ حضرتِ یزداں

ہست نامش امام شاہ نصیرؔ
صوفی و عابد و فقیہ و فقیر

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمُ

قطعہ تاریخ وصال میاں نور احمد چشتی صاحب غفرلہ المعروف بائسیکل موضع انب چشتیاں نزدِ میاں چنوں

29 نومبر 1976ء بمطابق 7 ذوالحجہ 1396ھ

وفات درمیانی شب اتوار، سوموار بوقت رات 2 بجے رات

نور احمد وہ چشتیٔ حق ہیں — آلِ گنجِ شکر فریدالدّیں
عاشقِ خاندانِ غوثِ جلی — تھا مُرید جنابِ مہرِ علی
فقر میں صاحبِ مقام رہا — غوثِ اعظم کا وہ غلام رہا
فکرِ دنیا اُسے نہ زر کی ہوس — عشق تھا گولڑہ شریف سے بس
بابُو جی سے نیاز رکھتا تھا — اُن کی نسبت سے ناز رکھتا تھا
بابُو جی کا کرم تھا اُس پر خاص — جس سے ہے آشنا دلِ ہر خاص
بابُو جی کو جو اُس طرف پایا — اُس نے بھی بائسیکل دوڑایا
ہانپتے سامنے گیا جس دم — بابُو جی نے کہا ز راہِ کرم
کہو کیا حال ہے اے بائی سِکل — پڑ گئی اب تو تیری جان میں کل
کیا بعد اس کے اُس نے کام یہی — رکھ لیا فوراً اپنا نام، یہی
سر پھرے معترض ہی رہتے ہیں — پیر سے نسبت اِس کو کہتے ہیں
زندگی میں وہ کہہ گیا تھا مُجھے — اس کے کہنے پہ مَیں نے شعر کہے
اشکِ غم میرا خامہ رو ہی گیا — آج ایفائے عہد ہو ہی گیا

یہ دعا ہے نصیّر کی ہر دم
دید ہو اُس کو پیر کی ہر دم

خان محمد اقبال خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
پولیس درگاہِ گولڑہ شریف میں دفن ہوئے۔

محبِّ فاطمہؓ و احمدؐ و حسینؓ و حسن
قتیلِ خنجرِ مہرِ علیؓ و غوثِؒ وری
طفیلِ خواجۂ اجمیر و جملہ مقبولاں
سرش بہ زُروۂ اقبال و بخت و عزّ و علیٰ
وفا سرشت کہ اقبال خان نامش بود
نصیؔر باد مقامش بجنّتِ اعلیٰ

برلوحِ مزارِ پسرِ شمیم اختر صاحب (ایس پی ملتان)

مٹّی میں سو رہا ہے لختِ جگر کسی کا
برباد ہو نہ یا رب آباد گھر کسی کا

کیوں کر گیا، کہاں ہے کیسا ہے اب جہاں ہے
تُو ہی پتہ بتا دے بادِ سحر کسی کا

اُٹھتی تری جوانی، پھر مرگِ نا گہانی
دستِ قضا نہ چھینے اُٹھتا پسر کسی کا

گھر سے نکل گیا تھا لے کر بہار میری
میں منتظر ہوں اب تک با چشمِ تر کسی کا

بے شک شہید ہے تُو لیکن شمیم اختر
بے نور کر گیا ہے پُرنور گھر کسی کا

وہ بھی شریکِ غم ہے، غم ہے نصیؔر کو بھی
شاید نہ جائے دل سے غم عمر بھر کسی کا

بے نظیر بھٹو صاحبہ مرحومہ کی المناک موت پر

خالصتاً انسانی ہمدردی کے تحت کہے گئے چند اشعار

یہ تختِ فاخرہ پر تاجدار بیٹھے ہیں — کہ تیرِ وقت کی زد میں شکار بیٹھے ہیں

قبائے صبر کیے تار تار بیٹھے ہیں — یہ کس کی یاد میں سب ، سوگوار بیٹھے ہیں

اُجڑ گیا ہے یہ کس بدنصیب کا گلشن — یہ کس کے سوگ میں لوگ اشکبار بیٹھے ہیں

وہ آصفہ ہو بلاول ہو یا کہ بختاور — نڈھال غم سے بہ گردِ مزار بیٹھے ہیں

ترے جیالے تری رہ میں بے نظیر اب بھی — لیے ہوئے دلِ اُمّید وار بیٹھے ہیں

نہ بُھول پائیں گے تا زندگی، خدا شاہد — وہ تیرے ساتھ جو لمحے گزار بیٹھے ہیں

تُو آج اپنے جیالوں کو دیکھ تو آ کر — سہے ہوئے ستمِ روزگار بیٹھے ہیں

وہ توڑ سکتے نہیں اب کسی بھی صورت میں — جو عہد تُجھ سے کیے اُستوار، بیٹھے ہیں

یہ کم ہے کیا کہ ترے بعد بھی یہ دیوانے — لیے سروں میں وفا کا خمار بیٹھے ہیں

تسلّیاں انہیں دینے کو آئے گا اب کون — ترے غریب سرِ رہگوار بیٹھے ہیں

جنھیں گماں تھا کہ دے تجھ کو موت شاید مات — وہ بازی جیت کے بھی آج ہار بیٹھے ہیں

تو مر گئی، مگر اب بھی دلوں میں زندہ ہے — کیے ہوئے پہ، عَدو شرمسار بیٹھے ہیں

یہ غم کوئی ترے بچوں سے پوچھے، جو تجھ کو — خود اپنے ہاتھوں لحد میں اُتار بیٹھے ہیں

یہ کہہ رہے ہیں ترے نونہال رو رو کر — لٹا کے آج ہم اپنی بہار بیٹھے ہیں

دراز عمر بلاول کی ہو مرے مولا! — جو اپنے نانا کی اِک یادگار بیٹھے ہیں

ہے خانوادۂ بھٹو کو تیرے عزم پہ ناز — جو لُٹ چکے ہیں مگر باوقار بیٹھے ہیں
ہوا کی شہ پہ جو اُونچا اُڑے ترے دشمن — تھمی ہوا تو وہ مثلِ غبار بیٹھے ہیں
وہ تیرا زورِ خطابت وہ تیرا حُسنِ بیاں — ترے کمال کے حاسد ہزار بیٹھے ہیں
تمام شہر ہے خاموش ، بند ہیں بازار — اُداس تیرے عقیدت گزار بیٹھے ہیں
نکل کے اِن کو دکھا دے ذرا جھلک اپنی — تری لحد پہ ترے جاں نثار بیٹھے ہیں
ترے سوا اِنھیں آکر اُٹھائے کون کہ جو — لگائے دل سے غمِ روزگار بیٹھے ہیں
نجات کون دلائے گا تیرے بعد اِن سے — جو سر پہ قوم کے ہو کر سوار بیٹھے ہیں
تو وہ خطیبِ خطابت کو ناز ہے جس پر — تری ہی یاد میں سب دل فگار بیٹھے ہیں
تو اپنی ذات میں کیا بے نظیر بن کے اُٹھی — کہ تیرے رعب سے فتنے ہزار بیٹھے ہیں
تو ایک چاند جو ہو تیرگی کے حلقے میں — تو ایک گل کہ ترے گرد خار بیٹھے ہیں
تری نوا تری شہرت سے ڈر گئے دشمن — گلے میں ڈالے خجالت کا ہار بیٹھے ہیں
بلاول ، آصفہ ، بختاور اور زرداری — لیے ہوئے علَمِ ذوالفقار بیٹھے ہیں
ہے آرزو کہ تری مغفرت ہو اور اُنھیں — عطا ہو صبر ، جو غم سے دوچار بیٹھے ہیں
ملے گی تجھ کو شفاعت شفیعِ محشر کی — پئے دعا صُلحائے کبار بیٹھے ہیں

نصیرؔ اِن سا زیاں کار کوئی کیا ہوگا
جو آپ اپنے مسیحا کو مار بیٹھے ہیں

متفرق اشعار

ایک فارسی شعر

سر بہ سر قصّۂ زُہدم ھمہ کردی کوتاہ
چشمِ بد دور، چہ با رِیشِ دراز آمدہ ای

صدیق شاہ منگوالیؒ کے پوتے غلام محمد شاہ مرحوم بہت زندہ دل انسان تھے۔وجیہہ چہرا، گھنی دراز داڑھی تھی۔ایک مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی اصغرعلی شاہ کے ساتھ جب عُرس پر گولڑہ تشریف لائے۔دروازے سے داخل ہوتے ہی مَیں نے یہ شعرفی البدیہہ کہہ دیا، جسے اصغرعلی شاہ صاحب نے محفوظ رکھا اور کلیات کی اشاعت پر مجھے طباعت کے لیے دیا۔(1993ء)

رائے خاکسار کی منگنی کے موقع پر درجِ ذیل رباعی کہی

با جوشِ طرب نامۂ یارے آمد
در گلشنِ اُمّید، بہارے آمد
اے عجز و فروتنی! بیا رقص کُنیم
ھنگامِ نشاطِ خاکسارے آمد

در تصور ہستم امشب باریابِ خاکسار
اللہ اللہ مستیٔ چشمِ خرابِ خاکسار
می رسد اندر مشامِ جاں شمیمِ یادِ اُو
نُسخۂ سیرِ بہار از پرتوش دریافتم
در ہجومِ خَلق تنہایم، ندارم مُونسے
رفتہ رفتہ گرہمی خواہی کہ تا منزل رسی
مارِ ظلمت می گزد بے رُوئے تو ہر شب مرا

اے خوشا طالع، رسیدم در جنابِ خاکسار
کرد یکسر بے خُودم کیفِ شرابِ خاکسار
می چکد بر سرزمینِ دل، سحابِ خاکسار
حبّذا اے جلوۂ زیرِ نقابِ خاکسار
یا علی! اِفتح علیّٰ الآنَ بابِ خاکسار
ہمچو گردِ راہ کُن طوفِ رکابِ خاکسار
یک تبسّم بر نصیؔر اے آفتابِ خاکسار

قطعۂ نسبت

حاجی مظہر الحق مرحوم بمقام گوجر خان، مُرید حضرت قبلہ بابو جی قدّس سرّہ

اشعار حسبِ فرمائش جمیل الحق بن مظہر الحق کہے گئے

مظہرِ الطافِ حق ہے ، قُرب کی جنّت میں ہے
کیوں نہ ہو وہ بابو جی کے حلقۂ بیعت میں ہے

جھانکتا ہوں جب میں یادوں کے دریچے سے اُسے
وہ اُسی عالم، اُسی محفل، اُسی صُحبت میں ہے

مظہر الحق عالمِ برزخ میں ، جیسے آج بھی
خواجۂ مہرِ علی کے ہالۂ شفقت میں ہے

سرزمینِ گولڑہ کی نسبتیں لے کر نصیؔر
عاشقِ آلِ نبی مدفون اِس تُربت میں ہے

سنِ وفات: 6ربیع الثانی 1463ھ مطابق 18 جون 2004ء بروز منگل

رُسوا نہ ہونے پائے قیامت میں اب نصیؔر
گھر میں رہے یہ بات کہ یہ بات گھر کی ہے

مسجدیں شکستہ تو چار دن میں بن جائیں
عمر بیت جاتی ہے دل کو دل بنانے میں

بحوالۂ خطوط چند فارسی اشعار کا تذکرہ

رائے محمد افضل خاکسارؔ (فیصل آباد) میرے دادا حضرت بابوجیؒ کے مرید اور ایک نغز گو شاعر بھی ہیں، ایک زمانے میں جب فون کا سلسلہ اتنا عام نہ تھا، بذریعۂ خطوط رابطہ رہتا تھا۔ موصوف چونکہ خاکسارؔ تخلص کرتے ہیں۔ اسی مناسبت سے بعض خطوط میں فارسی کا کوئی شعر کہہ کر اُنہیں ارسال کر دیتا، جس کے مضمون کا تعلق لفظ خاکسار یا تواضع سے ہوتا، اور میرے یہ اشعار فی البدیہہ ہوتے تھے۔ کلیّات کی طباعت کے وقت میں نے کوشش کی کہ اپنا تمام کلام زیادہ سے زیادہ محفوظ کر سکوں، اس لئے اکثر احباب نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ خاکسارؔ صاحب نے بروقت یاد دلایا میرے پاس بھی تمہارے وہ اشعار محفوظ ہیں جو تم نے وقتاً فوقتاً میرے خطوط کے جواب میں ارسال کیے تھے، چنانچہ موصوف نے تاریخ اور سن بھی ساتھ تحریر کر کے وہ میرے کہے ہوئے اشعار شامل کلیّات کرنے کے لئے ارسال کیے۔ جو باذوق قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں۔ (نصیؔر)

خاکسارانہ بہ بزمِ تُو نشستم، اَمّا — بادِ اَلطافِ نگاہِ تُو بہ سُویم نہ وزید — 23 مارچ 1978ء

افضلِ خاکسار! بر تُو سلام — چشمِ بددُور، اے نصیر بہ دام — 12 فروری 1980ء

نصیؔر! زاں بہ دلم قدرِ خاکسار انست — کہ قطرہ قطرۂ خُونم بہ بُوتُرابؓ رسد — یکم فروری 1981ء

انجامِ خاکساریٔ انساں ازیں شناس — رُوئے عُروجِ گرد بود جانبِ فلک — 10 ستمبر 1981ء

نَظَر ز رُوئے حقارت بہ خاکسار مکن — مآلِ کارِ بشر هست خاکساری ہا — 14 دسمبر 1981ء

صبا پیامِ محبت بہ خاکسار رساں — سلامِ دُور نشیناں بہ آں نگار رساں — 15 فروری 1982ء

باد یارب بہ خیر حالِ دلش — نامۂ خاکسار چاک رسید

نَظَرِ لُطف کُن اے ہمچو صبا محوِ خرام — خاکساریم و بہ کُوئے تُو وطن ساختہ ایم — 25 فروری 1982

تا نگرم بہ چشمِ اُو، طرفگیِ بہارِ خویش — ”دیں ہمہ اوست“ می دہم، تحفہ بہ خاکسارِ خویش

رباعی

قربِ آں یارِ باوفا یافتہ ایم — عُزلت کدہ، حسبِ مدّعا یافتہ ایم

گشتیم غُبارِ کُوچۂ خود شکنی — تا در دلِ خاکسار جا یافتہ ایم

ابتدائی دور کے دو قطعات

الٰہی دولتِ سوزِ جگر دے ‏ نوائے بُلبُلِ آشُفتہ سر دے
تری نیرنگیوں کو جذب کر لیں ‏ مری آنکھوں کو وہ ذوقِ نظر دے

مرے مُرغِ تخیُّل کو وہ پَر دے ‏ کہ اُٹھ جائیں رُخِ منزل سے پردے
فُغاں کیا، نالہ کیا، آہ و بکا کیا ‏ تری ہر شے مُجھے منظور، پَر، دے

عزیزم خواجہ انیؔس بن خواجہ یونس ملتانی کے نام
ایک خط تحریر کیا، درج ذیل قطعہ فی البدیہہ ہو گیا

کثیف ذہن ہیں خواجے، نفیس کوئی نہیں ‏ جو وجہِ اُنس ہو، ایسا جلیس کوئی نہیں
نصؔیر کرلیا دل نے یہ فیصلہ آخر ‏ انیس میرا بغیر انیس کوئی نہیں

تقریباً 31 قبل کی بات ہے کہ خواجہ مہر بخش بن خواجہ منظور حسین ملتانی مرحوم نے مجھے ملتان سے آم بھیجے اور نرینہ اولاد کی دعا کے لئے بھی لکھا۔ فارسی میں آم کو اَنبہ کہتے ہیں۔ میں نے ذرا تامّل کیا اور درج ذیل دعائیہ شعر بحوالہ آیتِ قرآنیہ تحریر کر بھیجا۔ اللہ نے یہ دعا قبول بھی فرمائی اور بیٹی کے بعد پہلا بیٹا عطا کیا جس کا نام محمد شہزاد (عُرف موجو) رکھا گیا

مہر بخش انبہ فرستاد بمن　　اَنبَۃ ء اللّٰہُ نَبَاتًا حَسَنًا

1990ء میں میرے ایک مخلص سیّد امتیاز حسین نقوی (سکنہ دھوریہ کھاریاں) نے انگلینڈ سے مجھے دعوتِ آمد دی، والد مرحوم اُس وقت میرے اس سفر کے بارے میں بوجوہ فکر مند تھے اُدھر امتیاز شاہ صاحب کمالِ بے تابی سے ہر روز فیکس میں تحریر کرتے کہ جملہ اہالیانِ برمنگھم کو میری آمد کا شدّت سے انتظار ہے ایک مرتبہ شاہ صاحب نے بذریعۂ فیکس درجِ ذیل اشعار مجھے ارسال کیے ۔

تیرے بغیر رہتے ہیں اے جان مضطرب　　ہر وقت بیقرار ہیں، ہر آن مضطرب
عیسٰی حیات دیتے تھے قُم کہہ کے جس طرح　　یوں تیری بات کے ہیں مرے کان مضطرب
بیٹھے ہوئے ہیں غُصّے میں شاید وہ اپنے گھر　　باہر کھڑے ہیں در پہ جو دربان مضطرب

ماہِ رمضان تھا جب مندرجہ بالا اشعار پر مشتمل فیکس موصول ہوا تو میں سحری کھا کر پان کھانے کی تیاری میں تھا۔ پان منہ میں ڈالنے سے قبل درجِ ذیل اشعار مختصر وقت میں کہہ کر امتیاز شاہ صاحب کو فیکس کر دیے جو ہدیہ قارئین ہیں ۔

اِتنی سی بات پر نہ ہو انسان مضطرب　　کیوں ہو گئے ہیں سیّدِ ذی شان مضطرب
چلتا ہے جب بھی دورۂ برطانیہ کا ذکر　　ہو جاتے ہیں ہمارے بزرگان مضطرب
نقوی! سحر کا وقت ہے اب، بعدِ اکل و شرب　　لب تک مرے پہنچنے کو ہے پان مضطرب

والسّلام

ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی

کیا بیاں ہوں صفات پھولوں کی دھوم ہے شش جہات پھولوں کی
دَور ہو جب چمن میں کانٹوں کا کون سنتا ہے بات پھولوں کی
اپنے دامن میں خار پالتے ہیں کتنی اُونچی ہے ذات پھولوں کی
خار کی زندگی اذیّت ، درد رنگ، خوشبو حیات پھولوں کی
آ گئی ہے عروسِ فصلِ بہار اب چلے گی برات پھولوں کی
دل میں گل چیں کے خار چبھنے لگے چھیڑ دی کس نے بات پھولوں کی
ذکر کانٹوں سے ہو تو کانٹوں کا اور پھولوں سے بات پھولوں کی
دھوپ اُن پر تو شبنم اِن کے لیے دن ہے کانٹوں کا رات پھولوں کی
ذکر کانٹوں کا مشغلہ تیرا ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی
رنگِ خوشبو بکھیر دیتی ہے مختصر سی حیات پھولوں کی
عمداً منہ لگیں نہ کانٹوں کے ہے اسی میں نجات پھولوں کی
کیا خزاں نے چمن میں پاؤں دھرا لٹ گئی کائنات پھولوں کی

سن 1983ء کی بات ہے کہ ہم ریل گاڑی سے کراچی جا رہے تھے۔ جہلم سٹیشن پر حکیم خواجہ محمود کے ایک ساتھی بسمؔل صحرائی مرحوم ڈبّے میں ملاقات کو آئے تو اُنہوں نے میرے لیے کہا ہوا ایک شعر سنایا ؎

آج جہلم کی ہواؤں میں رچی ہے خوشبو
آج جہلم کی فضاؤں میں نصیر آتے ہیں

میں نے جواب میں فی البدیہہ یہ شعر کہہ کر سنا دیا ؎

یہ تو بس آپ کی ہے ذات جنابِ بسمؔل
ورنہ کب یاد امیروں کو فقیر آتے ہیں

ایک مرتبہ موٹر پر لاہور جاتے ہوئے جہلم سے گزر کر سرائے عالم گیر پہنچے تو نام کی مناسبت سے میرے ذہن میں شہنشاہِ ہند عالم گیر کا خیال آ گیا۔ ذرا فکر کے بعد موٹر میں بیٹھے ساتھیوں کو درجِ ذیل شعر کہہ کر سنایا تو سب محظوظ ہوئے ؎

مسافروں کی یہی ہے دُعائے عالمگیر
خدا کرے کہ نہ اُجڑے سرائے عالمگیر

یہ بات تقریباً سن 1990 یا 1991 کی ہے۔

بابا شیر محمد کموکا

سکنہ فقیر والی ہارون آباد

وچ فقیر والی دے وسدا اک فقیر چروکا ھُو
جیہڑا دیوے بابو جیؒ تے مہر علیؒ دا ھوکا ھُو
گولڑے پھیرے پا نہ تھکدا جیویں کھوہ دا بوکا ھُو
جھوک دے متّھے دا اوہ جھومر پنڈے دے نک دا کوکا ھُو
دل وچ وسّے نصیؔر اساڈے بابا شیر کموکا ھُو

در دست نہ تیر است نہ بر دوش کمان است
ایں سادگی ہست کہ بِسمل دو جہان است

ترجمۂ منظوم

نَے ہاتھ میں ہے تیر، نہ شانے پہ کماں ہے
کیا سادہ ادائی ہے کہ بِسمل دو جہاں ہے

از نصیؔر 2007ء

ایک مصرعہ

تم بھی آؤ چاہنے والوں کے ساتھ

سُنتے تھے کروڑ میں اِک اُونچا دربار
مدفون ہے جس میں ایک عالی سرکار
محسوس ہوئی نصیؔر، شانِ درویش
دیکھا جو کروڑ لعل عیسنؒ کا مزار

حضور نصیرِ ملّت جب 1995ء میں پہلی بار بندۂ عاجز کے پاس کروڑ لعل عیسن ضلع لیّہ تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت مخدوم لعل عیسنؒ کے مزار شریف پر حاضری کے بعد فی البدیہہ یہ اشعار موزوں فرمائے اور دستِ مبارک سے لکھ کر بندہ کے سپرد فرمائے۔

نیازمند حافظ محمد اشفاق سعیدی غفرلہٗ

• • • • • • • • • • • • •

تمنّائے نوشتِ غزل

کیوں موت پہ دُشمن کی تم آج ہوا اِتنے خوش
کل کُنجِ لحد میں خُود تم نے بھی تو جانا ہے

نصیر الدّین نصیؔر

یہ شعر ابھی تنہا ہے اِس پر ان شاء اللہ غزل کہنا ہے۔ احتیاطاً بیاض میں لکھ دیا، تاکہ تلف نہ ہو جائے۔ شاید کسی کو بروقت پڑھنے کا موقع مل جائے۔

16 اکتوبر 2007ء
بروز منگل، دِن دو بجے

نامکمّل مسدّس

اے مظہرِ جلالِ احد، یا علیؓ مدد　　اے تاجدارِ علم و خرد، یا علیؓ مدد
اے جائے نازشِ اب وجد، یا علیؓ مدد　　اے غمگسارِ کُنجِ لحد، یا علیؓ مدد

لاریب تُو علی ہے، علیُّ الصّفات ہے
ذرّے کو آفتاب بنا دے تو بات ہے

نائبِ شاہِ سلیماں تیری ذات　　تجھ سے ہے آباد دل کی کائنات
اے درخشاں نیّرِ بُرجِ کمال　　خواجہ شمس العارفیں پیرِ سیال
تیرا ہر شیدا بلند اقبال ہے　　تیرے قرباں، تُو بڑا اجپال ہے

(اباجیؒ) آخری مرتبہ باباصاحبؒ حاضری کے موقع پر

چو شوی نشانۂ تیرِ غم بہ پناہِ اہلِ نظر بیا
چو نظامؒ و صابرِ کلیریؒ بحضورِ گنجِ شکر بیا

(2009)

آنکھیں کہاں ہیں چہرے پہ تیرے فقیر کے
دو ٹھیکرے ہیں بھیک کے دیدار کے لیے

کوئی بھی دیکھنے والوں میں ہوشیار نہیں
نظر تو ایک ہے جلووں کا کچھ شمار نہیں
کبھی خیال کی حد میں تھا یار کا جلوا
اور اب ہے جلوہ ہی جلوہ خیالِ یار نہیں

ٹائیگر فین کے نام سے حکیم خواجہ محمود صاحب آف مشین محلّہ جہلم نے کسی زمانے میں پنکھے بنوانا شروع کیے۔ موصوف چوں کہ میرے خاص تعلّق والوں میں سے ہیں۔ دکھانے کو ایک پنکھا لائے اور اُس کے لیے شعر کہنے کی فرمائش کی۔ میں نے فی البدیہہ شعر کہہ کر اُنہیں دے دیا۔ وہ شعر یہ تھا ؂

ٹائگر فین میں اک برق ادا ہے بے چین
آپ تک جلد پہنچنے کو ہوا ہے بے چین

ہر سہ مصرعہ از نصیؔر

گشتم بچشم دوستاں ارزاں زخاک اے نازنیں

چوں غنچہ از فرطِ جنوں کردیم چاک اے نازنیں

دِلہائے ما بے چارگاں کردی بخاک اے نازنیں

مصرعہ

بندگی باید پیمبر زادگی درکار نیست

از قتلِ من مترس کہ دیوانیانِ حشر

مجرم کنند بہرِ تو صد بے گناہ را

جب تک ملے نہ دستِ کرم سے کرم کی بھیک

دروازۂ کریم سے جانا نہ چاہیئے

قطعہ

لوگ آ گئے آخر رہنما کی چالوں میں
خوف تھا اندھیروں کا لُٹ گئے اُجالوں میں
لوگ ہندو اور مسلم بن گئے ہیں لمحوں میں
آدمی نہ بن پائے ہم ہزار سالوں میں

تہِ نجوم ہے جب تک یہ بزمِ دین آباد
خُدا کرے کہ رہے گلشنِ معین، آباد

ابیات و قطعات از نصؔیر

متعلّق بہ سگانِ نمک حرام

سکھائے کون کُتّے کو کسے بھونکے، کہاں بھونکے
یہ اُس کی اپنی مرضی ہے جسے بھونکے، جہاں بھونکے

رباعی

معلوم مقام ہو گیا ہے شاید یا قصّہ تمام ہو گیا ہے شاید
خاموش، اُداس آج کل پھرتے ہیں کُتّوں کو زکام ہو گیا ہے شاید

فرد

کیوں اُسے بھونکتا ہے او کُتّے
چاند نے کیا ترا بگاڑا ہے

کتّوں کی بھونک ہوتی ہے اُس دم شباب پر
جب چاندنی عروج پہ ہو ماہتاب پر

پائی سبقت اس لئے قطمیر نے کنعان سے
باوفا کُتّا ہے بہتر بے وفا انسان سے

چاند اگر بے نُور ہو جائے تو جھگڑا کچھ نہیں
اس سے یہ ثابت ہوا دشمن ہے کُتّا نُور کا

شاید کوئی صدا پہ چونکے
اندھا کُتّا ہوا پہ بھونکے

کُتّا کسی کو کاٹ لے گر اضطراب میں
انسان کاٹتا نہیں اُس کو جواب میں

آدمی کرتے نہیں اُن سے خطاب
صرف خاموشی ہے کُتّوں کا جواب

کُتّوں کی قوم بے شک اُونچی اُڑان پر ہے
خود تو زمین پر ہے بھونک آسمان پر ہے

کُتّے ہیں، بھونکتے ہیں اگر بھونکتے رہیں
کیا اِن کے ڈر سے چاند نکلنا بھی چھوڑ دے

کُتّے کا بیر چاند سے ہے نُور کے سبب
اوصاف کے حوالے سے دُشمن ہے ذات کا

ساعت کا نصیؔر اللہ حافظ
کہ اب کُتّوں سے پالا پڑ گیا ہے

یہ شرط باندھ کے کُتّوں کا بھونکنا شب بھر
دلیل ہے کہ ہلال اب کمال کو پہنچا

قطعہ

آج رُوپوش نظر آتے ہیں
صاحبِ ہوش نظر آتے ہیں
چاند نکلا نہیں اب تک شاید
کُتّے خاموش نظر آتے ہیں

وہی بداصل کُتّا کاٹتا ہے اپنے مالک کو
جو پاگل بن چکا ہو یا کہ پاگل ہونے والا ہو

انعامِ جُنون مل رہا ہے
شیطان سے خون مل رہا ہے
مت روکئے بھونکنے سے اِن کو
کُتّوں کو سکون مل رہا ہے

رائگاں یوں حیات کرتا ہے
یا سُبک اپنی ذات کرتا ہے
یہ تو ہے میرا حوصلہ، ورنہ
کون کُتّوں سے بات کرتا ہے

کون کرسکتا ہے اپنا منہ خراب
کون کرسکتا ہے کُتّوں سے خطاب
توڑ ہے ہم جنس ہی ہم جنس کا
کُتّا دے سکتا ہے کُتّے کو جواب

اُس کو بھی نڈھال کردیا ہے
جس نے اُسے پال کردیا ہے
کاٹا بھی اُسے کہ جس نے پالا
کُتّے نے کمال کردیا ہے

بھونکنے پر چارغم کُتّوں کو اُکساتے رہے
چاند، روشن، اور پھر اتنا حسیں اتنا بلند

کسی سے کم نہیں اپنے گمان میں کُتّے
بہت بلند ہیں اپنی اُٹھان میں کُتّے
دراصل چاند کی آمد سے باخبر کرنے
بِگل بجاتے ہیں اپنی زبان میں کُتّے

بات یہ سن کر ہم بھی چونکے
ذات کا کُتّا اور نہ بھونکے؟

ہڈیاں توڑ کے کھانے والا
توڑ دے عہد تو حیرت کیسی

شکل وصورت بھولی بھالی دیکھنے میں نیک ہیں
بھونکنے کا وقت آجائے تو سارے ایک ہیں

وللّٰہ عاقبۃ الامور

رہنا ہے اسی کو ماسوا ہالک ہے
یہ رازعیاں ہے اس پہ جو سالک ہے
آغاز تھا میرے بس میں سو میں نے کیا
انجام کا غم نہیں خدا مالک ہے

نذرانۂ عقیدت بحضورِ امام محمدؒ

آں محمّد فِقہ را زیبا اِمام — تا قیامت مُقتدائے خاص و عام
اَفقَۂ الفُقَہاء و شیخِ دیدہ ور — آبروئے اُمّتِ خیرُ البشر
در تَفَقُّہ حَبَّذا معراجِ اُو — ہم عرب مثلِ عجم محتاجِ اُو
اِجتہادش بہرِ اُمّت ساز گار — مَزرَعِ اسلام را ابرِ بہار
نزدِ عاقل مُنکرِ فِقہش ذلیل — گُفتۂ اش محراب و منبر را دلیل
خامہ اش قِرطاس را تاجِ وَقار — مفتیاں بر خوانِ فِقہش زَلّہ خوار
در علومِ وحیِ ربُّ العٰلَمیں — جانشینِ انبیاء و مُرسَلیں
ذہنِ اُستاداں بہ اِدراکش مُقِر — درسگاہِ بُوحنیفہؒ مُفتَخِر
بے نیاز از حرصِ دُنیائے لَعِیں — اِبتداء و اِنتہایش علمِ دیں

اے نصیرؔ اُو ہست آقا و اِمام
صد ہزاراں ہمچومَن، اُو را غُلام

دورِ حاضر کی
خانقاہوں کے رازِ سربستہ

خانقہ منزلِ ابرار و مقامِ اخیار
جن کی ہر شے ہے بجز قلب کے تقویٰ آثار
رحمتِ حق کی ضمانت ہیں یہاں نذر و فتوح
اِن کی جیبوں پہ اترتے ہیں خدا کے انوار
نغمۂ ساز سے مشتق ہے یہاں نعرۂ حق
اِن کی تکبیر کا مأخذ ہے روپوں کی جھنکار
حاصلِ کشتِ عبادت ہے یہاں سکّۂ سیم
اِن کی جاگیر ہے تسبیح و مصلّی و مزار
اِن کے روحانی کمالات میں شانِ معبود
کفر ہے سجدۂ تعظیم سے اِن کے انکار
شافعِ روزِ جزا، نائبِ قسّامِ ازل
کارسازِ دو جہاں خُلدِ بریں کے تُجّار
علمِ غیب ابجدِ تعلیم سلوک اِن کے یہاں
اِن کے بچّوں کو ہیں معلوم ازل کے اسرار
اِن کے تعویذ سے تقدیر بدل جاتی ہے
اِن کی منشا پہ ہے اللہ کی مرضی کا مدار

خوانِ رزّاقیِ خلّاق ہیں لنگر اِن کے
زرِ مریدوں کا ہے اور بخششِ پیرانِ کبار
فیضِ باطن سے یہ اولاد عطا کرتے ہیں
دوشِ تخلیق پہ ہے اِن کی عنایات کا بار
اِن کے ارشاد سے تحریفِ شریعت جائز
شارحِ علّم الاسماء ہے اِن کی گفتار
ناسخِ دینِ براہیم ہے اِن کی خواہش
اِن کے اندازِ ولایت پہ نبوّت ہے نثار
بے نقاب آتی ہیں خلوت میں زمینی حوریں
اِن کا ویرانہ ہے غیرت دہِ دامانِ بہار
پاک کر دیتے ہیں آلائشِ زر سے جیبیں
کہ مریدین کا اربابِ صفا میں ہو شمار
جس کی نذریں ہوں زیادہ اُسے ملتا ہے خدا
یہاں نیلام پہ چڑھ جاتا ہے ربُّ الاعصار
ایک ہے اِن کی نگاہوں میں حلال اور حرام
مئے وحدت سے یہ اللہ کے بندے سرشار
کارِ دنیا کے لیے اِن کا وسیلہ لازم
مغفرت کے لیے ہے اِن کی شفاعت درکار

اِن کی منڈی میں خدا اور نبی بکتے ہیں
گرمِ قرآں کی تجارت سے ہے اِن کا بازار
ترکِ دنیائے دنی پاک تریں وجہِ معاش
طلبِ شاہدِ زر نعرۂ حق کی تکرار
یہ جسے چاہیں اُسے دولتِ کونین ملے
چلتا ہے اِن کے اشاروں پہ خدائے قہّار
جُبّہ و سُبحہ و سجّادہ و ریشِ یک مشت
بچنے پاتا نہیں اِس دام سے مُرغِ ہشیار
اِن کو قسمت سے ملی مسندِ مردانِ خدا
یعنی رُوباہوں کے قبضہ میں ہے شیروں کی کچھار
اُن کا مسلک تھا خدا دانی و خود آگاہی
خود نمائی و خود آرائی بنا اِن کا شعار
وہ ہمہ گیر و ہمہ دان و ہم آہنگِ رسول
کھیلتے ہیں یہ ہمہ اوست کے پردے میں شکار
تھا ہر اک شے میں عیاں اُن کے لیے جلوۂ حق
اِن کا ستّار ہے در پردۂ طنبور و ستار
اُن کے انوارِ یقیں سے تھی منوّر دُنیا
اِن کا سرمایۂ ایمان ہے ریش و دستار
اب بھی پیشانئِ اسلام پہ ہے قشقۂ کفر
اب بھی جاری ہے رگِ سُبحہ میں خونِ زُنّار
حرمِ زُہد کی یہ پردہ دری واہ نصیؔر
قابلِ داد ہے بے باکئ رنگِ میخوار

....

مشائخ و علماء کنونشن (6 ستمبر 1998ء)

یہ اُس کی دَین ہے وہ جس کو انتخاب کرے
کرم پہ آئے تو ذرّے کو آفتاب کرے
اُسی کی ذات سے رکھنا اُمّید وابستہ
غبارِ راہ کو جو آسماں جناب کرے
مرا نبیؐ تری ہمّت کو حوصلے بخشے
مرا خدا ترے دشمن کا زہرہ آب کرے
زمامِ سلطنتِ پاک حق نے دی تجھ کو
کہ تیرے ہاتھ سے باطل کا سدِّ باب کرے
شریعتِ نبوی کا نفاذ ہو جلدی
ترے قلم کو خداوند مستطاب کرے
نصیؔر گوشہ نشیں کی یہی دُعا ہے نواز
خدا تجھے ترے مقصد میں کامیاب کرے

....

برمنگھم میں ایک موقع پر لالہ عبدالرحمٰن کے بارے میں کہی گئی رباعی

بے شک ہے وہ ایک مردِ عالی اقبال
دنیائے عقیدت میں نہیں جس کی مثال
ہے دل سے فقیرِ کوچۂ مہرِ علی
لالہ رحمٰن شیرِ جَبیر و رَتیال

مہر خان محمد سرخوشؔ نے بتایا کہ ہم پیر صاحب کے ہمراہ جھنگ سے لاہور جا رہے تھے اور میں نے سیّد ظفر ترمذی جھنگوی کا ایک شعر سنایا تو قبلہ پیر صاحب نے فرمایا مہر صاحب قلم کاغذ تیار رکھیں میں جو بولتا ہوں لکھتے جاؤ اور پیر صاحب نے فی البدیع پوری غزل لکھوادی ۔

{اِن کی معصوم نگاہی کے تبسم پہ نہ جا
گل کھلائیں گے یہی پھول ثمر ہونے تک}

اشعار پیر صاحبؒ

صورتِ گرد سرِ راہ پڑے ہیں اُن کے
ہم نہ اُڑ جائیں کہیں اُن کا گزر ہونے تک
جھلملاتے یہی گردوں پہ ستارے شب بھر
میرے حالات پہ روتے ہیں سحر ہونے تک
موج کیا جانے کہ ہے اُس کو حقیقت سے گریز
ایک قطرے پہ جو گزری ہے گہر ہونے تک
آسماں سے کوئی پوچھے کہ کوئی تنک تاب ہلال
کن مراحل سے گزرتا ہے قمر ہونے تک
تم خدا کے لئے رہنا سرِ مرقد موجود
دفن کے بعد میرے خاک بسر ہونے تک
آج ممکن نہیں ملنا تو قیامت کو سہی
زہر پی لوں گا تیرے شِیر وشکر ہونے تک
اُن کو ڈھالا گیا جب پیکرِ خاکی میں نصیرؔ
نُور ہوتا رہا قربان بشر ہونے تک

پیر صاحبؒ نے درج ذیل قطعہ مہر خان محمد ہرنوٹا سر خوش بھروانہ چشتی فریدی گولڑوی جھنگوی پر لکھا

ہر دم ہے طلبگار میرا خان محمد
ہے پیکرِ ایثار میرا خان محمد
کیوں پاس نہ ہو مجھ کو نصیر اس کی وفا کا
ہے جھنگ میں اک یار میرا خان محمد

درج ذیل اشعار پیر صاحب کی ذاتی ڈائری سے لیے گئے

موجِ گل موجِ صبا موجِ سحر لگتی ہے
سر سے پا تک وہ سماں ہے کہ نظر لگتی ہے

9-3-1983

جب شاخ کوئی ہاتھ لگاتے ہی چمن میں
شرمائے لچک جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

9-3-1983

میرے خیال میں تھا خانیوال کا حلوہ
چکھا جو میں نے تو نکلا کمال کا حلوہ
کیا تھا آپ نے وعدہ بڑی محبت سے
عطا نصیؔر کو ہو جائے دال کا حلوہ

28-1-1983

گردید مسخرش جہانِ نصرت
پالیش بوسید آستانِ نصرت
بر داد نصیؔر چشم یعقوبی کن
یوسف آمد بہ کاروانِ نصرت

27-10-1983

ہو گئیں آبادیاں حاصل دلِ برباد کو
خواب میں دیکھا ہے جب سے حضرتِ ممشاد کو

7-11-1984

ایسا لگتا ہے کہ لائن کا ہے کچھ خون خراب
جب ریسور کو اٹھایا تو ملا فون خراب

27-12-1984

خالد شاہ کے لئے رباعی

در پلۂ میزاں اگرچہ کاہم
لیکن زمزاجِ فضلِ حق آگاہم

دادندز خالدینَ فیھا مژدہ
شاید کہ بہ التفاتِ خالد شاہم

رائل فری ہسپتال 10 مئی 1992ء، بوقت صبح 11 بجے

نصیرالدّین نصیؔر گیلانیؒ

تصانیف قبلۂ عالم حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانی قدس سرّہ العزیز

1	تحقیق الحق فی کلمۃ الحق	یہ کتاب کلمہ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے جو ارباب علم و ذوق کے لئے خضر راہ ہے، کتاب کے آخر میں صوفیائے وجودیہ کے طریقہ سلوک و توجہ کو عمدہ انداز میں بیان فرما کر سرکار دو عالم آنحضرت ﷺ کی مختصر سیرت طیبہ کا بھی بیان فرمایا ہے۔
2	شمس الہدایہ	یہ کتاب حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ آسمان پر تشریف لیجانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر نزول فرمانے کے موضوع پر قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائی گئی ہے اور اس میں ختم نبوت جیسے متفقہ اور اجماعی عقیدہ کے متعلق تمام اعتراضات اور شکوک وشبہات کی مدلل تردید تحریر ہے۔
3	سیف چشتیائی	ہر طبقہ کے علمائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت کے موضوع پر اس سے بہتر اور مستند کتاب کبھی نہیں لکھی گئی، علم دوست اصحاب میں بیحد مقبول ہے۔
4	اعلاء کلمۃ اللہ	یہ کتاب وما اهل به لغير الله کی تفسیر ہے جس میں قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ نے مسائل نذر و نیاز، سماع موتیٰ استمداد اولیاء کرام کو نہایت شستہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔
5	الفتوحات الصمدیہ	اس کتاب میں مخالفین کی طرف سے قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ پر کئے گئے ان دس مشکل سوالات کے جوابات دیئے گئے جن پر مخالفین کو بہت ناز تھا، کتاب کے آخر میں قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کی طرف سے پوچھے گئے بارہ سوالات بھی درج ہیں جن کے جوابات مخالفین آج تک نہ دے سکے۔
6	تصفیہ مابین سنی وشیعہ	اپنی اس تصنیف لطیف میں قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ نے خلافت راشدہ کی حقانیت کے ساتھ ساتھ اہل بیت کرام کے فضائل کو از روئے کتاب وسنت انتہائی متوازن انداز میں ثابت فرمایا ہے، یہ کتاب توازن و استدلال مسلک کا شاہکار ہے۔
7	ہدیۃ الرسول ﷺ	فارسی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کی طرف سے مرزائیت کی مکمل تردید پر مشتمل ہے۔
8	مرآۃ العرفان	قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کا عارفانہ اور روحانی کیفیات سے بھرپور منظوم کلام
9	فتاویٰ مہریہ	یہ کتاب قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کے قلمی فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔
10	سیرت نبویہ از افادات مہریہ	آنحضرت ﷺ کی مختصر سوانح حیات مبارکہ مع احادیث وارشادات جو قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کی مشہور کتاب تحقیق الحق کے آخر میں ہے اور عام قارئین کے لئے اسے علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔

تصنیف حضرت پیر سیّد غلام معین الدّین گیلانی قدس سرّہ العزیز

1	اسرار المشتاق	منظوم کلام (حمد ونعت، مناقب، غزلیات)	مطبوعہ

تصانیف حضرت پیر سیّد نصیر الدّین نصیرؔ گیلانی قدس سرہ العزیز

1	نام ونسب	(سیادتِ غوث پاک ؒ کے تحقیقی ثبوت، نکاح سیدہ کی شرعی حیثیت اور شیعہ خوارج کے عقائد کا تفصیلی جائزہ)	مطبوعہ
2	راہ ورسمِ منزل ہا	(تصوف اور عصری مسائل پر سیر حاصل بحث)	مطبوعہ
3	امام ابوحنیفہؒ اور ان کا طرزِ استدلال	(امام الائمہ، سراج الامہ کے علمی و فقہی مقام ومرتبہ کا بیان)	زیرِ طبع
4	اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت	(اثباتِ توحید ورَدِّ شرک کے لئے دلائل قاطعہ)	مطبوعہ
5	لطمۃ الغیب علی ازالۃ الرّیب	(حضرت پیرانِ پیرؒ کے گستاخوں کے منہ پر غیبی طمانچہ)	مطبوعہ
6	رنگِ نظام	(قرآن وحدیث کی روشنی میں اُردو مجموعہ رُباعیات)	مطبوعہ
7	دیں ہمہ اُوست	(عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی نعتیں)	مطبوعہ
8	فیضِ نسبت	(عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی مناقب)	مطبوعہ
9	آغوشِ حیرت	(فارسی رُباعیات)	مطبوعہ
10	پیمانِ شب	(اردو غزلیات کا پہلا مجموعہ)	مطبوعہ
11	دستِ نظر	(اردو غزلیات کا دوسرا مجموعہ)	مطبوعہ
12	عرشِ ناز	(فارسی، اردو، پوربی، پنجابی اور سرائیکی میں متفرق کلام)	مطبوعہ
13	الرباعیات المدحیۃ فی حضرۃ القادریۃ	(فارسی رُباعیات درشانِ حضرت پیرانِ پیرؒ)	مطبوعہ
14	طریق الفلاح فی مسئلۃ الکفو للنکاح	(نکاح سیدہ باغیر سید کی شرعی حیثیت)	مطبوعہ
15	متاعِ زیست	آخری متفرق کلام (حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات)	مطبوعہ
16	لفظ اللہ کی تحقیق	(متلاشیانِ راہِ حق کے لئے سامانِ تحقیق)	مطبوعہ
17	قرآنِ مجید کے آدابِ تلاوت	(قرآن مجید کی رفعت وعظمت، قلوب واذہان میں جاگزین کرنیوالا رسالہ)	مطبوعہ
18	آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت	(فلسفۂ بیعت پر مبنی ایک دلچسپ مقالہ)	مطبوعہ
19	پیرانِ پیرؒ کی شخصیت، سیرت اور تعلیمات	(ایک ایمان افروز اور شرک سوز مقالہ)	مطبوعہ
20	الجواہر التوحیدیہ فی تعلیمات الغوثیہ	(شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی تعلیمات کی روشنی میں عقیدۂ توحید پر سیر حاصل بحث)	مطبوعہ
21	موازنۂ علم وکرامت	(مقامِ علم گھٹانے والوں کیلئے تازیانۂ عبرت)	مطبوعہ
22	کیا ابلیس عالم تھا؟	(اربابِ علم واصحابِ تحقیق کے لئے پیغام مباحات)	مطبوعہ
23	اسلام میں شاعری کی حیثیت	(ایک انوکھا اور اچھوتا تحقیقی مقالہ)	مطبوعہ
24	مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب		مطبوعہ
25	پاکستان میں زلزلے کی تباہ کاریاں	(اسباب اور تجاویز)	مطبوعہ
26	فتویٰ نویسی کے آداب	(طالبانِ تحقیق کے افادہ کیلئے ایک تحقیقی مقالہ)	مطبوعہ
27	پنجابی کلام	(دررنگِ ابیاتِ حضرت سلطان باہوؒ)	مطبوعہ
28	عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت	(ختم نبوت کے موضوع پر ایک منفرد تحقیقی مقالہ)	مطبوعہ
29	کلیاتِ نصیر گیلانی ؒ	(مطبوعہ وغیر مطبوعہ منظوم کلام کا مجموعہ)	مطبوعہ
30	محیطِ ادب	(مرزا عبدالقادر بیدل کے اشعار کا ترجمہ وتشریح)	زیرِ طبع

تصانیف پیر سیّد غلام نظام الدّین جامی گیلانی قادری

1 جانِ آرزو	مجموعۂ غزلیات	3 عرفانِ آرزو	اُردو غزلیات (غیر مطبوعہ)
2 عنوانِ آرزو	مجموعۂ رباعیات	4 داستانِ وفا	ایک سگِ باوفا کی منظوم داستان

درگاہی کتب درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

1	مکتوباتِ طیبات	یہ کتاب قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کے خطوط اور تحریرات کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے احباب اور متعلقین کی طرف تحریر فرمائے۔ ان میں سے مسائل شریعت وطریقت کا حل موجود ہے۔
2	ملفوظاتِ مہریہ	قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کے علمی ارشادات وملفوظات کا مجموعہ
3	عجالہ بردوسالہ	احناف کے عقائد حقہ کے متعلق ہرزہ سرائیوں کی مدلل تردید
4	مہرِ منیر (اُردو)	آنجناب قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کی شہرۂ آفاق سوانح عمری، آپ کے مصدقہ حالات زندگی علمی وروحانی مجاہدات وکمالات کا تفصیلی تذکرہ، تصنیفات کا مختصر خلاصہ، قادیانیت کے خلاف آپکے معرکہ کی داستان۔
5	مہرِ منیر (انگلش)	قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کی سوانح عمری مہر منیر کا انگریزی ترجمہ
6	ضیائے مہر	سوانح حیات حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی ؒ المعروف بابوجی
7	مسافرِ چندروزہ	حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی ؒ کے منتخب مکتوبات مختصر تشریحات کیساتھ
8	وظائف چشتیہ	مجموعہ اوراد ووظائف مع ترجمہ واسناد
9	ایضاح الدلالات فی سماع الآلات	سازوں کے ساتھ قوالی سننے کا مسئلہ
10	دلائل الخیرات	مجموعہ اوراد ووظائف
11	صحیح مسلک	قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کی کتب اور دیگر محدثین ومحققین کی کتب سے اہلسنت وجماعت کا صحیح معتدل مسلک پیش کرنے کی کوشش پر مبنی تصنیف
12	سماع کے جواز میں دلائل	سماع سے متعلق مختلف مسائل کا جائزہ
13	نقوشِ مہر	قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کے روضہ مبارک کی دیواروں پر لکھی گئی آیات، احادیث اقوال اور اشعار کا ترجمہ
14	شجرہ نسب اور سلاسل فقر	قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ کا شجرہ نسب اور سلاسل فقر
15	سلسلۂ چشتیہ نظامیہ بطور فریاد	منظوم فریاد بحضور قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی ؒ
16	مہر نما	منظوم قصیدہ
17	فریادِ صدیقی	دربار غوثیاں مع مجموعہ غزلیات
18	خطباتِ نصیر گیلانی	حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی قدس سرہ العزیز کی تقاریر درجامع مسجد درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کا مجموعہ
19	آئین ودستورِ گولڑہ شریف	آئین ودستور بابت انتظام وانصرام درگاہ لنگر غوثیہ گولڑہ شریف

گولڑہ شریف میں انعقاد پذیر
سالانہ تقاریب کی تواریخ

18,17 صفر المظفر

عرس مبارک حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی قدس سرہ العزیز

30,29 صفر المظفر

عرس مبارک قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہ العزیز

---

12 ربیع الاول عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

11,10,9 ربیع الثانی بڑی گیارہویں شریف

---

28 ربیع الثانی تحفظِ ناموسِ رسالت وختم نبوت سیمینار

2,1 جمادی الثانی

عرس مبارک حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی قدس سرہ العزیز المعروف بابو جی

3,2 ذیقعد

عرس مبارک حضرت پیر سید غلام معین الدین گیلانی قدس سرہ العزیز المعروف لالہ جی

شجرہ مہریہ معینیہ
قبلۂ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ
(14-04-1859 — 11-05-1937)
سیّد غلام محی الدین گیلانیؒ
(1-12-1891 — 22-06-1974)
سیّد غلام معین الدین گیلانیؒ
(22-05-1920 — 12-03-1997)
سیّد شاہ عبدالحق گیلانی سَلّمہٗ
(16-04-1926)
سیّد نصیر الدین نصیر گیلانیؒ
(14-11-1949 — 13-02-2009)
سیّد غلام جلال الدین گیلانی مدظلہٗ
(29-08-1955)
سیّد غلام حسام الدین گیلانی مدظلہٗ
(1-03-1960)
سیّد غلام نظام الدین گیلانی قادری مدظلہٗ
(04-04-1976)
سیّد غلام نجم الدین گیلانی سَلّمہٗ
(12-08-1983)
سیّد غلام شمس الدین گیلانی سَلّمہٗ
(30-07-1992)
سیّد غلام نصیر الدین قیس گیلانی سَلّمہٗ
(24-04-2009)
سیّد غلام مہر محی الدین گیلانی سَلّمہٗ
(16-04-1985)
سیّد مہر جمال الدین گیلانی سَلّمہٗ
(11-04-2011)
سیّد مہر حماد الدین گیلانی سَلّمہٗ
(7-11-1989)
سیّد مہر فواد الدین گیلانی سَلّمہٗ
(29-07-1992)
سیّد مہر معین الدین گیلانی سَلّمہٗ
(11-03-2000)